افادات
حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ
محدث دارالعلوم دیوبند

ترتیب
جناب مولانا حسین احمد صاحب پالن پوری
فاضل دارالعلوم دیوبند

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

تحفۃ الالمعی

شرح

سنن الترمذی

جلد ہفتم

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

محدث دار العلوم دیوبند

ترتیب

جناب مولانا حسین احمد صاحب پالن پوری

فاضل دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی جلد ہفتم

افادات : حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند 09412873888

مرتب : جناب مولانا حسین احمد صاحب پالن پوری زید مجدہٗ

فاضل دارالعلوم دیوبند

سائز : ۲۰×۳۰/۸

صفحات : ۵۷۶

تاریخ طباعت : باراول ربیع الثانی ۱۴۳۰ ہجری مطابق اپریل ۲۰۰۹ عیسوی

کمپیوٹر کتابت : روشن کمپیوٹرز، محلّہ اندرون کوٹلہ دیوبند

کاتب : مولوی حسن احمد پالن پوری فاضل دارالعلوم دیوبند 09997658227

پریس : ایچ، ایس پرنٹرس، ۱۴۷ چاندنی محل، دریا گنج دہلی (011)23244240

09811122549

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور۔(یو، پی)

فہرست مضامین

أبواب فضائل القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبواب القراءة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قراءتوں کا بیان

أبواب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

عربی ابواب کی فہرست

أبواب فضائل القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبواب القراء ة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أبوابُ تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قرآنِ کریم کے فضائل

قرآنِ کریم کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے، اور صفت اور موصوف کا درجہ ایک ہوتا ہے، پس قرآنِ کریم کے لئے اس سے بڑی کوئی فضیلت نہیں ہوسکتی، اور اس لئے حکمت الٰہی نے چاہا کہ:

قرآنِ کریم کی تلاوت کی ترغیب دی جائے، اس کی تلاوت کے فضائل بیان کئے جائیں، نیز بعض مخصوص سورتوں اور آیتوں کے بھی فضائل بیان کئے جائیں، اس لئے:

۱- ایک روایت میں قرآنِ کریم کی آیتوں کے پڑھنے اور سیکھنے کو موٹی تازی اونچی کوہان والی اونٹنیوں سے بہتر قرار دیا گیا (مشکوۃ حدیث ۲۱۱۰) اور دوسری حدیث میں نماز میں تین آیتیں پڑھنے کو جاندار گابھن اونٹنیوں سے بہتر قرار دیا (مشکوۃ حدیث ۲۱۱۱) یہ روایات تمثیلی پیرایۂ بیان ہیں، آیاتِ کریمہ کی تلاوت سے حاصل ہونے والے معنوی فائدہ (اجر وثواب) کو ایک ایسی محسوس مثال کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے جس سے بہتر کوئی مال عربوں کے نزدیک نہیں تھا۔

۲- اور جس نے قرآن میں مہارت پیدا کی: اس کو ملائکہ کے ساتھ تشبیہ دی (مشکوۃ حدیث ۲۱۱۲)

۳- اور بتایا کہ جس نے قرآن پڑھا اس کو ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی، پھر وہ ایک نیکی بھی دس نیکیوں کے برابر ہوگی (مشکوۃ حدیث ۲۱۳۷)

۴- اور تلاوتِ قرآن کے تعلق سے لوگوں کے درجات بیان کئے، فرمایا: جو مسلمان قرآن پڑھتا ہے وہ ترنج لیموں کی طرح ہے، جس کی بو اور مزہ دونوں عمدہ ہوتے ہیں، اور جو مسلمان قرآن نہیں پڑھتا وہ کھجور کی طرح ہے، جس میں بو تو نہیں ہوتی مگر مزہ عمدہ ہوتا ہے، اور جو (عملی) منافق قرآن نہیں پڑھتا وہ اندرائن کی طرح ہے، اس میں خوشبو

بھی نہیں ہوتی اور مزہ بھی تلخ ہوتا ہے، اور جو (عملی) منافق قرآن پڑھتا ہے وہ خوشبودار پھول کی طرح ہے، جس کی بو اچھی ہوتی ہے، مگر مزہ تلخ ہوتا ہے (مشکوٰۃ حدیث ۲۱۱۴)

۵- اور یہ بات بتائی کہ قرآن کی سورتیں قیامت کے دن پیکر محسوس اختیار کریں گی، جن کو دیکھا چھویا جا سکے گا، وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی (مشکوٰۃ حدیث ۲۱۲۰ و ۲۱۲۱) اور اس جھگڑے کی حقیقت یہ ہے کہ قاری کی نجات وعذاب کے اسباب میں تعارض سامنے آئے گا، اس کے گناہ اس کی بربادی کو چاہیں گے، اور قرآن کی تلاوت نجات کو، اور بالآخر سبب نجات یعنی تلاوتِ قرآن کو دیگر اسبابِ ہلاکت پر ترجیح حاصل ہوگی، اور وہ بندہ ناجی ہوگا۔

۶- اور احادیث میں خاص سورتوں اور آیتوں کی فضیلت بیان کی، جیسے سورۂ کہف، سورۃ الملک، سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرۃ اور سورۂ آل عمران وغیرہ کے فضائل بیان کئے، اور آیت الکرسی، سورۃ الاخلاص، مؤذتین وغیرہ کا امتیاز بیان کیا تاکہ لوگ ان کو وظیفہ بنائیں۔

اور یہ تفاضل بچند وجوہ ہے:

اول: وہ سورت یا آیت جو صفاتِ الٰہیہ میں غور وفکر کے لئے زیادہ مفید ہے، اور اس میں صفاتِ الٰہیہ کے تعلق سے جامعیت اور ہمہ گیری کی صفت پائی جاتی ہے، جیسے آیت الکرسی، سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں اور سورۃ الاخلاص وغیرہ، ان آیتوں کا درجہ قرآنِ کریم میں ایسا ہے جیسا اسمائے الٰہیہ میں ''اسم اعظم'' کا درجہ ہے۔

دوم: کوئی سورت ایسی ہے جس کا نزول بندوں کے ورد (وظیفہ) کے لئے ہوا ہے یعنی اس کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ لوگ جانیں کہ وہ اپنے پروردگار کا تقرب کیسے حاصل کریں؟ جیسے سورۂ فاتحہ، اس کا درجہ قرآن کی دوسری سورتوں کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا عبادات میں فرائض کا درجہ ہے۔

سوم: وہ سورتیں جو جامع ترین ہیں، جیسے زَہراوَین یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران۔ سورۂ بقرہ میں اسلام کے اصول وعقائد اور احکام شریعت کا جتنا تفصیلی تذکرہ ہے اتنا کسی دوسری صورت میں نہیں ہے، اسی لئے اس سورت کو قرآن میں سب سے مقدم رکھا گیا ہے، اور اس کو ''قرآن کی کوہان'' قرار دیا گیا ہے۔ اور حدیث میں خبر دی گئی ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس گھر میں شیطان نہیں آسکتا، اور سورۂ آل عمران میں مجادلات اور جنگی معاملات کی جتنی تفصیل ہے اتنی کسی دوسری سورت میں نہیں ہے (رحمۃ اللہ ۴: ۳۷۸-۳۷۹)

بابُ ماجاءَ فِی فَضْلِ فَاتِحَۃِ الْکِتَابِ

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت

سورۃ الفاتحہ ایک بیش بہا دولت ہے، جو اس امت کے علاوہ کسی امت کو نہیں ملی، مسلمان اس کی جتنی بھی قدر کریں

کم ہے، اس میں صرف دینی فائدے ہی نہیں، دنیوی پریشانیوں، بیماریوں اور بلاؤں کا علاج بھی ہے، حدیث میں ہے: سورۃ الفاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے (رواہ الدارمی) پس اس مبارک سورت کا جس قدر ورد رکھا جائے باعثِ خیر وبرکت ہے، اور وہ اسی مقصد سے عطا فرمائی گئی ہے، چنانچہ نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ گھر سے نکل کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے (آپؐ کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت ابی نماز پڑھ رہے ہیں) چنانچہ آپؐ نے پکارا: یا أُبَیّ! اے ابیّ! مگر وہ نماز پڑھ رہے تھے، اس لئے حضرت ابیؓ متوجہ تو ہوئے مگر جواب نہیں دیا، اور نماز پڑھتے رہے، اور ہلکی نماز پڑھی۔ پھر نبی ﷺ کی طرف مڑے اور سلام کیا تو آپؐ نے سلام کا جواب دیا، اور پوچھا: اے ابی! کس چیز نے آپؓ کو روکا اس سے کہ آپؓ مجھے جواب دیں، جبکہ میں نے آپؓ کو پکارا تھا؟ حضرت ابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نماز میں تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا آپ نے اس قرآن میں جو میری طرف وحی کیا گیا ہے یہ بات نہیں پائی کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی بات پر لبیک کہو، جب وہ تمہیں پکاریں، کیونکہ وہ تمہیں زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں؟ (سورۃ انفال آیت ۲۴) حضرت ابیؓ نے جواب دیا: کیوں نہیں! یعنی یہ آیت بیشک قرآنِ کریم میں ہے، اور میں نہیں لوٹوں گا اگر اللہ نے چاہا، یعنی ان شاء اللہ آئندہ یہ غلطی نہیں کروں گا، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں ایک ایسی سورت سکھلاؤں جس کے مانند سورت نہ تو تورات میں نازل کی گئی ہے، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ قرآن (کے باقی حصہ) میں؟ حضرت ابی نے کہا: ہاں! اے اللہ کے رسول! یعنی ایسی سورت مجھے ضرور سکھلائیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو؟ یعنی قراءت کہاں سے شروع کرتے ہو؟ راوی کہتا ہے: پس حضرت ابیؓ نے سورۂ فاتحہ پڑھی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہ تو تورات میں، نہ انجیل میں، نہ زبور میں، اور نہ قرآن میں سورۂ فاتحہ کے مانند کوئی سورت اتاری گئی ہے! اور بیشک سورۂ فاتحہ بار بار دہرائے جانے والے قرآن کی سات آیتیں ہیں، اور قرآنِ عظیم (جس کا تذکرہ سورۃ الحجر آیت ۸۷ میں ہے) اللہ کی وہ کتاب ہے جو میں دیا گیا ہوں''

تشریحات:

۱-یہ مسئلہ علماء کے نزدیک طے شدہ ہے کہ اگر نبی ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں کسی کو پکاریں، اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو فوراً جواب دینا ضروری ہے، پھر رہی یہ بات کہ جواب دینے سے نماز باقی رہے گی یا ٹوٹ جائے گی؟ یہ الگ مسئلہ ہے، اس کی نظیر: وہ حدیث ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ نماز میں سانپ یا بچھو نظر پڑیں تو ان کو مار ڈالو، رہی یہ بات کہ سانپ بچھو مارنے سے نماز رہے گی یا ٹوٹ جائے گی؟ یہ الگ بات ہے، جو نماز کی صحت وفساد کے دیگر اصولوں سے طے کی جائے گی۔ اس حدیث کا سبق تو بس اتنا ہے کہ سانپ بچھو کو جانے مت دو، ورنہ وہ ضرر پہنچائیں گے، اسی طرح

ندائے نبوی پر لبیک کہنا واجب ہے، رہی یہ بات کہ جواب دینے سے نماز باقی رہے گی یا ٹوٹ جائے گی؟ یہ بات دوسرے اصولوں سے طے کی جائے گی۔ اور اب اس کو طے کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

۲- اور سورۃ الانفال میں جو حکم ہے اس کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جانتے تھے، مگر یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اس کا عموم نماز تک ہے، نماز پڑھتے ہوئے بھی نبی ﷺ کی ندا کا جواب دینا چاہئے: یہ بات آج حضرت ابیؓ کے سامنے آئی، چنانچہ انھوں نے کہا: میں آئندہ یہ غلطی نہیں کروں گا۔

۳- یہاں ایک طالب عالمانہ سوال ہے: نبی ﷺ نے پکارا اور حضرت ابیؓ نے جواب دینے میں ذرا دیر کردی تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کوئی خاص علم ذہن میں آتا ہے، جو نبی ﷺ امت کو بتلانا چاہتے ہیں، پس اگر امتی فوراً متوجہ ہوجائے گا تو وہ بات اس کو بتادی جائے گی، تاخیر کرنے کی صورت میں کبھی وہ بات ذہن سے نکل جاتی ہے، جیسا کہ روایت میں ہے: نبی ﷺ ایک مرتبہ شبِ قدر کی تعیین کے لئے گھر سے نکلے، اور مسجد میں دو شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آپؐ ان کا جھگڑا نمٹانے میں لگ گئے اور شبِ قدر کا علم اٹھالیا گیا، اسی طرح اس دن نبی ﷺ قرآنِ کریم کی سب سے اہم سورت بتلانا چاہتے تھے، پس اگر حضرت ابیؓ فوراً متوجہ نہ ہوتے تو امت کا نقصان ہوتا، قرآنِ کریم میں جو ﴿لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ نبی ﷺ تمہیں حیات بخش باتیں بتانا چاہتے ہیں، پس ان کی پکار پر فوراً لبیک کہو۔

۴- سورۃ الحجر آیت ۸۷ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ﴾ اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپؐ کو بار بار دہرائی جانے والی کتاب کی آیتوں میں سے سات آیتیں اور قرآنِ عظیم عطا فرمایا ہے۔ المَثَانِیْ: مَثْنَی کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: دو دو، اس کا مصدر ثِنْی ہے، جس کے معنی ہیں: دوہرا کرنا، تکرار کرنا، اعادہ کرنا۔ اور یہ مضمون سورۃ الزمر کی تیسویں آیت میں صراحتاً آیا ہے کہ قرآنِ کریم بار بار دہرائی جانے والی کتاب ہے، اور سورۃ الفاتحہ بار بار دوہرائی جانے والی کتاب کی سات آیتیں ہیں، سورۃ الحجر کی آیت میں اس کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کرنا اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے آپ کو سورۃ الفاتحہ عطا فرمائی ہے، بلکہ فرمایا: سات آیتیں عطا فرمائیں، اس میں دو حکمتیں ہیں:

پہلی حکمت: سات آیتیں کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا یاد کرنا کچھ مشکل نہیں، سات ہی تو آیتیں ہیں، پس جن کا حافظہ نہایت کمزور ہے وہ بھی ہمت نہ ہاریں!

دوسری حکمت: نماز میں اس سورت کو سات وقفوں میں پڑھنا چاہئے، نبی ﷺ اسی طرح پڑھتے تھے، حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان فرمائی ہے (حضرت ام سلمہؓ کی یہ حدیث آگے آرہی ہے)

اوراس کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ایک دعا ہے، اوراس کی ہر آیت سائل کی زبان سے نکلی ہوئی ایک صدا ہے، اور اس کے پڑھنے کا قدرتی طریقہ سوال کا انداز ہے، جب کوئی سائل کسی کے آگے کھڑا ہوتا ہے اوراس کی مدح وثنا کرکے مطلب عرض کرتا ہے تو وہ ایسا بالکل نہیں کرتا کہ ایک مقرر کی طرح مسلسل تقریر کرنا شروع کردے، اور ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ ڈالے، بلکہ طلب ونیاز کے لہجہ میں ٹھہر ٹھہر کرایک ایک بات کہتا ہے، مثلاً کہتا ہے: آپ فیاض ہیں! آپ کریم ہیں! آپ کی سخاوت کی دھوم ہے! اگر آپ سے نہ مانگوں تو کس سے مانگوں! سائل ان میں سے ہر بول ٹھہر ٹھہر کر کہتا ہے، یہ جملے بیشک مطلب کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، مگر بات ایک جملہ میں پوری نہیں ہوجاتی، اورطرز خطاب کا اداشناس جانتا ہے کہ زور کلام اورحسن تخاطب کے لئے کہاں وقفہ کرنا چاہئے اور کہاں نہیں کرنا چاہئے۔

۵- اورحدیث کے آخری جزء والقرآنُ العظیمُ: الذی أُعْطِیتُه کے دو مطلب ہیں:

پہلا مطلب: جوزیادہ صحیح ہے: یہ ہے کہ قرآنِ عظیم سے مراد وہ پوری کتاب ہے جس میں سورۂ فاتحہ بھی شامل ہے، اورقرآن کی سات آیتوں (سورۂ فاتحہ) کی تخصیص ان کی اہمیت کی وجہ سے کی گئی ہے۔

دوسرا مطلب: سورۃ الحجر کی آیت میں: ﴿وَالْقُرْآنَ العَظِیْمَ﴾ کا عطف ﴿سَبْعًا﴾ پر کیا جائے، اورعطفِ تفسیری لیا جائے، تو قرآن عظیم سے مراد بھی سورۂ فاتحہ ہوگی، مگر باب کی حدیث قرینہ ہے کہ پہلا مطلب صحیح ہے، اور آیتِ کریمہ میں عطف تفسیری نہیں ہے، بلکہ معطوف، معطوف علیہ میں فی الجملہ مغایرت ہے۔

أبوابُ فَضَائِلِ الْقُرْآن

عن رسول الله صلی الله علیه وسلم

[۱-] بابُ ماجاءَ فِی فَضْلِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

[۲۸۸٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِی هريرةَ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم خَرَجَ عَلَی أُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم:" يا أُبَیُّ!" وَهُوَ يُصَلِّی، فَالْتَفَتَ أُبَیٌّ، فَلَمْ يُجِبْهُ، وَصَلّٰی أُبَیٌّ فَخَفَّفَ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَی رسولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارسولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ! مَا مَنَعَكَ يَا أُبَیُّ! أَنْ تُجِيْبَنِی إِذْ دَعَوْتُكَ؟" فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّی كُنْتُ فِی الصَّلَاةِ، قَالَ:" أَفَلَمْ تَجِدْ فِيْمَا أَوْحَی اللّٰهُ إِلَیَّ أَنِ اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا

يُحْيِيْكُمْ؟" قَالَ: بَلَى، وَلاَ أَعُوْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. قَالَ: " أَتُحِبُّ أَنْ أُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَمْ يُنْزَلْ فِيْ التَّوْرَاةِ، وَلاَ فِيْ الإِنْجِيْلِ، وَلاَ فِيْ الزَّبُوْرِ، وَلاَ فِيْ الْقُرْآنِ، مِثْلُهَا؟" قَالَ: نَعَمْ يَارسولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " كَيْفَ تَقْرَأُ فِيْ الصَّلاَةِ؟" قَالَ: فَقَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مَا أُنْزِلَتْ فِيْ التَّوْرَاةِ، وَلاَ فِيْ الإِنْجِيْلِ، وَلاَ فِي الزَّبُوْرِ، وَلاَ فِيْ الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا، وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِيْ، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ: الَّذِيْ أُعْطِيْتُهُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفي الباب: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

بابُ ماجاءَ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ

سورۃ البقرہ اور آیت الکرسی کی فضیلت

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: لاتَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ: اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ (یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے پہلے حدیث ۴۶۰ کتاب الصلوۃ باب ۲۱۶ تحفہ ۲: ۲۹۹ میں گذر چکی ہے) اور علماء نے اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں: ایک: گھروں میں نمازیں پڑھی جائیں، تاکہ گھروں میں برکت ہو، اور گھر والوں کو بھی ترغیب ہو۔ دوم: گھروں میں تدفین نہ کی جائے، تدفین گورغریباں میں کی جائے (اور حدیث کے اگلے ٹکڑے سے پہلے مطلب کی تائید ہوتی ہے)

آگے فرمایا: وَإِنَّ البيتَ الذی تُقْرَأُ الْبَقَرَةُ فِيْهِ: لاَيَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ: اور وہ گھر جس میں سورۃ البقرہ پڑھی جائے اس میں یقیناً شیطان داخل نہیں ہوتا (جیسا کہ باب کی چوتھی حدیث میں آرہا ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: لکل شيئ سَنَامٌ: ہر چیز کے لئے کوہان ہے، یعنی اس کا ایک حصہ اعلی اور افضل ہوتا ہے، وَإِنَّ سَنَامَ القرآن سورةُ البَقَرَةِ: اور قرآن کی کوہان یقیناً سورۃ البقرہ ہے، یعنی سورۃ البقرہ قرآن کی سب سے اعلی اور افضل سورت ہے، وفيها آيةٌ هي سيِّدةُ آيِ القرآن: هي آية الكرسِيِّ: اور سورۃ البقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کی آیتوں کی سردار ہے، وہ آیت الکرسی ہے (آیۃ کے آخر سے ۃ نکال دی تو جمع بن گئی، اور اس حدیث کی سند میں حکیم بن جبیر ہیں جن پر امام شعبہ رحمہ اللہ نے جرح کی ہے، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، حالانکہ امام شعبہؒ کی حکیم بن جبیر پر جرح کو محدثین نے قبول نہیں کیا (تحفہ ۲: ۵۶۵ میں یہ بات گذر چکی ہے) اس لئے یہ حدیث کم از کم حسن ضرور ہے)

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص حٰمٓ المؤمن (شروع سے) إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک، اور آیت الکرسی پڑھے جب وہ صبح کرے تو وہ ان دونوں کی وجہ سے حفاظت کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ شام کرے۔ اور جو شخص دونوں

کو پڑھے جب وہ شام کرے تو وہ ان کی وجہ سے حفاظت کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ صبح کرے"

تشریح: آیت الکرسی سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۵ ہے، اور سورۃ المؤمن کی شروع کی تین آیتیں یہ ہیں: ﴿حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ، ذِى الطَّوْلِ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③﴾ حٰمٓ، یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست، ہر چیز کے جاننے والے ہیں، جو گناہ بخشنے والے، توبہ قبول کرنے والے، سخت سزا دینے والے، قدرت والے ہیں، ان کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، انہی کے پاس سب کو جانا ہے.......... اور قاری کو اختیار ہے کہ یہ آیتیں پہلے پڑھے پھر آیت الکرسی پڑھے یا اس کے برعکس کرے، اور یہ حدیث عبدالرحمٰن مُلیکی کی وجہ سے ضعیف ہے، مگر فضائل میں ضعیف روایتیں معتبر ہیں۔

[۲-] بابُ ماجاءَ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ

[۲۸۸۵-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" لَاتَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ، وَإِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ تُقْرَأُ الْبَقَرَةُ فِيْهِ لَايَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۸۸٦-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا حُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" لِكُلِّ شَيْئٍ سَنَامٌ، وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، وَفِيْهَا آيَةٌ هِيَ سَيِّدَةُ آيِ الْقُرْآنِ: هِيَ آيَةُ الْكُرْسِيِّ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ شُعْبَةُ، وَضَعَّفَهُ.

[۲۸۸۷-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ الْمُغِيْرَةِ: أَبُوْ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِيُّ الْمَدِيْنِيُّ، نا ابْنُ أَبِيْ فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُلَيْكِيِّ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ مُصْعَبٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الْمُؤْمِنُ - إلى - إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ، وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتَّى يُمْسِيَ، وَمَنْ قَرَأَهُمَا حِيْنَ يُمْسِي، حُفِظَ بِهِمَا حَتَّى يُصْبِحَ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ الْمُلَيْكِيِّ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

حدیث (۴): حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ان کے گھر میں ایک سامان کی الماری تھی، اس میں چھوہارے تھے، پس بھوت آتا تھا، اور وہ اس میں سے لیتا تھا، حضرت ابوایوبؓ نے اس کی نبی ﷺ سے شکایت کی، آپؐ نے فرمایا: "جب تم اس کو دیکھو تو کہنا: اللہ کے نام سے: رسول اللہ ﷺ کے پاس چل" راوی کہتا

ہے: پس حضرت ابوایوبؓ نے اس بھوت کو پکڑا، اس نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ نہیں آئے گا، چنانچہ حضرت ابوایوبؓ نے اس کو چھوڑ دیا، پھر حضرت ابوایوبؓ نبی ﷺ کے پاس آئے، آپؐ نے پوچھا: مَافَعَلَ أَسِيْرُكَ؟ تمہارے قیدی کا کیا رہا؟ حضرت ابوایوبؓ نے کہا: اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ پھر نہیں آئے گا، نبی ﷺ نے فرمایا: كَذَبَتْ، وهي مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ: اس نے جھوٹ بولا، اور وہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے، راوی کہتا ہے: پھر حضرت ابوایوبؓ نے اس کو پکڑا، اس نے پھر قسم کھائی کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا، چنانچہ اس کو چھوڑ دیا، پھر حضرت ابوایوبؓ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، آپؐ نے پوچھا: مافَعَلَ أَسِيْرُكَ: تمہارے قیدی کا معاملہ کیا رہا؟ حضرت ابوایوبؓ نے کہا: اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا، آپؐ نے فرمایا: كذبتْ، وهي مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ: اس نے جھوٹ کہا، اور وہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے، پس حضرت ابوایوبؓ نے اس کو پکڑا، اور کہا: میں تجھے چھوڑنے کا نہیں، یہاں تک کہ میں تجھے نبی ﷺ کے پاس لے جاؤں، اس بھوت نے کہا: میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں، اور وہ آیت الکرسی ہے، آپ اس کو اپنے گھر میں پڑھیں تو نہ شیطان آپ کے قریب آسکے گا اور نہ غیر شیطان۔ پس حضرت ابوایوبؓ نبی ﷺ کے پاس آئے، آپؐ نے پوچھا: مافَعَلَ أَسِيْرُكَ: تمہارے قیدی کا معاملہ کیا رہا؟ راوی کہتا ہے: پس حضرت ابوایوبؓ نے حضور ﷺ کو وہ بات بتلائی جو اس بھوت نے بتلائی تھی، نبی ﷺ نے فرمایا: صَدَقَتْ، وهي كَذُوْبٌ: اس نے سچ کہا، درانحالیکہ وہ جھوٹا ہے یعنی جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے، اس لئے اس نے جو بات کہی ہے وہ صحیح ہے، آیت الکرسی کی یہ خاصیت ہے کہ جس گھر میں اسے پڑھا جائے وہاں شیطان نہیں آتا۔

تشریح: شیطان ایک نہیں ہے، بے شمار ہیں، کیونکہ ہر شریر جن شیطان ہے، اور عزازیل شیطانِ اکبر ہے، اسی کا لقب ابلیس ہے، پس اس حدیث میں شیطان سے عام شریر جن مراد ہے...... السَّهْوَة: کے بہت معانی ہیں، یہاں سامان کی الماری، طاقچہ، مچان مراد ہے...... الغُوْل: جن بھوت جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے، اردو میں اس کو چھلاوہ اور غول بیابانی کہتے ہیں۔ عربوں کا نظریہ تھا کہ یہ شیاطین کی ایک قسم ہے جو بیابان میں مختلف شکلوں میں آکر لوگوں کو راستہ سے بھٹکا دیتی ہے، یا ہلاک کر دیتی ہے، اس خیال کی حدیث میں نفی کی گئی ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس نکتہ پر گفتگو کی ہے کہ کیا یہ بات بے اصل ہے؟ (تفصیل کے لئے دیکھیں رحمۃ اللہ ۵: ۵۲۸) اور یہاں الغُول سے شریر شیاطین مراد ہیں جو جنات کی ایک قسم ہیں، اور ان کا وجود یقینی ہے، وہ آتے ہیں اور گھر میں چوری کرتے ہیں، جیب میں سے پیسے نکال لیتے ہیں، ایسے واقعات بہت پیش آتے ہیں، اس کا علاج آیت الکرسی ہے، اس کا گھر میں پڑھنا، جیب میں لکھ کر رکھنا شیاطین کے ضرر سے بچاتا ہے...... المُعَاوِدَة: اسم فاعل واحد مؤنث: عَاوَدَ الشيئَ: کسی چیز کا عادی ہونا...... اور ایسا ہی واقعہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا، اور نسائی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا، اور طبرانی میں ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ کا، اور ابن ابی الدنیا میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا

ہے، یعنی اس قسم کے واقعات متعدد صحابہ کے ساتھ پیش آئے ہیں، اور آج بھی پیش آتے ہیں، مگر آج شیطان نظر نہیں آتا اور سامان چوری ہوجاتا ہے، صحابہ کو وہ نظر آتا تھا، جیسے نبی ﷺ کو ایک مرتبہ نماز میں شیطان نظر آیا تھا، اور اس نے آپؐ کی نماز خراب کرنی چاہی تھی اور آپؐ نے اس کو پکڑ کر باندھ دینے کا ارادہ کیا تھا، پھر سلیمان علیہ السلام کا خیال آیا، تو چھوڑ دیا تھا۔

[۲۸۸۸-] حدثنا محمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ أَحْمَدَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ ابنِ أَبِیْ لَيْلَی، عَنْ أَخِيْهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ لَيْلَی، عَنْ أَبِیْ أَيُّوْبَ الأَنْصَارِیِّ: أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ سَهْوَةٌ، فِيْهَا تَمْرٌ، فَكَانَتْ تَجِیْءُ الغُوْلُ، فَتَأْخُذُ مِنْهُ، فَشَكَی ذٰلِكَ إِلَی النبیِّ صلی الله عليه وسلم، فَقَالَ:" اذْهَبْ، إِذَا رَأَيْتَهَا، فَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ: أَجِيْبِیْ رسولَ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم" قَالَ: فَأَخَذَهَا، فَحَلَفَتْ أَنْ لاتَعُوْدَ، فَأَرْسَلَهَا، فَجَاءَ إِلَی النبیِّ صلی الله عليه وسلم، فَقَالَ:"مَافَعَلَ أَسِيْرُكَ؟" قَالَ: حَلَفَتْ أَنْ لاتَعُوْدَ قَالَ: "كَذَبَتْ! وَهِیَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ" قَالَ: فَأَخَذَهَا، فَحَلَفَتْ أَنْ لاتُعُوْدَ، فَأَرْسَلَهَا، فَجَاءَ إِلَی النبیِّ صلی الله عليه وسلم، فَقَالَ:" مَافَعَلَ أَسِيْرُكَ؟" قَالَ: حَلَفَتْ أَنْ لاتَعُوْدَ، فَقَالَ:" كَذَبَتْ، وَهِیَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ" فَأَخَذَهَا، فَقَالَ: مَا أَنَا بِتَارِكِكِ، حَتّٰی أَذْهَبَ بِكِ إِلَی النبیِّ صلی الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: إِنِّیْ ذَاكِرَةٌ لَكَ شَيْئًا: آيَةَ الْكُرْسِیِّ، اقْرَأْهَا فِیْ بَيْتِكَ، فَلَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ، وَلاَ غَيْرُهُ، فَجَاءَ إِلَی النبیِّ صلی الله عليه وسلم فَقَالَ:" مَافَعَلَ أَسِيْرُكَ؟" قَالَ: فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَتْ، قَالَ: "صَدَقَتْ، وَهِیَ كَذُوْبٌ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

حدیث (۵): حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک وفد بھیجا، اور وہ متعدد حضرات پر مشتمل تھا، نبی ﷺ نے ان سے قرآنِ کریم پڑھوایا، ان میں سے ہر ایک نے پڑھا، یعنی جو کچھ جس کو یاد تھا وہ اس نے پڑھا، پس نبی ﷺ (پڑھواتے پڑھواتے) ان میں سے ایک بالکل ہی نوعمر شخص پر آئے، اور فرمایا: مَامَعَكَ يافلانُ؟ آپ کو کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: مجھے یہ اور یہ یاد ہے، اور سورۃ البقرۃ یاد ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اذْهَبْ فَأَنْتَ أَمِيْرُهُمْ: جا تو اس وفد کا امیر ہے یعنی ان صاحب کو سورۃ البقرۃ یاد ہونے کی وجہ سے امارت مل گئی، یہی اس سورت کی فضیلت ہے۔

پھر وفد کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: بخدا! نہیں روکا مجھے سورۃ البقرہ سیکھنے سے مگر اس اندیشہ نے کہ میں اس سورت کا حق ادا نہیں کرسکوں گا، یعنی نماز میں اس کی تلاوت کرکے اس کو یاد نہیں رکھ سکوں گا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: تَعَلَّمُوْا القرآنَ، وَاقْرَأُوْه: قرآن سیکھو اور اس کو پڑھو۔ فَإِن مَثَلَ الْقرآن لِمَنْ تَعَلَّمَهُ، فَقَرَأَه، وَقَامَ بِهِ،

كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا، يَفُوحُ ريحه فی کلِّ مكانٍ: پس بیشک قرآن کی مثال اس شخص کے لئے جو قرآن سیکھے، پس اس کو پڑھے اور اس پر عمل کرے: اس تھیلے جیسی ہے جو مشک سے بھرا ہوا ہو، جس کی خوشبو ہر چہار جانب پھیل رہی ہو، وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ، فيَرْقُدُ، وهو فی جَوْفِهِ، كَمَثَلِ جرابٍ أُوْكِیَ علی مِسْكٍ: اور اس شخص کی مثال جس نے قرآن سیکھا پس سو گیا درانحالیکہ وہ قرآن اس کے پیٹ میں ہے: اس کی مثال اس تھیلے جیسی ہے جس میں مشک بھر کر باندھ دیا گیا ہو، یعنی اس کی خوشبو باہر نہ نکل رہی ہو، اگرچہ اس کے اندر مشک بھری ہوئی ہو۔

حدیث (۶): اور باب میں مسلم شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان سے پوچھا: اے ابوالمنذر! جانتے ہو تمہارے پاس قرآن کی سب سے بڑی آیت کونسی ہے؟ انھوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہی سوال ان سے دوبارہ کیا، حضرت ابیؓ نے جواب دیا: ﴿اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ یعنی قرآن کی سب سے بڑی آیت مرتبہ کے اعتبار سے آیت الکرسی ہے، پس نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: لِيَهْنِكَ العلمُ يا أَبا المنذر! اے ابوالمنذر! تمہیں علم مبارک ہو! (مشکوٰۃ حدیث ۲۱۲۲) یعنی تمہارے ذہن میں صحیح جواب آ گیا، یہ علم تمہیں مبارک ہو۔

[۲۸۸۹-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ الْخَلَّالُ، نا أَبُوْ أُسَامَةَ، نا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى أَبِيْ أَحْمَدَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: بَعَثَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْثًا، وَهُمْ ذُوْ عَدَدٍ، فَاسْتَقْرَأَهُمْ، فَاستَقْرَأَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، يَعْنِيْ مَا مَعَهُ مِنَ الْقُرآنِ، فَأَتَى عَلَى رَجُلٍ مِنْ أَحْدَثِهِمْ سِنًّا، فَقَالَ: "مَا مَعَكَ يَا فُلَانُ؟" فَقَالَ: مَعِيْ كَذَا وَكَذَا، وَسُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ: "أَمَعَكَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ؟" قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "اذْهَبْ فَأَنْتَ أَمِيْرُهُمْ"

فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ: وَاللّٰهِ مَا مَنَعَنِيْ أَنْ أَتَعَلَّمَ الْبَقَرَةَ، إِلَّا خَشْيَةَ أَنْ لَاأَقُوْمَ بِهَا، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ، وَاقْرَأُوْهُ، فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ، فَقَرَأَهُ، وَقَامَ بِهِ، كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا، يَفُوْحُ رِيْحُهُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ، وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ، فَيَرْقُدُ، وَهُوَ فِيْ جَوْفِهِ، كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوْكِيَ عَلَى مِسْكٍ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الحديثُ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى أَبِيْ أَحْمَدَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلًا نَحْوَهُ، حدثنا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ، نا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى أَبِيْ أَحْمَدَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلًا نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وفي الباب: عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ.

بابُ مَاجاءَ فی آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

سورۃ البقرۃ کی آخری دوآیتوں کی فضیلت

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ الآیَتَیْنِ مِنْ آخِرِ سورةِ البَقَرَةِ فِیْ لَیْلَةٍ: کَفَتَاهُ: جس نے کسی رات میں سورۃ البقرۃ کی آخری دوآیتیں پڑھیں تو وہ اس کے لئے کافی ہیں۔

تشریح: سورۃ البقرۃ کی آخری دوآیتیں یہ ہیں:

﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَیْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، کُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلاَئِکَتِهِ وَکُتُبِهِ وَرُسُلِهِ، لاَنُفَرِّقُ بَیْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ، وَقَالُوْا: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا، غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَیْكَ الْمَصِیْرُ۝ لاَیُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلاَّ وُسْعَهَا، لَهَا مَاکَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَااکْتَسَبَتْ، رَبَّنَا لاَتُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِیْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَلاَتَحْمِلْ عَلَیْنَا إِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهُ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَالاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْلَنَا، وَارْحَمْنَا، أَنْتَ مَوْلٰنَا، فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ﴾

ترجمہ: رسول اس چیز پر اعتقاد رکھتے ہیں جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور مؤمنین بھی، سب کے سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، (وہ کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے، یعنی کسی نبی کو مانیں، اور کسی کو نہ مانیں: ہم ایسا نہیں کرتے، بلکہ تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں، اور سب نے یوں کہا: ہم نے (اللہ کا ارشاد) سنا اور خوشی سے مانا، الٰہی! ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مکلّف نہیں بناتے مگر اسی کا جو اس کے اختیار میں ہے، اس کو ثواب بھی اسی کا ملے گا جو وہ اپنے ارادہ سے کرے، اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو وہ اپنے ارادہ سے کرے (وہ دعا کرتے ہیں) اے ہمارے رب! ہماری داروگیر نہ فرما، اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں! اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیں جیسے ہم سے پہلے والے لوگوں پر آپ نے بھیجے ہیں، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیں جس کو ہم سہار نہ سکیں، اور ہم سے درگذر فرما، ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، آپ ہمارے کارساز ہیں، پس آپ ہم کو کافروں پر غالب فرمادیں (اور حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہوئیں)

اور کَفَتَاہ: وہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہوجائیں گی: اس کے تین مطلب بیان کئے گئے ہیں:

پہلا مطلب: اگر وہ اس رات میں تہجد اور تہجد میں قرآنِ کریم نہیں پڑھے گا تو بھی اس کو تہجد کا (اصلی) ثواب مل جائے گا، اس مطلب کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے ہوتی ہے، فرمایا: مَنْ قَرَأَ خاتِمَةَ سورةِ البَقَرَةِ حتی یَخْتُمَها فی لَیْلَةٍ: أَجْزَأَتْ عنه قیامَ تلك اللیلةِ: (رواہ الدیلمی، کنز العمال حدیث ۲۵۷۴) یعنی جس

نے کسی رات میں سورۃ البقرۃ کی آخری آیتیں پڑھیں، یہاں تک کہ ان کو ختم کیا تو وہ آیتیں اس کی طرف سے اس رات کے نوافل سے کافی ہوجائیں گی۔

دوسرا مطلب: وہ شخص اس رات میں شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا، شیاطین الانس اور شیاطین الجن اس کو ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، اور اس مطلب کی تائید حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی آئندہ حدیث سے ہوتی ہے۔

تیسرا مطلب: حدیث عام ہے، یہ آیتیں ہر برائی اور ہر خطرہ سے بچالیتی ہیں، اور علم معانی کے قواعد کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ حدیث کو عام رکھا جائے، کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ متعلق کا حذف تعمیم پر دلالت کرتا ہے (لِیَذْهَبَ الذهنُ كُلَّ مَذْهَبٍ) پس پہلی دو صورتیں بھی اس مطلب میں شامل ہوجائیں گی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے ایک نوشتہ لکھا، اس میں سے دو آیتیں اتاریں، جن کے ذریعہ سورۃ البقرۃ کو پورا کیا، نہیں پڑھی جاتیں وہ آیتیں کسی گھر میں تین راتیں، پھر نزدیک آجائے اس گھر سے کوئی شیطان! (چہ جائے کہ وہ اس گھر میں داخل ہوجائے)

تشریح: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے یہ مضمون تفصیل سے بیان کیا ہے کہ تقدیر الٰہی پانچ مختلف مراحل میں ظاہر ہوئی ہے: پہلی مرتبہ: اللہ کے علم ازلی میں تمام چیزوں کے اندازے ٹھہرائے گئے ہیں، دوسری مرتبہ: تخلیق ارض وسماء سے پچاس ہزار سال پہلے عرش کی قوت خیالیہ میں سب چیزیں موجود ہوئی ہیں، تیسری مرتبہ: تخلیق آدم کے بعد جب عہد الست لیا گیا اس وقت تقدیر کا تحقق ہوا ہے، چوتھی مرتبہ: شکم مادر میں جب روح پڑنے کا وقت آتا ہے تو تقدیر کا ایک گونہ تحقق ہوتا ہے، اور پانچویں مرتبہ: دنیا میں واقعہ رونما ہونے سے کچھ پہلے تقدیر پائی جاتی ہے (رحمۃ اللہ ۱:۶۶۹)

پس اس حدیث میں تخلیقِ ارض وسماء سے دو ہزار سال پہلے جس نوشتہ کا ذکر ہے وہ بھی مراحل تقدیر میں سے کوئی مرحلہ ہے، جس کا حضرت شاہ صاحبؒ نے ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ حضرتؒ نے بڑے اور کلی مراحل ذکر کئے ہیں، چھوٹے اور جزوی مراحل ذکر نہیں کئے، اور یہ ایسا ہی کوئی چھوٹا ظہور تقدیر کا مرحلہ ہے۔

ملحوظہ: اس حدیث کی سند میں دو راویوں کی نسبت الجَرْمی آئی ہے، یہ قبیلۂ جرم بن ریّان کی طرف نسبت ہے، اور اشعث کی نسبت تو صحیح ہے، مگر ابوالاشعث کی نسبت میں امام ترمذیؒ سے تسامح ہوا ہے، ابوالاشعث کا نام شراحیل بن آدہ ہے، اور ان کی نسبت صنعانی ہے، اور یہ وطنی نسبت ہے اور پہلے (حدیث ۱۳۹۴ ابواب الدیات باب ۱۴ میں) یہی الصنعانی نسبت آئی ہے، پس یہی صحیح نسبت ہے۔

[۳-] بابُ مَاجاءَ فِی آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

[۲۸۹۰-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ

بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ قَرَأَ الآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ: كَفَتَاهُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۸۹۱-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الجَرْمِيِّ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الجَرْمِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَي عَامٍ، أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ، خَتَمَ بِهِمَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ، وَلَا يُقْرَآنِ فِيْ دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

بابُ ماجاءَ في سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ

سورۂ آل عمران کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) قرآنِ کریم آئے گا، اور اس کے وہ پڑھنے والے (بھی) آئیں گے جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے، اس (قرآن یا قرآن پڑھنے والوں) کے آگے سورۃ البقرۃ اور سورۂ آل عمران ہونگی، حدیث کے راوی حضرت نوّاس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اور نبی ﷺ نے ان دونوں سورتوں کے لئے تین مثالیں یعنی پیکرِ محسوس بیان فرمائے جن کو میں اب تک نہیں بھولا، فرمایا: يَأْتِيَانِ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَان، وَبَيْنَهُمَا شَرْقٌ: وہ دونوں سورتیں آئیں گی گویا وہ دونوں دو سائبان ہیں، اور ان دونوں کے درمیان روشنی ہوگی (جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرے گی) أَوْ كَأَنَّهُمَا غمامتان سَوْدَاوَان: یا گویا وہ دونوں دو سیاہ بادل ہونگے، أو كَأَنَّهُمَا ظُلَّةٌ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ: یا گویا وہ دونوں قطار میں اڑنے والے پرندوں کا سائبان ہونگے، تُجَادِلَانِ عن صاحبهما: وہ جھگڑیں گی اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے۔

تشریح: ابھی أبواب فضائل القرآن کی تمہید میں یہ بات گذری ہے اور یہ بات شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بیان کی ہے کہ اس جھگڑے کی حقیقت یہ ہے کہ قاری کی نجات وعذاب کے اسباب میں تعارض سامنے آئے گا، اس کے گناہ اس کی بربادی کو چاہیں گے، اور زہراوَین کی تلاوت نجات کو، اور بالآخر سبب نجات یعنی تلاوت زہراوین کو دیگر اسباب ہلاکت پر ترجیح حاصل ہوگی، اور وہ بندہ ناجی ہوگا ...... اور تَقْدُمه کی ضمیر کا مرجع قرآن بھی ہوسکتا ہے اور اہل قرآن بھی ...... اور الغَيَايَة کے معنی ہیں: سائبان، جیسے بادل وغیرہ ...... اور شَرْقٌ کے معنی ہیں: ضَوْءٌ ونورٌ۔ اور بعض نے کشادگی کے معنی بھی کئے ہیں، یعنی دونوں سورتیں علحدہ علحدہ ہونگی ...... اور أو دونوں جگہ تنویع کے لئے ہے، شک راوی کے لئے نہیں ہے ...... اور الغَمَامَةُ : أي السَّحَابَة: بادل ...... سَوْدَاوَانِ: دونوں بادل سیاہ ہونگے، یعنی گھنے

ہونے کی وجہ سے کالے نظر آئیں گے...... ظُلَّة: سائبان...... صَوَافُّ: صَافَّة کی جمع ہے، بروزن دَوَابُّ، اور یہ غیر منصرف ہے، اور اس کے معنی ہیں: اڑنے کی حالت میں پرندوں کا پر کھولے ہوئے ہونا۔

رہی یہ بات کہ قرآن کے اور زہراوین کے قیامت کے دن آنے کا کیا مطلب ہے؟ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پڑھنے کا ثواب قیامت کے دن آئے گا، بعض اہل علم نے اس حدیث کی اور اس سے ملتی جلتی حدیثوں کی یہی شرح کی ہے کہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے کا ثواب آئے گا، کیونکہ پڑھنا ایک معنوی چیز ہے، اس کے آنے کی کوئی صورت نہیں، اور اسی حدیث میں اس تفسیر کا قرینہ موجود ہے، فرمایا: وأهلُه الذين يَعْمَلُوْن به في الدنيا: اور اس کے وہ پڑھنے والے بھی آئیں گے جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے، ظاہر ہے پڑھنے والے الگ ہیں اور یہ آنے والے الگ ہیں، اس لئے لامحالہ ان کے عمل کا ثواب مراد لیا جائے گا۔

مگر اشکال پھر بھی باقی رہتا ہے، اگر قرآن اور زہراوین معنوی چیزیں ہیں تو ثواب بھی معنوی چیز ہے، وہ کیسے آئے گا؟ اس لئے صحیح بات وہ ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمائی ہے کہ یہ عالم مثال کے احوال ہیں، اس عالم میں تمام معنویات متمثل ہونگی، ان کو وہاں پیکر محسوس ملے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے باب عالم المثال میں اپنے اس دعوی پر بے شمار دلیلیں پیش کی ہیں، ان کو دیکھنا چاہئے۔

ایک دوسری حدیث کی تفصیل: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ماخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ سَمَاءٍ وَلاَ أَرْضٍ: أَعْظَمَ مِنْ آيَةِ الكرسِيِّ: اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی سے بڑی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی، نہ آسمان نہ زمین، سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کی تفسیر یہ کی ہے کہ آیت الکرسی اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے، پس وہ ہر مخلوق سے بڑی ہے، آسمان سے بھی اور زمین سے بھی (مگر اس تفسیر پر اشکال یہ ہے کہ یہ بات آیت الکرسی کے ساتھ خاص نہیں، سارے ہی قرآن کا یہ حال ہے، پھر حدیث میں آیت الکرسی کے تعلق سے یہ بات کیوں فرمائی گئی؟ اس لئے یہاں بھی حضرت شاہ صاحبؒ کی توجیہ ہی چلے گی کہ آیت الکرسی کو عالم مثال میں جو پیکر محسوس ملے گا وہ آسمان وزمین سے بڑا ہوگا)

[٤-] بابُ ماجاءَ فى سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ

[٢٨٩٢-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا هِشَامُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ: أَبُوْ عَبْدِ الْمَلِكِ العَطَّارُ، نَا مُحمدُ بْنُ شُعَيْبٍ، نَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " يَأْتِى الْقُرْآنُ، وَأَهْلُهُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِهِ فِيْ الدُّنْيَا، تَقْدُمُهُ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ " قَالَ نَوَّاسٌ: وَضَرَبَ لَهُمَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

ثَلاثَةَ أَمْثَالٍ، مَا نَسِيْتُهُنَّ بَعْدُ، قَالَ:" يَأْتِيَانِ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ، وَبَيْنَهُمَا شَرْقٌ، أَوْ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ سَوْدَاوَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا ظُلَّةٌ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافَّ: تُجَادِلاَنِ عَنْ صَاحِبِهِمَا "

وفي الباب: عَنْ بُرَيْدَةَ، وَأَبِيْ أُمَامَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَمَعْنَى هٰذَا الحديثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُ يَجِيْءُ ثَوَابُ قِرَاءَ تِهِ، كَذَا فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الحديثِ، وَمَا يُشْبِهُ هٰذَا مِنَ الْأَحَادِيْثِ: أَنَّهُ يَجِيْءُ ثَوَابُ قِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ.

وفي حَدِيْثِ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: مَايَدُلُّ عَلَى مَافَسَّرُوْا، إِذْ قَالَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم:" وَأَهْلُهُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِهِ فِيْ الدُّنْيَا" فَفِي هٰذَا دَلاَلَةٌ: أَنَّهُ يَجِيْءُ ثَوَابُ العَمَلِ.

[۲۸۹۳-] وَأَخْبَرَنِيْ مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلُ، نَا الحُمَيْدِيُّ، قَالَ: قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فِيْ تَفْسِيْرِ حديثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ:" مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ سَمَاءٍ وَلاَ أَرْضٍ: أَعْظَمَ مِنْ آيَةِ الْكُرْسِيِّ " قَالَ سُفْيَانُ: لِأَنَّ آيَةَ الْكُرْسِيِّ هُوَ كَلاَمُ اللّٰهِ، وَكَلاَمُ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ: مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

بابُ ماجاءَ فِيْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

سورۃ الکہف کی فضیلت

حدیث (۱): حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دریں اثنا کہ ایک شخص سورۃ الکہف پڑھ رہا تھا (یہ واقعہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا ہے) اچانک اس نے دیکھا: اس کا گھوڑا بدک رہا ہے، پس اس نے (نماز ہی میں) دیکھا، پس اچانک بادل کی طرح یا سائبان کی طرح کوئی چیز ہے، پس وہ صحابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپؐ سے ماجرا بیان کیا، آپؐ نے فرمایا: تلك السكينةُ، نَزَلَتْ مع القرآن، أو: نَزَلَتْ على القرآن: وہ سکینت تھی جو قرآن کے ساتھ اتری تھی، یا فرمایا: قرآن پڑھنے کی وجہ سے اتری تھی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ ثلاثَ آياتٍ مِنْ أَوَّلِ الكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ: جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی تین آیتیں پڑھے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھا جائے گا۔

تشریح: اس حدیث میں تین آیتیں پڑھنے کا تذکرہ ہے، اور اسی روایت میں مسلم شریف میں دس آیتیں پڑھنے کا تذکرہ ہے، اور ایسی صورت میں زائد عدد لیا جاتا ہے...... دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت قتادہ سے امام شعبہ روایت کرتے ہیں، اس میں سورۃ الکہف کی شروع کی تین آیتوں کا تذکرہ ہے، اور مسلم شریف میں اسی سند سے سورۂ کہف کی آخری آیتوں کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح قتادہ کے دوسرے تلامذہ کی روایتوں میں بھی اختلاف ہے،

پس جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ اول وآخر دونوں کو مراد لیا جائے، اور اس سورت کا پہلا اور آخری رکوع ہر شخص یاد کرے، اور روزانہ نماز میں ایک بار اس کو پڑھے، اور نماز میں موقع نہ ملے تو سوتے وقت یا کسی دوسرے وقت ایک بار پڑھے، ان شاء اللہ وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

[٥-] بابُ ماجاءَ فِیْ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ

[٢٨٩٤-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَۃُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ یَقُوْلُ: بَیْنَمَا رَجُلٌ یَقْرَأُ سُوْرَۃَ الْکَھْفَ، إِذْ رَأَی دَابَّتَہُ تَرْکُضُ، فَنَظَرَ، فَإِذَا مِثْلُ الغَمَامَۃِ أَوْ: السَّحَابَۃِ، فَأَتَی رسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہُ، فَقَالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: " تِلْکَ السَّکِیْنَۃُ، نَزَلَتْ مَعَ الْقُرْآنِ، أَوْ: نَزَلَتْ عَلَی الْقُرْآنِ"

ھٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وفی الباب: عَنْ أُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ.

[٢٨٩٥-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَۃُ، عَنْ قَتَادَۃَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِی الجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِیْ طَلْحَۃَ، عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ:" مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آیَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الکَھْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ "

قَالَ مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ: نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِیْ أَبِیْ، عَنْ قَتَادَۃَ بِھٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَہُ، ھٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابُ ماجاءَ فِی یٰسٓ

یٰسٓ شریف کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ لِکُلِّ شَیْئٍ قَلْبًا: بیشک ہر چیز کے لئے دل ہے، وَقَلْبُ القرآن یٰسٓ: اور قرآن کا دل یٰسٓ شریف ہے، ومَنْ قَرَأَ یٰسٓ کَتَبَ اللّٰہُ لَہُ بِقِرَاءَ تِھَا قِرَاءَ ۃَ الْقرآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ: اور جو شخص یٰسٓ شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو پڑھنے کی وجہ سے دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب لکھیں گے۔

تشریح: یٰسٓ شریف کو قرآن کا دل تین وجوہ سے کہا گیا ہے:

پہلی وجہ: دل سے اشارہ درمیان کی طرف ہوتا ہے، اور یٰسٓ مثانی میں سے ہے جو مئین اور سَبعِ طُوَل سے چھوٹی اور مفصّلات سے بڑی ہے، اس طرح وہ قرآن کا درمیان اور دل ہے (قرآن پاک کی سورتیں آیات کی تعداد وغیرہ کے اعتبار سے چار حصوں میں منقسم ہیں: (۱) طُوَل: لمبی سورتیں (۲) مِئِین: جس میں سو یا کچھ زیادہ یا کچھ کم آیتیں ہیں

(۳) مَثَاني: جن میں سو سے کافی کم آیتیں ہیں (۴) مفصّلات: جن میں بہت کم آیتیں ہیں، اور یٰسٓ شریف میں تراسی آیتیں ہیں اوراس کا شمار مثانی میں ہے)

دوسری وجہ: دل سے اشارہ جسم کے اہم جز کی طرف ہوتا ہے، اوراس سورت میں شہرانطاکیہ کے ایک بزرگ حبیب نجار کی جوتقریرآئی ہے: اس میں توکل، تفویض اور توحید کی تعلیم ہے، یہ مضامین آیات (۲۲-۲۵) میں ہیں، ان اہم مضامین کی وجہ سے اس کوقرآن کا دل کہا ہے۔

تیسری وجہ: دل پرحیات کا مدار ہے، وہی مایۂ زندگانی ہے، اوراس سورت میں تدبروتفکر کی جملہ انواع موجود ہیں، اس لئے اس کوقرآن کا قلب کہا گیا ہے (رحمۃ اللہ ۴: ۳۷۹)

سند کا حال: امام ترمذیؒ نے اس حدیث کوحسنٌ غریبٌ کہا ہے، یعنی حمید سے آخر تک حدیث کی ایک سند ہے، اور فرماتے ہیں: بصرہ والے قتادہ کی اس حدیث کواسی سند سے جانتے تھے، اوراس کا راوی ہارون جس کی کنیت ابومحمد تھی مجہول راوی ہے، اس لئے یہ حدیث صرف حسن ہے۔

اور یٰسٓ شریف کی فضیلت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے جس کی تخریج حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الأصول میں کی ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح نہیں، اور باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جوحدیث ہے وہ بزار نے روایت کی ہے...... اور وفی الباب کا اعادہ طولِ فصل کی وجہ سے کیا ہے۔

[٦-] بابُ ماجاءَ فِي يٰسٓ

[٢٨٩٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ، وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، قَالاَ: نَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ هَارُوْنَ أَبِيْ مُحمدٍ، عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ لِكُلِّ شَيْئٍ قَلْبًا، وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يٰسٓ، وَمَنْ قَرَأَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِقِرَاءَ تِهَا قِرَآءَ ةَ الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَبِالْبَصْرَةِ لاَيَعْرِفُوْنَ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَهَارُوْنُ أَبُوْ مُحمدٍ: شَيْخٌ مَجْهُوْلٌ.

حدثنا أَبُوْ مُوْسَى مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، نَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ، نَا قُتَيْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا، وفي الباب: عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، وَلاَ يَصِحُّ حَدِيْثُ أَبِيْ بَكْرٍ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ، وَإِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ. وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ.

بابُ ماجاءَ فِی حمٓ الدُّخَان

سورۂ دخان کی فضیلت

سورۃ الدخان قرآن کریم کی چوالیسویں سورت ہے، اور پچیسویں پارہ میں ہے، اس میں کل تین رکوع ہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی بھی رات سورہ حمٓ الدخان پڑھتا ہے تو صبح تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا راوی عمر بن ابی خثعم نہایت ضعیف راوی ہے، امام بخاریؒ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فی لَيْلَةِ الجُمُعَةِ: غُفِرَ له: جو شخص جمعہ کی رات میں سورۃ الدخان پڑھے گا اس کی بخشش کردی جائے گی۔

تشریح: یہ حدیث بھی ضعیف ہے، اس کا راوی ہشام ابوالمقدام ضعیف راوی ہے، نیز حسن بصری کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع بھی نہیں، یہ بات ایوب سختیانی، یونس اور علی بن زید نے بیان کی ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ کا حضرت ابو ہریرہؓ سے سماع نہیں۔

[۷-] بابُ ماجاءَ فِی حمٓ الدُّخَانُ

[۲۸۹۷-] حدثنا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ خَثْعَمٍ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ أَبِى كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' مَنْ قَرَأَ حمٓ الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةٍ: أَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ ''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَعُمَرُ بْنِ أَبِيْ خَثْعَمٍ يُضَعَّفُ، قَالَ مُحمدٌ: هُوَ مُنْكَرُ الحَدِيْثِ.

[۲۸۹۸-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ، نَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، عَنْ هِشَامٍ أَبِيْ الْمِقْدَامِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' مَنْ قَرَأَ حمٓ الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ: غُفِرَ لَهُ ''

هٰذَا حديثٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَهِشَامٌ أَبُو الْمِقْدَامِ: يُضَعَّفُ، وَلَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ أَبِيْ هريرةَ، هٰكَذَا قَالَ أَيُّوْبُ، وَيُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ.

بابُ ماجاءَ فِی سُوْرَۃِ المُلْکِ

سورۃ الملک کی فضیلت

سورۃ الملک انتیسویں پارے کی پہلی سورت ہے، اس کی فضیلت میں درج ذیل حدیثیں آئی ہیں:

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر گاڑا، وہ گمان نہیں کرتے تھے کہ وہ قبر ہے، پس اچانک وہ کسی انسان کی قبر تھی، جو سورۃ الملک پڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ اس نے سورت پوری کی (ان صحابی نے یہ سورت خواب میں یا بیداری میں سنی) پس وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اورعرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنا خیمہ ایک قبر پر گاڑا، اور میں گمان نہیں کرتا تھا کہ وہ قبر ہے، پس اچانک اس میں ایک انسان سورۃ الملک پڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ اس نے اس سورت کو ختم کیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: هی المَانِعَةُ! هی الْمُنْجِيَةُ! تُنْجِيْهِ من عذاب القبر: سورۃ الملک (عذابِ قبر کو) روکنے والی ہے! وہ نجات دینے والی ہے! اپنے قاری کو عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے۔

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا راوی یحییٰ ضعیف ہے، اور اس کا باپ معمولی راوی ہے، وہ حدیثوں میں غلطیاں کرتا تھا، اور باب میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ آگے آرہی ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ سُوْرَةً مِن القرآن: ثلاثون آيةً، شَفَعَتْ لرجلٍ حتى غُفِرَ له، وهي: تبارك الذي بيده الملك: قرآنِ کریم میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں، اس نے ایک آدمی کی سفارش کی، یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا، اور وہ سورۃ الملک ہے۔

تشریح: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے لکھا ہے کہ یہ کسی امتی کا واقعہ ہے جس کو نبی ﷺ نے اپنے مکاشفہ میں دیکھا ہے، اور یہ امتی کوئی ایسے صحابی بھی ہوسکتے ہیں جن کی آپؐ کے سامنے وفات ہوگئی ہو، نیز بعد میں موجود ہونے والے امتی بھی ہوسکتے ہیں، کیونکہ کشف میں آئندہ پیش آنے والے واقعات بھی نظر آتے ہیں، اور سورۂ سجدہ میں بھی تیس آیتیں ہیں، مگر وہ مراد نہیں (رحمۃ اللہ ۴: ۳۸۰)

[۸-] بابُ ماجاءَ فِی سُوْرَۃِ المُلْکِ

[۲۸۹۹-] حدثنا مُحمدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِيْ الشَّوَارِبِ، نَا يَحْيىَ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ النُّكْرِيُّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ الْجَوْزَاءِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم خِبَآءَهُ عَلَى قَبْرٍ، وَهُوَ لاَيَحْسَبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا قَبْرُ إِنْسَانٍ: يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْمُلْكِ، حَتَّى خَتَمَهَا، فَأَتَى النبيَّ

صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! ضَرَبْتُ خِبَائِيْ عَلَى قَبْرٍ، وَأَنَا لاَ أَحْسَبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيْهِ إِنْسَانٌ، يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْمُلْكِ، حَتَّى خَتَمَهَا، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:" هِيَ الْمَانِعَةُ! هِيَ الْمَنْجِيَةُ: تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ.

[۲۹۰۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ سُوْرَةً مِنَ الْقُرْآنِ: ثَلاَثُوْنَ آيَةً، شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ، وَهِيَ: تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

حدیث (۳): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ جب تک الٓم، تنزیلُ السجدة اور سورة الملک نہیں پڑھ لیتے تھے سوتے نہیں تھے۔

تشریح: سورۂ الٓم تنزیلُ الکتٰب: قرآنِ کریم کی تیسویں سورت ہے، جو اکیسویں پارے میں ہے، جس کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پڑھا جاتا ہے، اور یہ حدیث آگے ابواب الدعوات میں بھی آئے گی۔

سند کا بیان: یہ حدیث مشہور بزرگ فُضیل بن عیاض رحمہ اللہ: لیث بن ابی سُلیم سے روایت کرتے ہیں، اور لیث سے یہ حدیث اور بھی متعدد روات اسی طرح روایت کرتے ہیں، اور مغیرۃ بن مسلم: لیث کے متابع ہیں، وہ بھی ابوالزبیر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں......... مگر زُہیر کے خیال میں ابوالزبیر نے یہ حدیث حضرت جابرؓ سے نہیں سنی، انھوں نے خود ابوالزبیر سے پوچھا تھا کہ آپ نے حضرت جابرؓ سے سنا ہے کہ وہ یہ حدیث ذکر کرتے ہوں؟ ابوالزبیر نے جواب دیا: مجھے یہ حدیث صفوان نے یا کہا: ابن صفوان نے بتائی ہے، گویا زہیر نے اس کا انکار کیا کہ یہ حدیث ابوالزبیر: حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں، ان کے نزدیک بیچ میں صفوان کا واسطہ ہے اور صفوان اور ابن صفوان ایک ہیں، ان کا پورا نام: صفوان بن عبد الله بن صفوان بن أميّه قرشی ہے پھر امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابوالاحوص کی سند پیش کی ہے، وہ بھی لیث سے اسی طرح روایت کرتے ہیں، پس وہ فضیل کے متابع ہیں۔

حدیث (۴): حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ دو سورتیں یعنی الٓم السجدة اور سورۃ الملک قرآن کی ہر سورت سے ستر نیکیوں کے ساتھ برتر ہیں، اور سنن دارمی میں ساٹھ نیکیوں کا ذکر ہے۔

تشریح: یہ ان دونوں سورتوں کا انعامی ثواب ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سورۃ البقرہ سے افضل ہوں کیونکہ سورۃ البقرۃ کا انعامی ثواب بے حد ہے۔ علاوہ ازیں: یہ ایک تابعی کا قول ہے، حدیث مرفوع نہیں۔

[۲۹۰۱-] حدثنا هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ، نَا الفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ أَبِيْ الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ لاَيَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ الٓم تَنْزِيْلُ، وَتبارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ"

هٰذَا حديثٌ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمٍ مِثْلَ هٰذَا، وَرَوَاهُ مُغِيْرَةُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا، وَرَوَى زُهَيْرٌ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي الزُّبَيْرِ: سَمِعْتَ مِنْ جَابِرٍ يَذْكُرُ هٰذَا الحديثَ؟ فَقَالَ أَبُوْ الزُّبَيْرِ: إِنَّمَا أَخْبَرَنِيْهِ صَفْوَانُ، أَوْ: ابْنُ صَفْوَانَ، وَكَأَنَّ زُهَيْرًا أَنْكَرَ أَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الحديثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ.

حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْالْأَحْوَصِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

[۲۹۰۲-] حدثنا هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ، نَا الفُضَيْلُ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: تَفْضُلَانِ عَلَى كُلِّ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ بِسَبْعِيْنَ حَسَنَةً.

بابُ ماجاءَ فِي إِذَا زُلْزِلَتْ

سورۃ الزلزال کی فضیلت

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا:مَنْ قَرَأَ إِذَا زلزلت: عُدِلَتْ له بِنِصْفِ القرآن: جس نے سورۃ الزلزال پڑھی: وہ اس کے لئے آدھے قرآن کے برابر گردانی جائے گی۔وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ: عُدِلَتْ لَهُ بِرُبْعِ القرآن: اور جس نے سورۃ الکافرون پڑھی: وہ اس کے لئے چوتھائی قرآن کے برابر گردانی جائے گی،وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ: عُدِلَتْ له بِثُلُثِ القُرْآن: اور جس نے قل هو الله أحد پڑھی: وہ اس کے لئے تہائی قرآن کے برابر گردانی جائے گی۔

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، حسن بن سَلْم مجہول راوی ہے، امام ترمذیؒ نے اس کے لئے لفظ شیخ استعمال کیا ہے جو ادنی درجہ کی تعدیل ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے ایک سے پوچھا: اے فلاں! کیا تو نے نکاح کرلیا؟ اس نے جواب دیا:نہیں، بخدا! اے اللہ کے رسول! اور میرے پاس وہ سامان بھی نہیں کہ میں نکاح کروں، نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تجھے قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ یاد نہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! آپؐ نے فرمایا: ''تہائی قرآن!'' پھر آپؐ نے پوچھا: کیا تجھے سورۃ النصر یاد نہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! آپؐ نے فرمایا: ''چوتھائی قرآن!'' پھر آپؐ نے پوچھا: کیا تجھے سورۃ الکافرون یاد نہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! آپؐ نے فرمایا: ''چوتھائی قرآن!'' پھر آپؐ نے پوچھا: کیا تجھے سورۃ الزلزال یاد نہیں؟ اس نے جواب دیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: ''چوتھائی قرآن!'' پھر آپؐ نے فرمایا: تَزَوَّجْ! تَزَوَّجْ! نکاح کر، نکاح کر، کیونکہ تجھے قرآنِ کریم کا کافی حصہ یاد ہے۔

تشریح: اس قسم کی روایات جن میں بعض سورتوں کو قرآن کریم کے کسی حصہ کے برابر گردانا گیا ہے: علماء کرام نے ایسی حدیثوں کے دو مطلب بیان کئے ہیں:

پہلا مطلب: یہ قرآنِ کریم کے مضامین کی مختلف اعتبارات سے تقسیم ہے، جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: **نَزَلَ القرآنُ على خَمْسَةٍ أَوْجُهٍ: حلالٍ، وحرامٍ، وَمُحْكَمٍ، ومُتَشَابِهٍ، وأَمْثَالٍ:** قرآنِ کریم پانچ طرح کے مضامین پر مشتمل ہے، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثلہ، پس حلال کو حلال جانو، اور حرام کو حرام جانو، اور محکم پر عمل کرو، اور متشابہ پر ایمان لاؤ، اور امثال کے ذریعہ عبرت حاصل کرو (مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام حدیث ۱۸۲، درمنثور ۲: ۶)

اسی طرح مختلف اعتبارات سے قرآنِ کریم کے مضامین کی تقسیم کی گئی ہے، مثلاً: علوم قرآن تین ہیں: توحید، احکام، اور تہذیب اخلاق۔ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ میں توحید کا بیان ہے، پس وہ تہائی قرآن ہوا۔

اور قرآنِ کریم دو قسم کے احوال پر مشتمل ہے: دنیوی اور اخروی، اور سورۃ الزلزال میں آخرت کا بیان ہے، اس لئے وہ نصف قرآن ہوئی۔

اور قرآنِ کریم میں توحید فی العبادۃ اور توحید فی العقیدۃ کا بیان ہے، نیز دنیوی اور اخروی احکام ہیں، اور سورۃ الکافرون میں توحید فی العبادت کا مضمون ہے، اس لئے وہ چوتھائی قرآن ہوئی۔

اسی طرح سورۃ النصر کو چوتھائی قرآن کہا ہے، اور ایک روایت میں سورۃ الزلزال کو چوتھائی قرآن کہا ہے، ان کی تخریج بھی اسی طرح کرلی جائے۔

سوال: پہلی حدیث میں سورۃ الزلزال کو نصف قرآن کہا گیا ہے، اور دوسری حدیث میں چوتھائی قرآن۔ یہ دونوں باتیں کیسے جمع ہونگی؟

جواب: ان کی تخریج مختلف ہے، جیسے ایک حدیث میں ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب پچیس گنا ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ ستائیس گنا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ میں دونوں کی مختلف تخریجیں کی ہیں، یعنی ایک اعتبار سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں پچیس فائدے ہیں اور دوسرے اعتبار سے ستائیس۔ پس جس زاویہ سے دیکھا جائے گا اس کا اعتبار ہوگا (دیکھیں: رحمۃ اللہ ۳: ۵۷۵)

اسی طرح سورۃ الزلزال کے نصف قرآن ہونے کی تخریج تو گذر چکی، اور چوتھائی قرآن ہونے کی تخریج یہ ہے کہ قرآنِ کریم چار قسم کے مضامین پر مشتمل ہے: عقائد، احکام، تہذیبِ اخلاق اور مسائل معاد (آخرت سے تعلق رکھنے والی باتیں) اور سورۃ الزلزال چوتھی قسم کے مسائل پر مشتمل ہے اس لئے وہ چوتھائی قرآن ہے۔

دوسرا مطلب: یہ روایتیں ان سورتوں کے انعامی ثواب کا بیان ہیں، مثلاً سورۃ الاخلاص پر جو انعامی ثواب ملتا ہے وہ تہائی قرآن کے اصلی ثواب کے برابر ہے، اس کی تفصیل پہلے کئی بار گذر چکی ہے (تحفہ ۱: ۵۴۷ و ۳: ۵۴۳)

فائدہ: یہ دوسرا مطلب مشہور ہے اور پہلا مطلب اصح ہے، کیونکہ دوسرا مطلب لینے کی صورت میں سورۃ الزلزال

کا سورۃ الاخلاص سے افضل ہونا لازم آئے گا کیونکہ سورۃ الزلزال کو نصف قرآن کہا گیا ہے، اور سورۃ الاخلاص کو تہائی قرآن، اور اس افضلیت کا کوئی قائل نہیں، اس لئے پہلا مطلب اصح ہے، واللہ اعلم!

[۹-] بابُ ماجاءَ فِی إِذَا زُلْزِلَتْ

[۲۹۰۳-] حدثنا مُحمدُ بْنُ مُوْسَی الجُرَشِیُّ الْبَصْرِیُّ، نَا الحَسَنُ بْنُ سَلْمِ بْنِ صَالِحِ العِجْلِیُّ، نَا ثَابِتٌ الْبُنَانِیُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" مَنْ قَرَأَ: إِذَا زُلْزِلَتْ: عُدِلَتْ لَهُ بِنِصْفِ الْقُرْآنِ، وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ: عُدِلَتْ لَهُ بِرُبْعِ الْقُرْآنِ، وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ: عُدِلَتْ لَهُ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ"

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیْثِ هٰذَا الشَّیْخِ: الحَسَنِ بْنِ سَلْمٍ، وَفِی الباب: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ.

[۲۹۰۴-] حدثنا عُقْبَةُ بْنُ مُکْرَمٍ العَمِّیُّ الْبَصْرِیُّ، ثَنِی ابْنُ أَبِیْ فُدَیْكٍ، أَخْبَرَنِیْ سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ: "هَلْ تَزَوَّجْتَ یَا فُلاَنُ؟" قَالَ: لاَ، وَاللّٰهِ! یَارسولَ اللّٰهِ! وَلاَ عِنْدِیْ مَا أَتَزَوَّجُ! قَالَ:" أَلَیْسَ مَعَكَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ؟" قَالَ: بَلَی، قَالَ: "ثُلُثُ الْقُرْآن" قَالَ:" أَلَیْسَ مَعَكَ: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ؟" قَالَ: بَلَی قَالَ:" رُبْعُ الْقُرْآنِ" قَالَ:" أَلَیْسَ مَعَكَ: قُلْ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ؟" قَالَ: بَلَی، قَالَ:" رُبْعُ الْقُرْآنِ" قَالَ:" أَلَیْسَ مَعَكَ: إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ؟" قَالَ: بَلَی، قَالَ:" رُبْعُ الْقُرْآنِ" قَالَ:" تَزَوَّجْ! تَزَوَّجْ!" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاءَ فی سُوْرَةِ الإِخْلاَصِ، وَفِیْ سُوْرَةِ إِذَا زُلْزِلَتْ

سورۃ الاخلاص اور سورۃ الزلزال کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: سورۃ الزلزال آدھے قرآن کے برابر ہے، اور سورۃ الاخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے، اور سورۃ الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے (یہ حدیث ضعیف ہے، یمان بن المغیرہ ضعیف راوی ہے، اس راوی کی روایتیں صرف ترمذی میں ہیں)

[۱۰-] بابُ ماجاءَ فی سُوْرَةِ الإِخْلاَصِ، وَفِیْ سُوْرَةِ إِذَا زُلْزِلَتْ

[۲۹۰۵-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا یَمَانُ بْنُ الْمُغِیْرَةِ العَنَزِیُّ، نَا عَطَاءٌ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" إِذَا زُلْزِلَتْ: تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْآنِ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ

أَحَدٌ: تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ: تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْآنِ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَمَانِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ.

بابُ ماجاءَ فِي سورةِ الإِخْلَاصِ

سورۃ الاخلاص کی فضیلت

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ایک شخص عاجز ہے اس سے کہ ہر رات میں تہائی قرآن پڑھے؟ جس نے اللہ الواحد الصمد یعنی سورۃ الاخلاص پڑھی اس نے تہائی قرآن پڑھا۔

سند کا حال: یہ حدیث زائدہ: منصور سے روایت کرتے ہیں، اور ان کے متابع اسرائیل اور فضیل بن عیاض ہیں، اور امام شعبہ وغیرہ ثقہ روات بھی یہ حدیث منصور سے روایت کرتے ہیں مگر ان کی سندوں میں اختلاف ہے۔

[۱۱-] بابُ ماجاءَ فِي سورةِ الإِخْلَاصِ

[۲۹۰۶-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ رَبِيْعِ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ امْرَأَةِ أَبِيْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ مَنْ قَرَأَ: اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ: فَقَدْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ"

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ الدَّرْدَاءِ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، وَقَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِيْ مَسْعُوْدٍ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَلَانَعْرِفُ أَحَدًا رَوَى هٰذَا الحديثَ أَحْسَنَ مِنْ رِوَايَةِ زَائِدَةَ، وَتَابَعَهُ عَلَى رِوَايَتِهِ إِسْرَائِيْلُ، وَالْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الثِّقَاتِ هٰذَا الحديثَ عَنْ مَنْصُوْرٍ، وَاضْطَرَبُوْا فِيْهِ.

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ساتھ آرہا تھا، آپؐ نے ایک شخص کو قُلْ هُوَ اللّٰه پڑھتے ہوئے سنا، آپؐ نے فرمایا: وَجَبَتْ: ثابت ہوگئی، حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا: کیا چیز ثابت ہوگئی؟ آپؐ نے فرمایا: ''جنت ثابت ہوگئی''

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے روزانہ دوسو مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھی اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے، مگر یہ کہ اس کے ذمہ قرض (حق العبد) ہو''

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے، پس وہ اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے، پھر قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد سو مرتبہ پڑھے، تو جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: اے میرے بندے! اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوجا'' (دایاں متبرک ہے، اور چونکہ وہ دائیں پہلو پر لیٹتا تھا اس لئے اس کو اشرف جانب سے جنت میں جانے کا حکم ملے گا)

[۲۹۰۷-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ ابنِ حُنَيْنٍ: مَوْلًى لآلِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، أَوْ: مَوْلَى زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِي هريرةَ، قَالَ: أَقْبَلْتُ مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَسَمِعَ رَجُلاً يَقْرَأُ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " وَجَبَتْ" قُلْتُ: مَاوَجَبَتْ؟ قَالَ: " الجَنَّةُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنُ حُنَيْنٍ: هُوَ عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ.

[۲۹۰۸-] حدثنا مُحمدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ الْبَصْرِيُّ، نَا حَاتِمُ بْنُ مَيْمُوْنٍ: أَبُوْ سَهْلٍ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتَيْ مَرَّةً: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ: مُحِيَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ "

[۲۹۰۹-] وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنامَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَنَامَ عَلَى يَمِيْنِهِ، ثُمَّ قَرَأَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ: مِائَةَ مَرَّةٍ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تبارَكَ وَتَعَالٰى: يَاعَبْدِيْ! ادْخُلْ عَلَى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ "

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَيْضًا عَنْ ثَابِتٍ.

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: اکٹھے ہوجاؤ، میں تمہیں تہائی قرآن سناؤں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس جو لوگ جمع ہوسکتے تھے جمع ہوگئے، پھر نبی ﷺ گھر میں سے نکلے، اور آپؐ نے قل هو الله أحد پڑھی، پھر آپؐ گھر میں تشریف لے گئے، پس ہمارے بعض نے بعض سے کہا: بیشک میں گمان کرتا ہوں اس (گھر میں جانے) کو کوئی خبر، جو آپؐ کے پاس آسمان سے آئی ہے، پس وہی چیز آپؐ کو گھر میں لے گئی ہے (یعنی صحابہ یہ سمجھے کہ اچانک کوئی عارض پیش آگیا، جس کی وجہ سے آپؐ تہائی قرآن پڑھے بغیر گھر میں تشریف لے گئے، مثلاً: کوئی وحی آنی ہوگی جس کو سننے کے لئے آپؐ اندر تشریف لے گئے ہونگے) پھر نبی ﷺ باہر تشریف لائے تو فرمایا: ''میں نے آپ حضرات

سے کہا تھا کہ میں آپ لوگوں کے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا (سو وہ میں نے آپ لوگوں کو پڑھ کر سنادیا) سنو! اور بیشک سورۃ الاخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔

تشریح: حَشَدَ القومُ (ض) حُشُوْدًا: لوگوں کا اکٹھا ہونا...... یہ حدیث مسلم شریف (حدیث ۸۱۲) میں بھی ہے، اور ترمذی کے نسخہ میں عبارت گڑبڑ ہوگئی ہے، میں نے عبارت کی تصحیح مسلم شریف سے کی ہے، ترمذی میں عبارت اس طرح تھی: فقال بعضنا لبعض: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: فإني سأقرأ عليكم ثلث القرآن، إنّي لأُرى هذا خبرٌ: جاء ہ من السماء: یہ عبارت صحیح نہیں، صحیح عبارت وہ ہے جو متن میں لکھی گئی ہے......اور خَبَرٌ: هومحذوف کی خبر ہے، اور جامع الاصول میں خبراً ہے وہ بھی تصحیف ہے۔

حدیث (۶): نبی ﷺ نے فرمایا: قل هو اللّٰهُ أحَدٌ: تَعْدِلُ ثُلُثَ القرآن: سورۃ الاخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔

[۲۹۱۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، نَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ، ثَنِيْ أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "احْشُدُوْا، فَإِنِّيْ سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ!" قَالَ: فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ، ثُمَّ خَرَجَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَرَأَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، ثُمَّ دَخَلَ، فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: إِنِّيْ لَأُرَى هٰذَا: خَبَرٌ جَاءَ هُ مِنَ السَّمَاءِ، فَذَاكَ الَّذِى أَدْخَلَهُ، ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "إِنِّيْ قُلْتُ لَكُمْ: سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، أَلاَ وَإِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوْ حَازِمٍ الْأَشَجَعِيُّ: اسْمُهُ سَلْمَانُ.

[۲۹۱۱-] حدثنا العَبَّاسُ بْنُ مُحمدٍ الدُّوْرِيُّ، نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، نَاسُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، ثَنِيْ سُهَيْلُ بْنُ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ: تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۷): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قبا کی مسجد میں ایک انصاری صحابی لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے، وہ جب بھی کوئی سورت شروع کرتے، جس کو وہ لوگوں کے لئے نماز میں پڑھتے، ان سورتوں میں سے جس کو وہ پڑھتے، تو قل هو الله أحد سے پڑھنا شروع کرتے، یہاں تک کہ فارغ ہوتے، پھر وہ اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملاتے، اور وہ ایسا ہر رکعت میں کرتے تھے، پس ان کے ساتھیوں نے ان سے گفتگو کی، اور کہا: آپ یہ سورت پڑھتے ہیں، پھر آپ اس کو کافی نہیں سمجھتے، چنانچہ آپ دوسری سورت بھی پڑھتے ہیں، پس یا تو آپ اسی کو پڑھیں، یا

آپ اس کو رہنے دیں، اور کوئی اور سورت پڑھیں، انھوں نے جواب دیا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں، اگر آپ لوگ پسند کریں کہ میں اس سورت کے ساتھ آپ لوگوں کی امامت کروں تو میں ایسا کرسکتا ہوں، اور اگر آپ اس بات کو ناپسند کریں تو میں آپ حضرات کو چھوڑ دوں گا، یعنی امامت چھوڑ دوں گا، اور وہ لوگ ان صحابی کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے، اور وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرے، چنانچہ جب وہ حضرات نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو یہ واقعہ بتلایا، آپ نے پوچھا: اے فلاں! کیا چیز روکتی ہے تجھ کو اُس سے جس کا تیرے ساتھی تجھ کو حکم دیتے ہیں؟ اور کیا چیز ابھارتی ہے تجھ کو اس بات پر کہ تو ہر رکعت میں اس سورت کو پڑھے؟ انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس سورت سے محبت ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی''

تشریح: یہ حدیث بخاری شریف میں بھی تعلیقاً یعنی بغیر سند کے ہے، اور صحیحین میں صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایسا ہی ایک واقعہ دوسرے صحابی کا بھی مروی ہے، جو لشکر کے امیر بنا کر بھیجے گئے تھے، وہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلے کوئی سورت پڑھتے پھر آخر میں قل هو الله أحد پڑھتے، پس نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: اس سورت میں اللہ کی صفات کا بیان ہے، اس لئے مجھے اس کا پڑھنا پسند ہے، پس آپ نے ان کو خوشخبری سنائی کہ اللہ بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔ یہ دونوں واقعے علحدہ علحدہ ہیں۔

حدیث (۸): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس سورت سے یعنی قل هو الله أحد سے محبت ہے، آپ نے فرمایا: إِنَّ حُبَّكَ إِيَّاهَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ: تجھے اس سورت سے جو محبت ہے وہ تجھے جنت میں لے جائے گی۔

[۲۹۱۲-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، ثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزُ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ، فَكَانَ كَلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً، يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ: افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَاللّٰهُ أَحَدٌ، حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا، ثُمَّ يَقْرَأُ سُوْرَةً أُخْرَى مَعَهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ، فَقَالُوْا: إِنَّكَ تَقْرَأُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ، ثُمَّ لاتَرَى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ، حَتَّى تَقْرَأَ بِسُوْرَةٍ أُخْرَى، فَإِمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا، وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا، وَتَقْرَأَ بِسُوْرَةٍ أُخْرَى، قَالَ: مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِهَا فَعَلْتُ، وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ، وَكَانُوْا يَرَوْنَهُ أَفْضَلَهُمْ، وَكَرِهُوْا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ، فَلَمَّا أَتَاهُمُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرُوْهُ الخبرَ، فَقَالَ:" يَافُلَانُ! مَا يَمْنَعُكَ مِمَّا يَأْمُرُ بِهِ أَصْحَابُكَ؟ وَمَا يَحْمِلُكَ أَنْ تَقْرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ؟" فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أُحِبُّهَا، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ

حُبَّهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ.

[۲۹۱۳-] وَقَدْ رَوَى مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَن ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، قَالَ:'' إِنَّ حُبَّكَ إِيَّاهَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ '' حدثنا بِذٰلِكَ أَبُوْدَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَشْعَثِ، نَا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، نَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ بِهٰذَا.

وضاحت: ساتویں حدیث میں یہ جملہ:فکان کلما افتتح سورةً، یقرأ بها لهم فی الصلاة، مما یقرأ به: افتتح بقل هو الله أحد: یہ جملہ ہمارے نسخہ میں اور طرح سے ہے، میں نے اس کی تصحیح جامع الاصول (۶:۲۳۶،حدیث ۳۴۶۸) سے کی ہے......اور آخری حدیث کے بعد حدثنا بذلك إلخ مصری نسخہ سے بڑھایا ہے۔

بابُ ماجاءَ فی الْمُعَوِّذَتَيْنِ

پناہ میں رکھنے والی دوسورتوں کی فضیلت

المُعَوِّذة: (اسم فاعل) پناہ میں رکھنے والی، مراد: سورۃ الفلق اورسورۃ الناس ہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ پر چند آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں، جن کے مانند نہیں دیکھی گئیں، وہ آیتیں سورۃ الناس اور سورۃ الفلق ہیں۔

حدیث (۲): حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد مُعَوِّذتین پڑھا کروں، (اگر کوئی ان کا ورد رکھے تو ان شاء اللہ سحر اور آسیب سے محفوظ رہے گا، اور یہی فائدہ اس صورت میں بھی حاصل ہوگا، جب ان سورتوں کو پڑھ کر سوتے وقت اپنے جسم پر دم کرے)

[۱۲-] بابُ ماجاءَ فی الْمُعَوِّذَتَيْنِ

[۲۹۱۴-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ خَالِدٍ، أَخْبَرَنِيْ قَيْسُ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:'' قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ آيَاتٍ، لَمْ يُرَمِثْلُهُنَّ: قُلْ: أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، إِلٰى آخِرِ السُّوْرَةِ، وَقُلْ: أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، إِلٰى آخِرِ السُّوْرَةِ '' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۹۱۵-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا ابنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أَمَرَنِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلاَةٍ، هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

بابُ ماجاءَ فِی فَضْلِ قَارِئِ الْقُرْآنِ

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت

تجربہ کی بات ہے اگر کوئی شخص میری کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو مجھے اس سے محبت ہوجاتی ہے، اور قرآنِ کریم اللہ کی کتاب ہے، پس جو شخص قرآنِ کریم کی تلاوت کرے گا، یا کسی اور طرح سے اس سے مزاولت رکھے گا: اللہ تعالیٰ کو اس بندے سے محبت ہوجائے گی، آگے یہ حدیث قدسی آرہی ہے ''جس کو قرآنِ پاک میرے ذکر سے اور مجھ سے مانگنے سے مشغول رکھے، میں اس کو مانگنے والوں کو جو دیتا ہوں اس سے بہتر دیتا ہوں، اور اللہ کے کلام کی برتری دوسرے کلاموں پر ایسی ہے جیسی اللہ کی برتری اللہ کی مخلوق پر''

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: الذی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وهو مَاهِرٌ به، مع السَّفَرَةِ الكِرامِ البرَرَةِ: جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا ماہر (حافظ یا حافظ جیسا ناظرہ خواں) ہے تو وہ نیک ومکرم نامۂ اعمال لکھنے والوں کے ساتھ ہوگا، والذی یَقْرَأُ وهو علیه شاقٌّ: فَلَهُ أَجْرَان: اور جو قرآن پڑھتا ہے درانحالیکہ وہ اس پر دشوار ہے یعنی اٹک اٹک کر پڑھتا ہے تو اس کے لئے دو ثواب ہیں۔

لغات: السَّفَرَة: السَّافِرُ کی جمع ہے، جیسے الكَتَبَة: الكاتب کی جمع ہے، اور السَّافِر کے معنی ہیں: کاتب، لکھنے والا، نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں میں سے ایک ...... الكِرَام: الكريم کی جمع ہے: معزز ومکرم ...... البَرَرَة: البارُّ کی جمع ہے: نیک صالح، فرمانبردار ...... یہ تین صفتیں نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں کی ہیں، جو سورۂ عَبَس (آیت ۱۵ و ۱۶) میں آئی ہیں ...... اور یہ حدیث متفق علیہ ہے ...... اور ہشام کی سند میں وهو شدیدٌ علیه ہے، اور شعبہ کی سند میں وهو علیه شاقٌّ ہے اور مطلب دونوں کا ایک ہے۔

تشریح: ماہر قرآن کو جو اصلی اور فضلی ثواب ملتا ہے وہ عام ناظرہ خواں کے دو ثوابوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس لئے اس حدیث سے دوم کی اول پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ القرآنَ فَاسْتَظْهَرَه: جس نے قرآنِ کریم پڑھا پس اس کو حفظ کیا، فَأَحَلَّ حلالَهُ، وَحَرَّمَ حَرامَهُ: پس اس نے قرآن کے حلال کو حلال کیا، اور اس کے حرام کو حرام کیا، یعنی قرآنی احکامات پر اثباتاً ونفیاً عمل کیا، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِ الجنةَ: تو اللہ تعالیٰ اس کو اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کریں گے۔ وَشَفَّعَهُ فِیْ عَشْرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَیْتِهِ، كُلُّهم قَدْ وَجَبَتْ له النارُ: اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول فرمائیں گے، اس کی فیملی کے ایسے دس افراد کے حق میں جن کے لئے دوزخ ثابت ہوچکی ہے۔

لغت: اِسْتَظْهَرَ الشیئَ: حفظ کرنا، بغیر دیکھے زبانی پڑھنا ...... شَفَّعَ فلاناً فی كذا: کسی معاملہ میں کسی کی سفارش

قبول کرنا، مُشَفَّعٌ (اسم مفعول) مقبول الشفاعة: جس کی سفارش مانی گئی ہو۔

تشریحات:

۱- خوارج وغیرہ گمراہ فرقے کہتے ہیں: آخرت میں شفاعت صرف بلندیٔ درجات کے لئے ہوگی، جہنم سے رستگاری کے لئے نہیں ہوگی، کیونکہ ان کے نزدیک مرتکبِ کبیرہ کافر ہے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والا ہے...... اس حدیث سے ان کی تردید ہوتی ہے، اس حدیث سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حافظ قرآن جس کا قرآن پر عمل بھی ہو، اس کی سفارش اس کے گھرانے کے ایسے دس شخصوں کے حق میں قبول کی جائے گی جن کے لئے دوزخ ثابت ہو چکی ہوگی۔

۲- لوگ حافظ کے فضائل میں حدیثیں ادھوری بیان کرتے ہیں۔ حافظ کی فضیلت دو باتوں پر مبنی ہے۔ ایک: وہ قرآنِ کریم کو اچھی طرح حفظ کرلے۔ دوم: وہ قرآنی احکامات پر عمل کرے، تبھی اس کے لئے حدیث میں مذکور فضیلت ہے۔

اسی طرح ابوداؤد شریف کی ایک حدیث بھی مقررین امت کے سامنے ناتمام لاتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: **مَنْ قَرَأَ القرآنَ، وَعَمِلَ به: أُلْبِسَ والداه تاجاً يومَ القيامةِ، ضَوْءُه أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشمسِ فِي بيوتِ الدنيا، لو كانت فيكم، فما ظَنُّكم بالذي عَمِلَ بهذا:** جس نے قرآنِ کریم پڑھا، یعنی حفظ کیا، اور اس پر عمل کیا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ اچھی ہوگی، اگر وہ سورج تمہارے گھروں میں ہو، یعنی اگر سورج کسی کے گھر میں آجائے تو گھر کتنا روشن ہوگا؟ اس سے بھی زیادہ وہ تاج روشن ہوگا، پس تمہارا کیا خیال ہے اس حافظ کے بارے میں جس نے قرآنِ کریم پر عمل کیا ہے!

اس حدیث کو مقررین حفظِ قرآن کے جلسوں میں بیان کرتے ہیں، اور عَمِلَ بِه کی قید چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ والدین کے لئے یہ فضیلت اسی صورت میں ہے جب وہ بچے کو قرآن حفظ کرائیں، اور اس کو اتنی تعلیم دیں کہ وہ قرآن کو سمجھنے لگے اور اس کی ایسی تربیت کریں کہ وہ قرآنی احکام پر عمل کرنے لگے تب اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج ملے گا، رہا وہ حافظ جس نے زندگی بھر قرآنی احکام پر عمل کیا: اس کو کیا اجر ملے گا؟ اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟!

غرض اس حدیث کو بھی صحیح طریقہ پر پیش کرنے کی ضرورت ہے، اولاد کو صرف حافظ بنانے پر حدیث میں مذکور فضیلت حاصل نہیں ہوگی، بلکہ حدیث میں مذکور قیود کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

۳- یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی: حفص بن سلیمان ابوعُمر الاسدی البزّاز الکوفی متروک ہے، اور اس کا استاذ کثیر بن زاذان مجہول ہے، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح نہیں۔ اور بزاز کے معنی ہیں: پارچہ فروش۔

۴- یہ حفص: امام حفص ہیں، جو فن قراءت کے امام ہیں، جن کی قراءت ہم پڑھتے ہیں، آپ امام عاصم کے شاگرد ہیں۔ امام عاصم تو فن حدیث میں صدوق ہیں، مگر حفص متروک ہیں، اور ایسے بہت رواۃ ہیں، جو دوسرے فنون میں

امام ہیں، اور روایتِ حدیث میں ضعیف قرار دیئے گئے ہیں، جیسے محمد بن اسحاق (امام المغازی) واقدی (امام المغازی) قاضی ابن لہیعہ، قاضی شریک نخعی، قاضی ابن ابی لیلیٰ (صغیر) وغیرہ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لکل فن رجال، آدمی کا جو اصل فن ہوتا ہے اس کی طرف توجہ زیادہ رہتی ہے، دوسری باتوں کا وہ بقدرِ ضرورت اہتمام نہیں کرتا، اس لئے وہ ان میں کچا رہ جاتا ہے...... اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا معاملہ ان سے مختلف ہے، ان کو حدیث میں کمزور حسد کی بنا پر قرار دیا گیا ہے، چنانچہ آج تک ان کی کسی روایت میں وہم کی نشاندہی کسی نے نہیں کی، ان کی مسند موجود ہے، مگر کوئی اس کی کسی روایت پر انگلی نہیں رکھ سکتا، پھر جن لوگوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے وہ سب دور مابعد کے ہیں۔ ان کے کسی معاصر محدث نے اس قسم کی کوئی نکتہ چینی نہیں کی، مگر حسد کا برا ہو، وہ عجیب گل کھلاتا ہے۔

[١٣-] بابُ ماجاءَ فِی فَضْلِ قَارِئِ الْقُرْآنِ

[٢٩١٦-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، نَا شُعْبَةُ، وَهِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ: مَعَ السَّفَرَةِ الكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِیْ يَقْرَأُهُ – قَالَ هِشَامٌ: وَهُوَ شَدِيْدٌ عَلَيْهِ – قَالَ شُعْبَةُ: وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ: فَلَهُ أَجْرَانِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٩١٧-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زَاذَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ، فَأَحَلَّ حَلَالَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ: أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ، وَشَفَّعَهُ فِیْ عَشْرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِصَحِيْحٍ، وَحَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَبُوْ عُمَرَ: بَزَازٌ كُوْفِيٌّ، يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ.

بابُ ماجاءَ فِی فَضْلِ الْقُرْآنِ

قرآنِ کریم کی فضیلت

حدیث: حارث اعورؒ کہتے ہیں: میں مسجدِ کوفہ سے گذرا، پس اچانک لوگ (علوم دینیہ کے طالبان) باتوں میں مشغول تھے، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے: وہ باتوں میں مشغول ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا وہ واقعی ایسا کررہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! حضرت علیؓ نے فرمایا: سن! میں نے نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سنو! ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ!

اس سے بچنے کی کیا سبیل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی کتاب (اس فتنہ سے بچاسکتی ہے) اس میں گذشتہ امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں، اور آئندہ کی اطلاعات ہیں، اور حال کے لئے فیصلے ہیں، اور اس کے ارشادات فیصلہ کن ہیں، وہ دل لگی کی باتیں نہیں ہیں، جو بھی سرکش اس کو چھوڑ دے گا اللہ اس کو توڑ دے گا، اور جو قرآن سے ہٹ کر ہدایت تلاش کرے گا اللہ اس کو گمراہ کرے گا، اور وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے، اور وہ پُر حکمت نصیحت نامہ ہے، اور وہ سیدھا راستہ ہے، قرانِ کریم ہی وہ کتاب ہے جس سے خیالات میں کجی نہیں آتی، اور زبانیں اس میں گڑ بڑ نہیں کرتیں، یعنی تحریف نہیں کرسکتیں، یا زبانیں قرآن کے ساتھ مشتبہ نہیں ہوتیں، اہل علم کبھی اس سے سیر نہیں ہوتے، وہ کثرتِ مزاولت سے پرانا نہیں ہوتا، یعنی طبیعت کبھی اس سے اکتاتی نہیں، اور اس کے حیرت انگیز مضامین کبھی ختم نہیں ہوتے، قرآنِ کریم کی شان یہ ہے کہ جب اس کو جنات نے سنا تو وہ بے اختیار پکارا ٹھے: ''ہم نے ایک عجیب قرآن سنا، جو بھلائی کی طرف راہنمائی کرتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے'' (سورۃ الجن آیت ۱و۲) جس نے قرآنِ کریم کے موافق بات کہی اس نے سچی بات کہی، اور جس نے قرآنِ کریم پر عمل کیا وہ اجر وثواب کا حقدار ہوا، اور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اس نے عدل وانصاف والا فیصلہ کیا، اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی وہ سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کیا گیا، اے کانے! تو اس حدیث کو اپنے ذہن میں محفوظ کرلے (حضرت حارث کانے تھے، اور ان کا بھتیجا مجہول ہے، اس لئے امام ترمذیؒ نے حدیث کی سند کو مجہول قرار دیا ہے، اور خود حارث میں بھی کلام ہے، ان کا حافظہ بھی کچھ زیادہ اچھا نہیں تھا)

تشریح: قوله: هو الذى لايَزِيْغُ به الأَهْواءُ: قرآنِ کریم ایک ایسی کتاب ہے جس سے خیالات میں کجی نہیں آتی، جیسے بعض کتابیں جو گمراہ لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں خیالات کو کج کردیتی ہیں، ان کے پڑھنے سے ذہن بگڑ جاتا ہے، مگر قرآنِ کریم ایک ایسی کتاب ہے جس سے کوئی غلط اثر مرتب نہیں ہوتا...... اور سورۃ الرعد میں جو ہے: ﴿قُلْ إِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ، وَيَهْدِىْ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ﴾: آپ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں (نازل کردہ آیات سے) گمراہ کردیتے ہیں، اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کی اپنی طرف راہنمائی کرتے ہیں (آیت ۲۷)...... اس کا جواب سورۂ ابراہیم میں ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الآخِرَةِ ، وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَاءُ﴾: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات (کلمہ طیبہ) کے ذریعے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتے ہیں، اور ظالموں کو یعنی اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے والوں کو بچلا دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں (آیت ۲۷) یعنی گمراہی قرآن سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ انسان کی بے راہ روی اس کا سبب بنتی ہے، جو شخص اپنا نفع نقصان نہیں سوچتا وہ گمراہ ہوجاتا ہے...... قوله: لاتَلْتَبِسُ به الأَلْسِنَةُ: قرآن کے ساتھ زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں، یعنی اللہ کے کلام میں اور غیر کے کلام میں، حتی کہ نبی ﷺ کے کلام میں بھی امتیاز کرنا آسان ہے، قرآنِ کریم کا اپنا انداز ہے، اور لوگوں کا کلام اس سے مختلف ہے...... قوله: وَلاَ يَخْلُقُ: خَلَقَ يَخْلُقُ (ن) الثَّوْبُ: پرانا ہونا، بوسیدہ

ہونا، یہی معنیٰ أَخْلَقَ الثَّوْبُ کے ہیں، پس لایَخْلُق اور لایُخْلِقُ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، اوراس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم خواہ کتنا ہی پڑھا جائے: ہر مرتبہ وہ نیا کلام معلوم ہوتا ہے، اوراس میں جو حکم ونکات پوشیدہ ہیں وہ بے انتہا ہیں، قیامت تک علماء اس میں غور کرتے رہیں گے، اورنئی نئی باتیں نکالتے رہیں گے۔

[١٤-] بابُ ماجاءَ فِی فَضْلِ الْقُرْآنِ

[٢٩١٨-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، نَا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، عَنْ أَبِیْ الْمُخْتَارِ الطَّائِيِّ، عَنْ ابنِ أَخِي الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ، عَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ، قَالَ: مَرَرْتُ فِيْ الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ يَخُوْضُوْنَ فِيْ الْأَحَادِيْثِ، فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ، فَقُلْتُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَلاَ تَرَى النَّاسَ قَدْ خَاضُوْا فِيْ الْأَحَادِيْثِ؟! قَالَ: أَوَقَدْ فَعَلُوْهَا؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا إِنِّيْ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" أَلاَ، إِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ" فَقُلْتُ: مَاالْمَخْرَجُ مِنْهَا؟ يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ:" كِتَابُ اللّٰهِ: فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ، وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ، وَهُوَ الْفَصْلُ، لَيْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ ابْتَغَى الْهُدَى فِيْ غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللّٰهُ، وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ، وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ، وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ، هُوَ الَّذِیْ لاَيَزِيْغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ، وَلاَ تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ، وَلاَ يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ، وَلاَ يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ، وَلاَ تَنْقَضِیْ عَجَائِبُهُ، هُوَ الَّذِیْ لَمْ تَنْتَهِ الجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوْا:﴿ إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِیْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ﴾ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ، وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ، وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِىَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ " خُذْهَا إِلَيْكَ يَا أَعْوَرُ!

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ، وَإِسْنَادُهُ مَجْهُوْلٌ، وَفِی حَدِيْثِ الْحَارِثِ مَقَالٌ.

بابُ ماجاءَ فِی تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ

قرآنِ کریم کی تعلیم کا اجر

اس باب میں ایک حدیث ہے، جو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ: تم میں بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اوراس کو سکھلایا۔

تشریح: سیکھنا اور سکھلانا عام ہے، خواہ الفاظ سیکھے، ناظرہ اور تجوید پڑھے، یا معانی سیکھے یعنی تفسیر پڑھے: ہر صورت کو حدیث عام ہے، اسی طرح ناظرہ پڑھانا یا تفسیر پڑھانا: دونوں کو حدیث شامل ہے۔

اورحدیث کے راوی ابوعبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں: اسی حدیث نے مجھے اس جگہ بٹھلایا ہے، یعنی میں اسی حدیث کی وجہ سے قرآنِ کریم کی تعلیم میں لگا ہوا ہوں، ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفہ کے باشندے تھے، ان کا نام عبداللہ بن حبیب ہے، اور ان کا شمار قاریوں میں ہے، اوران کے ابا صحابی ہیں، اور ابوعبدالرحمٰن حدیث کے مضبوط راوی ہیں، انھوں نے قرآنِ کریم کی تعلیم کا کام: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے سے حجاج کے زمانہ تک کیا ہے، یہ بہتر سال کا عرصہ ہے۔

[١٥-] بابُ ماجاءَ فِي تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ

[٢٩١٩-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: فَذَاكَ الَّذِيْ أَقْعَدَنِيْ مَقْعَدِيْ هٰذَا، وَعَلَّمَ الْقُرْآنَ فِيْ زَمَانِ عُثْمَانَ حَتَّى بَلَغَ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوْسُفَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٩٢٠-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بنِ مَرْثَدٍ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُثْمَانَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" خَيْرُكُمْ أَوْ: أَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"

هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهٰكَذَا رَوَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَسُفْيَانُ لاَيَذْكُرُ فِيْهِ: عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ.

وَقَدْ رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ هٰذَا الحديثَ عَنْ سُفْيَانَ، وَشُعْبَةَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، حدثنا بِذٰلِكَ مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، وَشُعْبَةَ.

قَالَ مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ: وَهٰكَذَا ذَكَرَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، وَشُعْبَةَ، غَيْرَ مَرَّةٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

قَالَ مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ: وَأَصْحَابُ سُفْيَانَ لاَيَذْكُرُوْنَ فِيْهِ: عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ: وَهُوَ أَصَحُّ.

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ زَادَ شُعْبَةُ فِيْ إِسْنَادِ هٰذَا الحديثِ: سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، وَكَأَنَّ حَدِيْثَ سُفْيَانَ أَشْبَهُ.

قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: قَالَ يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ: مَا أَحَدٌ يَعْدِلُ عِنْدِیْ شُعْبَةَ، وَإِذَا خَالَفَهُ سُفْيَانُ أَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ.

سَمِعْتُ أَبَا عَمَّارٍ، يَذْكُرُ عَنْ وَكِيْعٍ، قَالَ: قَالَ شُعْبَةُ: سُفْيَانُ أَحْفَظُ مِنِّیْ، وَمَا حَدَّثَنِیْ سُفْيَانُ عَنْ أَحَدٍ بَشِيْئٍ، فَسَأَلْتُهُ، إِلاَّ وَجَدْتُهُ كَمَا حَدَّثَنِیْ، وفی الباب: عَنْ عَلِيٍّ وَسَعْدٍ.

[٢٩٢١-] حدثنا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"

هٰذَا حديثٌ لاَنَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ.

سند کا بیان: امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سند پر لمبی بحث کی ہے، اس حدیث کو امام شعبہؒ: علقمہؒ سے روایت کرتے ہیں، اور وہ سعد بن عبیدۃ سے، اور وہ ابوعبدالرحمٰن سلمی سے، اور وہ حضرت عثمانؓ سے، مگر سفیان ثوریؒ سعد بن عبادہ کا واسطہ نہیں بڑھاتے، اور ان کی روایت میں خیر کم اور أفضلکم میں شک ہے...... پھر امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے: جس طرح بِشر بن السَّرِیّ: سعد کے واسطہ کے بغیر روایت کرتے ہیں: عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ بھی سفیان ثوری سے بغیر واسطہ کے روایت کرتے ہیں...... البتہ یحییٰ بن سعید قطان یہ حدیث سفیان اور شعبہ دونوں سے روایت کرتے ہیں، اور وہ سعد بن عبیدۃ کا واسطہ بڑھاتے ہیں۔ امام ترمذیؒ کے استاذ محمد بن بشار کہتے ہیں: یحییٰ قطان کی سند اسی طرح واسطہ کے ساتھ ہے، مگر سفیان کے دیگر تلامذہ سفیان کی سند میں سعد کا واسطہ نہیں بڑھاتے، اور یہی سند اصح ہے...... پھر امام ترمذیؒ نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے کہ شعبہ نے حضرت سعد کا واسطہ بڑھایا ہے، مگر سفیان کی سند صحت سے زیادہ مشابہ ہے، کیونکہ یحییٰ قطان فرماتے ہیں: میرے نزدیک کوئی شخص شعبہ کے برابر نہیں، مگر جب سفیان ان کی مخالفت کریں، تو میں سفیان کا قول لیتا ہوں...... بلکہ امام وکیع خود امام شعبہؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ سفیان کو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں، سفیان نے جب بھی مجھ سے کوئی حدیث بیان کی، پس میں نے اس حدیث کے بارے میں تحقیق کی تو میں نے اس کو ایسا ہی پایا جیسا سفیان ثوریؒ نے مجھ سے بیان کیا تھا...... اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث باب کے آخر میں ہے، اور حضرت سعد کی حدیث ابن ماجہ اور دارمی میں ہے...... اور حضرت علیؓ کی روایت میں جو راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے اس کی کنیت ابوشیبہ ہے، اور وہ کوفہ کا باشندہ ہے اور ضعیف ہے، اور وہی اس حدیث کو روایت کرتا ہے۔

ملحوظہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں: شعبہ اور ثوری: دونوں کی سندیں لی ہیں، شعبہ کی سند جس میں سعد بن عبیدۃ کا واسطہ ہے اس کا نمبر ۵۰۲۷ ہے، اور ثوری کی سند جس میں سعد بن عبیدۃ کا واسطہ نہیں ہے، اس کا نمبر ۵۰۲۸ ہے، پس شعبہ رحمہ اللہ کی سند مزید فی متصل الاسناد ہوگی اور ترجیح کی ضرورت نہیں رہے گی۔

بابُ ماجاءَ فِی مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنَ الْقُرْآنِ مَالَهُ مِنَ الْأَجْرِ؟

جو شخص قرآن کا ایک حرف پڑھے اس کے لئے کتنا ثواب ہے؟

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھا: اس کے لئے اس کی وجہ سے ایک نیکی ہے، اور نیکی دس گنا ہے'' یعنی اس امت کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ نیکی دس گنا بڑھائی جاتی ہے (پھر نبی ﷺ نے فرمایا:) ''میں نہیں کہتا کہ الٓم ایک حرف ہے، بلکہ الف: ایک حرف ہے، لام: ایک حرف ہے، اور م: ایک حرف ہے''

تشریح: یہ حدیث صحیح ہے، دارمی نے بھی اس کی تخریج کی ہے، اس کا ایک راوی محمد بن کعب قرظی ہے، اس کے بارے میں قتیبہؒ کہتے ہیں: اس کی ولادت نبی ﷺ کے زمانہ میں ہوئی ہے، مگر یہ قتیبہ کا وہم ہے، نبی ﷺ کے زمانہ میں اس کے والد پیدا ہوئے ہیں، اور جب بنو قریظہ قتل کئے گئے تھے تو وہ نابالغ تھے، چنانچہ وہ چھوڑ دیئے گئے تھے، ان کے والد کا نام: کعب بن سُلیم بن اَسد ہے، اور محمد جن کی کنیت ابو حمزہ ہے، یہ سن ۴۰ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں، اور کوفہ میں رہتے تھے، اور ثقہ راوی ہیں، اور اس حدیث کی اس کے علاوہ اور بھی سندیں ہیں، مثلاً: ابوالاحوص اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، پھر بعض روات مرفوع کرتے ہیں اور بعض موقوف۔

قرآن پڑھنے والا جنت میں برابر ترقی کرتا رہے گا

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن قرآنِ کریم آئے گا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! اس (پڑھنے والے) کو زیور پہنائیں، چنانچہ وہ کرامت کا تاج پہنایا جائے گا، پھر قرآن کہے گا: اے میرے پروردگار! اس کو اور مزین کریں، چنانچہ اس کو کرامت کی پوشاک پہنائی جائے گی، پھر قرآن کہے گا: اے میرے پروردگار! اس سے راضی ہوجائیں، پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں اس سے راضی ہوگیا، پس اس بندے سے کہا جائے گا: ''پڑھ اور چڑھ'' اور وہ ہر آیت کے بدلے ایک نیکی دیا جائے گا۔

تشریح: اس حدیث کو امام شعبہؒ کے شاگرد عبد الصمد نے مرفوع کیا ہے، اور محمد بن جعفر غندر نے موقوف کیا ہے، اور امام ترمذیؒ نے اسی کو اصح قرار دیا ہے، اس لئے کہ غندر امام شعبہ کے پروردہ تھے اور وہ ان کے مضبوط راوی ہیں۔

اور مصری نسخہ میں یہ حدیث اگلے باب میں ہے، اور وہی مناسب ہے، اور ترمذی کے ہندی نسخہ میں یَجِیئُ صاحبُ القرآن ہے، اور جامع الاصول (حدیث ۶۲۸۰) میں بھی ایسا ہی ہے مگر مصری نسخہ میں لفظ صاحب نہیں ہے، اور یہی صحیح نسخہ ہے...... اور حَلِّه: تَحْلِيَةٌ سے امر ہے، حَلَّيْتُه أُحَلِّيْهِ تَحْلِيَةً کے معنی ہیں: زیور پہنانا، مزین کرنا...... الکرامة: عزت، شرافت...... الحُلَّة: صاف اور نئے کپڑوں کا جوڑا...... اِرْقَ: (فعل امر) رَقِيَ يَرْقَى رَقْيًا: چڑھنا، ترقی کرنا۔

فائدہ: قرآنِ کریم کبھی ختم نہیں ہوتا، کیونکہ بہترین قاری الحَالُّ الْمُرْتَحِلُ ہے یعنی جو قرآن پورا ہوتے ہی دوسرا شروع کردے، پس قاری تا ابد پڑھتا رہے گا اور درجوں میں چڑھتا رہے گا۔

[١٦-] بابُ ماجاءَ فی مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنَ الْقُرْآنِ مَالَهُ مِنَ الْأَجْرِ؟

[٢٩٢٢-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ بَكْرٍ الحَنَفِيُّ، نَا الضَّحَاكُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ مُوْسَى، قَالَ: سَمِعْتُ مُحمدَ بْنَ كَعْبٍ القُرَظِيَّ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ، يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لاَ أَقُوْلُ: آلم حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلاَمٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ: بَلَغَنِيْ أَنَّ مُحمدَ بْنَ كَعْبٍ القُرَظِيَّ وُلِدَ فِيْ حَيَاةِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَيُرْوَى هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، رَوَاهُ أَبُوْ الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ: رَفَعَهُ بَعْضُهُمْ، وَوَقَفَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، وَمُحمدُ بْنُ كَعْبٍ القُرَظِيُّ يُكْنَى أَبَا حَمْزَةَ.

[٢٩٢٣-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الجَهْضَمِيُّ، نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" يَجِيْءُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ! حَلِّهِ، فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَارَبِّ! زِدْهُ، فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَارَبِّ! ارْضَ عَنْهُ، فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ عَنْهُ، فَيُقَالُ لَهُ: اقْرَأْ وَارْقَ، وَيُعْطَى بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ عِنْدَنَا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الصَّمَدِ، عَنْ شُعْبَةَ.

بابٌ

قرآنِ کریم اللہ کے تقرب کا بہترین ذریعہ ہے

حدیث: نبی ﷺ نے تین باتیں فرمائیں:

۱-مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِيْ شَيْئٍ: أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ: يُصَلِّيْهِمَا: نہیں سنی اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کی کوئی بات، ان دورکعتوں سے بہتر: جن کو وہ پڑھتا ہے، یعنی جب بندہ نماز کا دوگانہ پڑھتا ہے اور اس میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تلاوت کو سماعت فرماتے ہیں، اور اس کو پسند کرتے ہیں، بندے کی یہی بات وہ بہترین بات ہے

جس کو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں (یہ قرآنِ پاک پڑھنے کی فضیلت ہے)

۲-وَإِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ على رَأْسِ العَبْدِ مَادام في صَلاَ تِه: اور نیکی بندے کے سر پر چھڑکی جاتی ہے جب تک وہ اپنی نماز میں رہتا ہے، یعنی جس طرح گل پاشی کی جاتی ہے، اسی طرح بندہ کے سر پر نیکی کی بارش ہوتی ہے۔

۳-وَمَا تَقَرَّبَ العِبَادُ إلى اللهِ عَزَّوَجَلَّ بِمِثْلِ مَاخَرَجَ مِنْهُ: اور بندوں نے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل نہیں کی اس چیز کے مانند کے ذریعہ جو اللہ سے صادر ہوئی ہے، یعنی قرآنِ کریم جو اللہ کا کلام ہے اس کے ذریعہ بندے جس قدر اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں اتنی نزدیکی کسی اور عبادت کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے۔

تشریح: اس حدیث کی پہلی سند میں زید بن ارطاۃ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اور دوسری سند میں جبیر بن نُفیر سے روایت کرتے ہیں، اور جبیر تابعی ہیں، اس لئے حدیث مرسل ہے، اور ان کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: إِنَّكُمْ لن تَرجعوا إلى اللّٰه بِأَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ: تم ہرگز نہیں لوٹو گے اللہ تعالیٰ کی طرف اس چیز سے بہتر کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ سے صادر ہوئی ہے، ان لفظوں کا بھی وہی مطلب ہے جو پہلے لفظوں کا ہے، یعنی قرآنِ کریم اللہ کے تقرب کا بہترین ذریعہ ہے۔

پھر آخر میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلی حدیث پر کلام کیا ہے کہ اس کی ایک ہی سند ہے، اور اس کا راوی بکر ضعیف ہے، ابن المبارکؒ نے اس پر جرح کی ہے، اور آخر حیات میں تو اس کو بالکل ہی چھوڑ دیا تھا۔ غرض یہ حدیث دونوں سندوں سے ضعیف ہے، پہلی بکر کی وجہ سے، اور دوسری مرسل ہونے کی وجہ سے۔

[۱۷-] بابٌ

[۲۹۲۴-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا أَبُوْ النَّضْرِ، نَا بَكْرُ بْنُ خُنَيْسٍ، عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: " مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِيْ شَيْئٍ: أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ: يُصَلِّيْهِمَا، وَإِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلَى رَأْسِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِيْ صَلاَ تِهِ، وَمَا تَقَرَّبَ العِبَادُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ " قَالَ أَبُوْ النَّضْرِ: يَعْنِي الْقُرْآنَ.

[۲۹۲۵-] وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الحديثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنُ نُفَيْرٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: مُرْسَلٌ، حدثنا بِذٰلِكَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ العَلاَءِ بْنِ الحَارِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّكُمْ لَنْ تَرْجِعُوْا إِلَى اللّٰهِ بِأَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ " يَعْنِي الْقُرْآنَ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَبَكْرُ بْنُ خُنَيْسٍ: قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَتَرَكَهُ فِيْ آخِرِ أَمْرِهِ.

بابٌ

جو پیٹ قرآن سے خالی ہے وہ اجڑا ہوا گھر ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهِ شَیْئٌ مِنَ الْقُرْآن کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ: وہ شخص جس کے پیٹ میں کچھ بھی قرآن نہیں، وہ اجڑے ہوئے گھر کی طرح ہے (یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: صاحبِ قرآن سے (جنت میں) کہا جائے گا: پڑھ اور چڑھ، اور آہستہ آہستہ پڑھ، جس طرح تو دنیا میں آہستہ آہستہ پڑھتا تھا، پس بیشک تیرا مقام اس آخری آیت کے پاس ہے جس کو تو پڑھے گا۔

تشریح: پہلے یہ بتایا ہے کہ قرآنِ کریم کی کوئی نہایت نہیں، پس قاری قرآن برابر جنت کے درجات میں چڑھتا رہے گا، اور اس حدیث میں اشارہ ہے کہ قرآن فرفر پڑھنا ٹھیک نہیں، قرآن ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے تاکہ آخرت میں بھی اسی طرح پڑھ سکے، اور جنت کے بلند سے بلند درجات حاصل کر سکے۔

[۱۸-] بابٌ

[۲۹۲٦-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ، نَا جَرِیْرٌ، عَنْ قَابُوْسِ بْنِ أَبِیْ ظَبْیَانَ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: " إِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهِ شَیْئٌ مِنَ الْقُرْآنِ کَالْبَیْتِ الخَرِبِ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[۲۹۲۷-] حدثنا مُحمودُ بْنُ غَیْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوٗدَ الحَفَرِیُّ، وَأَبُوْ نُعَیْمٍ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِیْ النَّجُوْدِ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: " یُقَالُ - یَعْنِیْ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ-: اقْرَأْ، وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ، کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِیْ الدُّنْیَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آیَةٍ تَقْرَأُ بِهَا " هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

حدثنا محمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

بابٌ

قرآنِ کریم کو بھول جانا بہت بڑا گناہ ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے امت کا ثواب پیش کیا گیا، یہاں تک کہ وہ تنکا بھی پیش کیا گیا جس کو آدمی مسجد سے نکالتا ہے یعنی یہ بھی کارِ ثواب ہے۔ اور میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کئے گئے، پس میں

نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ کوئی شخص قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت دیا گیا ہو پھر وہ اس کو بھول جائے۔

تشریح: قرآن کی کسی سورت کو حفظ کرنے کے بعد بھول جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور حضرت الاستاذ مفتی سید مہدی حسن صاحب قدس سرہ (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) نے فرمایا: بھولنا یہ ہے کہ ناظرہ (اندر دیکھ کر) بھی نہ پڑھ سکے، تب یہ وعید ہے۔

[١٩-] باب

[٢٩٢٨-] حدثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ، نا عَبْدُ الْمَجِيْدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ ابنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: عُرِضَتْ عَلَيَّ أَجُوْرُ أُمَّتِيْ، حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ أُمَّتِيْ، فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ: آيَةٍ أُوْتِيَهَا رَجُلٌ، ثُمَّ نَسِيَهَا"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَذَاكَرْتُ بِهِ مُحمدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، وَاسْتَغْرَبَهُ.

قَالَ مُحمدٌ: وَلَا أَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ سَمَاعًا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، إِلَّا قَوْلَهُ: حَدَّثَنِيْ مَنْ شَهِدَ خُطْبَةَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ: لَا نَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ سَمَاعًا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: وَأَنْكَرَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ أَنْ يَكُوْنَ الْمُطَّلِبُ سَمِعَ مِنْ أَنَسٍ.

سند کا بیان: یہ حدیث ضعیف ہے، امام ترمذیؒ کہتے ہیں: میں نے امام بخاریؒ کے ساتھ اس حدیث کا مذاکرہ کیا تو امام بخاریؒ کو یہ حدیث معلوم نہیں تھی، اور انھوں نے اس حدیث کو بہت ہی اوپرا سمجھا، اور امام بخاریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ مُطَّلب کا سماع کسی بھی صحابی سے نہیں ہے، پس وہ جو یہ حدیث حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے: صحیح نہیں، البتہ مطّلب کا یہ قول کہ "مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے نبی ﷺ کی تقریر سنی ہے": یہ قول ثابت ہے، اس لئے فی الجملہ کسی صحابی سے ملاقات ہونا ثابت ہے، اور یہی بات امام عبداللہ دارمی نے کہی ہے کہ مطّلب کا کسی صحابی سے سماع نہیں، بلکہ عبداللہ دارمی نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت علی بن المدینی نے مطّلب کے حضرت انسؓ سے سماع کا انکار کیا ہے۔

بابٌ

قرآنِ کریم کے ذریعہ سوال نہ کیا جائے

حدیث (۱): حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت عمران رضی اللہ عنہ ایک شخص کے پاس سے گذرے، جو قرآن

پڑھ رہا تھا، پھر اس نے مانگا، تو حضرت عمرانؓ نے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا، پھر کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مَنْ قَرَأَ القرآنَ، فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ به: جو قرآنِ کریم پڑھے تو چاہئے کہ اس کے ذریعہ اللہ سے مانگے، فَإِنَّهُ سَيَجِيْئُ أَقْوَامٌ يَقْرَؤُوْنَ القرآنَ، يَسْأَلُوْنَ به الناس: کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن پڑھیں گے، اور اس کے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گے، یعنی اب وہ دور آگیا، میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے لوگ دیکھ لئے۔

[۲۰-] بابٌ

[۲۹۲۹-] حدثنا مُحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ أَحْمَدَ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّهُ مَرَّ عَلَى قَارِئٍ يَقْرَأُ، ثُمَّ سَأَلَ، فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهِ، فَإِنَّهُ سَيَجِيْئُ أَقْوَامٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ"

وَقَالَ مُحمودٌ: هٰذَا خَيْثَمَةُ الْبَصْرِيُّ الَّذِيْ رَوَى عَنْهُ جَابِرٌ الجُعْفِيُّ، وَلَيْسَ هُوَ خَيْثَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَخَيْثَمَةُ هٰذَا: شَيْخٌ بَصْرِيٌّ، يُكْنَى أَبَا نَصْرٍ، قَدْ رَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَحَادِيْثَ، وَقَدْ رَوَى جَابِرٌ الجُعْفِيُّ عَنْ خَيْثَمَةَ هٰذَا أَيْضًا أَحَادِيْثَ.

راوی کا تعارف: ایک بہت مضبوط راوی خَیْثَمة بن عبدالرحمٰن ابوسبرۃ جُعفی کوفی ہیں، اس حدیث کی سند میں وہ نہیں ہیں، امام ترمذیؒ کے استاذ محمود بن غیلان کہتے ہیں: یہ راوی خیثمة بن ابی خیثمة ابونصر بصری ہے، جو لیّن الحدیث ہے، جس سے جابر جعفی روایت کرتا ہے، پھر بھی امام ترمذیؒ نے حدیث کی تحسین کی ہے، کیونکہ آپ معمولی راوی کی حدیث کی بھی تحسین کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں: یہ خیثمہ بصرہ کا باشندہ تھا، اس کی کنیت ابونصر ہے، امام ترمذیؒ نے اس کے لئے لفظ شیخ استعمال کیا ہے، یہ معمولی درجہ کی تعدیل ہے، اس خیثمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی حدیثیں روایت کی ہیں۔

جو قرآن کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھتا ہے وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مَا آمَنَ بِالقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَه: وہ شخص قرآنِ کریم پر ایمان نہیں رکھتا جو قرآنِ کریم کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھتا ہے۔

لغات: اسْتَحَلَّ الشيئَ: حلال وجائز سمجھنا...... مَحَارِمُ: اَلْمَحْرَمُ کی جمع: ناجائز کام، حرام کی ہوئی چیزیں۔

تشریح: یہ حدیث اُس حدیث کے انداز پر ہے جو پہلے (حدیث ۱۳۶ کتاب الطہارۃ باب ۱۰۱ تحفہ ۱:۴۱۸ میں) گذرچکی ہے کہ جو حائضہ سے صحبت کرے یا بیوی کی پچھلی راہ میں اپنی ضرورت پوری کرے یا کاہن یعنی غیب کی باتیں بتانے والے کے پاس جائے وہ اس دین کو نہیں مانتا جو محمد (ﷺ) پر اتارا گیا ہے، اسی طرح جو قرآنِ کریم کی حرام کی ہوئی چیزوں کو مثلاً شراب اور زنا کو حلال سمجھتا ہے وہ قرآنِ کریم پر ایمان نہیں رکھتا۔

[۲۹۳۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْوَاسِطِيُّ، نَا وَكِيْعٌ، نَا أَبُوْفَرْوَةَ يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ،عَنْ أَبِي الْمُبَارَكِ، عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ "

وَقَدْ رَوَى مُحمدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنَ سِنَانٍ، عَنْ أَبِيْهِ هٰذَا الحديثَ، فَزَادَ فِيْ هٰذَا الإِسْنَادِ: عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ صُهَيْبٍ، وَلاَ يُتَابَعُ محمدُ بْنُ يَزِيْدَ عَلَى رِوَايَتِهِ، وَهُوَ ضَعِيْفٌ، وَأَبُوْ الْمُبَارَكِ: رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ.

هٰذَا حديثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ، وَقَدْ خُوْلِفَ وَكِيْعٌ فِيْ رِوَايَتِهِ، وَقَالَ مُحمدٌ: أَبُوْ فَرْوَةَ يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ الرُّهَاوِيُّ: لَيْسَ بِحَدِيْثِهِ بَأْسٌ، إِلَّا رِوَايَةَ ابْنِهِ مُحمدٍ عَنْهُ، فَإِنَّهُ يَرْوِيْ عَنْهُ مَنَاكِيْرَ.

سند کا حال: یہ حدیث ابوفروۃ یزید بن سنان: ابوالمبارک سے روایت کرتا ہے، اور وہ حضرت صہیبؓ سے روایت کرتا ہے...... یہی حدیث ابوفروہ کا لڑکا محمد بھی اپنے ابا سے روایت کرتا ہے، مگر وہ سند میں ابوالمبارک کے بعد دو راوی بڑھاتا ہے: عن مجاهد، عن سعيد بن المسيب۔ مگر محمد کا کوئی متابع نہیں، اور وہ خود ضعیف راوی ہے، نیز حدیث کا راوی ابوالمبارک مجہول ہے، اس لئے اس حدیث کی سند ٹھیک نہیں، نیز ابوفروہ سے وکیعؒ جس طرح نقل کرتے ہیں: ابوفروہ کے دوسرے شاگرد اس کے خلاف نقل کرتے ہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوفروۃ ٹھیک راوی ہے، اس کا نام یزید بن سنان ہے، اور اس کی نسبت رُہاوی ہے، اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں، مگر اس سے اس کا بیٹا محمد جو روایتیں کرتا ہے وہ صحیح نہیں، وہ اپنے ابا سے نہایت ضعیف حدیثیں روایت کرتا ہے۔

قرآنِ کریم جہراً پڑھنا افضل ہے یا سراً؟

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: الجَاهِرُ بالقرآن كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ، وَالْمُسِرُّ بالقرآن كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ: جہراً قرآنِ کریم پڑھنے والا علانیہ خیرات کرنے والے کی طرح ہے، اور سراً قرآنِ کریم پڑھنے والا پوشیدہ خیرات کرنے والے کی طرح ہے۔

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سراً قرآنِ کریم پڑھنا جہراً پڑھنے سے افضل ہے، کیونکہ پوشیدہ خیرات کرنا علانیہ خیرات کرنے سے افضل ہے، اور اس کی وجہ اہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ سراً قرآنِ کریم پڑھنے والا خود

پسندی سے بچا رہتا ہے۔ جو پوشیدہ عمل کرتا ہے اس کے حق میں خود پسندی کا اتنا خطرہ نہیں: جتنا برملا عمل کرنے والے کے حق میں ہے (امام ترمذیؒ کی بات پوری ہوئی)

مگر پوشیدہ خیرات کرنا ہر حال میں افضل نہیں، کبھی برملا خیرات کرنا بھی افضل ہوتا ہے، سورۃ البقرۃ (آیت ۲۷۱) میں ہے: ﴿إِنْ تُبْدُوْا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّاهِیَ، وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾: اگر تم صدقات ظاہر کرکے دو تو بھی اچھی بات ہے، اور اگر ان کا اخفا کرو اور فقیروں کو دو تو یہ اخفاء تمہارے لئے بہتر ہے، علماء نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اگر کسی مقام میں کسی عارض سے اظہار مفید ہو تو وہ افضل ہوگا، پس اسی طرح اگر کسی موقع پر جہراً قرآنِ کریم پڑھنا مفید یا ضروری ہو تو اس وقت وہی افضل ہوگا۔

[۲۹۳۱-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، نا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ بُحَيْرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الحَضْرَمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: "الجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ، وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَمَعْنَى هٰذَا الحديثِ: أَنَّ الَّذِیْ يُسِرُّ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِیْ يَجْهَرُ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، لِأَنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ أَفْضَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ صَدَقَةِ العَلَانِيَةِ.

وَإِنَّمَا مَعْنَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: لِكَیْ يَأْمَنَ الرَّجُلُ مِنَ الْعُجْبِ، لِأَنَّ الَّذِیْ يُسِرُّ بِالْعَمَلِ لَايُخَافُ عَلَيْهِ بِالْعُجْبِ: مَا يُخَافُ عَلَيْهِ فِی العَلَانِيَةِ.

بابٌ

سونے سے پہلے کونسی سورتیں پڑھے؟

حدیث (۱): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ نہیں سویا کرتے تھے یہاں تک کہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر پڑھتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کی سند کا ایک راوی ابولبابہ بصرہ کا رہنے والا تھا، امام ترمذیؒ نے اس کے لئے لفظ شیخ استعمال کیا ہے، پس یہ معمولی ثقہ راوی ہے، حماد بن زید نے اس راوی سے متعدد حدیثیں روایت کی ہیں، اور امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر (ق ۱ جلد ۴ نمبر ۱۵۹۳) میں اس راوی کا نام مروان بتایا ہے۔

حدیث (۲): حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد عبداللہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ سونے سے پہلے مُسبّحات پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے: ان میں ایک آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔

تشریح: المُسَبِّحَة: (اسم فاعل واحد مؤنث) تسبیح پڑھنے والی، یہ نسبت مجازی ہے، درحقیقت تسبیح پڑھنے والا قاری ہوتا ہے، اور سورتوں کو تسبیح پڑھنے والا مجازاً کہا گیا ہے، اور مُسَبِّحات: وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں سبحان یاسَبَّحَ (فعل ماضی) یا یُسَبِّحُ (فعل مضارع) یاسَبِّحْ (فعل امر) ہے، اور وہ سات سورتیں ہیں: سورۂ بنی اسرائیل، الحدید، الحشر، الصف، الجمعه، التغابن، الأعلی……اور جس طرح اللہ کے ناموں میں ''اسم اعظم'' ہے اور وہ چھپایا گیا ہے اور رمضان میں شب قدر ہے اور وہ چھپائی گئی ہے، اسی طرح ان سورتوں میں کوئی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے، مگر اس کو بھی اسم اعظم اور شب قدر کی طرح چھپایا گیا ہے تاکہ لوگ اس کو تلاش کریں، اور اس بہانے یہ سب سورتیں پڑھیں۔

[۲۱-] بابٌ

[۲۹۳۲-] حدثنا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ لُبَابَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم لَايَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، وَالزُّمَرَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَأَبُوْ لُبَابَةَ هٰذَا: شَيْخٌ بَصْرِيٌّ، قَدْ رَوَى عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ غَيْرَ حَدِيْثٍ، وَيُقَالُ: اسْمُهُ مَرْوَانُ، حدثنا بِذٰلِكَ مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ فِيْ كِتَابِ التَّارِيْخِ.

[۲۹۳۳-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ، عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بِلَالٍ، عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ: أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ، يَقُوْلُ: ''إِنَّ فِيْهِنَّ آيَةً خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ آيَةٍ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

وضاحت: دوسری حدیث کی سند میں بقیۃ بن الولید ہے جو بَحیر بن سعد سے روایت کرتا ہے، اور بقیۃ: کثیر التدلیس ہے، اور وہ بصیغۂ عن روایت کرتا ہے، اس لئے یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح نہیں۔

بابٌ

سورۃ الحشر کی آخری تین آیتوں کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تین مرتبہ کہا جب اس نے صبح کی: أعوذ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ العَلِيْمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ: پھر اس نے سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو لگاتے ہیں جو اس پر درود بھیجتے ہیں، یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ شام کرتا ہے، اور اگر وہ اس دن میں مرگیا تو شہید ہونے کی حالت میں مرتا ہے، اور جو شخص ان کو پڑھتا ہے جب وہ شام کرتا ہے تو وہ بھی اسی مرتبہ میں ہوتا ہے (اس حدیث کی سند میں خالد بن طہمان ابوالعلاء الخفّاف الکوفی ہے، یہ صدوق ہے، مگر وفات سے

دس سال پہلے اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا، اس لئے یہ حدیث اعلی درجہ کی نہیں)

[٢٢-] بابٌ

[٢٩٣٤-] حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، نَا خَالِدُ بْنُ طَهْمَانَ: أَبُوْ العَلَاءِ الخَفَّافُ، ثَنِيْ نَافِعُ بْنُ أَبِيْ نَافِعٍ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، وَقَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ: وَكَّلَ اللّٰهُ بِهِ سَبْعِيْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا، وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابُ ماجاءَ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النبيِّ صلى الله عليه وسلم؟

نبی ﷺ کس طرح قرآنِ کریم پڑھتے تھے؟

حدیث (۱): یعلیٰؒ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے: نبی ﷺ کے قرآن اور نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا: ام سلمہؓ نے کہا: تم نبی ﷺ کی نماز کا حال معلوم کر کے کیا کرو گے؟ یعنی آپؐ کی طرح نماز (تہجد) پڑھنا تمہارے بس کی بات نہیں، آپؐ نماز پڑھتے تھے، پھر جتنی دیر نماز پڑھی ہے سوتے تھے، پھر جتنی دیر سوئے ہیں نماز پڑھتے تھے، پھر جتنی دیر نماز پڑھی ہے سوتے تھے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی، پھر حضرت ام سلمہؓ نے نبی ﷺ کے قرآن پڑھنے کا حال بیان کیا، پس اچانک وہ واضح طور پر ایک ایک حرف پڑھنا بیان کر رہی ہیں۔

تشریح: مَالَكُمْ وَصَلَاتَه؟ أى مَاتَصْنَعُوْنَ بِصلَاتِهِ؟ آپؐ کی نماز کا حال معلوم کر کے کیا کرو گے؟...... نَعَتَ (ف) نَعْتًا: حالت بیان کرنا...... مُفَسَّرَةً: واضح...... حَرْفًا حَرْفًا: یعنی اس طرح پڑھتے تھے کہ ایک ایک حرف جدا ہوتا تھا، کوئی گننا چاہے تو گن سکتا تھا۔

[٢٣-] بابُ ماجاءَ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النبيِّ صلى الله عليه وسلم؟

[٢٩٣٥-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ: أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، عَنْ قِرَاءَةِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم وَصَلَاتِهِ؟ فَقَالَتْ: مَالَكُمْ وَصَلَاتَهُ؟ كَانَ يُصَلِّيْ، ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى، ثُمَّ يُصَلِّيْ قَدْرَ مَانَامَ، ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَاصَلَّى،

حَتَّى يُصْبِحَ، ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَ تَهُ، فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَ ةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ ابنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ.

وَقَدْ رَوَى ابْنُ جُرَيْجٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ ابنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُقَطِّعُ قِرَاءَ تَهُ" وَحَدِيْثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ.

سند کا بیان: اس حدیث کی دوسندیں ہیں: پہلی سند: امام لیث: ابن ابی ملیکہ سے، وہ یعلی سے اور وہ ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ دوسری سند: ابن جریج: ابن ابی ملیکہ سے، اور وہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں، اس سند میں یعلی کا واسطہ نہیں (یہ سند أبواب القراءة کے پہلے باب میں آرہی ہے، اور وہاں تفصیل ہے) اور اس سند سے حدیث کا مضمون یہ ہے کہ نبی ﷺ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھا کرتے تھے، پھر امام ترمذیؒ نے لیث کی سند کو اصح قرار دیا ہے، کیونکہ ان کی سند میں ایک راوی بڑھ گیا ہے، جس سے وہ سند نازل ہوگئی ہے، اور امام ترمذیؒ کا مزاج یہ ہے کہ وہ جس سند میں کمزوری ہوتی ہے اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔

حدیث (۲): عبداللہ بن ابی قیسؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے وتروں (تہجد کی نماز) کے بارے میں پوچھا کہ نبی ﷺ وتر کب پڑھا کرتے تھے؟ شروع رات میں یا آخر رات میں؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: نبی ﷺ یہ سب کیا کرتے تھے، یعنی کبھی شروع رات میں وتر پڑھتے تھے، کبھی آخر رات میں۔ راوی نے کہا: اس اللہ کی تعریف ہے جس نے معاملہ میں گنجائش رکھی...... پھر اس نے پوچھا: نبی ﷺ (تہجد میں) قرآن کس طرح پڑھتے تھے؟ سراً پڑھتے تھے یا جہراً؟ صدیقہؓ نے جواب دیا: یہ سب آپؐ کیا کرتے تھے یعنی کبھی آپؐ نے سراً پڑھا ہے، کبھی جہراً۔ عبداللہ کہتے ہیں: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے معاملہ میں گنجائش رکھی...... عبداللہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: پس جنابت میں آپؐ کس طرح عمل کیا کرتے تھے؟ کیا سونے سے پہلے نہاتے تھے یا نہانے سے پہلے سوتے تھے؟ صدیقہؓ نے جواب دیا: یہ سب آپؐ کیا کرتے تھے، کبھی نہاتے تھے پھر سوتے تھے، اور کبھی وضو کرتے تھے پھر سوتے تھے، میں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے معاملہ میں گنجائش رکھی۔

تشریح: عبداللہ بن ابی قیس کی یہ حدیث اسی سند سے مختصراً گذر چکی ہے (دیکھیں: حدیث ۴۵۷ کتاب الصلوٰۃ باب ۲۱۵ تحفہ ۲: ۲۹۸) اور یہ حدیث مسلم شریف کی ہے، اس لئے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔

[۲۹۳٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: كَيْفَ كَانَ يُوْتِرُ: مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ أَمْ مِنْ آخِرِهِ؟

فَقَالَتْ: كُلَّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَصْنَعُ، رُبَّمَا أَوْتَرَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَرُبَّمَا أَوْتَرَ مِنْ آخِرِهِ، قُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جعلَ فِيْ الأَمْرِ سَعَةً، فَقُلْتُ: كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَ تُهُ: أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَ ةِ أَمْ يَجْهَرُ؟ قَالَتْ: كُلَّ ذٰلِكَ كَانَ يَفْعَلُ، قَدْ كَانَ رُبَّمَا أَسَرَّ وَرُبَّمَا جهرَ، قَالَ: فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ الْأَمْرِ سَعةً، قَالَ: قُلْتُ: فَكَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِيْ الجَنابَةِ: أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يَنام، أَمْ يَنامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ؟ قَالَتْ: كُلَّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنامَ، وَرُبَّمَا توَضَّأَ فَنامَ، قُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ الْأَمْرِ سَعَةً " هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابٌ

قرآنِ کریم کی تبلیغ ضروری ہے

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ خود کو ٹھہرنے کی جگہ میں یعنی منی میں لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کیا کوئی آدمی ہے جو مجھے اپنی قوم میں لے جائے، اس لئے کہ قریش نے مجھے اس بات سے روک دیا ہے کہ میں اپنے پروردگار کا کلام پہنچاؤں۔

تشریح: نبی ﷺ اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے بعد پہلے طائف گئے تھے، اور قبیلہ ثقیف کو دعوت دی تھی کہ وہ آپؐ کو ٹھکانہ دیں، مگر انھوں نے انکار کر دیا، آپؐ مکہ واپس آئے اور حج کے موسم میں عرب کے قبائل کے سامنے خود کو پیش کیا، مگر کوئی تیار نہ ہوا کہ وہ آپؐ کو اپنے قبیلہ میں لے جائے، اور آپؐ کی حمایت ونصرت کرے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے انصار نے ہامی بھری، اور انھوں نے منی کی گھاٹی میں آپؐ سے بیعت کی، اور وہ آپؐ کو مدینہ منورہ لے گئے، اسی لئے آپؐ نے ان کا نام ''انصار'' رکھا...... اور یہ حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ ان ابواب میں شاید اس لئے لائے ہیں کہ جب آپؐ لوگوں (غیر مسلموں) کے سامنے قرآن پڑھتے تھے تو ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے تاکہ وہ قرآن میں غور کریں، اور قرآن کے مضامین سے فائدہ اٹھائیں۔

[٢٤-] بابٌ

[٢٩٣٧-] حدثنا محمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا مُحمدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَنَا إِسْرَائِيْلُ، نَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِيْ الجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَعْرِضُ نَفْسَهُ بِالْمَوْقِفِ، فَقَالَ: " أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِيْ إِلٰى قَوْمِهِ، فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُوْنِيْ أَنْ أُبَلِّغَ كَلامَ رَبِّيْ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

بابٌ

قرآنِ کریم کی دوخاص فضیلتیں

اس باب میں جو حدیث ہے وہ حدیث قدسی اور حدیث نبوی کا مجموعہ ہے۔

حدیث قدسی: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: **مَنْ شَغَلَهُ القرآنُ عَنْ ذكرى ومَسْأَلتى: أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ ما أُعْطِي السائلين**: جس کو قرآن کریم میرے ذکر سے اور مجھ سے مانگنے سے مشغول کردے: میں اس کو اس سے بہتر دیتا ہوں جو میں مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔

حدیث نبوی: **وفَضْلُ كلامِ اللهِ على سَائِرِ الكلام كفضل الله على خَلْقِه**: اور اللہ کے کلام کی برتری دوسرے کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی برتری اللہ کی خلقت پر۔

تشریح: اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے، اور صفت موصوف کے احکام ایک ہوتے ہیں، اس لئے اللہ کا کلام دوسرے کلاموں سے ایسا برتر ہے جیسے اللہ کی فضیلت اللہ کی مخلوقات پر............اور جو شخص قرآنِ کریم پڑھنے پڑھانے میں لگا رہتا ہے، اور اس کو اللہ کے ذکر کا موقع نہیں ملتا، اور اللہ سے مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اللہ تعالیٰ اس کو بے حساب دیتے ہیں، مانگنے والوں کو جتنا دیتے ہیں اس سے کہیں زیادہ دیتے ہیں۔

[۲۵-] بابٌ

[۲۹۳۸-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ العَبْدِيُّ، نَا مُحمدُ بْنُ الحَسَنِ بْنِ أَبِى يَزِيْدَ الهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَمْرِو بنِ قَيْسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِى سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يَقُوْلُ الرَّبُّ تبَارَكَ وَتَعَالٰى: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِىْ وَمَسَأَلَتِىْ: أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِىْ السَّائِلِيْنَ، وَفَضْلُ كَلاَمِ اللّٰهِ على سَائِرِ الكَلاَمِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلَى خَلْقِهِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.
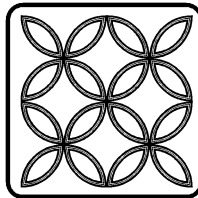
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ القِرَاءَ ةِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قراءتوں کا بیان

قرآنِ کریم کے بعض کلمات مختلف طرح سے مروی ہیں، مثلاً سورۂ فاتحہ میں مالك بھی مروی ہے اور مَلِكِ بھی، اور دونوں کے معنی ایک ہیں: ایسی قراءتوں کا ان ابواب میں تذکرہ ہے۔

باب ماجاء في قراءة: مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

۱-مالك اور ملك کی قراءتیں

سورۂ فاتحہ کی تیسری آیت ہے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾: عاصم اور کسائی نے اس کو مَالك (الف کے ساتھ) اور باقی قراء نے مَلِكْ (الف کے بغیر اور ل کے زیر کے ساتھ) پڑھا ہے، ابوعبید قاسم بن سلّام بغدادی بھی مَلِك پڑھتے تھے، اور اسی کو ترجیح دیتے تھے، آپ لغت حدیث کے امام ہیں، اور فن قراءت میں آپ کی تصنیف ہے، مگر آپ کا شمار قراء سبعہ میں نہیں۔ اور مَلِك کے معنی ہیں: بادشاہ، اور بادشاہ مالک ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بادشاہ بھی ہونگے اور مالک بھی۔

حدیث (۱): حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ سورۂ فاتحہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھا کرتے تھے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ پڑھ کر رک جاتے تھے، پھر ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر رک جاتے تھے، پھر ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھتے تھے۔

تشریح: یہ ابن جریج کے شاگرد یحییٰ بن سعید اموی کی روایت ہے، انھوں نے ابن ابی ملیکہ اور حضرت ام سلمہؓ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں بڑھایا، اور ان کی روایت میں مالك کے بجائے مَلِك ہے۔ لیکن ابن ابی ملیکہ کے دوسرے شاگرد امام لیث بن سعد: ابن ابی ملیکہ اور حضرت ام سلمہؓ کے درمیان یعلی بن مَمْلك کا واسطہ بڑھاتے ہیں، اور ان کی روایت میں وكانَ يَقْرَأُ مَلِكِ يوم الدين نہیں ہے، صرف پہلا مضمون ہے کہ نبی ﷺ سورۂ فاتحہ کی ہر آیت علاحدہ پڑھتے تھے۔ اور امام ترمذیؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ امام لیث کی سند اصح ہے، کیونکہ اس میں واسطہ بڑھ گیا ہے، اس لئے وہ سند نازل

ہوگئی، اور امام صاحبؒ ایسی ہی سند کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر دوسرے حضرات دونوں سندوں کو صحیح کہتے ہیں، اور امام لیث کی سند میں راوی کے اضافہ کو مزید فی متصل الاسناد قرار دیتے ہیں، کیونکہ ابن ابی ملیکہ کا حضرت ام سلمہؓ سے سماع ہے، پھر دونوں سندوں سے حدیث کا متن کم وبیش آیا ہے، اس لئے دونوں سندیں صحیح ہیں۔

حدیث (۲): امام زہری رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما —— اور امام زہری کا خیال ہے کہ حضرت انسؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا —— یہ سب حضرات **مالك يوم الدين** پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث ایوب بن سُوید ہی روایت کرتا ہے، اور ایوب معمولی راوی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس کے لئے لفظ شیخ استعمال کیا ہے، اور امام زہریؒ کے دوسرے تلامذہ اس کو مرسل روایت کرتے ہیں، یعنی یہ امام زہریؒ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھا کرتے تھے (اور امام زہری کی مرسل روایتیں ضعیف ہوتی ہیں) اور امام زہریؒ کے ایک شاگرد معمر: امام زہری سے، وہ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور ابوبکرؓ وعمرؓ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھا کرتے تھے، مگر یہ روایت بھی مرسل ہے، کیونکہ سعید بن المسیّب تابعی ہیں، اگرچہ حضرت سعید کی مراسیل بالاتفاق مقبول ہیں، مگر امام زہریؒ کی مراسیل ضعیف ہوتی ہیں۔

خلاصہ: یہ کہ روایتیں اگرچہ دونوں قراءتوں کی مضبوط نہیں، مگر مسئلہ کا مدار روایات پر نہیں، بلکہ نقل وتواتر اور تعامل پر ہے، اور قراء سبعہ سے دونوں قراءتیں متواتر منقول ہیں، اس لئے دونوں صحیح ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أبوابُ القراءةِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[١– بابُ ماجاء في قراءة: مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ]

[٢٩٣٩–] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأُمَوِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُقَطِّعُ قِرَاءَ تَهُ، يَقْرَأُ: ﴿الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ ثُمَّ يَقِفُ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ثُمَّ يَقِفُ، وَكَانَ يَقْرَأُهَا: ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَبِهِ يَقْرَأُ أَبُوْ عُبَيْدٍ، وَيَخْتَارُهُ، هٰكَذَا رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأُمَوِيُّ وَغَيْرُهُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، لِأَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ رَوَى هٰذَا الحديثَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّهَا وَصَفَتْ قِرَاءَ ةَ

النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَرْفًا حَرْفًا،وَحَدِیْثُ اللَّیْثِ أَصَحُّ، وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اللَّیْثِ: وَکَانَ یَقْرَأُ﴿مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾

[۲۹۴۰-] حدثنا أَبُوْ بَکْرٍ مُحمدُ بْنُ أَبَانٍ، نَا أَیُّوْبُ بْنُ سُوَیْدٍ الرَّمْلِيُّ، عَنْ یُوْنُسَ بْنِ یَزِیْدَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَأَبَا بَکْرٍ، وَعُمَرَ - وَأُرَاهُ قَالَ: وَعُثْمَانَ - کَانُوْا یَقْرَؤُوْنَ: ﴿مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ لاَنَعْرِفُهُ مِنْ حَدِیْثِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ إِلَّا مِنْ حَدِیْثِ هٰذَا الشَّیْخِ: أَیُّوْبَ بْنِ سُوَیْدٍ الرَّمْلِیِّ.

وَقَدْ رَوَی بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِیِّ هٰذَا الحدیثَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَأَبَا بَکْرٍ، وَعُمَرَ، کَانُوْا یَقْرَؤُوْنَ ﴿مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾

وَرَوَی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَأَبَا بَکْرٍ، وَعُمَرَ، کَانُوْا یَقْرَؤُوْنَ: ﴿مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾

بابُ ماجاء فی قراء ة: العینُ بِالْعَیْنِ

العَیْنُ (مرفوع) کی قراءت

سورۃ المائدہ آیت ۴۵ اس طرح ہے:﴿وَکَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ، وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ، وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ، وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ، وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾: اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) پر اس (تورات) میں یہ بات لکھ دی کہ جان کے بدلے میں جان، آنکھ کے بدلے میں آنکھ، ناک کے بدلے میں ناک، کان کے بدلے میں کان، دانت کے بدلے میں دانت، اور زخموں میں برابری ہے۔

اس آیت میں العینَ اور الأنفَ وغیرہ النفسَ پر معطوف ہیں، اس لئے سب منصوب ہیں، اور دوسری قراءت میں یہ سب مرفوع ہیں، وہ إنَّ کے اسم کے محل پر عطف کرتے ہیں، إنَّ: جملہ اسمیہ خبریہ پر داخل ہوتا ہے، اور اس کا اسم درحقیقت مبتدا ہوتا ہے، اس لئے محلاً مرفوع ہوتا ہے، چنانچہ اس پر عطف کرکے بعد کے سب الفاظ مرفوع پڑھے گئے ہیں، کسائی نے والجروحُ تک سب کو مرفوع پڑھا ہے، اور ابن کثیر، ابوعمرو اور ابوعامر نے صرف الجروحُ کو مرفوع پڑھا ہے اور باقی سب قراء نے سب کو منصوب پڑھا ہے۔

تشریح: یہ حدیث یونس بن یزید سے صرف عبداللہ بن المبارکؒ روایت کرتے ہیں، اور یونس کے استاذ ابوعلی بن یزید: یونس بن یزید کے بھائی ہیں، اور ابوعبید بھی اس حدیث کی وجہ سے ﴿وَالعَیْنُ بِالعَیْنِ﴾ پڑھتے ہیں۔

[۲-] بابٌ

[۲۹٤۱-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِيْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ: ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ﴾

حدثنا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

وَأَبُوْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ: هُوَ أَخُوْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، قَالَ مُحمدٌ: تَفَرَّدَ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِهٰذَا الحديثِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، وَهٰكَذَا قَرَأَ أَبُوْعُبَيْدٍ: ﴿وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ﴾ اتِّبَاعًا لِهٰذَا الحديثِ.

بابُ ماجاءَ فِي قِرَاءَ ةِ: هَلْ تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ

۳- هَلْ تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ کی قراءت

سورۃ المائدہ آیت ۱۱۲ ہے: ﴿ إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ أَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ؟ قَالَ: اتَّقُوْا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾: وہ وقت قابل ذکر ہے جب حواریین نے عرض کیا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کے پروردگار ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا اتاریں؟ آپ نے جواب دیا: خدا سے ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو، یعنی بے ضرورت معجزات کی فرمائش مت کرو۔

حدیث: حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے اس آیت میں هَلْ تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ پڑھا ہے، یعنی کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ اپنے پروردگار سے درخواست کریں، أی هل تُطِيْقُ أَنْ تَسْأَلَ رَبَّكَ، اور یہ کسائی کی قراءت ہے باقی قراء هل يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ پڑھتے ہیں، اور یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں رشدین بن سعد ہیں جو ضعیف ہیں، اور افریقی بھی امام ترمذیؒ کی رائے میں ضعیف ہیں، ان دونوں راویوں کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے (دیکھیں: تحفہ ۱: ۲۷۲ و ۲۸۴)

[۳- بابُ ماجاءَ فِي قِرَاءَ ةِ: هَلْ تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ]

[۲۹٤۲-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعَمَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ: هَلْ تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ، وَرِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعَمَ الْأَفْرِيْقِيُّ: يُضَعَّفَانِ فِيْ الحديثِ.

بابُ ماجاء فی قراء ۃ: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

۴-إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ کی قراءت

سورۂ ہودآیت ۴۶ ہے:﴿قَالَ يٰنُوْحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ، إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ، فَلَا تَسْئَلْنِ مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ، إِنِّيْ أَعِظُكَ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾ ترجمہ: اللہ نے ارشادفرمایا: اے نوح! بیشک یہ (بیٹا) تمہارے (نجات پانے والے) گھر والوں میں سے نہیں ہے، کیونکہ وہ نیک نہیں ہے، پس آپ مجھ سے ایسی بات کی درخواست نہ کریں جس کے بارے میں آپ کو کچھ علم نہیں، میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ نادان ہو جائیں۔

اس آیت میں ضمیر ''ہ'' إِنَّ کا اسم ہے، اور عَمَلٌ غَيْرُ صالح: مرکب اضافی اس کی خبر ہے، اور عَمَلٌ مصدر ہے، اس کا حمل مبالغہ کے طور پر ہے، جیسے: زیدٌ عدلٌ: زید انصاف ہے، حالانکہ وہ انصاف کرنے والا ہے، اسی طرح یہ بیٹا ''تباہ کارعمل'' ہے، اگرچہ حقیقت میں وہ براعمل کرنے والا ہے۔

حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اس کو إِنَّهُ عَمِلَ غيرَ صَالِحٍ پڑھا کرتے تھے، یعنی مصدر کے بجائے فعل ماضی پڑھتے تھے۔ اور غیرَ صالح کو مفعول بناتے تھے، اور یہ کسائی کی قراءت ہے، باقی قراء وہ قراءت پڑھتے ہیں جو اوپر مذکور ہوئی، اور حضرت ام سلمہؓ کی اس حدیث کی سند ثابت بنانی سے آخر تک یہی ہے، اور یہ حدیث شہر بن حوشب: حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے بھی روایت کرتے ہیں، اور مشہور محدث و مفسر عبد بن حمید کا خیال یہ ہے کہ یہ ام سلمہ حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ ہیں، ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نہیں ہیں، یعنی عبد بن حمید کے نزدیک دونوں حدیثیں ایک ہیں، نیز عبد بن حمید یہ بھی کہتے ہیں کہ شہر بن حوشب نے ام سلمہ انصاریہ سے متعدد حدیثیں روایت کی ہیں (پس یہ حدیث بھی انہی سے مروی ہے)

لیکن الکوکب الدری کے حاشیہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے بھی مروی ہے، اور حضرت ام سلمہ انصاریہؓ سے بھی، مسند احمد میں یہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کے مُسند میں دوسندوں سے مروی ہے، اور اسماء بنت یزید کے مُسند میں ایک سند سے مروی ہے، اسی طرح ابوداؤد طیالسی نے بھی ام المؤمنین ام سلمہؓ اور حضرت اسماءؓ دونوں سے یہ حدیث روایت کی ہے، اس لئے عبد بن حمید نے جو دونوں حدیثوں کو ایک کیا ہے وہ صحیح نہیں۔

[٤- باب ماجاء فی قراء ۃ: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ]

[٢٩٤٣-] حدثنا حُسَيْنُ بْنُ مُحمدٍ البَصْرِيُّ، نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَفْصٍ، نَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقْرَأُهَا: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ.

هٰذَا حديثٌ قَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ نَحْوَ هٰذَا، وَهُوَ حَدِيْثُ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، وَقَدْ رُوِیَ

هٰذَا الحديثُ أَيْضًا عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ.

وَسَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَقُوْلُ: أَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيْدَ: هِيَ أُمُّ سَلَمَةَ الْأَنْصَارِيَّةُ، كِلاَ الْحَدِيْثَيْنِ عِنْدِيْ وَاحِدٌ، وَقَدْ رَوَى شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ غَيرَ حَدِيْثٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ، وَهِيَ أَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيْدَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوُ هٰذَا.

[۲۹۴۴-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ مُوْسىَ، ثَنَا وَكِيْعٌ، وَحَبَّانُ بْنُ هِلاَلٍ، قَالاَ: ثَنَا هَارُوْنُ النَّحْوِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ هٰذِهِ الآيَةَ: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ.

بابُ ماجاء في قراء ة: مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا

۵- مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا کی قراءت

سورۃ الکہف آیت ۷۶ ہے: ﴿قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلاَ تُصٰحِبْنِيْ، قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّيْ عُذْرًا﴾: موسیٰ نے کہا: اگر میں آپ سے اس کے بعد کسی امر کے بارے میں پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے یقیناً عذر کو پہنچ گئے، یعنی آپ نے بہت درگذر کرلیا، اب اگر آپ ساتھ نہ رکھیں تو آپ معذور ہونگے۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ: حضرت ابی بن کعبؓ سے، اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا پڑھا، یعنی لَدُنِّيْ کی نون کو تشدید کے ساتھ پڑھا، اور یہی سب قاریوں کی قراءت ہے، مگر نافع: لَدُنِيْ (دال کے پیش اور نون کے زیر کے ساتھ بغیر تشدید کے) پڑھتے ہیں۔

وضاحت: اصل لفظ لَدُنْ ہے، عام قراء اس میں نون وقایہ بڑھاتے ہیں، تاکہ لفظ کا آخر کسرہ سے محفوظ رہے، جیسے مِنْ اور عَنْ میں نون وقایہ بڑھا کر مِنِّيْ اور عَنِّيْ کہتے ہیں، مگر نافع نون وقایہ نہیں بڑھاتے، بلکہ لَدُنْ کی نون ساکن کو کسرہ دے کر لَدُنِي پڑھتے ہیں۔ اور باب کی حدیث ابوالجاریہ کی وجہ سے ضعیف ہے، یہ راوی مجہول ہے، اللہ جانے کون ہے؟ اس کا نام بھی معلوم نہیں! مگر متواتر قراءتوں کا مدار تعامل پر ہوتا ہے، روایتوں پر نہیں۔

[۵- بابُ ماجاءَ في قراء ة: مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا]

[۲۹۴۵-] حدثنا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ البَصْرِيُّ، نَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، نَا أَبُوْ الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَرَأَ: قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّيْ عُذْرًا: مُثَقَّلَةً.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ ثِقَةٌ، وَأَبُوْ الجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ: شَيْخٌ: مَجْهُوْلٌ، لاَأَدْرِيْ مَنْ هُوَ؟ وَلاَ نَعْرِفُ اسْمَهُ.

بابُ ماجاءَ في قراءة: فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ

٦- فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ کی قراءت

سورۃ الکہف آیت ۸۶ ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ، وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا﴾: یہاں تک کہ جب ذوالقرنین غروبِ آفتاب کے موقع پر پہنچے، یعنی جہتِ مغرب میں آبادی کے منتہی پر پہنچے تو انھوں نے آفتاب کو ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتے ہوئے پایا (سمندر کے پانی کا رنگ عام طور پر سیاہ ہوتا ہے، کیونکہ اس کے نیچے سیاہ کیچڑ ہوتی ہے، اور ذوالقرنین کی نگاہ چونکہ سمندر سے آگے نہیں جارہی تھی اس لئے ان کو سیاہ سمندر میں سورج ڈوبتا ہوا نظر آیا) اس آیت میں عام قراء حَمِئَة پڑھتے ہیں، یعنی ح کے بعد الف نہیں بڑھاتے، اور م کے بعد ی کے بجائے ہمزہ پڑھتے ہیں، یہی ابن عباس، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو اور حفص کی قراءت ہے، اور ابن عامر، حمزہ، کسائی وغیرہ حَامِيَة پڑھتے ہیں، یعنی ح کے بعد الف اور م کے بعد ی پڑھتے ہیں، اور حَمِئَة کے معنی ہیں: سیاہ کیچڑ، اور حامية کے معنی ہیں: سخت گرم، سورۃ القارعہ کی آخری آیت ہے: ﴿نَارٌ حَامِيَةٌ﴾ دہکتی ہوئی آگ۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ﴿فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ﴾ پڑھا۔

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ مرفوع حدیث غریب ہے، اس کی یہی ایک سند ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح پڑھا کرتے تھے (اور حضرت ابن عباسؓ نے قرآن حضرت ابی بن کعبؓ سے پڑھا ہے) اور یہ واقعہ مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما میں اس لفظ کے پڑھنے میں اختلاف ہوا، چنانچہ دونوں نے کعب احبار سے پوچھا کہ تورات میں اس واقعہ میں سورج کا کس چیز میں ڈوبنا بیان ہوا ہے؟ کالے کیچڑ میں یا گرم پانی میں؟ کعب نے جواب دیا: تورات میں: تَغْرُبُ فِيْ مَاءٍ وَطِيْنٍ: ہے۔ پس حَمِئَة صحیح ہے، حَامِيَة کی تائید تورات سے نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حامية پڑھا، تو ابن عباسؓ نے ٹوکا کہ صحیح لفظ حَمِئة ہے، حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے پوچھا کہ آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: آپ کی طرح حامية پڑھتا ہوں، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا: قرآن میرے گھر میں اترا ہے، پھر انھوں نے کعب احبار کے پاس آدمی بھیجا تو انھوں نے مذکورہ جواب دیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان واقعات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مذکورہ روایت صحیح نہیں، اگر حضرت ابن عباسؓ کے پاس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہوتی تو وہ کعب احبار سے کیوں پوچھتے!

[٦– بابُ ماجاءَ فى قراءة: فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ]

[٢٩٤٦–] حدثنا يَحْيىَ بْنُ مُوْسَى، نَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ، عَنْ محمدِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ مِصْدَعٍ: أَبِيْ يَحْيىَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ: فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَالصَّحِيْحُ مَارُوِىَ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: قِرَاءَ تُهُ، وَيُرْوَى أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَمْرَو بنَ العَاصِ اخْتَلَفَا فِيْ قِرَاءَ ةِ هٰذِهِ الآيَةِ، وَارْتَفَعَا إِلَى كَعْبِ الْأَحْبَارِ فِيْ ذٰلِكَ، فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ رِوَايَةٌ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، لاسْتَغْنَى بِرِوَايَتِهِ، وَلَمْ يَحْتَجْ إِلَى كَعْبٍ.

بابُ ماجاءَ فى قراءة: غَلَبَتِ الرُّوْمُ

٧– غَلَبَتِ الرُّوْمُ کی قراءت

سورۃ الروم کی اس طرح ابتداء ہوتی ہے:﴿الٓم، غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ، وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ، فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ، لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ، وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾(آیات ۱-۴) ترجمہ: الٓم رومی جزیرۃ العرب سے قریبی جگہ میں ہار گئے،اور وہ اپنے ہارنے کے بعد عنقریب تین سے لے کر نو سال میں غالب آجائیں گے،اللہ ہی کا پہلے بھی اختیار تھا اور پیچھے بھی،اور اس دن مسلمان خوش ہونگے۔

تفسیر: روم اور فارس جو زمانہ نبوت میں دو سُپر پاور تھے: ان میں مقام اذُرعات اور بُصری کے درمیان لڑائی ہوئی، اور رومی ہار گئے،مشرکین مکہ مسلمانوں سے کہنے لگے: تم اور رومی اہل کتاب ہو،اور ہم اور ایرانی مشرک ہیں،پس ایران کا روم پر غالب آنا ہمارے لئے نیک فال ہے،ہم بھی اسی طرح تم پر غالب آئیں گے،اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، ان میں یہ پیشین گوئی ہے کہ نو سال کے اندر اندر رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے، چنانچہ اس واقعہ کے ساتویں سال پھر دونوں کا مقابلہ ہوا،اور رومی غالب آگئے،اور یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ یہ سورت مکی ہے،یعنی یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے، پھر ہجرت کے بعد سن ۲ ہجری میں جنگ بدر ہوئی،جس دن بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی،اسی دن یہ خبر پہنچی کہ رومی جیت گئے،اس سے مسلمانوں کی خوشی دوبالا ہوگئی،اور مشرکین مکہ کو افسوس بالائے افسوس ہوا۔

حدیث: عطیہ عوفی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بدر کا دن آیا تو رومی ایرانیوں پر فتح یاب ہوئے،اور یہ بات مسلمانوں کو پسند آئی،پس الٓم غَلَبَتِ الرُّوْمُ (آیات ۱-۴) نازل ہوئیں۔حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: پس مسلمان ایرانیوں پر رومیوں کے غلبہ سے خوش ہوئے۔

امام ترمذیؒ کے استاذ نصر بن علی جہضمی اسی طرح غَلَبَتِ الرُّوْمُ (فعل معروف) پڑھتے ہیں،یعنی رومی جیت گئے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: غَلَبت (معروف) اور غُلِبَتْ (مجہول) دونوں طرح پڑھا گیا ہے،اور غُلبت (مجہول) کا

مطلب وہ ہے جواوپر بیان کیا گیا کہ رومی پہلے ہارے پھر جیتے۔

تشریح: مگر یہ روایت قطعاً قابل اعتبار نہیں، قرائے سبعہ میں سے کسی نے اس طرح نہیں پڑھا، اور یہ قراءت واقعہ کے بھی خلاف ہے، اور عطیہ عوفی میں تین خرابیاں تھیں: وہ مدلِّس تھا اور مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں ہوتا اور وہ اکثر ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک ضعیف ہے، اور وہ کلبی سے تفسیر لیا کرتا تھا، اور اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھ رکھی تھی، چنانچہ وہ عن أبی سعید کہہ کر روایت کرتا، اور دھوکا دیتا کہ وہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کررہا ہے، نیز یہ سورت مکی ہے، پس ان آیات کے جنگ بدر کے موقع پر نازل ہونے کی بات صحیح نہیں...... علاوہ ازیں: اس قراءت کا ﴿وَهُمْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ﴾ سے تعارض ہے، اس لئے یہ روایت قطعاً غیر معتبر ہے اس کی مزید تفصیل سورۃ الروم کی تفسیر میں آئے گی۔

[٧- بابُ ماجاءَ فی قراءة: غَلَبَتِ الرُّوْمُ]

[٢٩٤٧-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الجَهْضَمِيُّ، نَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلَى فَارِسَ، فَأَعْجَبَ ذٰلِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَنَزَلَتْ: ﴿الٓمٓ، غَلَبَتِ الرُّوْمُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ قَالَ: فَفَرِحَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِظُهُوْرِ الرُّوْمِ عَلَى فَارِسَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَيُقْرَأُ: غَلَبَتْ، وَغُلِبَتْ، يَقُوْلُ: كَانَتْ غُلِبَتْ، ثُمَّ غَلَبَتْ، هٰكَذَا قَرَأَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: غَلَبَتْ.

بابُ ماجاءَ فی قراءة: مِنْ ضُعْفٍ

٨- مِنْ ضُعْفٍ کی قراءت

سورۃ الروم آیت ۵۴ ہے: ﴿اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ، ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً، ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَشَيْبَةً، يَخْلُقُ مَايَشَآءُ، وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ ترجمہ: اللہ ایسے ہیں جنھوں نے تم کو ناتوانی (بچپن کی ابتدائی حالت) میں پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد توانائی (جوانی) بنائی، پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا گردانا، وہ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں، اور وہ خوب جاننے والے، بڑی قدرت والے ہیں۔

عاصم اور حمزہ نے ضَعْفٌ (بالفتح) پڑھا ہے، اور دوسرے قراء ضُعْفٌ (بالضم) پڑھتے ہیں، اسی کو حفص نے بھی اختیار کیا ہے، جن کی قراءت ہم پڑھتے ہیں، اگرچہ حفص امام عاصم کے شاگرد ہیں، مگر انھوں نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ پڑھا، تو آپؐ نے لقمہ دیا من ضُعْفٍ پڑھو (ضمہ کے ساتھ قریش کی لغت ہے، اور فتح بنوتمیم کی لغت ہے، اور قرآنِ کریم

قریش کی لغت میں نازل ہوا ہے، اس لئے راجح ضمہ ہے، اگرچہ فتح بھی درست ہے)

[۸- بابُ ماجاءَ فی قراءة: مِنْ ضُعْفٍ]

[۲۹۴۸-] حدثنا محمدُ بْنُ حُمَیْدٍ الرَّازِیُّ، نا نُعَیْمُ بْنُ مَیْسَرَةَ النَّحْوِیُّ، عَنْ فُضَیْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ، عَنْ عَطِیَّةَ العَوْفِیِّ، عَنْ ابنِ عُمَرَ: أَنَّهُ قَرَأَ عَلَی النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم: خَلَقَکُمْ مِنْ ضَعْفٍ، فَقَالَ: "مِنْ ضُعْفٍ"

حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ، عَنْ فُضَیْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ، عَنْ عَطِیَّةَ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ.

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیْثِ فُضَیْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ، عَنْ عَطِیَّةَ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

بابُ ماجاءَ فی قراءة: فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

۹- فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ کی قراءت

سورۃ القمر میں ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّکِرٍ﴾ بار بار آیا ہے، یعنی کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ مُدَّکِرْ کی اصل مُذْتَکِرْ ہے، پہلے ت کو دال مہملہ سے بدلا، پھر ذ (معجمہ) کو بھی د (مہملہ) سے بدلا، پھر دونوں میں ادغام کیا، یہی عام قراءت ہے، اور باب کی حدیث بخاری شریف (حدیث ۳۳۴۱) کی ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے سامنے فهل من مذَّکِرٍ (ذ معجمہ مشددۃ کے ساتھ) پڑھا، تو نبی ﷺ نے لقمہ دیا: فهل من مُدَّکِرٍ پڑھو (اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو فهل من مدَّکر (د مہملہ کے ساتھ) پڑھتے ہوئے سنا ہے، چنانچہ تمام قراء اسی طرح پڑھتے ہیں)

[۹- بابُ ماجاءَ فی قراءة: فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ]

[۲۹۴۹-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، نا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ، نا سُفْیَانُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَقْرَأُ: فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابُ ماجاءَ فی قراءة: فَرُوْحٌ وَرَیْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِیْمٍ

۱۰- فَرُوْحٌ (بضم الراء) کی قراءت

سورۃ الواقعہ آیت ۸۹ ہے: ﴿فَرَوْحٌ وَرَیْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِیْمٍ﴾: پس (مقربین کے لئے) راحت اور روزی اور

نعمت کا باغ ہے، اس آیت میں مشہور قراءت رَوْحٌ (بفتح الراء) ہے اور تمام قراء اسی طرح پڑھتے ہیں، مگر یعقوب ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور قتادہ نے رُوح کے معنی رحمت کے کئے ہیں، اور رَوْحٌ کے معنی راحت کے ہیں، اور رَیْحان کے معنی رزق کے ہیں، اور یعقوب قاری کی دلیل باب کی حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ فرُوح وریحان وجنت نعیم پڑھا کرتے تھے، مگر یہ حدیث ہارون اعور ہی کی سند سے پہچانی گئی ہے، ہارون قاری تھے اور ثقہ تھے، مگران پر منکر تقدیر ہونے کا الزام تھا۔

[۱۰- باب ماجاءَ فی قراءة: فَرُوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ]

[۲۹۵۰-] حدثنا بِشْرُ بْنُ هِلاَلٍ الصَّوَّافُ البَصْرِيُّ، نَا جَعْفَرُ بنُ سُلَیْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ هَارُوْنَ الْأَعْوَرِ، عَنْ بُدَیْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِیْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم كَانَ یَقْرَأُ: فَرُوْحٌ وَرَیْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِیْمٍ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ لاَنعرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِیْثِ هَارُوْنَ الْأَعْوَرِ.

بابُ ماجاءَ فی قراءة: وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰی

۱۱- وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰي کی قراءت

سورۃ اللیل کی ابتداء ہے: ﴿وَاللَّیْلِ إِذَا یَغْشٰی، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰی، وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰی، إِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی﴾: قسم ہے رات کی جب وہ (آفتاب یا دن کو) چھپائے، اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہوجائے، اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا: بیشک تمہاری کوششیں (اعمال) مختلف ہیں.......... تیسری آیت میں تمام قراء ما خلَقَ پڑھتے ہیں، مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ماخلق نہیں تھا اور واو قسمیہ تھا، علماء نے ابن مسعودؓ کی قراءت کی تاویل کی ہے کہ یہ کلمہ بعد میں نازل ہوا ہوگا، اور حضرت ابن مسعودؓ کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی ہوگی۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد علقمہؒ کہتے ہیں: ہم شام گئے تو ہمارے پاس حضرت ابوالدرداءؓ آئے، انھوں نے پوچھا: کیا تم میں کوئی شخص ہے جو مجھے عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت پڑھ کر سنائے، علقمہ کہتے ہیں: پس لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، پس میں نے کہا: ہاں، یعنی میں ابن مسعودؓ کی قراءت پڑھ کر سنا سکتا ہوں، حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: اس آیت کو یعنی واللیل إذا یغشی کو آپ نے ابن مسعودؓ کو کس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ علقمہ نے کہا: میں نے ان کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے: واللیل إذا یغشی، والنهار إذا تجلی، والذكرِ والأنثی: پس ابوالدرداء نے فرمایا: میں نے بھی اسی طرح نبی ﷺ سے سنا ہے، اور یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں اس کو پڑھوں وماخلَقَ (بڑھا کر) پس میں ان کی پیروی نہیں کرتا، یہ روایت متفق علیہ ہے اور اس کی تاویل ابھی گذر چکی۔

[۱۱- باب ماجاءَ فی قراء ة:وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰی]

[۲۹۵۱-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَدِمْنَا الشَّامَ، فَأَتَانَا أَبُوْ الدَّرْدَاءِ، فقَالَ: أَفِيْكُمْ أَحَدٌ يَقْرَأُ عَلَيَّ قِرَاءَ ةَ عَبْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَأَشَارُوْا إِلَيَّ، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: كَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَأُ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾؟ قَالَ: قُلْتُ سَمِعْتُهُ يَقْرَؤُهَا: وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، فَقَالَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ: وَأَنَا وَاللّٰهِ هٰكَذَا سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَهٰؤُلَاءِ يُرِيْدُوْنَنِيْ أَنْ أَقْرَأَهَا: وَمَا خَلَقَ: فَلَا أُتَابِعُهُمْ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهٰكَذَا قِرَاءَ ةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ: وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى.

بابُ ماجاءَ فی قراء ة:إِنِّيْ أَنَا الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ

۱۲-إِنِّيْ أَنَا الرَّزَّاقُ کی قراءت

سورۃ الذاریات آیت ۵۸ ہے:﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ہی رزق پہنچانے والے،نہایت قوت والے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے مجھے إني أنا الرزاق ذو القوة المتين پڑھایا ہے، یعنی اللہ اسم ظاہر کی جگہ ی ضمیر متکلم،اور ھو ضمیر غائب کی جگہ أنا ضمیر واحد متکلم پڑھائی ہے،مگر قاریوں میں سے کسی نے اس طرح نہیں پڑھا،قراءت متواترہ ھو کے ساتھ ہے،اور یہ حدیث صحیح ہےاور اس کی تاویل وہی ہے جو وماخلق الذكر والأنثى میں گذری ہے۔

[۱۲- باب ماجاءَ فی قراء ة: إِنِّيْ أَنَا الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ]

[۲۹۵۲-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: أَقْرَأَنِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنِّيْ أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فی قراء ة: سُكَارٰى

۱۳-سُكَارٰى کی قراءت

سورۃ الحج کی دوسری آیت ہے:﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَاهُمْ بِسُكَارٰى﴾اور تو اے مخاطب! لوگوں کو

مست (نشہ کی حالت میں) دیکھے گا، حالانکہ وہ واقع میں مست (نشہ میں) نہیں ہونگے۔

اس آیت میں سُکاریٰ قراءتِ متواترہ ہے، اور حمزہ اور کسائی دونوں جگہ سَکْرٰی بروزن عَطْشٰی پڑھتے ہیں، اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ﴿وَتَرَی النَّاسَ سُکَارٰیٰ وَمَاهُمْ بِسُکَارٰیٰ﴾ پڑھا، یہ روایت آگے ابواب الحج کی تفسیر میں بھی آرہی ہے، مگر یہ روایت صحیح نہیں، کیونکہ حضرت قتادہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے تو سماع ہے، مگر باقی کسی صحابی سے سماع نہیں، اور یہ روایت حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے ہے، پس وہ منقطع ہے۔ اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث میرے نزدیک مختصر ہے، مفصل حدیث سورۃ الحج کی تفسیر میں آرہی ہے، وہاں قتادہ: حضرت حسن بصری سے اور وہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پس آپ ﷺ نے پڑھا: ﴿یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ﴾ إلخ یہ پوری مفصل حدیث سورۃ الحج کی تفسیر میں آرہی ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: حکم بن عبدالملک کی یہ حدیث اس مفصل حدیث کا اختصار ہے، اور مفصل حدیث میں حضرت حسن بصری کا واسطہ موجود ہے، پس یہ روایت صحیح ہے۔

[۱۳- باب ماجاءَ فی قراءة: سُکَارٰیٰ]

[۲۹۵۳-] حدثنا أَبُوْ زُرْعَةَ، وَالْفَضْلُ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا الحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ، عَنِ الْحَکَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَرَأَ: وَتَرَی النَّاسَ سُکَارَی، وَمَاهُمْ بِسُکَارَی.

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ، وَهٰکَذَا رَوَی الْحَکَمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ قَتَادَةَ، وَلَا نَعْرِفُ لِقَتَادَةَ سَمَاعًا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، إِلَّا مِنْ أَنَسٍ، وَأَبِی الطُّفَیْلِ، وَهٰذَا عِنْدِیْ مُخْتَصَرٌ، إِنَّمَا یُرْوَی عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ، قَالَ: کُنَّا مَعَ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ سَفَرٍ، فَقَرَأَ: یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ الحدیثَ بِطُوْلِهِ، وَحَدِیْثُ الْحَکَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عِنْدِیْ مُخْتَصَرٌ مِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ.

بابٌ

۱۴- قرآنِ کریم کو یاد رکھنے کی تاکید

اب ابواب القراءۃ کے آخر میں پانچ باب ہیں، ایک باب کے علاوہ باقی ابواب کا أبواب القراءۃ سے کوئی قریبی تعلق نہیں، ان کو أبواب فضائل القرآن میں آنا چاہئے تھا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: بری ہے وہ چیز جو ان میں سے ایک کے لئے ہے، یا فرمایا: تم میں سے ایک کے لئے ہے کہ کہے: نَسِیْتُ آیَةَ کَیْتَ وَ کَیْتَ: میں فلاں فلاں آیت بھول گیا (یہ بے ادبی کی بات ہے) بَلْ هُوَ نُسِّیَ:

بلکہ وہ بھلادیا گیا (یہ بولنے کا ادب ہے) پس قرآنِ کریم کو یاد کرو، قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! قرآن یقیناً زیادہ بھاگ جانے والا ہے مردوں کے سینوں سے: چوپایوں سے بھی ان کے پاؤں کی رسی سے۔

تشریح: بئسما: میں ما نکرہ موصوفہ بمعنی شیئٌ ہے، اور أن یقولَ: مخصوص بالذم ہے، أی: بئس شیئًا کائنا للرجل. جیسے: ﴿بِئْسَ مَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوْا بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾[البقرۃ۹۰]...... کیت وکیت أی کذا وکذا...... اور مذکورہ ادب کی نظیر پہلے (حدیث ۱۷۲ کتاب الصلوٰۃ باب ۱۵، تحفہ ۱: ۴۷۶ میں) گذر چکی ہے، فرمایا: الذی تَفُوْتُه صَلاَةُ العَصْرِ: وہ شخص جس کے ہاتھ سے عصر کی نماز نکل گئی، یہ بولنے کا ادب ہے، اور یہ کہنا کہ اس نے عصر کی نماز چھوڑ دی: یہ بے ادبی کی بات ہے، کیونکہ مسلمان نماز نہیں چھوڑ سکتا...... نُسِّیَ (فعل ماضی مجهول) أَنْسَاهُ الشیئَ، وناسَاه، ونَسَّاه: کسی چیز سے غافل کرنا، بھلانا...... اسْتَذْكَرَ الشیئَ: یاد کرنا...... تَفَصَّى مِن الشیئِ: چھٹکارا پانا، بندش سے نکل جانا، أَشَدُّ تَفَصِّيًا: اسم تفضیل ہے...... اورمِنْ صُدُوْرِ الرجال: میں اشارہ ہے کہ قرآنِ کریم حفظ کرنا مردوں کی ذمہ داری ہے، عورتوں کی یہ ذمہ داری نہیں...... النَّعَم: چوپایہ، خاص طور پر اونٹ، جمع: أَنْعَام...... العُقُل (بضمتین) العِقَال کی جمع ہے، اونٹ کے پیر باندھنے کی رسی۔

فائدہ: قرآنِ کریم جلدی بھول جانے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، پس وہ اللہ کی طرح بے نیاز ہے، اس لئے جو شخص اس کو یاد رکھنے کا پورا اہتمام کرتا ہے اسی کو یاد رہتا ہے، اور جو غفلت برتتا ہے اس کے دل سے رخصت ہو جاتا ہے۔

[۱٤- بابٌ]

[۲۹۵٤-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: بِئْسَمَا لِأَحَدِهِمْ، أَوْ: لِأَحَدِكُمْ، أَنْ يَقُوْلُ: نَسِيْتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ، بَلْ هُوَ نُسِّيَ، فَاسْتَذْكِرُوْا الْقُرْآنَ، فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ، مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ

۱۵- قرآنِ کریم سات حرفوں پر اتارا گیا ہے

سات کا عدد عربی میں تکثیر کے لئے آتا ہے، قرآنِ کریم کو شروع میں متعدد طریقوں پر پڑھنے کی اجازت تھی، بعد میں جب اس توسّع کی ضرورت باقی نہ رہی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو لغتِ قریش پر جمع کر دیا جس میں قرآن نازل ہوا تھا، اور جس کو نزول کے ساتھ لکھ کر محفوظ کر لیا گیا تھا۔

حدیث(۱): حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپؐ نے فرمایا: اے جبرئیل! میں ناخواندہ امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہو، جن میں بوڑھی عورت، بوڑھا مرد، بچہ، بچی اور وہ شخص بھی ہے جس نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی (پس سب کے لئے ایک انداز پر قرآن پڑھنا دشوار ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے یہ بات عرض کریں) پس جب حضرت جبرئیل علیہ السلام دوسری مرتبہ آئے تو انھوں نے کہا: **یا محمد! إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ:** اے محمد! (ﷺ) قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مختلف طرح سے قرآنِ کریم پڑھنے کی اجازت دیدی ہے (اس کی تفصیل آئندہ حدیث کی شرح میں آرہی ہے، اور یہ حدیث مسلم شریف کی ہے)

حدیث(۲): حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرا، درانحالیکہ وہ نبی ﷺ کی زندگی میں سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے، پس میں نے کان لگا کر ان کا پڑھنا سنا، پس اچانک وہ بہت سارے وہ الفاظ پڑھ رہے تھے جو مجھے نبی ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے، پس میں قریب تھا کہ ان پر نماز میں حملہ کردوں، پس میں نے ان کو مہلت دی، یہاں تک کہ انھوں نے سلام پھیرا، پس جب انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کو ان کی چادر کے ساتھ گریبان پکڑ کر کھینچا، اور پوچھا: آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے، جس طرح میں نے آپ کو پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: مجھے یہ سورت نبی ﷺ نے پڑھائی ہے، میں نے ان سے کہا: بخدا! تم جھوٹ بولتے ہو، نبی ﷺ نے یہی سورت مجھے بھی پڑھائی ہے جس کو تم پڑھتے ہو، پس میں ان کو کھینچ کر نبی ﷺ کے پاس لے گیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ان کو سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا ہے، ایسے لفظوں سے جو آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائے، حالانکہ آپؐ ہی نے مجھے سورۃ الفرقان پڑھائی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمرؓ! ان کو چھوڑ دو، اور اے ہشامؓ! پڑھو، پس ہشامؓ نے آپؐ کے سامنے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے سنا تھا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: **هٰکَذَا أُنْزِلَتْ:** اسی طرح اتاری گئی ہے، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم پڑھو، پس میں نے اس طرح پڑھا جس طرح نبی ﷺ نے مجھ کو پڑھایا تھا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: **هکذا أُنْزِلَتْ:** اسی طرح یہ سورت اتاری گئی ہے، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: **إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ علی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَءُ وْا مَاتَیَسَّرَ مِنْهُ:** یہ قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے، پس پڑھو جو بھی اس میں سے آسان ہو۔

لغات: سَاوَرَهُ مُسَاوَرَةً وَسِوَارًا: کسی پر حملہ آور ہونا...... لَبَّبَ الرَّجُلَ: کسی کا گریبان پکڑ کر کھینچنا۔

تشریحات:

۱- یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے، اور متفق علیہ ہے، اور اس مضمون کی روایات متعدد صحابہ سے مروی ہیں، امام ترمذیؒ نے بھی وفی الباب میں متعدد صحابہ کا حوالہ دیا ہے، ان کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ مگر ان

میں سے متفق علیہ روایت یہی ایک ہے، باقی روایتیں دوسری کتابوں میں ہیں۔

۲- اس حدیث کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں، تقریباً پینتیس تفسیریں مروی ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قد اخْتَلَفَ العلماءُ فی الْمُرَادِ بِالْأَحْرُفِ السَّبْعَةِ عَلَى أَقْوَالٍ كَثِيْرَةٍ، بَلَّغَهَا أَبُوْ حَاتم بن حِبَّانَ إِلَى خَمْسَةٍ وَثلاَ ثِيْنَ قولاً، وَقَالَ الْمُنْذِرِيْ: أَكْثَرُهَا غَيْرُ مُخْتَارٍ: (فتح الباری ۹:۲۶) ترجمہ: علماء میں اختلاف ہے کہ ''سات حروف'' سے کیا مراد ہے؟ ان کے بہت سے اقوال ہیں، ابو حاتم بن حبان نے ان کی تعداد ۳۵ تک پہنچائی ہے اور منذری کہتے ہیں کہ ان میں سے بیشتر اقوال غیر پسندیدہ ہیں۔ ان ۳۵ اقوال میں سے ایک مشہور قول یہ ہے کہ ان سے مراد سات متواتر قراءتیں ہیں، مگر یہ قول بھی صحیح نہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَالَ أَبُوْ شَامَةَ: ظَنَّ قَوْمٌ أَنَّ القِرَاءَ اتِ السبعَ الموجودةَ الآن هی التی أُرِيْدَتْ فی الحديث، وهو خِلافُ إجماع أهل العلمِ قَاطِبَةً، وَإِنَّمَا يَظُنُّ ذٰلِكَ بَعْضُ أَهْلِ الجَهْلِ: (فتح الباری ۹:۳۰) ترجمہ: ابوشامہؒ کہتے ہیں: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ آج جو سات قراءتیں پائی جاتی ہیں وہی حدیث کی مراد ہیں، یہ بات تمام اہل علم کے اجماع کے خلاف ہے، اور یہ بات بعض نادانوں ہی کا گمان ہے۔ اور اس قول کے فساد کی ایک دلیل یہ ہے کہ قراءتیں سات میں منحصر نہیں، دس تو متواتر ہیں، باقی چار غیر متواتر بھی ہیں، پس وہ اس حدیث کا مصداق کیسے ہوسکتی ہیں؟

۳- اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ شروع میں قرآن کریم کو حافظے کی مدد سے پڑھنے میں گنجائش رکھی گئی تھی، معنی کی حفاظت کے ساتھ اگر الفاظ میں بتدیلی ہوجائے تو اس کی اجازت تھی، اس وقت اس کی سخت ضرورت تھی، پھر بعد میں جب ضرورت باقی نہ رہی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو اُس لغتِ قریش پر جمع کردیا جس کو نزول کے ساتھ ہی لکھ کر محفوظ کرلیا گیا تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآنِ کریم کا حفظ کرنا نزول کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا، اور اہل لسان کے لئے دشواری یہ ہے کہ وہ رٹے بغیر کسی کلام کو ایک نہج پر نہیں پڑھ سکتے، اور عرب ذہین قوم تھی، رٹنا اس کے بس کی بات نہیں تھی، اور ناخواندہ بھی تھی، لکھا ہوا قرآن سامنے رکھ کر سب لوگوں کے لئے پڑھنا بھی دشوار تھا، نیز اس وقت قرآن کے نسخے بھی عام نہیں ہوئے تھے، اس لئے مضمون کی حفاظت کرتے ہوئے الفاظ بدل کر پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی، حضرت عمر اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہما کا یہ واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے، یہ دونوں حضرات قریشی تھے، ان میں نہ لہجوں کا اختلاف تھا، نہ لغات کا نہ قواعد کا، پھر بھی دونوں حضرات اپنے اپنے انداز پر سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے، یعنی ان کے الفاظ مختلف تھے، اور دونوں ہی کی نبی ﷺ نے تصویب فرمائی، اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب معنی کی حفاظت کرتے ہوئے الفاظ میں تبدیلی کی اجازت ہو، اس کے علاوہ اس حدیث کا اور کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔

علاوہ ازیں: عرب کے بعض قبائل کچھ حروف کا تلفظ نہیں کرسکتے تھے، آج بھی بعض مصری ج کا تلفظ نہیں کرسکتے وہ

گ پڑھتے ہیں، اور بعض قبائل کے لہجے مختلف تھے، کوئی امالہ کرتا تھا کوئی نہیں کرتا تھا، اور بعض قبائل کے قواعد الگ تھے، کوئی معرفہ بنانے کے لئے ال لگاتا تھا اور کوئی م، جیسے الرجلُ اور مَرَّجلُ۔ اسی طرح اور بھی اختلافات تھے، چنانچہ سب قبائل کو ابتداء میں لغتِ قریش پر جمع کرنا دشوار تھا، اور قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا تھا، اور اسی کو لکھ کر محفوظ کیا گیا تھا، مگر جب پہلی امت کے لئے اس کو یاد کرنے میں دشواری محسوس کی گئی تو نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے گنجائش طلب کی، جس کا ذکر باب کی پہلی روایت میں آیا ہے، چنانچہ شروع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معنی کی حفاظت کرتے ہوئے الفاظ میں تبدیلی کی اجازت دی گئی، پھر جب تمام قبائل ایک امت بن گئے اور وہ لغتِ قریش سے آشنا بھی ہوگئے اور لکھے ہوئے قرآنِ کریم بھی عام ہوگئے اور نئی نسل نے قرآن حفظ کرنا شروع کیا تو یہ عارضی اجازت ختم کردی گئی، حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایسے تمام مصاحف جلا دیئے جو مختلف طرح سے لکھے گئے تھے، اور مسلمانوں کو لغتِ قریش پر جمع کردیا، اس لئے اب وہ گنجائش باقی نہیں رہی۔ اب مختلف الفاظ سے قرآن پڑھنا جائز نہیں، بلکہ مصحف میں جس طرح لکھا گیا ہے اسی طرح قرآن پڑھنا ضروری ہے۔

مثال سے وضاحت: سورۃ الفرقان کی پہلی آیت ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ اس آیت میں اگر کوئی نَزَّلَ کی جگہ أَنْزَلَ پڑھے یا الفرقان کی جگہ القرآن پڑھے یا علی عبدہ کی جگہ علی محمدٍ پڑھے، یا للعٰلمین کی جگہ للناس پڑھے یا نَذِیْرًا کی جگہ بشیرًا پڑھے تو شروع میں اس کی گنجائش تھی، کیونکہ ذہین اہلِ لسان جنھوں نے تلقین کے ذریعہ قرآن یاد کیا ہوا ان سے ایسی تبدیلی ممکن تھی، اس لئے اس کی اجازت دی گئی، بعد میں جب اس گنجائش کی ضرورت نہ رہی تو یہ اجازت ختم کردی گئی۔

اور میں نے حدیث کا یہ مطلب امام طحاوی رحمہ اللہ کے قول سے سمجھا ہے، جو مجمع البحار سے حاشیہ میں نقل کیا ہے:
قال الطحاوی: كان السبعةُ فی أَوَّلِ الأَمْرِ لِضَرُوْرَةِ اخْتِلاَفِهِمْ لُغَةً، فلما ارْتَفَعَتْ بكثرةِ الناس: عادتَ إلی واحِدٍ (مجمع البحار) امام طحاوی فرماتے ہیں: سات (متعدد) طرح سے قرآنِ کریم پڑھنے کی اجازت شروع میں تھی، عربوں کے لہجوں کے اختلاف کی وجہ سے، یہ ایک ضرورت تھی، پھر جب لوگوں کے زیادہ ہوجانے کی وجہ سے لغات کا اختلاف ختم ہوگیا تو وہ سات طریقے ایک طریقہ کی طرف لوٹ گئے۔

فائدہ: اور جو سات یا دس متواتر قراءتیں مروی ہیں وہ اسی مصحف عثمانی میں پڑھی جاتی ہیں، جو لغتِ قریش میں لکھا گیا ہے، اور ان کا ثبوت تعامل (اجماع) سے ہے، جو اصولِ شرع میں سے ایک اصل ہے، پس یہ سب قراءتیں معتبر ہیں۔

مگر ان متواتر قراءتوں کا باب کی حدیث سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ یہ سب قراءتیں مصحفِ عثمانی میں پڑھی جاتی ہیں، ان میں لہجوں کا اختلاف، طریقِ ادا کا اختلاف اور طرق تحسین کا اختلاف ملحوظ ہے۔ البتہ أبو اب القراء ة میں جو دوسری روایتیں ہیں ان کو باب کی حدیث سے جوڑا جاسکتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ مالك کو مَلِك پڑھنے کی گنجائش بھی ابتداء میں

تھی، بعد میں یہ اجازت ختم کردی گئی، اسی طرح وما خلق کے بغیر والذکر والأنثی پڑھنے کا معاملہ ہے۔

مسئلہ: فن قراءت میں جو سات یا دس طریقے تواتر کے ساتھ مروی ہیں ان میں سے کسی بھی طریقہ پر نماز میں قرآنِ کریم پڑھا جائے تو نماز درست ہے، اسی طرح أبواب القراءة میں جو مختلف قراءتیں مروی ہیں ان میں سے بھی جو متواتر قراءتیں ہیں ان کو نماز میں پڑھنا جائز ہے، اور البحر الرائق میں ہے کہ قراءتِ شاذّہ پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے گی، لیکن النہر الفائق میں ہے: الأَوْجَهُ: أَنَّهُ لاَتَفْسُدُ: مدلل بات یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ یہاں دو باتیں جان لینی چاہئیں:

پہلی بات: جس طرح درسگاہ میں چند قراءتیں ملاکر پڑھی جاتی ہیں یہ خارج نماز میں بھی مکروہ ہے، پھر نماز میں اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟ درمختار میں ہے: قراءةُ القرآن بقراءةٍ معروفةٍ وَشَاذَّةٍ: دفعةً واحدةً مکروہٌ (درمختار ۵:۲۹۹) مگر اس طرح نماز میں قراءتوں کا کھچڑا کوئی نہیں پکاتا، اس لئے یہ بات میں نے بس یونہی ذکر کی ہے۔

دوسری بات: جس علاقہ میں جو قراءت معروف ہو وہی نماز میں پڑھنی چاہئے، تاکہ مَنْهَجِيَّتْ باقی رہے، اور لوگوں میں خلفشار نہ ہو، اور امام سے اگر غلطی ہوجائے تو پیچھے سے کوئی لقمہ دے سکے۔

مثلاً ہندوستان میں بلکہ اب تو ساری دنیا میں امام حفص کی قراءت پڑھی جاتی ہے، اس لئے نماز میں اسی کو پڑھنا چاہئے، بعض قراء جہری نماز میں غیر حفص کی قراءت پڑھتے ہیں: یہ ٹھیک نہیں، وہ کہتے ہیں کہ دوسری قراءتوں کا رواج ختم ہوگیا ہے، اس لئے ہم ان کو رواج دینے کے لئے پڑھتے ہیں، اور مردہ سنت کو زندہ کرتے ہیں۔

مگر اس سے عوام میں خلفشار ہوتا ہے، میرا تجربہ ہے: نیویارک (امریکہ) میں عشاء کی نماز میں ایک امام صاحب نے سورہ والضُّحیٰ حفص کے علاوہ کسی اور قراءت میں پڑھی، لوگوں نے نماز کے بعد ہنگامہ بپا کیا کہ یہ کیا پڑھا! نماز نہیں ہوئی! مجھے ایک گھنٹہ تقریر کرنی پڑی کہ یہ بھی ایک قراءت متواترہ ہے، اور اس کو پڑھنے سے بھی نماز ہوجاتی ہے۔

اسی طرح دوسری قراءت پڑھنے میں امام سے کوئی غلطی ہوجائے تو پیچھے کوئی لقمہ دینے والا نہیں ہوگا، کیونکہ اس قراءت کا جاننے والا پیچھے کوئی نہیں ہوگا، نیز یہ بات مَنْهَجِيَّتْ کے بھی خلاف ہے، اور یہ کہنا کہ سب قراءتیں متواتر ہیں: بیشک درست ہے، مگر جو معروف قراءت ہے وہ بھی تو متواتر ہے، پھر اس کو چھوڑ کر دوسری قراءت پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟!

ایک واقعہ: حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے جب نماز میں رفع یدین اور آمین بالجہر شروع کیا تو دہلی میں لوگوں میں خلفشار ہوا، ان کے چچا استاذ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ان کو منع کیا، انھوں نے جواب دیا: یہ سنت ہے، اور مردہ سنت کو زندہ کرنے کا بڑا ثواب ہے، شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے جواب دیا: یہ ثواب اس سنت کو زندہ کرنے کا ہے جس کے مقابل بدعت ہو، اور رفع یدین اور آمین بالجہر ایسی سنتیں ہیں جن کے مقابل بھی سنتیں ہیں، اس لئے احیاءِ سنت کی فضیلت ان سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے نہیں ہے۔

اسی طرح جس علاقہ میں جو قراءت معروف ہے وہ بھی سنت ہے اور اس کے مقابل دوسری متواتر قراءتیں بھی سنت ہیں، پھر معروف قراءت کو چھوڑ کر غیر معروف قراءت کو پڑھنا کیسے مناسب قرار دیا جاسکتا ہے؟

اور جاننا چاہئے کہ غیر معروف قراءت پڑھنے کے پیچھے دو جذبے کارفرما ہوسکتے ہیں: ایک: احیائے فن کا جذبہ، دوسرا: خودنمائی کا شوق، قراء کہتے تو یہ ہیں کہ ہم فن کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، مگر لوگوں کی بدگمانی یہ ہے کہ وہ خودنمائی کے لئے ایسا کرتے ہیں، پس اگر حقیقت میں یہی بات ہو یا لوگ ایسا گمان کرتے ہوں تو پھر قراء کو چاہئے کہ وہ اپنی اور لوگوں کی نماز خراب نہ کریں۔ واللہ الموفق۔

[١٥-] بابُ ماجاءَ أَنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ

[٢٩٥٥-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا الحَسَنُ بْنُ مُوْسَى، نَا شَيْبَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ أَبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: لَقِيَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جِبْرَئِيْلَ، فَقَالَ:" يَا جِبْرَئِيْلُ! إِنِّيْ بُعِثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أُمِّيِّيْنَ: مِنْهُمُ العَجُوْزُ، وَالشَّيْخُ الكَبِيْرُ، وَالغُلَامُ، وَالْجَارِيَةُ، وَالرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ " قَالَ:" يَا مُحمدُّ! إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ"

وفي الباب: عَنْ عُمَرَ، وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، وَأَبِيْ هريرةَ، وَأُمِّ أَيُّوْبَ، وَهِيَ: امْرَأَةُ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ، وَسَمُرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِيْ جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، قَدْ رُوِيَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

[٢٩٥٦-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِي، أَخْبَرَاهُ: أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: مَرَرْتُ بِهِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ، وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِيْ حَيَاةِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَاسْتَمَعْتُ قِرَاءَ تَهُ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ، لَمْ يُقْرِئْنِيْهَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِيْ الصَّلَاةِ، فَنَظَرْتُه حَتَّى سَلَّمَ، فَلَمَّا سَلَّمَ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ، فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا؟ فَقَالَ أَقْرَأَنِيْهَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قُلْتُ لَهُ: كَذَبْتَ وَاللّٰهِ! إِنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَهُوَ أَقْرَأَنِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ تَقْرَأُهَا، فَانْطَلَقْتُ أَقُوْدُهُ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الفُرْقَانِ عَلَى حُرُوْفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيْهَا، وَأَنْتَ أَقْرَأْتَنِيْ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:"أَرْسِلْهُ يَاعُمَرُ، اقْرَأْ يَاهِشَامُ" فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:" هٰكَذَا أُنْزِلَتْ" ثُمَّ قَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:"اقْرَأْ يَا عُمَرُ!" فَقَرَأْتُ القَرَاءَةَ الَّتِيْ

أَقْرَأَنِیْ النبیُّ صلی اللہ علیه وسلم، فَقَالَ النبیُّ صلی اللہ علیه وسلم:" هٰكِذَا أُنْزِلَتْ" ثُمَّ قَالَ النبیُّ صلی اللہ علیه وسلم:" إِنَّ هٰذَا القُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَأُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنْهُ"

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ.

بابٌ

۱۶-قرآن پڑھنے پڑھانے کی فضیلت

پہلے دوجگہ (تحفہ۴: ۳۵۷و۵: ۲۷۰) یہ حدیث گذری ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان بھائی کی دنیا کی بے چینیوں میں سے کوئی بے چینی دور کی تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی بے چینیوں میں سے کوئی بڑی بے چینی دور فرمائیں گے، اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا: اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے، اور جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا: اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے (یہاں تک مضمون حدیث ۱۴۰۹ و۱۹۲۷ میں گذر چکا ہے) اور جو شخص کوئی ایسی راہ چلتا ہے جس میں وہ علم تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کرتے ہیں (یہ مضمون پہلے حدیث ۲۶۴۷ أبو اب العلم باب۲ میں گذر چکا ہے) پھر اس کے بعد دو مضمون اس حدیث میں زائد ہیں، جو پہلے نہیں آئے۔

۱-وما قَعَدَ قومٌ فی مسجدٍ يتلون كتابَ اللّٰه، ويَتَدَارَسُوْنَه بَيْنَهم: إِلَّا نَزَلَتْ عليهم السَّكِيْنَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرحمةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْملائِكَةُ: اور جو لوگ کسی مسجد میں بیٹھتے ہیں درانحالیکہ وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اور وہ آپس میں اللہ کی کتاب کو پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، اور ان پر رحمت الٰہی چھا جاتی ہے، اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں (یہ قرآنِ کریم پڑھنے پڑھانے والوں کی خاص فضیلت ہے، اور قرآن کا پڑھنا عام ہے، الفاظ سیکھنا، تجوید سیکھنا، اور اس کی تفسیر جاننا سب حدیث کا مصداق ہیں، اور سکینت سے مراد سکون ذہنی اور اطمینان قلبی ہے)

۲-وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِه نَسَبُهُ: اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کردے اس کا نسب اس کو آگے نہیں کرسکتا۔

تشریح: عمل سے اخروی زندگی بنتی ہے، اگر نیک عمل کرے گا تو آخرت میں بامراد ہوگا، ورنہ نامراد ہوگا، اور نسب آخرت میں نجات کا سبب نہیں بن سکتا، ہاں رفعِ درجات کا سبب بن سکتا ہے، پس جو بداعمالیوں میں مبتلا رہا اور اس کی وجہ سے وہ جنت کی طرف نہیں بڑھ سکا: اس کا کسی بڑے آدمی سے نسبی تعلق آخرت میں کچھ کام نہیں آئے گا، اور اس آخری بات

کاتعلق حدیث میں مذکورتمام باتوں سے ہے،حدیث میں متعدد نیک کاموں کی ترغیب دی گئی ہے،اورآخر میں فرمایا ہے کہ یہ اعمال کرو،یہی آخرت میں باعث نجات ہونگے،اوراگرعمل میں پیچھے رہ گئےتو نسب تمہیں جنت میں نہیں لے جائے گا۔

[۱۶-] بابٌ

[۲۹۵۷-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، نَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرة، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ نَفَّسَ عَنْ أَخِيْهِ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا: نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمِنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ: يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا: سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا قَعَدَ قَوْمٌ فِيْ مَسْجِدٍ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ: إِلاَّ نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلاَئِكَةُ، وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ"

هٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَ هٰذَا الحديثِ، وَرَوَى أَسْبَاطُ بْنُ مُحمدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حُدِّثْتُ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هريرةَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الحديثِ.

وضاحت: اسباط بن محمد کی روایت جس میں امام اعمش اورابو صالح کے درمیان مجہول واسطہ ہے پہلے گذر چکی ہے(دیکھیں: حدیث ۱۹۱۷أبو اب البر باب۱۹تحفہ۵:۲۷۱)

بابٌ

۱۷-قرآنِ کریم کتنے دن میں ختم کیا جائے؟

قرآن ختم کرنے کے لئے کوئی حد متعین نہیں،کم وبیش وقت میں ختم کرسکتے ہیں،البتہ امت میں ہمیشہ قرآنِ پاک زیادہ سے زیادہ پڑھنے کاعمل رہا ہے، بہت سے ایسے باہمت لوگ گذرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جو روزانہ ایک قرآن ختم کرتے ہیں،اورایک دودن نہیں بلکہ زندگی بھرکاان کا یہ معمول ہے،اورایسے لوگ بھی کچھ کم نہیں جومنزل فیل کا وردرکھتے ہیں،یعنی تین دن میں قرآن ختم کرتے ہیں،پہلی منزل سورۂ فاتحہ سے، دوسری سورۂ یونس سے اور تیسری سورۂ لقمان سے شروع ہوتی ہے،اورایسے لوگوں کی تعداد تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جوسات دن میں قرآنِ پاک ختم کرتے ہیں، یہ لوگ فَمِيْ بِشَوْقٍ کاوردرکھتے ہیں۔پہلی منزل سورۃ الفاتحہ سے، دوسری سورۃ المائدہ سے،تیسری سورۂ یونس سے،

چوتھی سورۂ بنی اسرائیل سے، پانچویں سورۃ الشعراء سے، چھٹی والصّٰفّٰت سے اور ساتویں سورۂ ق سے آخر قرآن تک ہے اور یہی منزلیں قرآنِ پاک میں لکھی ہوئی ہیں، پس قرآن ختم کرنے کا سب سے افضل یہی طریقہ ہے۔

حدیث (۱): حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کتنے دن میں قرآن ختم کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ''ایک ماہ میں ختم کرو'' میں نے عرض کیا: میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں، یعنی اس سے جلدی ختم کرسکتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: ''بیس دن میں ختم کرو'' میں نے عرض کیا: میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: ''پندرہ دن میں ختم کرو'' میں نے عرض کیا: میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: ''دس دن میں ختم کرو'' میں نے عرض کیا: میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: ''پانچ دن میں ختم کرو'' میں نے عرض کیا: میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں، حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں: پس آپؐ نے مجھے اجازت نہ دی، یعنی پانچ دن سے کم میں ختم کرنے کی اجازت نہ دی (اور بخاری (حدیث ۵۰۵۴) میں ہے کہ حضرت عبداللہ نے عرض کیا: **إِنِّیْ أَجِدُ قُوَّۃً، قَالَ: فَاقْرَأْہُ فِیْ سَبْعٍ، وَلاَتَزِدْ علی ذلك:** سات دن میں پڑھو، اس سے جلدی ختم نہ کرو)

حدیث (۲): حضرت عبداللہ بن عمروؓ ہی سے مروی ہے: نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: **إِقْرَأِ الْقُرْآنَ فِیْ أَرْبَعِیْنَ:** چالیس دن میں قرآنِ کریم ختم کرو۔

حدیث (۳): حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **لَمْ یَفْقَہْ مَنْ قَرَأَ القرآنَ فِیْ أَقَلَّ مِنْ ثَلاَثٍ:** وہ شخص قرآنِ کریم نہیں سمجھا جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا (یہ حدیث **أبواب القراءة** کے بالکل آخر میں آرہی ہے)

تشریح: حضرت اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کم از کم چالیس دن میں تو ایک قرآن ختم کرنا ہی چاہئے، کیونکہ نبی ﷺ نے چالیس دن میں قرآن ختم کرنے کا حکم دیا ہے...... اور بعض اہل علم کہتے ہیں: تین دن سے کم میں قرآن ختم نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ حدیث میں ہے: ''جو تین دن سے کم میں قرآن ختم کرتا ہے وہ قرآن نہیں سمجھتا''...... اور بعض اہل علم تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دیتے ہیں، کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک رکعت میں قرآنِ کریم پڑھا کرتے تھے، اور اس ایک رکعت سے اپنی تہجد کی نماز کو طاق بنایا کرتے تھے، یعنی وتر کی آخری رکعت میں پورا قرآن پڑھتے تھے، یہ روایت محمد بن نصر کی قیام اللیل میں ہے، اور ضعیف ہے، اور حضرت سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے: انھوں نے کعبہ شریف میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا (ان کے علاوہ اکابر سے اور بھی متعدد روایتیں ہیں جن کو حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحیٔ لکھنوی قدس سرہ کی کتاب **إقامة الحُجّة علی أَنَّ الإِکْثَارَ فی التعبُّد لیس ببدعةٍ** میں دیکھا جاسکتا ہے)...... اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اہل علم کے نزدیک مستحب ہے (کیونکہ نبی ﷺ اسی طرح پڑھتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ تین دن سے کم میں قرآن ختم نہیں

کیا کرتے تھے، پس بزرگوں کے عمل کو جواز پر محمول کریں گے، اور نبی ﷺ کے معمول کو اپنا معمول بنائیں گے)

[-١٧] بابٌ

[-٢٩٥٨] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ محمدٍ القُرَشِيُّ، ثَنِىْ أَبِىْ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! فِىْ كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ:"اخْتِمْهُ فِىْ شَهْرٍ" قُلْتُ: إِنِّىْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ:" اخْتِمْهُ فِىْ عِشْرِيْنَ" قُلْتُ: إِنِّى أُطِيْقُ أَفْضَلَ مَنْ ذٰلِكَ، قَالَ: "اخْتِمْهُ فِىْ خَمْسَةَ عَشَرَ" قُلْتُ: إِنِّىْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ:" اخْتِمْهُ فِىْ عَشْرٍ" قُلْتُ: إِنِّى أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ:" اخْتِمْهُ فِىْ خَمْسٍ" قُلْتُ: إِنِّىْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَمَا رَخَّصَ لِىْ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ أَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو.

[-٢٩٥٩] وَرُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِىْ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ"

وَرُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهُ: " اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِىْ أَرْبَعِيْنَ "

وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ: وَلَانُحِبُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْتِىَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، وَلَمْ يَقْرَأِ الْقُرْآنَ: بِهٰذَا الحديثِ.

وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ: لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِىْ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ، لِلْحَدِيْثِ الَّذِىْ رُوِىَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَرَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ.

[-٢٩٦٠] وَرُوِىَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِىْ رَكْعَةٍ: يُوْتِرُ بِهَا.

[-٢٩٦١] وَرُوِىَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِىْ رَكْعَةٍ فِىْ الْكَعْبَةِ.

والتَّرْتِيْلُ فِىْ الْقَرَاءَ ةِ أَحَبُّ إِلَى أَهْلِ الْعِلْمِ.

[-٢٩٦٢] حدثنا أَبُوْ بَكْرِ بْنِ أَبِىْ النَّضْرِ الْبَغْدَادِىُّ، نَا عَلِىُّ بْنُ الحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهُ:" اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِىْ أَرْبَعِيْنَ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

[-٢٩٦٣] وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أَمَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ فِىْ أَرْبَعِيْنَ.

۱۸-ایک قرآن ختم کرکے فوراً دوسرا قرآن شروع کرنا بہترین عمل ہے

حدیث: ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا: الحالُّ المُرْتَحِلُ: منزل پر فروکش ہونے والا، پھر وہاں سے کوچ کرنے والا مسافر، یعنی وہ مسافر جو دورانِ سفر کسی منزل میں آرام کے لئے اترے، پھر وہاں سے آگے سفر شروع کردے۔ اس بندے کا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے کام کو کسی مرحلہ پر پہنچا کر موقوف نہیں کرتا بلکہ آگے بڑھتا ہے وہ بھی اس حدیث کا مصداق ہے۔ پس تلاوت بھی ایک مسلسل عمل ہے، اس کی کوئی آخری منزل نہیں، اس لئے ایک قرآن ختم کرکے فوراً دوسرا قرآن شروع کردینا چاہئے۔

اسی حدیث کی بناء پر رمضان شریف میں تراویح کی آخری رکعت میں دوسرا قرآن شروع کرکے ﴿الْمُفْلِحُوْنَ﴾ تک پڑھنے کا معمول ہے، مگر حفاظِ کرام عام طور پر اگلے دن المفلحون سے نہیں پڑھتے، بلکہ اِدھر اُدھر سے پڑھتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں۔

ملحوظہ: آخری حدیث گذشتہ عنوان کے تحت لکھی ہے۔

[۲۹٦٤-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، نَا الهَيْثَمُ بْنُ الرَّبِيْعِ، ثَنَا صَالِحُ المُرِّيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: "الحَالُّ الْمُرْتَحِلُ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، نَا صَالِحُ الْمُرِّيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وَهٰذَا عِنْدِيْ أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ الرَّبِيْعِ.

[۲۹٦٥-] حدثنا مَحمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِيْ أَقَلَّ مِنْ ثَلاَثٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.
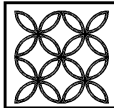
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ تَفْسِیْرِ الْقُرْآنِ

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآنِ کریم کی تفسیر

اصولِ شرع (دین کے بنیادی مآخذ) تین ہیں: قرآنِ کریم، سنت نبوی اور اجماع امت۔ ان میں اصل قرآنِ کریم ہے، اس کو متن کی حیثیت حاصل ہے، وہ اللہ کا کلام ہے، اس کے الفاظ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اور نبی ﷺ کا کوئی دخل نہیں، البتہ اس کی تبیین وتشریح نبی ﷺ کے ذمہ رکھی گئی ہے، سورۃ النحل (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَیْكَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِلَّ إِلَیْهِمْ﴾: اور ہم نے آپؐ پر یہ قرآن اتارا تا کہ آپؐ جو وحی لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے اس کو کھول کر بیان کریں۔ اور سورۃ القیامہ (آیت ۱۹) میں نبی ﷺ کی تشریحات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، ثُمَّ إِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهُ﴾ پس جب ہم قرآن پڑھیں، یعنی ہمارا فرشتہ وحی نازل کرے تو آپؐ اس کی پیروی کریں، یعنی آپؐ وحی بغور سنیں اور اس کو دوہرانے کی طرف متوجہ نہ ہوں، پھر اس کا بیان کرانا ہمارے ذمہ ہے، یعنی اس وحی کو آپؐ کے دل ودماغ میں محفوظ کرنا، پھر لوگوں کے سامنے اس کو پڑھوانا اور لوگوں کو سمجھانا ہمارے ذمہ ہے، ہم یہ کام آپؐ سے لیں گے، اور اس کی وجہ سورۃ النجم میں یہ بیان فرمائی ہے: ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی، عَلَّمَهُ شَدِیْدُ الْقُوٰی﴾ یعنی پیغمبر علیہ السلام اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، وہ جو کچھ پیش کرتے ہیں وحی ہوتی ہے، جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے، وہ وحی ان کو ایک فرشتہ تعلیم دیتا ہے جو بڑا طاقت ور ہے۔

غرض تمام احادیث شریفہ قرآنِ کریم کی تبیین وتشریح ہیں، اور اجماع امت چونکہ آثار پر مبنی ہوتا ہے اس لئے اس کا مرجع بھی قرآنِ کریم ہے، اس طرح تفسیر قرآن کی روایتیں محدود نہیں رہتیں، بلکہ تمام حدیثیں قرآنِ کریم کی تفسیر بن جاتی ہیں، مگر وہ تمام روایتیں أبواب التفسیر میں ذکر نہیں کی جاتیں، کچھ مخصوص روایت ہی ذکر کی جاتی ہیں، جن کا تعلق یا تو بنیادی مسائل سے ہوتا ہے، یا شانِ نزول سے، یا آیات کے مضمرات سے، یا دیگر نکات سے، پس یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اب جو ابواب شروع ہو رہے ہیں ان میں مذکور روایات ہی تفسیری روایات ہیں، یہ تو ان روایات کا بعض حصہ ہیں۔

بابُ ماجاءَ فِي الَّذِيْ يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ

تفسیر بالرائے پر وعید

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَالَ فِيْ الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: جس نے قرآنِ کریم میں علم کے بغیر گفتگو کی اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے!

تشریح: تفسیر کرنے کے لئے صلاحیت ضروری ہے، علم کے بغیر جو تفسیر کرے گا وہ تفسیر بالرای ہوگی، اور علماء نے تفسیر کرنے کے لئے پندرہ علوم ضروری قرار دیئے ہیں، جو یہ ہیں: لغت، نحو، صرف واشتقاق، معانی، بیان، بدیع، قراءت، اصولِ دین (علم کلام) اصولِ فقہ، اسبابِ نزول، واقعات کی تفصیلات، ناسخ ومنسوخ، علم فقہ، وہ احادیث جن میں قرآن کے اجمال وابہام کی وضاحت ہے، اور تفسیر کرنے کی خداداد صلاحیت............ان پندرہ کو اگر سمیٹا جائے تو پانچ علوم ضروری ٹھہرتے ہیں: اول: عربیت کی بھرپور صلاحیت، جس میں لغت، نحو، صرف واشتقاق، معانی، بیان اور بدیع آجاتے ہیں۔ دوم: احادیث کا علم، جن میں اسبابِ نزول، واقعات کی تفصیلات اور ناسخ ومنسوخ کا بیان آجاتا ہے، سوم: علم کلام، کیونکہ جو اسلامی عقائد سے واقف نہیں وہ تفسیر کیسے کرسکتا ہے؟ چہارم: علم فقہ، اس کے بغیر مفسر قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے، پنجم: تفسیر کرنے کی خداداد صلاحیت......ان علوم کے بغیر تفسیر قرآن پر اقدام کرنا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔

حدیث (۲): پہلی حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، دوسری سند سے اس طرح آئی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: اتَّقُوْ الحديثَ عَنِّيْ إِلاَّ مَا عَلِمْتُمْ: میری طرف سے باتیں بیان کرنے سے بچو، مگر وہ جو تم جانتے ہو بیان کرسکتے ہو، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ متعمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: پس جو شخص مجھ پر بالقصد جھوٹ باندھے اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے، وَمَنْ قَالَ فی القرآن بِرَأْيِهِ فَلْيَتبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: اور جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں گفتگو کرے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

تشریح: حدیث کے شروع میں ہدایت ہے کہ میری طرف سے ایسی باتیں بیان کرنے سے بچو جو تم نہیں جانتے، پھر اس کی دو مثالیں دی ہیں: اول: غلط احادیث بیان کرنا، دوم: تفسیر بالرائے کرنا، اول کو اہمیت دینے کے لئے مقدم کیا ہے، ورنہ اہم دوسری بات ہے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَالَ فی القرآن بِرَأْيِهِ، فَأَصَابَ، فَقَدْ أَخْطَأَ: جس نے قرآن میں اپنی رائے سے گفتگو کی، پس اگر اس نے درست بات کہی تو بھی اس نے یقیناً غلطی کی یعنی اگر اس کی بات اتفاقاً درست ہوگئی تو بھی یہ طریقہ غلط ہے، کیونکہ ضروری نہیں کہ مفسر کی ایسی ہر بات درست ہو، اور جب آدمی کو ایسا کرنے کی عادت پڑجاتی ہے تو پھر وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔

تشریح: تفسیر قرآن میں عقل کا استعمال ممنوع نہیں، قرآنِ کریم جگہ جگہ عقل کو استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے، پھر وہ قرآن فہمی میں عقل کے استعمال سے کیسے روک سکتا ہے؟ بلکہ ان حدیثوں میں ''رائے'' سے مراد ''نظریہ'' ہے۔ پہلے ایک نظریہ قائم کرنا پھر اس نقطۂ نظر سے قرآن پڑھنا، اور قرآن کو اس کے مطابق بنانا: تفسیر بالرائے ہے، جو حرام ہے، جیسے ایک صاحب نے حالاتِ زمانہ سے متأثر ہوکر نظریہ قائم کیا کہ نبوت کا مقصد دنیا میں اللہ کی حکومت قائم کرنا ہے، پس جو پیغمبر اس میں کامیاب ہوئے وہی اپنے مشن میں کامیاب ہوئے، اور جو انبیاء حکومتِ الٰہیہ قائم نہ کرسکے: وہ اپنے مشن میں ناکام رہے، توبہ! توبہ!

پھر جب انھوں نے اپنے اس نظریہ کی تائید قرآنِ کریم سے نہ پائی تو انھوں نے'' قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' نامی کتاب لکھی، اور الٰہ، رب، عبادت اور دین کو وہ معنی پہنائے جو چودہ صدیوں سے امت نہیں جانتی تھی، اور اس طرح انھوں نے اپنا نظریہ قرآنِ کریم میں داخل کیا، یہ تفسیر بالرای ہے۔

تفسیر بالرای کی ایک نظیر: اسی دور میں یعنی جنگ آزادی کے زمانہ میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی قدس سرہ نے قیام روس کے زمانہ میں اشتراکیت (کمیونزم) سے متأثر ہوکر ایک نظریہ قائم کیا، پھر انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے فلسفہ کی اپنے نظریہ کے مطابق تشریح کی، اور انھوں نے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو ایک ایسا نظریہ اوڑھایا جو مجھے حجۃ اللہ البالغہ میں کہیں نظر نہیں آیا، میں نے حجۃ اللہ کی اللہ کے فضل سے شرح لکھی ہے، اور اس میں کوشش کی ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی بات سمجھاؤں، اپنی یا کسی اور کی بات اس میں نہ ملاؤں، مجھے حجۃ اللہ میں ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں ملی جو مولانا سندھیؒ نے تحریک ولی اللہ کی تشریح میں پیش کی ہیں، یہ بھی تفسیر بالرای کی ایک نظیر ہے۔

ایک اور نظیر: تبلیغی جماعت کا معاملہ ہے، اس جماعت نے ''جہاد'' کے تعلق سے اپنا ایک خاص نظریہ بنایا ہے، وہ اپنے ہی کام کو جہاد کا مصداق سمجھتے ہیں، چنانچہ قرآن وحدیث میں جہاد کے تعلق سے جو کچھ آیا ہے وہ اس کو اپنے کام پر فٹ کرتے ہیں، اور انھوں نے اپنی جماعت کے مطالعہ کے لئے مشکوۃ شریف سے جو ابواب منتخب کئے ہیں ان میں بھی پوری کتاب الجہاد اٹھائی ہے، یہ بھی جہاد کی تفسیر بالرای ہے۔

ملحوظہ: تفسیر بالرای کی وضاحت: علامہ کشمیری قدس سرہ نے فیض الباری (۱۵۰:۴) میں اور حضرت نانوتوی قدس سرہ نے تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس (ص:۳۶و۳۷) میں کی ہے، جو خاصّے کی چیز ہے، طلبہ اس کو ضرور دیکھیں اور میں نے وہ دونوں تفسیریں الفوز الکبیر کی عربی شرح العون الکبیر کے مقدمہ میں نقل کی ہیں، وہاں بھی دیکھی جاسکتی ہیں اور رحمۃ اللہ الواسعہ (۱۳۹:۳) میں دونوں بزرگوں کے افادات پر مشتمل ایک مضمون ہے، اس کو ضرور دیکھا جائے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ جب اور جہاں حالات سازگار ہوں: حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا مقاصدِ نبوت میں سے ایک

اہم مقصد ہے، مگر وہ تعلیماتِ انبیاء کی ایک شاخ ہے، بلکہ اہم شاخ ہے، مگر وہ درخت کا تنا نہیں، اگر اس کو اصل (تنا) بنا دیا جائے اور دین کی تمام تعلیمات کو اس پر متفرع کیا جائے تو یہ غلطی ہوگی۔

ایک واقعہ: شہر لندن میں خلافت کمیٹی کے نوجوان میرے پاس ایک مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے آئے، انھوں نے سوال کیا: خلافت کا احیاء ضروری ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: ضروری ہے! وہ کہنے لگے: پھر آپ ہماری تحریک میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟ میں نے کہا: ابھی ایک سوال باقی ہے؟ وہ کہنے لگے: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اب یہ پوچھو کہ کہاں؟ کہنے لگے: ہاں یہ سوال رہ گیا، میں نے کہا: جب اور جہاں حالات سازگار ہوں وہاں احیائے خلافت ضروری ہے۔ آپ حضرات مصر جائیں، ٹرکی جائیں، عراق اور ایران جائیں، پاکستان اور بنگلہ دیش جائیں، اور وہاں احیائے خلافت کی سعی کریں، وہ مسلمانوں کے ملک ہیں، وہاں اس کے امکانات ہیں، وہ کہنے لگے: ان ملکوں میں تو گردن اڑتی ہے! میں نے کہا: پھر اللہ کے بندو! اس ملک (برطانیہ) میں جہاں مسلمانوں کو اطمینان سے سانس لینے کا موقع ملا ہے، اور یہاں ابھی احیائے خلافت کا کوئی امکان نہیں: یہاں اس کی تحریک چلا کر مسلمانوں کا چین کیوں برباد کرتے ہو؟ یہاں جو امکانات ہیں یعنی دعوت وتبلیغ کے جو مواقع ہیں ان سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے؟ (فائدہ پورا ہوا)

پھر باب کے آخر میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے:

سوال: حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ وغیرہ تابعین جو تفسیریں بیان کرتے ہیں: وہ ان کی اپنی رائیں ہوتی ہیں۔ ان کا کوئی مستند نہیں ہوتا، پس کیا وہ بھی تفسیر بالرای کے زمرہ میں آتی ہیں؟

جواب: امام ترمذیؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان حضرات نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا، انھوں نے یہ باتیں صحابہ سے سنی ہیں، اور صحابہ نے وہ باتیں نبی ﷺ سے لی ہیں، خود حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے قرآن کی ہر آیت کے بارے میں صحابہ سے کچھ نہ کچھ سنا ہے، اور مجاہد کہتے ہیں: اگر مجھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شاگردی کا موقع ملتا تو مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ بہت سی باتیں نہ پوچھنی پڑتیں جو میں نے ان سے پوچھی ہیں، ان روایات سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تفسیریں نقل پر مبنی ہیں، عقل پر مبنی نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أبوابُ تفسير القرآن

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[۱-] بابُ ماجاءَ فِي الَّذِيْ يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ

[۲۹۶۶-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ قَالَ فِيْ الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٩٦٧-] حدثنا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ، نَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" اتَّقُوْا الحديثَ عَنِّيْ إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ قَالَ فِيْ الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[٢٩٦٨-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنِيْ حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ، نَا سُهَيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَهُوَ: ابْنُ أَبِيْ حَزْمٍ، أَخُوْ حَزْمٍ الْقُطَعِيِّ، ثَنَا أَبُوْ عِمْرَانَ الجَوْنِيُّ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ قَالَ فِيْ الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ "

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الحديثِ فِيْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ حَزْمٍ، وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم وَغَيْرِهِمْ: أَنَّهُمْ شَدَّدُوْا فِيْ هٰذَا: فِيْ أَنْ يُفَسَّرَ الْقُرْآنُ بِغَيْرِ عِلْمٍ.

وَأَمَّا الَّذِيْ رُوِيَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُمْ فَسَّرُوْا الْقُرْآنَ، فَلَيْسَ الظَّنُّ بِهِمْ: أَنَّهُمْ قَالُوْ فِيْ الْقُرْآنِ، أَوْ فَسَّرُوْهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ، أَوْ مِنْ قِبَلِ أَنْفُسِهِمْ.

وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُمْ مَايَدُلُّ عَلَى مَا قُلْنَا: أَنَّهُمْ لَمْ يَقُوْلُوْا مِنْ قِبَلِ أَنْفُسِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ:

حدثنا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْبَصْرِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: مَافِيْ الْقُرْآنِ آيَةٌ إِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ فِيْهَا شَيْئًا.

حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: قَالَ مُجَاهِدٌ: لَوْ كُنْتُ قَرَأْتُ قِرَاءَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، لَمْ أَحْتَجْ أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ كَثِيْرٍ مِنَ الْقُرْآنِ مِمَّا سَأَلْتُ.

ترجمہ: اوراسی طرح یعنی جس طرح حدیثوں میں وعیدیں آئی ہیں، صحابہ وغیرہ بعض اہل علم سے روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ میں سختی کی ہے، یعنی اس بات میں سختی کی ہے کہ علم کے بغیر قرآن کی تفسیر کی جائے......اور رہی وہ بات جو مجاہد اور قتادہ وغیرہ اہل علم سے روایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے قرآن کی تفسیر کی ہے (بغیر بنیاد کے) پس ان کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا ہے، یا علم کے بغیر انھوں نے تفسیر کی ہے، یا اپنی طرف سے انھوں نے تفسیر کی ہے، کیونکہ ان سے وہ باتیں مروی ہیں جو ہماری کہی ہوئی بات کی دلیل ہیں کہ انھوں نے علم کے بغیر اپنی طرف سے یہ باتیں نہیں کہیں (پھر قتادہ اور حضرت مجاہد رحمہما اللہ کے اقوال ہیں، ان کا ترجمہ اوپر آگیا)

وَمِنْ سُوْرَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

سورۂ فاتحہ کی تفسیر

۱- سورۂ فاتحہ کی اہمیت

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس نے فاتحہ نہ پڑھی، تو وہ نماز خِداج ہے، وہ نماز خداج ہے، یعنی ناتمام ہے، طالب عالم نے پوچھا: اے ابو ہریرہؓ! کبھی میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں (اس وقت کیا کروں؟) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فارسی! اس وقت فاتحہ کو اپنے دل میں سوچ[1]، اس لئے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے نماز (فاتحہ) اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھی آدھی بانٹ دی ہے، اس کی آدھی میرے لئے ہے، اور اس کی آدھی میرے بندے کے لئے ہے، اور میرے بندے کے لئے وہ بات ہے جو اس نے مانگی ہے، یعنی اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، بندہ پڑھتا ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے! پس اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے بندے نے میری تعریف کی'' پھر بندہ کہتا ہے: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾: جو بے حد مہربان، نہایت رحم والے ہیں! تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے بندے نے میری ثنا کی'' پھر بندہ کہتا ہے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾: وہ روز جزاء کے مالک ہیں! تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی'' اور یہ میرے لئے ہے، یعنی یہاں تک کی تین آیتوں میں اللہ کی حمد وثنا ہے، اور میرے اور میرے بندے کے درمیان: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾: ہے، جس کا ترجمہ ہے: ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اس آیت کا آدھا مضمون اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے، اور باقی آدھے میں بندے نے اپنی حاجت طلب کی ہے، پھر سورت کے آخر تک میرے بندے کے لئے ہے، اور میرے بندے کے لئے وہ بات ہے جو اس نے مانگی ہے، وہ کہتا ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، غَيْرِ الْمَغْضُوْبَ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ﴾: ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا، ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر آپ کا غضب نازل ہوا اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہوئے۔

تشریح: سورۃ الفاتحہ ایک جامع دعا ہے، بندوں کے جذبات کی ترجمانی کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے، اس میں بندوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی حمد وثنا کیسے کریں؟ اور وہ صرف اسی کے لئے بندگی کا اعتراف کیسے کریں؟ اور صرف اسی سے مدد کیسے چاہیں؟ اور صراط مستقیم کی جو خیر کی تمام انواع کے لئے جامع ہے: درخواست کیسے کریں؟ اور

---

(۱) اِقْرَأْهَا فِيْ نَفْسِكَ کا یہی ترجمہ اور مطلب ہے، تفصیل پہلے تحفہ (۲:۱۲۲) میں گذری ہے ۱۲

جن پر خدا کا غضب بھڑکا، اور جو راہِ راست سے دور جا پڑے: ان سے پناہ کیسے چاہیں؟ اور بہترین دعا وہ ہے جو جامع ہو، اور فاتحہ ایسی ہی ایک دعا ہے، اس لئے اس کو نماز کے لئے متعین کیا گیا ہے۔

پھر ائمہ میں اختلاف ہوا ہے: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنا فرض ہے، فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوگی، اور حنفیہ کے نزدیک فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اگر بھول سے فاتحہ چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو سے تلافی ہوجائے گی، اور اگر بالقصد چھوڑ دے تو نماز واجب الاعادہ ہوگی، اور یہ اختلاف عملی طور پر غیر اہم ہے، کیونکہ سبھی مسلمان نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ پڑھتے ہیں، فرض ماننے والے بھی اور واجب کہنے والے بھی۔ اور اختلاف کا اثر صرف ایک نادر صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور وہ بھول کر فاتحہ رہ جانے کی صورت ہے، اور بس۔ اور یہ حدیث پہلے (حدیث ۳۲۲ کتاب الصلوٰۃ باب ۱۱۹ تحفہ ۲: ۱۲۱ میں) گذر چکی ہے، اور وہاں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

اور یہاں مقصود فاتحہ کی اہمیت بیان کرنا ہے، اور یہ اہمیت دو طرح سے ہے: ایک: سورۃ الفاتحہ کو صلاۃ (نماز) کہا گیا ہے، یعنی گویا فاتحہ ہی نماز ہے، اور نماز کی اہمیت اظہر من الشّمس ہے پس اسی کے بقدر فاتحہ بھی اہم ہے۔ دوم: جب بندہ فاتحہ پڑھتا ہے تو ہر آیت پر اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں، یہ بھی سورۃ الفاتحہ کی اہمیت کی ایک وجہ ہے، اس لئے بندوں کو نماز کے علاوہ بھی دعاؤں میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

نیز اس حدیث میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر بھی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اس کا مضمون دو حصوں میں تقسیم ہے۔ آدھے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے، اور آدھے میں بندے کی التجا ہے۔ اور یہ حمد وثنا اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے، جو ہر آیت پر اللہ تعالیٰ کے جواب دینے سے سمجھ میں آتی ہے...... اور جو بندے کی دعا ہے وہ ضرور قبول کی جاتی ہے، چنانچہ فاتحہ کے بعد فوراً سورت پڑھی جاتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صراط مستقیم کی نشاندہی ہے، کیونکہ قرآنِ کریم ﴿ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ ہے۔ اگر بندے قرآنِ کریم کی ہدایات پر عمل کریں تو ان کی دنیا کی زندگی بھی سنور جائے اور وہ آخرت میں بھی کامیاب اور بامراد ہوجائیں۔

[۲-] وَمِنْ سُوْرَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

[۲۹۶۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنِ العَلاَءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِى هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " مَنْ صَلَّى صَلاَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ: فَهِىَ خِدَاجٌ، فَهِىَ خِدَاجٌ: غَيْرُ تَمَامٍ" قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! إِنِّى أَحْيَانًا أَكُوْنُ وَرَاءَ الإِمَامِ؟ قَالَ: يَا ابْنَ الْفَارِسِىِّ! فَاقْرَأْهَا فِىْ نَفْسِكَ، فَإِنِّى سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: قَسَمْتُ الصَّلاَةَ بَيْنِىْ وَبَيْنَ عَبْدِىْ نِصْفَيْنِ، فَنِصْفُهَا لِىْ، وَنِصْفُهَا لِعَبْدِىْ، وَلِعَبْدِىْ مَاسَأَلَ، يَقْرَأُ الْعَبْدُ،

فَيَقُوْلُ: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِيْنَ﴾ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ: حَمِدَنِىْ عَبْدِىْ، فَيَقُوْلُ: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَثْنىٰ عَلَيَّ عَبْدِىْ، فَيَقُوْلُ: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ فَيَقُوْلُ: مَجَّدَنِىْ عَبْدِىْ، وَهٰذَا لِيْ؛ وَبَيْنِىْ وَبَيْنَ عَبْدِىْ: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ وَآخِرُ السُّوْرَةِ لِعَبْدِىْ، وَلِعَبْدِىْ مَا سَأَلَ، يَقُوْلُ: ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ، وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا الحديثِ.

وَرَوَى ابْنُ جُرَيْجٍ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ العَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا.

وَرَوَى ابْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ العَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ أَبِيْ، وَأَبُوْ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا.

[٢٩٧٠-] حدثنا بِذٰلِكَ مُحمدُ بْنُ يَحْيىَ، وَيَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ الفَارِسِيُّ، قَالَا: ثَنَا ابْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ العَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثَنِىْ أَبِيْ، وَأَبُوْ السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ، وَكَانَا جَلِيْسَيْنِ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ: فَهِيَ خِدَاجٌ، فَهِيَ خِدَاجٌ: غَيْرُ تَمَامٍ"

وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ أُوَيْسٍ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا، وَسَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الحديثِ، فَقَالَ: كِلَا الحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحٌ، وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ ابْنِ أَبِيْ أُوَيْسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ العَلَاءِ.

وضاحت: باب کے شروع میں علاء بن عبدالرحمٰن کے شاگرد عبدالعزیز کی سند ہے۔ امام شعبہ اور اسماعیل بن جعفر وغیرہ بھی اسی طرح سند پیش کرتے ہیں...... اور دوسری سند ابن جریج اور امام مالک کی ہے وہ علاء کے بعد ان کے والد عبدالرحمٰن کا واسطہ نہیں بڑھاتے، بلکہ ابوالسائب کا واسطہ بڑھاتے ہیں...... اور تیسری سند ابن ابی اُویس کی ہے وہ علاء کے بعد ان کے والد عبدالرحمٰن کا اور ابوالسائب کا: دونوں کا واسطہ بڑھاتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم نشین تھے، اور ان کی روایت غیرُ تمامٍ تک ہے، آگے کا مضمون اس میں نہیں ہے۔ اور امام ترمذیؒ نے امام ابوزرعہؒ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا ہے، انھوں نے فرمایا: دونوں سندیں صحیح ہیں، یعنی جس میں علاء کے بعد عبدالرحمٰن کا واسطہ ہے وہ بھی صحیح ہے، اور جس میں علاء کے بعد ابوالسائب کا واسطہ ہے وہ بھی صحیح ہے، اور دلیل میں انھوں نے اسماعیل بن ابی اویس کی روایت پیش کی ہے کہ انھوں نے سند میں دونوں کو جمع کیا ہے، معلوم ہوا کہ دونوں حضرات یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

نوٹ: ہمارے نسخوں میں باب کے بعد بسم اللہ ہے اور آگے بھی ہر باب کے بعد بسم اللہ ہے، مگر مصری نسخہ میں نہیں ہے، اس لئے اس کو حذف کیا گیا ہے۔

۲۔ مغضوب علیہم اور ضالّین کی مثالیں

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث دوسندوں سے روایت کی ہے: ایک کا متن مفصل لکھا ہے، اور دوسری کا مختصر۔ اور دونوں میں یہ مضمون ہے: الیهودُ مَغْضُوْبٌ علیهم، وَالنَّصارَی ضُلَّالٌ: یہود وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب بھڑکا ہے، اور عیسائی گمراہ ہیں، اور ان دو قوموں کا تذکرہ بطور مثال ہے، نزولِ قرآن کے وقت اس کی مثالیں مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی تھیں، اس وقت یہود ونصاری ہی اس کے مصداق تھے، اس لئے مثال میں ان کو پیش کیا گیا ہے، پھر جب نبی ﷺ کی امت میں اختلافات شروع ہوئے اور گمراہ فرقے وجود میں آئے تو اس کی مثالیں نبی ﷺ کی امت میں بھی مل سکتی ہیں، جو گمراہ فرقے فِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ (انتہائی درجہ کی گمراہی میں) ہیں وہ مغضوب علیہم کا مصداق ہیں، اور جو اختلاف میں اتنی دور نہیں نکل گئے وہ ضالین کا مصداق ہیں، رہے قادیانی وغیرہ فرقے تو ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ٹرین کی ایک پٹری دوسری پٹری سے جدا ہوتی ہے تو ایک انچ کے فاصلہ سے جدا ہوتی ہے، پھر بڑھتے بڑھتے دونوں لائنوں میں مشرق ومغرب کا بعد ہو جاتا ہے، یہ شروع کا اختلاف فی شقاق قریب ہے، اور ایسے لوگوں کے راہِ راست پر آنے کی امید ہوتی ہے، اس لئے وہ فرقے ''گمراہ'' ہیں، یعنی صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، اور جو لوگ اختلاف کرتے ہوئے اتنی دور نکل گئے ہیں کہ صراط مستقیم اور ان کی روش کے درمیان بُعد المشرقَیْن ہو گیا ہے، اور ان کے واپس لوٹنے کی کوئی امید نہیں رہی، وہ مغضوب علیہم کا مصداق ہیں۔

پس ہر مؤمن کو جو سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے: انتہائی کوشش کرنی چاہئے کہ صراط مستقیم سے چمٹا رہے، ورنہ سورۂ فاتحہ کے آخر میں جن دو فرقوں کا ذکر ہے ان میں سے کسی ایک میں شامل ہو جائے گا، وہ اللہ کے ان بندوں میں شامل نہیں رہے گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے زُمرے میں اس کا شمار نہیں ہوگا۔

حدیث: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے (حضرت عدیؓ پہلے عیسائی تھے، اور اسلام کے سخت مخالف تھے) پس لوگوں نے کہا: یہ عدی بن حاتم ہیں، اور میں امان طلب کئے بغیر اور کوئی تحریر حاصل کئے بغیر خدمتِ نبوی میں پہنچا تھا، پس جب میں نبی ﷺ کی طرف دیدیا گیا یعنی آپؐ کا مجھ پر قابو ہو گیا تو آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا، اور آپ اس سے پہلے فرما چکے تھے کہ ''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عدی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدیں گے''

حضرت عدیؓ کہتے ہیں: پھر نبی ﷺ مجھے لے کر کھڑے ہوئے، پس آپؐ سے ایک عورت نے ملاقات کی، اس کے ساتھ ایک بچہ تھا، دونوں نے کہا: ہمیں آپؐ سے کچھ حاجت ہے۔ نبی ﷺ ان دونوں کے ساتھ کھڑے ہوگئے، یہاں تک کہ دونوں کی حاجت پوری کردی (حضرت عدیؓ نے یہ بات نبی ﷺ کی تواضع کے طور پر بیان کی ہے) پھر نبی ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا، یہاں تک کہ مجھے اپنے گھر میں لے گئے، پس آپؐ کے لئے ایک لڑکی نے گدا ڈالا، آپؐ اس پر بیٹھ گئے، اور میں آپؐ کے سامنے بیٹھا، پس آپؐ نے اللہ کی تعریف کی، اور اللہ کی ثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''آپ کو کیا چیز بھگا رہی ہے اس سے کہ آپ کہیں: لا إله إلا الله؟ پس کیا آپ اللہ کے سوا کوئی معبود جانتے ہیں؟'' حضرت عدیؓ نے کہا: نہیں، یعنی اور کوئی معبود نہیں ہے، اس کے بعد آپؐ تھوڑی دیر بات فرماتے رہے، پھر آپؐ نے فرمایا: ''کیا آپ اس بات سے بھاگ رہے ہیں کہ کہیں: اللہ سب سے بڑے ہیں، تو کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ سے بڑی بھی کوئی چیز ہے؟'' حضرت عدیؓ نے عرض کیا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: ''پس بیشک یہود وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب اترا، اور نصاری گمراہ ہیں'' یعنی تم جس مذہب پر ہو وہ گمراہی ہے، حضرت عدیؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میں حنیف و مسلم ہوں (حنیف: باطل ادیان سے یکسو ہوکر: دین حق کی طرف مائل ہونے والا، اور مسلم: دین حق کے سامنے سرافگندہ) حضرت عدیؓ کہتے ہیں: پس میں نے نبی ﷺ کا چہرہ دیکھا خوشی سے کھل گیا۔

حضرت عدیؓ کہتے ہیں: پھر آپؐ نے میرے متعلق حکم دیا، اور میں ایک انصاری آدمی کا مہمان بنادیا گیا، میں نبی ﷺ کی خدمت میں دن کے دونوں کناروں میں (صبح وشام) حاضر ہوتا تھا، حضرت عدیؓ کہتے ہیں: پس دریں اثنا کہ میں ایک شام آپؐ کے پاس تھا، اچانک آپؐ کے پاس ایک قوم آئی جو اونی کپڑے پہنے ہوئے تھی، سفید وسیاہ دھاری دار چادروں میں سے، حضرت عدیؓ کہتے ہیں: پس نبی ﷺ نے نماز پڑھی، اور (تقریر کے لئے) کھڑے ہوئے، پس آنے والے لوگوں پر ابھارا، یعنی ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی، فرمایا: ''اگرچہ ایک صاع غلہ ہو! اگرچہ آدھے صاع کے ذریعہ ہو! اگرچہ ایک مٹھی ہو! اگرچہ مٹھی سے کم ہو! بچائے تم میں سے ہر ایک اپنا چہرہ دوزخ کی گرمی سے — یا فرمایا: دوزخ کی آگ سے — اگرچہ ایک کھجور کے ذریعہ ہو! اگرچہ کھجور کے ایک حصہ کے ذریعہ ہو! پس بیشک تم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس سے پوچھنے والے ہیں وہ بات جو میں تمہیں بتارہا ہوں (اللہ تعالیٰ پوچھیں گے:) کیا میں نے تیرے لئے شنوائی اور بینائی نہیں بنائی تھی؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! پس اللہ تعالیٰ کہیں گے: کیا میں نے تیرے لئے مال اور اولاد نہیں بنائی تھی؟ پس وہ کہے گا: کیوں نہیں! پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کہاں ہے وہ عمل جو تو نے اپنی ذات کے لئے آگے بھیجا ہے؟ پس وہ اپنے آگے پیچھے، دائیں اور بائیں دیکھے گا، پس وہ کوئی ایسی چیز نہیں پائے گا جس کے ذریعہ وہ اپنے چہرے کو جہنم کی گرمی سے بچا سکے (اس لئے) چاہئے کہ بچائے تم میں سے ہر ایک اپنے چہرے کو دوزخ سے، اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہو، پس اگر وہ نہ پائے تو بھلی بات کے ذریعہ بچائے،

پس بیشک میں تم پر فاقہ کا اندیشہ نہیں کرتا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرنے والے ہیں، اور تمہیں دینے والے ہیں، یہاں تک کہ ایک ہودج نشیں عورت سفر کرے گی، یثرب اور حیرہ کے درمیان، اس کو زیادہ سے زیادہ جس بات کا خطرہ ہوگا وہ اپنی سواری پر چوری کا ڈر ہوگا'' (اس کے علاوہ کوئی ڈر نہیں ہوگا) پس میں نے اپنے دل میں کہا: قبیلۂ طَئی کے چور کہاں چلے جائیں گے؟ (یعنی اس قبیلہ کے چور تو مشہور ہیں: وہ اس عورت کو لوٹ کیوں نہ لیں گے؟ اس وقت ان کی سمجھ ہی میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ اسلام کی برکت سے اس درجہ امن وامان ہوجائے گا)

[۲۹۷۱-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ، أَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ الْقَوْمُ: هٰذَا عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ، وَجِئْتُ بِغَيْرِ أَمَانٍ وَلاَ كِتَابٍ، فَلَمَّا دُفِعْتُ إِلَيْهِ، أَخَذَ بِيَدِيْ، وَقَدْ كَانَ قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ: " إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ يَدَهُ فِيْ يَدِيْ"

قَالَ: فَقَامَ بِيْ، فَلَقِيَتْهُ امْرَأَةٌ وَصَبِيٌّ مَعَهَا، فَقَالاَ: إِنَّ لَنَا إِلَيْكَ حَاجَةً، فَقَامَ مَعَهُمَا حَتَّى قَضَى حَاجَتَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِيْ حَتَّى أَتَى بِيْ دَارَهُ، فَأَلْقَتْ لَهُ الْوَلِيْدَةُ وِسَادَةً، فَجَلَسَ عَلَيْهَا، وَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ:" مَا يُفِرُّكَ أَنْ تَقُوْلَ: لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ؟ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ إِلٰهٍ سِوَى اللّٰهِ؟" قَالَ: قُلْتُ: لاَ، قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ:" أَتَفِرُّ مِنْ أَنْ تَقُوْلَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ، فَهَلْ تَعْلَمُ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنَ اللّٰهِ؟" قَالَ: قُلْتُ: لاَ، قَالَ:"فَإِنَّ الْيَهُوْدَ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ، وَإِنَّ النَّصَارَى ضُلاَّلٌ" قَالَ: قُلْتُ: فَإِنِّيْ حَنِيْفٌ مُسْلِمٌ! قَالَ: فَرَأَيْتُ وَجْهَهُ تَبَسَّطَ فَرَحًا.

قَالَ: ثُمَّ أَمَرَ بِيْ، فَأُنْزِلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ، جَعَلْتُ أَغْشَاهُ طَرَفَيِ النَّهَارِ، قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا عِنْدَهُ عَشِيَّةً، إِذْ جَاءَهُ قَوْمٌ فِيْ ثِيَابٍ مِنَ الصُّوْفِ مِنْ هٰذِهِ النِّمَارِ، قَالَ: فَصَلَّى، وَقَامَ: فَحَثَّ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ:"وَلَوْ صَاعٌ! وَلَوْ بِنِصْفِ صَاعٍ! وَلَوْ قُبْضَةٌ! وَلَوْ بِبَعْضِ قُبْضَةٍ! يَقِي أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ حَرَّ جَهَنَّمَ أَوْ: النَّارَ، وَلَوْ بِتَمْرَةٍ! وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ! فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لاَقِي اللّٰهَ، وَقَائِلٌ لَهُ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ: أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَبَصَرًا؟ فَيَقُوْلُ: بَلَى! فَيَقُوْلُ: أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ مَالاً وَوَلَدًا؟ فَيَقُوْلُ: بَلَى! فَيَقُوْلُ: أَيْنَ مَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ؟ فَيَنْظُرُ قُدَّامَهُ، وَبَعْدَهُ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ. ثُمَّ لاَيَجِدُ شَيْئًا يَقِي بِهِ وَجْهَهُ حَرَّ جَهَنَّمَ، لِيَقِ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ النَّارَ، وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ، فَإِنِّي لاَأَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَاقَةَ، فَإِنَّ اللّٰهَ نَاصِرُكُمْ وَمُعْطِيكُمْ، حَتَّى تَسِيْرَ الظَّعِيْنَةُ فِيْمَا بَيْنَ يَثْرِبَ وَالْحِيْرَةِ، أَكْثَرُ مَايُخَافُ عَلَى مَطِيَّتِهَا السَّرَقَ" فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ: فَأَيْنَ لُصُوْصُ طَيِّئٍ!

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، وَرَوَى شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم الحديثَ بِطُوْلِهِ.

[۲۹۷۲-] حدثنا مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالاَ: نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "اَلْيَهُوْدُ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ، وَالنَّصَارَى ضُلاَّلٌ" فَذَكَرَ الحديثَ بِطُوْلِهِ.

وضاحت: سماک بن حرب سے آخر تک اس حدیث کی یہی ایک سند ہے، اور جس طرح عمرو بن ابی قیس نے سند بیان کی ہے، اسی طرح امام شعبہؒ نے بھی سند بیان کی ہے، اور یہ حدیث مفصل ترمذی ہی میں ہے، بخاری و مسلم میں یہ حدیث مختصر ہے۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

سورۃ البقرۃ کی تفسیر

۱- انسانوں میں رنگت اور اخلاق کا اختلاف مٹی کا اثر ہے

سورۃ البقرۃ آیت ۳۰ میں انسان کی تخلیق اور زمین میں اس کی نیابت کا تذکرہ آیا ہے، اس مناسبت سے درج ذیل حدیث پڑھیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک ایسی مٹھی سے پیدا کیا جو اللہ نے ساری زمین سے بھری، پس آدمؑ کی اولاد زمین کے مطابق آئی، ان میں کوئی سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ، اور کوئی ان رنگوں کے درمیان ہے، نیز کوئی نرم مزاج، کوئی اکھڑ مزاج، کوئی گندی طبیعت اور کوئی پاکیزہ طبیعت ہے"

لغات: اَلْقَدْر: مطابق، جیسے جاءَ الشیئُ علی قَدْرِ الشیئِ: یہ چیز فلاں چیز کے مطابق آئی، هٰذَا قَدْرُ ذاك: یہ اس کے برابر (مساوی) ہے...... اَلحَزْنُ: اکھڑ مزاج آدمی، جمع حُزُنٌ۔

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، اور مٹی بھی کسی ایک جگہ سے نہیں لی، بلکہ پوری زمین سے لی ہے، اس لئے زمین کے موافق انسانوں کے رنگ اور اخلاق پیدا ہوئے......اور رنگوں میں تین بنیادی رنگ ہیں: سرخ، سفید اور سیاہ، باقی رنگ ان کے مرکبات ہیں، اور وہ بہت ہیں......اور یہ دونوں باتیں آدمِ اول سے کس طرح صادر ہوئیں؟ یہ بات معلوم نہیں، البتہ آدمِ ثانی یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ رنگ ان کے تین لڑکوں میں نمودار ہوئے، اور اس طرح سرخ و سفید اور سیاہ قومیں وجود میں آئیں، پھر مختلف رنگوں کا آمیزہ وجود میں آیا، اسی طرح اخلاق

یعنی نرم مزاجی، سخت مزاجی، طبیعت کی کثافت ولطافت بھی قوموں میں تقسیم ہوئی، کوئی قوم نرم مزاج ہوئی تو کوئی اکھڑ مزاج، کوئی قوم کثیف طبیعت ہوئی تو کوئی لطیف طبیعت۔ غرض یہ سب اختلافات اس مٹی سے رونما ہوئے ہیں جس سے انسان کا خمیر تیار کیا گیا تھا۔

[۳-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

[۲۹۷۳-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، وَابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، وَمُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالُوْا: نَا عَوْفُ بْنُ أَبِيْ جَمِيْلَةَ الْأَعْرَابِيُّ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قُبْضَةٍ، قَبَضَهَا مِنْ جَمِيْعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُوْ آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ، وَالْأَبْيَضُ، وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ، وَالْخَبِيْثُ، وَالطَّيِّبُ" قَالَ أَبُوْ عيسىٰ: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲- بنی اسرائیل کی بیہودہ گوئی

سورۃ البقرۃ (آیات ۵۸و۵۹) میں بنی اسرائیل کا ایک واقعہ آیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ میدانِ تیہ سے نکل کر ایک بستی میں داخل ہوں، اور وہ وہاں جس جگہ سے جو رغبت ہو بے تکلف کھائیں، مگر دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہوں، اور منہ سے کہیں: توبہ! توبہ! ﴿وَادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ اللہ تعالیٰ ان کی خطا معاف کر دیں گے، اور ان کے نیکوکاروں کو اور بھی نعمتیں دیں گے ﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ پس ان ظالموں نے بدل ڈالا ایک اور کلمہ: جو اس کلمہ کے خلاف تھا جس کے کہنے کا ان کو حکم دیا گیا تھا، اس تبدیلی کی تفصیل درج ذیل روایت میں ہے:

حدیث (۱): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿وَادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا: "وہ لوگ اپنی سرین زمین پر سرکتے ہوئے داخل ہوئے"

لغت: تَزَحَّفَ إليه: کسی کے پاس سرک کر پہنچنا...... الوَرِك: سرین، ران کا بالائی حصہ۔

حدیث (۲): اور ﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: انھوں نے حَبَّةٌ فى شعيرة کہا (یہ مہمل جملہ ہے، حَبَّة کے معنی ہیں: غلہ، دانہ، اور شعیرۃ کے معنی ہیں: علامت، اور ایک نسخہ میں شَعَرَة ہے جس کے معنی ہیں: ایک بال)

تشریح: ان لوگوں نے ﴿سُجَّدًا﴾ پر تو اس طرح عمل کیا کہ سرینوں کے بل سرکتے ہوئے داخل ہوئے، اور ﴿حِطَّةٌ﴾ کے بجائے "گون میں غلہ" کہتے ہوئے داخل ہوئے، چنانچہ ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ نے ایک آفت سماوی

بھیجی، جس سے تھوڑی دیر میں ستر ہزار لوگ ہلاک ہو گئے۔

[٢٩٧٤-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى:﴿ ادْخُلُوْ الْبَابَ سُجَّدًا﴾ قَالَ: "دَخَلُوْا مُتَزَحِّفِيْنَ عَلَى أَوْرَاكِهِمْ" أَيْ مُنْحَرِفِيْنَ.

[٢٩٧٥-] وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم:﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ قَالَ:" قَالُوْا: حَبَّةٌ فِيْ شَعِيْرَةٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

٣-قبلہ معلوم نہ ہوتو جہت تحری قبلہ ہے

اگر کسی کو قبلہ معلوم نہ ہوتو جہتِ تحری قبلہ ہے، جس جانب ظن غالب ہو اس طرف نماز پڑھے، اور یہ نماز درست ہوگی، بعد میں اگر خطا ظاہر ہو تو بھی نماز درست ہے، اعادہ ضروری نہیں، اس سلسلہ میں درج ذیل روایات ہیں۔

حدیث (۱): حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک سفر میں اندھیری رات میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پس ہماری سمجھ میں نہ آیا کہ قبلہ کس طرف ہے؟ اس لئے ہر شخص نے اپنے سامنے کی جانب (تہجد کی) نماز پڑھی، یعنی ہر ایک نے تحری کی، اور جدھر قبلہ سمجھ میں آیا ادھر تہجد کی نماز پڑھی، پھر جب فجر کی اذان ہوئی، اور لوگ نبی ﷺ کے پاس نماز کے لئے جمع ہوئے تو ان کی خطا ظاہر ہوئی، فرماتے ہیں: پس جب ہم نے صبح کی تو ہم نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی، پس سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۱۵ نازل ہوئی:﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں (سب سمتیں) مشرق بھی اور مغرب بھی، پس تم جس طرف منہ کرو اُدھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رخ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمام جہات کو) محیط ہیں، بڑے جاننے والے ہیں۔

تشریح: نماز میں جو کعبہ شریف کی طرف منہ کیا جاتا ہے: وہ ملت کی شیرازہ بندی کے لئے ہے، کعبہ شریف معبود نہیں ہے، معبود اللہ کی ذات ہے، پس سمتِ قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں جہت تحری کی طرف جو نماز پڑھی جائے وہ صحیح ہے، اس لئے کہ وہ نماز اللہ کے لئے پڑھی گئی ہے، اور یہ حدیث اگرچہ ابوالربیع اشعث السمان کی وجہ سے ضعیف ہے، مگر آئندہ حدیث صحیح ہے، اس لئے حدیث کے ضعف سے مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا۔

حدیث (۲): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ اپنے اونٹ پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے جدھر بھی سواری آپؐ کے ساتھ متوجہ ہوتی، اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نبی ﷺ مکہ سے مدینہ کی طرف آرہے تھے (پس اس صورت میں کعبہ کی طرف پیٹھ بھی ہوسکتی ہے) پھر حضرت ابن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی:﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ الآیۃَ: اور ابن عمرؓ نے فرمایا: اس صورت کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ہے۔

تشریح: نفل نماز میں جب مجبوری ہو استقبالِ قبلہ ضروری نہیں، یہ انفرادی عبادت ہے، اور ملت کی شیرازہ بندی فرض نماز میں ضروری ہے، فرض نماز ہی اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہے، اور نفل نماز انفرادی معاملہ ہے اس لئے مجبوری کی حالت میں استقبالِ کعبہ کی شرط ختم کردی گئی ہے۔

حدیث (۳): حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے: انھوں نے آیتِ پاک ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ کے بارے میں فرمایا: یہ آیت منسوخ ہے، اور ناسخ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۴ ہے: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ یعنی آپ اپنا چہرہ (نماز میں) مسجدِ حرام (کعبہ) کی طرف پھیریں۔ اس آیت میں شَطْر کے معنی ہیں: تِلْقَاءَ: جانب، یعنی مسجدِ حرام کی جانب اپنا چہرہ پھیریں۔

تشریح: حضرت قتادہ نے جو نسخ کی بات کہی ہے: اس کا کوئی قائل نہیں، علماء کے نزدیک دونوں آیتوں کے مصداق الگ الگ ہیں ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ﴾ کا مصداق مجبوری کی حالت ہے، اور ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ﴾ کا مصداق وہ حالت ہے جب قبلہ معلوم ہو، اور اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے میں کوئی مجبوری نہ ہو۔

حدیث (۴): اور مجاہدؒ سے ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ ''اس جانب اللہ کا رخ ہے'' یعنی مجبوری کی صورت میں یا تحری کی صورت میں جس طرف بھی رخ کرکے نماز پڑھی جائے درست ہے، کیونکہ اللہ کا رخ ہر طرف ہے، اور اس کی نماز اللہ کے لئے ہے، اس لئے درست ہے۔

لطیفہ: ایک مُلحد نے ایک عالم سے پوچھا: اللہ کا رخ کدھر ہے؟ عالم نے جواب دیا: ہر طرف! اس نے پوچھا: کیسے؟ انھوں نے پوچھا: آپ کے سامنے یہ چراغ جل رہا ہے، اس کے نور کا رخ کس طرف ہے؟ ملحد نے جواب دیا: ہر طرف! ان عالم صاحب نے جواب دیا: جب ایک مخلوق کا رخ ہر طرف ہوسکتا ہے تو خالق کا رخ ہر طرف کیوں نہیں ہوسکتا؟

[۲۹۷۶-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نا وَكِيْعٌ، نا أَشْعَثُ السَّمَّانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ سَفَرٍ، فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةُ؟ فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلَى حِيَالِهِ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَنَزَلَتْ: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ أَشْعَثِ السَّمَّانِ: أَبِي الرَّبِيْعِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَأَشْعَثُ: يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ.

[۲۹۷۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، أَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، يُحَدِّثُ عَنِ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ

تَطَوُّعًا، حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ، وَهُوَ جَاءٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عُمَرَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ الآيَة، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَفِيْ هٰذَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۹۷۸-] وَيُرْوَى عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾: هِيَ مَنْسُوْخَةٌ، نَسَخَتْهَا: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ أى: تِلْقَاءَهُ، حدثنا بِذٰلِكَ مُحمدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِيْ الشَّوَارِبِ، نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ.

[۲۹۷۹-] وَيُرْوَى عَنْ مُجَاهِدٍ فِيْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾: فَثَمَّ قِبْلَةُ اللّٰهِ، حدثنا بِذٰلِكَ أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحمدُ بْنُ الْعَلَاءِ، نَا وَكِيْعٌ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ، عَنْ مُجَاهِدٍ بِهٰذَا.

۴-مقام ابراہیم پر دوگانۂ طواف پڑھنا

سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۵ میں ہے: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾: اور مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو، اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے:

حدیث: دوسندوں سے یہ حدیث مروی ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کاش ہم مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے! یعنی اس طرح نماز پڑھتے کہ مقام ابراہیم بھی سامنے ہوتا اور کعبہ بھی، پس آیتِ پاک ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ نازل ہوئی۔

تشریح: یہ موافقاتِ عمرؓ میں سے ایک ہے، چند احکام پہلے حضرت عمرؓ کے ذہن میں آئے ہیں، پھر ان کے مطابق وحی نازل ہوئی ہے، ان میں سے ایک یہ ہے، حضرت عمرؓ کے ذہن میں پہلے یہ بات آئی کہ مقام ابراہیم کے پاس مذکورہ طریق پر نماز پڑھی جائے تو بہتر ہے، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی، پھر جب نبی ﷺ نے عمرہ فرمایا تو طواف سے فارغ ہوکر مقام ابراہیم پر اسی طرح دوگانۂ طواف ادا فرمایا، اور وہاں یہ آیت تلاوت فرمائی، اور یہ مضمون پہلے (کتاب الحج باب ۳۳ تحفہ ۳: ۲۵۶ حدیث ۲۴۷ میں) گذر چکا ہے۔

[۲۹۸۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! لَوْ صَلَّيْنَا خَلْفَ الْمَقَامِ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۹۸۱-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا هُشَيْمٌ، نَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! لَوِ اتَّخَذْتَ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى! فَنَزَلَتْ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفى الباب: عَنِ ابنِ عُمَرَ.

۵- بیت المقدس کو عارضی قبلہ بنانے کی حکمت

دوسرے پارے کے شروع (سورۃ البقرۃ آیات ۱۴۲-۱۵۲) میں تحویلِ قبلہ کا اور اس کی حکمتوں کا مفصل تذکرہ ہے، اور اس پر اٹھنے والے ایک سوال کا جواب بھی ہے۔

آیات ۱۴۲ و ۱۴۳ یہ ہیں: ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا، قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، يَهْدِیْ مَنْ يَشَآءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

ترجمہ: اب یہ بیوقوف لوگ (یہود) ضرور کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے (سابق) قبلہ سے جس کی طرف وہ منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یعنی بیت المقدس سے کس چیز نے پھیر دیا؟ آپؐ جواب دیں: مشرق ومغرب اللہ کے لئے ہیں، یعنی قبلہ ملت کی شیرازہ بندی کے لئے ہوتا ہے، وہ بذاتِ خود مقصود نہیں ہوتا، بلکہ وہ حقیقت میں ''قبلہ نما'' ہوتا ہے، اور معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں اور ان کے تعلق سے مغرب ومشرق یکساں ہیں، پس وہ جس جانب کا حکم دیں وہی قبلہ ہے، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں سیدھے راستہ تک پہنچاتے ہیں، پس ہجرت کے بعد جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا وہ بھی درست تھا، اور اب جو بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے: وہ اس سے بہتر ہے، کیونکہ یہ قبلہ اس امت کے لئے زیادہ مناسب ہے، اور اس طرح یعنی دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھوا کر ہم نے تمہیں (ہر پہلو سے) ایک نہایت معتدل امت بنا دیا ہے تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں (انبیاء کے لئے) گواہ بنو، اور رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے گواہ بنیں۔

تشریح: پہلے تحویل قبلہ پر اعتراض کا حاکمانہ جواب دیا ہے، پھر دوسری آیت میں اس کا حکیمانہ جواب دیا ہے اور دونوں قبلوں کی طرف اس امت سے نماز اس لئے پڑھوائی گئی ہے کہ اس امت کے مزاج میں اعتدال پیدا ہو، چنانچہ اس امت کو دونوں قبلوں سے یکساں محبت ہے، اور دونوں قبلوں سے جن انبیاء کرام کا تعلق رہا ہے ان سے بھی یکساں محبت ہے، کسی قبلہ سے اور اس قبلہ سے تعلق رکھنے والے انبیاء سے اس امت کو کوئی بیر نہیں۔

اور اس امت کے مزاج میں یہ اعتدال اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب امتوں سے سوال کیا جائے گا کہ ان کے انبیاء نے ان کو دین پہنچایا تھا یا نہیں؟ تو قومیں انکار کر دیں گی، پس انبیاء سے گواہ طلب کئے جائیں گے، انبیائے کرام اس امت کو گواہ کے طور پر پیش کریں گے، کیونکہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں، اور انبیاء اس بات کے مدعی ہونگے کہ انھوں نے دین پہنچایا ہے، اور گواہ ایسے ہونے چاہئیں کہ جن کے حق میں گواہی دیں، ان سے نہ غایت درجہ قرب ہو، نہ بُعد، اسی لئے بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہیں، اور دشمنی رکھنے والے کی گواہی بھی معتبر

نہیں، اور یہ امت ایسی ہی معتدل امت ہے اس کو گذشتہ انبیاء سے نہ غایت درجہ قرب ہے، کیونکہ یہ امت ان انبیاء کی امت نہیں ہے، نہ اس امت کو ان انبیاء سے کوئی دشمنی ہے، کیونکہ یہ امت ان انبیاء پر بھی ایمان رکھتی ہے، اس طرح یہ امت قابل گواہی بن گئی ہے۔

پھر جب انبیاء کی امتیں گواہوں پر جرح کریں گی کہ یہ لوگ ہمارے زمانہ کے نہیں ہیں، پھر وہ کیسے گواہی دے رہے ہیں؟ تو یہ امت جواب دے گی کہ ہمیں یہ باتیں ہمارے پیغمبر نے بتائی ہیں، اور وہ سچے تھے، چنانچہ نبی ﷺ کو لایا جائے گا اور آپؐ گواہی دیں گے کہ میری امت نے سچی گواہی دی ہے، یہ باتیں ان کو میں نے بتائی ہیں، اور میں نے یہ باتیں ان کو اللہ کی کتاب کی بنیاد پر بتائی ہیں ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلاً؟﴾ اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے؟ اس طرح میدانِ قیامت میں معاملہ انبیاء کے حق میں فیصل ہوگا۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا: عَدْلاً: یعنی اس امت کو معتدل امت بنایا گیا ہے۔

لغت: الوَسَط: ہر معتدل ومتوسط چیز، درمیانی درجہ کی چیز، یہی معنی عَدَلَ الشيئَ يَعْدِلُ عَدْلاً: کے ہیں، یعنی سیدھا کرنا، برابر کرنا۔

حدیث (۲): پہلی حدیث دوسری سند سے مفصل آئی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: نوح علیہ السلام بلائے جائیں گے، ان سے پوچھا جائے گا: کیا آپ نے دین پہنچایا؟ وہ کہیں گے: ہاں، پس ان کی قوم بلائی جائے گی، اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں دین پہنچایا؟ وہ جواب دیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، اور نہ ہمارے پاس کوئی اور شخص آیا، پس نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا: آپ کے گواہ کون ہیں؟ وہ کہیں گے: حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت، نبی ﷺ نے فرمایا: پس تمہیں لایا جائے گا، تم گواہی دوگے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یقیناً دین پہنچایا ہے، یہی مضمون اس ارشادِ پاک میں ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ﴾ الآية: اور وَسَط کے معنی ہیں: معتدل۔

فائدہ: تین مضمون ملتے جلتے ہیں، اس لئے ان کو الگ الگ سمجھ لینا چاہئے، اور ان سے متعلقہ آیتوں کو بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ عام طور پر ان میں اشتباہ واقع ہوا ہے۔

پہلا مضمون: قیامت کے دن تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے خلاف گواہیاں دیں گے، اور حضور اقدس ﷺ اپنی امت دعوت کے خلاف گواہی دیں گے، یہ مضمون صرف دو جگہ آیا ہے، سورۃ النساء آیت ۴۰ میں اور سورۃ النحل آیت ۸۹ میں، سورۃ النساء میں مقصود منظر کشی ہے اور سورۃ النحل میں مقصود مضمون کو مدلل کرنا ہے۔

دوسرا مضمون: قیامت کے دن امت محمدیہ پچھلی تمام امتوں کے خلاف، انبیاء کرام کی حمایت میں گواہی دے گی، اور جب ان امتوں کی طرف سے اعتراض ہوگا کہ یہ امت سب سے آخری امت ہے، انھوں نے ہمارا زمانہ نہیں پایا

پھر یہ گواہی کیسے دے رہے ہیں؟ تو آنحضور ﷺ تشریف لاکر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ میری امت جو کچھ کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے، ان کو مجھ سے اور قرآن سے ایسا ہی معلوم ہوا ہے............ یہ مضمون صرف یہاں (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳ میں) آیا ہے۔

تیسرا مضمون: آنحضور ﷺ اپنے زمانہ کے لوگوں کے خلاف گواہی دیں گے، اور آپؐ کی امت اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کے خلاف گواہی دے گی، یہ مضمون صرف سورۃ الحج آیت ۷۸ میں آیا ہے (تفسیر ہدایت القرآن ۵:۱۵۸)

[۲۹۸۲-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، نَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فِيْ قَوْلِه: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾: قَالَ: "عَدْلاً" هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۹۸۳-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، نَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يُدْعَى نُوْحٌ، فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيُدْعَى قَوْمُهُ، فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيْرٍ، وَمَا أَتَانَا مِنْ أَحَدٍ، فَيُقَالُ: مَنْ شُهُوْدُكَ؟ فَيَقُوْلُ: مُحمدٌ وَأُمَّتُهُ، قَالَ: فَيُؤْتَى بِكُمْ، تَشْهَدُوْنَ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ، فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تبَارَكَ وَتعَالَى: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ، وَيَكُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾: وَالْوَسَطُ: العَدْلُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ.

۶-تحویلِ قبلہ کا بیان

حدیث: جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، اور نبی ﷺ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ آپؐ کعبہ شریف کی طرف متوجہ کئے جائیں، چنانچہ یہ آیتِ پاک نازل ہوئی: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ الآية: ترجمہ: ہم آپؐ کا بار بار آسمان کی طرف منہ پھیرنا دیکھ رہے ہیں، یعنی آپؐ وحی کا انتظار کر رہے ہیں کہ تحویل قبلہ کا حکم آئے، پس ہم آپؐ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں جو آپؐ کو پسند ہے، سو آپؐ اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام (کعبہ) کی طرف پھیرلیں، چنانچہ آپؐ کعبہ شریف کی طرف متوجہ کر دیئے گئے، اور آپؐ اس بات کو پسند کیا کرتے تھے، پس ایک شخص نے آپؐ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی، راوی کہتے ہیں: پھر وہ شخص انصار کی ایک قوم پر گذرا جو عصر کی نماز میں بیت المقدس کی طرف رخ کئے ہوئے تھے، پس اس شخص نے کہا: وہ گواہی دیتا ہے یعنی قسم کھا کر بیان کرتا ہے کہ اس نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، اور یہ کہ آپؐ کعبہ شریف کی طرف پھیر دیئے گئے ہیں، راوی کہتے ہیں: پس وہ لوگ رکوع کی حالت ہی میں کعبہ شریف کی طرف پھر گئے...... یہ

روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ ہے کہ وہ نماز فجر میں رکوع کی حالت میں تھے۔

تشریح: تحویل قبلہ کا حکم مسجد بنوسلمہ میں ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے نازل ہوا تھا، آپؐ نے دو رکعتیں پڑھائی تھیں کہ نماز کے اندر ہی وحی آئی، پس آپؐ اور صحابہ شمال کی جانب سے جنوب کی جانب پلٹ گئے، اور بقیہ دو رکعتیں کعبہ شریف کی طرف پڑھیں، اسی لئے مسجد بنوسلمہ کو مسجد القبلتین کہتے ہیں، پھر آپؐ نے عصر کی نماز مسجدِ نبوی میں کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے پڑھائی۔ یہاں سے ایک صحابی عصر پڑھ کر بنوحارثہ کی مسجد کے پاس سے گذرے، وہاں انھوں نے گواہی دی کہ قبلہ بدل گیا ہے، چنانچہ سب لوگ نماز کے اندر ہی بیت اللہ کی طرف گھوم گئے، پھر اگلے دن ایک صحابی مسجدِ نبوی میں فجر پڑھ کر قبا پہنچے جو مدینہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا، وہاں لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے، جب انھوں نے تحویل قبلہ کی خبر دی تو وہ سب بھی نماز ہی کے اندر کعبہ شریف کی طرف پھر گئے (اور یہ حدیثیں انہی سندوں کے ساتھ پہلے (حدیث ۳۴۹ و ۳۵۰ کتاب الصلوۃ باب ۱۴۱، تحفہ ۲: ۱۶۵ میں) گذر چکی ہیں، تفصیل وہاں دیکھ لی جائے۔

[۲۹۸۴-] حدثنا هَنَّادٌ، نا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِيْنَةَ، صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:﴿ قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ، فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا، فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ فَوُجِّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، وَكَانَ يُحِبُّ ذٰلِكَ، فَصَلَّى رَجُلٌ مَعَهُ العَصْرَ، قَالَ: ثُمَّ مَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَهُمْ رُكُوْعٌ فِيْ صَلَاةِ العَصْرِ، نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَّهُ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، قَالَ: فَانْحَرَفُوْا وَهُمْ رُكُوْعٌ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

[۲۹۸۵-] حدثنا هَنَّادٌ، نا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانُوْا رُكُوْعًا فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ.

وفى الباب: عَنْ عَمْرِو بنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعُمَارَةَ بْنِ أَوْسٍ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، حديثُ ابْنِ عُمَرَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۷- تحویل قبلہ پر ایک سوال کا جواب

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب نبی ﷺ کو کعبہ شریف کی طرف متوجہ کیا گیا تو لوگوں

نے پوچھا: یارسول اللہ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی حالت میں چلے گئے؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ﴾: اللہ تعالیٰ ایسے نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردیں، یعنی وہ مؤمنین مغفور لھم ہیں، کیونکہ بخشش کا مدار ایمان پر ہے، اعمال تو اس کے لئے مددگار ہیں، اس لئے جب ان صحابہ کا ایمان کھرا تھا تو وہ ضرور بخشے جائیں گے، اگرچہ انھوں نے کعبہ شریف کی طرف کوئی نماز نہیں پڑھی، بیت المقدس کے قبلہ ہونے کی حالت میں ایمان لائے، پھر اس کی طرف نماز پڑھی، اور اسی حال میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئے، کعبہ شریف کی طرف ان کو نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا، پھر بھی وہ بربنائے ایمان مغفور لھم ہیں۔

[۲۹۸۶-] حدثنا هَنَّادٌ، وَأَبُوْ عَمَّارٍ، قَالَا: نَاوَكِيْعٌ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا وُجِّهَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْكَعْبَةِ، قَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! كَيْفَ بِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ مَاتُوْا وَهُمْ يُصَلُّوْنَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ﴾ الآيَةَ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۸- سعی واجب ہے اور لا جناح کی تعبیر اس کے منافی نہیں

حج میں صفا و مروہ کی سعی کا کیا حکم ہے: اس مسئلہ میں تین رائیں ہیں:

پہلی رائے: امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب، امام مالک رحمہ اللہ کی مشہور روایت اور امام احمد رحمہ اللہ کی صحیح ترین روایت یہ ہے کہ سعی حج کا رکن ہے، اس کے بغیر حج نہیں ہوگا۔

دوسری رائے: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اور امام مالکؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ سعی واجب ہے، اگر وہ رہ جائے تو دم سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔

تیسری رائے: بعض سلف جیسے حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، ابن سیرین، عطاء بن ابی رباح اور مجاہد رحمہم اللہ کی رائے یہ تھی کہ سعی سنت اور مستحب ہے، حج کے لئے طوافِ زیارت ضروری ہے، سعی ضروری نہیں، جس نے طواف کرلیا اس کا حج ہوگیا، یہی امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے۔

حدیث: حضرت عروہؒ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اگر کوئی شخص صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرے تو میں اس پر کوئی چیز واجب نہیں سمجھتا، اور میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ ان کے درمیان طواف نہ کیا جائے، یعنی میں قرآنِ کریم سے یہی سمجھتا ہوں کہ سعی سنت ہے، ضروری نہیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میرے بھانجے! بری ہے وہ بات جو تم نے کہی، نبی ﷺ نے سعی کی ہے اور مسلمان بھی سعی کرتے ہیں، یعنی نبی ﷺ نے مواظبتِ تامہ کے ساتھ سعی کی ہے، اور یہی مسلمانوں کا معمول ہے، پس یہ دلیلِ وجوب ہے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۸ میں جو ﴿فَلاَجُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ ہے اس کا پس منظر بیان کیا، فرمایا: جو لوگ مشلّل مقام میں واقع مورتی کے لئے احرام باندھتے تھے وہ صفا ومروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِاعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا، وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾

ترجمہ: صفا اور مروہ اللہ کے دین کی یادگاریں ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے: اس پر ذرا بھی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان طواف کرے (اسی کا نام سعی ہے) اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو اللہ تعالیٰ بڑے قدردان، خوب جاننے والے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر بات ایسی ہوتی جیسی آپ کہتے ہیں تو تعبیر: ﴿فَلاَجُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَّيَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾: (لا بڑھا کر) ہوتی، یعنی اگر کوئی صفا ومروہ کی سعی نہ کرے تو اس پر ذرا بھی گناہ نہیں۔

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہایت دقیق فرق بیان کیا ہے، طلبہ غور کریں، آیت میں تعبیر ہے: لاَجُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا: یعنی صفا ومروہ کی سعی کرنے میں ذرا بھی گناہ نہیں، یہ اباحت کی تعبیر نہیں ہے، اباحت کی تعبیر لا بڑھا کر لاجناح علیه أن لایطوف بهما ہے، یعنی اگر کوئی صفا ومروہ کی سعی نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

جیسے کہیں: اگر کوئی ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھے تو اس پر کچھ گناہ نہیں، یہ استحباب کی تعبیر ہے، لیکن اگر کہا جائے کہ کوئی ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، تو یہ اباحت کی تعبیر نہیں ہوگی، بلکہ اس کی کوئی اور وجہ ہوگی۔

وہ وجہ حضرت عائشہؓ نے سمجھائی کہ اسلام سے پہلے منات کے پجاری منات کے نام سے حج کا احرام باندھتے تھے، یعنی وہ اس بت کے معتقد تھے اس لئے وہ کعبہ شریف کا طواف تو کرتے تھے، مگر صفا ومروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے، اور جو لوگ اساف ونائلہ کے نام سے احرام باندھتے تھے یعنی جو ان بتوں کے معتقد تھے وہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد صفا ومروہ کے درمیان سعی بھی کرتے تھے۔ پھر جب اسلام کا زمانہ آیا، اور صفا ومروہ سے وہ مورتیاں ہٹادی گئیں، اور صفا ومروہ کی سعی کا حکم دیا گیا تو منات کے پجاریوں کو سعی میں حرج محسوس ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا ومروہ کے درمیان سعی میں کچھ گناہ نہیں، کیونکہ یہ سعی ان مورتیوں کی وجہ سے نہیں کی جاتی، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں پہاڑیاں اللہ کے دین کی خاص نشانیاں ہیں۔

اس کی نظیر: وہ تعبیر ہے جو سفر میں نماز قصر کرنے کے سلسلہ میں سورۃ النساء آیت ۱۰۱ میں آئی ہے: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾: یعنی جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو، یعنی نماز کم پڑھو۔ ائمہ ثلاثہ نے اس کو اباحت کی تعبیر سمجھا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک اتمام جائز ہے، مگر

احناف کے نزدیک یہ اباحت کی تعبیر نہیں ہے، اباحت کی تعبیر اس وقت ہوتی جب آیت اس طرح ہوتی: **فليس عليكم جناح أن أتمّوا صلاتكم**: یعنی تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز پوری پڑھو، اگر یہ تعبیر ہوتی تو قصر جائز ہوتا، احناف کے نزدیک قصر واجب ہے، اتمام جائز نہیں، رہی یہ بات کہ یہ تعبیر کیوں ہے؟ اس کا جواب تحفۃ الالمعی (۴۲۲:۲) میں گذر چکا ہے۔

(باقی حدیث) امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: پس میں نے یہ بات ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے ذکر کی (یہ بڑے آدمی ہیں، ثقہ، فقیہ اور عابد ہیں، کتب ستہ میں ان کی روایتیں ہیں) پس ان کو یہ بات بہت پسند آئی اور انھوں نے کہا: یہ ہے علم! یعنی حضرت عائشہؓ نے جو بات فرمائی ہے وہ نہایت گہری بات ہے (پھر ابوبکر نے تعبیر لا جناح کی دوسری وجہ بیان فرمائی:) اور میں نے اہل علم سے سنا ہے کہ جو عرب صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ان پتھروں (اساف ونائلہ) کے درمیان سعی کرنا جاہلیت کی بات ہے، اور دوسرے انصار (یہ دوسرے: وہ پہلے ہی ہیں) کہتے تھے کہ سورۃ الحج (آیت ۲۹) میں صرف بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ اور ہمیں صفا و مروہ کے درمیان سعی کا حکم نہیں دیا گیا، پس آیتِ پاک: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ نازل ہوئی، ابوبکر کہتے ہیں: میرا خیال یہ ہے کہ یہ آیت دونوں ہی فریقوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

تشریح: ایک فریق تو وہ ہے جس کا حضرت عائشہؓ نے تذکرہ کیا ہے۔ جو منات کے لئے احرام باندھتے تھے، وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے۔ اور دوسرا فریق وہ تھا جو کہتا تھا کہ قرآن میں صرف کعبہ کے طواف کا حکم ہے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کا حکم نہیں، سعی زمانہ جاہلیت کی ریت ہے، اور وہ مورتیوں کی وجہ سے کی جاتی تھی، اس لئے سعی کوئی شرعی چیز نہیں۔

ان دونوں فریقوں کی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی، اور دونوں فریقوں کو اس آیت کے ذریعہ یہ بات سمجھائی گئی کہ صفا و مروہ کی سعی اللہ کے دین کی نشانیاں ہونے کی وجہ سے ہے، مورتیوں کی وجہ سے نہیں ہے، پس بے تکلف ان کی سعی کرو، اور دوسرے فریق سے کہا گیا کہ لو اب قرآن میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کا حکم بھی آ گیا، پس اب کعبہ کے طواف کے بعد ان کی بھی سعی کرو، اور اس دوسرے فریق کا تذکرہ درج ذیل حدیث میں بھی ہے:

حدیث (۲): عاصم احول نے حضرت انسؓ سے صفا و مروہ کی سعی کے بارے میں پوچھا: انھوں نے جواب دیا: صفا و مروہ کی سعی جاہلیت کی علامتوں میں سے تھی، پھر جب اسلام کا دور آیا تو ہم ان دونوں کے درمیان سعی سے رک گئے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان سعی کرے'' حضرت انسؓ نے فرمایا: دونوں کے درمیان سعی کرنا امرِ خیر (نفل) ہے اور جو شخص خوشی سے کوئی امرِ خیر کرے تو اللہ تعالیٰ بڑے قدرداں، خوب جاننے والے ہیں۔

تشریح: آیت کے آخر میں جو ﴿مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾ ہے حضرت انسؓ نے اس کو صفا و مروہ کی سعی سے متعلق کیا

ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ سعی تطوع یعنی نفلی عبادت ہے، حالانکہ اس کا تعلق حج وعمرہ سے ہے، حج زندگی میں ایک بار فرض ہے، اس سے زائد نفل ہے، اور عمرہ میں اختلاف ہے، احناف کے نزدیک عمرہ تطوع ہے، پس نفلی حج اور عمرہ کے تعلق سے فرمایا کہ جو شخص خوشی سے کوئی خیر کا کام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے شکر گذار ہونگے، یعنی ثواب عنایت فرمائیں گے، اور وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ کس کو کتنا ثواب ملنا چاہئے؟ سعی سے اس جملہ کا تعلق نہیں ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

[۲۹۸۷-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِیَّ، يُحَدِّثُ عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: مَا أَرَى عَلَى أَحدٍ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ شَيْئًا، وَمَا أُبَالِیْ أَنْ لاَأَطُوْفَ بَيْنَهُمَا، فَقَالَتْ: بِئْسَمَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِیْ! طَافَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَطَافَ الْمُسْلِمُوْنَ.

وَإِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ لِمَنَاةِ الطَّاغِيَةِ الَّتِیْ بِالْمُشَلَّلِ، لاَيَطُوْفُوْنَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی: ﴿ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ وَلَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ، لَكَانَتْ: فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا.

قَالَ الزُّهْرِیُّ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِأَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، فَأَعْجَبَهُ ذٰلِكَ، وَقَالَ: إِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ! وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالاً مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّمَا كَانَ مَنْ لاَيَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنَ الْعَرَبِ، يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ طَوَافَنَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَجَرَيْنِ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَقَالَ آخَرُوْنَ مِنَ الْأَنْصَارِ: إِنَّمَا أُمِرْنَا بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، وَلَمْ نُؤْمَرْ بِهِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ قَالَ أَبُوْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: فَأُرَاهَا قَدْ نَزَلَتْ فِیْ هٰؤُلاَءِ، وَهٰؤُلاَءِ، هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۹۸۸-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِیْ حَكِيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ فَقَالَ: كَانَ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ الإِسْلاَمُ أَمْسَكْنَا عَنْهُمَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتعَالٰی: ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ قَالَ: هُمَا تَطَوُّعٌ: ﴿ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۹- سعی صفا سے شروع کرنا واجب ہے

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو بیت اللہ کا سات

مرتبہ طواف کیا، پھر سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۲۵ پڑھی: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ طواف ادا فرمایا، پھر آپ حجر اسود پر آئے، اور اس کا استلام کیا، پھر فرمایا: ہم سعی اس پہاڑی سے شروع کریں گے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا ہے، پھر آپؐ نے آیت: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ پڑھی۔

تشریح: آیت پاک میں صفا کی تقدیم اتفاقی بھی ہوسکتی تھی، مگر نبی ﷺ کے قول وفعل سے معلوم ہوا کہ یہ تقدیم اتفاقی نہیں ہے، بلکہ قصدی ہے، اور صفا سے سعی شروع کرنا واجب ہے، اور اس پر تمام امت کا اتفاق ہے، پس اگر کوئی مروہ سے سعی شروع کرے تو پہلا چکر بیکار جائے گا، اور حضرت جابرؓ کی یہ حدیث اسی سند سے پہلے (حدیث ۸۵۲، ابواب الحج باب ۳۸ تحفہ ۳: ۲۶۲ میں) گذر چکی ہے۔

[۲۹۸۹-] حدثنا ابنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحمدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، فَقَرَأَ: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ فَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ، ثُمَّ أَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ قَالَ: نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ، وَقَرَأَ: ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۰- پہلے نیند آنے پر اگلا روزہ شروع ہوجاتا تھا: بعد میں یہ حکم ختم کردیا گیا

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صحابہ کرام کا یہ حال تھا: جب کوئی آدمی روزے سے ہوتا تھا، پس افطار کا وقت آتا، اور وہ افطار کرنے سے پہلے سوجاتا تو وہ اس رات میں بھی نہیں کھاسکتا تھا، نہ اگلے دن کھاسکتا تھا، یہاں تک کہ شام کرتا تھا۔

پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ روزے سے تھے، جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا: کیا آپ کے پاس کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا: نہیں، مگر میں جاتی ہوں اور آپ کے لئے کھانا تلاش کرتی ہوں، اور وہ دن بھر مزدوری کرتے رہے تھے، پس ان کی آنکھ لگ گئی، اور ان کی بیوی آئی، جب اس نے ان کو دیکھا تو کہا: ''ہائے حرماں نصیبی!''

پھر جب اگلا دن آدھا ہوگیا تو وہ بیہوش ہوگئے، یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی گئی تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَاءِ كُمْ﴾: تم لوگوں کے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے ساتھ مشغول ہونا حلال کیا گیا، پس لوگ اس سے بہت ہی خوش ہوئے، آگے ہے: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾: یعنی حکم آیا کہ کھاؤ، پیو، یہاں تک کہ صبح کی سفید لکیر (رات کی) سیاہ لکیر سے جدا ہوجائے، یعنی صبح صادق تک کھاپی سکتے ہو (اس آیت کے نزول کے بعد: روزے کا وقت: صبح صادق سے

غروب آفتاب تک قرار پایا)

[۲۹۹۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ بْنِ يُوْنُسَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا، فَحَضَرَ الإِفْطَارُ، فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ، لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ، وَلاَ يَوْمَهُ حَتَّى يُمْسِيَ.

وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَهُ الإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ، فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكِ طَعَامٌ؟ فَقَالَتْ: لاَ، وَلٰكِنْ أَنْطَلِقُ، فَأَطْلُبُ لَكَ، وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ، وَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ، فَلَمَّا رَأَتْهُ، قَالَتْ: خَيْبَةً لَكَ!

فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ للنبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نَسَاءِ كُمْ﴾ فَفَرِحُوْا بِهَا فَرْحًا شَدِيْدًا ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۱- دعا ہی عبادت ہے

روزوں کے بیان کے درمیان یہ آیت آئی ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ، أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ، فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ، وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ، لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ ترجمہ: جب آپؐ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپؐ میری طرف سے ان کو بتلا دیں کہ) میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے، پس لوگوں کو چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ فلاح پائیں (آیت ۱۸۶)

اور سورۃ المؤمن کی آیت ۶۰ ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ، إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾: ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے فرمایا: مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا، جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہونگے۔

اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: الدعاء هو العبادة: دعا ہی عبادت ہے اور دوسری حدیث میں ہے: الدعاءُ مُخُّ العبادة: دعا عبادت کا مغز ہے، یعنی جوہر ہے، پس ہر عبادت کے ساتھ دعا ہونی چاہئے، رمضان میں اور روزوں میں بھی دعا کا اہتمام کرنا چاہئے (یہ حدیث امام ترمذیؒ نے یہاں بھی ذکر کی ہے اور سورۃ المؤمن کی تفسیر میں بھی اور یہی اس کا اصل محل ہے، پھر ابواب الدعوات میں بھی لائے ہیں)

[۲۹۹۱-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ يُسَيْعٍ الْكِنْدِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ

بَشِيْرٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ: ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ قَالَ: "الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" وَقَرَأَ: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ: ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ﴿ دَاخِرِيْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

١٢- صبح کے سفید دھاگے اور رات کے سیاہ دھاگے سے کیا مراد ہے؟

حدیث (۱): حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''یہاں تک کہ تمہارے لئے فجر کا سفید دھاگا رات کے سیاہ دھاگے سے واضح ہوجائے'' تو مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ دن کی سفیدی ہے، جب وہ رات کی سیاہی سے جدا ہوجائے'' (تفصیل آئندہ حدیث میں ہے)

حدیث (۲): حضرت عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے روزے کے بارے میں پوچھا کہ روزہ کب سے شروع ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب تمہارے لئے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے واضح ہوجائے (تو روزہ شروع ہوگیا) حضرت عدیؓ کہتے ہیں: پس میں نے (اونٹ باندھنے کی) دو رسیاں لیں: ایک سفید، دوسری کالی، میں ان دونوں کو دیکھتا تھا، اور جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا معلوم نہیں ہوتی تھیں کھاتا تھا، پس نبی ﷺ نے مجھ سے ایک بات فرمائی، جو حدیث کے راوی حضرت سفیان ثوریؒ کو یاد نہیں رہی (وہ بات یہ تھی: آپؐ نے فرمایا: ''تمہارا تکیہ بڑا چوڑا ہے'' کہ اس کے نیچے رات اور دن آگئے!) پس نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شب و روز ہیں، یعنی سفید دھاگے سے مراد صبح کی روشنی ہے، اور سیاہ دھاگے سے مراد رات کی سیاہی ہے۔

تشریح: ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ کا مطلب اتنا واضح نہیں تھا کہ ہر کوئی سمجھ لیتا، اس لئے حضرت عدیؓ کو غلط فہمی ہوئی، پھر جب نبی ﷺ نے اس کی وضاحت کی تو بات صاف ہوگئی، اب کوئی اشتباہ باقی نہ رہا (اور یہ مضمون کتاب الصوم باب ۱۵ تحفہ ۳: ۴۷ میں گذر چکا ہے)

[٢٩٩٢-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا هُشَيْمٌ، أَنَا حُصَيْنٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، نَا عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ قَالَ لِيَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّمَا ذٰلِكَ بَيَاضُ النَّهَارِ مِنْ سَوَادِ اللَّيْلِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا هُشَيْمٌ، نَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلُ ذٰلِكَ.

[٢٩٩٣-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الصَّوْمِ؟ فَقَالَ: " حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ

الْأَسْوَدِ، قَالَ: فَأَخَذْتُ عِقَالَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَبْيَضُ، وَالآخَرُ أَسْوَدُ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِمَا، فَقَالَ لِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا، لَمْ يَحْفَظْهُ سُفْيَانُ، فَقَالَ: "إِنَّمَا هُوَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۳-اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو: کا صحیح مطلب

سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۵ ہے: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلاَ تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ، وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ترجمہ: اورتم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اوراپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو، اوراچھے کام کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل حدیث آئی ہے:

حدیث: اسلم تُجَیْبی کہتے ہیں: ہم روم کے شہر (قسطنطینیہ) میں تھے، پس رومیوں نے ہماری طرف لشکر کی ایک بڑی صف نکالی، یعنی وہ بھاری جمعیت کے ساتھ ہمارے سامنے آئے، پس مسلمانوں میں سے بھی ان کی طرف ان کے مانند یا ان سے بھی زیادہ نکلے، اورشہر والوں پر عقبۃ بن عامر امیر تھے، اورلشکر پر فضالۃ بن عبید کمانڈر تھے، پس مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رومیوں کے لشکر پر حملہ کیا، یہاں تک کہ وہ ان کے اندر گھس گیا، پس لوگ چلائے اور انھوں نے کہا: "سبحان اللہ! یہ شخص خوداپنے ہاتھ تباہی میں ڈال رہا ہے!"

پس حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اورانھوں نے فرمایا: لوگو! تم اس آیت کا یہ مطلب سمجھتے ہو (کہ بہادری کا مظاہرہ کرنا خودکو ہلاکت میں ڈالنا ہے) حالانکہ یہ آیت ہم انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اوراس کے مددگار بہت ہوگئے تو ہمارے بعض نے بعض سے نبی ﷺ سے چھپا کر کہا: ہمارے کاروبار ضائع ہوگئے، اوراللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخش دی ہے، اوراس کے مددگار بہت ہوگئے ہیں، پس کاش ہم اپنے کاروبار میں ٹھہرتے اوراس میں سے جو برباد ہوگیا ہے اس کو سنوارتے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کی جو ہم نے کہی تھی، فرمایا: "اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، اورخوداپنے ہاتھوں تباہی میں مت پڑو!" پس تباہی اموال میں ٹھہرنا، ان کو سنوارنا اور جہاد چھوڑنا ہے، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ برابر راہِ خدا میں (جہاد میں) حاضر رہے، یہاں تک کہ روم کی زمین ہی میں دفن کئے گئے۔

تشریح: عام طور پر لوگ اس آیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اندھا دھند خطرہ میں نہیں کودنا چاہئے، اور یہ مطلب اگرچہ ایک درجہ میں صحیح ہے، لیکن اگر کوئی بہادری کا مظاہرہ کرے، دشمن پر رعب طاری کرے اور مسلمانوں کو بہادری پر ابھارے تو یہ بھی صحیح مقصد ہے، اورحدیث میں مذکور واقعہ میں جس شخص نے اقدام کیا تھا وہ بہادری کا مظاہرہ کررہا تھا، اور مسلمانوں کو بہادری پر ابھار رہا تھا، اس لئے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اس کو آیت کا مصداق قرار نہیں دیا، بلکہ اس کا

شانِ نزول بیان کیا کہ انصار نے جب جائدادوں میں مشغول ہونے کا ارادہ کیا تو ان کو سمجھایا گیا کہ مسلمانوں کی عزت راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں اور جہاد کرنے میں ہے، بیلوں کی دُمیں پکڑ کر کھیتی میں لگ جانا اور کارخانوں کی چابیاں تھام کر کاروبار میں مشغول ہوجانا تباہی کا پیش خیمہ ہے، قرآنِ کریم نے اس کو اپنے ہاتھوں تباہی میں پڑنا قرار دیا ہے، اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی سیرت اس کی بہترین مثال ہے، وہ بڑھاپے میں بھی اس فوج میں شامل تھے جو قسطنطینیہ فتح کرنے کے لئے گیا تھا، اور وہیں حضرت کی وفات ہوئی ہے، اور شہر قسطنطینیہ ہی میں آپؓ مدفون ہیں، میں نے آپؓ کے مزار پر حاضری دی ہے، مگر مجھے مزار دیکھ کر یقین نہیں آیا کہ وہ اصلی مزار ہے، تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔

[٢٩٩٤-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ: أَبُوْ عَاصِمٍ النَّبِيْلُ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ أَسْلَمَ أَبِيْ عِمْرَانَ التُّجِيْبِيِّ، قَالَ: كُنَّا بِمَدِيْنَةِ الرُّوْمِ، فَأَخْرَجُوْا إِلَيْنَا صَفًّا عَظِيْمًا مِنَ الرُّوْمِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِثْلُهُمْ أَوْ أَكْثَرُ، وَعَلَى أَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ، وَعَلَى الْجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ، فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى صَفِّ الرُّوْمِ، حَتَّى دَخَلَ عَلَيْهِمْ، فَصَاحَ النَّاسُ، وَقَالُوْا: سُبْحَانَ اللّٰهِ! يُلْقِي بِيَدَيْهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ!

فَقَامَ أَبُوْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ لَتُأَوِّلُوْنَ هٰذِهِ الْآيَةَ هٰذَا التَّأْوِيْلَ، وَإِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ: لَمَّا أَعَزَّ اللّٰهُ الإِسْلَامَ، وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ، فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُوْنَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ أَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ، وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعَزَّ الإِسْلَامَ، وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ، فَلَوْ أَقَمْنَا فِيْ أَمْوَالِنَا، فَأَصْلَحْنَا مَاضَاعَ مِنْهَا! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتَعَالٰى عَلَى نَبِيِّهِ صلى اللّٰهِ عليه وسلم، يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلاَ تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ: الإِقَامَةَ عَلَى الْأَمْوَالِ، وَإِصْلَاحَهَا، وَتَرَكْنَا الغزْوَ، فَمَا زَالَ أَبُوْ أَيُّوْبَ شَاخِصًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتَّى دُفِنَ بِأَرْضِ الرُّوْمِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

۱۴- عذر کی وجہ سے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا جائے تو فدیہ واجب ہے

اگر حالتِ احرام میں کوئی ایسی تکلیف لاحق ہوجائے کہ ممنوعاتِ احرام سے بچنا سخت دشوار ہوجائے تو اس ممنوع کے ارتکاب کی اجازت ہے، مگر فدیہ ادا کرنا ہوگا، سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۶ میں یہ حکم ہے اور حدیث میں اس کی تفصیل ہے:

حدیث (۱): حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میرے ہی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور میں ہی یقیناً اس آیت سے مراد لیا گیا ہوں ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ، أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو، یا اس کے سر

میں کچھ تکلیف ہو، تو وہ سر منڈا کر اس کا فدیہ دیدے: روزوں سے، یا خیرات سے یا قربانی سے۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ میدانِ حدیبیہ میں تھے، درانحالیکہ ہم احرام میں تھے، اور ہمیں مشرکین نے روک رکھا تھا، اور میری زلفیں تھیں، پس جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں، پس نبی ﷺ میرے پاس سے گذرے، آپؐ نے پوچھا: گویا آپ کے سر کے کیڑے آپ کو پریشان کرتے ہیں! حضرت کعبؓ نے عرض کیا: جی ہاں، آپؐ نے فرمایا: پس سر منڈوادو، اور یہ آیت نازل ہوئی۔

حدیث کے راوی حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: روزے تین ہیں، اور کھانا کھلانا چھ مسکینوں کو ہے، اور قربانی کرنا ایک بکری یا زیادہ کا ہے۔

تشریح: اس حدیث کی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تین سندیں پیش کی ہیں: اول: مجاہد کی ہے، دوم: ابن ابی لیلیٰ کبیر کی ہے، سوم: عبداللہ بن معقل کی ہے، یہ تینوں حضرات: حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں اور مجاہدؒ: ابن ابی لیلیٰ کبیر کے واسطہ سے بھی یہ حدیث روایت کرتے ہیں جو باب کے آخر میں ہے۔

حدیث (۲): حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے پاس نبی ﷺ تشریف لائے جبکہ میں ہانڈی پکا رہا تھا، اور جوئیں میری پیشانی پر یا کہا: میری بھنوؤں پر جھڑ رہی تھیں، آپؐ نے پوچھا: ''آپ کو یہ کیڑے پریشان کرتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپؐ نے فرمایا: پس اپنا سر منڈوادو اور ایک قربانی کرو، یا تین دن کے روزے رکھو، یا چھ غریبوں کو کھلانا کھلاؤ، حدیث کے راوی ایوب سختیانی کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس سے نبی ﷺ نے ابتدا کی۔

تشریح: فدیہ: تین روزے، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا قربانی کرنا ہے، اور آدمی کو تینوں میں اختیار ہے، جو چاہے کرے، اور اگر بغیر عذر کے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرے گا تو دم واجب ہوگا، اور یہ مسئلہ پہلے (کتاب الحج باب ۱۰۵ تحفہ ۳: ۳۵۹) میں گذر چکا ہے، اور فدیہ مقرر کرنے کی وجہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے (رحمۃ اللہ الواسعہ ۴: ۲۵۱ میں) بیان کی ہے۔

[۲۹۹۵-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا هُشَيْمٌ، أَنَا مُغِيْرَةُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَفِيَّ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ، وَلإِيَّايَ عَنَى بِهَا: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾

قَالَ: كُنَّا مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِالْحُدَيْبِيَّةِ، وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ، وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ، وَكَانَتْ لِيْ وَفْرَةٌ، فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلَى وَجْهِيْ، فَمَرَّ بِيَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: ''كَأَنَّ هَوَامَّ رَأْسِكَ تُؤْذِيْكَ!'' قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاحْلِقْ، وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ.

قَالَ مُجاهِدٌ: الصِّيَامُ: ثَلاثَةُ أَيَّامٍ، وَالطَّعَامُ: لِستَّةِ مَسَاكِيْنَ، وَالنُّسُكُ: شَاةٌ فَصَاعِدًا"

حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِنَحْوِ ذٰلِكَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سَوَّارٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ، أَيْضًا عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِنَحْوِ هٰذَا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الإِصْبَهَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ نَحْوَ هٰذَا.

[۲۹۹٦-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: أَتَى عَلَيَّ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَا أُوْقِدُ تَحتَ قِدْرٍ، وَالقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى جَبْهَتِيْ، أَوْ قَالَ: حَاجِبِيْ، فَقَالَ: أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ:" فَاحْلِقْ رَأْسَكَ، وَانْسُكْ نَسِيكَةً، أَوْ صُمْ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ" قَالَ أَيُّوْبَ: لاَ أَدْرِيْ بِأَيَّتِهِنَّ بَدَأَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۵- احکام حج کی جامع حدیث

سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۷ میں اور بعد کی آیتوں میں حج کے احکام ہیں، اس سلسلہ میں ایک جامع حدیث درج ذیل ہے:

حدیث: عبدالرحمٰن بن یعمر سے مروی ہے: نجد کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، جبکہ آپؐ عرفہ میں وقوف کئے ہوئے تھے، وہ لوگ نجد سے سیدھے عرفہ میں آئے تھے، وقت تنگ ہونے کی وجہ سے مکہ نہیں گئے تھے، انھوں نے مسئلہ پوچھا، آپؐ نے ان کو مسئلہ بتایا، پھر منادی کروائی: "حج عرفات ہی ہے! حج عرفات ہی ہے!" یعنی حج کا اہم ترین رکن وقوفِ عرفہ ہے: "منی کے تین دن ہیں" یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ: "پس جو شخص دودنوں میں جلدی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں" یعنی تیرہ کی رمی ضروری نہیں: "اور جو شخص تاخیر کرے تو اس پر بھی گوئی گناہ نہیں، اور جس نے مزدلفہ کی رات میں صبح صادق سے پہلے وقوفِ عرفہ کرلیا اس نے یقیناً حج پالیا"

امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ ابن ابی عمر کہتے ہیں: حضرت سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا: یہ بہترین حدیث ہے، جس کو ثوریؒ نے روایت کیا یعنی یہ نہایت مختصر اور جامع حدیث ہے، اس میں پورے حج کا نچوڑ اور خلاصہ آگیا ہے، یہ حدیث پہلے کتاب الحج (باب ۵۷ تحفہ ۳: ۲۹۳) میں گذرچکی ہے، مسائل کی تفصیل وہاں ہے۔

[۲۹۹۷-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" الحَجُّ عَرَفَاتٌ، الحَجُّ عَرَفَاتٌ،

الْحَجُّ عَرفَاتٌ، أَيَّامُ مِنى ثَلاثٌ، فَمَنْ تَعجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلا إِثْم عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلا إِثْم عَلَيْهِ، وَمَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ يَطْلُعَ الفَجْرُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ "

قَالَ ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ: قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: وَهٰذَا أَجْوَدُ حَدِيْثٍ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ، وَلاَ نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ.

۱۶-سخت جھگڑالو آدمی اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے

سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۴ میں اخنس بن شریق کا تذکرہ آیا ہے، یہ شخص بڑا فصیح و بلیغ تھا، خدمت نبوی میں حاضر ہوتا، اور قسمیں کھا کر اسلام کا جھوٹا دعوی کرتا، پھر جب مجلس سے اٹھ کر جاتا تو فساد و شرارت اور مخلوق کی ایذا رسانی میں مشغول ہو جاتا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلَى مَا فِيْ قَلْبِهِ، وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ ترجمہ: اور بعضا آدمی ایسا ہے کہ آپ کو اس کی بات دنیا کی زندگی میں مزے دار معلوم ہوتی ہے، اور وہ اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے، اور وہ نہایت سخت جھگڑالو ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَبْغَضُ الرجالِ إلى الله الأَلَدُّ الخَصِمُ: لوگوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مبغوض: نہایت سخت جھگڑالو آدمی ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے، اور أَلَدُّ: اسم تفضیل ہے، لَدَّ فلاناً (ن) لَدًّا: کسی سے بہت جھگڑنا، سخت دشمنی رکھنا، اور الخَصِم: صفت کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں: جھگڑے کا ماہر، چاہے جھگڑا نہ کرے، قرآنِ کریم میں مشرکین قریش کے بارے میں آیا ہے: ﴿بَلْ هُوَ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ بلکہ وہ لوگ جھگڑے کے ماہر ہیں۔

[۲۹۹۸-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الأَلَدُّ الْخَصِمُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

۱۷-حائضہ سے کتنا قرب جائز ہے؟

سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۲ ہے: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ، قُلْ: هُوَ أَذًى، فَاعْتَزِلُوْا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ، وَلاَ تَقْرَبُوْهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ، فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ، إِنَّ اللّٰهَ يحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ ترجمہ: اور لوگ آپؐ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں، آپؐ فرمادیں: وہ گندی چیز ہے، پس تم حیض کے زمانہ میں عورتوں سے علحدہ رہو، اور ان کے نزدیک مت جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ، جہاں سے اللہ نے تمہیں آنے کا حکم دیا ہے، یعنی آگے کی راہ سے، بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں، اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول میں درج ذیل روایت آئی ہے:

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہود کا طریقہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے نہیں تھے، اور اس کے ساتھ کمرے میں بھی نہیں رہتے تھے، پس نبی ﷺ سے اس بارے میں حکم شرعی دریافت کیا گیا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ، قُلْ: هُوَ أَذًى﴾ پس نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ کھائیں پئیں، اور ان کے ساتھ کمروں میں رہیں، اور صحبت کے علاوہ ہر برتاؤ کریں۔

پھر جب یہ آیت یہود کو پہنچی تو انھوں نے کہا: یہ (پیغمبر) نہیں چاہتا کہ ہمارے معاملہ میں سے کسی بھی چیز کو چھوڑے مگر وہ ہماری اس میں ضرور مخالفت کرے گا، یعنی ہماری شریعت کے ہر حکم کی مخالفت کرنا اس نبی کا مطمح نظر ہے، راوی کہتے ہیں: پس حضرت عباد اور حضرت اُسید رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، اور انھوں نے آپؐ کو یہ بات بتلائی اور انھوں نے یہ بھی عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا پس ہم حائضہ عورتوں سے حالتِ حیض میں صحبت بھی نہ کریں؟ یعنی جب شریعتِ یہود کی مخالفت ہی ٹھہری تو پوری مخالفت کرنی چاہئے، پس نبی ﷺ کا چہرہ بدل گیا، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپؐ ان دونوں پر سخت ناراض ہوئے ہیں، چنانچہ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے، پس ان دونوں کے سامنے دودھ کا ہدیہ آیا، یعنی کوئی شخص نبی ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ لے کر آرہا تھا، اس سے ان دونوں کی ملاقات ہوئی، پس نبی ﷺ نے دونوں کے پیچھے آدمی بھیجا اور دونوں کو دودھ پلایا، پس ہم سمجھے کہ آپؐ ان دونوں سے ناراض نہیں ہوئے (بلکہ یہود پر ناراض ہوئے تھے)

تشریح: حالتِ حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا، اور کپڑے کی آڑ کے بغیر ہاتھ لگانا جائز نہیں، باقی ہر معاملہ درست ہے، اور حائضہ کو ساتھ لٹانے کا مسئلہ اور حائضہ کا بچا ہوا کھانا کھانے کا مسئلہ، اور حائضہ سے صحبت کرنے کی حرمت اور کفارے کا بیان کتاب الطہارۃ (باب ۹۸ حدیث ۱۳۳ تحفہ ۱: ۴۱۵) میں آچکا ہے۔

[۲۹۹۹-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتِ الْيَهُوْدُ إِذَا حَاضَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُمْ: لَمْ يُوَاكِلُوْهَا، وَلَمْ يُشَارِبُوْهَا، وَلَمْ يُجَامِعُوْهَا فِيْ الْبُيُوْتِ، فَسُئِلَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتَعَالىٰ: ﴿ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ؟ قُلْ هُوَ أَذًى﴾ فَأَمَرَهُمْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُوَاكِلُوْهُنَّ، وَيُشَارِبُوْهُنَّ، وَأَنْ يَكُوْنُوْا مَعَهُنَّ فِيْ الْبُيُوْتِ، وَأَنْ يَفْعَلُوْا كُلَّ شَيْئٍ مَا خَلاَ النِّكَاحَ.

فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ: مَايُرِيْدُ أَنْ يَدَعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ! قَالَ: فَجَاءَ عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ، وَأُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرَاهُ بِذٰلِكَ، وَقَالاَ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَفَلاَ نَنْكِحُهُنَّ فِيْ

الْمَحِيْضِ؟ فَتمعَّرَ وَجْهُ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ غَضِبَ عَلَيْهِمَا، فَقَامَا، فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ، فَأَرْسَلَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ أَثَرِهِمَا، فَسَقَاهُمَا، فَعَلِمْنَا أَنَّهُ لَمْ يَغْضَبْ عَلَيْهِمَا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلٰى، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

۱۸- بیوی سے صحبت صرف آگے کی راہ میں جائز ہے، خواہ کسی طرح سے کی جائے

سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۳ ہے: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾: تمہاری بیویاں تمہارے کھیت ہیں، سو اپنے کھیت میں جس طرح سے چاہو آؤ، حَرْث کے معنی ہیں: کھیت، یعنی پیداوار کی جگہ، اور وہ صرف آگے کی راہ ہے، پچھلی راہ فَرْث (گوبر کی جگہ) ہے، پس صحبت صرف آگے کی راہ میں جائز ہے، البتہ اس کے لئے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں، جس طرح چاہے اگلی راہ میں صحبت کرسکتا ہے، حتی کہ پیچھے سے بھی آگے کی راہ میں صحبت کرسکتا ہے۔

حدیث (۱): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہود کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص بیوی سے آگے کی راہ میں پیچھے سے صحبت کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر آیت ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ نازل ہوئی، اور ان کے قول کی تردید کی گئی کہ یہ خیال محض وہم ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ معین سوراخ میں صحبت کی جائے، الصِّمام (بکسر الصاد) شیشی کی ڈاٹ کو کہتے ہیں، اور مراد عورت کی آگے کی شرم گاہ ہے، اور أَنّٰى: بمعنی کیف ہے یعنی صحبت کا طریقہ جو بھی ہو، مگر محلِ صحبت متعین ہونا چاہئے۔

حدیث (۳): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں تباہ ہوگیا! آپؐ نے پوچھا: کس چیز نے تم کو تباہ کردیا؟ انھوں نے کہا: آج رات میں نے اپنی سواری کو گھمادیا، یعنی پیچھے رہ کر بیوی سے آگے کی راہ میں صحبت کی۔ راوی کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان کو کچھ جواب نہ دیا، پھر نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ یعنی خواہ سامنے رہ کر صحبت کرو، خواہ پیچھے رہ کر: دونوں صورتیں جائز ہیں، البتہ پچھلی راہ سے اور حالتِ حیض سے بچنا ضروری ہے (یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے، اور اس کے دو راوی یعقوب اور جعفر صرف صدوق ہیں، اور وہ غلطیاں بھی کرتے تھے، اس لئے حدیث کی صرف تحسین کی ہے)

[۳۰۰۰-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ: كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ: مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِيْ قُبُلِهَا مِنْ دُبُرِهَا: كَانَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ، فَنَزَلَتْ: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى

شَئْتُمْ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۰۱-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ ابنِ خُثَيْمٍ، عَنْ ابنِ سَابِطٍ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِه: ﴿نِسَاؤُ كُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾: يَعْنِيْ صِمَامًا وَاحِدًا.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَابْنُ خُثَيْمٍ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، وَابْنُ سَابِطٍ: هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَابِطٍ الجُمَحِيُّ الْمَكِّيُّ، وَحَفْصَةُ: هِيَ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، وَيُرْوَى: " فِيْ صِمَامٍ وَاحِدٍ"

[۳۰۰۲-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا الحَسَنُ بْنُ مُوْسَى، نَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَشْعَرِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ عُمَرُ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! هَلَكْتُ! قَالَ: " وَمَا أَهْلَكَكَ؟" قَالَ: حَوَّلْتُ رَحْلِيَ اللَّيْلَةَ! قَالَ: فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا، قَالَ: فَأُنْزِلَتْ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿ نِسَاؤُ كُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾: أَقْبِلْ، وَأَدْبِرْ، وَاتَّقِ الدُّبُرَ، وَالْحِيْضَةَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَيَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَشْعَرِيُّ: هُوَ يَعْقُوْبُ القُمِّيُّ.

وضاحت: ایک روایت میں یعنی ہے اور دوسری روایت میں فی ہے، اور مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہے، دونوں الفاظ أَنّٰی شِئْتُمْ کی تفسیر ہیں۔

۱۹- ولیوں کو نصیحت کہ وہ مطلقہ عورتوں کو اپنی پسند کا نکاح کرنے سے نہ روکیں

سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۲ ہے: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ ، فَلاَ تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ، ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، ذٰلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَتَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پھر وہ اپنی میعاد (عدت) پوری کرلیں تو تم ان کو اس بات سے مت روکو کہ وہ اپنے (سابق) شوہروں سے نکاح کریں، جبکہ وہ باہم معروف طریقہ پر رضامند ہوجائیں، اس بات کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، یہ بات تمہارے لئے زیادہ صفائی کی اور زیادہ پاکیزگی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل حدیث آئی ہے:

حدیث: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے عہدِ نبوی میں ایک مسلمان سے اپنی بہن کا نکاح کردیا، وہ اس کے پاس رہی، جب تک رہی، پھر اس نے اس کو ایک طلاق دیدی، اور اس کو نکاح میں واپس نہیں لیا، یہاں تک کہ عدت گذر گئی، پھر اس نے اس عورت کو چاہا اور عورت نے بھی اس مرد کو چاہا، پھر اس شخص نے منگنی بھیجنے والوں کے ساتھ اس عورت کی منگنی بھیجی، پس حضرت معقلؓ نے اس سے کہا: او کمینے! میں نے تجھے اس عورت کے ذریعہ عزت بخشی، میں نے تیرا اس سے نکاح کیا، پھر تو نے اس کو طلاق دیدی، بخدا! اب وہ تیری طرف کبھی نہیں لوٹے گی، تیری زندگی کے آخری سانس تک۔ حضرت معقلؓ کہتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے اس مرد کی اس عورت کی طرف، اور اس عورت کی اپنے شوہر کی طرف حاجت جانی، تو مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ جب حضرت معقلؓ نے وہ آیت سنی تو کہا: میں نے اپنے پروردگار کی بات سن لی، اور میں اس کو مانتا ہوں، پھر انھوں نے اس شوہر کو بلایا اور کہا: میں تیرا (اپنی بہن سے) نکاح کرتا ہوں، اور میں تیری عزت بڑھاتا ہوں۔

عاقلہ بالغہ عورت کے نکاح کا زیادہ اختیار عورت کا ہے یا ولی کا؟

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ذیل میں یہ مسئلہ چھیڑا ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت کس درجہ ضروری ہے؟ آیا عورت کا حق زیادہ ہے یا ولی کا؟ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولی کی اجازت کے بغیر عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ حضرت معقلؓ کی بہن بیوہ تھیں، پس اگر عورت کو ولی کی اجازت کے بغیر اپنے نکاح کا اختیار ہوتا تو وہ خود اپنا نکاح کرلیتیں، اور انہیں اپنے ولی حضرت معقلؓ کی اجازت کی ضرورت نہ ہوتی، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولیاء سے خطاب فرمایا ہے، اور ارشاد فرمایا ہے کہ: ''تم ان کو اس بات سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں'' پس یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح کرانے کا معاملہ اولیاء کو سپرد کیا گیا ہے، عورتوں کی رضامندی کے ساتھ، یعنی عورتوں کی رضامندی کو بھی نکاح میں شامل کرنا ضروری ہے، مگر نکاح کرانے کا اختیار اولیاء کا ہے (یہ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی رائے ہے، اور ان کی دلیل حدیث: لانکاح إلا بولی ہے، اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ عورت خود اپنا نکاح کرسکتی ہے، البتہ اگر اس نے بے جوڑ نکاح کیا ہے تو ولی کو اعتراض کا حق ہے، اور یہ بحث تفصیل سے کتاب النکاح (باب ۱۵ تحفہ ۳:۵۲۳) میں گذر چکی ہے)

فائدہ: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سر آنکھوں پر، مگر دو باتیں غور طلب ہیں:

پہلی بات: آیتِ پاک میں نکاح کرانے کا اختیار اولیاء کو سپرد نہیں کیا گیا، بلکہ ان کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ اگر عورتیں اپنے سابق شوہروں سے نکاح کرنا چاہیں تو اولیاء ان کو نہ روکیں، کیونکہ یہ غیر کے حق میں دخل دینا ہے، پس اس سے یہ بات صاف معلوم ہوئی کہ عاقلہ بالغہ کا اپنے نکاح کا حق اولیاء سے زیادہ ہے۔

دوسری بات: يَنْكِحْنَ کا فاعل ضمیر هُنَّ ہے، اور فعل کی فاعل کی طرف اسناد حقیقی بھی ہوتی ہے اور مجازی بھی، مگر بے ضرورت قرآنِ کریم میں مجاز کا ارتکاب نہیں کیا جاتا، پس آیت سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنے والی خود عورتیں ہیں، اوران کا حق اپنے نکاح میں اپنے اولیاء سے زیادہ ہے، اور حدیث میں اس کی صراحت ہے، پہلے حدیث (نمبر ۱۰۸۹) گذری ہے: الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنفسها مِنْ وَلِيِّهَا: بیوہ عورت اپنی ذات کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق اپنے ولی سے زیادہ رکھتی ہے، امام اعظم رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، امام ترمذیؒ نے (تحفہ ۳: ۵۳۱ میں) اس استدلال پر بھی اعتراض کیا ہے، جس کا تفصیلی جواب وہاں دیدیا گیا ہے۔

[۳۰۰۳-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّهُ زَوَّجَ أُخْتَهُ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَكَانَتْ عِنْدَهُ مَاكَانَتْ، ثُمَّ طَلَّقَهَا تَطْلِيْقَةً لَمْ يُرَاجِعْهَا، حَتَّى انْقَضَتِ العِدَّةُ، فَهَوِيَهَا وَهَوِيَتْهُ، ثُمَّ خَطَبَهَا مَعَ الْخُطَّابِ، فَقَالَ لَهُ: يَالُكَعُ! أَكْرَمْتُكَ بِهَا، وَزَوَّجْتُكَهَا، فَطَلَّقْتَهَا! وَاللّٰهِ لاتَرْجِعُ إِلَيْكَ أَبَدًا، آخِرَ مَا عَلَيْكَ! قَالَ: فَعَلِمَ اللّٰهُ حَاجَتَهُ إِلَيْهَا، وَحَاجَتَهَا إِلَى بَعْلِهَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتَعَالىٰ: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ﴾ إِلَى قَوْلِهِ﴿ وَأَنْتُمْ لاتَعْلَمُوْنَ﴾ فَلَمَّا سَمِعَهَا مَعْقِلٌ، قَالَ: سَمْعًا لِرَبِّيْ وَطَاعَةً! ثُمَّ دَعَاهُ، فَقَالَ: أُزَوِّجُكَ، وَأُكْرِمُكَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ.

وَفِى الْحَدِيْثِ دَلاَلَةٌ عَلَى أَنَّهُ لايَجُوْزُ النِّكَاحُ بِغَيْرِ وَلِيٍّ، لِأَنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ كَانَتْ ثَيِّبًا، فَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ إِلَيْهَا، دُوْنَ وَلِيِّهَا، لَزَوَّجَتْ نَفْسَهَا، وَلَمْ تَحْتَجْ إِلَى وَلِيِّهَا مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، وَإِنَّمَا خَاطَبَ اللّٰهُ فِيْ هٰذِهِ الآيَةِ الْأَوْلِيَاءَ، فَقَالَ: ﴿فَلاَ تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ فَفِيْ هٰذِهِ الآيَةِ دَلاَلَةٌ عَلَى أَنَّ الْأَمْرَ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ فِيْ التَّزْوِيْجِ مَعَ رِضَاهُنَّ.

۲۰- درمیانی نماز سے عصر کی نماز مراد ہے

سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۸ ہے: ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾: ترجمہ: سب نمازوں کی محافظت کرو، اور درمیانی نماز کی، اور اللہ کے سامنے عاجز بن کر کھڑے ہوؤ......اور باب میں متعدد صحیح مرفوع حدیثیں ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بیچ کی نماز عصر کی نماز ہے، کیونکہ اس کے ایک طرف میں دن کی دونمازیں: فجر اور ظہر ہیں، اور دوسری طرف میں رات کی دونمازیں: مغرب اور عشا ہیں......اور عاجزی کی تفسیر حدیث میں خاموشی سے آئی ہے، اور اسی آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی ہے، پہلے نماز میں باتیں کرنا جائز تھا، بعد میں اس کی ممانعت کی گئی، جیسا کہ اگلے باب میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آرہا ہے۔

حدیث(۱): ابو یونس جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں: کہتے ہیں: مجھے حضرت عائشہؓ نے حکم دیا کہ میں ان کے لئے قرآن کا ایک نسخہ لکھوں، اور فرمایا: جب تم ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى﴾ پر پہنچو تو مجھے خبر کرنا، پس جب میں اس پر پہنچا تو میں نے ان کو اطلاع دی، انھوں نے یہ آیت اس طرح لکھوائی: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى، وَصَلَاةِ العَصْرِ، وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ: (وصلاةُ العصر میں واوَ عطف تفسیری ہے، یعنی صلاۃِ وسطی سے صلاۃِ عصر مراد ہے) اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں نے اس کو نبی ﷺ سے سنا ہے۔

تشریح: اور باب میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا حوالہ ہے، وہ موطا مالک (کتاب صلاۃ الجماعۃ حدیث ۲۶) میں ہے: عمرو بن رافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حضرت حفصہؓ کے لئے قرآنِ کریم کا ایک نسخہ لکھ رہا تھا، انھوں نے کہا: جب تم اس آیت پر پہنچو تو مجھے بتلانا، چنانچہ جب وہ اس آیت پر پہنچے تو حضرت حفصہؓ نے لکھوایا: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى، وَصَلَاةِ العَصْرِ، وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔

اور باب میں دوسری مرفوع روایت حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''درمیانی نماز عصر کی نماز ہے'' اور باب کی تیسری روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے: نبی ﷺ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر جب آپؐ کی عصر کی نماز قضا ہوئی تھی، فرمایا تھا: ''اللہ مشرکین کی قبروں کو اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دیں، جیسا انھوں نے ہمیں درمیانی نماز سے مشغول کر دیا، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا'' ...... پھر باب میں آخری مرفوع روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: درمیانی نماز عصر کی نماز ہے۔

تشریح: حضرت سمرہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیثیں پہلے (تحفہ ۱:۴۸۴ میں) گذر چکی ہیں، ان تمام مرفوع روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درمیانی نماز عصر کی نماز ہے، مگر حضرت عائشہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ درمیانی نماز ظہر کی نماز ہے، اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ درمیانی نماز صبح کی نماز ہے، پس سوال یہ ہے کہ مرفوع حدیث موجود ہوتے ہوئے ان حضرات نے آیت کی دوسری تفسیر کیوں کی؟ اس کا جواب تحفہ (۱:۴۸۶) میں دیا گیا ہے، البتہ یہاں ایک دوسرا سوال ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے صلاة العصر: قرآن میں کیوں لکھوایا، یہ تو تفسیر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب أُنْزِلَ الْقُرْآنُ على سبعةِ أَحْرُفٍ پر عمل تھا، یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لغت قریش پر سب لوگوں کو جمع نہیں کیا تھا، اس وقت ایسا قرآن میں تصرف جائز تھا، اور أنزل القرآن کی شرح أبو اب القراءة میں گذر چکی ہے۔

[۳۰۰٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، حَ: وحدثنا الأَنْصَارِيُّ، نا مَعْنٌ، نا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيْ يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ، قَالَ: أَمَرَتْنِيْ عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا،

وَقَالَتْ: إِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الآيَةَ فَآذِنِّیْ: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾ فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا، فَأَمْلَتْ عَلَيَّ: "حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى، وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" وَقَالَتْ: سَمِعْتُهَا مِنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

وفی الباب: عَنْ حَفْصَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۰۵-] حدثنا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، نَا الحَسَنُ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "صَلَاةُ الْوُسْطَى صَلَاةُ الْعَصْرِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۰۶-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا عَبْدَةُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْ حَسَّانَ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبِيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا حَدَّثَهُ أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ: "اللّٰهُمَّ امْلَأْ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَاراً، كَمَا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى، حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبُوْ حَسَّانَ الْأَعْرَجُ: اسْمُهُ مُسْلِمٌ.

[۳۰۰۷-] حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ النَّضْرِ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "صَلَاةُ الْوُسْطَى صَلَاةُ الْعَصْرِ"

وفی الباب: عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَبِيْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأَبِيْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲۱- پہلے نماز میں گفتگو جائز تھی، پھر اس کی ممانعت کردی گئی

حدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہم نماز میں نبی ﷺ کے زمانہ میں (ضروری) باتیں کیا کرتے تھے، پھر جب آیت: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾: نازل ہوئی تو ہمیں چپ رہنے کا حکم دیا گیا، اور دوسری سند سے حدیث میں یہ زیادتی ہے: "اور ہم بات کرنے سے روک دیئے گئے"

تشریح: الکوکب الدری میں ہے کہ یہ نسخ مدنی دور میں ہوا ہے، کیونکہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مکہ میں نہیں تھے......اور کلام فی الصلوٰۃ کا مسئلہ اختلافی ہے، حنفیہ کے نزدیک نماز میں کلام کی مطلق گنجائش نہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فی الجملہ (کچھ نہ کچھ) کلام کی گنجائش ہے، پھر ان کے مذہب میں مختلف اقوال ہیں، اور امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے بھی مختلف اقوال ہیں۔ تفصیل تحفہ (۲:۲۳۱) میں گذر چکی ہے، اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے۔

[۳۰۰۸-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ، نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ، وَیَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَمُحمدُ بْنُ عُبَیْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِیْلَ بْنِ أَبِیْ خَالِدٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَیْلٍ، عَنْ أَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ، عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: "کُنَّا نَتَکَلَّمُ عَلَی عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم فِیْ الصَّلاَۃِ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَقُوْمُوْا للّٰهِ قَانِتِیْنَ﴾ فَأُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ.

[۳۰۰۹-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ، نَا هُشَیْمٌ، نَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ أَبِیْ خَالِدٍ نَحْوَهُ، وَزَادَ فِیْهِ: وَنُهِیْنَا عَنِ الْکَلاَمِ. هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَأَبُوْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیُّ: اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ إِیَاسٍ.

۲۲-راہِ خدا میں عمدہ چیز خرچ کی جائے

سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۷ ہے: ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ، وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْأَرْضِ، وَلاَ تَیَمَّمُوْا الْخَبِیْثَ مِنْهُ، تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِیْهِ إِلاَّ أَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ چیز خرچ کیا کرو، اوراس میں سے (بھی) جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے، اوراس (کمائی اور پیداوار) میں سے نکمی چیز کا قصد نہ کرو، تم (وہ نکمی چیز) خرچ کرتے ہو جبکہ تم اس کے لینے کے روادار نہیں ہوتے، مگر یہ کہ تم چشم پوشی کرو (تو اور بات ہے) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ستودہ ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول درج ذیل روایت ہے:

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے آیتِ پاک: ﴿وَلاَتَیَمَّمُوْا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ آیت ہم جماعت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے، ہم کھجوروں والے تھے، پس آدمی اپنے کھجور کے درخت سے لایا کرتا تھا اس کی کثرت وقلت کے مطابق، یعنی جس کے پاس کھجور کے درخت زیادہ ہوتے تھے وہ زیادہ لاتا تھا اور کم ہوتے تھے وہ کم لاتا تھا اور آدمی ایک گچھا اور دو گچھے لایا کرتا تھا، پس اس کو مسجد میں لٹکاتا تھا، اور صفہ (چبوترے) والوں کے لئے کوئی کھانے کا انتظام نہیں تھا، پس ان میں سے ایک جب مسجد میں آتا تو وہ گچھے کے پاس آتا، پس وہ اس کو اپنی لاٹھی سے مارتا، پس گدری اور پکی کھجوریں گرتیں اور وہ کھاتا۔

اور کچھ لوگ ان میں سے: جو خیر کے کاموں کی رغبت نہیں رکھتے تھے: آدمی لاتا تھا ایسا گچھا جس میں ردی اور سوکھی ہوئی کھجوریں ہوتی تھیں، اور ایسا گچھا جو ٹوٹ چکا ہوتا تھا، یعنی اس میں سے بہت سی کھجوریں توڑ لی گئی ہوتی تھیں، پس وہ اس کو مسجد میں لٹکاتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، حضرت براءؓ کہتے ہیں: اگر یہ بات ہو کہ تم میں سے کسی کو ہدیہ پیش کیا جائے اس جیسی چیز کا جو اس نے دی ہے تو وہ اس کو نہیں لیتا تھا، مگر چشم پوشی کرتے ہوئے، یا شرماتے ہوئے۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں: پس ہم اس کے بعد تھے: ہم میں سے ایک شخص لایا کرتا تھا اس چیز کا کارآمد

حصہ جواس کے پاس ہوتی تھی، یعنی اچھی کھجوریں لاکر لٹکاتا تھا۔

لغات: القِنْو: (بکسر القاف وضَمِّها) پختہ کھجوروں سے بھرا ہوا گچھا، جمع أقناء، وقِنوان...... الشِّيْصُ: ردی اور خراب کھجوریں...... الحَشَفُ مِنَ التَّمْرِ: خراب کھجوریں جو پکنے سے پہلے سوکھ جاتی ہیں، ان میں نہ گٹھلی ہوتی ہے نہ گودہ، نہ جھلّی نہ مٹھاس۔

تشریح: غریبوں پر خرچ کرنے کی دونوعیتیں ہیں:

پہلی: اجروثواب حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنا، یعنی غریب کی حاجت روائی پیشِ نظر نہ ہو۔ اس صورت میں اچھی چیز خرچ کرنے کا حکم ہے، اس آیت میں بھی یہ حکم ہے، اور سورۂ آل عمران آیت ۹۲ میں بھی یہ حکم ہے، فرمایا: ﴿لَنْ تَنالُوْا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾: تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کرسکو گے، جب تک تم اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔

دوسری: کسی غریب کا تعاون کرنا، یعنی اس کی حاجت روائی پیشِ نظر ہو، مثلاً: ایک حاجت مند سردی کے زمانہ میں لحاف یا چادر مانگتا ہے، اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ گھر میں جو بہتر سے بہتر لحاف یا چادر ہو وہ دی جائے، بلکہ جو ضرورت سے زائد ہو وہ دینا بھی درست ہے، اس کا بھی اجروثواب ملے گا، سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۹ میں ہے: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنفِقُوْنَ؟ قُلِ الْعَفْوَ﴾: لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں (خیرات میں) کیا خرچ کیا کریں؟ آپؐ جواب دیں: جو ضرورت سے زائد ہو (وہ خرچ کرو) جلالین میں العفو کا ترجمہ: الفاضل عن الحاجة کیا ہے، پھر جلالین ہی میں یہ بھی ہے کہ لاتنفقوا مما تحتاجون إليه، تُضَيِّعُوْا أَنْفُسَكم: یعنی اپنی ضرورت کی چیزیں خرچ مت کیا کرو، ورنہ خود کو برباد کرلوگے۔

[۳۰۱۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ، عَنِ الْبَرَاءِ: ﴿ وَلَا تَيَمَّمُوْا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِيْنَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ: كُنَّا أَصْحَابَ نَخْلٍ، فَكَانَ الرَّجُلُ يَأْتِي مِنْ نَخْلِهِ عَلَى قَدْرِ كَثْرَتِهِ وَقِلَّتِهِ، وَكَانَ الرَّجُلُ يَأْتِيْ بِالْقِنْوِ وَالْقِنْوَيْنِ فَيُعَلِّقُهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَكَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ، فَكَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا جَاءَ: أَتَى الْقِنْوَ، فَضَرَبَهُ بِعَصَاهُ، فَيَسْقُطُ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ فَيَأْكُلُ.

وَكَانَ نَاسٌ مِمَّنْ لَايَرْغَبُ فِي الْخَيْرِ: يَأْتِي الرَّجُلُ بِالْقِنْوِ: فِيْهِ الشِّيْصُ وَالْحَشَفُ، وَبِالْقِنْوِ: قَدْ انْكَسَرَ، فَيُعَلِّقُهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ، وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ، وَلَا تَيَمَّمُوْا الْخَبِيْثَ مِنْهُ، تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيْهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أُهْدِيَ إِلَيْهِ مِثْلُ مَا أَعْطَى: لَمْ يَأْخُذْهُ، إِلَّا عَلَى إِغْمَاضٍ أَوْ حَيَاءٍ، قَالَ: فَكُنَّا بَعْدَ ذٰلِكَ: يَأْتِيْ أَحَدُنَا بِصَالِحِ مَا عِنْدَهُ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وَأَبُوْ مَالِكٍ: هُوَ الْغِفَارِيُّ، وَيُقَالُ: اسْمُهُ غَزْوَانُ، وَقَدْ رَوَى الثَّوْرِيُّ عَنِ السُّدِّيِّ شَيْئًا مِنْ هٰذَا.

وضاحت: اسرائیل کے علاوہ سفیان ثوری نے بھی یہ حدیث سدّی سے مختصراً روایت کی ہے۔

۲۳- شیطان پٹّی پڑھاتا ہے، اور فرشتہ وعدہ کرتا ہے

سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۸ ہے: ﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ، وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلاً، وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ترجمہ: شیطان تم سے محتاجگی کا وعدہ کرتا ہے، یعنی کہتا ہے: اگر خرچ کروگے تو محتاج ہوجاؤگے، اور وہ تمھیں بری بات کا حکم دیتا ہے، یعنی بخل یا فضول خرچی کا مشورہ دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی طرف سے گناہ معاف کرنے کا اور زیادہ دینے کا وعدہ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ وسعت والے خوب جاننے والے ہیں۔

اس آیتِ پاک کی تفسیر میں درج ذیل حدیث آئی ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور فرشتہ الہام کرتا ہے، رہا شیطان کا وسوسہ تو وہ برائی (بدحالی) سے ڈراتا ہے، اور دین حق (اجر کے وعدے) کو جھٹلاتا ہے، اور رہا فرشتہ کا الہام تو وہ بھلائی کا وعدہ کرتا ہے اور دین حق کی تصدیق کرتا ہے...... پس جو شخص یہ باتیں (اپنے دل میں) پائے: وہ جان لے کہ وہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پس وہ اللہ کا شکر بجالائے، اور جو شخص دوسرا خیال پائے وہ شیطان سے اللہ کی پناہ چاہے، پھر نبی ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھی۔

لغات: اللَّمَّةُ: دل میں آنے والا اچھا یا برا خیال، اچھا خیال: ''الہام'' کہلاتا ہے، اور برا خیال ''وسوسہ''۔ لَمَّ (ن) بِفلانٍ: لَمًّا کے معنی ہیں: کسی کے پاس آکر ٹھہر جانا، کسی سے گاہ بہ گاہ ملنا، جیسے طالب عالم گھر گیا، کسی نے اس سے پوچھا آپ دیوبند میں فلاں کو جانتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: أَنَا أُلِمُّ به: میری اس سے دید شنید ہے، یعنی گاہ بہ گاہ ملنا ہوتا ہے، اسی سے لَمَّة بنا ہے، کیونکہ وسوسہ اور الہام بھی کبھی کبھی ہوتا ہے...... إيعادٌ: مصدر ہے، أَوْعَدَ فلانا کے دو معنی ہیں: (۱) کسی سے وعدہ کرنا (۲) کسی کو دھمکی دینا، اس لئے إيعادٌ بالشرِّ میں دھمکی دینے اور ڈرانے کے معنی ہیں، اور إيعادٌ بالخير میں وعدہ کرنے کے معنی ہیں۔

[۳۰۱۱-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ آدَمَ، وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً، فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ: فَإِيْعَادٌ بِالشَّرِّ، وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ، وَأَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ: فَإِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ، وَتَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ، فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ، فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَجَدَ الْأُخْرَى، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ

الشَّيْطَانِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ﴾ الآيَةَ.
هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وَهُوَ حَدِيْثُ أَبِي الأَحْوَصِ، لَانَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ أَبِي الأَحْوَصِ.

۲۴-مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ پاک چیزیں کھائے

اللہ تعالیٰ جس طرح عمدہ خیرات کو پسند کرتے ہیں، پاک چیزیں کھانے کو بھی پسند کرتے ہیں۔ کھانے اور کھلانے کے احکام ایک ہیں، فقہاء نے لکھا ہے: ناپاک چیز بیل بھینس کو کھلانا بھی جائز نہیں، اور مری ہوئی مرغی بلی کو کھلانا بھی جائز نہیں، کیونکہ جو چیز خود نہیں کھا سکتے: دوسرے کو بھی نہیں کھلا سکتے، اور اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث میں تین باتیں ہیں:

۱-ستھری چیزیں اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، کیونکہ اللہ ستھرے ہیں، وہ ستھری چیز ہی قبول فرماتے ہیں۔

۲- پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور حرام چیزوں سے بچو، اللہ تعالیٰ نے سورۃ المؤمنون (آیت ۵۱) میں پیغمبروں کو نفیس چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے، اور یہی حکم سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۳ میں مؤمنین کو دیا ہے۔

۳-اگر پیٹ میں حرام لقمہ ہے، اور جسم پر حرام لباس ہے تو اس کی کوئی دعا قبول نہیں کی جائے گی، چاہے وہ دور دراز کا سفر کر کے، حرم مکی میں پہنچ کر دعا کرے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ ستھرے ہیں، اور وہ قبول نہیں کرتے مگر ستھری چیز (یہ پہلی بات ہے) اور بیشک اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حکم دیا ہے اس بات کا جس کا رسولوں کو حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿يٰأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ اے پیغمبرو! تم نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، بیشک میں ان کاموں کو جو تم کرتے ہو خوب جانتا ہوں (سورۃ المؤمنون آیت ۵۱) اور ارشاد فرمایا: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ، وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾: اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو (سورۃ البقرہ آیت ۱۷۲) (یہ دوسری بات ہوئی) راوی کہتے ہیں: اور نبی ﷺ نے ایسے شخص کا تذکرہ کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پراگندہ جسم ہوتا ہے، اپنا ہاتھ آسمان کی طرف لمبا کرتا ہے (اور کہتا ہے) اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! درانحالیکہ اس کا کھانا حرام ہے، اور اس کا پینا حرام ہے، اور اس کا کپڑا حرام ہے، اور وہ حرام مال سے غذا دیا گیا ہے، پس اس کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے؟ (یہ تیسری بات ہے، دعا کی قبولیت کے لئے حلال لقمہ کھانا اور حلال لباس پہننا لازم ہے)

[۳۰۱۲-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، نَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ، وَلَا

يَقْبَلُ إِلاَّ طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطِّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَارَزَقْنَاكُمْ﴾ قَالَ: وَذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ، أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ: يَارَبِّ! يَارَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِىَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟!"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَإِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ، وَأَبُوْ حَازِمٍ: هُوَ الْأَشْجَعِيُّ، اسْمُه: سَلْمَانُ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ.

۲۵- خیالات پر بھی مواخذہ ہوتا ہے

دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں:

اول: وہ خیالات جن کا دل ہی سے تعلق ہوتا ہے، قول وفعل سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا، جیسے عقائد صحیحہ اور فاسدہ، یہ باتیں اگر وسوسہ کے درجہ میں ہیں یعنی وہ خیالات دل میں جمے نہیں ہیں تو ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں، البتہ اگر وہ عزم کے درجہ میں پہنچ جائیں تو ان پر جزاوسزا ہوگی۔

دوم: وہ خیالات جن کا تعلق "قول" سے ہے، جیسے دل میں بیوی کو طلاق دینے کا خیال آیا، یا قسم کھانے کا یا غلام آزاد کرنے کا، یا مطلقہ بیوی کو نکاح میں واپس لینے کا ارادہ ہوا تو جب تک زبان سے ان باتوں کا تکلم نہیں کرے گا: وہ اعمال وجود میں نہیں آئیں گے۔

سوم: وہ خیالات جن کا تعلق "عمل" سے ہے، جیسے زنا کرنا، قتل کرنا، چوری کرنا وغیرہ۔ ان پر مؤاخذہ اس وقت ہوگا جب اس فعل کا صدور ہو جائے، پس اگر کسی نے دل میں ٹھانا کہ زنا کرنا ہے، یا قتل کرنا ہے تو جب تک یہ افعال صادر نہ ہوں، دنیا وآخرت میں ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔

البتہ اگر گناہ کا صدور نیت صحیح ہونے کے باوجود کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو تو اس پر آخرت میں مؤاخذہ ہوگا، جیسے دو شخص تلواریں لے کر بھڑے، پھر ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو دونوں جہنم میں جائیں گے، آخرت میں دونوں ہی قاتل ٹھہریں گے، کیونکہ جو مارا گیا وہ مرنے کے لئے نہیں آیا تھا، بلکہ وہ اپنے بھائی کو مارنے کے لئے آیا تھا، مگر اتفاق کہ وہ مار نہ سکا، مرگیا، اس لئے اللہ کے یہاں وہ بھی قاتل لکھا جائے گا۔

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۴ نازل ہوئی: ﴿لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾: ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ جو زمین میں ہے، اور جو باتیں تمہارے دلوں میں ہیں، ان کو اگر تم ظاہر کر دیا

پوشیدہ رکھو: اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیں گے (ما فی أنفسکم سے مراد: امور قلبیہ اختیاریہ ہیں، وساوس مراد نہیں)
حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس آیت نے ہمیں غمگین کر دیا، ہم نے سوچا: ہم میں سے ہر ایک اپنے دل سے باتیں کرتا ہے، یعنی ہر ایک کے دل میں خیالات آتے ہیں، پس اگر اس کی وجہ سے وہ دارو گیر کیا جائے گا تو ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کونسی بات بخشی جائے گی، اور کونسی بات نہیں بخشی جائے گی؟ پس اس کے بعد آیت ۲۸۶ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ نازل ہوئی، یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو مکلّف نہیں بناتے، مگر اس کا جو اس کی استطاعت میں ہے، اس کو ثواب بھی اسی کا ملے گا جو اس نے کمایا ہے یعنی ارادہ سے کیا ہے، اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو اس نے ارادہ سے کیا ہے، پس اس دوسری آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا۔
تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، سُدّی کبیر جن کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے صدوق راوی ہے، مگر اس پر شیعہ ہونے کا الزام تھا، اور اس کا استاذ مجہول ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے، اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے، اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا۔
اور اس حدیث میں جو ناسخ ومنسوخ کی بات کہی گئی ہے وہ بھی محل نظر ہے، کیونکہ دو مسئلے بالکل الگ الگ ہیں: ایک: دل کی کن باتوں پر مؤاخذہ ہوگا اور کن باتوں پر مؤاخذہ نہیں ہوگا؟ دوم: اللہ تعالیٰ بندوں کو کن باتوں کا مکلّف بناتے ہیں اور کن باتوں کا مکلّف نہیں بناتے؟ یہ دو بالکل مختلف باتیں ہیں اور پہلی بات کا تعلق پہلی آیت سے ہے اور دوسری کا دوسری سے، اس لئے اس حدیث میں جو ناسخ ومنسوخ کی بات کہی گئی ہے وہ قابل غور ہے۔

[۳۰۱۳-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنِ السُّدِّيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيًّا، يَقُوْلُ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿إِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ، فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ﴾ الآيَةَ: أَحْزَنَتْنَا. قَالَ: قُلْنَا: يُحَدِّثُ أَحَدُنَا نَفْسَهُ، فَيُحَاسَبُ بِهِ: لَانَدْرِيْ مَا يُغْفَرُ مِنْهُ، وَمَالَا يُغْفَرُ مِنْهُ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا: ﴿لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾

۲۶- بعض گناہ دنیا ہی میں نمٹا دیئے جاتے ہیں

حدیث: امیہ بنت عبداللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۴ ہے: ﴿إِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾: اگر تم ظاہر کرو ان باتوں کو جو تمہارے دلوں میں ہیں یا ان کو پوشیدہ رکھو: اللہ تعالیٰ تم سے ان کے بارے میں دارو گیر کریں گے، اور سورۃ النساء کی آیت ۱۲۳ ہے: ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً يُجْزَ بِهِ﴾: جو بھی شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کی سزا دیا جائے گا، امیہ نے ان دونوں آیتوں کے بارے میں حضرت

عائشہؓ سے پوچھا: حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ بات نبی ﷺ سے پوچھی ہے آج تک کسی نے ان کے بارے میں مجھ سے نہیں پوچھا، نبی ﷺ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا تھا: یہ (محاسبہ اور جزاء) اللہ کا بندے پر عتاب ہے، اس بخار اور حادثہ کے ذریعہ جو اس کو پہنچتا ہے، یعنی دنیا ہی میں یہ محاسبہ ہوتا ہے اور سزا ملتی ہے، یہاں تک کہ پونجی: جس کو وہ کرتے کی جیب میں رکھتا ہے، پس وہ اس کو گم کرتا ہے، پس وہ اس کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے (تو اس کی وجہ سے بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں) یہاں تک کہ بندہ گناہوں سے نکل جاتا ہے جس طرح سرخ سونا بھٹی سے (صاف ہوکر) نکلتا ہے۔

تشریح: مجازات کا سلسلہ دنیوی زندگی سے شروع ہوجاتا ہے، بعض اعمال کی جزاؤ سزا دنیا ہی میں دیدی جاتی ہے، مثلاً والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بدلہ دنیا میں ضرور ملتا ہے، اور ماں باپ کی نافرمانی کی، ناپ تول میں کمی کرنے کی اور سود کھانے کی سزا بھی دنیا میں ضرور ملتی ہے، اور یہ سزا گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، چنانچہ آگے معاملہ صاف ہوجاتا ہے، بلکہ جن لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو خیر منظور ہوتی ہے ان کو دنیا ہی میں طرح طرح کی تکلیفوں سے دوچار کیا جاتا ہے اور گناہوں سے پاک صاف کرکے ان کو اٹھایا جاتا ہے۔

پس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ دل میں آنے والے خیالات پر جو دار و گیر ہوتی ہے، اور برائی کا جو بدلہ دیا جاتا ہے وہ ضروری نہیں کہ آخرت میں دیا جائے، بہت سے گناہوں پر پکڑ اور بہت سی برائیوں کی سزا اسی دنیا میں نمٹادی جاتی ہے۔

[۳۰۱۴-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ نا الحَسَنُ بْنُ مُوْسَى، وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أُمَيَّةَ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿إِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ وَعَنْ قَوْلِه: ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً ا يُجْزَ بِهِ﴾ فَقَالَتْ: مَا سَأَلَنِيْ عَنْهَا أَحَدٌ مُنْذُ سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "هٰذِهِ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ العَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهُ مِنَ الْحُمَّى وَالنَّكْبَةِ، حَتَّى البِضَاعَةِ يَضَعُهَا فِيْ يَدِ قَمِيْصِهِ، فَيَفْقِدُهَا، فَيَفْزَعُ لَهَا، حَتَّى إِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهِ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْأَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ، لاَنعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ.

۲۷- تکلیفِ شرعی کن امور کی دی جاتی ہے؟

تکلیف مالایُطاق جائز نہیں، یعنی شریعت ایسے امور کا حکم نہیں دیتی جو انسان کے بس میں نہیں، پھر مالایطاق کی دو قسمیں ہیں:

اول: وہ کام جو سرے سے بندے کی قدرت میں نہیں، جیسے اندھے کو دیکھنے کا حکم دینا، یا اپاہج کو دوڑنے کا حکم دینا، ایسے مالا یطاق امور کی تکلیف شرعاً ممتنع ہے۔

دوم: وہ امور جو بندے کی قدرت میں ہیں، مگر شاق اور دشوار ہیں، جیسے شروع اسلام میں تہجد کی نماز فرض کی گئی تھی، جو ایک مشکل امر تھا، ایسے مالا یطاق امور کا حکم دیا جاسکتا ہے، چنانچہ شروع اسلام میں یہ حکم دیا گیا تھا، اور صحابہ نے سال بھر تہجد پڑھا تھا، پھر یہ حکم ختم کردیا گیا، کیونکہ ایسے امور میں بھی شریعت بندوں کی سہولت کا خیال رکھتی ہے، مثلاً حائضہ کی نمازیں معاف کردیں، اور سفر میں نمازیں قصر کرنے کی، اور رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی، یہ سب سہولت کے پیش نظر ہوا ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب آیتِ پاک: ﴿إِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾: نازل ہوئی تو صحابہ کے دلوں میں اس آیت کی وجہ سے ایک ایسی چیز داخل ہوئی جو کسی اور چیز کی وجہ سے داخل نہیں ہوئی تھی، پس انھوں نے نبی ﷺ سے یہ بات عرض کی (کہ جب تمام قلبی واردات پر داروگیر ہوگی تو معاملہ بڑا سنگین ہوجائے گا!) پس نبی ﷺ نے فرمایا: کہو: ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾: ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی، پس اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے دلوں میں اطمینان ڈالا، اور آیتِ پاک ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ، لَانُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُّسُلِهِ، وَقَالُوْا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ نازل فرمائی۔

ترجمہ: اللہ کے رسول (ﷺ) ایمان لائے اس چیز پر جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مؤمنین بھی۔ سب یقین رکھتے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر (اور وہ کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے، انھوں نے کہا: ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور خوشی سے مانا، ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! اور آپ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے!......اور اس کے بعد کی آیت بھی نازل فرمائی، جو یہ ہے:

﴿لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا، لَهَا مَاكَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَااكْتَسَبَتْ، رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی کو مکلف نہیں بناتے مگر اس کا جو اس کے اختیار میں ہے، اس کو ثواب بھی اسی کا ملتا ہے جو وہ ارادہ سے کرتا ہے، اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوتا ہے جس کا وہ ارادہ کرے، اے ہمارے پروردگار! ہماری داروگیر نہ فرما، اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ فَعَلْتُ: یعنی میں ان امور پر تمہاری داروگیر نہیں کروں گا ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾: اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیں، جس طرح ہم سے پہلے والوں پر آپ نے احکام بھیجے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ فَعَلْتُ: یعنی میں ایسے

بھاری احکام بھی تم پر نازل نہیں کروں گا ﴿ رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَالاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾ اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیں جس کو ہم سہار نہ سکیں، اور ہم سے درگذر فرمائیں، اور ہماری بخشش فرمائیں، اور ہم پر مہربانی فرمائیں، آپ ہمارے کارساز ہیں، پس آپ ہم کو کافروں پر غالب کردیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قد فَعَلْتُ: یعنی میں تمہاری یہ سب خواہشیں پوری کروں گا، امت کی یہ سب دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہیں، اور موقع بہ موقع اس کا ظہور ہوتا رہتا ہے، چنانچہ دین آسان کرکے نازل فرمایا۔ حدیث میں ہے: الدینُ یُسْرٌ: اللہ نے دین نہایت آسان بھیجا ہے، پس ہمت کرکے اس پر عمل کرو اور دوسری دعائیں بھی مقبول ہوئی ہیں۔

[۳۰۱۵-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نَا وَكِيْعٌ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿إِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ دَخَلَ قُلُوْبَهُمْ مِنْهُ شَيْئٌ لَّمْ يَدْخُلْ مِنْ شَيْئٍ، فَقَالُوْا للنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: قُوْلُوْا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا، فَأَلْقَى اللّٰهُ الإِيْمَانَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتعَالَى: ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ الآيَةَ، ﴿لاَيُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلاَّ وُسْعَهَا، لَهَا مَاكَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَااكْتَسَبَتْ، رَبَّنَا لاَتُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ قَالَ: "قَدْ فَعَلْتُ" ﴿رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ قَالَ: "قَدْ فَعَلْتُ" ﴿ رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَالاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، أَنْتَ﴾ الآيَةَ، قَالَ: "قَدْ فَعَلْتُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وفى الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ؛ وَآدَمُ بْنُ سُلَيْمَانَ: يُقَالُ: هُوَ وَالِدُ يَحْيىَ بْنِ آدَمَ.

وَمِنْ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ

سورۃ آلِ عمران کی تفسیر

۱- آیاتِ متشابہات میں غوروخوض جائز نہیں

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۷ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِىْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ، وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٍ، فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ، فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهِ، وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهُ إِلاَّ اللّٰهُ، وَالرّٰسِخُوْنَ فِيْ العِلْمِ يَقُوْلُوْنَ: آمَنَّا بِهِ، كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا، وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُوْا الأَلْبَابِ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنھوں نے تم پر کتاب نازل کی، جس کی بعض آیتیں محکم ہیں، اور وہی کتاب کا مدار علیہ ہیں، اور دوسری متشابہات ہیں: پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ کتاب کے اس حصہ کے پیچھے پڑتے ہیں جس کی مراد غیر واضح ہے: فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے، اور اس کا مطلب جاننے کی نیت سے، حالانکہ اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں پختہ کار کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، سب (آیتیں) ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں، اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو خالص عقل رکھتے ہیں۔

لغات: **مُحْکَمَۃٌ**: (اسم مفعول واحد مؤنث) مضبوط کی ہوئی، فیصلہ کی ہوئی، یعنی وہ آیتیں جن کی مراد بالکل واضح ہے، **حَکَمَ بِالْأَمْرِ** (ن) **حُکْمًا**: فیصلہ کرنا، اور **حَکَمَ الشیئَ**: مضبوط کرنا...... **المُتَشَابِھَۃُ** (اسم فاعل واحد مؤنث) یکساں، ہم شکل، **تَشَابَہَ الْأَمْرَان**: دو چیزوں میں فرق نہ رہنا، یکساں اور ہم شکل ہوجانا۔

آیت کا شانِ نزول:

سنہ ۹ھ میں یمن سے عیسائیوں کے مذہبی لوگوں کا ایک وفد مدینہ میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، انھوں نے نبی ﷺ سے ''عیسائیت'' کے موضوع پر گفتگو کی، سورۂ آل عمران کی شروع کی ۹۰ آیتیں اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ معبود اللہ تعالیٰ ہی ہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام معبود نہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ہستی ہیں جو زندہ (جاوید) ہیں، اور سب چیزوں کو سنبھالنے والے ہیں (اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے خیال کے مطابق سولی دیدیئے گئے ہیں، اور تم ان کو قَیُّوْمٌ بھی نہیں مانتے، پھر وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں؟)

پھر یہ مضمون بیان کیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی کتابیں تورات وانجیل نازل فرمائی ہیں، اسی طرح اب قرآنِ کریم نازل فرمایا ہے، پہلی کتابیں بھی لوگوں کو ہدایت کے لئے دی تھیں اور یہ قرآن بھی ''فرقان'' ہے، جو حق وباطل کے درمیان امتیاز کرنے والی کتاب ہے۔

پھر اس پر دھمکی ہے کہ جو قرآنِ کریم کا انکار کرے گا: وہ سخت سزا پائے گا، اور یہ منکرین اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں، کیونکہ آسمان وزمین کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں، اور بھلا وہ ہستی جو شکم مادر میں جس طرح چاہتی ہے پیدا کرتی ہے: وہ اپنی مخلوقات سے بے خبر کیسے ہوسکتی ہے؟ اور جب وہی خالق ہیں تو وہی معبود بھی ہیں، وہ زبردست حکمت والے ہیں۔

پھر یہ مضمون بیان کیا ہے کہ تمام آسمانی کتابوں میں دو طرح کی آیتیں نازل کی جاتی ہیں: بعض کی مراد واضح ہوتی ہے، اور ان پر تعلیمات انبیاء کا اصل مدار ہوتا ہے، اور بعض آیتیں مشتبہ المراد ہوتی ہیں جیسے انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو 'بیٹا'' کہہ کر خطاب کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ 'باپ' استعمال کیا ہے۔ یہ مشتبہ المراد الفاظ ہیں، کیونکہ باپ بیٹا نسبی بھی ہوتا ہے اور پیار کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، اور اس قسم کی مشتبہ آیتوں پر دین کی بنیاد نہیں ہوتی، ان کو محکم آیتوں کی طرف لوٹانا ضروری ہوتا ہے، جب انجیل میں یہ بات واضح کردی گئی کہ اللہ کا کوئی ہمسر

نہیں، اللہ کی کوئی بیوی نہیں، اور اللہ کی کوئی اولاد نہیں تو پھر باپ بیٹے نسبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ غرض یہ مضمون ''گفتہ آید درحدیث دیگراں'' کے طور پر بیان ہوا ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ نے آپؐ پر قرآن نازل کیا، جس کی بعض آیتیں محکم ہیں، اور وہی کتاب کی بنیادی آیتیں ہیں، اور دوسری آیتیں مشتبہ المراد ہیں، یعنی غیر ظاہر المعنی ہیں، ان کو ظاہر المعنی آیتوں کے موافق بنانا ضروری ہے، مگر کج فطرت لوگ ان متشابہ آیات کے پیچھے پڑتے ہیں، ان کا مقصد کبھی شورش بپا کرنا ہوتا ہے اور کبھی ان کی مراد تک پہنچنا ہوتا ہے، حالانکہ اس کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور پختہ کار علماء کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ ان پر ایمان لاتے ہیں، ان آیات کو اللہ کی طرف سے سمجھتے ہیں، اور جتنی بات سمجھ میں آتی ہے اس پر اکتفا کرتے ہیں، اس میں زیادہ غور و خوض نہیں کرتے، اور یہ ایک نصیحت ہے جس کو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جن کی عقلیں خالص ہیں، جن پر رنگ چڑھے ہوئے نہیں ہیں۔

مگر یہ دنیا چونکہ خیر و شر کا مجموعہ ہے، ہمیشہ ایسے لوگ رہے ہیں جو آیات متشابہات میں غور و خوض کرتے رہے ہیں، پھر جو الٹا سیدھا مطلب ان کی سمجھ میں آتا ہے اس کو دین کی بنیاد بناتے ہیں، چنانچہ عیسائیوں میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''ابنیت'' کا عقیدہ اسی طرح پیدا ہوا، غرض اس آیت سے یہ مضمون عیسائی علماء کو سمجھایا گیا ہے۔

محکم کا مطلب:

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ محکم: وہ کلام ہے جس سے زبان کا جاننے والا ایک ہی معنی سمجھتا ہے، اور پوری بات سمجھ جاتا ہے۔ کوئی خفا باقی نہیں رہتا، مگر اعتبار اگلے عربوں کی سمجھ کا ہے، ہمارے زمانہ کے محققین جو بال کی کھال نکالنے کے عادی ہیں ان کی سمجھ کا اعتبار نہیں، کیونکہ فضول تحقیقات لاعلاج بیماری ہیں، وہ محکم کو مبہم اور معلوم کو نامعلوم بنا دیتی ہیں۔

اور متشابہ کی دو قسمیں ہیں:

۱- کامل متشابہ، جس کے کوئی معنی ذہن میں نہیں آتے، ایسے متشابہ حروف مقطعات ہیں، جو سورتوں کے شروع میں ہیں۔

۲- ایسی متشابہ باتیں جن کو ایک حد تک ہی جانا جا سکتا ہے، آخر تک ان کو نہیں جانا سکتا، یہ اللہ کی صفات اور امور آخرت ہیں، ان حقائق کو بیان کرنے کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، وہ ہماری لغت کے ہیں، اور ہماری لغت کے الفاظ ہمارے مشاہدے میں آنے والی چیزوں کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اور اللہ کی صفات ہمارے مشاہدہ سے ماوراء ہیں، اسی طرح امور آخرت: جنت و جہنم، ان کی نعمتیں اور نَقْمَتیں، ملائکہ اور حور و قصور وغیرہ سب ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں، اس لئے ہم قرآن و حدیث میں استعمال کئے ہوئے الفاظ کو موضوع لہ کے دائرہ تک ہی سمجھ سکتے ہیں، ان کی پوری حقیقت کا ہم ادراک نہیں کر سکتے، جیسے انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بیٹا اور اللہ تعالیٰ کے لئے باپ کے الفاظ استعمال کئے گئے، ظاہر ہے ان دونوں لفظوں کی حقیقت ہمارے درمیان توالد و تناسل ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی شان ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ہے، اس لئے ان لفظوں کی حقیقت ہم ایک حد تک ہی سمجھ سکتے ہیں، آخر تک نہیں سمجھ

سکتے یعنی ہم یہی کہیں گے کہ ابوت ونبوت سے مراد: گہرا تعلق ہے، حقیقۃً باپ بیٹا ہونا مراد نہیں۔

اوراس آیت کی تفسیر میں درج ذیل روایات آئی ہیں، جن میں آیات متشابہات میں غور وخوض کرنے کی ممانعت ہے:

حدیث (۱): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: نبی ﷺ سے ﴿هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ﴾ الآیة کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ، فَأُوْلٰئِكَ الذين سَمَّاهُمُ اللّٰهُ، فَاحْذَرُوْهُمْ: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو یہی لوگ وہ ہیں جن کا اللہ نے تذکرہ کیا ہے، پس ان سے بچو۔

یہی حدیث دوسرے طریق سے آئی ہے، اس میں ابو عامر صالح بن رستم خزّاز کے الفاظ ہیں: فَإِذَا رَأَيْتِهِمْ فَاعْرِفِيْهِمْ: نبی ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: پس جب تم ان لوگوں کو دیکھو (جو متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں) تو تم ان کو پہچان لو (اور ان سے دور رہو) اور یزید بن ابراہیم کے الفاظ ہیں: فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاعْرِفُوْهُمْ: نبی ﷺ نے امت سے فرمایا: جب تم ان کو دیکھو تو ان کو پہچان لو (اور ان سے کنارہ کش رہو) آپؐ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ فرمائی۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عیسائی انجیل کے متشابہات کی وجہ سے گمراہ ہوئے، اسی طرح اس امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہونگے جو قرآن کے متشابہات کے پیچھے پڑیں گے، چنانچہ اس امت میں بھی پہلی گمراہی صفاتِ باری تعالیٰ میں غور کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی، مُعَطِّلَہْ، مُجَسِّمَہْ، مؤوِّلَہْ اور مُشَبِّهَہ فرقے: صفات میں انتہائی غور وخوض کرنے کی وجہ ہی سے پیدا ہوئے ہیں، ایسی صورت میں اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں سے دور رہا جائے، تاکہ آدمی ان کے فتنہ سے محفوظ رہے۔

[٤-] وَمِنْ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ

[٣٠١٦-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، نَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، نَا ابْنُ أَبِیْ مُلَيْكَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحمدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾ إلى آخِرِ الآيَةِ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ، فَأُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ، فَاحْذَرُوْهُمْ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِیَ عَنْ أَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ أَبِیْ مُلَيْكَةَ هٰذَا الحديثُ عَنْ عَائِشَةَ.

[٣٠١٧-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِیُّ، نَا أَبُوْ عَامِرٍ: وَهُوَ الْخَزَّازُ، وَيَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، كِلَاهُمَا: عَنِ ابنِ أَبِیْ مُلَيْكَةَ، قَالَ يَزِيْدُ: عَنِ ابنِ أَبِیْ مُلَيْكَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحمدٍ، عَنْ

عَائِشَةَ، وَلَمْ يُذْكُرْ أَبُوْ عَامِرٍ: الْقَاسِمَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ قَوْلِهِ: ﴿فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهِ﴾ قَالَ: فَإِذَا رَأَيْتِهِمْ فَاعْرِفِيْهِمْ، وَقَالَ يَزِيْدُ: فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاعْرِفُوْهُمْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، هٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ ابنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ: عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحمدٍ، وَإِنَّمَا ذَكَرَهُ يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ:عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحمدٍ: فِيْ هٰذَا الحديثِ، وَابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، وَقَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ أَيْضًا.

وضاحت: حدیث کی پہلی سند یزید بن ابراہیم کی ہے، وہ ابن ابی ملیکہ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان قاسم بن محمد کا واسطہ بڑھاتے ہیں، مگر حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ یہ واسطہ نہیں بڑھاتے، پھر امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی دوسری سند پیش کی ہے، وہ ابو عامر خزاز اور یزید دونوں کی مشترک سند ہے، مگر یزید: قاسم کا واسطہ بڑھاتے ہیں، اور ابو عامر واسطہ نہیں بڑھاتے، نیز حدیث کے آخری جملے میں بھی دونوں میں اختلاف ہے، پھر امام ترمذیؒ نے فرمایا: اس حدیث میں قاسم کا واسطہ صرف یزید بڑھاتے ہیں، ابن ابی ملیکہ کے دیگر متعدد تلامذہ یہ واسطہ نہیں بڑھاتے (پس صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن ابی ملیکہ بلا واسطہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں، اور یہ حدیث متفق علیہ ہے)

۲- نبی ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خاص تعلق ہے

سورۂ آل عمران کی آیت ۶۸ ہے: ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ، وَهٰذَا النَّبِيُّ، وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا، وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ترجمہ: بیشک سب لوگوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھنے والے: یقیناً وہ لوگ ہیں جنھوں نے (ان کے زمانہ میں) ان کا اتباع کیا، اور یہ نبی (ﷺ) اور یہ ایمان والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے حامی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ وَلِيِّيَ أَبِي وخليلُ ربّي: بیشک مجھ سے خاص تعلق رکھنے والے میرے ابا اور میرے پروردگار کے خاص دوست (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ہیں، پھر آپؐ نے مذکورہ آیت پڑھی۔

تشریح: وُلَاةٌ: وَلِيٌّ کی جمع ہے، جس کے معنی یہاں خاص تعلق رکھنے والا کے ہیں، یعنی ہر نبی کا گذشتہ انبیاء میں سے کسی کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے، جیسے انبیاء بنی اسرائیل کا خاص تعلق حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہے، پھر ان کے واسطے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے، پھر ان کے واسطے سے حضرت نوح علیہ السلام سے ہے، پھر ان کے واسطے سے حضرت آدم علیہ السلام سے ہے، اور ہمارے پیغمبر ﷺ کا خاص تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے، پھر ان کے واسطہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے (آخر تک)

اور ایسی صورت میں اوپر والے واسطوں کا اثر ماتحت نبوت میں آتا ہے، چنانچہ انبیائے بنی اسرائیل کی شریعتوں میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے احوال کا اثر پایا جاتا ہے، اور ہمارے نبی ﷺ ملت اسماعیلی اور ملتِ ابراہیمی پر مبعوث ہوئے ہیں، اس لئے آپؐ کی شریعت میں ان دونوں ملتوں کے اثرات ہیں۔

اور آیتِ پاک: ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ﴾ اس ذیل میں آئی ہے کہ اہل کتاب دعوی کرتے تھے کہ ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں، اسی طرح مشرکین بھی دعوی کرتے تھے، وہ کہتے تھے: ہم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور ملتِ ابراہیمی پر ہیں، ان دونوں فرقوں سے اس آیت میں کہا گیا ہے کہ تمہارا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں، ان سے قریبی تعلق ان مؤمنین کا تھا جو ان کے زمانہ میں ان پر ایمان لائے تھے، اور اب یہ پیغمبر اور ان پر ایمان لانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، اور یہی ان کی ملت پر ہیں۔

[٣٠١٨-] حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِنَ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنَّ وَلِيِّيَ أَبِيْ، وَخَلِيْلُ رَبِّيْ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ، وَهٰذَا النَّبِيُّ، وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا، وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

حدثنا مَحمودٌ، نَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ الضُّحَى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ، وَلَمْ يَقُلْ فِيْهِ: عَنْ مَسْرُوْقٍ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، وَأَبُوْ الضُّحىٰ: اسْمُهُ مُسْلِمُ بْنُ صُبَيْحٍ.

حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ الضُّحىٰ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ حَدِيْثِ أَبِيْ نُعَيْمٍ، وَلَيْسَ فِيْهِ: عَنْ مَسْرُوْقٍ.

وضاحت: حدیث کی پہلی سند سفیان ثوریؒ کے شاگرد ابو احمد زبیری کی ہے، انھوں نے ابوالضُّحی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان مسروق کا واسطہ بڑھایا ہے...... اور دوسری سند سفیان ثوریؒ کے شاگرد ابونُعیم فضل بن دُکین کی ہے، انھوں نے یہ واسطہ نہیں بڑھایا...... اور امام ترمذیؒ کے نزدیک بغیر واسطہ کی سند اصح ہے...... پھر سفیان ثوری کے شاگرد وکیعؒ کی سند پیش کی ہے، وہ ابونُعیم کے متابع ہیں، ان کی سند میں بھی عن مسروقٍ نہیں ہے۔

٣-عدالت میں جھوٹی قسم کھانے کا وبال

سورۂ آل عمران آیت ٧٧ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً، أُوْلٰئِكَ لاَخَلاَقَ لَهُمْ فِيْ الآخِرَةِ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلاَ يُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾

ترجمہ: بیشک جولوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں اس عہد و پیمان کے بدلے میں جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے، اور اپنی قسموں کے عوض میں: ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں، نہ (آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان سے (لطف کے ساتھ) کلام فرمائیں گے، اور نہ ان کی طرف قیامت کے دن (محبت سے) دیکھیں گے، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک صاف کریں گے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے!

اس آیت کا شانِ نزول حدیث میں درج ذیل آیا ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی قسم کھائی درانحالیکہ وہ اس میں بدکار ہے، یعنی جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہونگے۔

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! یہ ارشاد میرے ہی واقعہ میں آپؐ نے فرمایا ہے، میرے درمیان اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین میں جھگڑا تھا، اس نے وہ زمین مجھے دینے سے انکار کر دیا، پس میں نے اس کو نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپؐ نے مجھ سے فرمایا: ”کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟“ میں نے کہا: نہیں، پس آپؐ نے یہودی سے فرمایا: ”قسم کھا“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اب تو یہ قسم کھالے گا، اور میرا مال ہڑپ کر جائے گا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ پاک نازل فرمائی (یہ حدیث پہلے (حدیث ۱۲۵۴) أبواب البیوع باب ۴۳ تحفہ ۴: ۱۹۶ میں گذر چکی ہے)

[۳۰۱۹-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ” مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ، وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ: لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ “

فَقَالَ الأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ: فِيَّ وَاللّٰهِ! كَانَ ذٰلِكَ، كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ، فَجَحَدَنِيْ، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ”أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟“ قُلْتُ: لاَ، فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ: ” احْلِفْ“ فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِذَنْ يَحْلِفُ، فَيَذْهَبُ بِمَالِيْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفي الباب: عَنْ ابنِ أَبِيْ أَوْفَى.

۴-آیتِ پاک ﴿لَنْ تَنَالُوْ الْبِرَّ﴾ کا نزول اور اس پر صحابہ کا عمل

سورۂ آل عمران آیت ۹۲ ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ﴾ ترجمہ: تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کرسکو گے جب تک اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو، اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اس کو

اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں (کہ وہ تمہاری پسندیدہ چیز ہے یا نہیں)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا محبوب گھوڑا خیرات کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خیبر کی جائداد وقف کی، اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ اللہ کے راستہ میں پیش کیا، جس کا تذکرہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ﴾ نازل ہوئی یا فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ نازل ہوئی (یہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۴۵ ہے) تو حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا: اور ان کی ملکیت میں ایک باغ تھا: اے اللہ کے رسول! میرا باغ اللہ کے لئے ہے، اور اگر میرے بس میں ہوتا کہ میں اس کو چپکے سے پیش کرتا تو میں اس کو برملا پیش نہ کرتا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: آپؓ باغ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردیں (چنانچہ انھوں نے اپنے خاندان کے غریبوں میں وہ باغ بانٹ دیا)

لغت: قَرَابَة: رشتہ داری...... أَقْرَبِیْن: رشتہ دار، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے۔

[۳۰۲۰-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، نَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ أَوْ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِی يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ - وَكَانَ لَهُ حَائِطٌ - يَارسولَ اللّٰهِ! حَائِطِیْ لِلّٰهِ، وَلَوِاسْتَطَعْتُ أَنْ أُسِرَّهُ لَمْ أُعْلِنْهُ، فَقَالَ: "اجْعَلْهُ فِیْ قَرَابَتِكَ، أَوْ: أَقْرَبِيْكَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

۵- فرضیتِ حج کی آیت، اور چند سوالات

سورۂ آل عمران آیت ۹۷ ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾: اور اللہ کے لئے لوگوں کے ذمے بیت اللہ کا حج کرنا ہے، اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے۔

حدیث: جب یہ آیتِ پاک نازل ہوئی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے اللہ کے رسول! حاجی کون ہے؟ یعنی حاجی کا بہترین حال کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: الشَّعِثُ التَّفِلُ: بکھرے ہوئے میلے بالوں والا، اور میلے کچیلے بدن والا (دورِ نبوی میں بہت دنوں تک احرام رکھنا پڑتا تھا، اس لئے محرم کا ایسا حال ہو جاتا تھا) پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کونسا حج افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: العَجُّ وَالثَّجُّ: جہراً تلبیہ پڑھنا اور خون بہانا (یہ مضمون کتاب الحج باب ۱۴ حدیث ۸۱۹ تحفہ ۳: ۲۲۲ میں گذر چکا ہے) پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اس نے پوچھا: ﴿مَنِ

اسْتَطَاعَ إِلَیْهِ سَبِیْلاً﴾ میں سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: زادوراحلہ یعنی توشہ اور سواری (اور یہ مضمون کتاب الحج باب۴ حدیث ۸۰۳ تحفہ ۳:۲۰۵ میں گذر چکا ہے)

[۳۰۲۱-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ یَزِیْدَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحمدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، یُحَدِّثُ عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ إِلَی النبیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم، فَقَالَ: مَنْ الْحَاجُّ یَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "الشَّعِثُ التَّفِلُ!" فَقَامَ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ: أَیُّ الْحَجِّ أَفْضَلُ یَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "العَجُّ وَالثَّجُّ" فَقَامَ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ: مَاالسَّبِیْلُ یَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ"

هٰذَا حدیثٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیْثِ إِبْرَاهِیْمَ بْنِ یَزِیْدَ الْخُوْزِیِّ الْمَکِّیِّ، وَقَدْ تَکَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ إِبْرَاهِیْمَ بْنِ یَزِیْدَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

وضاحت: اس حدیث کا راوی ابراہیم بن یزید الخُوزی المکی متکلم فیہ راوی ہے، اس لئے امام مالکؒ اس حدیث کو نہیں لیتے، اور وہ حج کی فرضیت کے لئے زادوراحلہ کو شرط قرار نہیں دیتے، تفصیل کتاب الحج میں گذر چکی ہے۔

۶- آیتِ مباہلہ اور اس پر عمل کی تیاری

سورہ آل عمران کی آیت ۶۱ ہے: ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ: تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ، ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْكَاذِبِیْنَ﴾

ترجمہ: پس جو شخص آپؐ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اب بھی حجت کرے، آپؐ کے پاس علم (قطعی) آجانے کے بعد تو آپؐ فرمائیں: آؤ! ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تم (بلالو) اپنے بیٹوں کو، اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی ذاتوں کو اور تمہاری ذاتوں کو، پھر ہم گڑگڑا کر دعا کریں، پس ہم اللہ کی لعنت جھوٹوں پر بھیجیں۔

تفسیر: اس آیت میں "اپنی ذاتوں سے" مراد اہل مباہلہ ہیں، اور اپنی عورتوں سے مراد بیویاں وغیرہ ہیں، اور اپنے بیٹوں سے مراد بیٹے، پوتے، نواسے ہیں، خاص صلبی اولاد مراد نہیں، بلکہ اولاد کی اولاد بھی اس کا مصداق ہے، وہ بھی عرفاً اولاد کے مانند سمجھی جاتی ہے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے حضرات علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کو بلایا، اور فرمایا: "الٰہی! یہ میرے گھر والے ہیں" یعنی آپ ان حضرات کو لے کر مباہلہ کرنے کے لئے گھر سے نکلے، مگر نجران کے نصاری نے مشورہ کرکے جواب دیا کہ ہم آپؐ سے مباہلہ کرنا نہیں چاہتے، بلکہ مصالحت کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ انھوں نے حکومت اسلامیہ کی ماتحتی قبول کرلی، اور مصالحت کرکے واپس ہوگئے۔

فائدہ: پہلے تحفۃ الالمعی (۲:۱۴۳) میں یہ بات گذر چکی ہے کہ چار تن (علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم) نبی ﷺ کی دعا کی برکت سے اہل بیت میں شامل کئے گئے ہیں، اور آیتِ مباہلہ میں لفظ "اہل بیت" نہیں تھا، صرف بیٹوں،

عورتوں اور خود کو مباہلہ میں شامل ہونا تھا، اور چونکہ آپ ﷺ کی نرینہ اولاد حیات نہیں تھی، اس لئے آپؐ نے مباہلہ کے لئے اپنے دونوں نواسوں اور داماد کو بلایا، اور بذاتِ خود بھی مباہلہ کے لئے تیار ہوئے، اور بیویوں کو بلانے کے بجائے بیٹی کو بلایا، کیونکہ یہ بھی آپؐ کی دعا کی برکت سے اہل بیت میں شامل ہو چکی تھیں، اور نواسے چونکہ چھوٹے تھے اس لئے بھی ان کے ساتھ ان کی ماں کا ہونا ضروری تھا۔

[۳۰۲۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُمْ، وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ﴾ الآيَةَ، دَعَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا، وَفَاطِمَةَ، وَحَسَنًا، وَحُسَيْنًا، فَقَالَ: ”اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِيْ“ هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

۷- قیامت کے دن کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے سیاہ ہونگے

سورۂ آل عمران آیات ۱۰۵-۱۰۷ میں یہ مضمون ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے باہم تفریق کی اور باہم اختلاف کر لیا ان کے پاس واضح احکام پہنچنے کے بعد، اور ان لوگوں کے لئے اس دن سزائے عظیم ہوگی جس دن بعض چہرے سفید اور بعض چہرے سیاہ ہونگے، رہے وہ چہرے جو سیاہ ہونگے تو ان سے کہا جائے گا: کیا تم اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ سو اپنے کفر کے سبب سزا چکھو! اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہونگے: وہ اللہ کی رحمت میں ہونگے۔

تفسیر: ان آیات میں جس تفریق واختلاف کی مذمت ہے اس سے مراد وہ تفریق ہے جو اصولِ دین میں یا فروعِ دین میں نفسانیت کی وجہ سے ہو، اور جو اختلاف غیر واضح فروع میں ہوتا ہے یا نص صریح نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، یا نصوص میں ظاہری تعارض کی وجہ سے ہوتا ہے تو ایسی فروع میں اختلاف ناگزیر ہوتا ہے اس لئے وہ آیت کا مصداق نہیں۔

اس آیت کی ایک مثال خوارج کا معاملہ ہے، یہ لوگ جنگ صفین کے بعد حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما سے اختلاف کر کے حروراء مقام میں جمع ہوئے، ان کا لیڈر نافع بن الازرق تھا، اس لئے خوارج ازارقہ بھی کہلاتے ہیں، ان سے حضرت علیؓ نے لوہا لیا، اور ان کو کیفر کردار تک پہنچایا، جب ان خوارج کے سر دمشق میں لائے گئے، اور راستہ پر نصب کئے گئے، اور وہاں سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ گذرے تو انھوں نے دمشق کے راستہ پر یہ سر نصب کئے ہوئے دیکھے، پس فرمایا: کِلابُ النار: یہ لوگ دوزخ کے کتے ہیں (مبتدا أصحابُ هذه الرؤس پوشیدہ ہے) شَرُّ قَتْلَى تحتَ أديمِ السماء: یہ آسمان کی نچلی سطح کے نیچے بدترین مقتول ہیں (یہ مبتدا کی دوسری خبر ہے) خَيْرُ قَتْلَى: مَنْ قَتَلُوْه: بہترین مقتول وہ ہیں جن کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے (خَيْرُ قَتْلَى: مبتدا ہے اور مَنْ قَتَلُوْه: خبر ہے، اور جمع کی ضمیر أصحاب الرؤس کی طرف لوٹتی ہے، اور منصوب ضمیر مَنْ کی طرف) پھر حضرت ابوامامہؓ نے آیت: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ﴾ آخر تک

پڑھی، یعنی ان خوارج کو اس آیت کا مصداق قرار دیا۔ ابو غالب نے (جن کا نام حَزَوَّر ہے) حضرت ابو امامہؓ سے پوچھا: کیا آپؓ نے یہ بات نبی ﷺ سے سنی ہے؟ حضرت ابو امامہؓ نے کہا: اگر میں نے یہ بات نبی ﷺ سے نہ سنی ہوتی مگر ایک بار یا دو بار یا تین بار یا چار بار یہاں تک کہ سات بار شمار کیا: تو میں یہ بات آپ لوگوں سے بیان نہ کرتا۔

تشریح: الخوارجُ کلابُ النار: مستقل حدیث ہے جو ابن ماجہ (حدیث ۱۷۳) میں ہے، اور شَرُّ قَتْلٰی دوسری حدیث ہے جو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بھی ابن ماجہ (حدیث ۱۷۶) میں ہے، یہ حدیث حضرت ابو امامہؓ نے نبی ﷺ سے بار بار سنی ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے: قد کان ھؤلاء مسلمین فصاروا کفاراً: یہ خوارج پہلے مسلمان تھے، پھر خروج (بغاوت) کرنے کی وجہ سے کافر ہو گئے، اس لئے یہ بدترین مقتول ہیں، اور ان کا مقابلہ کرتے ہوئے حضرت علیؓ کی فوج کے جو لوگ مارے گئے وہ بہترین شہید ہیں۔

[۳۰۲۳-] حدثنا أَبُوْ کُرَیْبٍ، نَا وَکِیْعٌ، عَنْ رَبِیْعٍ: وَھُوَ ابْنُ صَبِیْحٍ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ، عَنْ أَبِیْ غَالِبٍ، قَالَ: رَأَی أَبُوْ أُمَامَۃَ رُؤُوْسًا مَنْصُوْبَۃً عَلَی دَرْجِ دِمَشْقَ، فَقَالَ أَبُوْ أُمَامَۃَ: کِلَابُ النَّارِ، شَرُّ قَتْلَی تَحْتَ أَدِیْمِ السَّمَاءِ، خَیْرُ قَتْلَی مَنْ قَتَلُوْہُ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ﴾ إِلَی آخِرِ الآیَۃِ. قُلْتُ لِأَبِیْ أُمَامَۃَ: أَنْتَ سَمِعْتَہُ مِنْ رسولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَسْمَعْہُ إِلَّا مَرَّۃً أَوْ مَرَّتَیْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا حَتَّی عَدَّ سَبْعًا: مَا حَدَّثْتُکُمُوْہُ.

ھٰذَا حدیثٌ حسنٌ، وَأَبُوْ غَالِبٍ: اسْمُہُ حَزَوَّرٌ، وَأَبُوْ أُمَامَۃَ الْبَاھِلِیُّ: اسْمُہُ صُدَیُّ بْنُ عَجْلَانَ، وَھُوَ سَیِّدُ بَاھِلَۃَ.

۸- یہ امت بہترین اور معزز ترین امت ہے

سورۂ آل عمران آیت ۱۱۰ ہے: ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ أُمَّۃٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی فائدہ رسانی کے لئے نکالی گئی ہو، اس آیتِ پاک کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: أنتم تُتِمُّوْنَ سبعین أُمَّۃً، أنتم خیرُھا وأکرمُھا علی اللہ: تم ستر امتوں کو مکمل کرنے والی امت ہو، تم ان میں بہترین ہو، اور تم اللہ کے نزدیک ان میں سے معزز ترین ہو۔

تشریح: أَتَمَّ الشیئَ کے معنی ہیں: پورا کرنا، مکمل کرنا، اور سترّ کا عدد تکثیر کے لئے ہے، یعنی پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں، اور تم آخری امت ہو، اور تمام امتوں سے بہتر اور معزز ہو، کیونکہ اس امت کے ذمے نبیوں والا کام رکھا گیا ہے، اس لئے اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے اور اس کی فضیلت سوا ہو گئی ہے۔

فائدہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: اس سے مراد خاص صحابہ کرام ہیں، اور بعد کے لوگوں میں سے وہ لوگ مراد ہیں جو صحابہ کرام کے عقائد پر ہوں اور ان کے جیسے کام کریں: وہ بہترین لوگ ہیں،

جولوگوں کی نفع رسانی کے لئے وجود میں لائے گئے ہیں، پس گمراہ فرقے اس آیت کا مصداق نہیں، بلکہ وہ اہل حق بھی جو صحابہ والا کام نہیں کرتے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے، دین کی تبلیغ واشاعت اور تعلیم وتعلّم میں حصہ نہیں لیتے، بلکہ تن پروری میں مشغول ہیں وہ بھی اس آیت کا مصداق نہیں، اور یہ بات سیاقِ آیت سے بالکل ظاہر ہے، اور تفصیل رحمۃ اللہ (۲:۵۱) میں ہے۔

[٣٠٢٤-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّهُ سَمِعَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ قَالَ: "أَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ أُمَّةً، أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ نَحْوَ هٰذَا، وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾

۹- ہدایت وضلالت اللہ کے اختیار میں ہے

سورۂ آل عمران آیت ۱۲۸ ہے: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾: آپ کا کچھ اختیار نہیں، یا تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف توجہ فرمائیں گے یا ان کو سزادیں گے، کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

آیت کا شانِ نزول:

غزوۂ احد میں نبی ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہو گیا تھا، اور چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا تھا، اس وقت آپؐ نے فرمایا: ''وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ معاملہ کیا، جبکہ وہ ان کو خدا کی طرف بلا رہا ہے؟!'' اس وقت یہ آیت پاک نازل ہوئی، اور آپؐ کو بددعا کرنے سے روک دیا گیا۔ اس سلسلہ میں درج ذیل روایات پڑھیں:

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنگ احد کے موقع پر آپؐ کا ایک دانت توڑ دیا گیا (الرَّباعية: سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والے دانت، یہ چار ہوتے ہیں، دو اوپر اور دو نیچے، ان میں سے ایک دانت کا کچھ حصہ شہید ہو گیا تھا) اور آپؐ کا چہرہ زخمی کر دیا گیا، آپؐ کی پیشانی میں ایک زخم آیا تھا، یہاں تک کہ خون آپؐ کے چہرے پر بہنے لگا تھا۔ پس آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ معاملہ کیا، درانحالیکہ وہ ان کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے؟!'' پس آیت: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ﴾ نازل ہوئی۔

حدیث (۲): مذکورہ حدیث ان لفظوں سے بھی آئی ہے: نبی ﷺ کے چہرۂ مبارک میں زخم آیا، اور آپؐ کا دانت شہید کر دیا گیا، اور آپؐ کے شانے پر سخت چوٹ ماری گئی (امام ترمذیؒ کے استاذ عبد بن حمید نے آخر میں کہا ہے کہ یہ یزید بن ہارون کی غلطی ہے، چوٹ شانے پر نہیں بلکہ ماتھے پر آئی تھی) پس خون آپؐ کے چہرے پر بہنے لگا، آپؐ اس کو

پونچھ رہے تھے،اور فرمارہے تھے: ”وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے،جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ معاملہ کیا، درانحالیکہ وہ ان کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے؟!“ پس اللہ تعالیٰ نے ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ﴾ نازل کیا۔

حدیث (۳): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر چار شخصوں پر لعنت بھیجی، فرمایا: اے اللہ! ابوسفیان کو اپنی رحمت سے دور فرما! اے اللہ! حارث بن ہشام کو اپنی رحمت سے دور فرما! اے اللہ! صفوان بن امیہ کو اپنی رحمت سے دور فرما! راوی کہتے ہیں: پس آیت ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ﴾ نازل ہوئی، پس اللہ تعالیٰ نے ان تینوں پر توجہ فرمائی، چنانچہ وہ تینوں مسلمان ہوئے اور ان کا اسلام بہترین ثابت ہوا۔

تشریح: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور حنین وطائف کی جنگوں میں شریک رہے...... اور حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ: ابوجہل کے بھائی ہیں، ابوجہل تو بدر میں مارا گیا مگر حارث بچ گئے، پھر فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، اور ان کا اسلام بھی اچھا رہا، ان کا شمار بڑے صحابہ میں ہے، وہ شام میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ طاعون عمواس میں شہید ہوئے ...... اور حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے، پھر لوٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حنین وطائف کی جنگوں میں بحالت کفر شریک رہے، پھر ایمان لائے اور جنگ یرموک میں شہید ہوئے ...... اور چوتھے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں، حدیبیہ کی صلح میں آپ ہی فریق مقابل تھے، اور فتح مکہ کے موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے سوال کیا تھا: ماذا تقولو ن؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ تو حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا: نقولُ خيراً، وَنَظُنُّ خيراً، أَخٌ كريمٌ وابْنُ أَخٍ كريمٍ وقد قَدَرْتَ: ہم اچھی بات سوچ رہے ہیں، اور اچھا گمان باندھ رہے ہیں، آپ شریف بھائی اور شریف بھتیجے ہیں اور آپ کا ہاتھ بالا ہوگیا ہے، آپ نے ان کا یہ جواب بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا: لاتثريب عليكم اليوم، أنتم الطلقاء! جاؤ سب کو معاف کر دیا، آج پچھلی باتوں پر شرمندہ بھی نہیں کیا جائے گا۔

حدیث (۴): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مذکورہ) چار شخصوں کے لئے بددعا کیا کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ﴾ نازل فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو ہدایت نصیب فرمائی۔

تشریح: ان سب روایات کا حاصل یہ ہے کہ ہدایت کا اختیار اللہ کا ہے، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں، اگر آپ کا کچھ اختیار ہوتا تو عم محترم ابوطالب کے معاملہ میں ہوتا، جبکہ ان کے معاملہ میں ارشادِ پاک ہے: ﴿إِنَّكَ لَاتَهْدِىْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتے ہیں!

فائدہ: روایات میں مذکور آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں قبائلِ رِعل وذکوان کا واقعہ بھی آیا ہے، ان قبائل نے چند صحابہ کو دھوکہ دے کر شہید کیا تھا، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ پہنچا تھا، چنانچہ آپؐ نے ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھی اوران قبائل کے لئے بددعا کی، پھر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے بددعا موقوف کردی۔

یہ واقعہ احد کے بعد کا ہے، اس لئے اصل شانِ نزول احد کا واقعہ ہے، اور رِعل وذکوان والے واقعہ کو بھی صحابہ نے آیت کا مصداق قرار دیا ہے، اور صحابہ ایسا کرتے تھے، تفصیل الفوز الکبیر میں ہے (دیکھیں الخیر الکثیر ص:۲۸۷)

[۳۰۲۵-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا هُشَيْمٌ، نَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كُسِرَتْ رَبَاعِيَّتُهُ يَوْمَ أُحُدٍ، وَشُجَّ وَجْهُهُ شَجَّةً فِيْ جَبْهَتِهِ، حَتَّى سَالَ الدَّمُ عَلَى وَجْهِهِ، فَقَالَ: "كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ فَعَلُوْا هٰذَا بِنَبِيِّهِمْ، وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ إِلَى اللّٰهِ!؟" فَنَزَلَتْ:﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ﴾ إلى آخرِهَا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۲۶-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالاَ: نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شُجَّ فِيْ وَجْهِهِ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَّتُهُ، وَرُمِيَ رَمْيَةً عَلَى كَتِفِهِ، فَجَعَلَ الدَّمُ يَسِيْلُ عَلَى وَجْهِهِ، وَهُوَ يَمْسَحُهُ، وَيَقُوْلُ: "كَيْفَ تُفْلِحُ أُمَّةٌ فَعَلُوْا هٰذَا بِنَبِيِّهِمْ، وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ إِلَى اللّٰهِ؟" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾ سَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَقُوْلُ: غَلَطَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ فِيْ هٰذَا، هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۲۷-] حدثنا أَبُوْ السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ بْنِ سَلْمٍ الْكُوْفِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ: "اللّٰهُمَّ الْعَنْ أَبَا سُفْيَانَ! اللّٰهُمَّ الْعَنِ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ! اللّٰهُمَّ الْعَنْ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ!" قَالَ فَنَزَلَتْ:﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ، أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ فَتَابَ عَلَيْهِمْ، فَأَسْلَمُوْا فَحَسُنَ إِسْلاَمُهُمْ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ، عَنْ سَالِمٍ، وَكَذَا رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ.

[۳۰۲۸-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ حَبِيْبِ بْنِ عَرَبِيٍّ الْبَصْرِيُّ، نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَجْلاَنَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَدْعُو عَلَى أَرْبَعَةِ نَفَرٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾ فَهَدَاهُمُ اللّٰهُ لِلإِسْلاَمِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ، يُسْتَغْرَبُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، وَرَوَاهُ يَحْيىَ بْنُ أَيُّوْبَ، عَنْ ابنِ عَجْلاَنَ.

۱۰-نماز ذکر اللہ کا بہترین ذریعہ ہے

سورۃ العنکبوت آیت ۴۵ ہے: ﴿أُتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ، إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ، وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ﴾ ترجمہ: آپؐ وہ کتاب پڑھیں جو آپؐ پر وحی کی گئی ہے، اور نماز کی پابندی کریں، بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے، اور اللہ کی یاد اس سے بھی بڑی چیز ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتے ہیں۔

اس آیت میں نماز کا ایک فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ بے حیائی اور ناجائز کاموں سے روکتی ہے، جیسے نالائق بیٹے کو نیک باپ بدچلنی سے روکتا ہے، مگر کبھی بیٹا نہیں مانتا، یہی حال نماز کا ہے، وہ نمازی بندے کو برائیوں سے روکتی ہے مگر کبھی نمازی اس کی نہیں سنتا...... اور نماز کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی یاد کا بہترین ذریعہ ہے ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

چنانچہ سورۂ آل عمران آیات ۱۳۴ و ۱۳۵ میں متقیوں (خدا سے ڈرنے والوں) کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو فراغت اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں، اور غصہ کو ضبط کرتے ہیں، اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتے ہیں، اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کر گذرتے ہیں، یا ایسا کام کر لیتے ہیں جن سے خود ان کی ذاتوں کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو بخشنے والا کون ہے؟ اور وہ لوگ اپنے کئے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے۔

یعنی متقیوں کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کبھی ان سے کوئی گناہ صادر نہ ہو، ہاں متقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب بھی اس سے کوئی گناہ صادر ہو جائے وہ اللہ کو یاد کرے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہے۔

اس آیتِ پاک سے نبی ﷺ نے صلاۃ التوبہ مشروع فرمائی ہے، یعنی جب کسی سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو پاکی حاصل کرے (نہانے کی ضرورت ہو تو نہائے، ورنہ وضو کرے) پھر کم از کم دو نفلیں توبہ کی نیت سے پڑھے، پھر گڑگڑا کر دعا کرے، امید ہے اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے۔

اور باب کی حدیث پہلے تحفۃ الالمعی (۲۴۱:۲) میں گذر چکی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک ایسا شخص تھا کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچاتے، جو وہ چاہتے کہ مجھے اس سے فائدہ پہنچائیں، یعنی جس قدر ممکن ہوتا میں اس پر عمل کرتا، اور جب مجھ سے آپؐ کے صحابہ میں سے کوئی

شخص حدیث بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا (کہ کیا تو نے خود یہ حدیث نبی ﷺ سے سنی ہے؟) پس جب وہ میرے سامنے قسم کھالیتا تو میں اس کو سچا قرار دیتا (اور اس حدیث پر بھی عمل کرتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی احتیاط کا یہ ضابطہ فنِ اصولِ حدیث میں نہیں لیا گیا) اور بیشک شان یہ ہے کہ مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، اور ابوبکرؓ نے سچ کہا، یعنی ان کے صدیق ہونے کی وجہ سے میں نے ان سے قسم نہیں لی، انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بھی شخص کوئی گناہ کرے، پھر اٹھے اور پاکی حاصل کرے، پھر نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے گناہ کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کردیتے ہیں، پھر نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

تشریح: اس آیت سے نبی ﷺ نے صلوۃ التوبہ مشروع فرمائی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی بہت سی شکلیں ہوسکتی ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ صورت ''نماز'' ہے، نماز کا مقصد اور اس کا سب سے بڑا فائدہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، پس اگر صلوۃ التوبہ پڑھ کر توبہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ پر قلم عفو پھیر دیتے ہیں، باقی تفصیل محولہ بالا جگہ میں دیکھیں۔

[٣٠٢٩-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بْنِ الحَكَمِ الفَزَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ: إِنِّي كُنْتُ رَجُلاً إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيْثًا، نَفَعَنِي اللّٰهُ مِنْهُ بِمَاشَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي، وَإِذَا حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ.

وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُوْ بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "مَامِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ، ثُمَّ يُصَلِّي، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ: إِلَّا غَفَرَ لَهُ" ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ﴾ إِلَى آخِرِ الآيَةِ.

هٰذَا حديثٌ قَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، فَرَفَعُوْهُ، وَرَوَاهُ مِسْعَرٌ وَسُفْيَانُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، فَلَمْ يَرْفَعَاهُ، وَلاَ نَعْرِفُ لِأَسْمَاءَ إِلَّا هٰذَا الحديثَ.

١١- دورانِ جنگ اونگھ آنا نزولِ رحمت کی نشانی ہے

سورۂ آل عمران آیت ١٤٥ ہے: ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا﴾ الآيَة: ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے بے چینی کے بعد تم پر چین اتارا، یعنی اونگھ بھیجی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھائی جارہی تھی، اور دوسری جماعت کو اپنی جان کی فکر تھی، وہ اللہ کے بارے میں غلط گمان کررہے تھے، جس طرح کا گمان زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتے تھے، وہ کہتے تھے: کیا ہمارا معاملے میں کچھ اختیار ہے؟ آپؐ فرمائیں: سارا اختیار اللہ کا ہے، وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی

باتیں چھپاتے ہیں جن کو وہ آپ سے ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں: اگر ہمارا جنگ میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے، آپؐ فرمادیں: اگر تم لوگ اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں کے لئے مارا جانا مقدر ہو چکا ہے: وہ لوگ ان مقامات کی طرف ضرور نکلتے، جہاں وہ گرے ہیں، یعنی مرے ہیں۔ اور یہ (جنگ احد میں) جو کچھ ہوا اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کی آزمائش کریں، اور تاکہ تمہارے دلوں کی باتوں کو صاف کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل دو روایتیں آئی ہیں:

حدیث (۱): حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جنگ احد کے دن اپنا سر اٹھایا، پس میں دیکھنے لگا، اس دن صحابہ میں سے کوئی نہیں تھا، مگر وہ اونگھ کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے ہل رہا تھا، ارشادِ پاک ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا﴾ میں اسی کا تذکرہ ہے۔

لغت: مَادَ الشيئُ (ض) مَيْدًا وَ مَيَدَانًا: ہلنا، جھومنا۔

حدیث (۲): حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم پر نیند چھا گئی، جبکہ ہم جنگ احد کے دن اپنی صفوں میں کھڑے تھے، حضرت ابوطلحہؓ نے بیان کیا کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن پر اس دن اونگھ چھائی جارہی تھی، حضرت ابوطلحہؓ کہتے ہیں: پس میری تلوار میرے ہاتھ سے گرجاتی تھی، اور میں اس کو لیتا تھا، پھر وہ میرے ہاتھ سے گرجاتی تھی اور میں اس کو لیتا تھا...... اور دوسری جماعت جس کا اس آیت میں ذکر ہے: منافقین تھے ان کو بس اپنی ذاتوں کی پڑی تھی، وہ نہایت بزدل، نہایت خوفزدہ اور دین کو سب سے زیادہ رسوا کرنے والے تھے۔

لغت: أَجْبَنُ، أَرْعَبُ اور أَخْذَلُ: اسمائے تفضیل ہیں، اور ترکیب میں حال واقع ہوئے ہیں ...... مَصَافٌّ: مَصَفٌّ کی جمع ہے، جنگ میں کھڑے ہونے کی جگہ یعنی لائن۔

[٣٠٣٠-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيْ طَلْحَةَ، قَالَ: رَفَعْتُ رَأْسِيَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ، وَمَا مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا يَمِيْدُ تَحْتَ جَحْفَتِهِ مِنَ النُّعَاسَ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٠٣١-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ، نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ: غُشِيْنَا، وَنَحْنُ فِيْ مَصَافِّنَا يَوْمَ أُحُدٍ، حَدَّثَ أَنَّهُ كَانَ فِيْمَنْ غَشِيَهُ النُّعَاسُ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: فَجَعَلَ سَيْفِيْ يَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَآخُذُهُ، وَيَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَآخُذُهُ.

وَالطَّائِفَةُ الأُخْرَى: الْمُنَافِقُوْنَ، لَيْسَ لَهُمْ هَمٌّ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ، أَجْبَنَ قَوْمٍ، وَأَرْعَبَهُ، وَأَخْذَلَهُ لِلْحَقِّ! هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۲-مالِ غنیمت میں پیغمبر علیہ السلام خیانت نہیں کرسکتے

سورۂ آل عمران آیت ۱۶۱ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ﴾ یعنی نبی ﷺ کی یہ شان نہیں کہ وہ مالِ غنیمت میں خیانت کریں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا شانِ نزول بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر مالِ غنیمت میں سے ایک جھالردار سرخ چادر گم ہوگئی، کچھ لوگوں نے کہا: شاید نبی ﷺ نے لی ہوگی، اس پر یہ آیتِ پاک نازل ہوئی کہ نبی معصوم ہوتا ہے، اور مالِ غنیمت میں خیانت کرنا کبیرہ گناہ ہے، پس اس کا صدور نبی ﷺ سے ممکن نہیں۔

[۳۰۳۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ خُصَيْفٍ، نَا مِقْسَمٌ، قَالَ: قَالَ ابنُ عَبَّاسٍ: نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ﴾ فِيْ قَطِيْفَةٍ حَمْرَاءَ، افْتُقِدَتْ يَوْمَ بَدْرٍ، فَقَالَ: بَعْضُ النَّاسِ لَعَلَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَخَذَهَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتعَالٰى: ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ خُصَيْفٍ نَحْوَ هٰذَا، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ.

۱۳-شہداء کا مقام و مرتبہ، اور ان کی انتہائی خواہش

سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹ ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا، بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، فَرِحِيْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ، وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ: أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

ترجمہ: اور آپ (اے مخاطب) ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کریں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے پاس روزی دیئے جاتے ہیں، وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے عنایت فرمائی ہے، اور جو لوگ (ابھی) ان کے پاس نہیں پہنچے (بلکہ) ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی حالت پر بھی وہ خوش ہیں، ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہے، نہ وہ غمگین ہوتے ہیں (یہ وہ خاص فضل ہے جو اللہ نے ان کو عنایت فرمایا ہے)

اس آیت میں شہداء کا جو مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے، اس کی تفصیل درج ذیل روایات میں ہے:

حدیث (۱): حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے، اس وقت حضرت جابرؓ قریب البلوغ تھے، وہ کہتے ہیں: مجھ سے نبی ﷺ کی ملاقات ہوئی، آپؐ نے مجھ سے پوچھا: یاجابرُ! مالی أَرَاكَ

مُنْكَسِرًا: جابر! کیا بات ہے میں آپ کو شکستہ خاطر دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ابا شہید کردیئے گئے، اورانھوں نے بچے اور قرضہ چھوڑا ہے جو میری پریشانی کا سبب ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: أَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهِ أَبَاكَ؟ کیا میں تم کو خوشخبری نہ سناؤں اس حالت کے ذریعہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ابا سے ملاقات کی ہے؟ حضرت جابرؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی سے بات نہیں کی، مگر پردہ کی اوٹ سے، اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ابا کو زندہ کیا، پس ان سے رو در روبات کی، فرمایا: اے میرے بندے! مجھ سے آرزو کر، میں تجھے دوں گا، آپ کے ابا نے جواب دیا: اے میرے پروردگار! مجھے زندہ کریں تا کہ میں آپ کی راہ میں دوبارہ مارا جاؤں، پروردگار عالم نے فرمایا: میری طرف سے یہ بات پہلے سے طے ہوچکی ہے کہ مرے ہوئے واپس نہیں لوٹتے حضرت جابرؓ کہتے ہیں: اور اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ ان لوگوں کو جو راہِ خدا میں مارے گئے ہیں مرے ہوئے خیال مت کرو، یہ حدیث اگرچہ صرف موسیٰ سے مروی ہے مگر علی بن المدینی وغیرہ بڑے محدثین یہ حدیث موسیٰ سے روایت کرتے ہیں، اس لئے یہ حدیث ٹھیک ہے، اور طلحہ کے علاوہ ابن عقیل بھی حضرت جابرؓ سے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کرتے ہیں۔

حدیث (۲): حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ان سے آیتِ پاک: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ الآية: کی تفسیر پوچھی گئی، یعنی اللہ کے پاس شہداء کو جو روزی دی جاتی ہے اس کی کیا نوعیت ہوتی ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: سنو! ہم نے یہ بات نبی ﷺ سے پوچھی ہے، پس ہمیں بتلایا گیا کہ شہداء کی روحیں ہرے پرندوں میں ہوتی ہیں، جنت میں جہاں چاہیں چرتی ہیں، یعنی سبز رنگ کے ہیلی کاپٹروں میں بیٹھ کر جنت میں جاتی ہیں، اور اس کے پھل کھاتی ہیں، پھر عرش سے لٹکے ہوئے فانوسوں میں بسیرا کرتی ہیں، پس ان کی طرف تیرے پروردگار نے ایک خاص طرح سے جھانکا، پس پوچھا: کیا تم کچھ اور چاہتے ہو جو میں تمہیں دوں؟ شہداء نے جواب دیا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور کیا چاہئے، ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں چرتے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر دوسری مرتبہ جھانکا، اور پوچھا: کیا کوئی اور چیز چاہتے ہو جو میں تمہیں دوں؟ پس جب شہداء نے دیکھا کہ وہ نہیں چھوڑے جاتے، یعنی اللہ تعالیٰ بار بار دریافت کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا: آپ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دیں، تا کہ ہم دنیا کی طرف لوٹیں، اور آپ کی راہ میں دوسری مرتبہ مارے جائیں۔

یہ مسروق کی حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، اور ابوعبیدۃ کی روایت بھی ایسی ہی ہے، مگر اس میں ایک مضمون زائد ہے کہ ہمارا سلام ہمارے نبی ﷺ کو پہنچائیں، اور انہیں اطلاع دیں کہ ہم بالیقین خوش ہوگئے، اور ہم سے خوش ہوا گیا، یعنی اللہ تعالیٰ بھی ہم سے خوش ہوگئے ہیں۔

[۳۰۳۳-] حدثنا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، نَا مُوْسَى بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: لَقِيَنِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه

وسلم، فَقَالَ لِيْ:" يَاجَابِرُ! مَالِيْ أَرَاكَ مُنْكَسِرًا؟" قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! اسْتُشْهِدَ أَبِيْ، وَتركَ عِيَالاً وَدَيْنًا، قَالَ: قَالَ:" أَلاَ أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهِ أَبَاكَ؟" قَالَ: بَلَى، يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: "مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ، وَأَحْيىَ أَبَاكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا، وَقَالَ: يَا عَبْدِيْ! تَمَنَّ عَلَيَّ: أُعْطِيْكَ، قَالَ: يَارَبِّ! تُحْيِيْنِيْ، فَأُقْتَلَ فِيْكَ ثَانِيَةً، قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: إِنَّهُ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ أَنَّهُمْ لاَيَرْجِعُوْنَ" قَالَ: وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ:﴿ وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ الآيَةَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلاَ نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ كِبَارِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ هٰكَذَا عَنْ مُوْسَى بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحمدِ بْنِ عَقِيْلٍ، عَنْ جَابِرٍ شَيْئًا مِنْ هٰذَا.

[۳۰۳۴-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى:﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا، بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ فَقَالَ: أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ، فَأُخْبِرْنَا أَنَّ أَرْوَاحَهُمْ فِيْ طَيْرٍ خُضْرٍ، تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، وَتَأْوِيْ إِلَى قَنَادِيْلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ، فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّكَ اطِّلاَعَةً، فَقَالَ:" هَلْ تَسْتَزِيْدُوْنَ شَيْئًا فَأَزِيْدَكُمْ؟" قَالُوْا:رَبَّنَا! وَمَا نَسْتَزِيْدُ، وَنَحْنُ فِي الْجَنَّةِ نَسْرَحُ حَيْثُ شِئْنَا؟ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَيْهِمُ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ:"هَلْ تَسْتَزِيْدُوْنَ شَيْئًا فَأَزِيْدَكُمْ؟" فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لاَيُتْرَكُوْنَ، قَالُوْا: تُعِيْدُ أَرْوَاحَنَا فِيْ أَجْسَادِنَا، حَتَّى نَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَنُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً أُخْرَى، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۳۵-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ مِثْلَهُ، وَزَادَ فِيْهِ: وَتُقْرِئُ نَبِيَّنَا السَّلاَمَ، وَتُخْبِرُهُ أَنْ قَدْرَضِيْنَا، وَرُضِيَ عَنَّا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

۱۴-جس مال کی زکوۃ ادانہیں کی گئی: وہ قیامت کے دن سانپ بن کر گلے میں لپٹے گا

سورہ آل عمران آیت ۱۸۰ ہے:﴿وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ: هُوَ خَيْرًا لَهُمْ، بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ، سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ترجمہ: اور ہرگز خیال نہ کریں وہ لوگ جو ایسی چیز میں بخیلی کرتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے کچھ اچھی ہے، بلکہ یہ بخیلی ان کے لئے بہت بری ہے، وہ لوگ قیامت کے دن اُس مال کا طوق پہنائے جائیں گے جس میں انھوں نے بخیلی کی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی آدمی اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرے گا: اللہ تعالیٰ (اس مال کو) قیامت کے دن اس کی گردن میں سانپ بنائیں گے، پھر نبی ﷺ نے مذکورہ آیت شروع سے پڑھی، اور

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کبھی بیان کیا کہ آپ نے ﴿سَيُطَوَّقُوْنَ﴾ سے آیت پڑھی۔

تشریح: مال میں سے اللہ کا حق (زکوٰۃ) نکال دیا جائے تو باقی مال پاک ہوجاتا ہے، اور وہ آخرت میں وبال نہیں بنتا، اور آیت پاک کا مصداق وہ مال ہے جس میں سے زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔

(باقی حدیث) پس جس نے اپنے مسلمان بھائی کا مال ہڑپ کیا (جھوٹی) قسم کے ذریعہ، تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا درانحالیکہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہونگے، پھر نبی ﷺ نے آیت ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ پڑھی (یہ حدیث ابھی گذری ہے)

[۳۰۳۶-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ جَامِعٍ: وَهُوَ ابْنُ أَبِیْ رَاشِدٍ، وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ، عَنْ أَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، يَبْلُغُ بِهِ النبیَّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: مَامِنْ رَجُلٍ لَايُؤَدِّیْ زَكَاةَ مَالِهِ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِیْ عُنُقِهِ شُجَاعًا، ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ: ﴿لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ الآيَةَ، وَقَالَ مَرَّةً: قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِصْدَاقَهُ: ﴿سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ وَمَنِ اقْتَطَعَ مَالَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ بِيَمِيْنٍ: لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، ثُمَّ قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ الآيَةَ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَمَعْنٰی قَوْلِهِ: شُجَاعًا أَقْرَعَ: يَعْنِیْ حَيَّةً.

۱۵- جو شخص دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں پہنچ گیا اس کی چاندی ہوگئی

سورۂ آل عمران آیت ۱۸۵ ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ترجمہ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہیں تمہارے کاموں کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ہی چکایا جائے گا، پس جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ پورا کامیاب ہوگیا، اور دنیوی زندگی تو بس دھوکے کی ٹٹی ہے!...... اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت میں ایک کوڑے کی جگہ یقیناً دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر تمہارا جی چاہے تو آیت ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ پڑھو۔

تشریح: جب فوج کسی جگہ پڑاؤ کرتی تھی تو لوگ اپنے لئے جگہ ریزرو کرتے تھے اور علامت کے طور پر کوڑا رکھ دیتے تھے، جس سے ایک آدمی کے قیام کے بقدر جگہ ریزرو ہوجاتی تھی، اگر کسی کو جنت میں اتنی جگہ بھی مل جائے تو زہے نصیب! وہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے، کیونکہ دنیا کی ہر نعمت ختم ہونے والی ہے، باقی رہنے والی نعمتیں آخرت کی ہیں، اور باقی رہنے والی چیز اگرچہ تھوڑی ہو، فنا ہونے والی چیز سے بہتر ہوتی ہے (یہ مضمون تحفہ (۵۸۲:۴) میں گذر چکا ہے)

[۳۰۳۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَسَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ مَوْضِعَ سَوْطٍ فِيْ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، اقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ:﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ، وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۶- اپنے کئے پر خوش ہونا، اور نہ کئے پر تعریف کا خواہاں ہونا: اہل کتاب کا شیوہ ہے

سورۂ آل عمران کی آیت ۱۸۸ ہے:﴿لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّوْنَ أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا، فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ترجمہ: آپ ہرگز گمان نہ کریں ان لوگوں کو جو اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اس کام پر جو انھوں نے نہیں کیا، تو ایسے لوگوں کو آپ عذاب سے بچا ہوا خیال نہ کریں، ان کو دردناک سزا ہوگی۔

تفسیر: نبی ﷺ نے یہود سے کوئی بات دریافت کی، مثلاً یہ معلوم کیا کہ تورات میں میرے اور میری امت کے اوصاف کیا کیا آئے ہیں؟ یہود نے مختصر جواب دیا، چند باتیں بتائیں، اور باقی کو گول کر گئے، پھر جب وہ نبی ﷺ کے پاس سے رخصت ہوئے تو جو باتیں انھوں نے بتائی تھیں اس پر خوش ہوئے، اور وہ اس کے امیدوار ہوئے کہ جو باتیں انھوں نے نہیں بتائیں ان پر بھی ان کی تعریف کی جائے، پس قرآنِ کریم نے یہ آیت نازل کی کہ ان نالائقوں کو عذاب سے بچا ہوا خیال نہ کریں، ان کو آخرت میں دردناک سزا ہوگی۔

اس آیت کو اگر عام رکھا جائے یعنی مسلمانوں کے حق میں بھی مانا جائے تو اس پر وہ اشکال ہوگا جو درج ذیل روایت میں مروان نے کیا ہے:

حدیث: حمید کہتے ہیں: مروان بن الحکم نے (جبکہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا) حضرت ابن عباسؓ کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے کہہ: بخدا! اگر ہر وہ شخص سزا دیا جائے گا جو خوش ہوتا ہے اس چیز پر جو وہ دیا گیا ہے، اور وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے اس بات پر جو اس نے نہیں کی: تو ہم سب بخدا ضرور سزا دیئے جائیں گے، کیونکہ ہم میں سے ہر شخص میں یہ دو باتیں پائی جاتی ہیں، ہر شخص اس بات سے خوش ہوتا ہے جو وہ دیا گیا ہے، اور ہر شخص ناکردہ نیک عمل پر تعریف کا خواہاں ہوتا ہے۔

پس حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مالکم ولهذه الآية؟ تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے، پھر حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت سے اوپر والی آیت پڑھی، وہ یہ ہے:﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهُ، فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا،

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ﴾

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد وپیمان لیا کہ وہ اپنی کتاب کو عام لوگوں کے روبرو ظاہر کریں گے اور اس کو چھپائیں گے نہیں، پس ان لوگوں نے اس حکم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا، اور اس کے عوض میں حقیر معاوضہ لے لیا، پس بری ہے وہ چیز جس کو وہ لے رہے ہیں یعنی تورات میں جو نبی آخر الزماں ﷺ کی اور آپؐ کی امت کی صفات ہیں: ان کو لوگوں کے روبرو ظاہر کریں گے، ان کو چھپائیں گے نہیں، مگر انھوں نے اس حکم کو نظر انداز کردیا، اور دنیوی مفاد کی خاطر انھوں نے وہ سب باتیں چھپالیں پھر حضرت ابن عباسؓ نے ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا﴾ پڑھی، اور اس طرح بتایا کہ یہ آیت پہلے سلسلۂ بیان سے جڑی ہوئی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نبی ﷺ نے اہل کتاب سے ایک بات پوچھی (جو ان کی کتابوں میں تھی) پس انھوں نے اس کو چھپایا اور انھوں نے آپؐ کو اس کے علاوہ بات بتلائی، پس وہ نکلے یعنی رخصت ہوئے، اور انھوں نے آپؐ کو ایسا دکھلایا کہ انھوں نے آپؐ کو وہ بات بتلادی ہے جو آپؐ نے ان سے دریافت کی ہے، اور وہ آپؐ سے تعریف کے خواہاں ہوئے، اس (غلط) بات کے بتانے کی وجہ سے، اور وہ خوش ہوئے، اپنی اس کتاب (تورات) پر جو وہ دیئے گئے ہیں، اور اس بات پر جو آپؐ نے ان سے پوچھی تھی۔

تشریح: نبی ﷺ نے ان سے جو بات پوچھی تھی وہ بات انھوں نے چھپائی تھی، اور انھوں نے آپؐ کو اس کے علاوہ بات بتائی تھی یعنی جو خاص علامت ان سے پوچھی گئی تھی: وہ تو نہیں بتلائی، اور دوسری بات بتلائی جو مطلوب نہیں تھی، اور انھوں نے ایسا مظاہرہ (دکھاوا) کیا کہ گویا انھوں نے آپؐ کو وہ بات بتلادی ہے جو آپؐ نے ان سے پوچھی ہے، اور وہ اس پر تعریف کے خواہاں ہوئے، یعنی انھوں نے چاہا کہ نبی ﷺ ان کا شکریہ ادا کریں...... اور وہ لوگ اس بات پر خوش ہوئے کہ ان کے پاس تورات ہے، اور نبی آخر الزماں ﷺ بھی اس کی باتوں کے محتاج ہیں، چنانچہ وہ بھی ضرورت پڑنے پر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں...... بہر حال حضرت ابن عباسؓ نے جواب یہ دیا کہ اس آیت کا تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے، بلکہ اہل کتاب سے ہے۔

فائدہ: بخاری شریف میں اس آیت کا ایک شانِ نزول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ عہد نبوی میں منافقین میں سے چند لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب نبی ﷺ کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو وہ لوگ آپؐ سے پیچھے رہ جاتے، اور رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد وہ اپنے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے، پھر جب آپؐ مراجعت فرما ہوتے تو وہ آپؐ کے سامنے بہانے بناتے، اور قسمیں کھاتے، اور وہ پسند کرتے کہ ان کی ایسے کام پر تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیا، یعنی جہاد میں شرکت نہ کرنے پر بھی ان کی تعریف کی جائے، اس پر آیتِ پاک: ﴿لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا﴾ نازل ہوئی (بخاری حدیث ۴۵۶۷)

تشریح: ان دونوں باتوں میں کچھ تعارض نہیں، دونوں کا مفاد ایک ہے، اپنے برے کردار پر خوش ہونا جیسے منافقین پیچھے رہتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے، اور یہود صحیح بات نہیں بتاتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے، اور نہ کئے ہوئے کام پر تعریف کا خواہاں ہونا: یہ دونوں باتیں مجموعی طور پر بری ہیں، ایسے لوگوں کے لئے آیت میں وعید آئی ہے...... رہا وہ شخص جو اللہ کی بلا واسطہ یا بالواسطہ بخشی ہوئی نعمتوں پر خوش ہوتا ہے: وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہے، البتہ جو نا کردہ نیک عمل پر تعریف کا خواہاں ہوتا ہے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

ملحوظہ: روایت میں مروان کا قول اس طرح ہے: لَئِنْ کان کُلُّ امْرِیءٍ فَرِحَ بما أُوْتِیَ: بخدا! اگر ہر شخص جو خوش ہوتا ہے اس چیز پر جو وہ دیا گیا ہے: یہ بات صحیح نہیں، آیتِ کریمہ میں: ﴿یَفْرَحُوْا بِمَا أَتَوْا﴾ ہے، یعنی جو اپنے کردار پر خوش ہوتا ہے، اور روایت میں تصحیف بھی سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ بخاری شریف (حدیث ۴۵۶۸) میں بھی اسی طرح ہے، پس ممکن ہے مروان آیت کو صحیح نہ سمجھا ہو یا اس کی قراءت بما أَتَوْا کی جگہ بِما أُوْتِیَ ہو۔ واللہ اعلم

[۳۰۳۸-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ مُحمدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحمدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ قَالَ: اذْهَبْ يَارَافِعُ - لِبَوَّابِهِ - إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقُلْ لَهُ: لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوْتِيَ، وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ: مُعَذَّبًا، لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُوْنَ.

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَالَكُمْ وَلِهٰذِهِ الآيَةِ؟ إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ فِيْ أَهْلِ الْكِتَابِ، ثُمَّ تَلاَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ﴾ وَتَلاَ: ﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّوْنَ أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَالَمْ يَفْعَلُوْا﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: سَأَلَهُمُ النبيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ شَيْئٍ فَكَتَمُوْهُ، وَأَخْبَرُوْهُ بِغَيْرِهِ، فَخَرَجُوْا، وَقَدْ أَرَوْهُ أَنْ قَدْ أَخْبَرُوْهُ بِمَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ، وَاسْتُحْمَدُوْا بِذٰلِكَ إِلَيْهِ، وَفَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا مِنْ كِتَابِهِمْ، وَمَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

وَمِنْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ

سورۃ النساء کی تفسیر

۱- آیاتِ میراث کا شانِ نزول

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بیمار پڑا، پس نبی ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے،

اس وقت مجھ پر بیہوشی طاری تھی، پس جب مجھے ہوش آیا تو میں نے عرض کیا: میں اپنے مال میں کس طرح فیصلہ کروں؟ آپؐ چپ رہے، کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آیات: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ أَوْلَادِکُمْ﴾ نازل ہوئیں۔

تشریح: یہ روایت پہلے (حدیث ۲۰۹۶ أبواب الفرائض باب ۶ میں) گذر چکی ہے، مگر یہ روایت صحیح نہیں، پھر أبواب الفرائض (باب۷) میں یہی روایت حضرت ابن عیینہ کی سند سے آئی ہے، اس میں ہے کہ آیت: ﴿یَسْتَفْتُوْنَکَ؟ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلاَلَۃِ﴾ اس موقع پر نازل ہوئی ہے، یہ بات صحیح ہے، اور آیت: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ أَوْلَادِکُمْ﴾ حضرت سعد بن الربیع کی دولڑکیوں کے معاملہ میں نازل ہوئی ہے، اور یہ روایت پہلے (حدیث ۲۰۹۲ أبواب الفرائض باب ۳ تحفہ ۵:۴۲۹ میں) گذر چکی ہے۔

[۵-] وَمِنْ سُوْرَۃِ النِّسَاءِ

[۳۰۳۹-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نَا یَحْیَی بْنُ آدَمَ، نَا ابْنُ عُیَیْنَۃَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ: مَرِضْتُ، فَأَتَانِیْ رَسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَعُوْدُنِیْ، وَقَدْ أُغْمِیَ عَلَیَّ، فَلَمَّا أَفَقْتُ، قُلْتُ: کَیْفَ أَقْضِی فِیْ مَالِیْ؟ فَسَکَتَ عَنِّیْ، حَتّٰی نَزَلَتْ﴿ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ أَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَیَیْنِ﴾ ھٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَقَدْ رَوَاہُ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحمدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ.

حدثنا الفَضْلُ بْنُ صَبَّاحٍ البَغْدَادِیُّ، نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَہُ، وَفِیْ حَدِیْثِ الْفَضْلِ بْنِ صَبَّاحٍ کَلاَمٌ أَکْثَرُ مِنْ ھٰذَا.

وضاحت: باب کی پہلی روایت عبد بن حمید کی ہے، وہ یحییٰ بن آدم سے، اور وہ حضرت ابن عیینہ سے، اور وہ محمد بن المنکدر سے، اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: محمد بن المنکدر سے اس طرح روایت کرنے والے بہت سے حضرات ہیں، یعنی وہ سب ابن عیینہ کے متابع ہیں...... پھر امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی دوسری سند ان کے شاگرد فضل کی پیش کی ہے، پھر فرمایا ہے: فضل کی حدیث میں اس سے زائد مضمون ہے، فضل کی یہی روایت أبواب الفرائض (باب۷ حدیث ۲۰۹۷ تحفہ ۵:۴۳۵) میں گذر چکی ہے، مگر اس کا مضمون باب کی حدیث سے مختلف ہے، اس میں حضرت جابرؓ کے واقعہ میں ﴿یَسْتَفْتُوْنَکَ؟ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلاَلَۃِ﴾ کا نازل ہونا بیان کیا گیا ہے، اور وہی صحیح ہے۔

۲-شوہر والی عورتیں حرام ہیں، مگر جو باندی بنائی جائیں وہ حلال ہیں

سورۃ النساء آیت ۲۴ میں ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلاَّ مَامَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ﴾: اور شوہر والی عورتیں

(بھی) حرام ہیں، مگر وہ عورتیں جن کے مالک ہو جائیں تمہارے دائیں ہاتھ، یعنی جو تمہاری مملوک ہو جائیں وہ حلال ہیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جنگ اوطاس میں کچھ عورتیں قید ہوئیں، وہ شادی شدہ تھیں، ان کے قبیلوں میں ان کے شوہر زندہ تھے، وہ میدانِ جنگ سے بھاگ گئے تھے، جب وہ عورتیں باندیاں بنائی گئیں تو کچھ لوگوں کو ان سے صحبت کرنے میں حرج محسوس ہوا، اس پر آیتِ پاک ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ نازل ہوئی، یعنی جو عورتیں شوہر والی ہیں مگر وہ باندیاں بنالی گئیں وہ حکم سے مستثنیٰ ہیں، ان سے صحبت جائز ہے۔

[۳۰۴۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا حَبَّانُ بْنُ هِلاَلٍ، نَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيىَ، نَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أَوْطَاسٍ: أَصَبْنَا نِسَاءً، لَهُنَّ أَزْوَاجٌ فِي الْمُشْرِكِيْنَ، فَكَرِهَهُنَّ رِجَالٌ مِنَّا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النَّسَاءِ إِلَّا مَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۳۰۴۱-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، أَنَا هُشَيْمٌ، نَا عُثْمَانُ الْبَتِّيُّ، عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: أَصَبْنَا سَبَايَا يَوْمَ أَوْطَاسٍ، لَهُنَّ أَزْوَاجٌ فِي قَوْمِهِنَّ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَنَزَلَتْ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النَّسَاءِ إِلَّا مَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَهٰكَذَا رَوَى الثَّوْرِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ، عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، وَلَيْسَ فِي هٰذَا الحديثِ: عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، وَلاَ أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا ذَكَرَ: أَبَا عَلْقَمَةَ فِي هٰذَا الحديثِ إِلَّا مَاذَكَرَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، وَأَبُوْ الْخَلِيْلِ: اسْمُهُ صَالِحُ بْنُ أَبِي مَرْيَمِ.

وضاحت: امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث دو سندوں سے پیش کی ہے، پہلی سند میں ابوالخلیل اور حضرت ابوسعید خدریؓ کے درمیان ابوعلقمہ ہاشمی کا واسطہ ہے، اور دوسری سند میں یہ واسطہ نہیں ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ واسطہ صرف ہمام بڑھاتے ہیں، کوئی اور راوی یہ واسطہ نہیں بڑھاتا۔ اور یہ حدیث ان سندوں کے ساتھ کتاب النکاح (باب ۳۴ تحفہ ۳: ۵۶۴) میں گذر چکی ہے۔

۳- بڑے کبیرہ گناہ کیا ہیں؟

سورۃ النساء آیت ۳۱ ہے: ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّـآتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلاً كَرِيْمًا﴾ یعنی جن کاموں (گناہوں) سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری گناہ ہیں اگر تم ان سے بچتے رہے تو ہم تمہاری ہلکی برائیاں تم سے دور کردیں گے، اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کریں گے۔

تفسیر: کبیرہ گناہ کی تعریف میں بہت اقوال ہیں، جامع ترین قول یہ ہے کہ (۱) جس گناہ پر کوئی وعید آئی ہو (۲) یا

حد مقرر کی گئی ہو (۳) یا اس گناہ پر لعنت آئی ہو (۴) یا اس میں خرابی کسی ایسے گناہ کے برابر یا زیادہ ہو جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہے (۵) یا وہ کام آدمی نے دین میں سستی کی راہ سے کیا ہو تو وہ کبیرہ گناہ ہے، اور اس کا مقابل صغیرہ ہے، اور باب کی حدیثوں میں جو کبائر بیان ہوئے ہیں، وہ أکبر الکبائر (بڑے کبیرہ گناہ) ہیں، تمام کبیرہ گناہوں کا باب کی حدیثوں میں احاطہ نہیں کیا گیا۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے کبائر کی تفسیر میں فرمایا: (۱) وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) کسی کو ناحق قتل کرنا (۴) اور جھوٹ بولنا ہیں۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں آپ لوگوں کے سامنے بڑے گناہوں میں سے بھی بڑے گناہ بیان نہ کروں؟'' صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا'' راوی کہتے ہیں: اور آپؐ سیدھے بیٹھ گئے، پہلے آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا: ''اور جھوٹی گواہی'' یا فرمایا: ''جھوٹی بات'' راوی کہتے ہیں: آپؐ یہ (آخری) بات بار بار دُہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا: کاش آپؐ خاموش ہو جاتے!

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہوں میں سے: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) گناہ میں ڈبا دینے والی قسم کھانا یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ہیں (۴) اور نہیں قسم کھائی کسی قسم کھانے والے نے اللہ تعالیٰ کی: روکنے کے طور پر قسم کھانا، یعنی عدالت میں قاضی کے سامنے مدعی علیہ پر جو قسم عائد ہوتی ہے وہ قسم کھانا، پس داخل کیا اس نے اس قسم میں (جھوٹ) مچھر کے پَر کے برابر، مگر وہ قسم اس کے دل میں قیامت تک ایک دھبہ بنا دی جائے گی، یعنی وہ قسم کانٹا بن کر اس کے دل میں قیامت تک چبھتی رہے گی۔

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: بڑے گناہ (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) اور والدین کی نافرمانی کرنا ہیں، یا فرمایا: جھوٹی قسم ہیں یہ حدیث کے راوی امام شعبہؒ کا شک ہے۔

تشریح: اور متفق علیہ حدیث میں ہے: اجتنبوا السبعَ الموبقات: سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابہؓ نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) جادو کرنا (کرانا) (۳) اس شخص کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، مگر کسی حق شرعی کی وجہ سے (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) مڈبھیڑ کے دن پیٹھ پھیرنا (۷) اور ایمان دار، گناہ سے بے خبر، پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا (مشکوٰۃ حدیث ۵۲)

لغات: غَمَسَ الشیئَ فی الماء: ڈبونا، غوطہ دینا، غَمَسَ الیمینُ الکاذبةُ صَاحِبَها فی الإثم: جھوٹی قسم کا قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبونا...... یمینَ صَبْرٍ: روکنے کے طور پر کھائی جانے والی قسم یعنی جو قسم عدالت میں مدعی علیہ پر عائد ہوتی ہے: وہ قسم کھانا اور اس میں ذرا سا بھی جھوٹ ملانا بڑا وبال لاتا ہے۔

[٣٠٤٢-] حدثنا مُحمدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ شُعْبَةَ، نَا عَبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِىْ بَكْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم فِى الْكَبَائِرِ، قَالَ:" الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَقَوْلُ الزُّوْرِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ، وَرَوَاهُ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ شُعْبَةَ، وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ بَكْرٍ، وَلاَ يَصِحُّ.

[٣٠٤٣-] حدثنا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، نَا الْجُرَيْرِىُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِى بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَلاَ أُحَدِّثُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟" قَالُوْا: بَلَى يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ:" الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ" قَالَ: وَجَلَسَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا، قَالَ:"وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ" أَوْ:" قَوْلُ الزُّوْرِ" قَالَ: فَمَا زَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُهَا، حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ! هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

[٣٠٤٤-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا يُوْنُسُ بْنُ مُحمدٍ، نَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ التَّيْمِىِّ، عَنْ أَبِىْ أُمَامَةَ الأَنْصَارِىِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ الْجُهَنِىِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ: الشِّرْكَ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ، وَالْيَمِيْنَ الْغَمُوْسَ، وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ، فَأَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ، إِلاَّ جُعِلَتْ نُكْتَةً فِىْ قَلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَأَبُوْ أُمَامَةَ الأَنْصَارِىُّ: هُوَ ابْنُ ثَعْلَبَةَ، وَلاَ نَعْرِفُ اسْمَهُ، وَقَدْ رَوَى عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم أَحَادِيْثَ.

[٣٠٤٥-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِىِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" الكَبَائِرُ: الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ" أَوْ قَالَ:" الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" شَكَّ شُعْبَةُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر کی ہیں، پہلی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے، اور یہ حدیث أبواب البیوع (باب۳ تحفہ۴: ۱۰۷) میں گذر چکی ہے، اس کی سند میں عبیداللہ ایک راوی ہے، اس کا صحیح نام یہی ہے، شعبہؒ کے شاگرد روح بن عُبادۃ نے اس کا نام عبداللہ بیان کیا ہے، جو صحیح نہیں .... دوسری حدیث حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کی ہے، یہ بھی پہلے دو مرتبہ گذر چکی ہے، أبواب البر والصلۃ (باب۴ تحفہ۵: ۲۲۵) میں (اور

لَیْتَه سَکَتَ کی شرح اسی جگہ کی گئی ہے) پھر یہ حدیث أبو اب الشهادات میں بھی آئی ہے، اور یہ متفق علیہ روایت ہے ......اور تیسری روایت عبداللہ بن اُنیس جہنی رضی اللہ عنہ کی ہے، یہ صحابی ہیں، اور ان سے روایت کرنے والے ابوامامہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں، اور وہ نبی ﷺ سے متعدد حدیثیں روایت کرتے ہیں...... اور چوتھی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ہے، اور یہ حدیث بخاری میں ہے۔

۴- دنیوی احکام میں عورتوں کا مردوں سے کم درجہ ہونا، اور آخرت میں برابر ہونا

سورۃ النساء آیت ۳۲ ہے:﴿وَلاَ تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ، لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا، وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ، وَسْئَلُوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ترجمہ: اور تم کسی ایسی بات کی تمنا مت کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر برتری بخشی ہے (جیسے مرد ہونا، یا مردوں کا حصہ دونا ہونا، یا ان کی شہادت کا کامل ہونا وغیرہ مردوں کی خصوصیات ہیں، عورتیں ان کی تمنا نہ کریں۔ اور عورت ہونا، حیض کے زمانے میں نمازیں معاف ہونا اور بچہ جننا، اس کو دودھ پلانا اور ان کی پرورش کرنا: عورتوں کے امتیازات ہیں: مردان کی آرزو نہ کریں) مردوں کے لئے حصہ ہے ان کاموں میں سے جو انھوں نے کیا، اور عورتوں کے لئے حصہ ہے ان کاموں میں سے جو انھوں نے کیا، اور اللہ تعالیٰ سے ان کے فضل کی درخواست کیا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں۔

تفسیر: بعض مصالح سے عورتوں کے اور مردوں کے دنیوی احکام مختلف ہیں، مثلاً عورتوں کے ذمہ کوئی بھاری ذمہ داری نہیں، کیونکہ عورتیں صنفِ نازک ہیں، جیسے جہاد کرنا، حکومت چلانا، اپنے خرچے کے لئے کمانا وغیرہ عورتوں کے ذمے نہیں، مردوں کے ذمے ہے۔ اسی طرح عورتوں کا میراث میں مردوں سے آدھا حصہ ہے، کیونکہ عورتوں کے ذمے مصارف نہیں، اور عورتیں دو طرف سے میراث پاتی ہیں: سسرال یعنی شوہر اور شوہر کی اولاد کی طرف سے بھی، اور میکے یعنی اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کی طرف سے بھی، اس طرح ان کی میراث کامل ہو جاتی ہے۔

غرض: اس آیت میں اسی دنیوی تفاوت کا ذکر ہے، فرمایا: اگر اللہ نے عورت کو عورت بنایا ہے تو وہ مرد ہونے کی تمنا نہ کرے، اسی طرح مرد مہینہ میں تیس دن نماز پڑھتا ہے، اور عورت ماہواری کے دنوں میں نماز نہیں پڑھتی تو وہ اس کی تمنا نہ کرے کہ کاش وہ بھی تیس دن نماز پڑھتی، یہ اللہ کی تقسیم ہے، وہ جس صنف کو جو نعمت بخشیں دوسری صنف کو اس کی تمنا نہیں کرنی چاہئے، اسی طرح عورتوں کو حمل کی، وضع حمل کی، بچے کو دودھ پلانے کی، اور اولاد کو پالنے پوسنے کی جو فضیلت حاصل ہے: اس کی مرد تمنا نہ کریں کہ کاش وہ بھی عورت ہوتے تو ان کاموں کا ثواب حاصل کرتے! اللہ تعالیٰ نے ہر صنف کا دائرۂ کار الگ رکھا ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال

کا۔ ہاں ہر صنف اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے زیادتی اعمال کی درخواست کرسکتی ہے، مثلاً: جو باتیں مردوں کے ساتھ خاص ہیں جیسے عورتوں اور بچوں پر خرچ کرنا، اس میں مرد اگر یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بہتر سے بہتر عورتوں اور بچوں کی کفالت کی توفیق عطا فرمائیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عورتیں اگر دعا کریں کہ اولاد کے تعلق سے ان پر جو فریضہ عائد ہوتا ہے اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دینے کی اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرمائیں، اور وہ اولاد سے جان نہ چرائیں تو ان کو ایسی دعا کرنی چاہئے۔

باب کی پہلی حدیث ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: مرد جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتیں، اور ہمارے لئے آدھی میراث ہی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، اور دنیوی احکام کے تفاوت کو ''اللہ کا فضل'' قرار دیا۔

اور آخرت کے احکام میں مرد وزن میں کوئی تفاوت نہیں، سب برابر ہیں، سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۵ ہے: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ الآيَةَ: اس آیت میں پہلے دس باتوں کا تذکرہ کیا ہے اور مردوں اور عورتوں کو دوش بدوش ذکر کیا ہے، پھر فرمایا ہے کہ یہ دس کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے، وہ دس باتیں یہ ہیں: (۱) اسلام: یعنی فرمانبرداری والے کام کرنے والے مرد اور عورتیں (۲) ایمان: یعنی اسلامی عقائد کے حامل مرد اور عورتیں (۳) قنوت: یعنی اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے مرد اور عورتیں (۴) راست بازی: یعنی سچے مرد اور سچی عورتیں (۵) صبر: یعنی ہمت سے کام لینے والے مرد اور عورتیں (۶) خشوع: یعنی عاجزی کرنے والے مرد اور عورتیں (۷) صدقہ: یعنی خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں (۸) روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں (۹) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں (۱۰) اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں: ان سب کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے، یعنی اخروی درجات میں مردوں اور عورتوں میں کوئی تفاوت نہیں۔

اور اسی سلسلہ میں سورۂ آل عمران کی آیت ۱۹۵ بھی نازل ہوئی ہے: ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّيْ لاَ أُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ﴾ ترجمہ: پس ان کے رب نے ان کی درخواست منظور کر لی کہ میں کسی شخص کے کام کو جو تم میں سے کرنے والا ہے اکارت نہیں کروں گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، یعنی دونوں کے لئے یکساں قانون ہے، کیونکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو، یعنی مرد اور عورتیں ایک ہی نوع سے ہیں گو دو صنفیں ہیں۔

حدیث (۱): حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مرد جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتیں، اور ہمارے لئے آدھی میراث ہی ہے، یعنی دنیوی احکام میں یہ تفاوت کیوں ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے آیت: ﴿وَلاَ تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ

بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ نازل فرمائی (اوران کو بتایا کہ یہ اللہ کی تقسیم ہے اس میں حکمتیں ہیں، پس مردوں کو اور عورتوں کو اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا چاہئے) مجاہد کہتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے سلسلہ میں ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ نازل فرمائی (اس میں اخروی احکام میں مساوات کا بیان ہے) اور حضرت ام سلمہؓ پہلی وہ ہودہ نشیں عورت ہیں جو مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئی ہیں۔

تشریح: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، مکہ سے یہ جوڑا ہجرت کر کے حبشہ چلا گیا تھا، پھر ہجرت کے بعد دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، اس طرح یہ ہجرت کرنے والی پہلی خاتون ہیں، پھر حضرت ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد ان کا نکاح نبی ﷺ سے ہوا۔

حدیث (۲): حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نہیں سنتی کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے سلسلہ میں عورتوں کا تذکرہ کیا ہو، یعنی کسی آیت میں عورتوں کی ہجرت کا تذکرہ نہیں آیا، تو کیا عورتوں کی ہجرت مقبول نہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے آیت: ﴿أَنِّىْ لاَ أُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ﴾ نازل فرمائی اور بتایا کہ عورتوں کا بھی ہر نیک عمل مقبول ہے، کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا، آخرت میں مرد اور عورتیں نیک اعمال کے تعلق سے مساوی ہیں۔

[۳۰٤٦-] حدثنا ابْنُ أَبِىْ عُمَر، نا سُفْيَانُ، عَنِ ابنِ أَبِىْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ:" يَغْزُوْ الرِّجَالُ وَلاَ تَغْزُوْ النِّسَاءُ، وَإِنَّمَا لَنَا نِصْفُ الْمِيْرَاثِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبَارَكَ وَتعَالىٰ:﴿وَلاَ تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ: وَأَنْزَلَ فِيْهَا:﴿إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَوَّلَ ظَعِيْنَةٍ قَدِمَتِ الْمَدِيْنَةَ مُهَاجِرَةً.

هٰذَا حديثٌ مرسلٌ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ ابنِ أَبِىْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ مُرْسَلاً: أَنَّ أَمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَذَا وَكَذَا.

[۳۰٤۷-] حدثنا ابْنُ أَبِىْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ وَلَدِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: يَارسولَ اللّٰهِ! لاَ أَسْمَعُ اللّٰهَ ذَكَرَ النِّسَاءَ فِى الْهِجْرَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبَارَكَ وَتعَالىٰ: ﴿أَنِّىْ لاَ أُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ: مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى: بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ﴾

وضاحت: پہلی حدیث کے دونوں جزء مجاہد رحمہ اللہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں، مگر یہ سند منقطع ہے، کیونکہ مجاہدؒ کا حضرت ام سلمہؓ سے لقاء نہیں، اور اسی پہلی حدیث کی دوسری سند میں مجاہدؒ ام سلمہؓ سے روایت نہیں کرتے بلکہ ان کی بات نقل کرتے ہیں، پس یہ حدیث مرسل ہے...... اور باب کی دوسری حدیث حضرت ام سلمہؓ سے ان کے لڑکے سلمہ روایت کرتے ہیں، پھر ان سے عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں، پس یہ سند موصول ہے۔

۵-دوسرے سے قرآن سننے میں بھی ایک فائدہ ہے

حدیث (۱): حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ میں آپؐ کے سامنے قرآنِ کریم پڑھوں، جبکہ آپؐ منبر پر تشریف فرما تھے، پس میں نے آپؐ کے سامنے سورۃ النساء سے پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾: اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ حاضر کریں گے، اور آپؐ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے؟ (الآیۃ ۴۱) تو نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا، پس میں نے آپؐ کی طرف دیکھا درانحالیکہ آپؐ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

آیت کا مطلب: جن لوگوں نے اللہ کے احکام دنیا میں نہیں مانے، ان کے مقدمہ کی پیشی کے وقت بطور سرکاری گواہ کے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اظہارات سنے جائیں گے، اور جو معاملات انبیاء کرام کی موجودگی میں پیش آئے ہیں، وہ سب ظاہر کردیئے جائیں گے، اور انبیاء کی شہادت کے بعد ان کے مخالفین پر جرم عائد کردیا جائے گا، اور ان کو سزا ہوگی، ہمارے نبی ﷺ کو بھی اس وقت اپنے مخالفین کے سامنے بطور گواہ پیش کیا جائے گا، اور یہ مضمون سورۃ النحل آیت ۸۹ میں بھی آیا ہے۔

سند کا بیان: یہ حدیث امام اعمشؒ کے شاگرد ابوالاحوصؒ کی ہے، انھوں نے ابراہیم نخعیؒ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان علقمہ کا واسطہ بڑھایا ہے، مگر یہ سند صحیح نہیں، صحیح سند یہ ہے کہ ابراہیم نخعی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان عبیدۃ سلمانی کا واسطہ ہے، چنانچہ دوسرے نمبر پر اسی سند سے حدیث لائے ہیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: اقْرَأْ عَلَيَّ: مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپؐ کو قرآن سناؤں درانحالیکہ قرآن آپؐ پر اترا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَه من غيري: میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ سے قرآن سنوں، پس میں نے آپؐ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی، یہاں تک کہ جب میں ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ پر پہنچا تو ابن مسعودؓ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کی دونوں آنکھوں کو آنسو بہاتے ہوئے دیکھا۔

لغات: غَمَزَ بيده: ہاتھ سے اشارہ کرنا، غَمَزَه بالعين: آنکھ سے اشارہ کرنا...... دَمَعَتِ العينُ (ف) دَمْعًا: آنکھ سے آنسو جاری ہونا، اشکبار ہونا...... هَمَلَتِ العَيْنُ (ن ض) هَمْلاً: آنکھ سے آنسو ڈھلک کر بہنا، آنسوؤں کی جھڑی لگنا۔

تشریح: جس طرح خود قرآنِ کریم پڑھنے کا فائدہ ہے، اسی طرح دوسرے سے قرآن سننے کا بھی ایک فائدہ ہے، اور یہ دونوں فائدے مطلوب ہیں، مگر ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ سے قرآن سننے پر اکتفا کرنا اور خود نہ پڑھنا بڑی محرومی کی بات

ہے، اصل خود پڑھنا ہے، البتہ دوسرے سے سننے کا بھی ایک فائدہ ہے، جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا، تجربہ سے اس کا تعلق ہے۔ اور یہ مسئلہ تو اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے مگر قرآنِ کریم کی تفسیر سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔

[۳۰۴۸-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ الأَحْوَصِ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: أَمَرَنِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْهِ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ، حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ غَمَزَنِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ.

هَكَذَا رَوَى أَبُوْ الأَحْوَصِ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَإِنَّمَا هُوَ: إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ.

[۳۰۴۹-] حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ لِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "اقْرَأْ عَلَيَّ" فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟ قَالَ: "إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ" فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ، حَتَّى بَلَغْتُ: ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ قَالَ: فَرَأَيْتُ عَيْنَيِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم تَهْمُلَانِ، هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ الأَحْوَصِ.

حدثنا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، نا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الأَعْمَشِ، نَحْوَ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ هِشَامٍ.

۶- نشہ کی حالت میں نماز جائز نہیں

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے کھانا تیار کیا، پس ہمیں (کھانے پر) بلایا اور ہمیں شراب پلائی (یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب شراب حلال تھی) پس شراب نے ہم سے لیا یعنی ہم پر شراب اثر انداز ہوگئی، نشہ چڑھ گیا، اور نماز کا وقت آگیا، تو لوگوں نے مجھے آگے بڑھایا، پس میں نے پڑھا: قُلْ يٰأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ: آپ فرمادیں: اے کافرو! میں اُس کو نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو، اور ہم اس کو پوجتے ہیں جس کو تم پوجتے ہو (یہ غلط پڑھ دیا، یہ دو باتوں میں تعارض ہے) پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت ۴۳ نازل فرمائی، جس میں ایمان والوں کو حکم دیا کہ تم نماز کے قریب مت جاؤ، جبکہ تم نشہ میں ہوؤ، یہاں تک کہ تم سمجھو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔

تشریح: نشہ کی حالت میں نماز جائز نہیں، اور نمازیں اپنے اوقات میں پڑھنی ضروری ہیں، اس لئے اوقاتِ نماز میں نشہ کا استعمال مت کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے منہ سے کوئی غلط کلمہ نکل جائے، اور یہ حکم اس وقت تھا جب شراب حلال

تھی، پھر جب شراب حرام ہوگئی تو اب نہ نماز کے وقت میں پینا جائز ہے، نہ غیر نماز کے وقت میں، مگر یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

[۳۰۵۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: صَنَعَ لَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ طَعَامًا، فَدَعَانَا، وَسَقَانَا مِنَ الْخَمْرِ، فَأَخَذَتِ الْخَمْرُ مِنَّا، وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَقَدَّمُوْنِيْ، فَقَرَأْتُ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَقْرَبُوْا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

۷- باہمی اختلافات کا شریعت سے فیصلہ کرانا ضروری ہے

سورۃ النساء کی آیت ۶۵ ہے:﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ترجمہ: قسم ہے آپؐ کے پروردگار کی! یہ لوگ ایمان دار نہ ہونگے جب تک وہ اپنے ایسے معاملات میں جن میں جھگڑا واقع ہو، آپؐ سے تصفیہ نہ کرائیں، پھر وہ آپؐ کے تصفیہ کے سلسلہ میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور پوری طرح سر تسلیم خم کرلیں۔

تفسیر: آیت کے شروع میں جو لا ہے وہ درحقیقت یحکموك پر داخل ہے، اور تحکیم: کے معنی ہیں: پنچ بنانا، فیصلہ کروانا، اور حکم بنانے کے تین مراتب ہیں: ایک: اعتقاد سے، دوم: زبان سے، سوم: عمل سے، اعتقاد سے حکم بنانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ہر دنیوی نزاع کا فیصلہ شریعت سے کرانا ضروری ہے، پھر زبان سے اس کا اقرار بھی کرے، اور عمل سے اس کا مظاہرہ بھی کرے، یعنی اپنے مقدمات غیر مسلم جج کے سامنے نہ لے جائے، بلکہ دین جاننے والوں سے اس کا فیصلہ کرائے۔

پہلا مرتبہ تصدیق وایمان کا ہے، اس کا نہ ہونا عند اللہ کفر ہے، منافقین میں اسی کی کمی تھی، اور دوسرا مرتبہ اقرار کا ہے، اس کا نہ ہونا عند الناس کفر ہے، اور آخری مرتبہ صلاح وتقوی کا ہے، اور اس کا نہ ہونا فسق ہے، اور تنگی سے مراد طبعی تنگی نہیں ہے، وہ تو معاف ہے، بلکہ ایمانی تنگی مراد ہے۔

اور باب کی حدیث پہلے أبواب البیوع (باب ۸۸ تحفہ ۴: ۲۸۸) میں گذر چکی ہے: ایک انصاری نے نبی ﷺ کے سامنے حضرت زبیرؓ سے حَرَّۃ کی ان نالیوں کے بارے میں جھگڑا کیا جو ان کے کھجور کے باغات کو سیراب کرتی تھیں، پس انصاری نے کہا: پانی کو چھوڑ دیئے کہ میرے باغ میں آئے، حضرت زبیرؓ نے انکار کیا، پس وہ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں جھگڑا لے کر حاضر ہوئے، آپؐ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا: ''اے زبیر! (کھیت) سیراب کرلو، پھر پانی

اپنے پڑوسی کی طرف جانے دو'' پس انصاری غضبناک ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ فیصلہ آپؐ نے اس لئے کیا ہے کہ زبیر آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، پس نبی ﷺ کا چہرہ (غصہ سے) بدل گیا، اور فرمایا: ''اے زبیر! اپنے باغ کو سیراب کرو، پھر پانی روکے رکھو تا آنکہ وہ منڈیر تک پہنچ جائے، یعنی کھیت لبالب بھر جائے'' (پہلا فیصلہ آپؐ نے انصاری کی رعایت میں کیا تھا، مگر وہ نہیں سمجھے، اس لئے آپؐ نے دوسرا فیصلہ شریعت کے مطابق کیا) حضرت زبیرؓ کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ یہ آیت ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ﴾ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

[۳۰۵۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ خاصَمَ الزُّبَيْرَ، فِيْ شِرَاجِ الحَرَّةِ الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ، فَأَبَى عَلَيْهِ، فَاخْتَصَمُوْا إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِلزُّبَيْرِ: " اسْقِ يَا زُبَيْرُ وَأَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ" فَغَضِبَ الأَنْصَارِيُّ، وَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ! فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ قَالَ: "يَازُبَيْرُ! اسْقِ، وَاحْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجُدُرِ" فَقَالَ الزُّبَيْرُ: إِنِّيْ لَأَحْسَبُ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَيُؤْمِنُوْنَ حَتَّى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

سَمِعْتُ مُحمدًا يَقُوْلُ: قَدْ رَوَى ابْنُ وَهْبٍ هٰذَا الحديثَ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَيُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، نَحْوَ هٰذَا الحديثِ، وَرَوَى شُعَيْبُ بْنُ أَبِيْ حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ.

وضاحت: یہ حدیث متفق علیہ ہے، اور امام بخاریؒ نے کتاب الصلح میں شعیب کی حدیث بھی ذکر کی ہے، جس میں عبداللہ کا ذکر نہیں ہے، اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں: عبداللہ بن الزبیرؓ کے اضافہ کے ساتھ یہ حدیث امام لیث سے صرف قتیبہ روایت نہیں کرتے بلکہ عبداللہ بن وہب بھی روایت کرتے ہیں، پس یہ قتیبہ کے متابع ہیں، اور امام زہری سے صرف امام لیث ہی روایت نہیں کرتے، بلکہ یونس بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، پس یونس امام لیث کے متابع ہیں (ویونسُ مرفوع ہے، اور اس کا عطف ابنُ وھبٍ پر ہے)

۸- نبی ﷺ نے مصلحت سے منافقین کو قتل نہیں کیا

سورۃ النساء کی آیت ۸۸ ہے: ﴿فَمَالَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا، أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَهْدُوْا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ، وَمَنْ يُضْلِلُ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلاً﴾ ترجمہ: پس تم کو کیا ہوا کہ ان منافقوں کے باب میں دو گروہ ہو گئے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الٹا پھیر دیا ہے ان کی بدعملی کی وجہ سے! کیا تم چاہتے ہو کہ ایسے لوگوں کو

ہدایت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال دیا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے لئے تم ہرگز کوئی سبیل نہیں پاؤ گے۔

آیت کا شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول میں متعدد روایات آئی ہیں، کیونکہ متعدد واقعات آیت کا مصداق ہو سکتے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ درج ذیل ہے:

جنگ احد کے لئے جب لشکر مقام شوط پر پہنچا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے تمرُّد اختیار کیا، اور ایک تہائی لشکر یعنی تین سو افراد لے کر یہ کہتا ہوا واپس لوٹ گیا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم خواہ مخواہ اپنی جان کیوں گنوائیں، ہم نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے، مگر ہماری بات نہیں مانی گئی، اس لئے ہم واپس جاتے ہیں۔

مگر ان کی علحدگی کا سبب درحقیقت یہ نہیں تھا، ورنہ وہ شروع ہی سے لشکر کے ساتھ نہ آتے، حقیقی سبب یہ تھا کہ وہ اس نازک موقعہ پر اسلامی لشکر میں کھلبلی مچانا چاہتے تھے، چنانچہ قبیلہ اوس میں سے بنو حارثہ کے اور قبیلہ خزرج میں سے بنو سلمہ کے قدم بھی اکھڑنے لگے، اور وہ واپسی کی سوچنے لگے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی، اور وہ ارادۂ واپسی کے بعد جم گئے۔

پھر جب جنگ نمٹ گئی اور اس میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی تو صحابہ میں ان منافقین کے بارے میں اختلاف ہوا، کسی کی رائے تھی کہ سب کو قتل کر دیا جائے، اور کسی کی رائے اس کے خلاف تھی، چنانچہ نبی ﷺ نے ان لوگوں سے درگذر فرمایا۔

ایسی ہی ایک بدتمیزی عبداللہ بن ابی کی اس وقت سامنے آئی تھی جب اس نے کہا تھا: جب ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلیل کو نکال باہر کرے گا (سورۃ المنافقین آیت ۸) اس وقت بھی نبی ﷺ سے اجازت چاہی گئی تھی کہ عبداللہ کو قتل کر دیا جائے، بلکہ ان کے بیٹے نے اس کی پیش کش کی تھی، مگر آپؐ نے یہ فرما کر صحابہ کو روک دیا کہ لوگ قیامت تک پروپیگنڈہ کریں گے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں بخشا! ان کو بھی تہ تیغ کیا! اسی مصلحت کے پیش نظر نبی ﷺ نے احد کی جنگ کے موقع پر جو واقعہ پیش آیا تھا اس میں بھی منافقین سے درگذر کیا تھا۔

حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ﴿فَمَالَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ﴾ کے بارے میں فرمایا: جنگ احد کے موقع پر صحابہ میں سے کچھ لوگ واپس لوٹ گئے، پس لوگ ان کے بارے میں دو جماعتیں ہو گئے، ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی: واپس لوٹنے والوں کو آپؐ قتل کر دیں، اور دوسری جماعت کہتی تھی: نہیں، پس یہ آیتِ پاک نازل ہوئی، اور آپؐ نے (ان منافقین کو قتل نہیں کیا بلکہ) فرمایا: ''مدینہ منورہ طیبہ (ستھرا شہر) ہے'' اور فرمایا: ''مدینہ منورہ گندگی کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے'' یعنی ان منافقین کا لوٹ جانا اور جنگ میں شریک نہ ہونا ہی خیر تھا، اگر وہ شریک ہوتے تو نہ معلوم کیا فساد برپا کرتے؟

[۳۰۵۲-] حدثنا محمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا محمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ، يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿ فَمَالَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ قَالَ: رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ، فَكَانَ النَّاسُ فِيْهِمْ فَرِيْقَيْنِ: فَرِيْقٌ مِنْهُمْ يَقُوْلُ: اقْتُلْهُمْ، وَفَرِيْقٌ يَقُوْلُ: لاَ، فَنزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿ فَمَالَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ فَقَالَ: "إِنَّهَا طَيْبَةُ" وَقَالَ: " إِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۹- مؤمن کوعمداًقتل کرنے والے کی توبہ قبول ہوگی

اہل السنہ والجماعہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ہر کبیرہ گناہ بخشا جائے گا، کیونکہ قرآنِ کریم میں دو جگہ ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لاَيَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ، وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ﴾: بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو تو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور جو گناہ اس سے فروتر ہیں ان کو جس کے لئے چاہیں گے بخش دیں گے۔

اور سورۃ النساء آیت ۹۳ ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ ترجمہ: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہونگے، اور اس کو اپنی رحمت سے دور کردیں گے، اور اس کے لئے اللہ نے بڑی سزا تیار کر رکھی ہے۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کو قتل کرنے والے کی بخشش نہ ہوگی، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی بات مروی ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: "مقتول قیامت کے دن قاتل کو لائے گا، اس کی پیشانی کے بال اور اس کا سر مقتول کے ہاتھ میں ہوگا، اور مقتول کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا ہے، یہاں تک کہ قریب کرے گا وہ اس کو عرش الٰہی سے" راوی کہتا ہے: پس لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کے سامنے توبہ کا ذکر کیا کہ آیا اس قاتل کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا﴾ اور فرمایا: یہ آیت منسوخ نہیں کی گئی، اور نہ اس میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے، پس اس کے لئے توبہ کا کیا سوال ہے؟

تشریح: اس مسئلہ کی تفصیل أبواب الديات باب ۷ (تحفہ ۴: ۳۲۸) میں گذر چکی ہے۔ وہاں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول مصلحتاً تھا، ورنہ ان کے نزدیک بھی قتل مؤمن کا گناہ سچی توبہ سے معاف ہوجاتا ہے۔

[۳۰۵۳-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ محمدٍ الزَّعْفَرانِيُّ، نا شَبَابَةُ، نا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عَمْرِو بنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ، وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا، يَقُوْلُ: يَارَبِّ! قَتَلَنِيْ هٰذَا، حَتَّى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ" قَالَ: فَذَكَرُوْا لِابْنِ عَبَّاسٍ التَّوْبَةَ، فَتَلَا هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ﴾ قَالَ: مَا نُسِخَتْ هٰذِهِ الآيَةُ، وَلَا بُدِّلَتْ، وَأَنّٰى لَهُ التَّوْبَةُ؟

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ، عَنْ عَمْرِو بنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

۱۰- ایمان کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے

سورۃ النساء آیت ۹۴ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ، كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو ہر کام تحقیق سے کرو، اور ایسے شخص کے بارے میں جو تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں، چاہتے ہو تم دنیوی زندگی کا سامان، پس اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں، تم بھی پہلے ایسے ہی تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا، پس ہر کام تحقیق کر کے کیا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھنے والے۔

اس آیتِ پاک کے متعدد شانِ نزول روایات میں آئے ہیں، ان میں سے دو روایتیں درج ذیل ہیں:

حدیث (۱): حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: بنوسُلیم کا ایک آدمی صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گذرا، درانحالیکہ اس کے ساتھ اس کی بکریاں تھیں، پس اس نے صحابہ کو سلام کیا، صحابہ نے کہا: اس شخص نے تمہیں سلام نہیں کیا مگر تا کہ پناہ حاصل کرے وہ تم سے، یعنی تلوار سے بچنے کے لئے سلام کیا ہے، پس وہ اٹھے اور اس کو قتل کر دیا، اور اس کی بکریاں لے لیں، پس وہ ان بکریوں کو نبی ﷺ کے پاس لائے تو یہ آیتِ پاک نازل ہوئی۔

حدیث (۲): مسلم شریف (حدیث ۹۶) میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، انھوں نے ایک شخص کو لا إلٰہ إلا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اس کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا؟'' حضرت اسامہؓ نے عرض کیا: اس نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا، آپؐ نے فرمایا: أَفَلَا شَقَقْتَ عن قلبه حتى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أم لا؟: پس کیا تم نے اس کا دل نہیں چیرا کہ تم جانتے کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا ہے یا نہیں؟

تشریح: آیتِ پاک سے اور اس کے شانِ نزول کی دونوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ایمان کے معاملہ میں انتہائی احتیاط چاہئے، اور ظاہر پر عمل کرنا چاہئے، کیونکہ قلبی کیفیت کا کوئی ادراک نہیں کرسکتا، پس اگر ایمان کی کوئی قولی یا فعلی علامت پائی جائے تو اس کا اعتبار کر کے اس پر اسلام کے احکام جاری کرنے چاہئیں، کفر والا معاملہ اس کے ساتھ نہیں کرنا چاہئے۔

[۳۰۵۴-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ رِزْمَةَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ، عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَعَهُ غَنَمٌ لَهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، قَالُوْا: مَاسَلَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا لِيَتَعَوَّذَ مِنْكُمْ، فَقَامُوْا، وَقَتَلُوْهُ، وَأَخَذُوْا غَنَمَهُ، فَأَتَوْا بِهَا رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا، وَلاَ تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلاَمَ: لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾
هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَفِي الباب: عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ.

۱۱- جہاد کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں موازنہ اور معذوروں کا حکم

سورۃ النساء آیات ۹۵ و ۹۶ ہیں: ﴿لاَيَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً، وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى، وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا. دَرَجٰتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

ترجمہ: یکساں نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں، اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بلند درجہ میں برتری بخشی ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، ان لوگوں پر جو بیٹھے رہنے والے ہیں، اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر (جنت) کا وعدہ کر رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو گھر میں بیٹھنے والوں پر اجر عظیم میں برتری بخشی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے درجے اور مغفرت اور رحمت، اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت فرمانے والے، اور بے حد مہربانی فرمانے والے ہیں۔

ترکیب: من المؤمنین: القاعدون کی پہلی صفت ہے، اور غیر أولی الضرر: دوسری صفت ہے...... اور درجاتٍ منه: اور مغفرة اور رحمة، أجراً عظيما سے بدل ہیں۔

ان آیات کے ذیل میں دو سوال ہیں:

پہلا سوال: پہلی آیت میں تین مرتبہ قاعدین کا ذکر آیا ہے، اور پہلی جگہ غیر أولی الضرر کی قید آئی ہے، مگر

دوسری دوجگہوں میں یہ قید نہیں آئی، پس کیا وہاں بھی یہ قید ملحوظ ہوگی؟

دوسرا سوال: پہلی آیت میں درجة (مفرد) آیا ہے، اور دوسری آیت میں درجات (جمع) آیا ہے، ان میں کیا فرق ہے؟ یعنی درجة سے کیا مراد ہے اور درجات سے کیا مراد ہے؟

جواب: غیر أولی الضرر کی قید آگے بھی دونوں جگہ ملحوظ ہے، اور درجة سے نفس جہاد کے اعتبار سے درجہ کا تفاوت مراد ہے، اور درجات سے: جہاد کے علاوہ دیگر اعمال کی وجہ سے درجات کا تفاوت مراد ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو غیر معذور لوگ جہاد سے پیچھے رہتے ہیں وہ مرتبہ میں ان لوگوں کے برابر نہیں ہوسکتے جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں (یہ بالا جمال تفاوت کا بیان ہے، پھر فرمایا) اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعہ جہاد کرنے والوں کو ایک بڑے درجہ میں برتری بخشی ہے: بے عذر پیچھے رہنے والوں پر (یہ نفس جہاد کے اعتبار سے تفاوت درجات کا بیان ہے) اور فریقین میں سے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے، کیونکہ دخول جنت کے لئے جہاد شرط نہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اور نماز کا اہتمام کیا، اور رمضان کے روزے رکھے (اور مال کی زکوٰۃ ادا کی اور حج فرض ہوا تو حج کیا اور کبیرہ گناہوں سے بچا رہا تو) اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریں، اس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہو، یا اپنی اس سرزمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں وہ جنا گیا ہے" صحابہ نے عرض کیا: پس کیا ہم لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنادیں؟ آپؐ نے فرمایا: (نہیں کیونکہ) "جنت میں سو درجے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کا تفاوت ہے، پس جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس (بہشت بریں) مانگو، کیونکہ وہ جنت کا بہترین اور اعلیٰ ترین درجہ ہے، اور اس سے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اور فردوس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں" (مشکوٰۃ حدیث ۳۷۸۷) اس حدیث میں نبی ﷺ نے جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ اسی آیت سے مستفاد ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بغیر عذر بیٹھے رہنے والوں پر بڑے اجر میں برتری بخشی ہے، اس میں ان درجات کا بیان ہے جس کا تذکرہ سورۃ التوبہ آیت ۱۲۰ و ۱۲۱ میں آیا ہے:

﴿مَاكَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَايَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ، ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَايُصِيْبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَايَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَايَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ، إِنَّ اللّٰهَ لَايُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

ترجمہ: مدینہ کے رہنے والوں کے لئے اور جو دیہاتی ان کے اردگرد ہیں ان کے لئے یہ زیبا نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہتے، اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے، اور یہ بات اس وجہ سے ہے کہ

مجاہدین کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگتی ہے اور جو ماندگی پہنچتی ہے اور جو بھوک لگتی ہے، اور وہ جو چلنا چلتے ہیں جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوتا ہے اور وہ دشمنوں کی جو خبر لیتے ہیں ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا جاتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے، اور وہ جو کچھ چھوٹا بڑا خرچ کرتے ہیں اور جتنے میدان طے کرتے ہیں یہ سب بھی ان کے نام (نیکیوں میں) لکھا جاتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (ان سب) کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دیں۔

یہی وہ اعمال جہاد ہیں جس کو پہلی آیت میں اجر عظیم سے تعبیر کیا ہے، پھر اس سے بدل لائے ہیں کہ وہ اجر عظیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے بہت سے مراتب ہیں، اور ان مجاہدین کی اللہ تعالیٰ بخشش بھی فرمائیں گے اور ان پر مہربانی بھی فرمائیں گے۔

رہے معذور مؤمنین جیسے: اندھے، لولے، لُنجے، تو وہ مجاہدین کے ساتھ ملحق ہیں، تبوک سے واپسی پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ نہیں چلے تم کوئی چال اور نہیں طے کیا تم نے کوئی میدان مگر وہ تمہارے ساتھ تھے، کیونکہ ان کو عذر نے روک رکھا ہے'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ معذور مؤمنین، مجاہدین کے ساتھ ملحق ہیں۔

اب اس سلسلہ میں باب کی روایات پڑھیں:

حدیث (۱): حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آیتِ پاک: ﴿لَايَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے، اور وہ نابینا تھے، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لئے کیا حکم ہے، میں نابینا ہوں؟ پس اللہ تعالیٰ نے ﴿غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ﴾ نازل فرمایا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس شانے کی ہڈی اور دوات لاؤ'' یا فرمایا: ''تختی اور دوات لاؤ''

تشریح: حضرت عمرو بن ام مکتومؓ کا صحابہ میں بڑا مقام تھا، وہ ثانی مؤذن تھے، اور جب نبی ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تھے تو ان کو مدینہ میں اپنا نائب بناتے تھے، تیرہ مرتبہ آپؐ نے ان کو اپنا نائب بنایا ہے، اور ام مکتوم ان کی والدہ ہیں، اور ان کا نام عمرو ہے یا عبداللہ؟ اسی طرح ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔

اور جب یہ آیتِ پاک نازل ہوئی تھی تو ﴿غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ﴾ نازل نہیں کیا گیا تھا، آیت اس طرح نازل کی گئی تھی: ﴿لَايَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِى سَبِيْلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ اور نزول کے ساتھ ہی یہ آیت لکھوا بھی دی گئی تھی، پھر جب آپؐ نے مجمع میں یہ آیت پڑھ کر سنائی تو حضرت ابن ام مکتومؓ نے کھڑے ہو کر اپنا عذر پیش کیا، تو آپؐ پر آثار وحی طاری ہوئے، اور ﴿غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ﴾ نازل ہوا، چنانچہ شانے کی ہڈی یا تختی منگوا کر آیتِ کریمہ میں اس کا اضافہ کیا گیا۔

اور ایسا اس لئے کیا گیا کہ احکام کی آیتیں اسی طرح نازل کی جاتی تھیں، پہلے معاشرہ میں واقعہ رونما ہوتا تھا، پھر جب لوگوں کے ذہنوں میں حکم شرعی کی طلب پیدا ہوتی تھی تو متعلقہ آیتیں نازل کی جاتی تھیں، جن کو سنتے ہی صحابہ

مطلب سمجھ جاتے تھے، ان کو سمجھانا نہیں پڑتا تھا۔ جیسے ہدایہ آخرین کا ایک مسئلہ استاذ سمجھاتے سمجھاتے تھک جاتا ہے، پھر بھی آدھے طلبہ نہیں سمجھتے، اور یہی واقعہ ایک گاؤں میں رونما ہوتا ہے، گاؤں والے امام صاحب سے صورت واقعہ لکھوا کر دارالافتاء کو بھیجتے ہیں، مفتی صاحب چند سطروں میں جواب دیتے ہیں، جب جواب گاؤں میں پہنچتا ہے، اور امام صاحب گاؤں والوں کو جمع کر کے فتوی سناتے ہیں تو سب اس مسئلہ کو کما حقہ سمجھ جاتے ہیں، کیونکہ صورتِ واقعہ پہلے سے ان کے سامنے ہوتی ہے، اسی طرح آیات احکام کے نزول میں اس کا لحاظ رکھا جاتا تھا کہ پہلے واقعہ رونما ہو پھر متعلقہ آیتیں نازل کی جائیں، اس آیت میں بھی اگر ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ پہلے نازل کر دیا جاتا تو شاید سب لوگ اس کا مصداق نہ سمجھ سکتے، اس لئے اتنا حصہ روک لیا گیا، پھر جب ابن ام مکتومؓ نے سوال کیا اور اس کے جواب میں یہ ٹکڑا نازل کیا گیا تو سب لوگ سمجھ گئے کہ معذور ایسے ہوتے ہیں، جن کا آیت میں استثناء کیا گیا ہے۔

[۳۰۵۵-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا وَكِيْعٌ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَايَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ الآيَةَ، جَاءَ عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ ضَرِيْرَ الْبَصَرِ، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَا تَأْمُرُنِيْ إِنِّيْ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ الآيَةَ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِيْتُوْنِيْ بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ، أَوْ: اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَيُقَالُ: عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَيُقَالُ: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَائِدَةَ، وَأُمُّ مَكْتُوْمٍ: أُمُّهُ.

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''غیر معذور بدر کے جہاد سے پیچھے رہنے والے مسلمان اور میدانِ بدر کی طرف نکلنے والے مسلمان برابر نہیں۔ جب غزوۂ بدر پیش آیا تو عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم دونوں نابینا ہیں، تو کیا ہمارے لئے کچھ سہولت ہے؟ پس ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ نازل ہوا، اب آیت اس طرح ہوگئ: ﴿لَايَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ الآية: یہاں تک حضرت ابن عباس کا قول ہے، آگے حضرت ابن جریج کی تفسیر ہے جو حدیث میں مدرج ہے، فرمایا: فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى القَاعِدِيْنَ دَرَجَةً: یہ بیٹھنے والے غیر معذور لوگ ہیں یعنی یہاں بھی ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ کی قید ملحوظ ہے، اسی طرح ﴿فَضَّلَ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا، دَرَجَاتٍ مِنْهُ﴾ میں بھی قاعدین سے غیر معذور قاعدین مراد ہیں، یعنی یہاں بھی غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ کی قید ملحوظ ہے۔

تشریح: ابن جریج بڑے محدث اور فقیہ تھے، ان کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہے...... اور مقسم یا تو عبد

اللہ بن الحارث کے آزاد کردہ ہیں یا حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ ہیں، اوران کی کنیت ابوالقاسم ہے...... لَمَّا نَزَلَتْ غزوۃُ بدرٍ: میں نَزَلَتْ بمعنی وَقَعَتْ ہے...... اور عبداللہ بن جحشؓ نابینا نہیں تھے، بلکہ ان کے بھائی ابواحمد نابینا تھے، جن کا نام صرف عبد تھا، ترمذی کی روایت میں تسامح ہے۔

[۳۰۵۶-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ مُحمدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، نَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ ابنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيْمِ، سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، يُحَدِّثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: لَايَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ: عَنْ بَدْرٍ، وَالْخَارِجُوْنَ إِلَى بَدْرٍ.

لَمَّا نَزَلَتْ غَزْوَةُ بَدْرٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَحْشٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ: إِنَّا أَعْمَيَانِ يَارَسولَ اللّٰهِ! فَهَلْ لَنَا رُخْصَةٌ؟ فَنَزَلَتْ: ﴿لَايَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ وَ﴿ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً﴾ فَهٰؤُلَاءِ الْقَاعِدُوْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ: فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا: دَرَجَاتٍ مِنْهُ: عَلَى الْقَاعِدِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَمِقْسَمٌ: يُقَالُ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، وَيُقَالُ: مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَمِقْسَمٌ: يُكْنَى أَبَا الْقَاسِمِ.

حدیث (۳): حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مسجدِ نبوی میں مروان بن الحکم کو بیٹھا ہوا دیکھا (یہ تابعی اور مدینہ کے گورنر تھے) پس میں آیا یہاں تک کہ ان کے پہلو میں بیٹھ گیا، پس انھوں نے ہمیں بتلایا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو بتلایا کہ نبی ﷺ نے ان سے لکھوایا: لايستوى القاعدون من المؤمنين والمجاهدون فی سبيل الله: حضرت زیدؓ کہتے ہیں: پس آپؐ کے پاس حضرت ابن ام مکتومؓ آئے درانحالیکہ آپؐ مجھے وہ آیت لکھوا رہے تھے، پس انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بخدا اگر میرے بس میں جہاد ہوتا تو میں ضرور جہاد کرتا، اور وہ نابینا آدمی تھے، پس اللہ نے اپنے رسول پر وحی نازل کی، درانحالیکہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی، یعنی آثارِ وحی شروع ہوتے ہی آپؐ کی ران حضرت زید کی ران پر گرگئی، پس وہ بوجھل ہوگئی یہاں تک کہ میری ران نے کچل جانے کا ارادہ کیا، پھر آپؐ سے وہ کیفیت کھول دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ نازل کیا۔

تشریح: حضرت ابن ام مکتوم نابینا ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے ہیں، ان کے ہاتھ میں جھنڈی بھی تھی، اور اسی جنگ میں آپؓ شہید ہوئے ہیں...... اور اس حدیث کو حضرت سہلؓ جو صحابی ہیں مروان سے روایت کرتے ہیں جو تابعی ہیں، پھر مروان حضرت زیدؓ سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں۔ مروان نبی ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے مگر انھوں نے نبی ﷺ کو نہ دیکھا ہے، نہ آپؐ سے کچھ سنا ہے۔

[۳۰۵۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنِي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ ابنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ، قَالَ: رَأَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أَمْلَى عَلَيْهِ: لَايَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ: فَجَاءَ هُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ! لَوْ أَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ، وَكَانَ رَجُلاً أَعْمَى، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ، وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِيْ، فَثَقُلَتْ، حَتَّى هَمَّتْ تَرُضُّ فَخِذِيْ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ: ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفِيْ هٰذَا الحديثِ رِوَايَةُ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم عَنْ رَجُلٍ مِنَ التَّابِعِيْنَ، رَوَى سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَمَرْوَانُ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ.

۱۲-سفر میں قصر کا حکم اللہ کی خیرات ہے

سورۃ النساء آیت ۱۰۱ ہے: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ، إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، إِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِيْنًا﴾ ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو (جس کی مقدار تین منزل ہو) تو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو، یعنی ظہر، عصر اور عشا کے فرض چار کی جگہ دو پڑھو، اگر تم کو اندیشہ ہو کہ کافر لوگ تم کو پریشان کریں گے، بیشک کافر لوگ تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

تفسیر: اس آیت میں دو مضمون ہیں: ایک: قصر کا حکم، دوم: یہ رخصت اس وقت ہے جب کافروں کی طرف سے خطرہ ہو، مگر بعد میں جب پورا جزیرۃ العرب مسلمان ہوگیا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان کوئی کافر باقی نہ رہا اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ایک لاکھ سے زائد صحابہ تھے، اس وقت بھی نبی ﷺ نے پورے سفر میں اور حج کے دنوں میں قصر فرمایا، اس لئے سوال پیدا ہوا کہ آیتِ پاک میں قصر کی اجازت مشروط ہے، جب کافروں کی طرف سے خطرہ ہو تبھی قصر جائز ہے، چنانچہ نبی ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کیا گیا، آپؐ نے فرمایا: صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بها عليكم، فاقبلوا صَدَقَته: (قصر) ایک خیرات ہے، اللہ نے وہ خیرات تم کو دی ہے، پس اللہ کی خیرات قبول کرو۔

تشریح: خیرات واپس نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ نے جب قصر کا حکم بھیجا تھا تو مشروط بھیجا تھا، مگر چونکہ وہ اللہ کی خیرات تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو واپس نہیں لیا، کوئی خطرہ نہ ہو تب بھی قصر کا حکم باقی ہے۔

اور آیتِ پاک میں دوسرا مضمون یہ ہے کہ سفر میں قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں، ائمہ ثلاثہ نے اس کو اباحت کی تعبیر

سمجھا ہے، اس لئے انھوں نے سفر میں اتمام کی بھی اجازت دی ہے، مگر امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اباحت کی تعبیر نہیں ہے، بلکہ ان لوگوں کے دلوں سے بوجھ ہٹانے کے لئے یہ تعبیر ہے جو ہمیشہ حضر میں پوری نماز پڑھتے ہیں، جب ان سے سفر میں قصر کرنے کے لئے کہا جائے گا تو ان کے دلوں پر بوجھ پڑے گا، اس لئے یہ تعبیر اختیار کی ہے (اس کی تفصیل تحفۃ الالمعی ۲: ۴۲۲ میں گذر چکی ہے) امام اعظم نے صَدَقَة کو قصر کے حکم کے ساتھ بھی متعلق کیا ہے، صرف شرط کے ساتھ متعلق نہیں کیا، اسی لئے حنفیہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر واجب ہے۔

حدیث: یعلی بن امیہؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اللہ کا ارشاد ہے: ﴿أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ﴾ اور اب لوگ مطمئن ہو چکے ہیں، کفار کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا پھر بھی قصر کا حکم کیسے باقی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے بھی اس بات پر حیرت ہوئی تھی، جس پر تمھیں حیرت ہو رہی ہے، چنانچہ میں نے نبی ﷺ سے اپنی الجھن بیان کی، تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ ایک خیرات ہے جو اللہ نے تم کو دی ہے، پس اللہ کی خیرات کو قبول کرو''

[۳۰۵۸-] حدثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُمَيْدٍ، أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا ابنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ عَمَّارٍ، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَاهْ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ: إِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ: ﴿أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ﴾ وَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ، فَقَالَ عُمَرُ: عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ، فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۳- نمازِ خوف کی مشروعیت

سورۃ النساء آیت ۱۰۲ میں بحالتِ خوف نماز پڑھنے کا خاص طریقہ بیان کیا گیا ہے، فرمایا: ''جب آپ (ﷺ) لوگوں میں تشریف رکھتے ہوں، اور آپؐ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو، اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لے لیں، پھر جب وہ لوگ سجدہ کر لیں تو وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں، اور دوسرا گروہ جنھوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی (امام کے پیچھے) آجائے، اور آپؐ کے ساتھ نماز پڑھے، اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں، کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں''

اس آیت کا شانِ نزول حدیث میں یہ آیا ہے:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ ضَجنان اور عسفان کے درمیان اترے، یعنی وہاں آپؐ کا دشمن سے مقابلہ ہوا، پس مشرکین نے کہا: اِن لوگوں کے لئے ایک نماز ہے جو اُن کو اپنے باپوں اور بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، اور وہ عصر کی نماز ہے، پس تم اپنا معاملہ جمع کر لو، یعنی تیار ہو جاؤ، اور ان پر یکبارگی حملہ کر دو، اس

وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے، اور آپؐ کو حکم دیا کہ آپؐ اپنے صحابہ کو دو حصوں میں بانٹ دیں، پس آپؐ ان کو یعنی ایک جماعت کو نماز پڑھائیں، اور دوسری جماعت ان کے پیچھے کھڑی رہے، اور چاہئے کہ وہ (نماز پڑھنے والے) اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں، یعنی مسلح ہو کر نماز پڑھیں، پھر دوسرے لوگ آئیں اور وہ آپؐ کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں، اور چاہئے کہ وہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں، پس لوگوں کے لئے ایک ایک رکعت ہوگی اور نبی ﷺ کے لئے دو رکعتیں ہونگی۔

تشریح: صلوۃ الخوف کا بیان کتاب الصلوۃ باب ۲۸۳ (تحفہ ۲: ۴۴۸) میں گذر چکا ہے۔ اور روایات میں صلوۃ الخوف پڑھنے کی بہت سی صورتیں آئی ہیں، اس لئے ہر طرح نمازِ خوف پڑھی جاسکتی ہے، اور افضل صورت میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک جو صورت اس حدیث میں آئی ہے وہ افضل ہے، کیونکہ وہ آیت کے بیان سے اقرب ہے، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حضرت سہل بن ابی حثمہؓ کی روایت میں جو صورت آئی ہے وہ افضل ہے، تفصیل محولہ بالا جگہ میں گذر چکی ہے۔

[۳۰۵۹-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، نَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْهُنَائِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيْقٍ، قَالَ: نا أَبُوْ هريرةَ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَزَلَ بَيْنَ ضُجْنَانَ وَعُسْفَانَ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: إِنَّ لِهٰؤُلَاءِ صَلَاةً، هِيَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ، وَهِيَ الْعَصْرُ، فَأَجْمِعُوْا أَمْرَكُمْ، فَمِيْلُوْا عَلَيْهِمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً، وَأَنَّ جِبْرِيْلَ أَتَى النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَأَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ أَصْحَابَهُ شَطْرَيْنِ، فَيُصَلِّي بِهِمْ، وَتَقُوْمُ طَائِفَةٌ أُخْرَى وَرَاءَهُمْ، وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي الآخَرُوْنَ، وَيُصَلُّوْنَ مَعَهُ رَكْعَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ يَأْخُذُ هٰؤُلَاءِ حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ، فَتَكُوْنُ لَهُمْ رَكْعَةً رَكْعَةً، وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَكْعَتَانِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ. وفي الباب: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِيْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَحُذَيْفَةَ، وَأَبِيْ بَكْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ؛ وَأَبُوْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيُّ: اسْمُهُ زَيْدُ بْنُ الصَّامِتِ.

۱۴- سورۃ النساء کی چند آیات کا شانِ نزول

سورۃ النساء کی آیات ۱۰۵-۱۱۶ کا نزول ایک خاص واقعہ میں ہوا ہے۔

واقعہ: بنو اُبیرق ایک خاندان تھا، اس میں ایک شخص بشیر نامی منافق تھا، اس نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بخاری (کوٹھری) میں نقب دے کر کچھ آٹا اور کچھ ہتھیار جو اس میں رکھے ہوئے تھے چرالئے، صبح کو یہ چیزیں پاس پڑوس میں تلاش کی گئیں، اور بعض قرائن سے بشیر پر شبہ ہوا۔

بنوابیرق نے جو کہ بشیر کے شریک حال تھے اپنی براءت کے لئے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا، حضرت رفاعہؓ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی خدمت میں بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع کی، آپؐ نے تحقیق کا وعدہ فرمایا۔

جب بنوابیرق کو یہ خبر پہنچی کہ معاملہ نبی ﷺ تک پہنچ گیا ہے اور آپؐ نے تحقیق کا وعدہ فرمایا ہے تو وہ لوگ ایک شخص کے پاس جو اسی خاندان کا تھا جس کا نام اُسیر تھا جمع ہوئے، اور باہمی مشورہ کر کے نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: حضرت قتادہؓ اور حضرت رفاعہؓ نے بغیر گواہوں کے ایک مسلمان اور دیندار گھرانے پر چوری کی الزام لگایا ہے، اور ان کا مقصود یہ تھا کہ نبی ﷺ اس معاملہ میں ان کی طرفداری کریں، آپؐ نے طرف داری تو نہیں کی، البتہ اتنا ہوا کہ جب حضرت قتادہؓ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: ''تم ایسے لوگوں پر بے سند کیوں الزام لگاتے ہو؟'' حضرت قتادہؓ نے آکر اپنے چچا حضرت رفاعہؓ کو اس کی اطلاع دی، وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہوگئے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، پھر چوری ثابت ہوگئی، اور مال برآمد ہوا، جو مالک کو دلایا گیا چنانچہ بشیر ناخوش ہوکر مرتد ہوگیا، اور مکہ جاکر مشرکوں میں مل گیا، مگر وہاں بھی اس کو چین نصیب نہ ہوا، جس عورت کے مکان میں جاکر ٹھہرا تھا، جب اس کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار پہنچے تو اس نے بشیر کو نکال باہر کیا، یہ شخص ادھر اُدھر بھٹکتا رہا، آخر اس نے ایک اور شخص کے مکان میں نقب لگایا، پس دیوار اس کے اوپر گرگئی اور وہ وہیں دب کر مر گیا۔

اب آپ باب کی روایت پڑھیں، اس کے ضمن میں متعلقہ آیات لکھی جائیں گی:

حدیث: حضرت قتادۃ بن النعمانؓ کہتے ہیں: ہمارے ہی قبیلہ کا ایک خاندان تھا، وہ لوگ ''اُبیرق کی اولاد'' کہلاتے تھے، یہ تین بھائی تھے، بشر، بشیر (مصغّر یا مکبّر) اور مبشر، بشیر منافق آدمی تھا، اشعار کہتا تھا، ان میں صحابہ کی ہجو کرتا تھا، پھر وہ ان اشعار کا بعض عربوں کی طرف غلط انتساب کر دیتا تھا، اور کہتا تھا: فلاں نے ایسا کہا ہے، فلاں نے ایسا کہا ہے، پس جب صحابہ نے وہ اشعار سنے تو کہا: بخدا! یہ اشعار نہیں کہے مگر اسی خبیث نے، یا جیسا کہا: اس آدمی نے یعنی قائل کے قول میں لفظ الخبیث تھا یا نہیں؟ اس میں راوی کو شک ہے، اور صحابہ نے کہا: ابیرق کے بیٹے ہی نے یہ اشعار کہے ہیں۔

حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں: بنوابیرق زمانہ جاہلیت میں اور زمانہ اسلام میں حاجت منداور فاقہ مست فیملی تھی، اور اُس زمانہ میں مدینہ منورہ میں لوگوں کی عام خوراک کھجور اور جَو تھی، اور جس آدمی کے لئے کچھ مالداری ہوتی، اور ملک شام سے باربردار اونٹ گیہوں کا آٹا لاتے تو وہ شخص اس میں سے خرید لیتا، اور وہ اس آٹے کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا، اور رہے بال بچے تو ان کی خوراک کھجور اور جَو ہی تھی۔

پس ملک شام سے باربردار اونٹ آئے۔ میرے چچا رفاعۃ بن زیدؓ نے آٹے کی ایک بوری خرید لی، اور اس کو اپنی ایک کوٹھری میں رکھ دی، پس کوٹھری میں نقب لگایا گیا اور غلہ اور ہتھیار لے لئے گئے۔

پس جب صبح ہوئی تو میرے پاس میرے چچا رفاعہؓ آئے، اور کہا: بھتیجے! ہم پر ہماری اس رات میں زیادتی کی گئی، اس طرح کہ ہماری کوٹھری میں نقب لگایا گیا، اور ہمارا غلہ اور ہمارے ہتھیار چلے گئے۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں: پس ہم نے محلّہ میں تلاشی لی، اور ہم نے پوچھ گچھ کی، تو ہم سے کہا گیا کہ ہم نے بالیقین بنوابیرق کو دیکھا ہے: انھوں نے اس رات میں آگ جلائی ہے، اور جہاں تک ہمارا خیال ہے وہ آگ تمہارے کھانے ہی پر جلائی گئی ہے۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں: اور بنوابیرق نے کہا تھا کہ ہم نے بھی محلے میں تحقیق کی ہے، بخدا! نہیں دیکھتے ہم تمہارا آدمی (چور) مگر لبید بن سہل کو جو ہمارے ہی خاندان کا ایک آدمی تھا، جس کے لئے نیکی اور اسلام تھا، یعنی وہ مخلص مسلمان اور نیک آدمی تھا، پس جب حضرت لبیدؓ نے یہ بات سنی تو انھوں نے اپنی تلوار سونت لی، اور کہا: کیا میں چوری کروں گا؟ پس بخدا! ضرور مل جائے گی تم سے یہ تلوار، یا واضح کرو تم یہ چوری، بنوابیرق نے کہا: اے آدمی! ہم سے پرے ہو، آپ اس چوری کے ذمہ دار نہیں (اس طرح بنوابیرق نے حضرت لبیدؓ کو مطمئن کردیا)

(حضرت قتادہؓ کہتے ہیں) پس ہم نے محلّہ میں تفتیش جاری رکھی، یہاں تک کہ ہمیں ذرا شک نہیں رہا کہ بنوابیرق ہی چوری کرنے والے ہیں، پس مجھ سے میرے چچا نے کہا: اے میرے بھتیجے! کاش تو نبی ﷺ کے پاس جاتا، اور آپؐ سے اس معاملہ کا تذکرہ کرتا۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں: پس میں نبی ﷺ کے پاس آیا، اور میں نے عرض کیا: ہمارے خاندان کی ایک فیملی کے لوگ گنوار ہیں، انھوں نے میرے چچا رفاعہؓ کا قصد کیا، پس ان کی بخاری میں نقب لگایا، اور ان کے ہتھیار اور ان کا غلہ لے لیا، پس چاہئے کہ وہ ہمیں ہمارے ہتھیار واپس کردیں، رہا غلہ تو ہمیں اس کی حاجت نہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: سَآمُرُ فی ذلك: عنقریب میں اس معاملہ میں حکم دوں گا، یعنی اس معاملہ کی تحقیق کی جائے گی۔

پس جب بنوابیرق نے سنا تو وہ اپنے ایک آدمی کے پاس آئے جس کو اُسیر بن عروہ کہا جاتا تھا، پس انھوں نے اس سے اس معاملہ میں گفتگو کی، اور محلّہ والوں میں سے کچھ لوگ اس معاملہ میں ان کے ساتھ ہوگئے۔

پس انھوں نے کہا: یارسول اللہ! قتادہ نے اور اس کے چچا نے ہم میں سے ایک ایسے گھرانے کا قصد کیا ہے جو اسلام اور نیکی والے ہیں، انھوں نے ان پر بغیر گواہی اور بغیر تحقیق کے چوری کا الزام لگایا ہے۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں: پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پس میں نے آپؐ سے گفتگو کی تو آپؐ نے فرمایا: ''تم نے قصد کیا ایک ایسے گھر والوں کا جن کے بارے میں اسلام اور نیکی کا تذکرہ کیا جاتا ہے، تم الزام لگاتے ہو ان پر چوری کا بغیر تحقیق اور گواہوں کے!''

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں: پس لوٹا میں اور آرزو کی میں نے کہ میں اپنے کچھ مال سے نکل جاتا، یعنی میرا کچھ مال چلا

جاتا، اور میں اس معاملہ میں نبی ﷺ سے گفتگو نہ کرتا، پس میرے پاس میرے چچا رفاعہؓ آئے، پس انھوں نے پوچھا: بھتیجے! تو نے کیا کیا؟ تو میں نے ان کو وہ بات بتائی جو مجھ سے نبی ﷺ نے فرمائی تھی، پس انھوں نے کہا: اللّٰہُ المستعان: ہم اس معاملہ میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، پھر زیادہ وقت نہیں گذرا کہ قرآنِ کریم نازل ہوا۔

(آیات ۱۰۵و۱۰۶)﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ، وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا○ وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے آپؐ کی طرف یہ قرآن اتارا ہے جو دین حق پر مشتمل ہے، تاکہ آپؐ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اس کے موافق جو اللہ نے آپؐ کو بتلایا ہے، اور آپ خائنوں کی طرف داری نہ کریں، یعنی بنوابیرق کی طرفداری نہ کریں، اور آپ استغفار کریں اس بات سے جو آپؐ نے قتادہ سے کہی ہے، کیونکہ وہ بات نبی ﷺ کے مقام رفیع کے موافق نہ تھی، اس لئے آپؐ کو استغفار کا حکم دیا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے، بڑی رحمت والے ہیں۔

(آیات ۱۰۷-۱۱۰)﴿وَلَاتُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيْمًا○ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَالَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ، وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا○ هٰأَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْ مَّنْ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا○ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾

ترجمہ: اور آپؐ اُن لوگوں کی طرف سے کوئی جواب دہی نہ کریں جو اپنا ہی نقصان کررہے ہیں، یعنی بنوابیرق کی حمایت نہ کریں، بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے جو بڑا خیانت کرنے والا، بڑا گناہ کرنے والا ہے، جو لوگوں سے تو چھپتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتا، جبکہ اللہ تعالیٰ اس وقت ان کے ساتھ تھے جب وہ اللہ کی مرضی کے خلاف رات میں جمع ہوکر باتیں کررہے تھے، اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں، سنو! تم یہی تو ہو کہ دنیوی زندگی میں ان کی طرف سے جواب دہی کررہے ہو (یہ بنوابیرق کے حمایتوں سے خطاب ہے) پس اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن ان کی طرف سے جواب دہی کون کرے گا؟ یا وہ شخص کون ہوگا جو ان کا کام بنائے؟ اور جو بھی شخص کوئی برائی کرے یا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا، بڑی رحمت والا پائے گا، یعنی اگر بنوابیرق توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردیں گے۔

(آیات ۱۱۱و۱۱۲)﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ، وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا○ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيْأً فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِيْنًا﴾

ترجمہ: اور جو بھی شخص گناہ کا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اس کی ذات کو پہنچتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے، بڑی حکمت والے ہیں، اور جو بھی شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ، پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے تو اس نے بڑا

بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا، یعنی بنو ابیرق نے حضرت لبیدؓ پر جو الزام لگایا تھا وہ بھاری بہتان اور صریح گناہ تھا۔

(آیات ۱۱۳ و ۱۱۴) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُّضِلُّوْكَ، وَمَا يُضِلُّوْنَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْئٍ، وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ، وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ لَاخَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنْ نَجْوٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ، أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾

ترجمہ: اور اگر آپؐ پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپؐ کو غلطی میں ڈالنے کا ارادہ کر ہی لیا تھا، اور غلطی میں نہیں ڈالتے وہ مگر اپنی جانوں کو، یعنی اس کا ضرر انہی کو پہنچے گا، اور وہ آپؐ کو ذرہ بھر ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائی ہیں، اور آپؐ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپؐ نہیں جانتے تھے، اور آپؐ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے، اکثر لوگوں کی سرگوشیوں میں کچھ خیر نہیں ہوتی، ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں جو خیرات کی یا کسی اور نیک کام کی یا لوگوں میں مصالحت کی ترغیب دیتے ہیں (تو یہ سرگوشیاں اور باہمی مشورے خیر کے کام ہیں) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے یہ کام کرے گا: اس کو ہم عنقریب اجر عظیم عنایت فرمائیں گے۔

آگے حدیث: پس جب قرآنِ کریم نازل ہوا تو نبی ﷺ کے پاس ہتھیار لائے گئے، پس آپؐ نے وہ ہتھیار حضرت رفاعہؓ کو واپس کر دیئے، حضرت قتادہؓ کہتے ہیں: جب میں اپنے چچا کے پاس ہتھیار لے کر آیا، اور وہ زمانہ جاہلیت میں بوڑھے ہو چکے تھے، رتوندے ہو گئے تھے یا کہا: انتہائی بوڑھے ہو گئے تھے، یہ امام ترمذی کا شک ہے، یعنی حدیث میں عَشَا (بڑی ش کے ساتھ) ہے یا عَسَا (چھوٹی س کے ساتھ) عَشَا يَعْشُوْ عَشْوًا کے معنی ہیں: رتوندا ہونا، اور عَسَا يَعْسُوْ عَسْوًا کے معنی ہیں: عمر رسیدہ ہونا، یعنی حضرت رفاعہؓ کا یہ حال مسلمان ہونے سے پہلے ہو چکا تھا، حضرت قتادہؓ کہتے ہیں: اور میں ان کے اسلام کو کھوٹ والا سمجھتا تھا، یعنی حضرت قتادہؓ کے نزدیک اپنے چچا کا اسلام بس برائے نام تھا، پس جب میں ان کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے: اے بھتیجے! یہ ہتھیار راہِ خدا میں ہیں، یعنی انھوں نے وہ ہتھیار جہاد کے لئے دیدیئے، پس میں نے جانا کہ ان کا اسلام کھرا تھا۔ پس جب قرآنِ کریم اترا تو بشیر مشرکین کے ساتھ مل گیا، یعنی اگر وہ پہلے در پردہ کافر تھا تو اب کھل کر کافر ہو گیا، اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہو گیا (اور وہ مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا) پس وہ سُلافہ نامی عورت کا مہمان بنا، پس اللہ تعالیٰ نے آیات ۱۱۵ و ۱۱۶ نازل فرمائیں:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ، وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۝ إِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ، وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝﴾

ترجمہ: اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے امر حق واضح ہو چکا، اور مسلمانوں کا راستہ

چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے، اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ جانے کی بری جگہ ہے! (یہ عام مسلمانوں سے اور خاص طور پر بنوابیرق کے خاندان سے خطاب ہے کہ وہ بنوابیرق کا ساتھ چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر چلیں، اور عام مسلمانوں کی راہ اپنائیں، بنوابیرق کی حمایت نہ کریں) بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو تو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں ان کو جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

باقی حدیث: پس جب وہ سلافہ نامی عورت کا مہمان بنا تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے چند اشعار میں اس عورت کو مطعون کیا (پس جب اس عورت کو وہ اشعار پہنچے) تو اس نے بشیر کا کجاوہ لیا، اور اس کو اپنے سر پر اٹھایا، پھر وہ بشیر کو لے کر نکلی، اور اس کو پتھریلی زمین میں پھینک دیا، یعنی مکہ سے باہر لا کر دھکا دیدیا، پھر اس نے کہا: تو ہدیہ لایا ہے میرے لئے حسان کے اشعار کا، تو میرے لئے خیر کی کوئی بات لا ہی نہیں سکتا۔

لغات: نَحَلَ (ن،ف) نَحلاً وَنُحُولاً: کسی کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرنا ...... **الضَّافِطَةُ**: بار بردار اونٹ، ضَفَطَ (ن) بالحَبَلِ ضَفْطًا: رسی سے مضبوط باندھنا ...... **الدَّرمَك**: سفید آٹا، میدہ، دَرْمَكَ الشيئَ: کوٹنا، پیسنا، باریک کرنا ...... **المَشْرَبة**: کوٹھری، بخاری ...... **المَدْخُول**: عیب دار۔

ملحوظہ: بعض روایات میں خاندان ابیرق کے منافق کا نام بجائے بُشیر کے طُعْمَة آیا ہے، اور بعض روایات میں یہ ہے کہ بنوابیرق نے پہلے چوری حضرت لبیدؓ کے نام لگائی تھی، پھر جب بات بنتی نظر نہ آئی تو ایک یہودی کے سر الزام تھوپا۔

[٣٠٦٠-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِيْ شُعَيْبٍ: أَبُوْ مُسْلِمٍ الحَرَّانِيُّ، نا مُحمدُ بْنُ سَلَمَةَ الحَرَّانِيُّ، نا مُحمدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ: قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، قَالَ: كَانَ أَهْلُ بَيْتٍ مِنَّا، يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْ أُبَيْرِقٍ: بِشْرٌ، وَبُشَيْرٌ، وَمُبَشِّرٌ، وَكَانَ بُشَيْرٌ رَجُلاً مُنَافِقًا، يَقُوْلُ الشِّعْرَ، يَهْجُوْ بِهِ أَصْحَابَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ يَنْحَلُهُ بَعْضَ الْعَرَبِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: قَالَ فُلاَنٌ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ فُلاَنٌ: كَذَا وَكَذَا، فَإِذَا سَمِعَ أَصْحَابُ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ذٰلِكَ الشِّعْرَ، قَالُوْا: وَاللّٰهِ مَايَقُوْلُ هٰذَا الشِّعْرَ إِلاَّ هٰذَا الْخَبِيْثُ - أَوْ كَمَا قَالَ الرَّجُلُ - وَقَالُوْا: ابْنُ الأُبَيْرِقِ قَالَهَا.

قَالَ: وَكَانُوْا أَهْلَ بَيْتِ حَاجَةٍ وَفَاقَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالإِسْلاَمِ، وَكَانَ النَّاسُ إِنَّمَا طَعَامُهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ التَّمْرُ وَالشَّعِيْرُ، وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ لَهُ يَسَارٌ، فَقَدِمَتْ ضَافِطَةٌ مِنَ الشَّامِ مِنَ الدَّرْمَكِ، ابْتَاعَ الرُّجُلُ مِنْهَا، فَخَصَّ بِهَا نَفْسَهُ، وَأَمَّا العِيَالُ: فَإِنَّمَا طَعَامُهُمُ التَّمْرُ وَالشَّعِيْرُ.

فَقَدِمَتْ ضَافِطَةٌ مِنَ الشَّامِ، فَابْتَاعَ عَمِّيْ رِفَاعَةُ بْنُ زَيْدٍ حِمْلاً مِنَ الدَّرْمَكِ، فَجَعَلَهُ فِيْ مَشْرَبَةٍ لَهُ، وَفِي الْمَشْرَبَةِ سِلاَحٌ: دِرْعٌ وَسَيْفٌ، فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنْ تَحْتَ الْبَيْتِ، فَنُقِبَتِ الْمَشْرَبَةُ، وَأُخِذَ الطَّعَامُ وَالسِّلاَحُ.

فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَانِىْ عَمِّى رِفَاعَةُ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِىْ! إِنَّهُ قَدْ عُدِىَ عَلَيْنَا فِىْ لَيْلَتِنَا هٰذِهِ، فَنُقِّبَتْ مَشْرَبَتُنَا، وَذُهِبَ بِطَعَامِنَا وَسِلاَحِنَا.

قَالَ: فَتَحَسَّسْنَا فِىْ الدَّارِ، وَسَأَلْنَا، فَقِيْلَ لَنَا: قَدْ رَأَيْنَا بَنِى أُبَيْرِقٍ اسْتَوْقَدُوْا فِىْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ، وَلاَ نرَى فِيْمَا نرَى إِلَّا عَلَى بَعْضِ طَعَامِكُمْ.

قَالَ: وَكَانَ بَنُوْ أُبَيْرِقٍ قَالُوْا: وَنَحْنُ نَسْأَلُ فِىْ الدَّارِ، وَاللّٰهِ! مَا نَرَى صَاحِبَكُمْ إِلَّا لَبِيْدَ بْنَ سَهْلٍ: رَجُلٌ مِنَّا، لَهُ صَلاَحٌ وَإِسْلاَمٌ، فَلَمَّا سمِعَ لَبِيْدٌ اخْتَرَطَ سَيْفَهُ، وَقَالَ: أَنَا أَسْرِقُ؟ فَوَ اللّٰهِ لَيُخَالِطَنَّكُمْ هٰذَا السَّيْفُ، أَوْ لَتُبَيِّنُنَّ هٰذِهِ السَّرِقَةَ، قَالُوْا: إِلَيْكَ عَنَّا أَيُّهَا الرَّجُلُ، فَمَا أَنْتَ بِصَاحِبِهَا.

فَسَأَلْنَا فِىْ الدَّارِ حَتَّى لَمْ نَشُكَّ أَنَّهُمْ أَصْحَابُهَا، فَقَالَ لِىْ عَمِّىْ: يَا ابْنَ أَخِىْ! لَوْ أَتَيْتَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرْتَ ذٰلِكَ لَهُ.

قَالَ قَتَادَةُ: فَأَتَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ: إِنَّ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَّا أَهْلَ جفَاءٍ، عَمِدُوْا إِلَى عَمِّىْ رِفَاعَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَنَقَّبُوْا مَشْرَبَةً لَهُ، وَأَخَذُوْا سِلاَحَهُ وَطَعَامَهُ، فَلْيَرُدُّوْا عَلَيْنَا سِلاحَنا، فَأَمَّا الطَّعَامُ فَلاَ حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "سَآمُرُ فِىْ ذٰلِكَ"

فَلَمَّا سمِعَ بَنُوْ أُبَيْرِقٍ: أَتَوْا رَجُلاً مِنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ: أُسَيْرُ بْنُ عُرْوَةَ، فَكَلَّمُوْهُ فِىْ ذٰلِكَ، وَاجْتَمَعَ فِىْ ذٰلِكَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ.

فَقَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ قَتَادَةَ بْنَ النُّعْمَانِ وَعَمَّهُ عَمِدَا إِلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنَّا: أَهْلِ إِسْلاَمٍ وَصَلاَحٍ، يَرْمُوْنَهُمْ بِالسَّرِقَةِ مِنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ، وَلاَ ثَبْتٍ.

قَالَ قَتَادَةُ: فَأَتَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَكَلَّمْتُهُ، فَقَالَ: "عَمِدْتَ إِلَى أَهْلِ بَيْتٍ، ذُكِرَ مِنْهُمْ إِسْلاَمٌ وَصَلاَحٌ، تَرْمِيْهِمْ بِالسَّرِقَةِ عَلَى غَيْرِ ثَبْتٍ وَبَيِّنَةٍ!"

قَالَ: فَرَجَعْتُ، وَلَوَدِدْتُّ أَنِّىْ خَرَجْتُ مِنْ بَعْضِ مَالِىْ، وَلَمْ أُكَلِّمْ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِىْ ذٰلِكَ، فَأَتَانِىْ عَمِّى رِفَاعَةُ، فَقَالَ: يَاابْنَ أَخِىْ! مَا صَنَعْتَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ لِىْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ نزَلَ الْقُرْآنُ: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ، وَلاَ تَكُنْ لِلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ بَنِى أُبَيْرِقٍ ﴿وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ﴾ مِمَّا قُلْتَ لِقَتَادَةَ ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا، وَلاَ تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لاَيُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيْمًا، يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلاَ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿رَحِيْمًا﴾ أَىْ لَوِ اسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ لَغَفَرَ لَهُمْ ﴿وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿وَإِثْمًا مُبِيْنًا﴾

قَوْلَهُمْ لِلَبِيْدٍ﴾ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ﴾ إلٰى قَوْلِهِ ﴿فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾

فَلَمَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ، أُتِيَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالسِّلاَحِ، فَرَدَّهُ إِلٰى رِفَاعَةَ. فَقَالَ قَتَادَةُ: لَمَّا أَتَيْتُ عَمِّيْ بِالسِّلاَحِ، وَكَانَ شَيْخًا قَدْ عَشَا، أَوْ: عَسَا – الشَّكُّ مِنْ أَبِيْ عِيْسَى – فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ، وَكُنْتُ أُرَى إِسْلاَمَهُ مَدْخُوْلاً، فَلَمَّا أَتَيْتُهُ، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِيْ! هُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَعَرَفْتُ أَنَّ إِسْلاَمَهُ كَانَ صَحِيْحًا.

فَلَمَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ لَحِقَ بُشَيْرٌ بِالْمُشْرِكِيْنَ، فَنَزَلَ عَلَى سُلاَفَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ سُمَيَّةَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيْرًا، إِنَّ اللّٰهَ لاَيَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ، وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ، وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيْدًا﴾

فَلَمَّا نَزَلَ عَلَى سُلاَفَةَ، رَمَاهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ بِأَبْيَاتٍ مِنْ شِعْرٍ، فَأَخَذَتْ رَحْلَهُ، فَوَضَعَتْهُ عَلَى رَأْسِهَا، ثُمَّ خَرَجَتْ بِهِ، فَرَمَتْ بِهِ فِيْ الأَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَتْ: أَهْدَيْتَ لِيْ شِعْرَ حَسَّانٍ! مَا كُنْتَ تَأْتِيْنِيْ بِخَيْرٍ!

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَ نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرَ مُحمدِ بْنِ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيِّ، وَرَوَى يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الحديثَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ مُرْسَلاً، لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ: عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ. وَقَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ: هُوَ أَخُوْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ لِأُمِّهِ، وَأَبُوْ سَعِيْدٍ: اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ.

وضاحت: اس حدیث کی یہی ایک سند ہے، محمد بن سلمۃ حرّانی ہی اس طرح حدیث کو مرفوع کرتا ہے، اور محمد بن اسحاق کے دیگر تلامذہ یونس وغیرہ اس حدیث کو منقطع روایت کرتے ہیں، وہ عاصم کے بعد عن أبیه عن جده نہیں بڑھاتے، اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اخیافی (ماں شریک) بھائی ہیں، اور حضرت ابوسعید خدریؓ کا نام: سعد بن مالک بن سنان ہے۔

۱۵- ڈھارس بندھانے والی آیت

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآنِ کریم کی کوئی آیت مجھے اس آیت سے زیادہ محبوب نہیں: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لاَيَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو تو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں ان کو جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے (اور مشرک اگر مسلمان ہو جائے تو وہ مشرک نہ رہا، اس لئے اب وہ دائمی سزا بھی باقی نہ رہے گی، اسی طرح اگر مرتکبِ کبیرہ توبہ کرلے تو وہ بھی مرتکب کبیرہ نہ رہا لأن التائب من الذنب كمن لاذنب له)

تشریح: یہ آیت سورۃ النساء میں دو جگہ آئی ہے (آیت ۴۸ و ۱۱۶) پہلی جگہ مخاطب یہود ہیں، اور دوسری جگہ مشرکین، اور انہی آیات کی وجہ سے اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ ہے کہ کفر وشرک کے علاوہ ہر گناہ قابل معافی ہے، مرتکبِ کبیرہ اگر چہ توبہ کئے بغیر مرگیا ہو: اس کی بھی آخرت میں بخشش ہوگی، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت مجھے بہت محبوب ہے، کیونکہ یہ ڈھارس بندھانے والی اور امید دلانے والی آیت ہے۔

[۳۰۶۱-] حدثنا خَلَّادُ بْنُ أَسْلَمَ الْبَغْدَادِيُّ، نَاالنَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ ثُوَيْرٍ: وَهُوَ ابْنُ أَبِيْ فَاخِتَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: مَافِيْ الْقُرْآنِ آيَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ، وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَأَبُوْ فَاخِتَةَ: اسْمُهُ سَعِيْدُ بْنُ عِلَاقَةَ، وَثُوَيْرٌ: يُكْنَى أَبَا جَهْمٍ، وَهُوَ رَجُلٌ كُوْفِيٌّ، وَقَدْ سَمِعَ مِنِ ابنِ عُمَرَ، وَابْنِ الزُّبَيْرِ؛ وَابْنُ مَهْدِيٍّ كَانَ يَغْمِزُهُ قَلِيْلًا.

وضاحت: یہ ثُوَیر کی حدیث ہے، اس کی کنیت ابوجہم تھی، یہ کوفہ کا رہنے والا تھا اس نے حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے حدیثیں سنی ہیں، اور عبدالرحمٰن بن مہدی اس کی تضعیف کیا کرتے تھے، وہ اس سے روایتیں نہیں کرتے تھے، اور دوسرے بہت سے ائمہ نے بھی اس پر جرح کی ہے، اس لئے یہ راوی ضعیف ہے، اور اس کا باپ ابوفاختہ ثقہ راوی ہے، اس کا نام سعید بن عِلاقہ ہے، اس نے بھی متعدد صحابہ سے روایتیں سنی ہیں۔

۱۷- کلفتیں مؤمن کے لئے کفارہ ہیں

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب سورۃ النساء کی آیت ۱۲۳ نازل ہوئی: ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً يُجْزَ بِهِ﴾ یعنی جو بھی شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کی سزا دیا جائے گا، پس مسلمانوں پر یہ آیت بھاری ہوئی، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ جب ہر شخص کو اس کی برائی کا بدلہ دیا جائے گا تو آخرت میں سزا سے کون بچ سکے گا؟ پس نبی ﷺ نے فرمایا: قَارِبُوْا، وَسَدِّدُوْا، وفی کل ما يُصِيْبُ المؤمنَ كفارةٌ، حتى الشَّوْكَةَ: يُشَاكُها، والنَّكْبَةَ: يُنْكَبُهَا: دین میں میانہ روی اختیار کرو، یعنی حد سے نہ بڑھو، اور سیدھے راستہ پر چلو، اور ہر اس چیز سے جو مؤمن کو پہنچتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ کانٹا جو مؤمن کو چبھایا جاتا ہے اور وہ حادثہ جو مؤمن کو پہنچایا جاتا ہے۔

لغات: قَارَبَ فلانٌ فی أُمُوْرِهِ: معاملات میں میانہ روی اختیار کرنا، حد سے نہ بڑھنا ...... سَدَّدَ الشيئَ: سیدھا اور درست کرنا ...... يُشَاكُها (فعل مجہول) شَاكَ فلاناً فلانٌ: کانٹا چبھانا، تکلیف پہنچانا ...... النكبة: مصیبت، حادثہ، يُنْكَبُها (فعل مجہول) نَكَبَ الدَّهْرُ فلاناً: زمانہ کا کسی پر مصیبت لانا۔

تشریح: اس آیت کے بارے میں اگلے عنوان کے تحت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آرہی ہے،

اورحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ مؤمن کو جو بخار یا تکلیف پہنچتی ہے، یا کانٹا چبھتا ہے: وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، یہاں تک کہ کوئی شخص اپنی کوئی چیز ایک جیب میں تلاش کرے، مگر وہ دوسری جیب میں ہو، اس لئے وہ نہ ملے تو اتنی مشقت بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، اس لئے مؤمن کو اس آیت سے گھبرانا نہیں چاہئے، البتہ اس آیت کے شروع میں ہے: ﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلاَ أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ یعنی نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے، یعنی خالی امیدیں باندھنا اور گناہوں میں مبتلا رہنا: مؤمن کی شان نہیں، مؤمن کو چاہئے کہ نیک عمل کرتا رہے، اور برائیوں سے بچتا رہے، اور کوئی چھوٹی بڑی برائی ہو جائے تو مایوس نہ ہو، اور یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے، اس کا راوی ابن مُحَیْصِنْ بہت اچھا راوی ہے، اس کا نام عمر بن عبدالرحمٰن ہے۔

[۳۰۶۲-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ زِيَادٍ - الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالاَ: نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ ابنِ مُحَيْصِنٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً ا يُجْزَ بِهِ﴾ شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، فَشَكَوْا ذٰلِكَ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ:" قَارِبُوْا، وَسَدِّدُوْا، وَفِيْ كُلِّ مَا يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ كَفَّارَةٌ، حَتَّى الشَّوْكَةَ: يُشَاكُهَا، وَالنَّكْبَةَ: يُنْكَبُهَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَابْنُ مُحَيْصِنٍ: اسْمُهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَيْصِنٍ.

۱۷- مؤمن گناہوں سے پاک صاف کر کے اٹھایا جاتا ہے

حدیث: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کے پاس تھا، پس آپؐ پر یہ آیت نازل کی گئی: ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً ا يُجْزَ بِهِ، وَلاَ يَجِدْ لَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَلاَنَصِيْرًا﴾ جو شخص کوئی بھی برا کام کرے گا: وہ اس کی وجہ سے سزا دیا جائے گا، اور اس کو اللہ کے علاوہ نہ کوئی یار ملے گا نہ کوئی مددگار۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو بکرؓ! کیا میں آپ کو نہ پڑھاؤں وہ آیت جو مجھ پر نازل کی گئی ہے؟'' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں: پس نبی ﷺ نے مجھے وہ آیت پڑھائی، پس نہیں جانتا ہوں میں مگر یہ بات کہ میں نے اپنی پیٹھ میں شکستگی محسوس کی، پس میں نے اس کی وجہ سے انگڑائی لی، نبی ﷺ نے فرمایا: ''آپ کا کیا حال ہے اے ابو بکرؓ! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! اور ہم میں سے کس نے کوئی برائی نہیں کی؟ اور بیشک ہم ضرور بدلہ دیئے جائیں گے ان کاموں کا جو ہم نے کئے ہیں (پس سزا سے کون بچ سکے گا؟) نبی ﷺ نے فرمایا: ''رہے آپ اے ابو بکر اور (نیک) مسلمان! تو وہ بدلہ دیئے جائیں گے ان برائیوں کا دنیا ہی میں یہاں تک کہ ملاقات کرو گے تم اللہ سے درانحالیکہ نہیں ہوگا تمہارے لئے کوئی گناہ، رہے دوسرے لوگ یعنی نڈر مسلمان اور کافر تو اکٹھا کی جائیں گی وہ برائیاں ان کے لئے، یہاں تک کہ بدلہ دیئے جائیں گے وہ اس کا قیامت کے دن''

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس مؤمن کے ساتھ اللہ کو خیر منظور ہوتی ہے، اس کو دنیا میں الاؤں بلاؤں میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر جب وہ گناہوں سے پاک صاف ہوجاتا ہے تو اس کو اٹھایا جاتا ہے، پس المؤمنون سے مراد کامل مؤمنین ہیں، اور الآخرون کا مصداق نام نہاد مسلمان اور کافر ہیں۔

لغات: اقْتِصَامًا: (باب افتعال) ٹوٹن، شکستگی، اور بعض نسخوں میں انْقِصَامًا (باب انفعال) ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں، اور مصری نسخہ میں انْفِصَامًا ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں، انْفَصَمَ الشیئُ: ٹوٹنا (الگ ہوئے بغیر) ...... تَمَطَّأَ الرجلُ وَتَمَطَّی: انگڑائی لینا، مصری نسخہ میں فَتَمَطَّیْتُ ہے ...... یَجْتَمِعُ: اکٹھا ہوتی ہیں، اور مصری نسخہ میں فَیُجْمَعُ ہے، یعنی اکٹھا کی جاتی ہیں وہ برائیاں اس کے لئے۔

حدیث کا حال: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں گفتگو ہے، اس کا راوی موسیٰ حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، امام یحییٰ قطان اور امام احمد رحمہما اللہ نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس کا استاذ ابن سباع کا مولیٰ مجہول راوی ہے۔ یہ سند میں دوسری خرابی ہے، اور یہ حدیث اس کے علاوہ سند سے بھی حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے، مگر وہ سند بھی صحیح نہیں، دوسری سند سے یہ روایت مسند احمد میں ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باب میں جو روایت ہے وہ میں نے اوپر بیان کردی۔

[۳۰۶۳-] حدثنا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالاَ: نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَوْلَى ابْنِ سِبَاعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً ا يُجْزَ بِهِ، وَلاَ يَجِدْ لَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَلاَ نَصِيْرًا﴾ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " يَا أَبَا بَكْرٍ! أَلاَ أُقْرِئُكَ آيَةً أُنْزِلَتْ عَلَيَّ؟" قُلْتُ: بَلَى يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: فَأَقْرَأَنِيْهَا، فَلاَ أَعْلَمُ إِلَّا أَنِّيْ وَجَدْتُ فِيْ ظَهْرِي اقْتِصَامًا، فَتَمَطَّأْتُ لَهَا، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَا شَأْنُكَ يَا أَبَابَكْرٍ؟" قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ! وَأَيُّنَا لَمْ يَعْمَلْ سُوْءً، وَإِنَّا لَمَجْزِيُّوْنَ بِمَا عَمِلْنَا! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَمَّا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ وَالْمُؤْمِنُوْنَ: فَتُجْزَوْنَ بِذٰلِكَ فِيْ الدُّنْيَا، حَتَّى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوْبٌ، وَأَمَّا الآخَرُوْنَ فَيَجْتَمِعُ ذٰلِكَ لَهُمْ، حَتَّى يُجْزَوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَفِيْ إِسْنَادِهِ مَقَالٌ، وَمُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ يُضَعَّفُ فِيْ الحديثِ، ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ؛ وَمَوْلَى ابْنِ سِبَاعٍ مَجْهُوْلٌ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ، وَلَيْسَ لَهُ إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ أَيْضًا، وفى الباب: عَنْ عَائِشَةَ.

۱۸- نزاع سے بہتر صلح ہے

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا نے اندیشہ محسوس کیا کہ نبی ﷺ ان کو چھوڑ دیں گے، پس انھوں نے عرض کیا: آپؐ مجھے طلاق نہ دیں، اور مجھے روکے رکھیں، اور میری باری کا دن عائشہؓ کے لئے کردیں، چنانچہ آپؐ نے ایسا کیا، پس سورۃ النساء کی آیت ۱۲۸ نازل ہوئی: ﴿فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾

پوری آیت کا ترجمہ: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے نافرمانی (بد دماغی) یا بے پرواہی کا ڈر ہو تو اگر وہ دونوں باہم ایک خاص طور پر مصالحت کرلیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں، اور صلح (نزاع سے) بہتر ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: پس وہ چیز جس پر دونوں نے مصالحت کرلی ہے: درست ہے، اور مسند ابوداؤد طیالسی میں صراحت ہے کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے۔

تشریح: ابن سعد کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت سودۃ کو طلاق دیدی تھی، پھر ان کی درخواست پر رجوع کرلیا تھا، یہ بات غالباً صحیح نہیں، اور ابن سعد کی روایت بھی صحیح نہیں، وہ مرسل روایت ہے، ترمذی شریف کی یہ روایت ہی صحیح ہے کہ آپؐ نے ان کو طلاق نہیں دی تھی، مگر حضرت سودۃؓ نے کچھ قرائن سے ایسا محسوس کیا تھا کہ آپؐ ان کو طلاق دیدیں گے، چنانچہ انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی، نبی ﷺ نے اس کو قبول فرمالیا، کیونکہ انھوں نے خود عرض کیا تھا کہ ان کو زن وشوئی کے معاملات سے اب دلچسپی نہیں رہی...... اور ایک خاص طور پر صلح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے حقوق چھوڑ دیئے جائیں، اور مصالحت کرلی جائے تو یہ درست ہے، جیسے عورت مہر چھوڑ دے، نان ونفقہ چھوڑ دے یا شوہر کی متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں اپنا ارات کا حق چھوڑ دے تو یہ درست ہے۔ حدیث میں ہے: الصُّلْحُ جائزٌ بين المسلمين إلا صُلْحًا حَرَّمَ حلاَلاً أَوْ أَحَلَّ حرامًا: مسلمانوں کے درمیان ہر صلح جائز ہے، البتہ جو صلح کسی حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال کرے وہ جائز نہیں۔ یہ حدیث (الصلح جائز) پہلے أبو اب البیوع باب ۱۷ (تحفہ ۴:۲۷۶) میں گذر چکی ہے۔

[٣٠٦٤-] حدثنا مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، نَا أَبُوْ دَاوُدَالطَّيَالِسِيُّ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَشِيَتْ سَوْدَةُ أُنْ يُطَلِّقَهَا النبيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: لاَ تُطَلِّقِنِيْ، وَأَمْسِكْنِيْ، وَاجْعَلْ يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ، فَفَعَلَ، فَنزَلَتْ: ﴿فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ فَمَا اصْطَلَحَا عَلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ جَائِزٌ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

۱۹-سورۃ النساء کی آخری آیت: احکام میراث کی آخری آیت ہے

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آخری آیت جو اتاری گئی، یا کہا: آخری چیز جو اتاری گئی ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ؟ قُلِ: اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلاَلَةِ﴾ ہے۔

تشریح: یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے، اور مسلم شریف میں اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آخری پوری سورت جو اتاری گئی وہ سورۃ التوبہ ہے، اور (احکام میراث کی) آخری آیت جو اتاری گئی وہ کلالہ کی آیت ہے، یعنی سورۃ النساء کی آخری آیت، اور کلالہ کی تعریف آئندہ عنوان کے تحت آرہی ہے۔

[۳۰۶۵-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نَا أَبُوْ نُعَیْمٍ، نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ أَبِی السَّفَرِ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: آخِرُ آیَةٍ أُنْزِلَتْ، أَوْ: آخِرُ شَیْئٍ أُنْزِلَ: ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ؟ قُلِ: اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلاَلَةِ؟﴾
هٰذَا حدیثٌ حسنٌ، وَأَبُوْ السَّفَرِ: اسْمُهُ سَعِیْدُ بْنُ أَحْمَدَ، وَیُقَالُ: ابْنُ یُحْمِدَ الثَّوْرِیُّ.

۲۰-کلالہ کی تعریف

کلالة: مصدر ہے، کَلَّ (ض) کُلُوْلاً و کَلاَلَةً کے معنی ہیں: کمزور ہونا، اور میراث کی اصطلاح میں کلالہ: وہ شخص ہے جو مرنے کے بعد اپنے پیچھے نہ باپ چھوڑے اور نہ ایسی اولاد چھوڑے جو اس کی وارث ہو، بلکہ اس کا وارث کوئی قرابتی ہو، جیسے بھائی بہن وغیرہ، اور ایسا شخص جس کے اصول وفروع نہ ہوں کمزور سمجھا جاتا ہے۔

اور کلالہ کا ذکر سورۃ النساء میں دو جگہ آیا ہے۔ آیت ۱۲ میں ہے: ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ یُوْرَثُ كَلاَلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ﴾ الآیة یعنی اگر کوئی شخص جس کی میراث دوسرے کو مل رہی ہو: کلالہ ہو یا کوئی عورت ایسی ہی ہو یعنی وہ کلالہ ہو، اور اس کا (اخیافی) بھائی یا بہن ہو (تو اس کا میراث میں وہ حصہ ہے جو آیت میں بیان کیا گیا ہے) یہ آیت سردیوں میں نازل ہوئی ہے، اور اس میں اخیافی بھائی بہن کی میراث کا بیان ہے، اور اس آیت میں اجمال ہے، کلالہ کی تعریف مذکور نہیں...... اور دوسری آیت سورۃ النساء کی آخری آیت ہے: ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ؟ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلاَلَةِ: إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ، لَیْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ﴾ الآیة یعنی لوگ آپؐ سے فتوی پوچھتے ہیں؟ آپؐ بتادیں: اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں فتوی دیتے ہیں: اگر کوئی شخص مرجائے، جس کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اس کی بہن ہو (تو اس کا میراث میں وہ حصہ ہے جو آگے آیت میں بیان کیا گیا ہے) یہ آیت گرمیوں میں نازل ہوئی ہے اور اس میں کلالہ کی تعریف ہے۔ فرمایا: ﴿لَیْسَ لَهُ وَلَدٌ﴾ یعنی میت کی اولاد نہ ہو، اور یہ آدھی بات ہے، باقی آدھی: ولا والد ہے یعنی اس کا باپ بھی نہ ہو تو وہ کلالہ ہے اور یہ آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کرکے چھوڑ دیا گیا ہے، جس کی وضاحت مراسیل ابی داؤد میں ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن کی

روایت میں ہے کہ ایک شخص خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے کلالہ کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے وہ آیت نہیں سنی جو گرمیوں میں نازل کی گئی ہے: ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ؟ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلاَلَةِ﴾؟ فمن لم يترك ولداً ولا والداً فورثته كلالة: جس نے نہ اولاد چھوڑی نہ باپ تو اس کے ورثہ کلالہ ہیں، اور حاکم نے اس روایت کو عن أبي هريرة سے موصول کیا ہے (درمنثور۲:۲۴۹) اور دارمی وغیرہ میں یہی تعریف حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے، اور مصنف عبدالرزاق میں عمرو بن شرحبیل نے اس پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے (درمنثور۲:۲۵۰)

حدیث: حضرت براءؓ کہتے ہیں: ایک شخص (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے، اور پوچھا کہ کلالہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے لئے موسم گرما کی آیت کافی ہے'' یعنی کلالہ کی وضاحت اس میں ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ترمذی اور ابوداؤد (حدیث ۲۸۹۲) میں آیتِ پاک: ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ؟ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلاَلَةِ﴾ کا بھی حدیث میں تذکرہ ہے، مگر مسند احمد (۴:۲۹۳) میں حدیث میں آیت مذکور نہیں، اس کا متن اس طرح ہے: قال: جاء رجل إلى رسول الله عليه وسلم، وسأله عن الكلالة؟ فقال: ''تكفيك آيةُ الصيف: ایک شخص یعنی حضرت عمرؓ نبی ﷺ کے پاس آئے، اور آپؐ سے کلالہ کے بارے میں دریافت کیا، تو آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے لئے گرمی کی آیت کافی ہے'' ...... یہی صحیح متن ہے، یعنی حدیث میں آیت کا تذکرہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہی آیت گرمی کی آیت ہے، پس بہتر یہ تھا کہ امام ترمذی اس حدیث کو آیت ۱۲ کی تفسیر میں ذکر کرتے، کیونکہ اُس میں اجمال ہے، جس کی تفصیل اِس آخری آیت میں ہے، جس کا نبی ﷺ نے حوالہ دیا ہے۔

فائدہ: کلالہ کی تعریف تو وہی ہے جو اوپر گذری، یعنی من لا وَلَدَ له ولا والد: جس کی نہ اولاد ہو، نہ باپ، مگر دو مسئلوں میں اختلاف ہے:

پہلا مسئلہ: لفظ ولد: لغت میں عام ہے، اس کے معنی ہیں: اولاد، خواہ مذکر ہو یا مؤنث، اور خواہ صلبی ہو یا نیچے کی (پوتا، پوتی، نواسا، نواسی) مگر باب میراث میں اگر میت کی مذکر اولاد ہو یا مذکر اولاد کی مذکر اولاد (پوتے) ہوں تب تو ہر طرح کے بھائی بہن (اخیافی، علاتی اور حقیقی) بالاتفاق محروم رہتے ہیں، لیکن اگر میت کی صرف مؤنث اولاد (بیٹیاں) ہوتو بالاتفاق بھائی بہن وارث ہوتے ہیں، بھائی تیسرے نمبر میں عصبہ بنفسہ ہوتے ہیں اور بہنیں: اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوتی ہیں، اور اگر صرف بہنیں (لڑکیوں کے ساتھ) ہوں تو وہ عصبہ مع الغیر ہوتی ہیں۔ حدیث میں ہے: اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة: بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ، یہ حدیث ان لفظوں سے اگرچہ ثابت نہیں، مگر اس کا مضمون صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے۔ بخاری شریف میں دو حدیثیں (حدیث ۶۷۴۱ و۶۷۴۲) ہیں: (۱) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے زمانہ میں بیٹی کے لئے نصف کا اور بہن کے لئے نصف کا فیصلہ کیا (۲) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ میں فرمایا: میں اس میں نبی ﷺ کا فیصلہ کرتا ہوں: بیٹی کے لئے نصف ہے، اور پوتی کے لئے سدس اور باقی

بہن کے لئے ہے...... اس لئے کلالہ کی تعریف میں ولد سے عام معنی مراد نہیں، بلکہ مذکر اولاد مراد ہے۔

دوسرا مسئلہ: والد کا لفظ بھی لغت میں عام ہے، باپ دادا سب کو شامل ہے، مگر بابِ میراث میں اگر میت کا باپ ہو تو ہر طرح کے بھائی بہن بالاتفاق محروم ہوتے ہیں، اور اگر میت کا دادا ہو تو اختلاف ہے: امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک: دادا کی وجہ سے بھی ہر طرح کے بھائی بہن محروم ہوتے ہیں، ان کے نزدیک لفظ ''والد'' عام ہے، اور باپ کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس لئے فتوی اسی پر ہے...... اور صاحبین کے نزدیک: دادا کے ساتھ بھائی بہن وارث ہوتے ہیں، وہ لفظ والد کو باپ کے ساتھ خاص کرتے ہیں، کیونکہ لفظ ولد جب مذکر اولاد کے ساتھ خاص ہے، تو لفظ والد بھی باپ کے ساتھ خاص ہوگا۔

[٣٠٦٦-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ أَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارَسولَ اللّٰهِ! ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ؟ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِیْ الْكَلاَلَةِ؟﴾ قَالَ: فَمَا الْكَلاَلَةُ؟ فَقَالَ لَهُ النبیُّ صلى الله عليه وسلم: "تُجْزِئُكَ آيَةُ الصَّيْفِ"

وَمِنْ سُوْرَةِ المائدة

سورۃ المائدۃ کی تفسیر

١- ایک انتہائی اہم آیت

سورۃ المائدہ کی آیت تین میں ہے: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ، وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ، وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْنًا﴾ ترجمہ: آج میں نے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا (قوت میں بھی کہ کفار مایوس ہوگئے، اور احکام وقواعد میں بھی کہ سب نازل کر دیئے) اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا، یعنی اب قیامت تک تمہارا دین یہی رہے گا، اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر: اکمال کا مطلب یہ ہے کہ نزولِ قرآن سے جو مقصود تھا وہ پورا ہوگیا، اور وہ مقصود انسانوں کو دین وشریعت عطا فرمانا تھا...... اور اتمام کا مطلب یہ ہے کہ اب کسی دوسری چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی...... اور اس آیت میں دین کی نسبت مسلمانوں کی طرف کی ہے، کیونکہ دین کا ظہور وغلبہ اُن کی محنت سے ہوتا ہے۔ اور نعمت کی نسبت اپنی طرف کی ہے، کیونکہ دین کی تکمیل براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے...... اور اکمالِ دین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے انبیاء

علیہم السلام کا دین ناقص تھا۔ دین تو ہر نبی کا اس کے زمانے کے اعتبار سے کامل تھا، مگر جو دین ان کے زمانے اور ان کی قوم کے اعتبار سے کامل تھا، وہ اگلے زمانے اور اگلی قوموں کے اعتبار سے نامکمل تھا۔ جیسے بچپن کا کرتا: اُس عمر کے اعتبار سے کامل ہوتا ہے، مگر جوانی کے زمانے کے اعتبار سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اسی طرح اب زمانے کے شباب کے زمانے میں جو شریعت سب سے آخر میں نازل کی گئی ہے: وہ ہر جہت اور ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے، اس لئے اب رہتی دنیا تک نئی شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی، یہی دین تا قیامت لوگوں کی نجات کے لئے کافی ہے۔

آیت کا زمانۂ نزول اور مقامِ نزول: یہ آیت ۱۰ھ میں عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے، اور اتفاق سے وہ دن جمعہ کا دن تھا، اور یہ آیت میدانِ عرفات میں جبلِ رحمت کے پاس عصر کی نماز کے بعد نازل ہوئی ہے، جو قبولیتِ دعا کی گھڑی ہے۔ اور اس وقت مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع ہو رہا تھا، جس میں ڈیڑھ لاکھ پروانے شمعِ نبوت کے گرد جمع تھے، یہ اجتماع ہر سال اسی جگہ ہوتا ہے، پس جگہ بھی بابرکت، وقت بھی بابرکت، دن بھی بابرکت اور دو عیدوں کے اجتماع کا دن تھا۔

حدیث (۱): طارق بن شہابؒ کہتے ہیں: ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر یہ آیت: ﴿اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ ہم پر نازل کی جاتی، یعنی ہمارے دین و شریعت کو کامل و مکمل قرار دیا جاتا تو ہم اس دن میں (جس دن میں یہ آیت نازل کی جاتی) عید (خوشی) منایا کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''مجھے بالیقین معلوم ہے کہ یہ آیت کس دن میں اتاری گئی ہے: عرفہ کے دن میں، جمعہ کے دن میں یہ آیت نازل کی گئی ہے (یہ اعلی درجہ کی صحیح حدیث ہے)

حدیث (۲): یہی واقعہ عمار بن ابی عمار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ نے آیت: ﴿اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ پڑھی، اس وقت آپؓ کے پاس ایک یہودی تھا، اس نے کہا: اگر یہ آیت ہم پر اتاری جاتی تو ہم اس دن میں عید (خوشی) منایا کرتے! حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ آیت دو عیدوں کے اجتماع کے موقعہ پر نازل کی گئی ہے، یعنی جمعہ کے دن میں اور عرفہ کے دن میں (یہ روایت اعلی درجہ کی نہیں ہے، صرف حسن ہے، کیونکہ عمار بن ابی عمار صدوق (اچھے) راوی تھے، مگر کبھی وہ روایت میں غلطی بھی کرتے تھے، امام مسلمؒ نے تو ان کی روایت لی ہے، مگر امام بخاریؒ نے ان کی روایت نہیں لی۔ علاوہ ازیں: یہ واقعہ حضرت عمرؓ کا مشہور ہے، حضرت ابن عباسؓ کا یہ واقعہ ہے: یہ بات غریب (انوکھی، انجانی) ہے، اور تعدد واقعہ کا احتمال: محض احتمال ہے، اور یہ روایت صرف ترمذی میں ہے، باقی کتبِ خمسہ میں نہیں ہے، اور پہلی روایت متفق علیہ ہے)

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کی وضاحت یہ ہے کہ ہم اس آیت کی غیر معمولی اہمیت سے ناواقف نہیں ہیں، مگر ہمیں اس کے نزول کے دن میں کوئی تقریب منعقد کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ آیت دو عیدوں کے اجتماع کے موقعہ پر نازل کی گئی ہے۔ پھر ان میں سے جمعہ کا دن تو اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے، مگر عرفہ کا دن اسی جگہ ہے، اور ہر

سال جہاں یہ آیت نازل ہوئی ہے: لاکھوں کا اجتماع ہوتا ہے، وہی اجتماع ہمارے لئے کافی ہے، کوئی دوسری تقریب منعقد کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔

[٦-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ

[٣٠٦٧-] حدثنا ابنُ أَبِىْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عن مِسْعَرٍ، وَغَيْرِهِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لِعُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَوْ عَلَيْنَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ، وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ، وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْنًا﴾: لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّىْ لَأَعْلَمُ أَىَّ يَوْمٍ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: أُنْزِلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ، فِىْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٠٦٨-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا يَزِيدُ بنُ هَارُوْنَ، نا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ أَبِىْ عَمَّارٍ، قَالَ: قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ، وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ، وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ وَعِنْدَهُ يَهُوْدِىٌّ، فَقَالَ: لَوْ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عَلَيْنَا: لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيْدًا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِىْ يَوْمِ عِيْدَيْنِ: فِىْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمِ عَرَفَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ عَبَّاسٍ.

٢- اللہ تعالیٰ فیاض وکریم ہیں

سورۃ المائدۃ کی آیت ٦٤ ہے: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ: يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ، غُلَّتْ أَيْدِيْهِمْ! وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا، بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتٰنِ، يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ ترجمہ: اور یہود نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہوگیا ہے۔ انہی کے ہاتھ بند ہوں! اور وہ اپنے اس کہنے کی وجہ سے رحمت سے دور کردیئے گئے، بلکہ ان کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، خرچ کرتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں۔

شانِ نزول: جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں فروکش ہوئے تو یہود نے انتہائی درجہ بغض وعناد کا مظاہرہ کیا۔ اس وقت حکمتِ الٰہی نے چاہا کہ ان کی روزی تنگ کی جائے، چنانچہ پیداوار گھٹ گئی اور آمدنیاں کم ہوگئیں۔ سورۃ الاعراف آیت ٩٤ میں اس حکمت کا ذکر ہے، فرمایا: ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا، مگر وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں پکڑا، تاکہ وہ ڈھیلے پڑیں!''...... اسی اصول کے پیش نظر یہود کا رزق تنگ کیا گیا، مگر وہ ڈھیلے تو کیا پڑتے، الٹے عناد وسرکشی پر اتر آئے۔ یہاں تک کہ اللہ پاک کی شان میں گستاخی کر ڈالی، اور مذکورہ بکواس کی، اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ اللہ کرے انہیں کے ہاتھ بند ہوجائیں! اور یہ

ان کے بکواس کی ایک طرح کی سزا ہے...... پھران کے اس بیہودہ قول کی جزاء بیان فرمائی کہ وہ اس کہنے کی وجہ سے ملعون قرار دیئے گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ عالی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تو بڑے جواد وکریم ہیں، اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں......اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل حدیث آئی ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی فیاضی پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا:

۱-**يمينُ الرحمن مَلْأَى:** نہایت مہربان ہستی کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے۔**مَلْأَى: مَلْآنُ** کا مؤنث ہے، اور ہاتھ بھرا ہوا ہونا: کنایہ ہے، انتہائی مالداری سے، اور اس بات کا پیرایۂ بیان ہے کہ مخلوق اندازہ نہیں کرسکتی اتنا رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور نام پاک اللہ کے بجائے صفت **الرحمن** اس لئے لائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فیاضی پر دلالت کرے، کیونکہ جو نہایت مہربان ہوتا ہے: وہ بے دریغ خرچ کرتا ہے، کبھی ہاتھ نہیں روکتا، جب بھی کوئی حاجت مند سامنے آتا ہے: خوب داد ودہش کرتا ہے......**سَحَّاءُ:** وہ ہاتھ بخشش کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا ہے۔**سَحَّاء:** اسم ممدود ہے، اس لئے غیر منصرف ہے، اور اس کا فعل لازم ہے، اس لئے اس سے اسم تفضیل نہیں آتا، اسی لفظ میں مبالغہ کے معنی ہیں۔ **سَحَّ الماءُ:** پانی کا اوپر سے نیچے بہنا، گرنا، برسنا۔

۲-**لایَغِیْضُهَا اللیلُ والنهارُ:** اس ہاتھ کو شب وروز نہیں گھٹاتے، **ها** کا مرجع **یمین** ہے، بتاویل **یَدٌ**، اور **یَدٌ** مؤنث سماعی ہے، اور **اللیلُ والنهارُ:** فاعل ہیں، **غَاضَ** (ض) **الماءُ:** پانی کا گھٹنا، زمین میں اتر جانا۔ سورۂ ہود میں ہے: ﴿وَغَاضَ الْمَاءُ﴾: طوفانِ نوحؑ کا پانی گھٹ گیا۔ اور شب وروز نہیں گھٹاتے: یعنی وہ ہمہ وقت خرچ کرتے ہیں، پھر بھی ان کے خزانوں میں کچھ کمی نہیں آتی۔

۳- **أرأيتم: مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السماواتِ والأرض**؟ بتاؤ، کتنا کچھ خرچ کیا ہے جب سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ ......**ما:** مصدریہ موصولہ اور استفہامیہ دونوں ہوسکتا ہے۔ ترجمہ استفہامیہ کا کیا ہے......اور بخاری شریف میں **والأرض** بھی ہے...... **فإنه لم يَغِضْ مافي يمينه:** پس بیشک اس خرچ کرنے نے نہیں گھٹایا اس کو جو اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ میں ہے......**فإنه** کی ضمیر انفاق کی طرف لوٹتی ہے جو **أنفق** سے مفہوم ہوتا ہے۔

۴-**وعرشُه على الماء:** اور ان کا تختِ شاہی پانی پر تھا، بخاری شریف میں **کان** بھی ہے۔ اور یہ ارشاد: ایک سوال مقدر کا جواب ہے: سوال یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کیا تھی؟ جواب دیا: اس وقت ان کی حکومت پانی پر تھی۔

۵-**وبيده الأخرى الميزان: يَخْفِضُ ويَرْفَعُ:** اور ان کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے: وہ جھکاتے ہیں اور اٹھاتے ہیں۔ اور **بیده الأخری:** اس لئے کہا اور **بشماله** اس لئے نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، ان

کا کوئی ہاتھ بایاں نہیں، کیونکہ لفظ ''دایاں'' قوت وکمال پر دلالت کرتا ہے، اور لفظ ''بایاں'' کمی، ضعف اور کمزوری پر، اور اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات: صفاتِ کمالیہ ہیں، اور ''ہاتھ'' بھی ایک صفت ہے، پس اس میں بھی نقص نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، چنانچہ لفظ ''بائیں'' سے احتراز کرتے ہوئے فرمایا: ''ان کے دوسرے ہاتھ میں''

اور یہ بھی ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس بے انتہا خزانے ہیں: تو پھر بعض لوگ غریب کیوں ہیں؟ اور یہود پر روزی تنگ کیوں ہورہی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں، اس لئے بے اندازہ روزی عنایت نہیں فرماتے۔ بندوں کی مصلحتیں دیکھتے ہیں اور دیتے ہیں، کسی کو کم دیتے ہیں کسی کو زیادہ، جیسے ہم اپنے چھوٹے بچوں کو خرچ کے لئے پیسے کم دیتے ہیں اور بڑوں کو زیادہ، ایسا بچوں کی مصلحت کے پیش نظر کیا جاتا ہے، حالانکہ ہمیں چھوٹی اولاد سے محبت زیادہ ہوتی ہے...... اور ''ترازو جھکانا'' کنایہ ہے زیادہ دینے سے، جھکتا تولنے کا یہی مطلب ہوتا ہے، اور ''ترازو اٹھانا'' کنایہ ہے کم دینے سے...... اور ''ترازو'' سے مراد: مخلوق کے درمیان رزق کی تقسیم ہے۔

صفاتِ متشابہات کے سلسلہ میں صحیح موقف: یہ حدیث صفاتِ متشابہات سے بھری ہوئی ہے، تقریباً ہر جملہ میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی صفت بیان ہوئی ہے جو ہماری صفات سے ملتی جلتی ہے، ایسی صفات کے سلسلہ میں اہل السنہ والجماعہ کا موقف تنزیہ مع التفویض ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس آیت: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ﴾ کی تفسیر ہے، اور اس حدیث کے بارے میں ائمہ فرماتے ہیں: اس پر ایمان لایا جائے، جس طرح وہ آئی ہے، یعنی اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفات ثابت کی جائیں، اس کے بغیر کہ اس کی کوئی تفسیر کی جائے، یا کوئی خیال پکایا جائے، یہی بات متعدد ائمہ نے فرمائی ہے، مثلاً: امام سفیان ثوری، امام مالک، حضرت ابن عیینہ اور حضرت ابن المبارکؒ نے یہی بات کہی ہے کہ یہ حدیثیں بیان کی جائیں (ان کو چھپایا نہ جائے، اس ڈر سے کہ ان سے گمراہ فرقے استدلال کریں گے) اور ان پر ایمان لایا جائے، اور یہ نہ پوچھا جائے کہ یہ صفات کیسی ہیں؟ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ایک حد تک ہی سمجھا جاسکتا ہے، پوری طرح نہیں سمجھا جاسکتا، اور اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو تحفہ ۲: ۵۸۳ میں آچکی ہے)

[۳۰۶۹-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا مُحمدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرِيرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يَمِيْنُ الرَّحْمٰنِ مَلْأَى، سَحَّاءُ، لَايَغِيْضُهَا اللَّيْلُ وَالنَّهارُ" قَالَ: "أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَافِي يَمِيْنِهِ، وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْمِيْزَانُ، يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ"

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهٰذَا الحديثُ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ: يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ، غُلَّتْ أَيْدِيْهِمْ!﴾ الآيَةَ، وَهٰذَا الحديثُ: قَالَ الْأَئِمَّةُ: يُؤْمَنُ بِهِ كَمَا جَاءَ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُفَسَّرَ، أَوْ

يُتَوَهَّمَ، هٰكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الأَئِمَّةِ، مِنْهُمْ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ: أَنَّهُ تُرْوَى هٰذِهِ الأَشْيَاءُ، وَيُؤْمَنُ بِهَا، وَلَايُقَالُ: كَيْفَ؟

۳- جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے!

سورۃ المائدۃ کی آیت ۶۷ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ، وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، إِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ ترجمہ: اے پیغمبر! جو کچھ آپؐ کے رب کی جانب سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے: آپؐ وہ سب کچھ پہنچایئے، اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپؐ نے اللہ کی پیغامبری کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ آپؐ کو لوگوں سے محفوظ رکھیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو راہ نہیں دیتے (کہ وہ اس کے رسول کو آخری درجہ کا ضرر پہنچائیں)

تفسیر: واللہ یعصمك من الناس: دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آیا ہے، مگر یہ ارشاد عام ہے، درج ذیل حدیث اس کی دلیل ہے۔

حدیث: حضرت صدیقہ فرماتی ہیں: نبی ﷺ کا پہرہ دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ آیتِ پاک: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ نازل ہوئی، پس نبی ﷺ نے خیمہ سے اپنا سر نکالا، اور پہرے داروں سے کہہ دیا: لوگو! لوٹ جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

سند کا بیان: یہ حدیث سعید بن ایاس جُریری سے حارث بن عبید نے روایت کی ہے اور موصول کی ہے، یعنی آخر میں حضرت عائشہؓ کا ذکر کیا ہے۔ اور جریری کے دوسرے شاگرد نے حدیث کو مرسل کیا ہے، آخر میں حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں کیا، اور یہ حدیث صرف ترمذی میں ہے، باقی کتبِ خمسہ میں نہیں ہے۔ اور جامع الاصول میں یہ حدیث ترمذی سے نقل ہوئی ہے اس میں یُحْرَسُ کے بعد لیلاً بھی ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے: تو آپؐ غزوۂ احد میں زخمی کیوں ہوئے؟ اور اس کے علاوہ اور طرح سے کفار نے اور یہود نے آپؐ کو کیوں ستایا؟

جواب: ۱- یہ واقعات نزولِ آیت سے پہلے کے ہیں ۲- آیت میں آخری درجہ کا گزند پہنچانا مراد ہے۔

[۳۰۷۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، نَا الحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يُحْرَسُ، حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ فَأَخْرَجَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَأْسَهُ مِنَ الْقُبَّةِ، فَقَالَ لَهُمْ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! انْصَرِفُوْا، فَقَدْ عَصَمَنِيَ اللّٰهُ"

هذا حديثٌ غريبٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ، قَالَ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يُحْرَسُ، وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ: عَنْ عَائِشَةَ.

۴-تبلیغ کی محنت اس حد تک ضروری ہے کہ بے دین مسلمان اچھی طرح دیندار بن جائیں

سورۃ المائدۃ کی آیات ۷۸تا۸۱ ہیں: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ، لَبِئْسَ مَاكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ ۝ وَلَوْكَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِنْهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾

ترجمہ: داؤد وعیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ذریعے لعنت بھیجی گئی ان لوگوں پر جو بنی اسرائیل میں سے کافر ہوگئے، یہ لعنت اس سبب سے تھی کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے نکل گئے (زبور وانجیل میں ان لوگوں پر لعنت بھیجی گئی تھی، جیسے قرآن میں بھی ﴿فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ آیا ہے، چونکہ یہ کتابیں حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی ہیں، اس لئے یہ مضمون ان کی زبان سے ظاہر ہوا) وہ لوگ ایک دوسرے کو روکا نہیں کرتے تھے، اس برے کام سے جو وہ کرتے تھے، یقیناً ان کا فعل نہایت ہی برا تھا (پہلی آیت میں بنی اسرائیل کے کفار کا ذکر ہے اور اس آیت میں بد دین لوگوں کا، یہ لوگ کبائر میں مبتلا تھے، ''ان کا فعل نہایت ہی برا تھا'': کا یہی مطلب ہے کہ وہ بڑے گناہوں میں مبتلا ہوگئے تھے، اور ان میں جو نیک لوگ تھے وہ ان برے لوگوں کو ان کی برائی سے روکتے نہیں تھے، بلکہ) آپ ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں (یعنی بد دین لوگوں سے دوستی جائز نہیں، اور یہ لوگ تو کفار سے دوستی رکھتے ہیں، پس پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے!) جو کام انھوں نے آگے بھیجے ہیں وہ بہت ہی برے ہیں، بایں وجہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہوگئے ہیں اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اگر وہ لوگ اللہ پر اور رسول پر اور اس کتاب پر ایمان لاتے جو ان کے پاس بھیجی گئی ہے تو وہ ان کفار کو کبھی دوست نہ بناتے، مگر ان میں سے بیشتر لوگ حد اطاعت سے خارج ہیں (مدینہ کے یہود نے مسلمانوں کی عداوت میں مشرکین مکہ سے دوستی کی تھی اور ان کو جنگ میں ہر تعاون کی پیش کش کی تھی: ان یہود کی طرف ان آیتوں میں اشارہ ہے)

آیتِ پاک: ﴿كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ﴾ کی تفسیر میں درج ذیل حدیث وارد ہوئی ہے:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب بنی اسرائیل معاصی (گناہوں) میں مبتلا ہوئے تو ان کو ان کے علماء نے روکا، پس وہ نہیں رُکے، پس ان کی محفلوں میں علماء نے ان کی ہم نشینی اختیار کی، اور ان کے ساتھ کھایا پیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کے قلوب کو بعض پر مارا (اس حدیث میں علی ہے اور آئندہ حدیث میں ب ہے، اور دونوں صورتوں

میں مطلب یہ ہے کہ ان کے دل ایک جیسے ہو گئے، اچھے بھی برے ہو گئے) اور ان کو داؤد وعیسیٰ علیہما السلام کی بددعا کی وجہ سے ملعون کر دیا گیا، یعنی رحمت سے دور کر دیا: ''یہ بات ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہوئی، اور اس وجہ سے ہوئی کہ وہ حد سے گذر گئے تھے'' ...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر نبی ﷺ سیدھے بیٹھ گئے، اس سے پہلے آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور فرمایا: ''نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہاں تک کہ ان کو چوکھٹے میں بند کر دو، اچھی طرح بند کرنا''

تشریح: لا (نہیں) کا مطلب یہ ہے کہ تم معذور نہیں سمجھے جاؤ گے، تم بریٔ الذمہ نہیں ہوؤ گے، تم معاف نہیں کئے جاؤ گے اور تم عذاب سے بچ نہیں سکو گے: حتی تَأْطِرُوْهُمْ أَطْرًا: یہاں تک کہ تم ان کو اچھی طرح چوکھٹے میں کر دو، أَطَّرَ الشيئَ تَأْطِيْرًا اور أَطَرَ الشيئَ أَطْرًا کے معنی ہیں: فریم کرنا، چوکھٹے میں بند کرنا، اور اگلی روایت میں علی الحق بھی ہے، یعنی جب تک تم ان کو دین میں پوری طرح نہ لے آؤ تمہاری معافی نہیں ہوسکتی، پس اصلاح احوال کی محنت اس حد تک ضروری ہے کہ بے دین لوگ پوری طرح دین کے دائرے میں آجائیں۔

حدیث (۲): یہ پہلی ہی حدیث ہے جو دوسری سند سے بایں الفاظ آئی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں جب اعمال میں کوتاہی رونما ہوئی، تو ایک شخص ان میں سے اپنے بھائی کو دیکھتا کہ وہ گناہ میں مبتلا ہے، پس وہ اس کو اس گناہ سے روکتا تھا، پھر جب آئندہ کل آیا یعنی کچھ عرصہ گذر گیا تو نہیں روکا اس کو اس گناہ نے جو اس نے اس سے دیکھا اس بات سے کہ وہ اس کے ساتھ ہم پیالہ اور ہم نوالہ بنے، اور اس بات سے کہ وہ اس کے ساتھ اختلاط رکھے، پس مارا اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کے قلوب کو بعض کے ساتھ یعنی اچھے لوگوں کے دل بھی سخت ہو گئے، اور ان کے حق میں قرآن نازل ہوا، اور آپؐ نے ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ سے ﴿كَثِيْرًا مِنْهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ تک آیتیں پڑھیں۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں: اور نبی ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پس آپؐ سیدھے بیٹھ گئے، اور فرمایا: ''نہیں، یہاں تک کہ تم ظالم کا ہاتھ پکڑو، اور اس کو دین حق کے چوکھٹے میں اچھی طرح لے آؤ''

سند کا بیان: یہ حدیث علی بن بَذِیْمَۃ جزری سے چار حضرات روایت کرتے ہیں: (۱) قاضی شریک بن عبداللہ نخعی، ان کی روایت باب کے شروع میں ہے، اور ان کی روایت میں سند کے آخر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے (۲) حضرت سفیان ثوری، ان کی روایت دوسرے نمبر پر ہے، وہ اپنی سند کے آخر میں حضرت ابن مسعودؓ کا ذکر نہیں کرتے، اس لئے ان کی سند مرسل ہے (۳) محمد بن مسلم بن ابی الوضاح: اور ان کے شاگردوں میں اختلاف ہے، کوئی سند میں ابن مسعودؓ کا ذکر کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا (۴) ابوداؤد طیالسی: وہ آخر میں ابن مسعود کا ذکر کرتے ہیں، اور یہ حدیث ابوداؤد نے محمد بن بشار سے نہ صرف بیان کی ہے، بلکہ ان کو املاء بھی کرائی ہے۔

فائدہ: ابوعبیدۃ: حضرت ابن مسعودؓ کے والا تبار صاحبزادے ہیں، مگر ان کا اپنے ابا سے سماع نہیں، انھوں نے

احادیث ابا کے شاگردوں سے حاصل کی ہیں، اور چونکہ اس دور میں سند کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا، اس لئے یہ بات یاد نہیں رکھی کہ کونسی حدیث کس سے لی ہے، چنانچہ وہ عن ابن مسعود کہہ کر روایت کرتے تھے، اور بالا جماع ابوعبیدۃ کی مرسل روایتیں حجت ہیں، کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کے تمام تلامذہ ثقہ تھے، اور ابوعبیدۃ نے انہی سے پڑھا ہے۔

[۳۰۷۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَايَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا شَرِيْكٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ بِذِيْمَةَ، عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ فِيْ المَعَاصِيْ، فَنَهَتْهُمْ عُلَمَاءُهُمْ، فَلَمْ يَنْتَهُوْا، فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ، وَوَاكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ، فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ، وَلَعَنَهُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ: ﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ قَالَ: فَجَلَسَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: " لَا،وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! حَتَّى تَأْطِرُوْهُمْ أَطْرًا"

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: قَالَ يَزِيْدُ: وَكَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ لَايَقُوْلُ فِيْهِ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ أَبِيْ الوَضَّاحِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيْمَةَ، عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا، وَبَعْضُهُمْ يَقُوْلُ: عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: مُرْسَلٌ.

[۳۰۷۲-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، نا سُفيانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيْمَةَ، عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَمَّا وَقَعَ فِيْهِمُ النَّقْصُ، كَانَ الرَّجُلُ فِيْهِمْ: يَرَى أَخَاهُ يَقَعُ عَلَى الذَّنْبِ، فَيَنْهَاهُ عَنْهُ، فَإِذَا كَانَ الغَدُ لَمْ يَمْنَعْهُ مَا رَأَى مِنْهُ: أَنْ يَكُوْنَ أَكِيْلَهُ، وَشَرِيْبَهُ، وَخَلِيْطَهُ، فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، وَنَزَلَ فِيْهِمُ القُرْآنُ، فَقَالَ: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ وَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ: ﴿وَلَوْكَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ، وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ، مَااتَّخَذُوْهُمْ أَوْلِيَاءَ، وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِنْهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ قَالَ: وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: " لَا، حَتَّى تَأْخُذُوْا عَلَى يَدِ الظَّالِمِ، فَتَأْطِرُوْهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا"

حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، وَأَمْلَاهُ عَلَيَّ، نَا مُحمدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أَبِيْ الوَضَّاحِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيْمَةَ، عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ.

ترکیب: کان کا اسم الغدُ ہے اور جملہ لم یمنعه خبر ہے……ما رأی منه فاعل ہے لم یمنعه کا اور أن یکون مفعول بہ ہے، اور أن سے پہلے مِن پوشیدہ ہے۔

۵-حلال چیزوں کوحرام کرنے کی ممانعت

سورۃ المائدہ آیات ۸۷و۸۸ ہیں: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا، وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِيْ أَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں (خواہ وہ کھانے پینے کی چیزیں ہوں یا پہننے اوڑھنے کی یا منکوحات کی قسم سے ہوں) ان میں سے ستھری چیزوں کوحرام مت کرو (اس حکم کی دلیل: اس کے ساتھ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ اور طیب چیزوں ہی کو حلال کیا ہے، پھران کوحرام کرنے کا کیا مطلب!) اور حدود سے آگے مت نکلو (تحریم حلال اور تحلیل حرام: حدود کی خلاف ورزی ہے) بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو بطور روزی دی ہیں: ان میں سے حلال ستھری چیزیں کھاؤ، اور اس اللہ سے ڈرو جن پر تم ایمان رکھتے ہو (یعنی تحریم حلال اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے، اس لئے اس کا ارتکاب مت کرو)

اس آیت کا شانِ نزول درج ذیل حدیث ہے:

حدیث: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو میری عورتوں کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے، اور مجھ پر شہوت کا غلبہ ہوجاتا ہے، اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت کوحرام کرلیا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیتیں نازل فرمائیں (جن میں ایسا کرنے کی ممانعت فرمائی)

تشریح: دو چیزوں میں فرق ہے: ایک: کسی حلال کوحرام کرلینا، یہ قطعاً جائز نہیں، یہ تشریع میں دخل اندازی ہے، اس لئے مذکورہ آیت میں اس کو "حدود کی خلاف ورزی" قرار دیا ہے۔ اور دوسری چیز ہے: ناموافق چیزوں سے پرہیز کرنا، یہ جائز ہے، کیونکہ ہر حلال چیز کو کھانا ضروری نہیں، پس اگر کسی کی بیوی نہ ہو، اور نکاح کے اسباب بھی نہ ہوں، اور وہ گوشت انڈا نہ کھائے تو اس میں کچھ حرج نہیں، یہ حدود کی خلاف روزی نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے نادانی سے کسی حلال چیز کوحرام کرلیا، یا نہ کھانے کی قسم کھالی، تو اس کو استعمال کرنا ضروری ہے۔ اور قسم توڑ دینا واجب ہے، اور دونوں صورتوں میں قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور یہ مسئلہ سورۃ التحریم میں ہے۔

[۳۰۷۳-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ، نَا أَبُوْ عَاصِمٍ، نَا عُثْمَانُ بْنُ سَعْدٍ، نَا عِكْرِمَةُ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يارسولَ اللّٰهِ! إِنِّيْ إِذَا أَصَبْتُ اللَّحْمَ انْتَشَرْتُ لِلنِّسَاءِ، وَأَخَذَتْنِيْ شَهْوَتِيْ، فَحَرَّمْتُ عَلَيَّ اللَّحْمَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ

مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ، وَلاَ تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لاَيُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ، وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلاَلاً طَيِّبًا﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ مِنْ غَيْرِ حَدِيْثِ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ مُرْسَلاً، لَيْسَ فِيْهِ: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ خَالِدُ الحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلاً.

وضاحت: یہ حدیث بعض رواۃ عثمان بن سعد کے علاوہ عکرمہ کے دیگر تلامذہ سے مرسل روایت کرتے ہیں، مثلاً عکرمہ کے شاگرد خالد حذاء عکرمہ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔

۶-شراب کی حرمت تدریجاً نازل ہوئی ہے

سورۃ النحل کی آیت ۶۷ ہے: ﴿وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا﴾ ترجمہ: اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے: تم اس سے سکر (کھجور کی شراب) اور کھانے کی عمدہ چیزیں بناتے ہو۔ اس آیت میں ایک لطیف اشارہ تھا کہ خمر (انگوری شراب) آئندہ حرام ہوگی، کیونکہ موضع امتنان (احسان یاد دلانے کے موقع) میں اس کا ذکر چھوڑ دیا تھا، جبکہ جاہلیت میں انگور کا زیادہ استعمال شراب کے لئے ہوتا تھا، تاہم خمر کا ذکر نہ کرنا: بلاوجہ نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اللّٰهم بَيِّنْ لنا فی الخمر بیانَ شِفَاءٍ: اے اللہ! ہمارے لئے خمر کے سلسلہ میں تشفی بخش حکم نازل فرمایئے! حضرت عمرؓ اس کی تحریم چاہتے تھے...... چنانچہ ایک وقت کے بعد سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۱۹ نازل ہوئی۔ اور لوگوں کو بتایا کہ شراب اور جوے میں بڑی خرابی ہے، اور لوگوں کے لئے کچھ فوائد ہیں، مگر حرام اب بھی نہیں فرمائی۔ جب حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت سنائی گئی تو آپؓ نے پھر وہی دعا کی کہ الٰہی! خمر کے سلسلہ میں تشفی بخش حکم نازل فرمائیں!...... چنانچہ کچھ وقت کے بعد سورۃ النساء کی آیت ۴۳ نازل ہوئی، جس میں لوگوں کو نماز کے اوقات میں شراب پینے سے روک دیا گیا، مگر شراب اب بھی حرام نہیں کی۔ جب حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت سنائی گئی تو حضرت عمرؓ نے پھر وہی دعا کی کہ الٰہی! خمر کے سلسلہ میں تشفی بخش حکم نازل فرمائیں!...... چنانچہ آخر میں سورۃ المائدۃ کی آیات ۹۰ و ۹۱ نازل ہوئیں، اور ان کے ذریعہ شراب کی قطعی ممانعت کردی۔ جب حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیات سنائی گئیں تو ان کو تشفی ہوگئی، اور انھوں نے فهل أنتم منتهون؟ (تو کیا تم باز آنے والے ہو؟) کے جواب میں فرمایا: ''ہم باز آگئے! ہم باز آگئے!!'' (اس کی تفصیل ابواب الاشربہ، تحفہ ۵: ۲۰۳ میں گذر چکی ہے)

[۳۰۷۴-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبدِ الرَّحْمٰنِ، نَا مُحمدُ بْنُ يُوْسُفَ، نَا إِسْرَائِيْلُ، نَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُرَحْبِيْلَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ قَالَ: اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِيْ الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ، فَنَزَلَتِ الَّتِيْ فِيْ الْبَقَرَةِ: ﴿يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ؟ قُلْ: فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ الآيَةَ، فَدُعِيَ عُمَرُ، فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، قَالَ: اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِيْ الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ، فَنَزَلَتِ الَّتِيْ فِيْ النِّسَاءِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَقْرَبُوْا

الصَّلَاةَ، وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾ فَدُعِيَ عُمَرُ، فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ، فَنَزَلَتِ الَّتِيْ فِيْ الْمَائِدَةِ: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِيْ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ﴾ فَدُعِيَ عُمَرُ، فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، فَقَالَ: انْتَهَيْنَا! انْتَهَيْنَا!

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ إِسْرَائِيْلَ مُرْسَلاً، حدثنا محمدُ بْنُ الْعَلَاءِ، نَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيْ مَيْسَرَةَ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِيْ الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ محمدِ بْنِ يُوْسُفَ.

سند کی وضاحت: یہ حدیث اسرائیل سے محمد بن یوسف فریابی اور وکیع بن الجراح روایت کرتے ہیں، فریابی کی سند میں عمرو بن شرحبیل (جن کی کنیت ابومیسرۃ ہے) حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ عن عمر کہتے ہیں۔ اور وکیع کی سند میں یہی ابومیسرۃ أن عمر کہہ کر حدیث بیان کرتے ہیں، حضرت عمرؓ سے روایت نہیں کرتے ...... امام ترمذیؒ نے اسی روایت کو اصح کہا ہے، کیونکہ یہ روایت مرسل ہوگئی ہے، اسی کمزوری کی وجہ سے امام صاحب نے اس کو ترجیح دی ہے، کیونکہ حضرت کا یہی مزاج ہے، حالانکہ ابوداؤد شریف میں اسماعیل بن جعفر، اور مسند احمد میں خلف بن ولید: محمد بن یوسف کے متابع ہیں، ان کی سندوں میں بھی عن عمر ہے، پس یہی سند صحیح ہے، کیونکہ امام وکیع اگرچہ فریابی سے احفظ ہیں، مگر ان کا کوئی متابع نہیں۔

۷- جب شراب حلال تھی: اس وقت پینا کوئی گناہ نہیں تھا

سورۃ المائدہ کی آیت ۹۳ ہے: ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا: إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ، ثُمَّ اتَّقَوْا وآمَنُوْا، ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوْا، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ترجمہ: ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے کوئی گناہ نہیں اس چیز میں جس کو انھوں نے کھایا: جبکہ وہ ڈرتے رہے ہوں، اور ایمان رکھتے ہوں، اور انھوں نے نیک کام کئے ہوں، پھر وہ ڈرتے رہیں، اور ایمان رکھیں، پھر وہ ڈرتے رہیں اور عمدہ کام کریں، اور اللہ تعالیٰ نکوکاروں کو دوست رکھتے ہیں۔

شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول میں درج ذیل دو روایتیں آئی ہیں:

پہلی روایت: حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اس کو حضرت براءؓ سے ابواسحاق سبیعی نقل کرتے ہیں، پھر ان سے ان کے پوتے اسرائیل اور امام شعبہ روایت کرتے ہیں۔ اور دونوں روایتوں کا مضمون ایک ہے: حضرت براءؓ کہتے ہیں: کچھ صحابہ شراب حرام ہونے سے پہلے وفات پاگئے، پھر جب شراب حرام کی گئی تو کچھ لوگوں نے پوچھا: ہمارے ان ساتھیوں کا کیا حشر ہوگا جو شراب پیتے ہوئے فوت ہوئے ہیں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جولوگ اس حال میں وفات پا گئے کہ وہ شراب پیتے تھے: ان کا کیا حال ہوگا؟ پس یہ آیت اتری (لَمَّا نزَلَ کا تعلق قالوا سے ہے)

یہ آیت وفات پائے ہوئے حضرات کے حق میں بھی ہے اور زندوں کے حق میں بھی چنانچہ باب کی آخری روایت حضرت ابن مسعودؓ کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: أَنْتَ منهم: آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے، یعنی یہ آیت صرف وفات یافتہ صحابہ ہی کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ جو حضرات ابھی زندہ ہیں ان کا بھی اس میں ذکر ہے۔

تفسیر: یہ آیتِ پاک قرآن فہمی کے اعتبار سے مشکل آیت ہے۔ متجددین اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دین میں اصل اہمیت عمل کی ہے، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور وضع قطع کے سلسلہ میں کوئی پابندی نہیں، ان کا مشہور قول ہے: درعمل کوش، وہرچہ خواہی بپوش! عمل کرتے رہو اور جو چاہو پہنو!...... اور قرآنِ پاک کا مطالعہ کرنے والے کو آیت میں تکرار محسوس ہوتا ہے، اس لئے آیتِ پاک کو اچھی طرح سمجھیں...... مذکورہ روایات کی روشنی میں آیتِ پاک میں تین باتیں ہیں:

پہلی بات: یہ آیت ان صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو تحریم خمر سے پہلے وفات پا گئے تھے، شراب کی حرمت فتح مکہ کے سال نازل ہوئی ہے، صحابۂ کرام نے وفات یافتہ حضرات کے بارے میں سوال کیا کہ یارسول اللہ! ان مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جو تحریم خمر سے پہلے شراب پیتے تھے، اور وہ اسی حال میں دنیا سے رخصت ہو گئے، مثلاً جنگ احد میں متعدد صحابہ شراب پی کر میدان میں اترے تھے، اور وہ جنگ میں کام آ گئے تھے، ان کا کیا حشر ہوگا؟ اس سوال کے جواب میں یہ آیت اتری، اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ جب وہ حضرات مؤمن تھے، اور نیک کام کرتے تھے، اور اس وقت شراب حلال تھی تو اس کا پینا کوئی گناہ نہیں تھا، بس شرط یہ ہے کہ وہ تقوی کی زندگی اپنائے ہوئے ہوں، یعنی ہر ناجائز کام سے بچتے رہے ہوں اور ایماندار بھی ہوں اور نیک کام کرتے رہے ہوں تو اس زمانہ میں شراب پینے کی وجہ سے وہ ماخوذ نہیں ہونگے۔

دوسری بات: باب کی آخری روایت سے معلوم ہوا کہ یہ آیت ان صحابہ کے حق میں بھی ہے جو تحریم خمر کے بعد زندہ رہے، ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور اب شراب نہ پئیں اور ایماندار رہیں یعنی ایمان کے تقاضے پورے کریں اور نیک کام کریں تو وہ بھی کامیاب ہونگے۔

تیسری بات: ایمان وعمل ایک ترقی پذیر عمل ہے، اور اس کی نہایت مرتبہ احسان ہے، جس کو بعد میں تصوف سے تعبیر کیا جانے لگا، پس زندہ رہنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنی ایمانی حالت اور نیک کاموں میں برابر ترقی کرتے

رہیں، اور مرتبہ احسان تک پہنچیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں سے خصوصی محبت رکھتے ہیں، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بننے کی کوشش برابر جاری رکھیں۔

تطبیق: پس آیت میں: ﴿إِذَا مَااتَّقَوْا، وَآمَنُوْا، وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ﴾ تک پہلی بات ہے، اور: ﴿ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا﴾ میں دوسری بات ہے، اور ﴿ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوْا، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ میں تیسری بات ہے۔ پس آیت میں تکرار نہیں، اور آزاد فکر لوگوں کا استدلال بھی صحیح نہیں، کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانے اور ہر حال میں جو چیزیں حرام ہیں: ان سے بچنا ضروری ہے، اور یہی تقوی (پرہیزگاری) ہے، مثلاً عام حالات میں فوٹو بنوانا حرام ہے، پس بے ضرورت اس کا ارتکاب تقوی کے منافی ہے، اور بعض دینی اور دنیوی ضرورتوں کے لئے، جن کا ضرورت ہونا مفتیانِ کرام نے تسلیم کیا ہو، فوٹو بنوانا جائز ہے: پس یہ عمل تقوی کے منافی نہیں۔

[۳۰۷۵-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: مَاتَ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، فَلَمَّا حُرِّمَتِ الْخَمْرُ، قَالَ رِجَالٌ: كَيْفَ بِأَصْحَابِنَا، وَقَدْ مَاتُوْا يَشْرِبُوْنَ الْخَمْرَ؟ فَنَزَلَتْ:﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ، فِيْمَا طَعِمُوْا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۷۶-] وقد رَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ أَيْضًا: حدثنا بِذَلِكَ مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: قَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ: مَاتَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَهُمْ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ، فَلَمَّا نَزَلَتْ تَحْرِيْمُهَا، قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: فَكَيْفَ بِأَصْحَابِنَا الَّذِيْنَ مَاتُوْا وَهُمْ يَشْرَبُوْنَهَا؟ قَالَ: فَنَزَلَتْ:﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا﴾ الآية، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۷۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ رِزْمَةَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالُوْا: يارسولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ الَّذِيْنَ مَاتُوْا، وَهُمْ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ؟ لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ فَنَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ﴾ هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۷۸-] حدثنا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ﴾ قَالَ لِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَنْتَ مِنْهُمْ"، هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۸-فضول باتیں پوچھنے کی ممانعت

سورۃ المائدۃ کی آیت ۱۰۱ ہے: ﴿یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لاَ تَسْئَلُوْا عَنْ أَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ، وَإِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ، عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ﴾ ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو وہ تمہیں بری لگیں، اور اگر تم زمانۂ نزولِ قرآن میں وہ باتیں پوچھو گے تو وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے گذشتہ سوالات سے درگذر فرمایا، اور وہ بڑی مغفرت والے، بڑے بردبار ہیں۔

درج ذیل روایتوں میں فضول باتوں کی دو مثالیں آئی ہیں:

پہلی مثال: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب آیتِ پاک ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَیْهِ سَبِیْلاً﴾ نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کرنا ضروری ہے؟ آپؐ خاموش رہے، صحابہ نے دوبارہ پوچھا تو بھی آپؐ خاموش رہے، جب تیسری (یا چوتھی) بار یہ بات پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا: نہیں یعنی حج زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے، پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں ''ہاں'' کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہوجاتا، پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ کی مذکورہ آیت نازل فرمائی (یہ حدیث اسی سند سے کتاب الحج میں گذر چکی ہے، حدیث ۸۰۴ تحفہ ۳: ۲۰۷ اور وہاں سند کا حال بھی سمجھایا ہے، اور فی الباب کا مطلب ہے: اس مسئلہ میں یعنی حج زندگی میں ایک بار فرض ہے یا ہر سال؟ اور یہاں اگرچہ کتاب میں باب نہیں ہے، مگر وہ معہود ذہنی ہے)

دوسری مثال: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! میرے والد کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: تیرے والد فلاں ہیں، پس مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

تشریح: یہ حدیث متفق علیہ ہے، اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی قریشی کے نسب میں بعض لوگ شک کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے مذکورہ سوال کیا، اور آپؐ نے حذافہ ہی کو ان کا والد بتایا، پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور لوگوں کو اس قسم کے سوالات سے منع کردیا گیا، کیونکہ فرض کرو: اگر نفس الامر میں حضرت عبداللہ کے والد حذافہ نہ ہوتے اور حقیقتِ حال کھول دی جاتی تو وہ رہتی دنیا تک رسوا ہوجاتے۔

اور پہلی قسم کے سوال کا تذکرہ ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے، فرمایا: أعظمُ المسلمین جُرْمًا: من سأل عن شیئ لم یُحَرَّمْ، فَحُرِّمَ من أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ: سب سے بڑا مجرم وہ مسلمان ہے: جس نے کوئی ایسی بات پوچھی جو حرام نہیں کی گئی تھی، پس وہ اس کے پوچھنے کی وجہ سے حرام کردی گئی۔ جیسے پہلی مثال میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ''ہاں'' کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہوجاتا، اور تم اس کو کر نہ سکتے! پس ایسی باتیں کیوں پوچھتے ہو؟ جو احکام دیئے جائیں ان پر عمل کرو۔

اور آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ضرورت کی دینی باتیں بھی نہ پوچھی جائیں، حدیث میں ہے: شَفَاءُ الْعِیِّ السوالُ:

درماندہ کی شفاء پوچھنے ہی میں ہے، اورقرآنِ کریم میں ہے: ﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاَتَعْلَمُوْنَ﴾: اگرتم دین کی باتیں نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھو...... اوراس آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ آیت میں ایسے سوال کی ممانعت ہے کہ اگراس کا جواب دے دیا جائے تو وہ برا لگے، ظاہر ہے: دینی باتیں دریافت کرنے میں یہ علت (وجہ) نہیں پائی جاتی، اس لئے وہ آیت کا مصداق نہیں۔

[۳۰۷۹-] حدثنا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ، نَا مَنْصُوْرُ بْنُ وَرْدَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلٰى، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾ قَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! فِيْ كُلِّ عَامٍ؟ فَسَكَتَ، فَقَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! فِيْ كُلِّ عَامٍ؟ قَالَ: لاَ، وَلَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ! وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حديثِ عَلِيٍّ، وفى الباب: عن أَبِيْ هريرةَ، وَابْنِ عَباسٍ.

[۳۰۸۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ مَعْمَرٍ: أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، نَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ أَنَسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: قَالَ رَجُلٌ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَنْ أَبِيْ؟ قَالَ: "أَبُوْكَ فُلاَنٌ" قَالَ: فَنَزَلَتْ: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

۹- اصلاح حال کی کوشش کے بعد آدمی معذور ہے

سورۃ المائدۃ کی آیت ۱۰۵ ہے: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ، لاَيَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم بس اپنی فکر کرو! جب تم راہِ راست پر ہوتو جو شخص گمراہ ہوا وہ تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔

تفسیر: یہ آیت اگر سرسری طور پر پڑھی جائے تو اس سے یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ اصلاح احوال کی کوشش ضروری نہیں، ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا، اگر ہم بذاتِ خود دین پر صحیح طرح عمل پیرا ہوں تو برخود غلط قسم کے لوگوں کی ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں، جائیں وہ جہنم کی بھاڑ میں!...... آیت پاک کو اس طرح سمجھنا صحیح نہیں، اگر اصلاح حال کی ضرورت نہ ہوتی تو بعثت انبیاء کی ضرورت کیا تھی؟ اور باب کی پہلی حدیث میں صراحت ہے کہ امکان بھر لوگوں کو برائیوں سے روکنا ضروری ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ سبھی لوگوں کو سزا میں دھر لیں گے...... ہاں اصلاح حال کی پوری کوشش کرنے کے بعد بھی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوتو انسان معذور ہے، باب کی دوسری حدیث میں یہی مضمون ہے۔

حدیث (۱): حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: "اے لوگو! تم بس اپنی فکر کرو، جب تم راہِ راست پر ہوتو جو شخص گمراہ ہوا وہ تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا" اور میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

ہے کہ ”لوگ ظالم کو (ظلم کرتا ہوا) دیکھیں، اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں یعنی اس کو ظلم سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سزا ان سبھی کو عام کردیں، یعنی بروں کے ساتھ اچھوں کو بھی عذاب میں دھر لیں! (یہ حدیث اسی سند سے ابواب الفتن باب ۸ حدیث ۲۱۶۵ تحفہ ۵:۷ ۵۳ میں گذر چکی ہے)

حدیث (۲): ابوامیہ شعبانی کہتے ہیں: میں حضرت ابوثعلبہ خُشنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ان سے عرض کیا: آپ اس آیت میں کس طرح کریں گے؟ یعنی اس آیت کو سرسری پڑھنے سے جو اشکال پیش آتا ہے: اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہوگا؟ حضرت ابوثعلبہ نے پوچھا: کونسی آیت؟ میں نے عرض کیا: ارشاد پاک: ﴿ یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْكُمْ أَنْفُسَكُمْ، لَایَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَیْتُمْ﴾ ابوثعلبہ نے فرمایا: سن! بخدا! تو نے اس آیت کے بارے میں اچھی طرح واقف ہی سے سوال کیا ہے، میں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تھا، آپؐ نے فرمایا: ”بلکہ ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم دو، اور ایک دوسرے کو برائی سے روکو، یہاں تک کہ جب تم دیکھو ایسی بخیلی کو جس کی پیروی کی جارہی ہے، اور ایسی خواہش کو جس کے پیچھے چلا جارہا ہے، اور ایسی دنیا کو جسے ترجیح دی جارہی ہے، اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر اترا رہا ہو تو خاص اپنے آپ کو لازم پکڑو، اور عوام کا خیال چھوڑ دو، کیونکہ تمہارے آگے یقیناً ایسا زمانہ آرہا ہے کہ اس میں دین پر جمنا چنگاری کو ہاتھ میں پکڑنے کی طرح ہوجائے گا، اس زمانہ میں دین پر عمل کرنے والے کے لئے ایسے پچاس آدمیوں کے ثواب کے بقدر ہوگا جو تمہارے جیسا عمل کرتے ہوں گے“...... حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن المبارک کہتے ہیں: عتبۃ بن ابی حکیم کے علاوہ دوسرے استاذ نے اس حدیث میں مجھ سے یہ زائد مضمون بھی بیان کیا ہے: پوچھا گیا: یارسول اللہ! ہم میں سے یعنی صحابہ میں سے پچاس آدمیوں کا اجر یا اس زمانہ کے لوگوں میں سے پچاس آدمیوں کا اجر؟ آپؐ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ تم میں سے پچاس آدمیوں کا اجر“ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی محنت کے بعد ﴿عَلَیْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ کا نمبر آتا ہے...... اور ارشاد نبوی کے شروع میں بل کا مطلب یہ ہے کہ آیت کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ اصلاح حال کی کوشش ضروری نہیں، بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہے، یہاں تک کہ اصلاح سے مایوسی ہوجائے)

[۳۰۸۱-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ، نَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ أَبِیْ خَالِدٍ، عَنْ قَیْسِ بْنِ أَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقِ، أَنَّهُ قَالَ: یَا أَیُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ تَقْرَءُ وْنَ هٰذِهِ الآیَةَ: ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَایَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَیْتُمْ﴾ وَإِنِّیْ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ: ” إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا ظَالِمًا، فَلَمْ یَأْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ، أَوْشَكَ أَنْ یَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ“

هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ غَیْرُ وَاحِدٍ، عَنْ إِسْمَاعِیْلَ بْنِ أَبِیْ خَالِدٍ نَحْوَ هٰذَا الحدیثِ مَرْفُوْعًا، وَرَوٰی بَعْضُهُمْ عَنْ إِسْمَاعِیْلَ، عَنْ قَیْسٍ، عَنْ أَبِیْ بَكْرٍ قَوْلَهُ، وَلَمْ یَرْفَعُوْهُ.

[۳۰۸۲-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الطَّالَقَانِيُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، نَا عُتْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيْمٍ، نَا عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ اللَّخْمِيُّ، عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، فَقُلْتُ لَهُ: كَيْفَ تَصْنَعُ فِي هٰذِهِ الآيَةِ؟ قَالَ: أَيَّةُ آيَةٍ؟ قُلْتُ: قَوْلُهُ تَعَالىٰ:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَايَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ قَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيْرًا، سَأَلْتُ عَنْهَا رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ، وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا، وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعِ الْعَوَّامَّ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا: الصَّبْرُ فِيْهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِيْنَ رَجُلاً، يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ"

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: وَزَادَنِيْ غَيْرُ عُتْبَةَ: قِيْلَ:يَارسولَ اللّٰهِ أَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلاً مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ؟ قَالَ:" لَا، بَلْ أَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلاً مِنْكُمْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

۱۰- غیر مسلم وصی کی قسم پر کیا ہوا فیصلہ خیانت ظاہر ہونے پر ورثاء کی قسموں سے بدل جائے گا

سورۃ المائدہ کی آیات ۱۰۶-۱۰۸ ایک خاص معاملہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اور شانِ نزول کا واقعہ روایتوں میں مختلف طرح سے آیا ہے۔ اور مفسرین نے آیتوں کی مختلف تفسیریں کی ہیں، اس وجہ سے یہ آیتیں تفسیر کے اعتبار سے مشکل ترین آیتیں بن گئی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے شانِ نزول کے سلسلہ میں دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے پہلی روایت جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: صحیح نہیں۔ اس کی سند میں ابوالنضر محمد بن السائب الکلبی (مشہور مفسر) ہے، اور یہ راوی متروک ہے۔ اور دوسری روایت جو خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: صحیح ہے۔ یہ روایت بخاری شریف (حدیث ۲۷۸۰) میں ہے، مگر یہ روایت مختصر ہے، اس سے حقیقتِ حال پوری طرح واضح نہیں ہوتی، تفسیر در منثور میں ان کے علاوہ بھی روایات ہیں۔ پہلے آپ باب کی دو روایتیں سنیں، پھر متعلقہ آیتوں کی تفسیر کی جائے گی۔

حدیث (۱): حضرت ابن عباسؓ: حضرت تمیم داریؓ سے، آیتِ کریمہ: ﴿یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ حضرت تمیمؓ کہتے ہیں: میرے اور عدی بن بدّاء کے علاوہ سب لوگ ان آیتوں سے الگ ہیں، یعنی ہم دو ہی سے ان کا تعلق ہے، ہم دو ہی ان کا شانِ نزول ہیں (بَرِئَ من فلانٍ کے معنی ہیں: الگ ہونا، یعنی ہم دو کے علاوہ سب لوگ ان آیتوں سے الگ ہیں، اُن سے اِن آیتوں کا کچھ تعلق نہیں) اور وہ دونوں

عیسائی تھے، اسلام قبول کرنے سے پہلے ملک شام آتے جاتے تھے۔ پس دونوں ایک مرتبہ اپنی تجارت کے سلسلہ میں ملک شام گئے، ان کے پاس بنوسہم قبیلہ کا ایک مولی (آزاد کردہ) اپنا تجارتی مال لے کر وارد ہوا۔ جس کو بُدیل بن ابی مریم کہا جاتا تھا (یہ صاحب مسلمان تھے) اور اس کے ساتھ چاندی کا ایک پیالہ تھا، وہ اس کے ساتھ بادشاہ کا ارادہ کرتا تھا یعنی بادشاہ کے ہاتھ اس کو فروخت کرنے کا ارادہ تھا، کیونکہ وہی اس کی صحیح قیمت دے سکتا تھا۔ اور وہ پیالہ اس شخص کے تجارتی مال میں سب سے قیمتی چیز تھا (عُظْمُ الشيئ کے معنی ہیں: اکثر حصہ، بڑا حصہ، اہم حصہ، اس کے لئے دوسرا لفظ، مُعْظَم ہے، جیسے مُعْظَمُ سُكَّانِ البلد أغنياء: شہر کے اکثر باشندے مالدار ہیں) وہ صاحب (ملک شام پہنچ کر) بیمار پڑے، پس انھوں نے ان دو کو وصیت کی، اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے گھر والوں کو جو کچھ اس نے چھوڑا ہے: پہنچا دیں۔

تمیم داری کہتے ہیں: پس جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیا اور ہم نے اس کو ایک ہزار درہم میں بیچ دیا، پھر میں نے اور عدی نے وہ رقم بانٹ لی، پھر جب ہم اس کے گھر والوں کے پاس آئے تو ہم نے ان کو وہ سامان دیا جو ہمارے ساتھ تھا۔ اور ان لوگوں نے (سامان میں) جام نہ پایا، پس ان لوگوں نے ہم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو ہم نے کہا: اس کے علاوہ اس شخص نے کچھ نہیں چھوڑا، اور ہمیں اس کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔

تمیمؓ کہتے ہیں: پس جب میں نے اسلام قبول کیا، نبی ﷺ کے مدینہ میں وارد ہونے کے بعد، تو میں نے اس گناہ سے توبہ کرنے کا ارادہ کیا (تَأَثَّم من الذنب: گناہ سے توبہ کرنا، استغفار کرنا) چنانچہ میں اس کے گھر والوں کے پاس گیا، اور ان کو ساری بات بتائی، اور میں نے ان کو پانچ سو درہم ادا کر دیئے، اور ان کو بتلایا کہ میرے ساتھی کے پاس اتنی ہی رقم ہے، وہ لوگ اس کو نبی ﷺ کے پاس لائے، آپؐ نے ان لوگوں سے گواہ طلب کئے تو انھوں نے گواہ نہ پائے، پس نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس سے ایسے الفاظ سے قسم لیں جن سے اس کے مذہب والوں کے نزدیک قسم بھاری ہوجاتی ہے، چنانچہ اس نے قسم کھالی، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ سے ﴿أَوْ يَخَافُوْا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ﴾ تک، پس عمرو بن العاص اور ایک اور شخص کھڑے ہوئے، اور ان دونوں نے قسم کھائی، پس اس سے پانچ سو درہم وصول کئے گئے۔

روایت کا حال: یہ روایت غریب ہے، اس کی یہی ایک سند ہے، اور یہ روایت قطعاً صحیح نہیں، اس کا راوی ابوالنضر جس سے محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں: وہ امام ترمذیؒ کے نزدیک: محمد بن السائب الکلبی ہے، اس کی کنیت ابوالنضر تھی، اس کو محدثین نے متروک قرار دیا ہے۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ محمد بن السائب الکلبی کی کنیت ابوالنضر تھی۔ اور اسی طبقہ کے ایک نہایت مضبوط راوی سالم بن ابی امیہ بھی ہیں، ان کی کنیت بھی ابوالنضر تھی، وہ مدینہ کے باشندے تھے (اور کلبی کوفی تھا) اور وہ باذان سے (یا بادام سے جن کی کنیت ابوصالح تھی اور جو ام ہانی کے آزاد کردہ ہیں) ان سے سالم ابوالنضر روایت نہیں کرتے (اس لئے یہ ابوالنضر: محمد بن السائب

الکلبی ہی ہے) اور یہ روایت خود حضرت ابن عباسؓ سے بھی مختصراً مروی ہے (یہ ساری بات غالباً امام بخاریؒ کی ہے) اور حضرت ابن عباسؓ کی وہ مختصر روایت درج ذیل ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: قبیلہ بنوسہم کا ایک آدمی: تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ نکلا، پس سہمی کا ایک ایسی سرزمین میں انتقال ہوگیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا، پس جب وہ دونوں اس کا ترکہ لے کر آئے تو ورثاء نے چاندی کا ایک پیالہ کم پایا جو کھجور کے پتوں جیسے سونے کے پتّروں سے آراستہ کیا ہوا تھا (مُخَوَّص: اسم مفعول: خَوَّصَ التاجَ: کھجور کے پتوں جیسے سونے کے پتّروں سے تاج کو آراستہ کرنا) پس نبی ﷺ نے ان دونوں کو حلف دلوایا، پھر ورثاء نے جام مکہ میں پایا، پس کہا گیا: ہم نے اس کو تمیم داری اور عدی سے خریدا ہے، پس سہمی کے ورثاء میں سے دو شخص کھڑے ہوئے، اور انھوں نے قسم کھائی کہ ہماری گواہی یقیناً ان لوگوں کی گواہی سے (قبولیت کی) زیادہ حقدار ہے، اور یہ کہ یہ جام ان کے آدمی کا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں: اور ان کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

چند وضاحتیں:

۱- سہمی نے اپنے سامان کی ایک لسٹ بنا کر سامان میں رکھ دی تھی، جس کی تمیم وعدی کو خبر نہیں تھی، ورثاء نے جب سامان کھولا تو وہ لسٹ برآمد ہوئی، اس سے شبہ ہوا، چنانچہ پہلی مرتبہ تمیم وعدی نے قسمیں کھائیں، اور فیصلہ ان کے حق میں کردیا گیا، اس وقت صرف پہلی آیت نازل ہوئی تھی، پھر جب وہ جام مکہ میں ملا اور معاملہ کھلا تو دوسری اور تیسری آیتیں نازل ہوئیں، اور ورثاء نے قسمیں کھائیں، اور اب دوسرا فیصلہ کیا گیا۔

۲- اسلامی اصول یہ ہے کہ گواہ مدعی کے ذمے ہوتے ہیں، اور قسم منکر پر۔ پہلے تمیم وعدی خیانت کے منکر تھے، اور ورثاء کے پاس خیانت کے گواہ نہیں تھے، اس لئے ان سے قسمیں لی گئیں...... پھر جب جام سنار کے یہاں ملا، اور ان دونوں سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا: ہم نے یہ جام مرحوم سے خرید لیا تھا، اور پہلے یہ بات اس لئے ظاہر نہیں کی تھی کہ ہمارے پاس خریدنے کے گواہ نہیں تھے، ورثاء نے بیع کا انکار کیا، اس لئے اب قسمیں ان سے لی گئیں، کیونکہ اب وہ بیع کے منکر تھے، اور دوسرا فیصلہ کیا گیا۔

متعلقہ آیتیں: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيْبَةُ الْمَوْتِ، تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَانَشْتَرِيْ بِهِ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى، وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِيْنَ ○ فَإِنْ عُثِرَ عَلٰى أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا، إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوْا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا، وَاللّٰهُ لَايَهْدِيْ

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے درمیان گواہی (چاہئے) جب تم میں سے کسی کے پاس موت آ کھڑی ہو، وصیت کرتے وقت (حین: شھادۃ کا بھی ظرف ہوسکتا ہے اور حضر کا بھی، اور دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہوگا، یعنی وصیت پر گواہ بنائے یا جب قربِ موت میں وصیت کرے اس وقت گواہ بنائے، اور یہ گواہ بنانا مستحب ہے، ضروری نہیں، وصیت گواہی کے بغیر بھی درست ہے، جیسے سورۃ الطلاق کی دوسری آیت میں رجعت پر گواہ بنانے کا حکم ہے، یہ حکم بھی استحبابی ہے) تم میں سے یعنی مسلمانوں میں سے دو دیندار آدمیوں کو (گواہ بنایا جائے، یہ اصل حکم ہے) یا تمہارے علاوہ (غیر مسلموں) میں سے دو شخصوں (کو گواہ بنائے) اگر تم نے کسی سرزمین میں سفر کیا ہو (اور وہاں مسلمان نہ ہوں) اور تمہیں موت کا حادثہ پہنچے (اور یہ گواہ محض گواہ بھی ہوسکتے ہیں، جبکہ وصیت تحریری شکل میں ہو، اور وصی یا وکیل بھی ہوسکتے ہیں) روکو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد، پس وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں، اگر تمہیں شک ہو (اس کا تعلق صرف غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے ساتھ ہے، یعنی اگر کسی وجہ سے تمہیں شبہ ہو کہ انھوں نے وصیت کی ہوئی چیز میں خیانت کی ہے یا وصیت کے بیان میں یا موصی لہٗ کے بیان میں غلط بیانی کی ہے، جیسا کہ شانِ نزول کے واقعہ میں تمیم اور عدی نے جام لے لیا تھا، اور سامان کی لسٹ سے شبہ ہوا تھا کہ ان کا یہ بیان غلط ہے کہ مرحوم نے بس یہی سامان چھوڑا ہے تو ان سے عصر کی نماز کے بعد یا کسی اور نماز کے بعد قاضی قسم لے، اور چونکہ وہ غیر مسلم ہیں اس لئے مکلّف کرے کہ وہ مسجد میں آ کر قسم کھائیں، روکنے کا یہی مطلب ہے، اور اگر ایسا کوئی شبہ نہ ہو تو قسم لینے کی ضرورت نہیں، اور جب وہ قسم کھائیں تو قسم کے ساتھ یہ بھی کہیں:) نہیں خریدتے ہم یعنی نہیں حاصل کرتے ہم قسم کے ذریعہ کچھ بھی عوض، اگرچہ ہو وہ شخص (جس کے حق میں ہم گواہی دے رہے ہیں) قرابت دار اور نہیں چھپاتے ہم اللہ کی گواہی کو (یعنی بالکل صحیح اور بے لاگ گواہی دے رہے ہیں، اور ﴿لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ میں ثمن بمعنی نفع ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹی قسم کھا کر خود کوئی نفع حاصل نہیں کر رہے ہے، اور ﴿وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ کا تعلق اس صورت کے ساتھ ہے جبکہ وہ موصی لہٗ کے حق میں غلط بیانی کر رہے ہوں یعنی ہم نہ کوئی رشوت لے رہے ہیں نہ تعلقات کی پاسداری کر رہے ہیں) بیشک ہم اس حالت میں سخت گنہ گار ہونگے (یہ سارا مضمون بھی وہ قسم کے ساتھ ادا کریں)

(جب تمیم وعدی کا معاملہ نبی ﷺ کی عدالت میں آیا تو صرف یہ آیت نازل ہوئی، اور ان دونوں کو قسم کھلا کر مقدمہ فیصل کر دیا گیا کہ سامان بس اتنا ہی تھا، اور ان دونوں پر ورثاء کا کوئی مطالبہ باقی نہیں رہا...... پھر جب خیانت کھلی اور جام سنار کے پاس ملا، اور اس نے کہا کہ میں نے یہ جام تمیم وعدی سے خریدا ہے، اور تمیم وعدی نے دعوی کیا کہ ہم نے یہ جام مرحوم سے خریدا ہے، اور پہلے یہ بات اس لئے نہیں بتائی تھی کہ بیع کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا، مگر ورثاء کو ان کے اس بیان پر اطمینان نہیں ہوا، تو وہ مقدمہ دوبارہ بارگاہِ نبوت میں لے آئے، اس پر اگلی دو آیتیں

نازل ہوئیں:)

دوسری آیت: پھر اگر اس بات کی اطلاع ہو جائے کہ وہ دونوں کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں (عَثَرَ علیه (فعل معروف) وہ اس پر مطلع ہوا، عُثِرَ علیه (فعل مجہول): اس پر مطلع ہوا گیا، اِسْتَحَقَّا إِثْمًا: وہ دونوں کسی گناہ کے حقدار ہوئے، یعنی مرتکب ہوئے) پس دوسرے دو شخص کھڑے ہوں پہلے دو کی جگہ میں، ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا ہے، اور وہ میت کے قریبی لوگ ہوں (اِسْتَحَقَّ علیه: اس کے خلاف یعنی اس کے مقابلہ میں حقدار ہو جانا...... اور: الْأَوْلَيَانِ: الْأَوْلٰی بمعنی الأقرب کا تثنیہ ہے، اور حالتِ رفعی میں ہے، اس لئے کہ وہ الآخران سے بدل ہے) پس وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں (اور قسم کے ساتھ یہ مضمون بھی ادا کریں کہ) ہماری گواہی یقیناً ان دونوں کی گواہی سے زیادہ راست ہے، اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا (اگر ہم نے تجاوز کیا ہو تو) ہم ایسی حالت میں یقیناً سخت ظالم ہونگے (چنانچہ عمرو بن العاص جو سہمی مرحوم کے آزاد کرنے والے تھے) اور ایک اور شخص کھڑے ہوئے اور انھوں نے اس طرح قسم کھائی تو مقدمہ دوبارہ ان کے حق میں فیصل کیا گیا، اور تمیم وعدی کو جام کا ضامن بنایا گیا)

دوبارہ فیصلہ کرنے کی حکمت: (پھر تیسری آیت میں دوبارہ فیصلہ کرنے کی حکمت بیان فرمائی:) یہ (یعنی مقدمہ کا دوبارہ فیصلہ کرنا) قریب ذریعہ ہے، اس امر کا کہ وہ (پہلے گواہ) واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈریں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد پھر قسمیں (ورثاء کی طرف) متوجہ کی جائیں گی (اور پانسہ پلٹ جائے گا، اس خوف سے وہ پہلے ہی صحیح بات بیان کریں) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور (اللہ کا حکم) سنو، اور اللہ تعالیٰ حد اطاعت سے نکلنے والوں کی صحیح راہ نمائی نہیں کرتے۔

فائدہ: آیتِ کریمہ: ﴿ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ تک تمہید ہے، اس میں بوقت وصیت گواہ بنانے کا استحبابی حکم ہے، پھر ﴿أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ﴾ سے تین آیتوں کے ختم تک غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی صورتوں کا تذکرہ ہے۔

سوال: اگر مسلمان گواہ ایسی گڑبڑ کریں تو ان کا بھی یہی حکم ہوگا یا کچھ اور حکم ہوگا؟

جواب: دیندار مسلمان تو ایسی گڑبڑ کر ہی نہیں سکتے، اور نا ہنجار مسلمان ایسا کریں تو ان کا مسئلہ دائرۂ اجتہاد میں ہوگا۔ میری ناقص رائے یہ ہے کہ ان کے مقدمہ کی بھی دوبارہ سماعت ہوگی، اور دوسرا فیصلہ کیا جائے گا۔

[۳۰۸۳-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِيْ شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، نَا مُحمدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ، نَا مُحمدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بَاذَانَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ فِيْ

هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ قَالَ: بَرِئَ النَّاسُ مِنْهَا غَيْرِىْ وَغَيْرَ عَدِىِّ بْنِ بَدَّاءٍ، وَكَانَا نَصْرَانِيَّيْنِ، يَخْتَلِفَانِ إِلَى الشَّامِ قَبْلَ الإِسْلَامِ، فَأَتَيَا الشَّامَ لِتِجَارَتِهِمَا، وَقَدِمَ عَلَيْهِمَا مَوْلًى لِبَنِىْ سَهْمٍ، يُقَالُ لَهُ: بُدَيْلُ بْنُ أَبِىْ مَرْيَمَ بِتِجَارَةٍ، وَمَعَهُ جَامٌ مِنْ فِضَّةٍ، يُرِيْدُ بِهِ المَلِكَ، وَهُوَ عُظْمُ تِجَارَتِهِ، فَمَرِضَ، فَأَوْصَى إِلَيْهِمَا، وَأَمَرَهُمَا أَنْ يُبَلِّغَا مَا تَرَكَ أَهْلَهُ.

قَالَ تَمِيْمٌ: فَلَمَّا مَاتَ، أَخَذْنَا ذٰلِكَ الْجَامَ، فَبِعْنَاهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، ثُمَّ اقْتَسَمْنَاهُ أَنَا وَعَدِىُّ بْنُ بَدَّاءٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا إِلٰى أَهْلِهِ: دَفَعْنَا إِلَيْهِمْ مَاكَانَ مَعَنَا، وَفَقَدُوْا الْجَامَ، فَسَأَلُوْنَا عَنْهُ، فَقُلْنَا: مَا تَرَكَ غَيْرَ هٰذَا، وَمَا دَفَعَ إِلَيْنَا غَيْرَهُ.

قَالَ تَمِيْمٌ: فَلَمَّا أَسْلَمْتُ بَعْدَ قُدُوْمِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِيْنَةَ، تَأَثَّمْتُ مِنْ ذٰلِكَ، فَأَتَيْتُ أَهْلَهُ، فَأَخْبَرْتُهُمْ الْخَبَرَ، وَأَدَّيْتُ إِلَيْهِمْ خَمْسَمِائَةِ دِرْهَمٍ، وَأَخْبَرْتُهُمْ أَنَّ عِنْدَ صَاحِبِىْ مِثْلُهَا، فَأَتَوْا بِهِ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَسَأَلَهُمُ الْبَيِّنَةَ، فَلَمْ يَجِدُوْا، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَحْلِفُوْهُ بِمَا يَعْظُمُ بِهِ عَلَى أَهْلِ دِيْنِهِ، فَحَلَفَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿ أَوْ يَخَافُوْا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ﴾ فَقَامَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَرَجُلٌ آخَرُ، فَحَلَفَا، فَنُزِعَتِ الْخَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ مِنْ عَدِىِّ بْنِ بَدَّاءٍ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِصحيحٍ، وَأَبُوْ النَّضْرِ الَّذِىْ رَوَى عَنْهُ مُحمدُ بْنُ إِسْحَاقَ هٰذَا الحديثَ هُوَ عِنْدِىْ مُحمدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِىُّ، يُكْنَى أَبَا النَّضْرِ، وَقَدْ تَرَكَهُ أَهْلُ العِلْمِ بِالْحَدِيْثِ، وَهُوَ صَاحِبُ التَّفْسِيْرِ، سَمِعْتُ مُحمدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ يَقُوْلُ: مُحمدُ بْنُ سَائِبٍ الْكَلْبِىُّ، يُكْنَى أَبَا النَّضْرِ، وَلَا نَعْرِفُ لِسَالِمٍ أَبِىْ النَّضْرِ الْمَدِيْنِىِّ رِوَايَةً عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ شَيْئٌ مِنْ هٰذَاعَلَى الِاخْتِصَارِ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۳۰۸٤-] حدثنا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ آدَمَ، عَنْ ابنِ أَبِىْ زَائِدَةَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ أَبِى الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَنِى سَهْمٍ مَعَ تَمِيْمٍ الدَّارِىِّ وَعَدِىِّ بْنِ بَدَّاءٍ، فَمَاتَ السَّهْمِىُّ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا مُسْلِمٌ، فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ، فَقَدُوْا جَامًا مِنْ فِضَّةٍ، مُخَوَّصًا بِالذَّهَبِ، فَأَحْلَفَهُمَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ وَجَدُوْا الْجَامَ بِمَكَّةَ، فَقِيْلَ: اشْتَرَيْنَاهُ مِنْ تَمِيْمٍ وَعَدِىٍّ، فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَاءِ السَّهْمِىِّ، فَحَلَفَا: بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا، وَأَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ، قَالَ: وَفِيْهِمْ نَزَلَتْ:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ ، هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَهُوَ حديثُ ابنُ أَبِىْ زَائِدَةَ.

۱۱-حواریوں پر مائدہ اترنے کا بیان

سورۃ المائدۃ آیات (۱۱۲-۱۱۵) میں یہ واقعہ ہے کہ حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان اتار سکتے ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”خدا سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو، یعنی اللہ کو مت آزماؤ، اور معجزہ کا مطالبہ مت کرو، انھوں نے عرض کیا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھائیں، اور ہمارے دل مطمئن ہوں، اور ہمیں معلوم ہوجائے کہ جو کچھ آپ نے ہم سے کہا ہے: وہ سچ ہے، اور ہم اس پر گواہ رہیں یعنی ہمارا مقصود اللہ تعالیٰ کو آزمانا نہیں ہے، نہ ایمان لانے کے لئے ہم معجزہ کی فرمائش کررہے ہیں، بلکہ دوسرے چند جائز مقاصد سے ہم یہ درخواست کررہے ہیں...... عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: الٰہی! ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرمائیں، جو ہمارے لئے: ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید (خوشی) کا دن قرار پائے، اور آپ کی طرف سے (میری صداقت کی) ایک نشانی ہو...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کو تم پر نازل کرنے والا ہوں، مگر اس کے بعد جو تم میں سے انکار کرے گا اسے میں ایسی سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دی ہوگی۔

یہ مائدہ اترا تھا یا نہیں؟ قرآنِ کریم میں اس کی کوئی صراحت نہیں، اور کوئی صحیح مرفوع حدیث بھی موجود نہیں، اور باب میں جو روایت ہے وہ مرفوع نہیں ہے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور مفسرین میں اختلاف ہے، حضرت مجاہد اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ صاف انکار کرتے تھے، اور عام رائے یہ ہے کہ خوان اترا تھا، پھر لوگوں نے اس میں خیانت کی تو اترنا بند ہوگیا، پس ممکن ہے وہ نازل ہوا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حواریوں نے اس کے خوفناک انجام سے ڈر کر مطالبہ واپس لے لیا ہو، بہر حال کوئی قطعی بات کہنا ممکن نہیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ”آسمان سے خوان روٹی اور گوشت کی شکل میں نازل ہوا (خبزاً و لحماً: تمیز ہیں) اور ان کو حکم دیا گیا کہ خیانت نہ کریں، اور آئندہ کے لئے ذخیرہ نہ کریں، مگر انھوں نے خیانت کی، اور ذخیرہ کیا، اور آئندہ کے لئے اٹھا رکھا تو وہ لوگ بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کردیئے گئے“

سند کا حال: یہ حدیث غریب ہے، سفیان بن حبیب سے آخر تک یہی سند ہے، اور سفیان کے شاگرد حسن ہی اس کو مرفوع کرتے ہیں، دوسرے متعدد تلامذہ ابو عاصم وغیرہ اس کو موقوف بیان کرتے ہیں، یعنی یہ حضرت عمارؓ کا قول ہے، نبی ﷺ کا ارشاد نہیں ہے...... پھر امام ترمذیؒ نے سفیان کے شاگرد حمید کی سند بیان کی ہے، وہ حدیث کو مرفوع نہیں کرتے، اور امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ سند حسن کی مرفوع سند سے اصح ہے، اور حدیثِ مرفوع کی ہمارے علم میں کوئی اصل نہیں (اور اس روایت کو اربابِ صحاح میں سے امام ترمذیؒ کے علاوہ کسی نے نہیں لیا)

[۳۰۸۵-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ الْبَصْرِيُّ، نا سُفيانُ بْنُ حَبِيْبٍ، ثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خِلَاسِ

بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْزًا وَلَحْمًا، وَأُمِرُوْا أَنْ لَّايَخُوْنُوْا، وَلَا يَدَّخِرُوْا لِغَدٍ، فَخَانُوْا، وَادَّخَرُوْا، وَرَفَعُوْا لِغَدٍ، فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَرَوَاهُ أَبُوْ عَاصِمٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسٍ، عَنْ عَمَّارٍ مَوْقُوْفاً، وَلَانَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ.

حدثنا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، نَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ عَرُوْبَةَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِن حديثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ، وَلَا نَعْلَمُ لِلْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ أَصْلاً.

۱۲- اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل ان کے سامنے کردی

سورۃ المائدۃ آیات (۱۱۶-۱۱۸) میں یہ بات آئی ہے کہ قیامت کے دن تمام رسولوں سے ان کی امتوں کے روبرو برملا سوال وجواب ہونگے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی سوال ہوگا، جن کو کروڑوں انسانوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا تھا۔ ان سے سوال ہوگا کہ کیا آپ نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود مانو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے: آپ کی ذات پاک ہے یعنی خدائی میں آپ کا کوئی شریک وسہیم نہیں، پھر میں ایسی نازیبا بات کیسے کہہ سکتا ہوں؟ مجھ کو لائق نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو وہ آپ کے علم میں ہوتی، آپ جو کچھ میرے جی میں ہے اس کو جانتے ہیں، اور میں اس کو نہیں جانتا جو آپ کے جی میں ہے، بیشک آپ ہی چھپی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں، میں نے تو ان سے بس یہ بات کہی تھی جس کے کہنے کا آپ نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو، جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، اور میں ان کے احوال سے باخبر رہا جب تک میں ان میں رہا، یعنی میری دنیا میں موجودگی تک کسی نے مجھے اور میری ماں کو معبود نہیں بنایا، پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ہی ان کے نگہبان تھے، اور آپ تو ہر چیز کے نگہبان ہیں، اگر آپ ان کو سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں یعنی آپ کو سزا دینے کا پورا حق ہے، اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

یہ سوال وجواب قرآنِ کریم میں دو مقاصد سے نازل کئے گئے ہیں:

پہلا مقصد: جو ظاہر ہے کہ دنیا میں یہ سوال وجواب عیسائیوں کو سنائے گئے ہیں، تاکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ وہ جس کو معبود مان رہے ہیں وہ تو خود قیامت کے دن اپنی بندگی کا اقرار کریں گے، اور ان کی بہتان تراشی سے براءت ظاہر کریں گے۔

دوسرا مقصد: جو دقیق ہے، اور وہ باب کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ان کا جواب دنیا ہی

میں کردیا گیا تا کہ وہ اس کو لے لیں، اور قیامت کے دن جب انتہائی خوف ناک منظر ہوگا، وہ بے خوف ہوکر یہ جواب عرض کریں۔

فائدہ: اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزولِ قرآن کے بعد دنیا میں تشریف لائیں گے، جبھی ان کے سامنے ان کا یہ جواب آئے گا، آپ نزول کے بعد قرآنِ کریم پڑھیں گے، اور اپنے اس جواب سے واقف ہونگے، اور قیامت کے دن یہ جواب عرض کریں گے، ورنہ اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں، پھر ان کو کیسے اپنے اس جواب کا علم ہوگا؟

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: عیسیٰؑ اپنی دلیل ڈالے گئے، تا کہ وہ اُسے لے لیں، پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے سوال ڈالا، اپنے اس ارشاد میں: ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ﴾ سے ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ تک یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سوال سے بھی واقف کیا کہ قیامت کے دن ان سے کیا سوال کیا جائے گا؟ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہا: ''پس اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے ان کی دلیل ڈالی، تا کہ وہ اس کو لے لیں: ﴿سُبْحَانَكَ﴾ سے آخر تک اسی کا بیان ہے۔

لغت: لَقَّاهُ الشيئَ يُلَقِّى: کسی کے سامنے کوئی چیز لانا، ڈالنا، تا کہ وہ اس کو لے لے۔ يُلَقّٰى: مضارع مجہول ہے، اور عیسی نائب فاعل اور حجتَه مفعول ثانی ہے۔

[٣٠٨٦-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: يُلَقَّى عِيْسَى حُجَّتَهُ، فَلَقَّاهُ اللّٰهُ فِيْ قَوْلِهِ: ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ: يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ؟﴾ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: " فَلَقَّاهُ اللّٰهُ: ﴿سُبْحَانَكَ مَايَكُوْنُ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ﴾ الآيَةَ كُلَّهَا، هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

١٣- قرآنِ کریم کی آخری سورت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آخری سورتیں جو نازل کی گئی ہیں: وہ سورۃ المائدۃ اور سورۃ الفتح یعنی سورۃ النصر ہیں، یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ آخری سورت: سورۃ النصر ہے (اور بخاری ومسلم میں حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ آخری آیت کلالہ کی آیت ہے اور آخری سورت: سورۃ براءت ہے مگر ان میں سے کوئی روایت مرفوع نہیں، یہ سب صحابہ کے اندازے ہیں، جس کے علم میں جو بات تھی وہ اس نے بیان کی فلامنافاة بينهما)

[۳۰۸۷-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ حُيَيٍّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِّيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: آخِرُ سُوْرَةٍ أُنْزِلَتْ سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ وَالْفَتْحِ.
هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: آخِرُ سُوْرَةٍ أُنْزِلَتْ: إِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ.

وَمِنْ سُوْرَةِ الأنعام

سورۃ الانعام کی تفسیر

۱-رسول اللہ ﷺ کی تسلّی

جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا تو مشرکینِ مکہ نے نہ صرف تکذیب کی، بلکہ پھبتیاں کسیں اور تمسخر کیا۔قرآنِ کریم میں ایسے موقعہ پر آیات نازل فرما کر آپ کی تسلی کی جاتی تھی، اسی سلسلہ کی ایک کڑی سورۃ الانعام کی آیت ۳۳ بھی ہے: ﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ، فَإِنَّهُمْ لاَيُكَذِّبُوْنَكَ، وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ترجمہ: ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو وہ باتیں مغموم کرتی ہیں جو وہ (کفار) کہتے ہیں، سو وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

اور حدیث: میں ہے کہ ابوجہل علیہ اللعنۃ نے ایک مرتبہ خود رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے (آپ تو ہمارے نزدیک سچے ہیں) بلکہ ہم اس قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ پیش کرتے ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں کہا گیا کہ آپ غم نہ کھائیں، اللہ تعالیٰ خود ان کو سمجھ لیں گے!

[۷-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْأَنْعَامِ

[۳۰۸۸-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ أَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: إِنَّا لاَنُكَذِّبُكَ، وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿فَإِنَّهُمْ لاَيُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظَّالِمِيْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾
حدثنا إسحاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، نَا عَبْدُ الرحمنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عن سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ نَاجِيَةَ: أَنَّ أَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

سند کی وضاحت: یہ حدیث سفیان ثوریؒ سے معاویہ بن ہشام قصّار کوفی (صدوق لہ اوہام) اور حضرت عبد

الرحمٰن بن مہدی (ثقة ثَبت) روایت کرتے ہیں۔اول کی سند کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے،اور ثانی کی سند میں نہیں،امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسی مرسل روایت کو اصح کہا ہے (مگر مستدرک حاکم میں اسرائیل کی سند ہے، وہ اپنے دادا ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں، وہ بھی سند میں حضرت علیؓ کا تذکرہ کرتے ہیں، پس پہلی سند صحیح ہے)

۲-وہ آیت جو کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے، مگر عام ہے

سورۃ الانعام مکی سورت ہے،اس کی آیت ۶۵ ہے: ﴿قُلْ: هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ، أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا، وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾ ترجمہ: آپؐ (مکذبین سے) کہہ دیں: اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دیں (جیسے سنگ باری، طوفانی ہوا اور بارش) یا تمہارے پاؤں تلے سے (بھیج دیں، جیسے زلزلہ، غرقابی اور زمین میں دھنسنا) یا تمہیں گروہ گروہ کرکے آپس میں بھڑا دیں، اور تمہارے بعض کو بعض کی سختی (لڑائی) چکھائیں۔

لغت اور ترکیب: لَبَسَ (ض) عليه الْأَمْرَ لَبْسًا: کوئی چیز مشتبہ اور پیچیدہ کرنا کہ اس کی حقیقت نہ پہچانی جائے، سورۃ البقرۃ آیت ۴۲ میں ہے: ﴿وَلَا تَلْبِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾: حق کو باطل کے ساتھ ملا کر گڈمڈ نہ کرو...... اور شِيَعًا: شيعة کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: گروہ، فرقہ، ایک نظریہ کی حامل پارٹی، اور ترکیب میں شِيَعًا حال واقع ہے۔

تفسیر: یہ آیت کفار کے تعلق سے نازل ہوئی ہے، مگر درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کو بھی عام ہے:

حدیث (۱): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل کی گئی کہ آپ کہہ دیدیں: ''اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دیں یا تمہارے پاؤں تلے سے!'' تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی پناہ چاہتا ہوں!'' اس استعاذہ میں اشارہ ہے کہ یہ دونوں عذاب مسلمانوں پر بھی آسکتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے ان دونوں عذابوں سے پناہ چاہی، اور آپؐ کی یہ دعا قبول ہوئی، جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے، پھر جب اگلا ٹکڑا نازل ہوا کہ یا وہ تمہیں گروہ گروہ کرکے آپس میں بھڑا دیں، اور تمہارے بعض کو بعض کی سختی چکھائیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ (عذاب) ہلکا ہے!'' یا فرمایا: ''یہ آسان ہے!'' یعنی عذاب کی یہ نوعیت آپؐ نے گوارہ فرمالی (بخاری شریف میں یہ حدیث تین جگہ آئی ہے (حدیث ۴۶۲۸ و ۷۳۱۳ و ۷۴۰۶) اور عمرو بن دینار کے شاگرد حماد بن زید کی روایت میں ھاتان کے بجائے ھذا ہے، اور یہی صحیح ہے، کیونکہ یہ تیسرا عذاب: ایک عذاب ہے، دو نہیں ہیں)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، آپؐ کا گذر مسجدِ بنی معاویہ پر ہوا، آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے، اور دو رکعتیں پڑھیں، ہم نے بھی دو رکعتیں ادا کیں،

پھر آپ دعا میں مشغول ہوئے، اور بہت دیر تک دعا فرماتے رہے، پھر ارشاد فرمایا: ’’میں نے اپنے رب سے تین باتیں مانگی: دو دی گئیں اور ایک سے میں روک دیا گیا، میں نے مانگا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو غرقاب نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی، پھر میں نے مانگا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو قحط سالی اور بھوک کے ذریعہ ہلاک نہ کریں، تو یہ دعا بھی قبول فرمالی، پھر میں نے مانگا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو باہمی جنگ وجدال سے تباہ نہ کریں تو مجھے اس دعا سے روک دیا گیا‘‘ (اس مضمون کی روایتیں حضرت خباب اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں، جو پہلے ابواب الفتن (حدیث ۲۱۷۲ و۲۱۷۳) میں گذر چکی ہیں، تحفہ ۵۴۶:۵)

حدیث (۲): حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیتِ پاک ﴿قُلْ: هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ’’سنو! بیشک یہ آیت پوری ہونے والی ہے، اور اب تک اس کی تاویل نہیں آئی‘‘ یعنی مکذبین پر ابھی تک یہ دو عذاب نہیں آئے، مگر آئیں گے (اللہ تعالیٰ اس وقت مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں!)

[۳۰۸۹-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: لَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿قُلْ: هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ، أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ!" فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا، وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾ قَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "هَاتَانِ أَهْوَنُ"، أَوْ: "هَاتَانِ أَيْسَرُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۰۹۰-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مَرْيَمَ الْغَسَّانِيِّ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿قُلْ: هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ، أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَمَا إِنَّهَا كَائِنَةٌ، وَلَمْ يَأْتِ تَأْوِيْلُهَا بَعْدُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

وضاحت: دوسری حدیث اعلی درجہ کی نہیں، کیونکہ یہ اسماعیل بن عیاش کی روایت ہے، اور ان کی روایت شامی اساتذہ سے معتبر ہوتی ہے، اور ابوبکر شامی ہیں، نیز استاذ الاستاذ راشد بھی شامی ہیں، اور وہ ثقہ بھی ہیں، مگر اسماعیل کثیر الارسال ہیں، اس لئے یہ حدیث فروتر ہوگئی ہے، اور یہ حدیث باقی کتبِ خمسہ میں نہیں ہے، البتہ مسند احمد میں ہے۔

۳-ظلم سے ظلم عظیم مراد ہے

سورۃ الانعام کی آیت ۸۲ ہے: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ: أُوْلٰئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ، وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ﴾: جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ گڈمڈ نہیں کیا، انہی کے لئے دلجمعی ہے اور وہی

راہِ راست پر ہیں۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت شاق گذری، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا؟ یعنی ہر شخص سے کچھ نہ کچھ ناانصافی ہو ہی جاتی ہے، اور آیت میں عذاب سے مامون ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس نے ایمان کے ساتھ ذرا بھی ظلم نہ کیا ہو، پھر عذاب سے کون بچ سکے گا! نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ مراد نہیں''، یعنی عملی ظلم اور ناانصافی مراد نہیں، بلکہ ''وہ شرک ہی ہے''، یعنی عقیدے کی ناانصافی مراد ہے، اور لفظ ظلم قرآن کریم میں اس معنی میں بھی آیا ہے، کیا نہیں سنی تم نے وہ بات جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہی ہے: اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا، بیشک شرک بھاری ظلم (گناہ) ہے!'' (سورۃ لقمان آیت ۱۳)

تشریح: ظلم کے اصل معنی ہیں: وضعُ الشیئِ فی غیر مَحلِّه: کسی چیز کو نامناسب جگہ میں رکھ دینا، مشکیزے کا دودھ بے وقت استعمال کرلیا جائے تو کہتے ہیں: ظلمتُ السقاءَ، اور استعمال کردہ دودھ ظلیم کہلاتا ہے، اسی طرح زمین بے موقع کھودی جائے تو کہتے ہیں: ظلمتُ الأرضَ، اور وہ جگہ أرض مظلومة کہلاتی ہے...... پھر ظلم کا استعمال حق سے تجاوز کرنے کے لئے ہونے لگا، خواہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر، اور خواہ تجاوز اعتقادی ہو یا عملی، چنانچہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ اور شرک ونفاق اور بدعملی پر اس کا اطلاق ہونے لگا، قرآنِ کریم میں یہ سب اطلاقات آئے ہیں، مذکورہ آیت میں صحابہ نے ظلم سے عملی گناہ مراد لے لیا، اس لئے اشکال ہوا، نبی ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ اس آیت میں ظلم سے ظلم اعتقادی مراد ہے، اور اس کی نظیر پیش فرمائی، چنانچہ صحابہ کا اشکال رفع ہوگیا۔

فائدہ: اس آیت میں تو ظلم سے نبی ﷺ کی تصریح کے مطابق ''شرک'' مراد ہے، عام گناہ مراد نہیں، البتہ بظلم: نکرہ تحت النفی ہے، اس لئے شرک عام ہے، کھلے طور پر مشرک اور بت پرست ہوجائے: یہ تو مراد ہے ہی، اور جو غیر اللہ کو نہیں پوجتا، اور کلمۂ اسلام پڑھتا ہے، مگر کسی فرشتہ یا رسول یا ولی کو اللہ تعالیٰ کی بعض صفاتِ خاصہ میں شریک ٹھہراتا ہے، اور ان کے مزارات کو حاجت روا سمجھتا ہے: یہ شرک بھی آیت میں مراد ہے، اللہ تعالیٰ ہماری اس شرک سے بھی حفاظت فرمائیں (آمین)

[۳۰۹۱-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، نَا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! وَأَيُّنَا لَايَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ قَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ، إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ، أَلَمْ تَسْمَعُوْا مَاقَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: ﴿يَابُنَيَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۴- نگاہیں اللہ تعالیٰ کو نہیں پاسکتیں، اور وہ سب نگاہوں کو پاتے ہیں

سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۳ ہے: ﴿لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ، وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ، وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾: نگاہیں اللہ تعالیٰ کو نہیں پاسکتیں، اور وہ سب نگاہوں کو پاتے ہیں، اور وہ نہایت باریک بیں باخبر ہیں۔

تفسیر: أَدْرَكَ الشيئَ: کے معنی ہیں: پانا، حاصل کرنا، جیسے أَدْرَكَ الصلاةَ: نماز پالی، أدرك القطار: ٹرین پالی، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ادراک کی تفسیر ''احاطہ'' سے کی ہے، یعنی مخلوقات اس طرح اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں کہ وہ اس کی ذات کا احاطہ کرلیں، اور ان کی پوری حقیقت سمجھ جائیں۔

اس آیت کے ذیل میں تین مسئلے آتے ہیں:

پہلا مسئلہ: اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ ہے کہ اس عالم دنیا میں حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ اور زیارت نہیں ہوسکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ درخواست کی تھی کہ اے میرے رب! مجھے اپنی زیارت کرادیجئے تو جواب ملا تھا: ﴿لَنْ تَرَانِيْ﴾: آپ ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے (سورۃ الاعراف آیت ۱۴۳) ظاہر ہے جب موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر پیغمبر نہیں دیکھ سکتا تو کسی جنّ وبشر کی کیا مجال ہے کہ وہ اللہ پاک کو اس دنیا میں دیکھ سکے۔

دوسرا مسئلہ: آخرت میں مؤمنین کو اللہ پاک کی زیارت نصیب ہوگی، اور یہ مسئلہ بھی اہل حق کے نزدیک اجماعی ہے، کیونکہ قرآنِ کریم اور احادیث قویہ متواترہ سے یہ بات ثابت ہے، سورۃ القیامہ میں ہے: ''قیامت کے دن بہت سے چہرے تروتازہ (ہشاش بشاش) ہونگے، اور وہ اپنے رب کو دیکھنے والے ہونگے'' اور احادیث میں بھی یہ مضمون بہ صراحتِ تام آیا ہے، البتہ گمراہ فرقے (خوارج ومعتزلہ) آخرت میں بھی رویت کا انکار کرتے ہیں، اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ نگاہیں اللہ تعالیٰ کو نہیں پاسکتیں، پھر دیکھنا کیسے ممکن ہے؟ اور ان کے نزدیک آیت عام ہے، اس دنیا کے ساتھ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں، اور اہل حق کے نزدیک سورۃ القیامہ کی آیت کی وجہ سے آیت اس دنیا کی رویت کے ساتھ خاص ہے۔

تیسرا مسئلہ: شبِ معراج میں نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا یا نہیں؟ یہ مسئلہ صحابہ کے زمانہ سے اختلافی چلا آرہا ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما رویت کا انکار کرتے تھے، جیسا کہ باب کی روایت میں ہے، اور حضرت ابن عباسؓ رویت کے قائل تھے، پھر تابعین میں سے حضرت حسن بصری اور حضرت عروۃ رحمہما اللہ کی رائے بھی یہی تھی۔

اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ ذوجہتین ہے، چونکہ معراج جسمانی تھی، اس لئے دیکھنے والی نظر اس عالم کی نظر تھی، اور مکان (جگہ) چونکہ فوق السماوات تھا، اس لئے یہ معاملہ دوسرے عالم کا تھا، پس پہلی جہت سے یہ مسئلہ اس

آیت کے ذیل میں آتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے انکارِ رویت پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت مختلف ہے، ایک مرفوع روایت میں ہے: نورٌ أنّٰی أراہ: اللہ تعالیٰ نور ہیں، میں ان کو کیسے دیکھتا! اور دوسری مرفوع روایت میں ہے: رأیتُ نوراً: میں نے اللہ تعالیٰ کا نور دیکھا، اور یہ دونوں روایتیں مسلم شریف میں ہیں، اور مسلم شریف ہی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: رآہٗ بقلبه: یعنی وہ رویت قلبی کے قائل تھے، رویتِ بصری کے مدعی نہیں تھے، نیز حضرت ابن عباسؓ نے دیگر جن آیات سے استدلال کیا ہے وہ بھی محل نظر ہے، ان آیات کی صحیح تفسیر وہ ہے جو حضرت عائشہؓ نے بیان کی ہے، کیونکہ انھوں نے یہ بات نبی ﷺ سے دریافت کی ہے، اس لئے ان کی تفسیر مرفوع ہے۔ اور مسئلہ کا عمل سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے توقف بہتر ہے۔

حدیث: حضرت مسروق بن الاجدع: جن کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص تعلق تھا، جن کو حضرت عائشہؓ نے بیٹا بنایا تھا: کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھا تھا، پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''اے ابو عائشہ! تین باتیں ہیں: جو ان میں سے کوئی بھی بات بولتا ہے: وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام لگاتا ہے:

۱- جو کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے: اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام لگایا (یہ دیگر صحابہ کے بیان پر نقد ہے) اور حضرت عائشہؓ نے دو آیتوں سے استدلال کیا:

پہلی آیت: سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۳ ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کو نگاہیں نہیں پاسکتیں، اور وہ سب نگاہوں کو پاتے ہیں، اور وہ نہایت باریک بیں بڑے باخبر ہیں'' اس آیت سے استدلال اوپر آگیا کہ چونکہ دیکھنے والے نظر اس عالم کی چیز تھی، اس لئے رویت ممکن نہیں تھی۔

دوسری آیت: سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۱ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے (رودررو) کلام فرمائیں، ہاں الہام کے ذریعہ یا پردے کی اوٹ سے'' (کلام فرماسکتے ہیں) اور نبی ﷺ بھی بشر تھے، اس عالم میں بھی اور معراج میں بھی، پس رویت اور رودررو کلام کیسے ممکن ہوسکتا ہے!

مسروق کہتے ہیں: میں ٹیک لگائے ہوئے تھا، پس میں سیدھا بیٹھ گیا، اور میں نے عرض کیا: اے ام المؤمنین! مجھے آپ مہلت دیں، اور مجھے آپ جلدی نہ کرائیں (یعنی آگے دوسری بات ابھی نہ فرمائیں، مجھے یہ مسئلہ بوجھنے دیں، مجھے اس مسئلہ کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا ہے) کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے: ''اور انھوں نے ان کو ایک دفعہ اور بھی دیکھا ہے'' (سورۃ النجم آیت ۱۳) ''اور انھوں نے ان کو صاف آسمان کے کنارے پر دیکھا ہے'' (سورۃ التکویر آیت ۲۳) (یہ دونوں حضرت ابن عباسؓ کے استدلالات ہیں، جو مسروق نے پیش کئے ہیں، انھوں نے دونوں آیتوں میں رآہٗ کی ضمیر مفعول کا مرجع اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے، یعنی نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں بخدا! پہلی وہ شخص ہوں جس نے ان آیتوں کے بارے میں رسول اللہ

ﷺ سے پوچھا ہے، آپؐ نے فرمایا: ''وہ جبرئیل ہی تھے، میں نے ان کو ان کی اس صورت پر نہیں دیکھا جس پر وہ پیدا کئے گئے ہیں، علاوہ ان دومرتبہ کے، میں نے ان کو آسمان سے اترتا ہوا دیکھا، درانحالیکہ ان کی خلقت کی بڑائی آسمان وزمین کے درمیان کو بھرنے والی تھی'' (یہ حدیث مرفوع ہے، پس ہُ کا مرجع متعین ہوگیا، اور حضرت ابن عباسؓ کا استدلال محل نظر ہوگیا)

۲- اور جو کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے کوئی چیز چھپائی ہے، اس وحی میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نازل کی ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام لگایا، اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ (آیت ۶۷) میں فرماتے ہیں: ''اے رسول! جو کچھ آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے: آپؐ وہ سب کچھ پہنچا دیجئے'' (یہ شیعوں کے پروپیگنڈے کا رد ہے کہ قرآن کے دس پارے آپؐ نے امت کو نہیں پہنچائے، خاص اپنے خاندان کو دیئے ہیں، جو امام غائب لے کر غائب ہوگئے ہیں)

۳- اور جو شخص کہتا ہے کہ آپ ﷺ جانتے تھے جو کچھ آئندہ کل ہونے والا ہے: تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام لگایا، جبکہ اللہ تعالیٰ سورۃ النمل (آیت ۶۵) میں فرماتے ہیں: ''جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں: ان میں سے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا'' (یہ بریلویوں کے عقیدہ کا رد ہے وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جمیع ما کان وما یکون کا علم دیدیا ہے، سبحانك هذا بهتانٌ عظيم!)

[۳۰۹۲-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ، نا دَاوُدُ بْنُ أَبِيْ هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: يَا أَبَا عَائِشَةَ! ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ:

[۱-] مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحمدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ، وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ، وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾

وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَنْظِرِيْنِيْ وَلَا تُعْجِلِيْنِيْ، أَلَيْسَ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَقُوْلُ: ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى﴾ ﴿وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾؟

قَالَتْ: أَنَا وَاللّٰهِ أَوَّلُ مَنْ سَأَلَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ هٰذَا، قَالَ: '' إِنَّمَا ذٰلِكَ جِبْرِيْلُ، مَا رَأَيْتُهُ فِيْ الصُّوْرَةِ الَّتِيْ خُلِقَ فِيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ، رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ، سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ''

[۲-] وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحمداً كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ، يَقُوْلُ اللّٰهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾

[۳-] وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ، فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿لَايَعْلَمُ مَنْ فِيْ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَمَسْرُوْقُ بْنُ الْأَجْدَعِ: يُكْنَى أَبَا عَائِشَةَ.

لغات: الفِرْيَةُ: جھوٹ، جھوٹا الزام، جمع فِرًى...... أَنْظِرِيْنِيْ: از باب افعال: أَنْظَرَ فلاناً: کسی کو غور کرنے کا موقع دینا...... لاتُعْجِلِيْنِيْ: از باب افعال: أَعْجَلَ فلاناً: کسی سے جلدی کرانا، غور وفکر کا موقعہ نہ دینا...... سَادٌّ: اسم فاعل: بھرنے والا...... عِظَمُ: سَادّ کا فاعل ہے، عظم: صغر کی ضد ہے...... اور یہ حدیث متفق علیہ ہے...... اور مسروق نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا، اس لئے ان کی کنیت ابو عائشہ ہے۔

۵- مردار کی حرمت پر اعتراض کا جواب

ماکول اللحم دموی جانور کی حلت کے لئے دو شرطیں ہیں: شرعی طور پر ذبح کرنا، اور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا، اگر ان میں سے ایک بھی شرط فوت ہو جائے تو وہ جانور حرام ہے...... اور پہلی شرط اس لئے ہے کہ دم مسفوح جو صحت کے لئے انتہائی مضر ہے: نکل جائے، اور دوسری شرط اس لئے ہے کہ قربانی کی دو قسمیں ہیں: خاص اور عام، قربانی کے دنوں میں اور حج کے موقعہ پر جو قربانیاں کی جاتی ہیں وہ خاص قربانیاں ہیں، اور پورے سال کھانے کے لئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں وہ عام قربانی ہے، اور ان کی قربانی کی صورت یہی ہے کہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا جائے...... اس لئے مردار اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ تفصیل میری تفسیر ہدایت القرآن میں سورۃ الحج کی تفسیر میں ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے، اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم کھائیں اس کو جس کو ہم مار ڈالیں، اور ہم نہ کھائیں اس کو جس کو اللہ تعالیٰ ماریں؟ (یہ شبہ درحقیقت مشرکین کا تھا، انھوں نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ مسلمان اپنے مارے ہوئے کو یعنی ذبح کئے ہوئے جانور کو تو کھاتے ہیں اور اللہ کے مارے ہوئے کو یعنی مردار کو حرام کہتے ہیں، یہ کیسی الٹی بات ہے؟ مشرکین کا یہ شبہ بعض مسلمانوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو) اللہ تعالیٰ نے ﴿فَكُلُوْا﴾ سے ﴿لَمُشْرِكُوْنَ﴾ تک چار آیتیں نازل فرمائیں۔

فرمایا: ”سو تم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے، اگر تمہارا اس کے حکموں پر ایمان ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ تم نہیں کھاتے اس جانور میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے، البتہ اگر تم اس کے کھانے پر مجبور ہو جاؤ (تو وہ حلال ہے) اور بہت سے لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے غلط خیالات کے ذریعہ بغیر تحقیق کے، اور اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتے ہیں۔ اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ واور باطنی گناہ کو بھی چھوڑو، جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ اور اس جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، بیشک اس کا کھانا گناہ کا کام ہے اور شیاطین اپنے رفیقوں

کے دل میں (شبہات) ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں، اور اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم بھی یقیناً مشرک ٹھہرے!

حاصل جواب: یہ ہے کہ تم مسلمان ہو، اللہ کے احکام کا التزام کئے ہوئے ہو، اور اللہ تعالیٰ نے حرام وحلال کی تفصیل بتادی ہے، پس اس پر چلتے رہو، اور حلال پر حرام ہونے کا، اور حرام پر حلال ہونے کا شبہ مت کرو، اور مشرکین کے وساوس کی طرف التفات نہ کرو (بیان القرآن)

[۳۰۹۳-] حدثنا مُحمدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ الْحَرَشِيُّ، نَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَكَّائِيُّ، نَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَى نَاسٌ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! أَنَأْكُلُ مَا نَقْتُلُ، وَلاَ نَأْكُلُ مَا يَقْتُلُ اللّٰهُ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ:﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِيْنَ﴾ إلى قَوْلِهِ ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً.

۶- احکام عشرة پر مشتمل آیات کی اہمیت

سورۃ الانعام کی تین آیتیں (آیات ۱۵۱-۱۵۳) نہایت اہم آیتیں ہیں، ان میں دس احکام مذکور ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی اہمیت درج ذیل روایت میں ظاہر کی ہے۔

حدیث: حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: جس کو خوش کرے یہ بات کہ دیکھے وہ اس صحیفہ کو جس پر حضرت محمد ﷺ کی مہر لگی ہوئی ہے تو چاہئے کہ وہ یہ (تین) آیتیں پڑھے: ﴿قُلْ: تَعَالَوْا أَتْلُ مَاحَرَّمَ رَبُّكُمْ﴾ سے ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ تک۔

تشریح: مہری کاغذ کی اہمیت ہر شخص جانتا ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے اس تعبیر سے ان آیاتِ پاک کی اہمیت ظاہر کی ہے۔ اور ان آیتوں میں جو دس احکام ہیں، وہ یہ ہیں: ۱- اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت واطاعت میں کسی کو ساجھی نہ ٹھہرانا ۲- والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ۳- فقر وافلاس کی وجہ سے اولاد کو قتل نہ کرنا ۴- بے حیائی کے کاموں سے دور رہنا، نہ علانیہ وہ کام کرنا نہ پوشیدہ طور پر ۵- کسی کو ناحق قتل نہ کرنا ۶- یتیم کا مال ناحق طور پر نہ کھانا ۷- ناپ تول میں کمی نہ کرنا ۸- انصاف کی بات کہنا، اگرچہ وہ قرابت دار کے خلاف پڑے ۹- اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا ۱۰- صراطِ مستقیم کو اپنانا اور دوسری راہوں پر نہ چلنا...... اور سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع میں بھی ایسے ہی اہم بارہ احکام ہیں، جن کی تفصیل ہدایت القرآن میں ہے۔

[۳۰۹۴-] حدثنا الفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ، نَا مُحمدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ دَاوُدَ الْأَوْدِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ،

عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى الصَّحِيْفَةِ الَّتِيْ عَلَيْهَا خَاتَمُ مَحمدٍ صلى الله عليه وسلم، فَلْيَقْرَأْ هٰؤُلَآءِ الآيَاتِ: ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَاحَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

۷- قیامت کی ایک نشانی: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے

سورۃ الانعام کا بڑا حصہ مشرکین عرب کے عقائد واعمال کی اصلاح اوران کے شبہات وسوالات کے جواب میں نازل ہوا ہے۔اورآخر میں (آیت ۱۵۸ میں) ارشادِ پاک ہے: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلاَئِكَةُ، أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ، أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيٰتِ رَبِّكَ﴾: نہیں انتظار کرتے وہ مگراس کا کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یاان کے پاس آپ کارب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے یعنی سورج مغرب سے نکل آئے، پہلی حدیث میں یہی تفسیر آئی ہے اور یہ تفسیر بطور مثال ہے، اس میں حصر نہیں، کیونکہ آگے آیت ہے: ﴿يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ آيٰتِ رَبِّكَ لاَيَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ اس کی تفسیر میں دوسری حدیث میں یہ ارشادِ نبوی آیا ہے کہ تین چیزیں ہیں: جب وہ نکلیں گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہیں آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا: اور وہ تین چیزیں: دجال، دابۃ الارض اورسورج کا مغرب سے نکلنا ہیں (جب یہ علامتیں پائی جائیں گی تو ایمان اورتوبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا)

[۳۰۹۵-] حدثنا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا أَبِيْ، عَنْ ابنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالىٰ: ﴿أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ﴾ قَالَ: "طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا" هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

[۳۰۹۶-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "ثَلاَثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَمْ يَنْفَعْ نَفْسًا إِيْمَانُهَا، لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ: الدَّجَّالُ، وَالدَّابَّةُ، وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا أَوْ: مِنَ الْمَغْرِبِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۸- نیکی کا کریمانہ اور گناہ کا منصفانہ ضابطہ

سورۃ المائدۃ (آیت ۱۶۰) میں یہ ضابطہ بیان ہوا ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا، وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلاَ يُجْزٰى إِلَّا مِثْلَهَا، وَهُمْ لاَيُظْلَمُوْنَ﴾: جو شخص کوئی نیکی لایا تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے، اور جو کوئی برائی لایا تو وہ نہیں سزا دیا جائے گا مگراس کے برابر، اوروہ لوگ ظلم نہیں کئے جائیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں، اوران کا ارشاد برحق ہے کہ جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم (اے فرشتو!) اس کے لئے ایک نیکی لکھ لو، پھر اگر وہ اس کو کرے تو اس کے لئے اس کا دس گنا لکھو، اور جب وہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اس کو (ابھی) مت لکھو، پھر اگر وہ برائی کرے تو تم اس کو اس کے مانند لکھو، یعنی ایک ہی گناہ لکھو' اور کبھی فرمایا: ''پھر اگر وہ اس کو نہ کرے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھو' پھر آپؐ نے مذکورہ آیت پڑھی۔

تشریح: نیکی کا اجر بڑھانا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں، اور گناہ کی سزا بڑھانا ظلم ہے، اور اللہ کی بارگاہ میں ظلم کا گذر نہیں، چنانچہ نیکی کا پختہ ارادہ کرتے ہی ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے، پھر چاہے وہ کسی مانع کی وجہ سے نیکی نہ کر سکے۔ اور جب نیکی کر لیتا ہے تو کم از کم دس گنا اجر لکھا جاتا ہے............ اور برائی کا پختہ ارادہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا، اور برائی کرنے پر ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے، بلکہ اگر اللہ سے ڈر کر گناہ سے باز آجائے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور کسی مانع کی وجہ سے گناہ نہ کر سکے تو نہ نیکی لکھی جاتی ہے، نہ گناہ۔

[۳۰۹۷-] حدثنا ابنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْیَانُ، عَنْ أَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ:'' قَالَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتعَالٰی، وَقَوْلُهُ الْحَقُّ: إِذَا هَمَّ عَبْدِیْ بِحَسَنَةٍ، فَاكْتُبُوْهَا لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَإِذَا هَمَّ بِسَیِّئَةٍ فَلاَ تَكْتُبُوْهَا، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا بِمِثْلِهَا، فَإِنْ تَرَكَهَا، وَرُبَّمَا قَالَ: فَإِنْ لَمْ یَعْمَلْ بِهَا، فَاكْتُبُوْهَا لَهُ حَسَنَةً، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

وَمِنْ سُوْرَةِ الأعراف

سورۃ الاعراف کی تفسیر

۱-ذراسی تجلی نے پہاڑ کے پرخچے اڑادیئے

سورۃ الاعراف (آیت ۱۴۳) میں ہے کہ طور پہاڑ پر تورات عطا فرمانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دن کے لئے بلایا گیا، جب مدت پوری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے لطف و عنایت کی باتیں کیں، اس موقعہ پر انھوں نے شدتِ اشتیاق سے درخواست کی کہ پروردگار! مجھے اپنا جلوہ دکھائیں، میں آپ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں، اُدھر سے جواب ملا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے (دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار عقلاً ممکن ہے، جبھی موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی تھی، مگر شرعاً ممتنع ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان بلکہ اس دنیا کی ہر مخلوق ضعیف ہے، وہ تجلی کو سہار نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ کی جانب میں کوئی استحالہ نہیں، ورنہ لن اُری فرماتے کہ میں دیکھا نہیں جاسکتا، پھر ارشاد فرمایا:) لیکن تم

سامنے والے پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہے تو تم بھی عنقریب مجھے دیکھوگے: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا، وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا﴾: پھر جب موسیٰ کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کے پرخچے اڑ گئے، اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے! اور یہ اقل قلیل تجلی تھی، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے مذکورہ آیت تلاوت فرما کر ہاتھ کی چھوٹی انگلی (خنصر) کے سرے پر انگوٹھا رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کا صرف اتنا سا حصہ ظاہر کیا گیا تھا جس سے پہاڑ دھنس گیا، اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے!

[۸-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْأَعْرَافِ

[۳۰۹۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى: رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا﴾ قَالَ حَمَّادٌ: هٰكَذَا، وَأَمْسَكَ سُلَيْمَانُ بِطَرْفِ إِبْهَامِهِ عَلَى أَنْمُلَةِ أُصْبُعِهِ الْيُمْنٰى، قَالَ: "فَسَاخَ الْجَبَلُ، وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حديثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ.

حدثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ، نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

حدیث کا لفظی ترجمہ: نبی ﷺ نے آیت: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا﴾ پڑھی، حماد نے اشارہ کیا: اس طرح (یہ اشارہ درحقیقت نبی ﷺ نے فرمایا تھا) اور سلیمان بن حرب نے اپنے انگوٹھے کے کنارے سے اپنی دائیں انگلی کے پورے کو پکڑا (پھر) نبی ﷺ نے فرمایا: "پس پہاڑ دھنس گیا، اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے" (سَاخَتْ قوائِمُه: پیروں کا زمین میں دھنس جانا)

۲- عہد الست کی تفصیل

سورۃ الاعراف (آیات ۱۷۲ و ۱۷۳) میں عہدِ الست کا ذکر ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰی أَنْفُسِهِمْ، أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ، قَالُوْا بَلٰى، شَهِدْنَا، أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ () أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ، أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾

ترجمہ: اور جب لیا آپؐ کے پروردگار نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو، اور گواہ بنایا ان کو ان کی ذاتوں پر یعنی خود انہی سے قول وقرار لیا، پوچھا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم اقرار

کرتے ہیں (کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں، اور یہ قول وقرار اس لئے لیا تھا کہ) کہیں تم قیامت کے دن یہ کہنے نہ لگو کہ ہم کو اس کی یعنی صرف اللہ کے معبود ہونے کی کچھ خبر نہ تھی (اس لئے ہم شرک میں مبتلا ہوگئے) یا یہ کہنے نہ لگو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا، اور ہم تو ان کے پیچھے ان کی اولاد تھے، تو کیا آپ ہمیں سزا دیں گے، اس کام کی جو گمراہوں نے کیا؟ یعنی عادۃً اصل کا اثر نسل میں آتا ہے، اس لئے ہم بے خطا ہیں۔

پہلی حدیث: میں عہدِ الست کی یہ تفصیل آئی ہے: مسلم بن یسار جُہنی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا: آپؓ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: آپؐ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا: آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پھر ان کی پیٹھ پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا، تو اس سے ایک ذریت نکالی، پس فرمایا: ان لوگوں کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا ہے، اور یہ لوگ جنت ہی کے کام کریں گے، پھر ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو اس سے ایک دوسری ذریت نکالی، پس فرمایا: ان لوگوں کو میں نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، اور یہ لوگ جہنم ہی کے کام کریں گے''

پس ایک آدمی نے عرض کیا: پھر عمل کس لئے ہے، اے اللہ کے رسول! پس آپؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا فرماتے ہیں تو وہ اہل جنت ہی کے کام کرنے لگتا ہے، یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کسی ایسے عمل پر ہوتا ہے جو جنت والوں کا کام ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوزخ کے لئے بناتے ہیں تو وہ دوزخ ہی کے کاموں میں لگ جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کسی ایسے عمل پر ہوتا ہے جو جہنمیوں کا کام ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے، کیونکہ مسلم کی حضرت عمرؓ سے ملاقات نہیں، اور امام مالکؒ نے یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے، مگر ابوداؤد میں مسلم اور حضرت عمرؓ کے درمیان نُعیم بن ربیعہ کا واسطہ ہے، اور یہ دونوں راوی اعلی درجہ کے نہیں، اس لئے حدیث صرف حسن ہے، مگر یہ حدیث دوسری بہت سی صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس لئے مضمونِ حدیث صحیح ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا، پس ان کی پیٹھ سے گر پڑی ہر وہ جان جس کو اللہ تعالیٰ قیامت تک آدم کی نسل سے پیدا کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''نور کی ایک چمک'' گردانی، پھر ان کو آدمؑ کے سامنے پیش کیا، آدمؑ نے پوچھا: اے میرے رب! یہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ آپ کی نسل ہیں، پھر آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا، پس آپ کو پسند آئی وہ چمک جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان تھی، پس عرض کیا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ آپ کی نسل میں سے آخر زمانہ کا ایک آدمی ہے، جس کا نام داؤدؑ ہے، آدمؑ نے پوچھا: اے میرے

رب! اور آپ نے اس کی کتنی عمر تجویز فرمائی ہے؟ فرمایا: ساٹھ سال، آدمؑ نے عرض کیا: اے میرے رب! اس کی زندگی میں میری عمر میں سے چالیس سال کا اضافہ فرمادیں۔

پھر جب آدم علیہ السلام کی زندگی پوری ہوگئی تو ان کے پاس ملک الموت آئے، آدمؑ نے کہا: کیا میری زندگی کے ابھی چالیس سال باقی نہیں؟ فرشتہ نے کہا: کیا آپ وہ اپنے بیٹے داوٗدؑ کو نہیں دے چکے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس آدمؑ نے انکار کیا، پس ان کی نسل نے بھی انکار کیا، اور آدمؑ بھول گئے، پس ان کی نسل بھی بھولی، اور آدمؑ سے چوک ہوگئی، پس ان کی نسل سے بھی چوک ہوگئی!''

تشریح: ان دونوں حدیثوں کی شرح میں چند باتیں عرض ہیں:

۱- احادیث میں ذریت کو آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے لینے یعنی نکالنے کا ذکر ہے، اور مذکورہ آیت میں اولادِ آدمؑ کی پیٹھ سے نکالنے کا تذکرہ ہے۔ اور تطبیق اس کی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ان لوگوں کو نکالا گیا تھا جو بلا واسطہ آدم علیہ السلام سے پیدا ہونے والے تھے، پھر ان کی نسل کی پشت سے دوسروں کو، اسی طرح جس ترتیب سے اس دنیا میں اولاد آدم پیدا ہونے والی تھی، اسی ترتیب سے ان کی پشتوں سے نکالا گیا تھا (معارف القرآن) یعنی آدھا مضمون قرآن میں ہے اور آدھا حدیثوں میں۔ اور صورتِ واقعہ دونوں سے مل کر مکمل ہوتی ہے۔

۲- پہلے (تحفہ ۵: ۴۸۷) یہ بات آچکی ہے کہ تقدیر کے مسئلہ کی دو جانبیں ہیں: ایک: اللہ کی جانب ہے کہ سب کچھ ازل سے طے شدہ ہے، اور ہر چیز اللہ تعالیٰ ازل سے جانتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہیں ہوگا تو اللہ کا علم ناقص ہوگا۔ مگر یہ صرف عقیدہ ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت ہے .... اور دوسری: بندوں کی جانب ہے، جو عمل کی جانب ہے، یعنی ہم کو یہ حکم ہے کہ ہم اپنے اختیار تمیزی سے اچھے کام کریں، تاکہ اچھے انجام سے ہم کنار ہوں، کیونکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے، یہاں ہر چیز کا سبب ہے، جس سے مسببات وجود میں آتے ہیں، اور تقدیر الٰہی میں صرف مسببات نہیں ہیں، بلکہ اسباب بھی ہیں، پس جو جنت میں جائے گا وہ اس کے اسباب کی وجہ سے جائے گا، اور جو جہنم میں جائے گا وہ بھی اس کے اسباب کی وجہ سے جائے گا، چنانچہ پہلی حدیث میں پہلے نبی ﷺ نے تقدیر الٰہی کی پہلی جانب بیان فرمائی کہ جنت میں جانے والے اور جہنم میں جانے والے ازل سے طے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان سب کو ازل سے جانتے ہیں، چنانچہ پہلی مرتبہ میں آدم کی پشت سے جنتی نکالے گئے، اور دوسری مرتبہ میں جہنمی .... پھر جب ایک صحابی نے سوال کیا — اور یہ سوال خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا — تو آپؐ نے تقدیر کے مسئلہ کی دوسری جانب ان کے سامنے رکھی کہ جنت وجہنم انسان کے اختیاری اعمال کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں، اور انسان اسی جانب کا مکلّف ہے۔

۳- عہدِ الست میں جو ذریت نکالی گئی تھی وہ صرف ارواح نہیں تھیں، بلکہ ان کے ساتھ مثالی اجسام بھی تھے، حدیث میں کأمثال الذُّر آیا ہے، یعنی وہ ارواح چھوٹی چیونٹیوں کی شکل میں تھیں، علاوہ ازیں احادیث میں ان کے رنگ سیاہ

وسفید مذکور ہیں یا ان کی پیشانی کی چمک کا تذکرہ ہے، اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ارواح بلا اجسام نہیں تھیں، کیونکہ روح کا کوئی رنگ نہیں ہوتا، یہ اوصاف جسم کے ساتھ ہی قائم ہوتے ہیں۔ البتہ اس وقت یہ خاکی اجسام نہیں تھے۔

۴- عہد الست میں جو اقرار ربوبیت لیا گیا تھا اس کا مقصد معرفت کا بیج دل میں ڈالنا تھا، اور یہ بات بالخاصہ اثر رکھنے والی ہے، پس وہ واقعہ کسی کو یاد ہو یا نہ ہو، اپنا اثر ضرور دکھاتا ہے، چنانچہ ہر انسان کی فطرت میں حق تعالیٰ کی جو محبت وعظمت پائی جاتی ہے وہ اسی واقعہ کا اثر ہے .... اور بالخاصہ اثر کی مثال: نومولود کے کان میں اذان واقامت کہنا ہے، بچہ اگرچہ اس وقت ان کلمات کے معانی نہیں جانتا، نہ بڑے ہونے کے بعد کسی کو یاد ہے کہ اس کے کان میں اذان واقامت کہی گئی تھی؟ مگر اقرار ازلی کو قوت پہنچانے کے لئے کانوں کی راہ سے جو ایمان کی تخم ریزی کی جاتی ہے وہ بڑے ہونے کے بعد اپنا رنگ دکھاتی ہے۔

[۳۰۹۹-] حدثنا الأَنْصارِيُّ، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِيْ أُنَيْسَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مَنْ بَنِىْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ، أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى شَهِدْنَا، أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ﴾ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سُئِلَ عَنْهَا، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ، ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِيْنِهِ، فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً، فَقَالَ: خَلَقْتُ هٰؤُلاءِ لِلْجَنَّةِ، وَبِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ، ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ، فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً، فَقَالَ: خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ، وَبِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ"

فَقَالَ الرَّجُلُ: فَفِيْمَ الْعَمَلُ؟ يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللّٰهَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُدْخِلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ، وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ، فَيُدْخِلَهُ اللّٰهُ النَّارَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَمُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُمَرَ، وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُهُمْ فِىْ هٰذَا الإِسْنَادِ بَيْنَ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ وَبَيْنَ عُمَرَ رَجُلاً.

[۳۱۰۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، نَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ، فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَىْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبِيْصًا مِنْ نُوْرٍ، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلٰى آدَمَ، فَقَالَ: أَىْ رَبِّ! مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ، فَرَأَى رَجُلاً مِنْهُمْ، فَأَعْجَبَهُ

وَبِيْصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ! مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا رَجُلٌ مِنْ آخِرِ الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ، يُقَالُ لَهُ دَاوُدُ، قَالَ: رَبِّ وَكَمْ جَعَلْتَ عُمُرَهُ؟ قَالَ: سِتِّيْنَ سَنَةً، قَالَ: أَيْ رَبِّ! زِدْهُ مِنْ عُمُرِيْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً.

فَلَمَّا انْقَضٰى عُمْرُ آدَمَ جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ، فَقَالَ: أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمُرِيْ أَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: أَوَلَمْ تُعْطِهَا لِابْنِكَ دَاوُدَ؟ قَالَ: فَجَحَدَ آدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَنَسِيَ آدَمُ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَخَطِئَ آدَمُ فَخَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وقد رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِيْ هريرةَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

۳- اللہ کی بخشی ہوئی اولاد میں غیر اللہ کو ساجھی بنانا

سورۃ الاعراف (آیت ۱۸۹و۱۹۰) میں عام انسانوں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا، فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهِ، فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۞ فَلَمَّا آتٰـهُمَا صَالِحًا جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيْمَا آتٰـهُمَا، فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ترجمہ: اللہ وہی ہیں جنھوں نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ اس کو اس کے پاس پہنچ کر سکون حاصل ہو، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا تو اسے ہلکا سا حمل رہ گیا، پس وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں نے اپنے پالنہار اللہ کو پکارا کہ اگر آپ ہم کو بھلی چنگی اولاد عنایت فرمائیں گے تو ہم آپ کے شکر گزار ہونگے ۞ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلی چنگی اولاد عنایت فرمائی تو گردانے دونوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے بھاگیدار اس اولاد میں جو اللہ نے ان کو عنایت فرمائی تھی، سو اللہ تعالیٰ برتر ہیں ان کے شریک ٹھہرانے سے!

اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل حدیث آئی ہے:

حدیث: حضرت سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب دادی حواء رضی اللہ عنہا کے حمل ٹھہرا تو ان کے پاس ابلیس آیا، اور حضرت حواء کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، پس شیطان نے کہا: آپ اس کا نام عبدالحارث رکھیں، چنانچہ دادی نے اس کا نام عبدالحارث رکھا، پس وہ زندہ رہا، اور تھا یہ نام رکھنا شیطان کے اشارے سے اور اس کے حکم سے۔

تشریح: یہ حدیث پرلے درجہ کی ضعیف ہے، اور اندیشہ ہے کہ موضوع ہو، اس میں درج ذیل خرابیاں ہیں:

۱- عبدالصمد بن عبدالوارث کے شاگرد محمد بن المثنی نے اس کو مرفوع کیا ہے، یعنی نبی ﷺ کا قول قرار دیا ہے، جبکہ عبدالصمد کے دیگر تلامذہ اس کو مرفوع نہیں کرتے، بلکہ حضرت سمرۃ کا قول قرار دیتے ہیں (یہ بات امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کی ہے) اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے، بلکہ حضرت سمرہؓ کی تفسیر ہے، اور ایسی ہی تفسیر حضرت ابیؓ سے بھی مروی ہے۔

۲- اس حدیث کا راوی عمر بن ابراہیم عبدی بصری اگرچہ فی نفسہ صدوق (معمولی ثقہ راوی) ہے، مگر قتادہ کی روایتوں میں ضعیف ہے، امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هو یروی عن قتادة مناکیر، یُخَالَفُ: ابراہیم: حضرت قتادہ سے منکر (نہایت ضعیف) حدیثیں روایت کرتا ہے، اور وہ مخالفت کیا جاتا ہے، یعنی قتادہ کے دوسرے تلامذہ اس کے خلاف روایت کرتے ہیں۔ اور یہی بات ابن عدی نے بھی کہی ہے، اس لئے ابراہیم کی یہ روایت لینے کے قابل نہیں۔

۳- حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے —— جو یہ حدیث حضرت سمرۃ سے روایت کرتے ہیں —— آیت کی تفسیر اس حدیث کے خلاف کی ہے، انھوں نے ایک روایت میں عام کفار کو اس کا مصداق قرار دیا ہے (کانوا فی بعض أهل الملل، ولیس بآدم) (هذا فی الکفار، یدعون الله، فإذا آتاهما صالحا هَوَّدُوْا ونَصَّرُوْا) پس اگر یہ حدیث حضرت حسنؒ کے پاس ہوتی تو وہ اس کے خلاف دوسری تفسیر نہ کرتے۔

۴- حضرت ابن عباسؓ نے بھی آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ آدم علیہ السلام نے شرک نہیں کیا، بلکہ آیت کا شروع کا حصہ شکر پر مشتمل ہے۔ اور آخری حصے میں بعد کے لوگوں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے (ما أشرك آدم، إن أولها شکر، وآخرها مَثَلٌ ضربه لمن بعده) (یہ سب تفسیریں درمنثور میں ہیں)

آیت کا شروع کا حصہ: ہمارے اکابر نے آیت کے ابتدائی حصہ کو حضرت آدم وحواء سے متعلق کیا ہے، فوائد شبیری میں ہے: ”بیشک ابتداءً: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ میں بطور تمہید آدم وحواء کا ذکر تھا، مگر اس کے بعد مطلق مرد وعورت کے ذکر کی طرف منتقل ہوگئے، اور ایسا بہت جگہ ہوتا ہے کہ شخص کے ذکر سے جنس کے ذکر کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں“ ...... لیکن اگر اس کو شکر کا عام مضمون قرار دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے، تو یہ اور بھی اچھی بات ہوگی، اس صورت میں آیت کے ابتدائی حصہ کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم کو نفسِ انسانی سے پیدا کیا، کسی اور نفسِ حیوانی سے پیدا نہیں کیا، یعنی تمہیں اشرف المخلوقات بنایا...... پھر دوسرا احسان یہ فرمایا کہ اس کا جوڑا بھی اسی جنس سے بنایا، تاکہ تھکے ماندے مرد کو اہلیہ کے پاس پہنچ کر سکون ملے، اگر جوڑا خلافِ جنس سے بنادیا جاتا تو یہ راحت وسکون کہاں نصیب ہوتا؟ لیکن ناہنجار انسان نے ان دونوں نعمتوں کا شکر کس طرح ادا کیا؟ اس طرح کہ جب زوجین میں مقاربت ہوئی اور حمل ٹھہرا، تو شروع شروع میں تو حمل کا پتہ ہی نہیں چلا، عورت حسب معمول چلتی پھرتی رہی، مگر جب پیٹ بھاری ہوگیا، اور حمل کا یقین ہوگیا تو لگے دونوں گڑگڑانے کہ پروردگار! اگر آپ ہمیں بھلا چنگا بچہ دیں گے تو ہم شکر گذار ہونگے، مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس تیسری نعمت سے بھی بہرہ ور فرمادیا تو دونوں نے اللہ کے لئے ساجھی بنائے اس بچہ میں جو اللہ نے ان کو دیا یعنی اس تیسری نعمت کی اس طرح ناشکری کی کہ کسی نے تو عقیدہ جمالیا کہ یہ اولاد فلاں زندہ یا مردہ ولی نے ہمیں دی ہے، اور کسی نے غیر اللہ کی نذر ونیاز شروع کردی، اور کسی نے بچہ کو لے جاکر کسی چوکھٹ کے سامنے اس کی پیشانی ٹیک دی، اور کسی نے بچہ کا نام ایسا رکھ دیا جس سے شرک کی بوآتی

ہے، جیسے نبی بخش، غلام رسول، اور غلام جیلانی وغیرہ، غرض مانگا اللہ سے، دیا اللہ نے اور نام لگا دیا غیروں کے!

[۳۱۰۱-] حدثنا مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّی، نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، نَا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ، عَنْ قَتَادَۃَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: " لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا إِبْلِیْسُ، وَکَانَ لَایَعِیْشُ لَهَا وَلَدٌ، فَقَالَ: سَمِّیْهِ عَبْدَ الْحَارِثِ، فَسَمَّتْهُ عَبْدَ الْحَارِثِ، فَعَاشَ، وَکَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَحْیِ الشَّیْطَانِ وَأَمْرِهِ"

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حدیثِ عُمَرَ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ، عَنْ قَتَادَۃَ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَلَمْ یَرْفَعْهُ.

ملحوظہ: امام ترمذیؒ نے حدیث کی تحسین کی ہے، مگر طلبہ جانتے ہیں کہ امام ترمذیؒ کا حسن: فن کے حسن سے فروتر ہوتا ہے۔ امام ترمذیؒ کا حسن: ضعیف حدیث کے ساتھ جمع ہوتا ہے، اس لئے امام ترمذی کی تحسین سے دھوکہ نہ کھائیں۔

وَمِنْ سُوْرَۃِ الأنفال

سورۃ الانفال کی تفسیر

۱- مالِ غنیمت اللہ اور رسول کے لئے ہے

غزوۂ بدر کفر واسلام کا پہلا معرکہ تھا، جب اس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور کچھ مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو صحابہ کرام میں اس کی تقسیم کے سلسلہ میں نزاع پیش آیا، اس کی تفصیل حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جس کا امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب میں حوالہ دیا ہے، یہ حدیث مسند احمد اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے:

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں: ہم سب غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے، دونوں فریقوں میں گھمسان کی جنگ کے بعد دشمن پسپا ہو گیا، اور ہمارے لشکر کے تین حصے ہو گئے: کچھ لوگوں نے دشمن کا تعاقب کیا، تاکہ وہ پھر واپس نہ آئیں، اور کچھ لوگ کفار کے چھوڑے ہوئے سامان کے جمع کرنے میں لگ گئے، اور کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع رہے تاکہ چھپا ہوا دشمن ناگہانی حملہ نہ کر دے، جب جنگ ختم ہو گئی، اور رات کو ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو جن لوگوں نے مالِ غنیمت جمع کیا تھا: کہنے لگے کہ یہ مال تو ہم نے جمع کیا ہے، اس لئے اس میں ہمارے سوا کسی کا حصہ نہیں، اور جو لوگ دشمن کے تعاقب میں گئے تھے، انھوں نے کہا کہ تم لوگ ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں، کیونکہ ہم نے ہی دشمن کو پسپا کیا تھا، اور تمہارے لئے یہ موقع فراہم کیا تھا کہ تم بے فکر ہو کر مالِ غنیمت جمع کر لو، اور جو لوگ آپ ﷺ کی

حفاظت کے لئے آپؐ کے گرد جمع رہے تھے، انھوں نے کہا کہ ہم چاہتے تو ہم بھی مالِ غنیمت جمع کرنے میں تمہارے ساتھ شریک ہوسکتے تھے، مگر ہم آنحضرت ﷺ کی حفاظت میں مشغول رہے، جو جہاد کا سب سے اہم مقصد تھا، اس لئے ہم بھی اس کے مستحق ہیں، جب یہ گفتگو رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو درج ذیل آیت نازل ہوئی: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ، قُلِ: الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ، وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ، وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾

ترجمہ: لوگ آپؐ سے غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں؟ آپ کہہ دیں: مالِ غنیمت اللہ کا اور رسول کا ہے، پس تم اللہ سے ڈرو، اور آپس میں صلح کرو، اور اللہ کا اور اللہ کے رسول کا حکم مانو اگر تم ایماندار ہو (اس آیت کے نزول پر نبی ﷺ نے مالِ غنیمت تمام لوگوں پر مساوی تقسیم فرمایا، یعنی تینوں فریقوں کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا)

دوسرا واقعہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر میں میرے بھائی عمیر شہید ہوگئے، میں نے ان کے بدلے میں سعید بن العاص کو قتل کردیا، اور اس کی تلوار لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں چاہتا تھا کہ وہ تلوار مجھے مل جائے، مگر آپؐ نے حکم دیا کہ اسے مالِ غنیمت میں جمع کردو، مجھے دھچکا لگا کہ میرا بھائی شہید ہوگیا، اور میں نے اس کے قاتل کو مار گرایا، اور اس کی تلوار حاصل کرلی، مگر وہ بھی مجھ سے لے لی گئی، مگر میں تعمیل ارشاد کے لئے مجبور تھا، جب میں وہ تلوار مالِ غنیمت میں جمع کرنے کے لئے چلا تو ابھی دور نہیں گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی، اور آپؐ نے مجھے بلوا کر وہ تلوار مجھے عنایت فرمادی (اس طرح روایت مسند احمد میں ہے)

[۹-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْأَنْفَالِ

[۳۱۰۲-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ، جِئْتُ بِسَيْفٍ، فَقُلْتُ: يارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَفَى صَدْرِىْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ - أَوْ: نَحْوَ هٰذَا - هَبْ لِىْ هٰذَا السَّيْفَ، فَقَالَ: "هٰذَا لَيْسَ لِىْ وَلَالَكَ" فَقُلْتُ: عَسَى أَنْ يُعْطَى هٰذَا مَنْ لَايُبْلِى بَلَائِىْ، فَجَاءَ نِىْ الرَّسُوْلُ، فَقَالَ: "إِنَّكَ سَأَلْتَنِىْ وَلَيْسَ لِىْ، وَإِنَّهُ قَدْ صَارَ لِىْ، وَهُوَ لَكَ" قَالَ: فَنَزَلَتْ: ﴿يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ﴾ الآية.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ سِمَاكٌ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ أَيْضًا، وفى البابِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ.

حدیث کا ترجمہ: حضرت سعدؓ کہتے ہیں: جب بدر کا دن تھا تو میں تلوار لے کر آیا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو مشرکوں سے شفا بخشی ــــ یا ایسا ہی کوئی جملہ کہا ــــ پس یہ تلوار مجھے عنایت فرمائیں! نبی ﷺ نے فرمایا: "تلوار نہ میری ہے نہ آپ کی" میں نے (دل میں) کہا: اب یہ تلوار اس شخص کو دی جائے گی جس نے جنگ

میں میرے جیسی بہادری نہیں دکھائی (اَبْلَی فی الأمر: پوری کوشش کرنا۔اَبْلَی فی الحرب: جنگ میں پوری بہادری دکھانا) پس میرے پاس قاصد آیا، پس آپؐ نے فرمایا: ''تم نے مجھ سے (یہ تلوار) مانگی تھی، درانحالیکہ وہ میرے لئے نہیں تھی، اور اب وہ میرے لئے ہوگئی ہے، اس لئے اب وہ آپ کے لئے ہے'' حضرت سعدؓ کہتے ہیں؛ پس آیت: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ﴾ نازل ہوئی (یہ تقدیم وتاخیر ہے، آیت پہلے نازل ہوئی تھی، اور اس کی رو سے آپؐ کو اختیار مل گیا تھا، چنانچہ آپؐ نے وہ تلوار حضرت سعدؓ کو عنایت فرمائی)

۲- دعائے نبوی کی برکت سے جنگِ بدر میں فرشتوں کی کمک آئی

بدر کا معرکہ اسلام کا پہلا معرکہ تھا، مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی، ان کی نفری صرف تین سو تیرہ تھی، اور سب بے سروسامان تھے، کیونکہ وہ مقابلہ کے لئے تیار ہوکر نہیں نکلے تھے، اور ان کے مقابلہ میں تگنی تعداد کا لشکر جرّار تھا، جو پورے ساز وسامان کے ساتھ اور ہتھیاروں سے لیس ہوکر نکلا تھا، اس لئے مسلمانوں کے لئے یہ سخت آزمائش کی گھڑی تھی۔ چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان میں صفیں درست فرمالیں، تو آپؐ اس جھونپڑی میں تشریف لے گئے جو آپؐ کے قیام کے لئے صحابہ نے میدانِ بدر میں تیار کی تھی۔ آپؐ نے وہاں پروردگار عالم سے خوب گڑگڑا کر دعا کی، آپ نے عرض کیا: ''اے اللہ! آپ نے مجھ سے جو عدہ کیا ہے اس کو پورا فرمائیں! اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عہد اور وعدے کا سوال کرتا ہوں! اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو آپ کی عبادت نہ کی جائے گی! اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو آج کے بعد کبھی آپ کی عبادت نہ کی جائے!''...... اس طرح خوب تضرع سے دعا کی، یہاں تک کہ آپؐ کی چادر مبارک آپ کے دونوں کندھوں سے گرگئی...... جب دیر ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے، چادر درست کی اور عرض پرداز ہوئے: ''اے اللہ کے رسول! آپؐ نے بڑے الحاح کے ساتھ اپنے رب سے دعا کرلی، اب بس کریں، اللہ آپ کو رسوا نہیں کرے گا، اللہ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا۔ اسی وقت وحی آئی کہ ''میں ایسے ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے'' کیونکہ کفار کی تعداد ایک ہزار تھی...... اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپر سے باہر تشریف لائے، آپؐ نے زرہ پہن رکھی تھی، آپؐ پُرجوش آگے بڑھ رہے تھے، اور فرما رہے تھے: ''عنقریب یہ جتھ شکست کھائے گا، اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا!''...... پھر جنگ شروع ہوئی، اور چند لمحوں میں فیصلہ ہوگیا، چودہ صحابہ شہید ہوئے اور ستر کافر مارے گئے اور اتنے ہی قید ہوئے، یہ نصرتِ خداوندی کا کرشمہ تھا۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا، درانحالیکہ وہ ایک ہزار تھے، اور آپؐ کے ساتھی تین سو دس اور کچھ زیادہ تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے لمبے کئے، اور اپنے پروردگار کو پکارنا شروع کیا: ''الٰہی! آپ میرے لئے اپنا وہ وعدہ پورا فرمائیں جو آپ نے

مجھ سے کیا ہے، الٰہی! اگر آپ مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کردیں تو زمین میں کوئی آپ کی عبادت کرنے والا نہ ہوگا"...... آپ برابر اپنے رب کو پکارتے رہے، قبلہ کی طرف دونوں ہاتھ لمبے کر کے، یہاں تک کہ آپ کی چادر شانے سے گر گئی...... پس آپ کے پاس ابوبکرؓ آئے، اور انھوں نے آپ کی چادر لی، پس اس کو آپ کے شانوں پر ڈال دیا، پھر پیچھے سے انھوں نے آپ کو اپنی باہوں میں بھرلیا، اور عرض کیا: "اے اللہ کے نبی! کافی ہوگئی آپ کے لیے آپ کی اپیل اپنے پروردگار سے! پس بیشک وہ عنقریب پورا کریں گے آپ کے لیے اپنے اس وعدے کو جو انھوں نے آپ سے کیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ ترجمہ: یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے پروردگار سے، پس جواب دیا اللہ نے تمہیں کہ میں کمک بھیجنے والا ہوں، تمہارے لئے ایک ہزار فرشتوں کی جو سلسلہ وار چلے آئیں گے...... اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں فرشتوں کے ذریعہ اضافہ فرمایا...... امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ واقعہ جنگِ بدر کے موقعہ پر پیش آیا تھا۔

تشریح: یہاں دو سوال حل طلب ہیں:

پہلا سوال: فرشتوں کی تعداد یہاں ایک ہزار ہے، اور سورۃ آل عمران (آیات ۱۲۴و۱۲۵) میں تین ہزار اور پانچ ہزار ہے، اس اختلافِ عدد کا کیا جواب ہے؟

جواب: جنگ بدر میں ایک ہزار فرشتے آئے تھے، جس کا تذکرہ یہاں ہے، اور جنگ احد میں تین ہزار فرشتے اترے تھے، اور پانچ ہزار کا وعدہ اس تقدیر پر تھا کہ کفار اسی وقت پلٹ جائیں، مگر وہ نہیں پلٹے، مسلمانوں نے حمراء الاسد تک ان کا تعاقب کیا، چنانچہ انھوں نے مکہ پہنچ کر دم لیا۔ سورۃ آل عمران میں یہ مضمون: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾ سے متصل آیا ہے، اس لئے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بدر میں آنے والی کمک کا ذکر ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں، وہ احد میں اترنے والے فرشتوں کا ذکر ہے، ملائکہ بدر و احد کے علاوہ غزوۂ حنین میں بھی اترے ہیں، جس کا تذکرہ سورۃ التوبہ (آیت ۲۶) میں ہے۔

دوسرا سوال: نزول ملائکہ کی کیا حکمت ہے؟ کیا وہ جنگ کرتے ہیں؟ اگر وہ لڑتے ہیں تو ایک فرشتہ کفار کے لئے کافی ہے، اتنی بڑی تعداد کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: نزول ملائکہ کی حکمت قرآنِ کریم میں سورۃ الانفال اور سورۃ آل عمران میں مذکور ہے: ﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ، وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوْبُكُمْ، وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے بھیجی ہے کہ وہ بشارت ہو، اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو قرار آئے، اور نصرت تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، وہ زبردست حکمت والے ہیں۔ یہی مضمون آل عمران (آیت ۱۲۶) میں بھی ہے۔ یعنی ملائکہ عموماً لڑتے نہیں، وہ مجاہدین کے کاموں میں کمک پہنچاتے ہیں، فوج کی نفری بڑھاتے ہیں، اور کفار کو نظر آتے ہیں، تاکہ ان

پر دہشت طاری ہو: ﴿سَأُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الرُّعْبَ﴾ کا یہی مطلب ہے، اور آج فرشتے دشمن کا بم ناکارہ کردیتے ہیں یا ایسی جگہ گرادیتے ہیں جہاں مسلمانوں کا نقصان نہ ہو، اور مسلمانوں کی میزائل ٹھکانے پر گراتے ہیں، اور اس قسم کے دوسرے کام کرتے ہیں، مثلاً مجاہدین کا حوصلہ بڑھاتے ہیں، اور ان کو میدان میں جماتے ہیں۔

حجۃ اللہ کی شرح رحمۃ اللہ (۱: ۲۱۹) میں ہے: ''دوگروہ باہم بھڑتے ہیں، فرشتے آتے ہیں، ایک گروہ کے دل میں شجاعت اور جوانمردی کے خیالات پیدا کرتے ہیں، اور موقعہ کے مناسب ایسی باتیں اور ایسے خیالات دل میں پیدا کرتے ہیں کہ ان میں بہادری کی روح دوڑ جاتی ہے، اور یہ فرشتے فتح وظفر کے وسائل اور تدبیریں بھی الہام کرتے ہیں، ان کے تیر وتفنگ اور اسلحہ جات میں قوت پیدا کرتے ہیں، جس سے ان کی کامیابی یقینی ہوجاتی ہے، اور دوسرے گروہ کے دل میں اس کے برخلاف جذبات ابھارتے ہیں تاکہ جو کچھ منشا خداوندی ہے وہ پورا ہوجائے''

[۳۱۰۳-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ الْيَمَامِيُّ، نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، نَا أَبُوْ زُمَيْلٍ، ثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ، ثَنِىْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: نَظَرَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ، وَهُمْ أَلْفٌ، وَأَصْحَابُهُ ثَلاثُمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً، فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ، وَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ: ''اَللّٰهُمَّ ! أَنْجِزْ لِىْ مَاوَعَدْتَّنِىْ، اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الإِسْلاَمِ لاَتُعْبَدْ فِى الْأَرْضِ'' فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتَّى سَقَطَ رِدَاؤُهُ مِنْ مَنْكِبَيْهِ، فَأَتَاهُ أَبُوْ بَكْرٍ فَأَخَذَ رِدَاءَ هُ، فَأَلْقَاهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَرَائِهِ، وَقَالَ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! كَفَاكَ مُنَاشَدَتَكَ رَبَّكَ، فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ، فَاسْتَجَابَ لَكُمْ: أَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ فَأَمَدَّهُمُ اللّٰهُ بِالْمَلاَئِكَةِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ مِنْ حديثِ عُمَرَ إِلَّا مِنْ حديثِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ أَبِىْ زُمَيْلٍ، وَأَبُوْ زُمَيْلٍ: اسْمُهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: وَإِنَّمَا كَانَ هٰذَا يَوْمَ بَدْرٍ.

لغات: هَتَفَ به: کسی کو پکارنا، بلانا......أَنْجَزَ الشيئَ: پورا کرنا، پایۂ تکمیل کو پہنچانا......المناشدة: اپیل، نَاشَدَهُ مناشدة: مطالبہ کرنا، اپیل کرنا......التزمه: ان سے اپنا بدن لگالیا، باہوں میں لے لیا......اور مناشدتك: کفاك کا فاعل بھی ہوسکتا ہے اور مفعول بھی، بہتر مفعول بنانا ہے......اور دعا اگرچہ نبی ﷺ نے مانگی تھی مگر وہ سب صحابہ کی طرف سے بھی تھی، اس لئے ﴿تَسْتَغِيْثُوْنَ﴾ جمع کا صیغہ آیا ہے۔

۳- حضرت عباس کا آیتِ کریمہ سے عجیب استنباط

سورۃ الانفال کی آیت ۷ ہے: ﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ

تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ﴾ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا کہ وہ تمہارے لئے ہے، اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آجائے، اور اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کریں اور کافروں کی جڑ بنیاد اکھاڑ دیں!

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ جنگ بدر سے فارغ ہوگئے تو آپؐ سے کہا گیا: آپؐ تجارتی قافلہ کو جا پکڑیں، اس سے ورے کوئی چیز مانع نہیں یعنی اب اس کا پکڑنا آسان ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس آپؐ کو حضرت عباسؓ نے پکارا، درانحالیکہ وہ اپنی قید میں تھے: ''ایسا کرنا ٹھیک نہیں!'' اور انھوں نے کہا: ''اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وہ چیز دیدی جس کا آپؐ سے وعدہ کیا ہے'' پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''آپ نے سچ کہا!'' یعنی آیتِ کریمہ سے یہ استنباط بالکل صحیح ہے۔

تشریح: تجارتی قافلہ سے مراد: ابوسفیان کا تجارتی قافلہ ہے، اسی کو بچانے کے لئے مکہ سے ایک ہزار کفار نکلے تھے، جو میدانِ بدر میں کام آگئے، اور تجارتی قافلہ راستہ بدل کر بچ گیا، جب آپؐ جنگ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ اب تجارتی قافلہ کا تعاقب کیا جائے، اب اس کو پکڑنے میں کوئی مانع نہیں، حضرت عباسؓ نے منع کیا، وہ اگرچہ دل سے مسلمان تھے، مگر لحاظ میں کفار کے ساتھ آئے تھے اور گرفتار ہوئے تھے، انھوں نے اس اقدام سے منع کیا اور آیت سے یہ بات مستنبط کی، چنانچہ نبی ﷺ نے ان کی بات مان لی اور تجارتی قافلہ کا تعاقب نہیں کیا۔

[٣١٠٤-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا فَرَغَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ بَدْرٍ، قِيْلَ لَهُ: عَلَيْكَ الْعِيْرَ، لَيْسَ دُوْنَها شَيْئٌ، قَالَ: فَنَادَاهُ الْعَبَّاسُ، وَهُوَ فِيْ وَثَاقِهِ: لايَصْلُحُ، وَقَالَ: لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَعَدَكَ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَقَدْ أَعْطَاكَ مَا وَعَدَكَ، قَالَ:" صَدَقْتَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

۴- جب تک امت استغفار کرتی رہے گی: عذاب سے محفوظ رہے گی

سورۃ الانفال (آیت ۳۲) میں کفارِ مکہ کی یہ دعا ہے کہ الٰہی! اگر یہ دینِ اسلام واقعی دین برحق ہے، تو پھر ہمیں مہلت کیوں مل رہی ہے؟ ہم پر پتھر کیوں نہیں برسائے جاتے؟ یا کسی اور دردناک عذاب میں ہمیں کیوں مبتلا نہیں کیا جاتا؟......

اور آیت ۳۳ میں اس کا جواب ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان لوگوں میں آپؐ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں، اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے والے ہیں درانحالیکہ وہ استغفار کرتے ہوں ...... یعنی نزولِ عذاب سے دو چیزیں مانع ہیں: ایک: ان کے درمیان نبی ﷺ کا وجود مبارک، دوم: ان کا استغفار کرنا (وہ لوگ طواف وتلبیہ وغیرہ میں غفرانك کہتے تھے) یہ دونوں امان کفار کے

ساتھ خاص نہیں، امتِ اجابہ یعنی مسلمانوں کے لئے بھی یہ دونوں امان ہیں، درج ذیل حدیث اس کی دلیل ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر (سورۃ الانفال کی آیت ۳۳ میں) میری امت (اجابہ) کے لئے دوامان (سامانِ حفاظت) اتارے ہیں، فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے کہ لوگوں میں آپؐ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں، اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیں گے، درانحالیکہ وہ گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہوں پس جب میں (دنیا سے) چلا جاؤنگا تو ان میں استغفار کو قیامت تک کے لئے چھوڑ جاؤنگا'' (پس جب تک مسلمان اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کرتے رہیں گے عذاب سے محفوظ رہیں گے)

[۳۱۰۵-] حدثنا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا ابنُ نُمَيْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ يُوْسُفَ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ أَبِيْ مُوْسى، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ أَمَانَيْنِ لِأُمَّتِيْ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ فَإِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيْهِمُ الِاسْتِغْفَارَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

هذا حديثٌ غريبٌ، وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ يُضَعَّفُ فِيْ الحديثِ.

۵- سامانِ جنگ میں تیراندازی کی اہمیت

سورۃ الانفال (آیت ۶۰) میں حکم ہے کہ کفار کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے سامانِ جنگ تیار کرو، پھر سامانِ جنگ کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا ہے: یعنی مقابلہ کی قوت جمع کرو (من قوة: ما کا بیان ہے) اور نبی ﷺ نے درج ذیل حدیث میں ''قوت'' کی تفسیر تیراندازی سے فرمائی ہے، اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے:

حدیث: حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منبر پر یہ آیت پڑھی: ﴿وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ اور فرمایا: ''سنو! بیشک قوت تیراندازی ہے — یہ بات تین بار فرمائی — سنو! بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لئے زمین کو فتح کریں گے، یعنی فتوحات کا دور دورہ ہوگا، اور تم عنقریب محنت سے بے نیاز کردیئے جاؤگے، یعنی کام کرنے کے لئے نوکر چاکر ہوجائیں گے، پس ہرگز عاجز نہ رہ جائے تم میں سے کوئی اس بات سے کہ وہ اپنے تیروں سے دل بہلائے'' یعنی فرصت کے اُن لمحات کو غنیمت جاننا اور تیراندازی کی خوب مشق کرنا۔

تشریح: لفظ قوت ایک جامع لفظ ہے، ہر طرح کا جنگی سامان، اسلحہ، ایٹمی قوت، ٹینک، لڑاکا طیارے، آب دوز کشتیاں، بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آہن پوش کروزر، میزائل وغیرہ سب اس لفظ کے تحت آجاتے ہیں، اور نبی ﷺ نے مذکورہ ارشاد میں اپنے زمانہ کے مؤثر ترین جنگی سامان کو قوت کا مصداق قرار دیا ہے، اس زمانہ میں تیراندازی: ہتھیاروں میں سب سے زیادہ کارگر تھی، پس مسلمانوں کو یہ نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ سامانِ جنگ میں اہمیت ان اسلحہ کو

حاصل ہے جومقابل پر کاری ضرب لگا سکیں، اور دشمن کے پاس اس کا توڑ نہ ہو۔

[۳۱۰۶-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نا وَكِيْعٌ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ رَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ هٰذِهِ الآيَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ: ﴿وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ قَالَ: أَلَا! إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - أَلَا! إِنَّ اللهَ سَيَفْتَحُ لَكُمُ الأَرْضَ، وَسَتُكْفَوْنَ الْمَؤُوْنَةَ، فَلَا يَعْجِزَنَّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَلْهُوَ بِأَسْهُمِهِ"

وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَحَدِيْثُ وَكِيْعٍ أَصَحُّ، وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ لَمْ يُدْرِكْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَقَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ.

۶- اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے آیا ہوا نوشتہ (قطعی حکم) کیا ہے؟

سورۃ الانفال کی آیات (۶۷-۶۹) ہیں: ﴿مَاكَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِيْ الْأَرْضِ، تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا، وَاللهُ يُرِيْدُ الآخِرَةَ، وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۞لَوْلَا كِتٰبٌ مِنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلاً طَيِّبًا، وَاتَّقُوْا اللهَ، إِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ ترجمہ: کسی بھی نبی کی شایانِ شان یہ بات نہیں کہ اس کے لئے قیدی ہوں، جب تک وہ زمین میں اچھی طرح قتل نہ کرلے، تم دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو، اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑی حکمت والے ہیں ۞ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نوشتہ (قطعی حکم) پہلے سے نہ آیا ہوتا تو جو مال تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے تم پر کوئی بھاری عذاب واقع ہو جاتا ۞ پس جو کچھ تم نے غنیمت میں پایا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں درج ذیل دو روایتیں آئی ہیں:

حدیث (۱): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث مرفوع روایت کرتے ہیں کہ ”نہیں حلال کی گئیں غنیمتیں تم سے پہلے کسی بھی کالے سر والوں کے لئے، آسمان سے آگ اترتی تھی پس وہ غنیمت کو کھا جاتی تھی“

تشریح: یہ مرفوع حدیث صحیح ہے، غنیمت کی حلّت ہمارے نبی ﷺ کی دیگر انبیاء پر، اور آپؐ کی امت کی دیگر امتوں پر برتری کے قبیل سے ہے، مسلم شریف میں روایت ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں چھ باتوں کے ذریعہ دوسرے انبیاء پر برتری دیا گیا ہوں“ ان میں سے تیسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ ”میرے لئے غنیمت کو حلال کیا گیا ہے“ اور نبی کی برتری میں امت کی برتری مضمر ہوتی ہے (تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ ۲: ۵۰۸ قسم اول، مبحث ۶ باب ۲۰ میں ہے)

باقی روایت: امام سلیمان اعمش رحمہ اللہ نے کہا: پس اب کون کہتا ہے یہ بات مگر ابو ہریرۃ: پس جب بدر کا دن آیا

تو لوگ غنیمتوں میں پڑ گئے اس سے پہلے کہ غنیمت ان کے لئے حلال کی جاتی، پس اللہ تعالیٰ نے اتارا: ﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نوشتہ پہلے سے نہ آیا ہوتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے: اس میں تم پر کوئی بھاری عذاب واقع ہو جاتا۔ یعنی تم نے جو حلّت غنیمت سے پہلے بدر میں غنیمتیں جمع کیں وہ تمہارا سخت قابلِ سرزنش عمل تھا۔

تشریح: اب یعنی مذکورہ حدیث کی روشنی میں، کون کہتا ہے یہ بات مگر ابو ہریرہؓ یعنی آگے جو تفسیر آرہی ہے وہ حضرت ابو ہریرہؓ ہی کرتے ہیں، دوسرا کوئی یہ تفسیر نہیں کرتا۔ اور یہ تفسیر صحیح نہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ غنیمت گذشتہ امتوں کے لئے حلال نہیں تھی، نبی ﷺ کی امت ہی کے لئے حلال کی گئی ہے، مگر جنگ بدر تک غنیمت کی حلّت نازل نہیں ہوئی تھی، اس کی کوئی دلیل نہیں، اور اس تفسیر پر ﴿كِتٰبٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ﴾ کا مصداق: نفس الامر میں غنیمت کی حلّت ہوگی، مگر یہ بات بھی صحیح نہیں، آگے ﴿فِيمَا أَخَذْتُمْ﴾ آرہا ہے، یعنی جو مال تم نے (فدیہ میں) لیا ہے، اس سے بھی یہ بات بے جوڑ ہے، پس آیات کی صحیح تفسیر وہ ہے جو دوسری حدیث میں آرہی ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب بدر کا دن آیا، اور قیدی لائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپ حضرات کیا کہتے ہیں ان قیدیوں کے بارے میں؟'' — پھر ابن مسعودؓ نے حدیث میں لمبا مضمون بیان کیا — پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز چھٹکارا نہ پائے ان میں سے کوئی مگر فدیہ کے ساتھ یا گردن مارنے کے ساتھ'' یعنی یا تو فدیہ دے یا گردن ماردی جائے گی ...... ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سہیل بن بیضاء کو مستثنیٰ فرمادیں، کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے، یعنی وہ پہلے سے مسلمان تھے، نماز پڑھتے تھے، اور بدر کی جنگ میں وہ زبردستی لائے گئے تھے ...... ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس رسول اللہ ﷺ خاموش رہے ...... ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس نہیں دیکھا میں نے مجھ کو کسی دن میں زیادہ ڈرنے والا اس بات سے کہ مجھ پر آسمان سے پتھر برسیں: مجھ سے اس دن میں یعنی یہی ایک دن ایسا تھا کہ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں آسمان سے مجھ پر پتھر نہ برسیں، کیونکہ اس وقت نبی ﷺ جلال میں تھے، اور مذکورہ ارشاد فرمایا تھا، اور ابن مسعودؓ نے گویا اس کی مخالفت کی تھی، اور ایک شخص کو مستثنیٰ کرنے کی درخواست کی تھی، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خاموشی سے سہم گئے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مگر سہیل بن بیضاء مستثنیٰ ہیں'' یعنی درخواست قبول فرمالی، اور آپؐ نے سہیل کو مستثنیٰ کردیا، تب ابن مسعودؓ کی جان میں جان آئی ...... ابن مسعودؓ کہتے ہیں: اور قرآن حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق اترا: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ سے تین آیتوں کے ختم تک۔

تشریح: حدیث کے اس آخری جزء کی وضاحت یہ ہے کہ جب بدر کے قیدیوں کا مسئلہ پیش ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لائے کہ آپ صحابہ کو دو باتوں میں اختیار دیں: اگر وہ چاہیں تو قیدیوں کو قتل کر کے دشمن کی شوکت کو ہمیشہ

کے لئے ختم کردیں، اوراگروہ چاہیں تو فدیہ (جنگ کا ہرجانہ) لےکران کو چھوڑ دیں، مگراس صورت میں آئندہ سال اتنے ہی مسلمان شہید ہونگے ...... اس وحی میں ہلکا سا اشارہ تھا کہ یہ دوسری صورت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ...... پھر حضرت عمر اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے رائے دی کہ قیدیوں میں سے جو جس کا عزیز ہے وہی اس کو قتل کرے تاکہ مشرکوں کو معلوم ہوجائے کہ ہمارے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت: قرابت داری سے زیادہ ہے ...... اور صدیق اکبر اور دوسرے صحابہ نے مشورہ دیا کہ فدیہ لےکران کو آزاد کردیا جائے، تاکہ مسلمان جنگ کا ساز وسامان درست کرسکیں ...... رحمتِ عالَم نے یہ دوسری رائے پسند کی اور فدیہ لےکر چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمادیا ...... اس پر یہ تین آیتیں اتریں، ان آیتوں نے حضرت عمرؓ کے موقف کی تائید کی، مگر جو فیصلہ کیا گیا تھا اس کو برقرار رکھا ...... اس تفسیر پر: ﴿کِتٰبٌ مِنَ اللّٰہِ سَبَقَ﴾ کا مصداق وہ وحی غیر متلو ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے تھے، یعنی چونکہ پہلے صحابہ کو اختیار دیا جاچکا تھا اس لئے اس منشأ خداوندی کے خلاف فیصلہ پر گرفت نہیں کی گئی، اور ﴿فِیْمَا أَخَذْتُمْ﴾ اور ﴿مِمَّا غَنِمْتُمْ﴾ کا مصداق زرِ فدیہ ہے (باقی آیات کی تفسیر ہدایت القرآن میں دیکھیں)

[۳۱۰۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، أَخْبَرَنِیْ مُعَاوِیَةُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَائِدَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ ھریرةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ:" لَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحدٍ سُوْدِ الرُّؤُوْسِ مِنْ قَبْلِکُمْ، کَانَتْ تَنْزِلُ نَارٌ مِنَ السَّمَاءِ فَتَأْکُلُھَا"

قَالَ سُلَیْمَانُ الْأَعْمَشُ: فَمَنْ یَقُوْلُ ھٰذَا إِلَّا أَبُوْ ھُرَیْرَةَ الآنَ: فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ بَدْرٍ: وَقَعُوْا فِیْ الْغَنَائِمِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ لَھُمْ، فَأَنْزَلَ اللّٰہُ: ﴿لَوْلَا کِتَابٌ مِنَ اللّٰہِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ھٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[۳۱۰۸-] حدثنا ھَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِیَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَمَّا کَانَ یَوْمُ بَدْرٍ، وَجِیْءَ بِالْأُسَارٰی، قَالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَاتَقُوْلُوْنَ فِیْ ھٰؤُلَاءِ الْأُسَارٰی؟" - فَذَکَرَ فِی الْحَدِیْثِ قِصَّةً - فَقَالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم:" لَایَنْفَلِتَنَّ أَحَدٌ مِنْھُمْ إِلَّا بِفِدَاءٍ، أَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ" فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: فَقُلْتُ: یَارسولَ اللّٰہِ! إِلَّا سُھَیْلَ بْنَ بَیْضَاءَ، فَإِنِّیْ سَمِعْتُہُ یَذْکُرُ الإِسْلَامَ، قَالَ: فَسَکَتَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: فَمَا رَأَیْتُنِیْ فِیْ یَوْمٍ أَخْوَفَ أَنْ تَقَعَ علَیَّ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ مِنِّیْ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ، حَتّٰی قَالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم:" إِلَّا سُھَیْلَ بْنَ الْبَیْضَاءِ"

قَالَ: وَنَزَلَ الْقُرْآنُ بِقَوْلِ عُمَرَ: ﴿مَاکَانَ لِنَبِیٍّ أَنْ یَکُوْنَ لَہٗ أَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْأَرْضِ﴾ إلی آخِرِ الآیَاتِ. ھٰذَا حدیثٌ حسنٌ، وَأَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ أَبِیْہِ.

چند وضاحتیں:

۱- پہلی حدیث میں سُوْدِ الرُّؤُوْسِ: أَحَدٍ کی صفت کاشفہ ہے، جو تزئینِ کلام کے لئے لائی گئی ہے، اور کالے سروالوں سے مراد انسان ہیں۔ سورۃ الانعام (آیت ۳۸) میں ﴿يَطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ اور حدیث جمعہ میں: طَلَعَتْ فيه الشمس اور قریشی عورتوں کے تذکرہ میں رَكِبْنَ الإبلَ: ایسی ہی صفاتِ کاشفہ ہیں، جو تزئین کلام کے لئے لائی گئی ہیں ......اور پہلی حدیث میں: فلما كان يوم بدر إلخ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے، حدیث نہیں ہے۔

۲- دوسری حدیث: پہلے بھی اسی سند سے مختصراً آئی ہے (حدیث ۱۷۰۴ تحفہ ۴: ۶۳۱) اور اس میں جو لمبا مضمون ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ سے بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں مشورہ کیا، یہ مفصل مضمون بغوی میں ہے، اور وہاں سے تحفۃ الاحوذی (۳: ۳۷) میں نقل ہوا ہے۔

۳- دوسری حدیث میں سہیل بن بیضاء کا ذکر ہے، یہ دو بھائی تھے: سہل اور سہیل، دونوں مسلمان ہوئے تھے، اور نبی ﷺ کے زمانہ میں دونوں کا انتقال ہوگیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے دونوں کا جنازہ مسجد نبوی میں پڑھا تھا۔ اور اس حدیث میں سہل کا ذکر ہونا چاہئے تھا، وہی ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں، اور حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تھا، جنگ بدر میں وہ مجبور کر کے لائے گئے تھے، چنانچہ ابن مسعودؓ کی شہادت پر ان کو فدیہ سے مستثنیٰ کردیا گیا۔

ترکیب: دوسری حدیث میں: رَأَيْتُني: میں تُ فاعل ہے، نون وقایہ کے لئے ہے اور ی مفعول اول ہے اور أخوف (اسم تفضیل) مفعول ثانی ہے، اور منی میں من تفضیلیہ ہے اور أَنْ سے پہلے من جارہ محذوف ہے، اور في ذلك اليوم: أخوف کا ظرف ہے۔

وَمِنْ سُوْرَةِ التوبة

سورۃ التوبہ کی تفسیر

۱- انفال و براءت کے درمیان بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کس چیز نے آپ حضرات کو ابھارا کہ آپ لوگوں نے انفال کا قصد کیا — درانحالیکہ وہ مثانی میں سے ہے — اور براءت کا قصد کیا — درانحالیکہ وہ مئین میں سے ہے — پس آپ حضرات نے دونوں کو ملایا، اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی، اور آپ حضرات نے ان کو لمبی سات سورتوں میں رکھا؟ کس چیز نے آپ حضرات کو ایسا کرنے پر ابھارا؟

......پس حضرت عثمانؓ نے فرمایا: نبی ﷺ تھے کہ بیت جاتا تھا آپ پر زمانہ، درانحالیکہ آپؐ پر متعدد سورتیں اتاری جاتی تھیں، یعنی متعدد سورتوں کے نزول کا سلسلہ ایک ساتھ جاری رہتا تھا، اور عرصہ دراز گذرنے پر وہ سورتیں مکمل ہوتی تھیں۔ پس جب آپؐ پر کوئی چیز اترتی تو آپؐ بعض لکھنے والے صحابہ کو بلاتے، اور فرماتے: ان آیتوں کو اُس سورت میں رکھو جس میں یہ اور یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح جب آپؐ پر ایک آیت اترتی تو بھی فرماتے: اس آیت کو اُس سورت میں رکھو جس میں ایسا اور ایسا مضمون ذکر کیا گیا ہے......اور سورۃ الانفال اُن ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی تھیں، اور سورۃ البراءت قرآن کی آخری سورتوں میں سے تھی، اور سورۃ البراءت کا مضمون سورۃ الانفال کے مضمون سے ملتا جلتا تھا، اس لئے میں نے گمان کیا کہ براءت: انفال میں سے ہے یعنی سورۃ البراءۃ: سورۃ الانفال کا جزء ہے، پس رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپؐ نے ہمارے لئے وضاحت نہیں فرمائی کہ براءت: انفال سے ہے، اس وجہ سے میں نے دونوں کو ملا دیا، اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی، پھر میں نے دونوں کو لمبی سورتوں میں رکھ دیا۔

تشریح:

۱- آیتوں کے کم وبیش ہونے کے اعتبار سے قرآن کی سورتیں چار قسموں میں منقسم ہیں: ۱- سبع طول: سات بڑی سورتیں، جو سورۃ بقرہ سے شروع ہوکر سورۂ توبہ پر ختم ہوتی ہیں ۲- مِئون (حالتِ رفعی میں) اور مِئین (حالتِ نصبی وجری میں) وہ سورتیں جن میں سو یا سو سے کچھ زائد آیتیں ہیں ۳- مثانی: مَثنٰی کی جمع: بار بار پھیری جانے والی سورتیں، یعنی وہ سورتیں جن میں سو سے کم آیتیں ہیں ۴- مفصلات: وہ سورتیں جن میں چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں، یہ سورۃ قٓ سے آخر تک ہیں (اور یہ بات اکثری ہے کلی نہیں) اور سورۃ الانفال میں ۷۵ آیتیں ہیں، پس وہ مثانی میں سے ہے، اور سورۃ البراءۃ میں ۱۲۹ آیتیں ہیں، پس وہ مِئین میں سے ہے، اور ان دونوں کا مجموعہ ۲۰۴ آیتیں ہیں، اس طرح وہ سبع طول میں شمار کی گئیں۔

۲- اوپر حدیث کا لفظی ترجمہ کیا ہے، اس سے بات سمجھ میں آجائے گی۔ البتہ حضرت عثمانؓ کا جواب شاید لفظی ترجمہ سے سمجھ میں نہ آئے، ان کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ قرآنِ کریم ۲۳ سال کے طویل عرصہ میں تھوڑا تھوڑا اترا ہے ایک ہی سورت کی آیتیں مختلف اوقات میں نازل ہوتی تھیں۔ اور جبرئیل امین جب وحی لے کر آتے تھے تو ساتھ ہی یہ حکم الٰہی بھی لاتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد رکھی جائے، اسی کے مطابق رسول اللہ ﷺ وحی لکھنے والوں سے لکھوا دیتے تھے۔

اسی طرح جب ایک سورت ختم ہوکر دوسری سورت شروع ہوتی تھی تو بسم اللہ نازل ہوتی تھی، جس سے سمجھ لیا جاتا تھا کہ پہلی سورت ختم ہوگئی، اور اب دوسری سورت شروع ہوئی، قرآنِ پاک کی تمام سورتوں میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

لیکن سورۂ توبہ کے شروع میں عام دستور کے مطابق بسم اللہ نازل نہیں ہوئی، نہ رسول اللہ ﷺ نے وحی لکھنے والوں کو یہاں بسم اللہ لکھنے کی ہدایت فرمائی، اس لئے دورِ عثمانی میں جب قرآنِ کریم کو کتابی صورت میں جمع کیا گیا تو یہ دیکھ کر کہ مضامین کے اعتبار سے سورۂ توبہ کی سورہ انفال سے مناسبت ہے اور دورِ نبوی میں یہ دونوں سورتیں قَرِیْنَتَیْن (ملی ہوئی) کہلاتی تھیں، اس لئے دونوں کو ساتھ ملایا گیا، اور نزول کے اعتبار سے سورۂ انفال مدنی زندگی کے آغاز میں غزوۂ بدر کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی، اور سورۂ توبہ مدنی زندگی کے بالکل آخری دور میں نازل ہوئی تھی، اس لئے دونوں کو ایک بھی نہیں کیا، اس طرح حضرت عثمانؓ اور تمام صحابہ کرام نے فیصلہ کیا کہ ان دونوں سورتوں کو ملا کر شروع کی سات بڑی سورتوں میں شمار کیا جائے، اور پہلے سورۂ انفال رکھی جائے اور اس کے بعد سورۂ توبہ، اور درمیان میں بسم اللہ نہ لکھی جائے، البتہ درمیان میں خالی جگہ چھوڑ دی جائے تا کہ دونوں سورتوں کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔

[١٠-] ومن سورة التوبة

[٣١٠٩-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، وَمُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِىْ عَدِيٍّ، وَسَهْلُ بْنِ يُوْسُفَ، قَالُوْا: نَا عَوْفُ بْنُ أَبِىْ جَمِيْلَةَ، ثَنِى يَزِيْدُ الفارسى، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: مَا حَمَلَكُمْ أَنْ عَمَدْتُّمْ إِلَى الْأَنفَالِ - وَهِىَ مِنَ الْمَثَانِىْ - وَإِلَى بَرَاءَ ةٍ - وَهِىَ مِنَ الْمِئِيْنَ - فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا، وَلَمْ تَكْتُبُوْا بَيْنَهُمَا سَطَرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرحمن الرحيم، وَوَضَعْتُمُوْهَا فِىْ السَّبْعِ الطُّوَلِ؟ مَا حَمَلَكُمْ عَلىٰ ذٰلِكَ؟

فَقَالَ عُثْمَانُ: كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِمَّا يَأْتِىْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ، وَهُوَ تُنْزَلُ عَلِيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ، فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عليهِ الشيئُ: دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ، فَيَقُوْلُ: ضَعُوْا هٰؤُلَاءِ الآيَاتِ فِىْ السُّوْرَةِ الَّتِىْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا، فَإِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ الآيَةُ، فَيَقُوْلُ: ضَعُوْا هٰذِهِ الآيَةَ فِىْ السُّوْرَةِ الَّتِىْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا، وَكَانَتِ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ، وَكَانَتْ بَرَاءَ ةُ مِنْ آخِرِ الْقُرْآنِ، وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا، فَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا، فَقُبِضَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا أَنَّهَا مِنْهَا، فَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، فَوَضَعْتُهَا فِىْ السَّبْعِ الطُّوَلِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حديثِ عَوْفٍ، عَنْ يَزِيْدَ الْفَارِسِيِّ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ؛ وَيَزِيْدُ الْفَارِسِيُّ: هُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ؛ وَيَزِيْدُ بْنُ أَبَانِ الرَّقَاشِيُّ: هُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، وَهُوَ أَصْغَرُ مِنْ يَزِيْدَ الْفَارِسِيِّ؛ وَيَزِيْدُ الرَّقَاشِيُّ إِنَّمَا يَرْوِىْ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

وضاحت: اس حدیث کی سند عوف بن ابی جمیلہ سے آخر تک ایک ہے......اور یزید فارسی تابعی بصری ہیں......
اور یزید بن ابان رقاشی بھی تابعی بصری ہیں، اور یزید فارسی سے چھوٹے ہیں اور یزید رقاشی: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔

۲- بڑا اور چھوٹا حج

عمرہ کو حج اصغر (چھوٹا حج) کہتے ہیں، اس لئے اس سے ممتاز کرنے کے لئے سورۃ البراءۃ (آیت ۳) میں حج کو حج اکبر کہا گیا ہے۔ پس ہر سال کا حج: حج اکبر ہوتا ہے، اور عوام میں جو مشہور ہے کہ جس سال جمعہ کے روز عرفہ ہو وہ حج اکبری ہوتا ہے، یہ عوامی بات ہے، شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں، البتہ جمعہ کے روز وقوفِ عرفہ ایک فضیلت رکھتا ہے مگر سورۃ البراءۃ میں جو الحج الأکبر آیا ہے: اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حدیث: حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے (آپؐ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے) پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمائی:

۱- پھر آپؐ نے پوچھا: ''کونسا دن حرمت وعظمت کے اعتبار سے سب سے بڑا دن ہے؟'' (اَحْرَمُ: اسم تفضیل ہے، اور آپؐ نے یہ سوال تین مرتبہ کیا) پس لوگوں نے جواب دیا: بڑے حج کا دن (عظمت وحرمت کے اعتبار سے سب سے بڑا دن ہے) اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: ''بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں، جیسے اس دن کی حرمت، تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں یعنی جس طرح حج کے دنوں میں، حرم شریف میں اور ماہ ذی الحجہ میں حرمتیں پامال کرنا جائز نہیں، اسی طرح مسلمانوں کی مذکورہ تینوں چیزوں میں بھی دست درازی جائز نہیں۔

۲- سنو! کوئی جنایت کرنے والا جنایت نہیں کرتا مگر اپنی ذات پر، یعنی اس کا ضرر اسی کو پہنچتا ہے، جو کرتا ہے وہی بھرتا ہے، دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔

۳- سنو! کوئی جنایت کرنے والا اپنی اولاد پر جنایت نہیں کرتا، اور نہ کوئی اولاد اپنے باپ پر جنایت کرتی ہے، یعنی باپ کا گناہ اولاد کے سر، اور اولاد کا گناہ باپ کے سر نہیں پڑتا، ہر ایک اپنے کئے کا ذمہ دار ہوتا ہے، یہ نمبر (۲) میں مذکور کلی کی ایک جزئی ہے، بالتخصیص آپؐ نے منع فرمایا کہ مقتول کے عوض میں قاتل کے باپ یا اولاد کو قتل نہ کیا جائے (یہاں تک حدیث پہلے گذر چکی ہے، حدیث ۲۱۵۷ تحفہ ۵: ۵۲۷)

۴- سنو! بیشک مسلمان: مسلمان کا بھائی ہے، پس کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں اس کے مسلمان بھائی کی کوئی چیز، مگر جس کو وہ خود حلال کردے۔

۵- سنو! اور بیشک زمانہ جاہلیت کا ہر سود ختم کردیا جاتا ہے، تمہارے لئے تمہارے اصل اموال ہیں، نہ تم کسی پر ظلم

کرنے پاؤ گے اور نہ کوئی تم پر ظلم کرنے پائے گا، علاوہ عباس بن عبدالمطلب کے سود کے، پس وہ سارا ہی ختم کر دیا جاتا ہے۔

تشریح: زمانۂ جاہلیت میں جو لوگوں نے سودی قرضے دے رکھے تھے: حجۃ الوداع کے موقعہ پر ان کا سود ختم کر دیا گیا، اور اصل مال جو قرض دیا گیا تھا اس کا مطالبہ باقی رکھا، حضرت عباسؓ کے معاملہ میں بھی ایسا ہی کیا گیا۔ کیونکہ اصل قرض کی رقم بھی اگر ختم کر دی جاتی تو ارباب اموال پر ظلم ہوتا، اور سود بھی دلوایا جاتا تو غریبوں پر ظلم ہوتا۔

اور اس حدیث میں جو غَیْرَ رِبَا العباس (غیر: حرفِ استثناء کے ساتھ) آیا ہے: وہ صحیح نہیں، صحیح تعبیر مسلم شریف (حدیث ۱۲۱۸ کتاب الحج حدیث ۱۴۷) میں ہے: وَرِبَا الجاهلية موضوع، وَأَوَّلُ رِبًّا أضع: رِبَانا: رِبَا عباس بن عبد المطلب، فإنه موضوع كُلُّه: جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا، اور پہلا سود جس کو میں ختم کرتا ہوں: ہمارا سود ہے، یعنی عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، پس وہ سارا ہی ختم کر دیا گیا۔

اور غَیْرَ سے یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ حضرت عباسؓ کا سود تو سارا ختم کر دیا، اور دوسروں کے سود کا جزوی مطالبہ باقی رکھا، حالانکہ ایسا نہیں کیا گیا تھا، بلکہ سب کا سود کا مطالبہ ختم کر دیا گیا تھا، بس اصل اموال کا مطالبہ باقی رکھا تھا۔

۶- سنو! اور بیشک ہر خونی مطالبہ جو جاہلیت میں تھا: ختم کر دیا جاتا ہے، اور جاہلیت کے خونوں میں سے پہلا خون کا مطالبہ جس کو میں ختم کرتا ہوں: وہ حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے، وہ بنولیث میں دودھ پیتا تھا، پس اس کو ہذیل نے قتل کیا تھا۔

تشریح: خاندان عبدالمطلب کا ایک شیر خوار بچہ، جس کا نام ایاس بن ربیعۃ بن الحارث بن عبدالمطلب تھا، قبیلہ بنولیث میں دودھ پیتا تھا، ایک جنگ میں قبیلۂ ہذیل کے آدمی نے اس کو پتھر مارا، جس سے وہ مر گیا، اس کا خون کا مطالبہ باقی تھا، آپؐ نے سب سے پہلے اس کو ختم کیا، اسی طرح اور لوگوں کے جاہلیت کے خونی مطالبے بھی ختم کر دیئے۔

۷- سنو! عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری وصیت (تاکید) قبول کرو، کیونکہ عورتیں تمہارے پاس قیدی ہی ہیں، تم مالک نہیں ہو عورتوں سے کسی چیز کے اس کے علاوہ یعنی تمہیں صرف حق احتباس حاصل ہے، اس سے زیادہ تمہارا کوئی حق نہیں، مگر یہ کہ وہ نافرمانی کریں، یعنی اس حق کو قبول نہ کریں، اِدھر اُدھر بھٹکتی پھریں، پس اگر وہ نافرمانی کریں تو ان کو خواب گاہوں میں چھوڑ دو یعنی ان کو ساتھ نہ لٹاؤ، صحبت سے ان کو محروم رکھو، پھر بھی باز نہ آئیں تو ان کو ایسی مار مارو جو سخت نہ ہو، پس اگر وہ تمہارا کہنا ماننے لگیں تو تم ان پر کوئی راہ نہ ڈھونڈھو یعنی اب خواہ مخواہ پریشان مت کرو۔

۸- سنو! بیشک تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے، اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے:

(الف) پس رہا تمہارا حق تمہاری عورتوں پر: تو تمہارے بستر کو نہ روندے وہ شخص جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اور ان لوگوں کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو (عطف تفسیری ہے اور دونوں جملوں کا مطلب ایک ہے)

(ب) سنو: اور عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے پہننے اور کھانے کو اچھا کرو۔

نوٹ: آخری دونمبر مع شرح پہلے آچکے ہیں، دیکھیں حدیث ۱۱۶۳ تحفہ ۳: ۶۰۲ (کتاب النکاح)

[۳۱۱۰-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ، قَالَ: ثَنِيْ أَبِيْ: أَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَذَكَّرَ وَوَعَظَ:

[۱-] ثُمَّ قَالَ: " أَيُّ يَوْمٍ أَحْرَمُ؟ أَيُّ يَوْمٍ أَحْرَمُ؟ أَيُّ يَوْمٍ أَحْرَمُ؟" قَالَ: فَقَالَ النَّاسُ: يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا.

[۲-] أَلَا! لَايَجْنِيْ جَانٍ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ.

[۳-] وَلَايَجْنِيْ وَالِدٌ عَلَى وَلَدِهِ، وَلَا وَلَدٌ عَلَى وَالِدِهِ.

[۴-] أَلَا! إِنَّ الْمُسْلِمَ أَخُوْ الْمُسْلِمِ، فَلَيْسَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ مِنْ أَخِيْهِ شَيْئٌ، إِلَّا مَا أَحَلَّ مِنْ نَفْسِهِ.

[۵-] أَلَا! وَإِنَّ كُلَّ رِبًا فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ، لَكُمْ رُؤُوْسُ أَمْوَالِكُمْ، لَاتَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ، غَيْرَ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْضُوْعٌ كُلُّهُ.

[۶-] أَلَا! وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ كَانَ فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ، وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دَمِ الْجَاهِلِيَّةِ: دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِيْ بَنِيْ لَيْثٍ، فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ.

[۷-] أَلَا! وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ، لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ، إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِيْ الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً.

[۸-] أَلَا! وَإِنَّ لَكُمْ عَلَى نَسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا:

[الف-] فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَايُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ.

[ب-] أَلَا! وَإِنَّ حَقَّهُنَّ عَلَيْكُمْ: أَنْ تُحْسِنُوْا إِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَرَوَاهُ أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ.

۳- بڑے حج کا دن کونسا ہے؟

سورۃ البراءۃ (آیت ۳) میں ہے کہ براءت (بیزاری، قطع تعلق) کا اعلان "بڑے حج کے دن" کیا جائے، اور حج کے پانچ ایام (۸-۱۲) ہیں، پس اعلان کس دن کیا جائے؟ اعلان کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا،

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ بڑے حج کا دن کونسا ہے؟ یعنی میں اعلان کس دن کروں؟ آپ ؐ نے فرمایا: یوم النحر یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو اعلان کیا جائے، یہ حدیث حضرت علیؓ سے موقوفاً بھی مروی ہے، امام ترمذیؒ نے اسی کو اصح کہا ہے، دس تاریخ کو لوگ مزدلفہ سے منی آجاتے ہیں، اس لئے اس دن اعلان کرنے کا حکم دیا۔

[٣١١١-] حدثنا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ، نَا أَبِیْ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ مُحمدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم عَنْ یَوْمِ الْحَجِّ الْأَکْبَرِ؟ فَقَالَ: "یَوْمُ النَّحْرِ"

[٣١١٢-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: یَوْمُ الْحَجِّ الْأَکْبَرِ یَوْمُ النَّحْرِ.

هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ مُحمدِ بْنِ إِسْحَاقَ، لِأَنَّهُ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ هٰذَا الحدیثُ عَنْ أَبِیْ إسحاقَ، عَنِ الْحارثِ، عَن عَلِیٍّ مَوْقُوْفًا، وَلاَ نَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ إِلَّا مَا رُوِیَ عن مُحمدِ بْنِ إِسحاقَ.

۴- براءت کا اعلان حضرت علیؓ سے کیوں کرایا؟

جنگ حنین وطائف سے فارغ ہوکر مدینہ لوٹنے کے بعد نبی ﷺ نے ۹ ہجری میں حج کرانے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا، اس کے بعد سورہ براءت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا، جس میں مشرکین سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو ختم کرنے کا حکم دیا، نبی ﷺ نے اس اعلان کی ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپی، اور اپنی اونٹنی دے کر پیچھے سے روانہ کیا، حضرت علیؓ کی حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات مقام عرج یا وادی ضَجْنَان میں ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا: امیر ہو یا مامور؟ حضرت علیؓ نے کہا: مامور ہوں، پھر دونوں آگے بڑھے، حضرت ابوبکرؓ نے حج کرایا، اور دس تاریخ کو حضرت علیؓ نے اعلانات کئے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے اعلان کی ذمہ داری حضرت علیؓ کو اس لئے سونپی تھی کہ خون اور مال کے عہد و پیمان کے سلسلہ میں عرب کا دستور یہ تھا کہ اس کا اعلان یا تو سردار خود کرے یا اس کے خاندان کا کوئی فرد کرے، خاندان سے باہر کے کسی شخص کا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے سورہ براءت حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بھیجی، پھر آپ ؐ نے ان کو بلایا، اور فرمایا: "کسی کے لئے مناسب نہیں کہ پہنچائے وہ یہ مگر میرے خاندان کا کوئی آدمی" چنانچہ آپ ؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا، پس ان کو یہ اعلان دیا۔

تشریح: یہ حماد بن سلمہ کی روایت ہے، اور ان کا حافظہ آخر میں بگڑ گیا تھا، چنانچہ امام بخاری نے صحیح میں ان کی

روایت نہیں لی، اور ابن سعد کہتے ہیں: كان كثيرَ الحديث، وربما حَدَّث بالحديث المنكر: حماد بن سلمہ کثیر الحدیث تھے، اور کبھی نہایت ضعیف حدیث بیان کرتے تھے (تہذیب ۳: ۱۵) اس لئے یہ روایت صحیح نہیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ابوبکرؓ کو بھیجا، اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان باتوں کا اعلان کریں، پھر ان کے پیچھے حضرت علیؓ کو بھیجا، پس دریں اثنا کہ ابوبکرؓ بعض راستہ میں تھے، اچانک انھوں نے نبی ﷺ کی اونٹنی قصواء کی آواز سنی، پس ابوبکرؓ گھبرا کر نکلے، انھوں نے گمان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پس اچانک وہ علیؓ تھے، پس ابوبکرؓ نے علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کی تحریر دی، اور علیؓ کو حکم دیا کہ وہ ان باتوں کا اعلان کریں، پس دونوں چلے، اور دونوں نے حج کیا۔ پس علیؓ ایام تشریق میں کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ ہر مشرک سے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ختم ہے، پس تم گھومو پھرو زمین میں چار ماہ، اور ہرگز حج نہ کرے اس سال کے بعد مشرک، اور ہرگز طواف نہ کرے کوئی ننگا بیت اللہ کا، اور جنت میں نہیں جائے گا مگر مؤمن، اور علیؓ اعلان کرتے تھے، پس جب تھک جاتے تو ابوبکرؓ کھڑے ہوتے اور وہ اعلان کرتے۔

تشریح: یہ روایت بھی صحیح نہیں، یہ سفیان بن حسین کی روایت ہے، اور یہ راوی امام زہری کی روایتوں میں تو بالاتفاق ضعیف ہے، اور دیگر اساتذہ کی روایتوں میں بھی صد فی صد قابل اعتماد نہیں، چنانچہ امام بخاریؒ نے اس کی روایت صرف تعلیقاً لی ہے، اور ابن سعد کہتے ہیں: ثقة يُخْطِئُ في حديثه كثيراً: ثقہ ہے مگر اس کی حدیثوں میں بہت زیادہ غلطیاں ہوتی ہیں (تہذیب) پس صحیح حدیث نسائی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ہے (جامع الاصول ۲: ۲۳۶ حدیث ۲۴۶) اور اسی حدیث کا خلاصہ عنوان کے بعد لکھا ہے۔

[۳۱۱۳-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَا: نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: بَعَثَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم بِبَرَاءَةٍ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ، ثُمَّ دَعَاهُ، فَقَالَ: "لَايَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يُبَلِّغَ هٰذَا إِلَّا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِيْ" فَدَعَا عَلِيًّا، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حديثِ أَنَسٍ.

[۳۱۱۴-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، نَا سُفْيَانُ بْنُ الْحُسَيْنِ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم أَبَا بَكْرٍ، وَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ عَلِيًّا، فَبَيْنَا أَبُوْ بَكْرٍ فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ إِذْ سَمِعَ رُغَاءَ نَاقَةِ رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِذَا هُوَ عَلِيٌّ، فَدَفَعَ إِلَيْهِ كِتَابَ رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَمَرَ عَلِيًّا أَنْ يُنَادِيَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ، فَانْطَلَقَا، فَحَجَّا، فَقَامَ عَلِيٌّ أَيَّامَ التَّشْرِيْقِ فَنَادَى: "ذِمَّةُ اللهِ وَرَسُوْلِهِ بَرِيْئَةٌ مِنْ كُلِّ مُشْرِكٍ، فَسِيْحُوْا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ، وَلَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوْفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ،

وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ" وَكَانَ عَلِيٌّ يُنَادِيْ، فَإِذَا عَيِـيَ قَامَ أَبُوْ بَكْرٍ، فَنَادَى بِهَا.
وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

۵-حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا کیا اعلانات کئے تھے؟

حدیث: زید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حج کے موقعہ پر آپ کن باتوں کا اعلان کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: چار باتوں کا اعلان کرنے کے لئے مجھے بھیجا گیا تھا: ۱-ہرگز کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے ۲-اور جس قبیلہ کے درمیان اور نبی ﷺ کے درمیان کوئی عہد و پیمان ہے تو وہ اس کی میعاد تک باقی رہے گا، اور جس کے لئے کوئی عہد نہیں: اس کو چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے ۳-اور جنت میں صرف مؤمن ہی جائے گا ۴-اور اس سال کے بعد مشرکین اور مؤمنین ایک ساتھ اکٹھا نہیں ہونگے یعنی آئندہ کسی بھی مشرک کو حج کے لئے آنے کی اجازت نہ ہوگی۔

حوالہ: یہ حدیث کتاب الحج باب ۴۴ میں مع شرح گذر چکی ہے (تحفہ۳: ۲۷۰) اور کچھ تفصیل آئندہ حدیث کی شرح میں آرہی ہے۔

[۳۱۱۵-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيِّعٍ، قَالَ: سَأَلْنَا عَلِيًّا: بِأَيِّ شَيْئٍ بُعِثْتَ فِيْ الْحِجَّةِ؟ قَالَ: بُعِثْتُ بِأَرْبَعٍ: لَايَطُوْفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ عَهْدٌ فَهُوَ إِلَى مُدَّتِهِ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَهْدٌ فَأَجَلُهُ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُؤْمِنَةٌ، وَلَايَجْتَمِعُ الْمُشْرِكُوْنَ وَالْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا.
هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهُوَ حديثُ ابن عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِيْ إسْحاق، وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عن أَبِيْ إِسْحَاقَ، عن بَعْضِ أَصْحَابِهِ، عَنْ عَلِيٍّ، وَفِيْهِ عَنْ أَبِيْ هريرة.

۶-مساجد کی حقیقی تعمیر اعمالِ توحید سے ہوتی ہے

سورۃ التوبہ کی آیت ۱۸ ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللهَ فَعَسٰى أُولٰئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ ترجمہ: اللہ کی مسجدیں بس وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، اور نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور زکات ادا کرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، ایسے لوگوں کے بارے میں توقع ہے کہ وہ اپنے مقصود (جنت و نجات) تک پہنچ جائیں۔

تفسیر: مشرکین مکہ اپنی مشرکانہ رسوم کو عبادت اور مسجد حرام کی تعمیر کا نام دیتے تھے، اور وہ اس پر فخر کرتے تھے کہ ہم

بیت اللہ اور مسجد حرام کے متولی اور اس کی عمارت کے ذمہ دار ہیں، چنانچہ آیت ۱۷ میں فرمایا کہ مشرکوں میں یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں، درانحالیکہ وہ خود اپنے کفر کا اقرار کر رہے ہیں، پھر مذکورہ آیت ۱۸ میں مثبت پہلو سے بتایا کہ مساجد کی تعمیر اور آبادی صرف انہی لوگوں کے ہاتھوں انجام پاسکتی ہے جو عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے احکام الٰہی کے پابند ہوں، اور جو اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے معاہدہ کئے ہوئے ہے تو اس کے لئے ایمان کی گواہی دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ میں فرماتے ہیں: ''اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں (الی آخرہ) یہ حدیث ابواب الایمان میں گذر چکی ہے (باب ۸ حدیث ۲۶۱۴ تحفہ ۶: ۴۰۱) اس حدیث سے نماز کا ایمان کے ساتھ جو تعلق ہے وہ واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے، اور مسجد کے ساتھ یہ تعلق کمالِ ایمان کی دلیل ہے، نیز اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مساجد کی حقیقی تعمیر، اعمالِ توحید سے ہوتی ہے، چنانچہ ۹ ہجری میں جو اعلانات کئے گئے ان میں یہ اعلان بھی تھا کہ کوئی شخص بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف نہیں کرے گا، جیسا کہ مشرکین کی ریت تھی، اور آئندہ سال مشرک حج کے لئے نہیں آسکے گا، یعنی بیت اللہ میں کسی مشرکانہ عمل کی اجازت نہیں ہوگی، مشرکانہ عبادات درحقیقت عبادت اور مسجد حرام کی آبادی نہیں، بلکہ ویرانی ہیں۔

[۳۱۱۶-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِىْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهُ بِالإِيْمَانِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ﴾

[۳۱۱۷-] حدثنا ابنُ أَبِىْ عُمَرَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِى الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِى سَعِيْدٍ عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: ''يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَأَبُوْ الْهَيْثَمِ: اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْعُتْوَارِىُّ، وَكَانَ يَتِيْمًا فِىْ حِجْرِ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ.

وضاحت: دراج کی ابوالہیثم سے روایتیں ضعیف ہوتی ہیں، اور ابوالہیثم کے دادا کا نام صرف عبد ہے اور العتواری نسبت ہے۔ یہ راوی یتیم تھا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس کی پرورش کی تھی۔

۷- لسانِ ذاکر، قلبِ شاکر اور مؤمن بیوی بہترین ذخیرہ کرنے کی چیزیں ہیں

سورۃ التوبہ (آیت ۳۴) میں ہے: ''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک سزا کی خوش خبری سنادیں، جس دن جہنم میں اس سونے اور چاندی پر آگ دہکائی جائے گی،

پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا:) یہ ہے وہ دولت جو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھی تھی، سو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو!''

تفسیر: مال جمع کرنا برا نہیں، مال تو لوگوں کے لئے ''سہارا'' ہے، البتہ غلط طریقوں سے دولت اکٹھا کرنا، یا جائز طریقوں سے کمانا اور اس کو سینت کر رکھنا یعنی اس میں سے اللہ کے حقوق ادا نہ کرنا برا ہے، جس پر مذکورہ وعید آئی ہے۔

حدیث: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آیت پاک: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پس بعض صحابہ نے کہا: سونے اور چاندی کے بارے میں تو یہ آیت اتاری گئی ہے، پس کاش ہم جانتے کہ کونسا مال بہتر ہے، تو ہم اس کو جمع کرتے؟! پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''بہتر سے بہتر مال: اللہ کو یاد کرنے والی زبان اور شکر گذار دل اور ایماندار بیوی ہے جو ایمانی کاموں میں اس کی مدد کرے'' (یہ حدیث سالم: حضرت ثوبان سے روایت کرتے ہیں، مگر سالم کا ان سے لقاء اور سماع نہیں، اگرچہ سالم کی متعدد صحابہ سے ملاقات ہوئی ہے مگر حضرت ثوبان سے ملاقات نہیں ہوئی، اس لئے سند میں انقطاع ہے، یہ بات امام بخاریؒ نے بیان کی ہے)

[۳۱۱۸-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ قَالَ: كُنَّا مَعَ رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: أُنْزِلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، لَوْ عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ، فَنَتَّخِذَهُ؟! فَقَالَ: " أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ، وَقَلْبٌ شَاكِرٌ، وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ: تُعِيْنُهُ عَلَى إِيْمَانِهِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، سَأَلْتُ مُحمدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ، فَقُلْتُ لَهُ: سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ: سَمِعَ مِنْ ثَوْبَانَ؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ لَهُ: مِمَّنْ سَمِعَ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم؟ فَقَالَ: سَمِعَ مِنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَذَكَرَ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

۸- اماموں اور ولیوں کے لئے تحلیل وتحریم کا اختیار تسلیم کرنا ان کو ربّ بنانا ہے

سورۃ التوبہ (آیت ۳۱) میں ہے: ''انھوں نے (یہود ونصاریٰ نے) اپنے علماء اور اولیاء کو اللہ کے سوا اپنا ربّ ٹھہرالیا ہے''

حدیث: حضرت عدی رضی اللہ عنہ جو حاتم طائی کے لڑکے ہیں اور جو پہلے عیسائی تھے، جب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی گردن میں سونے کی صلیب پڑی ہوئی تھی، آپؐ نے فرمایا: ''عدی! اپنی گردن سے یہ بت نکال پھینکو!'' (عیسائی صلیب کی پوجا کرتے ہیں) اور حضرت عدی نے نبی ﷺ کو سورۂ براءت کی مذکورہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تو انھوں نے پوچھا: ہم اپنے علماء اور مشائخ کو ربّ نہیں مانتے، نہ ہم ان کی پوجا کرتے ہیں، پھر قرآن کا یہ بیان کیسے درست ہوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''سنو! وہ لوگ یقیناً ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے، مگر جب وہ لوگ

ان کے لئے کسی چیز کو حلال کرتے تو وہ اس کو حلال مان لیتے تھے، اور جب وہ ان پر کسی چیز کو حرام کرتے تو وہ اس کو حرام سمجھ لیتے تھے!'' یہ تحلیل وتحریم کا ان کو اختیار دینا بھی ان کو رب بنانا ہے، کیونکہ احکام دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ اللہ کے رسولوں کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں، تا بہ ائمہ واولیاء چہ رسد!

فائدہ: مجتہدین کی معروف تقلید اس آیت کے ذیل میں نہیں آتی، اور ابن حزم جولائے ہیں وہ ان کے مزاج کی ناہمواری کی وجہ سے ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، کیونکہ ائمہ کی تقلید من حیث ھو ھو نہیں کی جاتی، بلکہ من حیث انہ نائب عن الشریعۃ کی جاتی ہے، اور اسی حیثیت سے رسول اللہ کی بھی تقلید کی جاتی ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ تقلید: نام ہے: دلیل کے مطالبہ کے بغیر کسی کی بات مان لینے کا: تو یہ بات صحیح ہے، کیونکہ دلیل کا سمجھنا ہر کہ ومہ کا کام نہیں، اور جس میں اتنی صلاحیت ہے وہ تقلید ہی کیوں کرے گا؟ رہی یہ بات کہ ائمہ کے اقوال کی دلیل جاننی چاہئے یا نہیں؟ یہ دوسری بات ہے اور چاروں مکاتب فکر کی کتابیں بیانِ دلائل سے بھری پڑی ہیں، معلوم ہوا کہ جن میں دلائل کے ادراک کی صلاحیت ہے ان کو ائمہ کے اقوال کے دلائل کا تتبع کرنا چاہئے۔

[۳۱۱۹-] حدثنا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ، نا عَبْدُ السَّلاَمِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ غُطَيْفِ بْنِ أَعْيَنَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، وَفِيْ عُنُقِيْ صَلِيْبٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ: '' يَاعَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثَنَ!'' وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُوْرَةِ بَرَاءَةٍ: ﴿ اتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ قَالَ: '' أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا أَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوْهُ، وَإِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِن حديثِ عَبْدِ السَّلاَمِ بْنِ حَرْبٍ، وَغُطَيْفُ بْنُ أَعْيَنَ: لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ فِيْ الحديثِ.

۹- جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے!

حدیث: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا درانحالیکہ ہم غارِ ثور میں تھے: ''اگر ان میں سے ایک اپنے قدموں کی طرف دیکھے گا تو وہ ہمیں اپنے پیروں کے نیچے دیکھ لے گا!'' پس آپؐ نے فرمایا: ''ابوبکر! ان دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے!''

تشریح: کوہ ثور پر دو غار ہیں: ایک: کشادہ اور کھلا ہوا، اس میں چھپا نہیں جا سکتا، تین چار آدمی اس میں آرام سے لیٹ سکتے ہیں، اس میں ٹھنڈی ریت ہے، میں اس میں سنت ادا کرنے کے لئے لیٹا تو سو گیا، دوسرا: تنگ، جس میں دو آدمی مشکل سے بیٹھ سکتے ہیں، اور اس کے بعد پہاڑ کی ڈھلان شروع ہو جاتی ہے، اس طرف اترنا بھی ممکن نہیں، یہ

چھپنے کے قابل جگہ ہے، اوراس میں چھپے ہوئے آدمیوں کے بالکل سر پر ایک سوراخ ہے، میں اس غار میں بھی داخل ہوا ہوں، آپ ﷺ خطرہ کے وقت اس میں چھپتے تھے، اور خطرہ ٹل جانے پر باہر کے کشادہ غار میں آرام فرماتے تھے، کفار تلاش کرتے ہوئے اسی تنگ غار کے اوپر پہنچ گئے تھے، اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے مذکورہ بات کہی تھی، اور آپؐ نے مذکورہ جواب دیا تھا، جس کا تذکرہ سورۃ التوبہ (آیت ۴۰) میں ہے۔

[۳۱۲۰-] حدثنا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ، نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، أَنَا هَمَّامٌ، أَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: قُلْتُ للنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَنَحْنُ فِي الْغَارِ: لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ يَنْظُرُ إِلَى قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ: فَقَالَ: " يَا أَبَا بَكْرٍ! مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟!"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، إِنَّمَا يُرْوَى مَنْ حديثِ هَمَّامٍ، وَقَدْ رَوَى هٰذَا الحديثَ حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هَمَّامٍ نَحْوَ هٰذَا.

۱۰- منافق کا جنازہ پڑھنا، دعائے مغفرت کرنا اور کفن دفن میں شریک ہونا حرام ہے

مدینہ میں بارہ منافقوں کا ایک گروہ تھا، جو ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی، مسلمانوں کی اور اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ رہتا تھا، ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا، تبوک سے واپسی کے چند ہی روز بعد اس کا انتقال ہوگیا، اس کا لڑکا بھی عبداللہ تھا، وہ مخلص وفادار مسلمان تھے، انھوں نے درخواست کی کہ آپؐ ان کو کفن میں لگانے کے لئے کرتہ عنایت فرمائیں، آپؐ نے عنایت فرمایا، انھوں نے دوسری درخواست کی کہ آپؐ اس کا جنازہ پڑھائیں، آپؐ اس کے لئے بھی تیار ہوگئے، کیونکہ ابھی تک آپؐ کو اس سے روکا نہیں گیا تھا۔ اسی سورت کی آیت اسّی وِیں: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ﴾ نازل ہوچکی تھی، مگر اس میں استغفار یا جنازہ پڑھنے کی ممانعت نہیں تھی، صرف یہ بات تھی کہ منافقوں کے لئے استغفار بے سود ہے، چنانچہ آپؐ نے جنازہ پڑھنے کا بھی وعدہ فرمالیا، وقت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہ اصرار منع کیا، مگر آپؐ نے فرمایا: "مجھے استغفار سے منع نہیں کیا گیا، آزاد رکھا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں" چنانچہ آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا، اور قبرستان بھی تشریف لے گئے، پھر جلد ہی آیت ۸۴ نازل ہوئی، اور صاف طور پر منافقوں، کافروں اور مشرکوں کا جنازہ پڑھنے سے، استغفار کرنے سے، بلکہ کفن دفن میں شرکت کرنے سے بھی روک دیا گیا، چنانچہ آپؐ نے پھر کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھا۔

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا، تو رسول اللہ ﷺ اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے بلائے گئے، پس آپؐ اس کے لئے چلے، پس جب آپؐ اس کے جنازہ پر کھڑے ہوئے، آپؐ نماز پڑھنا چاہتے تھے کہ میں آڑے آگیا، یہاں تک کہ میں آپؐ

کے سینہ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھائیں گے، جس نے فلاں فلاں دن یہ یہ کہا ہے؟ حضرت عمرؓ اس کے واقعات گنا رہے تھے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں: اور رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے، یہاں تک کہ جب میں نے آپؐ کی مخالفت بہت زیادہ کی تو آپؐ نے فرمایا: ''عمر! پیچھے ہٹو، مجھے اختیار دیا گیا ہے، پس میں نے نماز جنازہ پڑھنے کو اختیار کیا ہے، مجھ سے کہا گیا ہے: ''خواہ آپؐ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں (بے سود ہے) اگر آپؐ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے: اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشیں گے'' اگر میں جانتا کہ اگر میں ستر مرتبہ سے زیادہ اس کی بخشش چاہوں گا پس وہ بخشا جائے گا: تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ اس کے لئے استغفار کرتا''

حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پھر آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اور اس کے جنازے کے ساتھ چلے، اور اس کی قبر پر کھڑے رہے، یہاں تک کہ دفن نمٹ گیا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس مجھے خود پر حیرت ہوتی ہے، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے جو جرأت کی اس پر مجھے تعجب ہوتا ہے، جبکہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، یعنی مجھے اس معاملہ میں دخل نہیں دینا چاہئے تھا، پس بخدا! نہیں گذرا مگر تھوڑا وقت یہاں تک کہ یہ دو آیتیں اتریں: ''اور نہ جنازہ پڑھیں آپؐ ان میں سے کسی کا، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں'' آخر آیت تک۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس اس واقعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ اللہ نے آپؐ کو اٹھا لیا۔

تشریح: یہ روایت بخاری شریف میں ہے (حدیث ۱۳۶۶ اور ۴۶۷۱) اس میں بھی نزلتِ الآیتان ہے، مگر آیت ۸۴ ہی کا ذکر ہے، اور یہاں الآیتان بھی ہے اور إلی آخر الآیة بھی ہے، میرا خیال ہے کہ الآیتان صحیح ہے، اس موقعہ پر آیات (۸۴ و ۸۵) نازل ہوئی ہیں، روات نے صرف ایک آیت ذکر کی ہے۔

قوله: فعجبٌ لی إلخ بخاری میں اس طرح ہے: **فَعَجِبْتُ بعدُ من جُرْأَتِیْ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَئِذٍ، واللہ ورسولہ أعلم**: یہ زیادہ واضح جملہ ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن ابی کے لڑکے حضرت عبداللہ: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، جب ان کے باپ کا انتقال ہوا، پس انھوں نے درخواست کی کہ آپؐ مجھے اپنا کرتہ عنایت فرمائیں تاکہ میں باپ کے کفن میں لگاؤں، اور آپؐ اس کا جنازہ پڑھیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، چنانچہ آپؐ نے اس کو اپنا کرتہ عنایت فرمایا، اور فرمایا: ''جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا''...... پس جب آپؐ نے نماز پڑھنی چاہی تو آپ کو عمرؓ نے کھینچا، اور عرض کیا: کیا اللہ نے آپؐ کو منافقین کا جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ پس آپؐ نے فرمایا: ''میں دو اختیاروں کے درمیان ہوں: چاہوں تو ان کے لئے استغفار کروں اور چاہوں تو

نہ کروں'' پس آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا، پس اللہ تعالیٰ نے اتارا: ''اور نہ جنازہ پڑھیں آپؐ ان میں سے کسی کا، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں'' چنانچہ آپؐ نے منافقین پر نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔

[۳۱۲۱-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنِي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ مُحمدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ، دُعِيَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِلصَّلاَةِ عَلَيْهِ، فَقَامَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ يُرِيْدُ الصَّلاَةَ: تَحَوَّلْتُ، حَتَّى قُمْتُ فِيْ صَدْرِهِ، فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَعَلَى عَدُوِّ اللّٰهِ: عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ: الْقَائِلِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا: كَذَا وَكَذَا، يَعُدُّ أَيَّامَهُ؟!

قَالَ: ورسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَتَبَسَّمُ، حَتَّى إِذَا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ، قَالَ: ''أَخِّرْ عَنِّى يَاعُمَرُ! إِنِّي قَدْ خُيِّرْتُ، فَاخْتَرْتُ، قَدْ قِيْلَ لِيْ: ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْلاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّيْ لَوْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ غُفِرَ لَهُ: لَزِدْتُ.

قَالَ: ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ، وَمَشَى مَعَهُ، فَقَامَ عَلَى قَبْرِهِ، حَتَّى فُرِغَ مِنْهُ. قَالَ: فَعَجَبٌ لِيْ، وَجُرْأَتِيْ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، فَوَ اللّٰهِ مَاكَانَ إِلَّا يَسِيْرًا حَتَّى نَزَلَتْ هَاتَانِ الآيَتَانِ: ﴿وَلاَتُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلاَتَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ إلى آخرِ الآيَةِ.

قَالَ: فَمَا صَلَّى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْدَهُ عَلَى مُنَافِقٍ، وَلاَقَامَ عَلَى قَبْرِهِ حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

[۳۱۲۲-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، نَا نَافِعٌ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حِيْنَ مَاتَ أَبُوْهُ، فَقَالَ: أَعْطِنِيْ قَمِيْصَكَ أُكَفِّنْهُ، وَصَلِّ عَلَيْهِ، وَاسْتَغْفِرْ لَهُ، فَأَعْطَاهُ قَمِيْصَهُ، وَقَالَ: ''إِذَا فَرَغْتُمْ فَآذِنُوْنِيْ'' فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ جَذَبَهُ عُمَرُ، وَقَالَ: أَلَيْسَ قَدْ نَهَى اللّٰهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ؟ فَقَالَ: أَنَا بَيْنَ الْخِيَرَتَيْنِ: ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ فَصَلَّى عَلَيْهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَلاَتُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلاَ تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ فَتَرَكَ الصَّلاَةَ عَلَيْهِمْ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۱- وہ مسجد جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے: وہ کونسی مسجد ہے؟

سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۸ ہے: ﴿لاَتَقُمْ فِيْهِ أَبَدًا، لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ، فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾

ترجمہ: آپؐ اس (مسجد ضرار) میں کبھی بھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہوں، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے یعنی مسجد قبا: وہ (واقعی) اس لائق ہے کہ آپؐ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں، پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق مسجدِ نبوی ہے، اور دوسری حدیث میں صراحت ہے کہ اس کا مصداق مسجدِ قبا ہے، یہ بظاہر تعارض ہے، مگر حقیقت میں تعارض نہیں، مسجد قبا شانِ نزول کے اعتبار سے آیت کا مصداق ہے، اور مسجدِ نبوی الفاظ کے عموم کے اعتبار سے، بلکہ دنیا کی ہر وہ مسجد آیت کا مصداق ہے جس کی خشتِ اول تقوی پر رکھی گئی ہو۔

حدیث (۱): حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو شخصوں میں مباحثہ ہوا، اس مسجد کے بارے میں جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے، پس ایک شخص نے کہا: وہ قباء کی مسجد ہے، اور دوسرے نے کہا: وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ میری یہ مسجد ہے''

حوالہ: یہ حدیث انیس بن ابی یحییٰ کی سند سے پہلے گذر چکی ہے، اور وہ حدیث اس حدیث سے اتم ہے، اور اس کی شرح پہلے کی جا چکی ہے، جس سے آئندہ حدیث سے اس حدیث کا تعارض ختم ہو جاتا ہے، دیکھیں (حدیث ۳۲۳ تحفہ ۲: ۱۴۲)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ آیت قبا والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ أَنْ يَتَطَهَّرُوْا﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ لوگ پانی سے استنجاء کرتے تھے، چنانچہ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا راوی یونس بن الحارث ضعیف ہے، اور اس کا استاذ ابراہیم مجہول ہے، اور یہ حدیث ابوداؤد (حدیث ۴۴) اور ابن ماجہ (حدیث ۳۵۷) میں بھی اسی سند سے ہے، اور ابن ماجہ (حدیث ۳۵۵) میں ابوایوب انصاری، جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک سے بھی یہ مضمون مروی ہے، مگر وہ حدیث بھی ضعیف ہے، اور محمد بن عبداللہ بن سلام کی حدیث مسند احمد میں ہے، اور ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار آپؐ قبا تشریف لے گئے، اور لوگوں سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں نے پاک صاف ہونے کا کونسا طریقہ اپنا رکھا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی تعریف کی ہے؟ ان حضرات نے جواب دیا: ہمارا کوئی خاص معمول نہیں، البتہ ہم ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''بس یہی بات ہے، پس تم اس کو لازم پکڑے رہو'' ...... امام نوویؒ کہتے ہیں: اس روایت میں معروف صرف پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے، پانی اور ڈھیلوں کو جمع کرنے کا ذکر صحیح نہیں۔

[۳۱۲۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِيْ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: تَمَارَى رَجُلَانِ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ،

فَقَالَ رَجُلٌ: هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءٍ، وَقَالَ الآخَرُ: هُوَ مَسْجِدُ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "هُوَ مَسْجِدِیْ هٰذَا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ، رَوَاهُ أُنَيْس بْنُ أَبِی يَحْيیٰ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ.

[۳۱۲٤-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ بْنُ هِشَامٍ، نَا يُوْنُسُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ أَبِیْ مَيْمُوْنَةَ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هُرَيرةَ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِیْ أَهْلِ قُبَاءٍ": ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ أَنْ يَتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ قَالَ: كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْمَاءِ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِيْهِمْ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الوَجْهِ، وفی الباب: عَنْ أَبِیْ أَيُّوْبَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَمُحمدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلاَمٍ.

۱۲- کافر کے لئے استغفار کرنا جائز نہیں

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کو اپنے والدین کے لئے جو شرک کی حالت میں وفات پا چکے تھے: دعائے مغفرت کرتے ہوئے پایا، آپؓ نے اس پر حیرت کا اظہار کیا اور کہا: کیا آپ اپنے والدین کے لئے استغفار کرتے ہیں درانحالیکہ ان کا شرک کی حالت میں انتقال ہوا ہے؟! ان صحابی نے جواب دیا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی تھی، درانحالکہ اس کا شرک کی حالت میں انتقال ہوا تھا؟ پس حضرت علیؓ نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ''نبی اور مؤمنوں کے لئے زیبا نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں، چاہے وہ ان کے رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں، ان پر یہ بات کھل جانے کے بعد کہ وہ لوگ دوزخی ہیں۔ اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کرنا ایک وعدے کی وجہ ہی سے تھا جو آپ نے اس سے کیا تھا، پھر جب ان پر یہ بات کھل گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے، واقعہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ بڑے ہی رقیق القلب، حلیم المزاج تھے (التوبہ آیات ۱۱۳ و ۱۱۴)

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ہجرت کر کے بیت المقدس روانہ ہوئے تو آخری بات جو انھوں نے اپنے باپ سے کہی تھی وہ یہ تھی: ''میں آپ کے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کرونگا، بیشک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے'' (مریم ۴۷) چنانچہ آپ نے اس کے لئے حسب وعدہ دعائے مغفرت کی، جس کا تذکرہ سورۃ ابراہیم (آیت ۴۱) اور سورۃ الشعراء (آیت ۸۶) میں ہے، مگر یہ دعا اس کی حیات میں کی تھی، اور کافر کی حیات میں دعائے مغفرت کا مطلب

اس کے لئے ہدایت طلبی کی دعا کرنا ہوتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ایمان نصیب فرمائیں تاکہ آخرت میں اس کی مغفرت ہو، اور یہ اب بھی جائز ہے، پھر جب ان کے باپ کا انتقال حالتِ کفر میں ہوگیا تو آپ نے اس کے لئے دعا موقوف کردی...... اِدھر مسلمانوں کو مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے روکا نہیں کیا تھا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے، اس سلسلہ میں پہلا واقعہ ابو طالب کا پیش آیا، آپؐ نے آخری بات اس سے یہ کہی تھی کہ ''مجھے جب تک اللہ تعالیٰ منع نہیں کریں گے: میں برابر آپ کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا'' پھر یہ واقعہ پیش آیا جو حدیث باب میں ہے، اس کے بعد اُن دو آیتوں کے ذریعہ واضح احکام دیئے گئے، اب کافر کا جنازہ پڑھنا، اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا، اعزاز کی خاطر اس کی قبر پر کھڑا ہونا، اس کی میت کی زیارت کے لئے جانا اور اس کے کفن دفن میں شریک ہونا حرام ہے۔

[۳۱۲۵-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا وَكِيْعٌ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلاً يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ، وَهُمَا مُشْرِكَانِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَتَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْكَ وَهُمَا مُشْرِكَانِ؟ فَقَالَ: أَوَلَيْسَ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيْمُ لِأَبِيْهِ، وَهُوَ مُشْرِكٌ؟ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَنَزَلَتْ: ﴿مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وفي الباب عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْهِ.

۱۳-جنگ تبوک سے تین پیچھے رہ جانے والوں کا واقعہ

سورۃ التوبہ (آیات ۱۱۷-۱۱۹) میں ہے: ''اللہ تعالیٰ یقیناً مہربان ہوئے نبی پر اور ان مہاجرین وانصار پر جنھوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی پیروی کی، اس کے بعد کہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل ڈگمگانے کے قریب ہوگئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر شفقت ومہربانی فرمانے والے ہیں○ اور ان تین پر بھی جو چھوڑ دیئے گئے تھے، یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہوگئی، اور ان پر ان کی اپنی جانیں بھی بار ہونے لگیں، اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر کوئی جائے پناہ نہیں، علاوہ اللہ کے دامنِ رحمت کے، تو پھر اللہ پاک ان پر مہربان ہوئے، تاکہ وہ اللہ کی طرف پلٹ آئیں، واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ توبہ قبول کرنے والے، نہایت مہربانی فرمانے والے ہیں○ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور سچوں کے ساتھی بنو!''

تشریح: وہ تین حضرات جن سے کہہ دیا گیا تھا کہ اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو، اور عام مسلمانوں کو حکم دیدیا گیا تھا کہ جب تک اللہ پاک کا حکم نہ آئے ان سے کسی قسم کا معاشرتی تعلق نہ رکھا جائے: وہ تین حضرات یہ تھے:

۱-حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔ آپ قبیلہ خزرج کے بنو سلمہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، عقبۂ ثانیہ کی

بیعت میں آپ نے شرکت فرمائی تھی، اور بدر وتبوک کے علاوہ تمام معرکوں میں شریک رہے ہیں، آپ رسول اللہ ﷺ کے تین شاعروں میں سے ایک تھے، آپؓ نے تبوک سے اپنے پیچھے رہ جانے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے، جو حدیث باب میں آرہا ہے۔

۲- حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ- آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو واقف سے تھا، بدر اور بعد کے تمام معرکوں میں شریک رہے ہیں، صرف تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے، لعان کی آیتیں آپ ہی کے واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔

۳- حضرت مرارة بن الربیع رضی اللہ عنہ- آپ کا تعلق اوس کے خاندان بنو عمرو بن عوف سے تھا، آپ بھی بدر اور بعد کے تمام معرکوں میں شریک رہے ہیں، صرف تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔

ان تینوں صاحبوں کا مفصل واقعہ حضرت کعب بن مالکؓ نے درج ذیل روایت میں بیان کیا ہے:

حدیث: حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ سے کسی بھی ایسی جنگ میں جو آپؐ نے لڑی ہے: پیچھے نہیں رہا، یہاں تک کہ غزوۂ تبوک پیش آیا، علاوہ غزوۂ بدر کے، اور نبی ﷺ نے کسی کی بھی سرزنش نہیں کی تھی جو بدر سے پیچھے رہ گیا تھا، آپؐ صرف تجارتی قافلہ ہی کے ارادے سے نکلے تھے، پس قریش اپنے تجارتی قافلہ کی فریادرسی کرتے ہوئے نکلے، پس دونوں فریقوں میں مڈبھیڑ ہوگئی، پہلے سے طے شدہ پروگرام کے بغیر، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (سورۃ الانفال آیت ۴۲ میں) فرمایا ہے۔ اور میری زندگی کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں لوگوں کے نزدیک سب سے اشرف غزوۂ بدر ہے، اور نہیں پسند کرتا میں غزوۂ بدر کی حاضری کو: میری شبِ عقبہ کی بیعت کی جگہ میں، جبکہ ہم نے اسلام کی حمایت ونصرت کا معاہدہ کیا تھا، یعنی مجھے شب عقبہ کی حاضری: غزوۂ بدر کی حاضری سے زیادہ محبوب ہے، اگرچہ غزوۂ بدر کی لوگوں میں زیادہ شہرت ہے، پھر نہیں پیچھے رہا میں بدر کے بعد نبی ﷺ سے، یہاں تک کہ غزوۂ تبوک پیش آیا، اور وہ آخری جنگ تھی جو آپؐ نے لڑی ہے، اور نبی ﷺ نے لوگوں کو سفر کی (پہلے ہی) اطلاع دیدی تھی، پھر حضرت کعبؓ نے لمبی حدیث ذکر کی (امام ترمذی روایت کو مختصر کر رہے ہیں)

حضرت کعبؓ نے کہا: پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں چلا، پس اچانک آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے، اور آپؐ کے گرد مسلمان تھے، اور آپؐ کا چہرہ دمک رہا تھا چاند کے چمکنے کی طرح، اور جب بھی آپؐ کسی چیز سے خوش ہوتے تھے تو آپؐ کا چہرہ دمک جاتا تھا، پس میں حاضر ہوا، اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا، پس آپؐ نے فرمایا: ''خوش خبری سن لو اے کعب بن مالک! بہترین دن کی جو تم پر آیا ہے جب سے تم کو تمہاری ماں نے جنا ہے!'' یعنی یہ دن تمہاری زندگی کا سب سے بہتر دن ہے، یہ دن تمہیں مبارک ہو! پس میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا اللہ کی طرف سے ہے یا آپؐ کی طرف سے؟ یعنی میری توبہ کی قبولیت، پس آپؐ نے فرمایا: (میری طرف سے نہیں ہے) بلکہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر آپؐ نے یہ آیتیں پڑھیں ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ﴾ الآیة۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں: اور یہ آیت بھی ہمارے معاملہ میں نازل ہوئی ہے: ''اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی بنو!'' حضرت کعبؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! بیشک میری توبہ میں سے ہے کہ نہ بات کہوں میں مگر سچ یعنی آئندہ ہمیشہ سچی بات کرونگا، کبھی جھوٹ نہ بولونگا، اور یہ کہ علاحدہ ہوجاؤں میں اپنے سارے مال سے، خیرات کے طور پر اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے پاس اپنا کچھ مال روکے رہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے!'' پس میں نے عرض کیا: پس میں اپنا وہ حصہ روک لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں: پس نہیں انعام فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کوئی انعام ــــ اسلام کے بعد ــــ زیادہ بڑا میرے نزدیک: میرے سچ بولنے سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے، جب میں نے اور میرے دوساتھیوں نے آپؐ سے سچ بولا، اور ہم نے جھوٹ نہیں بولا، ورنہ ہم تباہ ہوجاتے جس طرح منافقین (جھوٹ بول کر) تباہ ہوگئے۔ اور بیشک میں البتہ امید رکھتا ہوں یعنی میرا غالب گمان ہے کہ اللہ نے نہیں آزمایا ہوگا کسی کو بھی سچ بولنے کی وجہ سے، جیسا اللہ نے مجھے آزمایا ہے۔ میں نے اس واقعہ کے بعد کبھی بھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا، اور بیشک مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائیں گے، میری باقی زندگی میں بھی!

نوٹ: امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت مختصر کردی ہے، پوری روایت بخاری شریف میں ہے اور اس کا ترجمہ میری تفسیر ہدایت القرآن میں ہے۔

[۳۱۲۶-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا، حَتَّى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكٍ، إِلَّا بَدْرًا، وَلَمْ يُعَاتِبِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ، إِنَّمَا خَرَجَ يُرِيْدُ الْعِيْرَ، فَخَرَجَتْ قُرَيْشٌ مُغِيْثِيْنَ لِعِيْرِهِمْ، فَالْتَقَوْا عَنْ غَيْرِ مَوْعِدٍ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ، وَلَعَمْرِىْ! إِنَّ أَشْرَفَ مَشَاهِدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ النَّاسِ لَبَدْرٌ، وَمَا أُحِبُّ أَنِّيْ كُنْتُ شَهِدْتُّهَا مَكَانَ بَيْعَتِيْ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ، حَيْثُ تَوَاثَقْنَا عَلَى الإِسْلَامِ، ثُمَّ لَمْ أَتَخَلَّفْ بَعْدُ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكٍ، وَهِيَ آخِرُ غَزْوَةٍ غَزَاهَا، وَآذَنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم النَّاسَ بِالرَّحِيْلِ، فَذَكَرَ الحديثَ بِطُوْلِهِ.

قَالَ: فَانْطَلَقْتُ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ فِيْ الْمَسْجِدِ، وَحَوْلَهُ الْمُسْلِمُوْنَ، وَهُوَ يَسْتَنِيْرُ كَاسْتِنَارَةِ الْقَمَرِ، وَكَانَ إِذَا سُرَّ بِالْأَمْرِ اسْتَنَارَ، فَجِئْتُ، فَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: "أَبْشِرْ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ بِخَيْرِ يَوْمٍ، أَتَى عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ" فَقُلْتُ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ، أَمِنْ عِنْدِ اللّٰهِ أَمْ مِنْ عِنْدِكَ؟ فَقَالَ: "بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" ثُمَّ تَلَا هٰؤُلَاءِ الآيَاتِ: ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ

وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَاكَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ﴾

قَالَ: وَفِيْنَا أُنْزِلَتْ أَيْضًا: ﴿اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهَ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا، وَأَنْ أَنْخلِعَ مِنْ مَالِيْ كُلِّه، صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُوْلِه، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ" فَقُلْتُ: فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ.

قَالَ: فَمَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ نِعْمَةً بَعْدَ الإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حِيْنَ صَدَقْتُهُ أَنَا وَصَاحِبَاىَ، وَلَانَكُوْنُ كَذَبْنَا، فَهَلَكْنَا كَمَا هَلَكُوْا، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ لَايَكُوْنَ اللّٰهُ أَبْلَى أَحَدًا فِيْ الصِّدْقِ مِثْلَ الَّذِيْ أَبْلَانِيْ، مَا تَعَمَّدْتُّ لِكَذِبَةٍ بَعْدُ، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَحْفَظَنِيَ اللّٰهُ فِيْمَا بَقِيَ.

وَقَدْ رُوِىَ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الحديثُ بِخِلَافِ هٰذَا الإِسْنَادِ: قَدْ قِيْلَ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ كَعْبٍ، وَقَدْ قِيْلَ غَيْرُ هٰذَا، وَرَوَى يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ هٰذَا الحديثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ [كَعْبِ بْنِ] مَالِكٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ.

سند کی وضاحت: حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے ہیں: عبدالرحمٰن اور عبداللہ، اور عبداللہ کے بیٹے کا نام بھی عبدالرحمٰن ہے جو حضرت کعبؓ کے پوتے ہیں، یہ حدیث حضرت کعب سے کونسے صاحبزادے روایت کرتے ہیں؟ باب کے شروع میں امام زہریؒ کے شاگرد معمر کی روایت ہے، ان کی سند میں عبدالرحمٰن اپنے ابا حضرت کعبؓ سے روایت کرتے ہیں، دوسری سند میں عبدالرحمٰن پوتے اپنے ابا عبداللہ سے اور وہ اپنے ابا حضرت کعبؓ سے روایت کرتے ہیں، اور امام زہریؒ کے شاگرد یونس کی سند بھی اسی طرح ہے۔ حضرت امام ترمذیؒ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ اصح سند کونسی ہے؟ کیونکہ دونوں صاحبزادے یہ روایت کرتے ہوں یہ بات ممکن ہے۔

۱۴- جمعِ قرآن کی تاریخ

جمع قرآن کے لفظ سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے، لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ قرآنِ کریم نبی ﷺ کے زمانہ میں جمع نہیں تھا، صحابہ نے اس کو جمع کیا ہے، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں۔ قرآن مکمل جمع اور مرتب تھا، اور اسی طرح حافظوں کو یاد بھی تھا۔ مگر وہ ایک جگہ اکٹھا لکھا ہوا نہیں تھا، اور حکومت کی تحویل میں بھی نہیں رکھا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس کو سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا، جیسا کہ باب کی پہلی روایت میں ہے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسبِ سابق وہ مسلمانوں کو سونپ دیا، اور وہ گنجائش موقوف کردی جو أُنزل القرآنُ علی سبعة أحرف کے ذریعہ دی گئی تھی، اور اس

گنجائش کے مطابق جومختلف قرآن لوگوں نے لکھ رکھے تھے ان کوجلا دیا، نیز سارا قرآن ایک ساتھ ''مصحف'' میں لکھا ہوا بھی نہیں تھا، ہر سورت علاحدہ علاحدہ لکھی ہوئی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کو کتابی شکل دی گئی، اور دو سورتوں میں فصل کرنے کے لئے درمیان میں بسم اللہ لکھی گئی، کیونکہ بسم اللہ فصل کرنے ہی کے لئے نازل کی گئی تھی۔

جمع قرآن پر مفصل گفتگو تحفہ الالمعی کے مقدمہ میں (۱:۶۱-۶۶) ہے، اس کی ضرور مراجعت کرلی جائے، اور یہاں جو دو روایتیں ہیں ان کا سلیس ترجمہ بھی وہاں ہے۔ پہلی روایت میں دورِ صدیقی میں جمع قرآن کا بیان ہے، اور دوسری روایت میں دورِ عثمانی میں جمع قرآن کا بیان ہے، اور یہ دونوں روایتیں سورۃ التوبہ کے آخر میں اس لئے لائی گئی ہیں کہ سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں پہلی جمع کے وقت دستیاب نہیں ہوئی تھیں۔

دورِ صدیقی میں پورا قرآنِ کریم سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا

حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے موقعہ پر مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلوایا، میں پہنچا تو ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میرے پاس عمرؓ آئے اور کہا: جنگِ یمامہ میں حفاظ قرآن کی سخت خوں ریزی ہوئی ہے، اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر حفاظِ قرآن کی اسی طرح ساری جنگوں میں خوں ریزی ہوتی رہی تو بہت سارا قرآن ضائع ہوجائے گا، پس میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن کو جمع کرنے کا یعنی سرکاری ریکارڈ میں لینے کا حکم دیں، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟! حضرت عمرؓ نے کہا: وہ بخدا اچھا کام ہے، پھر عمرؓ برابر مجھ سے اس معاملہ میں رجوع کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اس کام کے لئے جس کے لئے عمرؓ کا سینہ کھول دیا تھا، اور میں نے بھی اس سلسلہ میں وہ بات دیکھی جو انھوں نے دیکھی ہے...... حضرت زیدؓ کہتے ہیں: حضرت ابوبکرؓ نے کہا: آپ جوان عقلمند آدمی ہیں، ہم آپ پر بدگمانی نہیں کرتے، آپ رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی لکھا کرتے تھے، پس آپ قرآن تلاش کریں یعنی اس کی اصل تحریریں حاصل کریں...... حضرت زیدؓ کہتے ہیں: بخدا! اگر وہ حضرات مجھے حکم دیتے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا تو وہ مجھ پر اس کام سے زیادہ بھاری نہ ہوتا، میں نے کہا: آپ دونوں وہ کام کیسے کرتے ہیں جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟! حضرت ابوبکرؓ نے کہا: وہ بخدا! اچھا کام ہے، پس برابر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اس معاملہ میں مجھ سے رجوع کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اس کام کے لئے جس کے لئے ان دونوں حضرات کا سینہ کھول دیا تھا، پس میں نے قرآن تلاش کیا، میں اس کو اکٹھا کرتا تھا، پرچوں سے، کھجور کی شاخوں سے، سفید باریک پتھروں سے اور لوگوں کے سینوں سے، پس میں نے سورۃ التوبہ کی آخری آیت حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پائی، یعنی ﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ﴾ سے آخر سورت تک۔

تشریح: بخاری شریف (فضائلِ قرآن) میں ابوخذیمۃ بن اوس ہے، اور وہی صحیح ہے، اور حضرت خزیمۃ بن ثابتؓ کے پاس دوسری مرتبہ جمع کے وقت سورۃ الاحزاب کی آیت ملی تھی۔

[۳۱۲۷-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: بَعَثَ إِلَيَّ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ، مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ، فَقَالَ: إِنَّ عُمَرَ قَدْ أَتَانِيْ، فَقَالَ: إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ يَوْمَ الْيَمَامَةِ، وَإِنِّيْ لَأَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِيْ الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا، فَيَذْهَبَ قُرْآنٌ كَثِيْرٌ، وَإِنِّيْ أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ: كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ فَقَالَ عُمَرُ: هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ يُرَاجِعُنِيْ فِيْ ذٰلِكَ، حَتَّى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهُ صَدْرَ عُمَرَ، وَرَأَيْتُ فِيْهِ الَّذِيْ رَأَى.

قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: إِنَّكَ شَابٌّ عَاقِلٌ لانَتَّهِمُكَ، قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ لِرَسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْوَحْيَ، فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ: مَاكَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ، قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ يُرَاجِعُنِيْ فِيْ ذٰلِكَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ: أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ، وَالْعُسُبِ، وَاللِّخَافِ — يَعْنِي الْحِجَارَةَ — وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ، فَوَجَدْتُ آخِرَ سُوْرَةِ بَرَاءَةٍ مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ: حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حلِ لغات: اِسْتَحَرَّ القتلُ: سخت خوں ریزی ہونا، مادہ حَرّ ...... مَقْتَلٌ: جنگ، قتل کی جگہ...... الرِّقَاع: الرُّقْعَة کی جمع: پرچہ، کاغذ وغیرہ کا ٹکڑا جس پر لکھا جائے ...... العُسُب: العَسِيْب کی جمع: پتے توڑی ہوئی کھجور کی شاخ ...... اللِّخاف: اللَّخْفَة کی جمع: سفید باریک چوڑا پتھر...... دوراول میں انہی چیزوں پر لکھا جاتا تھا...... صدورِ الرجال: مردوں کے سینوں سے یعنی اصلی تحریروں کو حافظوں کے حفظ سے ملایا جاتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو موجودہ قرآن پر جمع کیا

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ سفر سے لوٹ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور حضرت عثمانؓ لڑنے کے لئے روانہ کیا کرتے تھے شام والوں کو آرمینیہ اور آذربیجان فتح کرنے کے لئے عراق والوں کے ساتھ یعنی حضرت حذیفہؓ بھی اس جہاد میں گئے تھے، پس حضرت

حذیفہؓ نے ان کا (لشکریوں کا) قرآن میں اختلاف دیکھا، پس انھوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ امت کی خبر لیں اس سے پہلے کہ وہ قرآن میں مختلف ہوجائیں، جس طرح یہود ونصاری مختلف ہوگئے۔ پس حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ ہمارے پاس نوشتے بھیج دیں، ہم ان کو مصحف میں نقل کریں گے، پھر ان نوشتوں کو آپ کی طرف لوٹا دیں گے، پس حضرت حفصہؓ نے وہ نوشتے حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیئے، پس حضرت عثمانؓ نے حضرات زید بن ثابت، سعید بن العاص، عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم کو بلایا (اور حکم دیا) کہ تم ان نوشتوں کو مصاحف میں نقل کرو، اور تین قریشی حضرات سے کہا: جس میں تم اور زید بن ثابت اختلاف کرو تو اس کو قریش کی لغت میں لکھو، کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں اترا ہے، یہاں تک کہ انھوں نے ان نوشتوں کو مصاحف میں لکھا، پھر حضرت عثمانؓ نے مملکت کے ہر حصہ میں ایک مصحف بھیج دیا، ان مصاحف میں سے جو ان حضرات نے لکھے تھے (یہاں تک روایت بخاری میں ہے، حدیث ۴۹۸۷)

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور مجھ سے خارجۃ بن زید بن ثابت نے بیان کیا کہ زید بن ثابت نے فرمایا: میں نے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت گم پائی، جس کو میں نبی ﷺ کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا، وہ آیت: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ الآیۃ ہے۔ پس میں نے اس کو تلاش کیا تو اس کو حضرت خزیمۃ بن ثابت کے پاس پایا، یا کہا: ابوخزیمہ کے پاس پایا، پس میں نے اس کو اس کی سورت میں ملا دیا۔

امام زہری کہتے ہیں: پس ان حضرات میں اس دن اختلاف ہوا تابوت اور تابوہ میں (یہ لفظ سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۸ میں آیا ہے) پس قریشی حضرات نے تابوت کہا، اور زید بن ثابت نے تابوہ کہا، پس ان کا اختلاف حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا: تابوت لکھو، کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں اترا ہے۔

امام زہریؒ کہتے ہیں: پس مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے بتلایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت زیدؓ کا مصاحف لکھنا ناگوار ہوا، اور انھوں نے کہا: ''اے مسلمانو! کیا علاحدہ رکھا جاؤں گا میں مصاحف لکھنے سے، اور ذمہ دار بنے گا مصاحف کا ایک معمولی آدمی! بخدا! میں مسلمان ہوا ہوں، اور وہ کافر باپ کی پیٹھ میں تھا'' وہ زید بن ثابتؓ کو مراد لے رہے تھے، اور اسی وجہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا: ''اے عراقیو! چھپاؤ ان مصاحف کو جو تمہارے پاس ہیں، اور ان کا پتہ کسی کو نہ چلنے دو، پس بیشک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جو شخص کوئی چیز چھپائے گا وہ قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ آئے گا جس کو اس نے چھپایا ہے'' (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۱ یہ آیت مالِ غنیمت میں خیانت کے بارے میں ہے) پس ملاقات کرو تم اللہ سے اپنے مصاحف کے ساتھ''......امام زہریؒ کہتے ہیں: پس مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ چیز ابن مسعودؓ کی باتوں میں سے بڑے درجے کے صحابہ میں سے بہت سے حضرات نے ناپسند کی (کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کوفہ میں تھے، اور مصاحف کی تیاری کا کام مدینہ میں ہو رہا تھا، پس ان کو کمیٹی میں

کیسے شامل کیا جاسکتا تھا؟ اورحضرت زیدؓ کو یہ کام پہلی مرتبہ نہیں سونپا گیا تھا، وہ دورِصدیقی میں بھی جمع قرآن کا کام کرچکے تھے، اس لئے وہی اس کام کے زیادہ حقدار تھے، اورحضرت ابن مسعودؓ کی ناراضگی بلاوجہ تھی)

[٣١٢٨-] حدثنا محمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ حُذَيْفَةَ قَدِمَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَكَانَ يُغَازِیْ أَهْلَ الشَّامِ فِیْ فَتْحِ أَرْمِيْنِيَّةَ، وَأَذْرَبِيْجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَرَأَى حُذَيْفَةُ اخْتِلاَفَهُمْ فِیْ الْقُرْآنِ، فَقَالَ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَدْرِكْ هٰذِهِ الأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوْا فِیْ الْكِتَابِ، كَمَا اخْتَلَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى، فَأَرْسَلَ إِلَى حَفْصَةَ أَنْ أَرْسِلِی إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ، نَنْسَخْهَا فِی الْمَصَاحِفِ، ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ، فَأَرْسَلَتْ حَفْصَةُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِالْصُّحُفِ، فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنِ انْسَخُوْا الصُّحُفَ فِی الْمَصَاحِفِ، وَقَالَ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلاَثَةِ: مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ، حَتَّى نَسَخُوْا الصُّحُفَ فِیْ الْمَصَاحِفِ، بَعَثَ عُثْمَانُ إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِنْ تِلْكَ الْمَصَاحِفِ الَّتِیْ نَسَخُوْا.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَحَدَّثَنِیْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُوْرَةِ الأَحْزَابِ كُنْتُ أَسْمَعُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَؤُهَا: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ﴾ فَالْتَمَسْتُهَا، فَوَجَدْتُهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنَ ثَابِتٍ، أَوْ: أَبِیْ خُزَيْمَةَ، فَأَلْحَقْتُهَا فِیْ سُوْرَتِهَا.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَاخْتَلَفُوْا يَوْمَئِذٍ فِیْ التَّابُوْتِ وَالتَّابُوْهِ، فَقَالَ الْقُرَشِيُّوْنَ: التَّابُوْتُ، وَقَالَ زَيْدٌ: التَّابُوْهُ، فَرُفِعَ اخْتِلاَفُهُمْ إِلَى عُثْمَانَ، فَقَالَ: اكْتُبُوْهُ التَّابُوْتَ، فَإِنَّهُ نَزَلَ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَأَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَرِهَ لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ نَسْخَ الْمَصَاحِفِ، وَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! أُعْزَلُ عَنْ نَسْخِ كِتَابَةِ الْمَصَاحِفِ، وَيَتَوَلَّاهَا رَجُلٌ، وَاللّٰهِ لَقَدْ أَسْلَمْتُ وَإِنَّهُ لَفِیْ صُلْبِ رَجُلٍ كَافِرٍ، يُرِيْدُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَلِذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ اكْتُمُوْا الْمَصَاحِفَ الَّتِیْ عِنْدَكُمْ، وَغُلُّوْهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ فَالْقَوُا اللّٰهَ بِالْمَصَاحِفِ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَبَلَغَنِیْ أَنَّ ذٰلِكَ كَرِهَ مِنْ مَقَالَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رِجَالٌ مِنْ أَفَاضِلِ أَصْحَابِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهُوَ حديثُ الزُّهْرِيِّ، وَلاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِهِ.

وَمِنْ سُوْرَةِ يونس

سورۂ یونس کی تفسیر

۱-جنت میں سب سے بڑی نعمت دیدارِالٰہی ہے

حدیث: سورۂ یونس (آیت۲۶) میں ہے: ﴿لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾: جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لئے خوبی یعنی جنت ہے، اور مزید برآں یعنی دیدارِالٰہی ہے، اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: بیشک تمہارے لئے اللہ کے پاس ایک وعدہ ہے'' یعنی ابھی اللہ تعالیٰ تمہیں ایک اور چیز عنایت فرمائیں گے، بندے عرض کریں گے: کیا انھوں نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے؟ اور دوزخ سے نجات نہیں بخشی؟ اور جنت میں داخل نہیں کیا؟ فرشتے کہیں گے: کیوں نہیں! یعنی بیشک یہ سب چیزیں تمہیں دیدی گئی ہیں، مگر اب بھی ایک نعمت باقی ہے، پس حجاب اٹھایا جائے گا (اور جنتی جمالِ حق کا نظارہ کریں گے) نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس بخدا! نہیں عطا کی اللہ نے ان کو کوئی چیز جو ان کے نزدیک زیادہ محبوب ہو جمالِ الٰہی کے دیدار سے''

حوالہ: یہ حدیث اسی سند سے پہلے ابواب صفۃ الجنۃ (باب۱۶ حدیث ۲۵۴۸ تحفہ ۶: ۳۲۵) میں گذر چکی ہے۔

[۱۱-] ومن سُوْرَةِ يُوْنُسَ

[۳۱۲۹-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ صُهَيْبٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾ قَالَ: '' إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، نَادَى مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَوْعِدًا، قَالُوْا: أَلَمْ يُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا، وَيُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ، وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ؟ قَالُوْا: بَلٰى، فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ'' قَالَ: '' فَوَ اللّٰهِ مَا أَعْطَاهُمْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ''

حديثُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ مَرْفُوْعًا، وَرَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ هٰذَا الحديثَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى قَوْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ صُهَيْبٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وضاحت: ہمارے نسخوں میں حدیث میں يُنَجِّيْنَا: ی کے ساتھ ہے، جبکہ لم کی وجہ سے حرف علت گرنا چاہئے، اور پہلے جہاں یہ حدیث آئی ہے: ی نہیں ہے، چنانچہ میں نے یہاں بھی ی حذف کردی ہے...... اور قالوا: بلی: بھی

یہاں نہیں ہے، مگر پہلے ہے اس لئے یہاں بھی اس کو بڑھایا ہے۔

۲-مؤمن کو دنیا میں خوشخبری خواب کے ذریعہ ملتی ہے

حدیث: مصر کے ایک شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ کی تفسیر پوچھی کہ مؤمن کو دنیا میں خوش خبری کس طرح ملتی ہے؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ بات نبی ﷺ سے پوچھی ہے کسی نے مجھ سے آپ کے علاوہ یہ بات نہیں پوچھی، ہاں ایک اور شخص نے بھی یہ بات پوچھی تھی، اور جب میں نے نبی ﷺ سے اس کی تفسیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے آپ کے علاوہ کسی نے بھی مجھ سے ''بشریٰ'' کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اس آیت میں بشریٰ سے مراد نیک خواب ہے، جس کو مسلمان دیکھتا ہے، یا وہ اس کے لئے دیکھا جاتا ہے۔

حوالہ: یہ حدیث پہلے (حدیث ۲۲۷۱ ابواب الرؤیا باب ۳ تحفہ ۶: ۵۹ میں) آچکی ہے، اور حضرت عبادۃ بن الصامت کی حدیث بھی اسی باب میں ہے، اور ہمارے نسخوں میں متن ناقص تھا، پہلے مکمل ہے، چنانچہ یہاں بھی متن حسب سابق کر دیا ہے۔

[۳۱۳۰-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ ابن الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ قَالَ: مَا سَأَلَنِيْ عَنْهَا أَحَدٌ غَيْرُكَ، إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ، مُنْذُ سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْهَا: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "مَا سَأَلَنِيْ عَنْهَا أَحَدٌ غَيْرُكَ مُنْذُ أُنْزِلَتْ! هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ"

حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، وَلَيْسَ فِيْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، وفي الباب: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ.

سند کی وضاحت: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی دوسندیں پیش کی ہیں۔ پہلی سند دوطریق سے ہے، پہلا طریق ابن المنکدر کا ہے، اس میں عطاء بن یسار کا ذکر ہے، دوسرا طریق ابوصالح کا ہے، اس میں بھی عطاء کا ذکر ہے اور دوسری سند مستقل ہے، اس میں عطاء کا تذکرہ نہیں۔

۳-فرعون کے منہ میں کیچ بھر دینے کی روایت

سورۃ یونس (آیات ۹۰-۹۲) میں ہے: ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتار دیا، پھر فرعون اور اس کے لشکر نے شرارت اور زیادتی کے ارادے سے ان کا پیچھا کیا، تا آنکہ جب وہ ڈوبنے لگا تو بولا: میں یقین کرتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں فرمانبرداروں میں شامل ہوتا ہوں، کیا اب؟ حالانکہ پیشتر تو نے برابر نافرمانی کی، اور قطعی فسادیوں میں سے تھا! پس آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے، تاکہ تو اپنے پیچھے والوں کے لئے (عبرت کی) نشانی بنے، اور بیشک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے قطعاً غافل ہیں۔

اور فرعون کے بوقتِ نزع ایمان لانے کے سلسلہ میں ایک روایت دوسندوں سے آئی ہے:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرقاب کیا تو اس نے کہا: ''میں یقین کرتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں، جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں'' پس جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ''اے محمد! اگر آپؐ مجھے دیکھتے درانحالیکہ میں دریا کی کالی کیچ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا، اور اس کو فرعون کے منہ میں ٹھونس رہا تھا، اس اندیشہ سے کہ کہیں اس کو رحمتِ الٰہی نہ پالے (تو آپؐ کو بڑی حیرت ہوتی!)

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، جبکہ اس کی سند میں علی بن زید بن جُدعان: مشہور ضعیف راوی ہے، اور اس کا استاذ یوسف بن مہران بصری بھی بس ایسا ہی راوی ہے، وہ لَیِّنُ الحدیث ہے، اور اس سے صرف ابن جُدعان ہی روایت کرتا ہے، پس وہ مجہول الذات بھی ہے، اس لئے یہ حدیث حسن نہیں، بلکہ ضعیف ہے۔

حدیث (۲): مذکورہ بالا حدیث امام شعبہ رحمہ اللہ: عدی بن ثابت اور عطاء بن السائب سے روایت کرتے ہیں، اور وہ دونوں سعید بن جبیر سے، اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، اور ان دونوں (عدی اور عطاء) میں سے ایک نے حدیث کو مرفوع کیا ہے (اور دوسرے نے اس کو ابن عباس کا قول قرار دیا ہے) کہ انھوں نے یعنی نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرعون کے منہ میں کیچ ٹھونسنی شروع کی، اس اندیشہ سے کہ کہیں وہ لا إله إلا الله کہہ لے، پس اس پر اللہ مہربانی فرمائیں، یا کہا کہ اس ڈر سے کہ اللہ اس پر مہربانی کریں۔

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسنٌ صحیحٌ کہا ہے، مگر ساتھ ہی غریبٌ بھی کہا ہے، کیونکہ عدی بن ثابت اگرچہ ثقہ راوی ہیں، مگر عطاء بن السائب معمولی راوی (صدوق) ہیں، اور آخر میں ان کا حافظہ بھی بگڑ گیا تھا، اور یہ معلوم نہیں کہ اس حدیث کو ان دونوں میں سے کس نے مرفوع کیا ہے؟

اور یہ حدیث پہلی سند سے مسند احمد وغیرہ میں ہے، مگر کتبِ خمسہ میں نہیں ہے، اور دوسری سند سے مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے، اور کتبِ خمسہ میں سے کسی کتاب میں نہیں ہے، اس لئے یہ مرفوع حدیث ثابت نہیں، ہاں ابن عباسؓ

کا قول ہوسکتا ہے، مگر حضرت ابن عباسؓ کی یہ تفسیر قرآن کے بیان کے معارض ہے، قرآن کہتا ہے: ’’کیا اب؟‘‘ یعنی اب جبکہ نزع کا وقت آگیا ایمان لاتا ہے! اب ایمان لانے کا وقت کہاں رہا؟ نزع کا ایمان معتبر نہیں، پھر اس کے منہ میں مٹی بھرنے سے کیا فائدہ؟

پس اس روایت پر امام رازیؒ نے تفسیر میں جو اعتراضات کئے ہیں: وہ درست ہیں، اور خازن رحمہ اللہ نے جو حدیث کی تصحیح کی ہے، اور اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش کی ہے: وہ بے فائدہ ہے، اور الکوکب الدری میں یہاں بیاض ہے، معلوم نہیں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی اس حدیث کے بارے میں کیا رائے تھی؟

[۳۱۳۱-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَهْرَانَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" لَمَّا أَغْرَقَ اللّٰهُ فِرْعَوْنَ: ﴿قَالَ: آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا الَّذِيْ آمَنَتْ بِهِ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ﴾ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ: يَا مُحَمَّدُ! لَوْ رَأَيْتَنِيْ، وَأَنَا آخُذُ مِنْ حَالِ الْبَحْرِ، وَأَدُسُّهُ فِيْ فِيْهِ: مَخَافَةَ أَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۳۱۳۲-] حدثنا مُحمدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، نَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، وَعَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، ذَكَرَ أَحَدُهُمَا عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّ جِبْرَئِيْلَ جَعَلَ يَدُسُّ فِيْ فِيِّ فِرْعَوْنَ الطِّيْنَ: خَشْيَةَ أَنْ يَقُوْلَ: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ، أَوْ: خَشْيَةَ أَنْ يَرْحَمَهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

وَمِنْ سُوْرَةِ هود

سورۂ ہود علیہ السلام کی تفسیر

۱- کائنات کا آغاز کس طرح ہوا؟

سورۂ ہود (آیت ۷) میں ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾ ترجمہ: اور وہ (اللہ) ایسے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (چھ ادوار) میں پیدا کیا، اور ان کا تختِ شاہی پانی پر تھا: تاکہ وہ تم کو آزمائیں کہ تم میں سب سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟

اس قسم کی آیات کی تفسیر میں دو حدیثیں مروی ہیں۔ ایک روایت بخاری شریف میں ہے (یہ روایت ترمذی شریف میں بھی بالکل آخر میں آرہی ہے، مگر وہ مختصر ہے، بخاری میں مفصل ہے) اور دوسری روایت یہاں ہے (یہ روایت ابن ماجہ (حدیث ۱۸۲) اور مسند احمد (۴: ۱۱ و ۱۲) میں بھی ہے پہلے آپ بخاری شریف کی روایت پڑھیں:

حدیث (۱): حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قبیلۂ بنوتمیم کے کچھ لوگ (مالی تعاون کی امید لے کر) آئے (اس وقت آپؐ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں تھا) پس آپؐ نے فرمایا: اِقْبَلُوْا الْبُشْریٰ یابنی تمیم: اے خاندانِ تمیم کے لوگو! خوش خبری قبول کرو یعنی برکتیں اور دعائیں لے جاؤ ان لوگوں نے دومرتبہ کہا: آپؐ نے ہمیں خوش خبری دی، پس کچھ (مال) دیجئے، پس آپؐ کا چہرہ بدل گیا (کیونکہ دینے کے لئے کچھ نہیں تھا) پھر آپؐ کے پاس یمن کے کچھ لوگ آئے (آپؐ نے خیال فرمایا کہ یہ لوگ بھی مالی تعاون کی امید لے کر آئے ہیں) چنانچہ (ان سے بھی) آپؐ نے فرمایا: ''خوش خبری قبول کرو اے یمن والو! جبکہ اس کو بنوتمیم نے قبول نہیں کیا'' ان لوگوں نے عرض کیا: ہم خوش خبری قبول کرتے ہیں اے اللہ کے رسول! (اور انھوں نے کہا: ہم مال کے لئے نہیں آئے، بلکہ علم حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں) ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپؐ سے اس کائنات کے آغاز کے بارے میں دریافت کریں (آپؐ ان کے جواب سے خوش ہوئے) پس آپؐ نے فرمایا: **كان الله ولم يكن شيئ غيره (وفي رواية: قبله) وكان عرشه على الماء، وكتب في الذكر كل شيئ، وخلق السماوات والأرض**: اللہ پاک تھے، اور ان کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی (اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی) اور ان کا تختِ شاہی پانی پر تھا، اور اللہ نے ہر چیز لوحِ محفوظ میں لکھ دی، اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا (حدیث ۳۱۹۱ و ۷۴۱۸) پھر ایسا ہوا کہ کسی نے حضرت عمرانؓ سے کہا: تمہارا اونٹ چل دیا، چنانچہ وہ اپنے اونٹ کی طلب میں چلے گئے، اور آگے کا مضمون نہیں سن سکے، **فیا للأسف!**

حدیث (۲): حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارے پروردگار کہاں تھے؟ آپؐ نے فرمایا: **كان في عَمَاءٍ، ما تحته هواء، وما فوقَه هواء، وخلق عرشَه على الماء**: اللہ تعالیٰ بادل میں تھے، اس سے نیچے خلا تھا، اور اس سے اوپر خلا تھا، اور اللہ نے اپنا عرش پانی پر پیدا کیا۔

تشریح: یہ دوسری حدیث جو ترمذی میں ہے معرکۃ الآراء ہے، آپ پہلے چند متفرق باتیں سمجھ لیں:

۱- یہ حدیث ٹھیک ہے، امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے، بعض لوگ اس کی تضعیف کرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں کیونکہ حضرت عمرانؓ کی مذکورہ بالا حدیث اس کی شاہد ہے۔

۲- تمام کتابوں میں: **قَبل أن يَخْلُقَ خَلْقَه** ہے، یعنی کائنات پیدا کرنے سے پہلے پروردگارِ عالم کہاں تھے؟ مگر مسند احمد میں یہ حدیث دو جگہ آئی ہے، پہلی جگہ (۴: ۱۱) یزید بن ہارون کی روایت ہے، اس میں وہی الفاظ ہیں جو یہاں ترمذی میں ہیں۔ اور دوسری جگہ (۴: ۱۲) بہز بن حکیم کی روایت ہے، ان کے الفاظ ہیں: **قبل أن يخلق السماواتِ والأرضَ**: آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے پروردگارِ عالم کہاں تھے؟ اور ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح کرتی ہے، پس سوال مطلق کائنات کے آغاز کے بارے میں نہیں تھا، بلکہ اس عالم مشاہد کے آغاز کے بارے میں تھا۔

۳- لفظ **العَمَاء**: ممدود بھی ہوسکتا ہے اور مقصور بھی، **العماء** (ممدود) کے معنی ہیں: بادل، اور **العمیٰ** اور **العما**

(مقصور) کے معنی ہیں: لیس معه شیئ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ نہیں تھا، یہ ترجمہ امام ترمذی کے استاذ الاستاذ یزید بن ہارون نے کیا ہے، جو کتاب میں ہے، مگر شراح عام طور پر پہلا ترجمہ کرتے ہیں، پس وہی ترجمہ صحیح ہے، کیونکہ اگلے جملوں سے جوڑ بھی اسی صورت میں ہوتا ہے۔

۴- ما تحته اور ما فوقه میں ما کیسا ہے؟ نافیہ یا موصولہ؟ شارحین نے دونوں احتمال ذکر کئے ہیں، ما نافیہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا: اس (بادل) سے نیچے ہوا نہیں تھی، نہ اس کے اوپر ہوا تھی۔ اور ما موصولہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا: اس (بادل) سے نیچے ہوا تھی اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی۔

۵- هواء سے کیا مراد ہے؟ کیا وہ ہوا مراد ہے جو عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر ہے، اور جو کرۂ ارض کو محیط ہے یا اس کے معنی خلا (خالی جگہ) کے ہیں، کیونکہ عربی میں ہر خالی چیز کو بھی هواء کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: قلب هواء: خالی دل، اور سورۃ ابراہیم (آیت ۴۳) میں ہے: ﴿وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ﴾: ان کے دل خالی (بدحواس) تھے۔ شارحین کرام نے دونوں احتمال ذکر کئے ہیں، میرے نزدیک هواء بمعنی خلا راجح ہے، یعنی اس بادل سے اوپر اور نیچے خلا تھا یعنی بالفعل کوئی مخلوق موجود نہیں تھی، ابن ماجہ کی روایت میں ہے: وما ثَمَّ خلق: وہاں کوئی مخلوق نہیں تھی، یہ تقریباً صراحت ہے کہ هواء بمعنی خلا ہے، کیونکہ کرۂ ہوا تو خود ایک مخلوق ہے۔

۶- یہ بادل: جس کا اس حدیث میں ذکر ہے: کیا ہے؟ کیا یہ اللہ کی کوئی صفت ہے یا یہ کوئی مخلوق ہے؟ عام طور پر شارحین نے اس کو اللہ کی صفت قرار دیا ہے، اور اللہ کی صفات کو ایک حد تک ہی سمجھا جاسکتا ہے، پس اس کی زیادہ کاوش ٹھیک نہیں۔

لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ بادل اللہ کی صفت نہیں ہے، بلکہ ایک مخلوق ہے، اور اس لفظ سے وجود منبسط کو تعبیر کیا گیا ہے۔ وجودِ مُنْبَسِطْ: یعنی پھیلا ہوا وجود، جو عالم مشاہد کا مادۂ تخلیق ہے، جیسے سورج نکلتا ہے تو فضا میں ایک نور (دھوپ) پھیل جاتا ہے، جس میں تقطیعات (ڈیزائنیں) نہیں ہوتیں، پھر جب وہ نور روشن دان سے گذر کر گھر میں آتا ہے تو اس میں روشن دان کی ڈیزائنوں کے مطابق ڈیزائنیں بن جاتی ہیں، اور دھوپ کی مختلف شکلیں رونما ہوجاتی ہیں، اور یہ شکلیں عدم دھوپ کے احاطے سے پیدا ہوتی ہیں...... اسی طرح زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک وجود پیدا کیا تھا، اور یہ وجودِ خالق نہیں تھا، بلکہ وجودِ مخلوق تھا، اسی وجودِ مخلوق کو اس حدیث میں بادل سے تعبیر کیا گیا ہے، تخلیقِ ارض وسماء سے پہلے یہ وجود ہر سو پھیلا ہوا تھا، جیسے آفتاب کا نور فضا میں پھیلا ہوا ہوتا ہے، پھر اس وجود منبسط کے حصے بنے، اس طرح کہ ان کو عدموں نے گھیرا تو مخلوقات وجود میں آئیں، پس اس عالم مشاہد کی تمام مخلوقات ایک ہی وجودِ مخلوق کے حصے ہیں۔ اور اسی کا نام وحدت الوجود ہے، مگر ابن الوقت بات سمجھے نہیں، اور وجودِ مخلوق کو وجودِ خالق کے ساتھ متحد کردیا، اور أنا الحق کا نعرہ بلند کردیا، یہ ان کی ناسمجھی تھی۔

اس کی دوسری مثال: پانی اور اس میں اٹھنے والے بلبلے ہیں، بلبلے اٹھتے رہتے ہیں، ٹوٹتے رہتے ہیں اور اسی پانی میں ملتے رہتے ہیں ...... غرض تخلیق ارض وسماء سے پہلے پانی پیدا کیا جا چکا تھا، اور عرش معلیٰ اسی پر بچھایا گیا تھا، پھر اس بادل (وجودِ مخلوق) کو جو فضا میں پھیلا ہوا تھا: عالم مشاہد (آسمان وزمین) کی صورت میں جلوہ گر کیا، اور اس طرح یہ کائنات وجود میں آئی۔ بس حدیث کا اتنا ہی مطلب ہے، اس کے علاوہ جو کچھ کہا گیا ہے: وہ موشگافی ہے۔

سوال: سائل نے سوال کیا ہے: أين كان ربنا: اور أين: مکان دریافت کرنے کے لئے آتا ہے، اور جواب میں فرمایا ہے: في عماء: اور في ظرفیت کے لئے آتا ہے: پس کیا اللہ تعالیٰ مکانی ہیں؟ یعنی ان کے لئے کوئی مکان ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نہ زمانی ہیں نہ مکانی یعنی وہ نہ زمانے کے محتاج ہیں نہ مکان کے، کیونکہ زمان ومکان انہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ پس خالق: اپنی مخلوق کا محتاج کیسے ہوسکتا ہے! ...... البتہ خالق کا اپنی مخلوق کے ساتھ تعلق قائم ہوسکتا ہے، الرحمن على العرش استوى میں اور ء أمنتم من في السماء میں، اور وهو معكم أين ما كنتم میں اسی تعلق کا بیان ہے، اسی طرح سوال میں جو أين ہے اور جواب میں جو في ہے: ان سے بھی یہی تعلق مراد ہے، مکانیتِ واقعی اور ظرفیتِ حقیقی مراد نہیں۔

[۱۲-] وَمِنْ سُوْرَةِ هُوْدٍ

[۳۱۳۳-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيْعِ بْنِ حُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِيْنٍ، قَالَ: قُلْتُ: يارسولَ اللهِ! أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ؟ قَالَ: "كَانَ فِيْ عَمَاءٍ: مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ، وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ، وَخَلَقَ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ" قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ يَزِيْدُ: الْعَمَا: أَيْ لَيْسَ مَعَهُ شَيْئٌ.

هَكَذَا يَقُوْلُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ: وَكِيْعُ بْنُ حُدُسٍ، وَيَقُوْلُ شُعْبَةُ، وَأَبُوْ عَوَانَةَ، وَهُشَيْمٌ: وَكِيْعُ بْنُ عُدُسٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

وضاحت: حدیث کے راوی: وکیع کے والد کا نام حُدُس (ح کے ساتھ) ہے یا عُدُس (عین کے ساتھ)؟ اس میں اختلاف ہے، صحیح عدس (عین کے ساتھ) ہے۔

۲- اللہ پاک ظالم کو مہلت دیتے ہیں

سورۂ ہود (آیت ۱۰۲) ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ، إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ ترجمہ: اور ایسی ہوتی ہے آپ کے رب کی پکڑ، جب وہ پکڑتے ہیں بستیوں کو درانحالیکہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بیشک ان کی

پکڑ دردناک سخت ہے!......اور متفق علیہ حدیث میں ہے: إن اللّٰه يُمْلِيْ الظالمَ، حتى إذا أخذه لم يُفْلِتْه: اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں، پھر جب اس کو پکڑتے ہیں تو چھوڑتے نہیں، أَمْلاَهُ اللّٰه: اللہ کا کسی کی زندگی کو طول دینا اور فائدہ اٹھانے دینا......أَفْلَتَ الشيئَ: چھوڑ دینا، نکلنے دینا، جیسے أَفْلَتَ الحبلَ من يده: رسّی اپنے ہاتھ سے چھوڑ دی۔

تشریح: اس آیت میں اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے قانونِ امہال کا ذکر ہے، قرآنِ کریم میں جگہ جگہ اللہ کے اس قانون کا تذکرہ آیا ہے، سورۃ القلم (آیت ۴۵) میں ہے: ﴿وَأُمْلِيْ لَهُمْ، إِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾: اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں یعنی دنیا میں ایک دم عذاب نازل نہیں کر دیتا، بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے، یعنی جب پکڑتا ہوں تو کوئی بچ نہیں سکتا۔ پس ظالم (شرک و کفر کرنے والے اور عملی ظلم کرنے والے) مطمئن نہ ہو جائیں اور اللہ کی پکڑ سے بے خوف نہ ہو جائیں، وہ دیر سویر ان کو ضرور پکڑیں گے، اور جب پکڑیں گے تو جڑ موڑ سے کھود دیں گے!

[۳۱۳٤-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُمْلِيْ – وَرُبَّمَا قَالَ: يُمْهِلُ – الظَّالِمَ، حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ" ثُمَّ قَرَأَ:﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ الآيَة.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وَقَدْ رَوَى أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ نَحْوَهُ، وَقَالَ:" يُمْلِيْ"

حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ، عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ جَدِّهٖ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، وَقَالَ:" يُمْلِيْ" وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ.

وضاحت: یہ حدیث متفق علیہ ہے، اس کو بُریدسے ابو معاویہ اور ابو اسامہ روایت کرتے ہیں، ابو معاویہ کی روایت میں شک ہے کہ حدیث میں یُمْلِیْ ہے یا یُمْهِلُ؟ دونوں کے معنی ایک ہیں، اور ابو اسامہ کی روایت میں شک کے بغیر یملی ہے۔

۳- نیک بختی اور بدبختی ازل سے طے ہے، مگر انسان عمل کا مکلّف ہے

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب سورہ ہود کی (آیت ۱۰۵) نازل ہوئی: ﴿فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ﴾ یعنی اہل محشر میں سے کچھ لوگ بدبخت ہونگے اور کچھ لوگ نیک بخت: تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے نبی! پس ہم کس بنا پر عمل کرتے ہیں؟ کسی ایسی بات پر جس سے نمٹا جا چکا ہے، یا کسی ایسی بات پر جس سے ابھی نہیں نمٹا گیا؟ یعنی بدبخت ہونا اور نیک بخت ہونا قیامت کے دن انسان کے عمل کی بنیاد پر طے ہوگا یا یہ بات پہلے سے طے شدہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "(نہیں) بلکہ ایسی بات پر (ہم عمل کرتے ہیں) جس سے نمٹا جا چکا ہے، اور قلم تقدیر اس کو لکھ چکے ہیں: اے عمر! یعنی نیک بخت اور بدبخت ہونا ازل سے طے ہے (یہ تقدیر کا اللہ کی جانب کا پہلو ہے) مگر ہر شخص کے لئے وہ کام

آسان کیا گیا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے'' (یہ عمل کی جانب ہے یعنی انسان ازلی تقدیر کے مطابق عمل کا مکلّف ہے)
حوالہ: یہ حدیث دوسری سند سے پہلے آچکی ہے (حدیث ۲۱۳۵ ابواب القدر باب ۳ تحفہ ۵: ۴۹۲) وہاں شرح دیکھیں۔

[۳۱۳۵-] حدثنا محمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: هُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: نا سُلَيْمَانُ بْنُ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ﴾ سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! فَعَلَى مَا نَعْمَلُ؟ عَلَى شَيْئٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ، أَوْ عَلَى شَيْئٍ لَمْ يُفْرَغْ مِنْهُ؟ قَالَ: " بَلْ عَلَى شَيْئٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ، وَجَرَتْ بِهِ الأَقْلَامُ، يَا عُمَرُ! وَلٰكِنْ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ"
هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الوَجْهِ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حديثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرٍو.

۴- نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں

سورۂ ہودؑ (آیت ۱۱۴) میں ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ، ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰاكِرِيْنَ﴾ ترجمہ: اور دن کے دونوں سروں پر اور رات کے ابتدائی حصہ میں نماز کا اہتمام کیجئے یعنی پانچ نمازیں پابندی سے پڑھیے، بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت پذیر ہونے والوں کے لئے۔
اس آیت کی تفسیر میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود کی، حضرت معاذ بن جبل کی، اور حضرت ابوالیَسَر کعب بن عمرو بن عباد سَلمی انصاری بدری کی رضی اللہ عنہم:
حدیث (۱): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے عرض کیا: میں نے مدینہ کے آخری حصہ میں ایک عورت کو چھیڑا ہے (عَالَجَ الأَمْرَ: کسی کام کو انجام دینے کی کوشش کرنا، عَالَجَ امرأةً: زنا کرنے کی کوشش کرنا) اور میں اسے پہنچا ہوں اس سے ورے کہ میں اس سے صحبت کروں یعنی میں نے صحبت کے علاوہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے، اور میں یہ ہوں یعنی آپؐ کے پاس حاضر ہوں، پس آپؐ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں۔ پس اس سے حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ نے تیری پردہ پوشی کی، پس کاش تو بھی اپنی پردہ پوشی کرتا یعنی اپنا معاملہ نبی ﷺ کے سامنے نہ رکھتا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا، پس وہ آدمی چلا گیا، پھر نبی ﷺ نے اس کے پیچھے آدمی بھیجا، اور اس کو بلایا، اور اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی: ''دن کے دونوں سروں پر اور رات کے ابتدائی حصہ میں نماز کا اہتمام کیجئے، بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ایک نصیحت ہے نصیحت پذیر ہونے والوں کے لئے'' پس حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا: کیا یہ بات خاص طور پر اسی شخص کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: (نہیں) ''بلکہ سبھی لوگوں کے لئے ہے''

یہی حدیث دوسری سند سے اس طرح ہے: ابن مسعودؓ کہتے ہیں: ایک شخص نے ایک عورت کا ناجائز بوسہ لیا، پس وہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، اور اس نے آپؐ سے اس گناہ کا کفارہ معلوم کیا، پس آیتِ کریمہ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ﴾ نازل ہوئی، پس اس شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ آیت میرے ہی لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: لك ولمن عمل بها من أمتي: آپ کے لئے ہے، اور میری امت میں سے جو بھی اس آیت پر عمل کرے: اس کے لئے ہے، یعنی جو بھی پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھے گا اس کے لئے یہ فضیلت ہے۔

حدیث (۲): حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! بتائیں: ایک شخص ایک عورت سے ملاقات کرتا ہے، اور ان کے درمیان کوئی جان پہچان نہیں ہوتی، پس نہیں کرتا آدمی اپنی بیوی سے کوئی چیز مگر وہ اس عورت سے کرتا ہے، یعنی ہر فائدہ اس سے اٹھاتا ہے، البتہ وہ اس سے صحبت نہیں کرتا۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں: پس اللہ تعالیٰ نے آیت: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ﴾ نازل فرمائی، پس اس کو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ حضرت معاذؓ نے پوچھا: کیا یہ آیت اسی شخص کے لئے خاص ہے یا سب مؤمنوں کے لئے عام ہے؟ آپؐ نے فرمایا: (نہیں) ''بلکہ سب مؤمنوں کے لئے ہے''

حدیث (۳): حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک عورت میرے پاس کھجوریں خریدنے کے لئے آئی، میں نے اس سے کہا: گھر میں اس سے اچھی کھجوریں ہیں، وہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی، پس میں نے اس کا قصد کیا اور اس کو چوما، پس میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا، اور ان سے یہ معاملہ ذکر کیا، انھوں نے کہا: اپنا معاملہ چھپالو، اور توبہ کرو، اور یہ بات کسی کو نہ بتلاؤ۔ مگر میں صبر نہ کرسکا، چنانچہ عمرؓ کے پاس آیا، اور ان سے یہ معاملہ ذکر کیا، انھوں نے بھی کہا: اپنا معاملہ چھپالو، اور توبہ کرو، اور یہ بات کسی کو نہ بتلاؤ، مگر میں صبر نہ کرسکا، چنانچہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپؐ سے یہ معاملہ ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم نے غازی (مجاہد فی سبیل اللہ) کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ یہ حرکت کی؟!'' اس عورت کا شوہر جہاد میں گیا ہوا تھا، پس اس کے گھر والوں کی اچھی خبر گیری کرنی چاہئے تھی، بجائے اس کے تم نے اس کی بیوی کے ساتھ یہ نازیبا حرکت کی؟! یہاں تک کہ اس شخص نے تمنا کی کہ کاش اس نے اسلام قبول نہ کیا ہوتا مگر اسی گھڑی میں (تاکہ اس کا یہ گناہ معاف ہوجاتا) یہاں تک کہ اس نے گمان کیا کہ وہ دوزخ والوں میں سے ہے یعنی وہ تباہ ہوا۔

حضرت ابوالیسرؓ کہتے ہیں: پس نبی ﷺ دیر تک سر جھکائے رہے، یہاں تک کہ آپؐ کی طرف وحی کی گئی ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ﴾ ابوالیسر کہتے ہیں: پس میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، پس آپؐ نے یہ آیت مجھ کو پڑھ کر سنائی، پس آپؐ کے صحابہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا یہ آیت اسی شخص کے لئے خاص ہے یا سب لوگوں کے عام ہے؟ آپؐ نے فرمایا: (نہیں) ''بلکہ یہ آیت سبھی لوگوں کے لئے عام ہے''

تشریح: ان حدیثوں کے علاوہ ایک حدیث پہلے (حدیث ۲۱۰ تحفہ ۱:۵۳۸ میں) گذری ہے کہ "پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ کفارہ ہیں ان گناہوں کے لئے جو ان کے درمیان ہوئے ہیں، جب تک کہ نہ چھایا جائے کبیرہ گناہوں پر" یعنی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے اس حدیث کو مذکورہ بالا حدیثوں کے ساتھ ملایا جائے تو آیت کریمہ کا مطلب یہ منقح ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کے مقدمات: نیکیوں سے معاف ہوجاتے ہیں، سیئات سے یہی گناہ مراد ہیں۔ البتہ اگر کوئی مقدمات سے گذر کر کبیرہ گناہ بھی کر گزرے تو اب توبہ ضروری ہے، نمازوں سے وہ کبیرہ گناہ مع اس کے مقدمات کے معاف نہیں ہوگا۔

[۳۱۳۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: إِنِّيْ عَالَجْتُ امْرَأَةً فِيْ أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ، وَإِنِّيْ أَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُوْنَ أَنْ أَمَسَّهَا، وَأَنَا هٰذَا، فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ، لَوْ سَتَرْتَ عَلَى نَفْسِكَ! فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا، فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ، فَأَتْبَعَهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَجُلًا، فَدَعَاهُ، فَتَلَا عَلَيْهِ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ، ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ﴾ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: هٰذَا لَهُ خَاصَّةً؟ قَالَ: "بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهٰكَذَا رَوَى إِسْرَائِيْلُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

وَرَوَى شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

وَرَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ.

وَرِوَايَةُ هٰؤُلَاءِ أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ الثَّوْرِيِّ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ يَحْيىٰ النَّيْسَابُوْرِيُّ، نَا مُحمدُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَسِمَاكٍ: عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرحمنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ الْأَعْمَشِ.

وَقَدْ رَوَى سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ هٰذَا الحديثَ عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۳۱۳۷-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةَ حَرَامٍ، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَسَأَلَهُ عَنْ كَفَّارَتِهَا، فَنَزَلَتْ: ﴿أَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفِيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ﴾ الآية، فَقَالَ الرَّجُلُ: أَلِيَ هٰذِهِ يارسولَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: " لَكَ وَلِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِيْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سندوں کا بیان: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے:

پہلی سند: دو طرح سے مروی ہے: (الف) ابوالاحوص، اسرائیل اور شعبہ: تینوں یہ حدیث سماک بن حرب سے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ علقمہ اور اسود سے، اور وہ دونوں ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ البتہ امام شعبہ صرف اسود کا ذکر کرتے ہیں، علقمہ کا تذکرہ نہیں کرتے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان حضرات کی سند کو اصح کہا ہے (ابوالاحوص اور امام شعبہ کی سند سے یہ حدیث مسلم شریف میں ہے: حدیث ۲۷۶۳) (ب) سفیان ثوری رحمہ اللہ: یہ حدیث سماک بن حرب سے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ عبدالرحمٰن بن یزید سے، اور وہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں، البتہ محمد بن یوسف: امام ثوری کے اساتذہ میں سماک کے ساتھ سلیمان اعمش کا بھی تذکرہ کرتے ہیں، مگر فضل بن موسیٰ صرف سماک کا ذکر کرتے ہیں، امام ترمذی نے اس سند کو غیر اصح کہا ہے، کیونکہ ثوری کا کوئی متابع نہیں۔

دوسری سند: سلیمان تیمی کی ہے، وہ ابوعثمان سے، اور وہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں، اس سند سے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

[۳۱۳۸-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: أَتَى النبيَّ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ رَجُلاً لَقِيَ امْرَأَةً، وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا مَعْرِفَةٌ، فَلَيْسَ يَأْتِي الرَّجُلُ إِلَى امْرَأَتِهِ شَيْئًا، إِلاَّ قَدْ أَتَى هُوَ إِلَيْهَا، إِلاَّ أَنَّهُ لَمْ يُجَامِعْهَا؟ قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿أَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفِيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ﴾ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ وَيُصَلِّيَ، قَالَ مُعَاذٌ: فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَهِيَ لَهُ خَاصَّةً أَمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً؟ قَالَ: " بَلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً "

هٰذَا حديثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ لَيْلَى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مَاتَ فِيْ خِلاَفَةِ عُمَرَ، وَقُتِلَ عُمَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ لَيْلَى غُلاَمٌ صَغِيْرٌ، ابنُ سِتِّ سِنِيْنَ، وَقَدْ رَوَى عَنْ عُمَرَ وَرَآهُ، وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الحديثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً.

سند کی وضاحت: حضرت معاذؓ کی یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ ابن ابی لیلیٰ کبیر کا حضرت معاذ سے لقاء نہیں، حضرت معاذ کا انتقال حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں طاعون عمواس میں ہوا ہے، اور ابن ابی لیلیٰ کبیر: شہادت عمر فاروق کے وقت چھ سال کے تھے، انھوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے، مگر حضرت معاذ سے لقاء اور سماع نہیں، اور امام شعبہ کی روایت مرسل ہے، وہ سند کے آخر میں حضرت معاذ کا تذکرہ نہیں کرتے۔

[۳۱۳۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي الْيَسَرِ، قَالَ: أَتَتْنِي امْرَأَةٌ تَبْتَاعُ تَمْراً، فَقُلْتُ: إِنَّ فِي الْبَيْتِ تَمْرًا لَطْيَبُ مِنْهُ، فَدَخَلَتْ مَعِي فِي الْبَيْتِ، فَأَهْوَيْتُ إِلَيْهَا، فَقَبَّلْتُهَا، فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: اسْتُرْ عَلَى نَفْسِكَ، وَتُبْ، وَلاَ تُخْبِرْ أَحَدًا، فَلَمْ أَصْبِرْ، فَأَتَيْتُ عُمَرَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: اسْتُرْ عَلَى نَفْسِكَ، وَتُبْ، وَلاَ تُخْبِرْ أَحَدًا، فَلَمْ أَصْبِرْ، فَأَتَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ: "أَخَلَفْتَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فِي أَهْلِهِ بِمِثْلِ هٰذَا؟!" حَتّٰى تَمَنّٰى أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ أَسْلَمَ إِلَّا تِلْكَ السَّاعَةَ، حَتّٰى ظَنَّ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ.

قَالَ: وَأَطْرَقَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم طَوِيْلاً حَتّٰى أُوْحِيَ إِلَيْهِ: ﴿أَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ﴾ قَالَ أَبُوْ الْيَسَرِ: فَأَتَيْتُهُ، فَقَرَأَهَا عَلَيَّ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَلِهٰذَا خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ: "بَلْ لِلنَّاسِ عَامَّةً"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ: ضَعَّفَهُ وَكِيْعٌ وَغَيْرُهُ، وَرَوَى شَرِيْكٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا الحديثَ، مِثْلَ رِوَايَةِ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ.

وفي الباب: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَوَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَأَبُوْ الْيَسَرِ: اسْمُهُ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو.

وضاحت: قیس ضعیف راوی ہے، مگر شریک اس کے متابع ہیں اس لئے حدیث ٹھیک ہے۔

وَمِنْ سُوْرَةِ يوسف

سورہ یوسفؑ کی تفسیر

۱- ایں خانہ ہمہ آفتاب است

حدیث: نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا: مَن أكرمُ الناس؟ لوگوں میں سب سے زیادہ شریف ومعزز کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: أَتْقَاهُمْ لِلّٰہِ!: جوان میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے! لوگوں نے کہا: ہم اس کے بارے میں دریافت نہیں کرتے یعنی دینی فضیلت دریافت کرنا مقصود نہیں، پس آپؐ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ شریف ومعزز یوسف علیہ السلام ہیں، وہ اللہ کے نبی تھے، اور نبی (یعقوب علیہ السلام) کے صاحبزادے تھے، اور نبی (اسحاق علیہ السلام) کے پوتے تھے، اور اللہ کے دوست (ابراہیم علیہ السلام) کے پڑپوتے تھے، پس این خانہ ہمہ آفتاب است! لوگوں نے کہا: ہم اس کے بارے میں بھی دریافت نہیں کرتے یعنی یوسف علیہ السلام بیشک دنیا میں معزز ومکرم تھے، مگر یہ گذشتہ لوگوں میں سے تھے، پس آپؐ نے فرمایا: تو آپ لوگ عرب کی کھانوں (قبائل) کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ لوگ کھانیں ہیں، یعنی جس طرح سونے چاندی کی کھانیں مختلف طرح کی ہوتی ہیں، کسی میں سے اعلیٰ درجہ کا سونا نکلتا ہے، اور کسی میں سے کم درجہ کا، یہی حال قبائلِ عرب کا ہے: **خيارهم في الجاهلية خيارهم في الإسلام إذا فَقُهُوْا**: جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ زمانۂ اسلام میں بھی بہتر ہیں، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ اور مخاطبین اس سے واقف تھے کہ زمانہ جاہلیت میں کس قبیلہ کا کیا مقام تھا، مثلاً قریش سب سے افضل قبیلہ تھا، اب وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ زمانۂ اسلام میں کس قبیلہ کا کیا مقام ہے؟ نبی ﷺ نے جواب دیا کہ وہی فضیلت زمانہ اسلام میں بھی برقرار ہے، بس ایک شرط کا اضافہ ہوگیا ہے کہ وہ مسلمان ہوکر دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں، تو وہی افضل ہونگے، اس کی نظیر ساداتِ کرام ہیں، ان کی فضیلت بھی اسی شرط کے ساتھ مقید ہے (یہ حدیث بخاری شریف میں ہے، حدیث ۳۳۸۳ ترمذی کی روایت مختصر ہے، اس لئے بخاری کی روایت لکھی گئی ہے)

۲- یوسف علیہ السلام کی پامردی کی تعریف

سورۂ یوسفؑ (آیت ۵۰) میں ہے کہ جب ساقی نے بادشاہ کو یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر سنائی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ، پس جب ان کے پاس قاصد پہنچا تو انھوں نے کہا: تم اپنی سرکار کے پاس واپس جاؤ، اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے، جنھوں نے اپنے ہاتھ لہولہان کر لئے تھے؟ یعنی میری رہائی سے پہلے اس معاملہ کی صفائی ہوجانی چاہئے، چنانچہ بادشاہ نے معاملہ کی پوری تحقیق کی، اور جب آپ کی بے گناہی ثابت ہوگئی تب آپ جیل خانہ سے نکل کر بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے۔

حضور پاک ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بلند حوصلگی اور پامردی کی یہ فرما کر داد دی کہ ''اگر میں اتنی مدت قید خانہ میں رہتا، جتنا یوسف علیہ السلام رہے تھے، پھر مجھے بلایا جاتا تو میں بلانے والے کے ساتھ فوراً ہو لیتا''

۳- حضرت لوط علیہ السلام کے بعد انبیاء مضبوط جتھے ہی میں مبعوث کئے گئے

حضرت لوط علیہ السلام سدوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، آپ اس قوم کا فرد نہیں تھے، جب ان کی قوم پر عذاب

کا وقت آیا، تو فرشتے مہمان بن کر لوط علیہ السلام کے گھر پہنچے، قوم کو بھنک پڑی تو وہ دوڑی آئی، اور وہ پہلے سے بدکاریاں کیا کرتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ ماننے والے کہاں تھے؟ حضرت لوط علیہ السلام بہت پریشان ہوئے، اور بے بسی کی حالت میں آپ کی زبان سے نکل گیا: ﴿لَوْ أَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةً أَوْ آوِیْ إِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ﴾: کاش میرے اندر تم سے نمٹنے کا بَل ہوتا، یا میں کسی مضبوط پایے کی پناہ پکڑے ہوئے ہوتا! (سورۂ ہود آیت ۸۰) یعنی اگر مجھ میں بذاتِ خود تم سے مقابلہ کی طاقت ہوتی، یا میرا کوئی مضبوط اور طاقتور کنبہ اور جتھا ہوتا تو میں تم کو تمہاری شرارت کا مزہ چکھاتا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: لوط علیہ السلام خاندان سے بھی زیادہ مضبوط پایے کی یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑے ہوئے تھے، مگر اس وقت سخت گھبراہٹ میں ادھر خیال نہ گیا، اور مذکورہ بات بے ساختہ آپ کی زبان سے نکل گئی، اور اس وقت کی حالت کی سنگینی کا اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ لوط علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا وہ قوم کے جتھے ہی میں مبعوث فرمایا، تاکہ نازک وقت میں خاندان کا تعاون حاصل ہو سکے جیسے ہمارے نبی ﷺ کا جب اہل مکہ نے بائیکاٹ کیا، اور آپ کو ایک گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور کردیا، تو آپؐ کی قوم: بنو ہاشم نے آپؐ کا ساتھ دیا حالانکہ وہ لوگ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

[۱۳-] وَمِنْ سُوْرَةِ یُوْسُفَ

[۳۱۴۰-] حدثنا الحُسَیْنُ بْنُ حُرَیْثٍ الْخُزَاعِیُّ، نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَی، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "إِنَّ الْکَرِیْمَ بْنَ الْکَرِیْمِ بْنِ الْکَرِیْمِ بْنِ الْکَرِیْمِ: یُوْسُفَ بْنَ یَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ"

قَالَ: "وَلَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ مَا لَبِثَ یُوْسُفُ، ثُمَّ جَاءَ نِیَ الرَّسُوْلُ أَجَبْتُ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَلَمَّا جَاءَ هُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰی رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِیْ قَطَّعْنَ أَیْدِیَهُنَّ﴾

قَالَ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَی لَوْطٍ! إِنْ کَانَ لَیَأْوِیْ إِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ، فَمَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهِ نَبِیًّا إِلَّا فِیْ ذِرْوَةٍ مِنْ قَوْمِهِ"

حدثنا أَبُوْ کُرَیْبٍ، نَا عَبْدَةُ، وَعَبْدُ الرَّحِیْمِ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَ حَدِیْثِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسَی، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: "مَابَعَثَ اللّٰهُ بَعْدَهُ نَبِیًّا إِلَّا فِیْ ثَرْوَةٍ مِنْ قَوْمِهِ" قَالَ مُحمدُ بْنُ عَمْرٍو: الثَّرْوَةُ: الْکَثْرَةُ وَالْمَنْعَةُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ رِوَایَةِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسَی، وَهٰذَا حدیثٌ حسنٌ.

ترجمہ: بیشک کریم (شریف ومعزز) ولدِ کریم، ولد کریم، ولد کریم: یوسف علیہ السلام، ولدِ یعقوب علیہ السلام، ولدِ

اسحاق علیہ السلام، ولدِ ابراہیم علیہ السلام ہیں (یوسفَ: پہلے الکریم سے بدل ہے)...... نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر ٹھہرتا میں قید خانہ میں جتنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے (آپ نو سال قید خانہ میں رہے تھے) پھر میرے پاس قاصد آتا تو میں لبیک کہتا''...... نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوط علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو! بیشک وہ (إنْ: مخففہ ہے) یقیناً مضبوط پایے کی طرف ٹھکانہ حاصل کئے ہوئے تھے، (یعنی ان کو اللہ کی پناہ حاصل تھی، وہ اللہ کو پکارتے تو لمحہ بھر میں قوم کا بیڑا غرق ہوجاتا مگر انتہائی پریشانی میں اس طرف توجہ نہ گئی، اور بے ساختہ وہ بات ان کی زبان سے نکل گئی) پس اللہ تعالیٰ نے لوطؑ کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں فرمایا مگر قوم کے اعلیٰ نسب میں، اور دوسری روایت میں ہے: قوم کی بڑی تعداد میں یعنی جتھے میں۔

لغات: الذِّرْوَة: (ذال کا ضمہ اور کسرہ): چوٹی، بلندی، ذُرْوَةُ النسب: اعلیٰ نسب، جمع ذُرًا، یہ لفظ فضل بن موسیٰ کی روایت میں ہے...... اور عبدۃ اور عبدالرحیم کی روایت میں ثَرْوَة ہے، جس کے معنی ہیں: لوگوں کا انبوہ، کثیر تعداد، امام ترمذیؒ نے اسی روایت کو اصح قرار دیا ہے...... اور حدیث کے راوی محمد بن عمرو نے ثروۃ کا ترجمہ کثرت اور طاقت وعزت سے کیا ہے، هو فی مَنْعَةٍ: اسے طاقت وعزت حاصل ہے۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الرعد

سورۃ الرعد کی تفسیر

۱- گرج کی حقیقت کیا ہے؟

سورۃ الرعد (آیت ۱۳) میں ہے: ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ، وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهِ﴾: اور گرج فرشتہ اللہ کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتا ہے، اور دوسرے فرشتے (بھی) اس کی ہیبت سے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہود نبی ﷺ کے پاس آئے، پس انھوں نے پوچھا: اے ابوالقاسم! ہمیں الرعد (گرج) کے بارے میں بتلائیے: وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ اللہ پاک کے ایک فرشتے ہیں، جو بادل پر مقرر ہیں، ان کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے، جس سے وہ بادل کو ہانک کرلے جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں''............ ان لوگوں نے پوچھا: جو آواز ہم سنتے ہیں: اس کی حقیقت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ بادل کو جھڑکنا ہے، جب فرشتہ اس کو جھڑکتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس جگہ تک پہنچتا ہے جہاں وہ حکم دیا گیا ہے'' ان لوگوں نے کہا: آپؐ نے صحیح کہا (ان لوگوں کی تصدیق سے معلوم ہوا کہ پہلی آسمانی کتابوں میں بھی یہی بیان تھا)

تشریح: فلسفہ اور سائنس بجلی اور گرج کی جو حقیقت بیان کرتے ہیں: وہ ان چیزوں کا ظاہری پہلو ہے، شریعت نے ان کے باطنی پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے، پس دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں، جیسے گرمی کی شدت کا تعلق بہ

ظاہر سورج سے ہے، اور یہ باطن جہنم کے اثرات پھیلنے سے ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے (حدیث ۱۵۷ تحفہ ۱: ۴۵۶)

۲- حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لئے کیا چیزیں حرام کی تھیں؟

سورہ آل عمران (آیت ۹۳) میں ہے: ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيْلُ عَلٰى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ﴾: سب کھانے کی چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں، علاوہ ان چیزوں کے جن کو یعقوبؑ نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا نزول تورات سے پہلے۔

حدیث: یہود نے پوچھا: پس ہمیں بتلایئے ان چیزوں کے بارے میں جن کو یعقوبؑ نے اپنے لئے حرام کرلیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: یعقوبؑ کو عرق النسا کی تکلیف ہوئی، پس نہیں پائی آپ نے کوئی چیز جو اس کے مناسب ہو، سوائے اونٹ کے گوشت اور دودھ کے، پس آپ نے ان کو حرام کرلیا ان لوگوں نے کہا: آپؐ نے صحیح کہا۔

تشریح: عِرْقُ النَّسَا: چڈوں سے ٹخنوں تک پہنچنے والا درد...... نَسِيَ (س) فلانٌ نَسًى: درد عرق النسا میں مبتلا ہونا۔ اس مرض میں اونٹ کا گوشت اور دودھ مضر ہے، يُلاَئِمُهُ: اس بیماری سے مناسبت رکھنے والی چیز، وہ چیز جس سے بیماری پیدا ہو یا بیماری کو بڑھاوا ملے، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ دونوں چیزیں اپنے لئے حرام کرلیں، اگرچہ یہ دونوں چیزیں آپ کو بے حد مرغوب تھیں، پھر ان کی اولاد نے ان کی پیروی کی تو تورات میں یہ دونوں چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حرام کردی گئیں۔

[۱۴-] وَمِنْ سُوْرَةِ الرَّعْدِ

[۳۱۴۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نا أَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْوَلِيْدِ – وَكَانَ يَكُوْنُ فِيْ بَنِيْ عِجْلٍ – عَنْ بُكَيْرِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقْبَلَتْ يَهُوْدُ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوْا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ! أَخْبِرْنَا عَنِ الرَّعْدِ: ماهُوَ؟ قَالَ: "مَلَكٌ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ، مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ، مَعَهُ مَخَارِيْقُ مِنْ نَارٍ، يَسُوْقُ بِهَا السَّحَابَ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ" فَقَالُوْا: فَمَا هٰذَا الصَّوْتُ الَّذِىْ نَسْمَعُ؟ قَالَ: "زَجْرَةٌ بِالسَّحَابِ إِذَا زَجَرَهُ، حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى حَيْثُ أُمِرَ" قَالُوْا: صَدَقْتَ!

فَقَالُوْا: فَأَخْبِرْنَا عَمَّا حَرَّمَ إِسْرَائِيْلُ عَلَى نَفْسِهِ؟ قَالَ: "اشْتَكَى عِرْقَ النَّسَا، فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا يُلاَئِمُهُ إِلَّا لُحُوْمَ الإِبِلِ وَأَلْبَانَهَا، فَلِذٰلِكَ حَرَّمَهَا" قَالُوْا: صَدَقْتَ! هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

وضاحت: كان يكون في بني عِجْلٍ: أي كان يسكن في بني عِجْل: یہ راوی کوفی تھا، اور عجلی کہلاتا ہے، کیونکہ اس کی بود و باش بنی عجل میں تھی...... المِخْرَاق: کپڑے کا کوڑا، رومال وغیرہ بٹ کر ایسے کوڑے سے بچے ایک

دوسرے کو مارتے ہیں، جمع مَخَارِیْق......زَجْرَة: جھڑکی، ڈانٹ......یلائمه کی ضمیر عرق النسا کی طرف لوٹتی ہے۔

۳- پھلوں میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے کا مطلب

سورۃ الرعد (آیت۴) میں ہے: ''اور زمین میں خطّے ہیں پاس پاس (ایک دوسرے سے ملے ہوئے) اور انگور کے باغات، اور کھیت اور کھجور کے درخت: جڑ ملے ہوئے اور بغیر جڑ ملے ہوئے، ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں، اور ہم بعض کو بعض پر پھل میں فوقیت دیتے ہیں، بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں'' یعنی زمین اگرچہ ایک ہے، اور ایک ہی پانی سے سیراب کی جاتی ہے، مگر ہر درخت کا پھل یکساں نہیں ہوتا، کسی جگہ اعلی درجہ کا پھل پیدا ہوتا ہے، اور کسی جگہ ادنی درجہ کا، کسی کا مزہ کچھ ہوتا ہے اور کسی کا کچھ، جیسے کسی درخت سے الدَّقَل: ردّی کھجور حاصل ہوتی ہے، اور کسی سے الفَارِسِیّ: عمدہ کھجور حاصل ہوتی ہے، اسی طرح کسی درخت کا پھل میٹھا ہوتا ہے، کسی کا کھٹا، اس میں سمجھداروں کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں، تفضیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کہیں انگور پیدا ہوتا ہے کہیں آم، کیونکہ یہ اختلاف تو بیج کے اختلاف سے ہوتا ہے، اور وہ بدیہی ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک ہی بیج سے مختلف قسم کے پھل حاصل ہوتے ہیں۔

[۳۱۴۲-] حدثنا مَحمودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ، نَا سَيْفُ بْنُ مُحمدٍ الثَّوْرِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ: ﴿وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِيْ الْأُكُلِ﴾ قَالَ: '' الدَّقَلُ، وَالْفَارِسِيُّ، وَالْحُلْوُ، وَالْحَامِضُ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَقَدْ رَوَاهُ زَيْدُ بْنُ أَبِيْ أُنَيْسَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا، وَسَيْفُ بْنُ مُحمدٍ: هُوَ أَخُوْ عَمَّارِ بْنِ مُحمدٍ، وَعَمَّارٌ أَثْبَتَ مِنْهُ، وَهُوَ ابْنُ أُخْتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ.

حدیث کا راوی: سیف بن محمد: حضرت سفیان ثوری کا بھانجا ہے، اور نکما راوی ہے (کذّبوہ) اور اس کا بھائی عمار بن محمد ثوری ابوالیقظان کوفی: سیف سے اچھا راوی ہے (صدوق یُخْطِئُ) مگر چونکہ زید متابع ہیں اس لئے حدیث کو حسن کہا ہے۔

سُوْرَۃُ ابراھیم

سورۂ ابراہیم کی تفسیر

۱- اچھے اور بے کار درخت کی مثالیں

سورۂ ابراہیم علیہ السلام (آیات۲۴-۲۶) میں ہے کہ پاکیزہ بات (کلمہ طیبہ اور ایمان کی بات) کی مثال اچھی

ذات کا درخت ہے، اور اصح روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اچھی ذات کے درخت کی مثال کھجور کے درخت سے دی ہے، اور گندی بات (کلمۂ کفر اور باطل عقیدہ) کی مثال بے کار درخت ہے، اور حضرت انسؓ نے اس کی مثال اندرائن سے دی ہے، جس کو کسان زمین میں جمنے نہیں دیتا، دیکھتے ہی اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اندرائن: سیب کی طرح کا پھل ہے، مگر اس سے بہت چھوٹا ہوتا ہے، اور اس کا گودا انتہائی تلخ ہوتا ہے۔

[١٥-] سُوْرَةُ إِبْرَاهِيْمَ

[٣١٤٣-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أُتِيَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِقِنَاعٍ، عَلَيْهِ رُطَبٌ، فَقَالَ: ﴿مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ: أَصْلُهَا ثَابِتٌ، وَفَرْعُهَا فِيْ السَّمَاءِ، تُؤْتِيْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا﴾ قَالَ: "هِيَ النَّخْلَةُ" ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ قَالَ:" هِيَ الْحَنْظَلَةُ" قَالَ: فَأَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ أَبَا الْعَالِيَةِ، فَقَالَ: صَدَقَ وَأَحْسَنَ.

حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا أَبُوْ بَكْرِ بْنِ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ أَبِيْ الْعَالِيَةِ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَرَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِثْلَ هٰذَا مَوْقُوْفًا، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ.

حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ کی خدمت میں ایک تھال لایا گیا، اس میں تازہ کھجوریں تھیں، پس آپؐ نے آیت: ﴿مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ پڑھی، اور فرمایا: اچھی ذات کا درخت کھجور کا درخت ہے پھر آیت: ﴿مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ﴾ پڑھی، اور فرمایا: بے کار درخت اندرائن کا پودا ہے، حدیث کا راوی شعیب کہتا ہے: میں نے یہ حدیث ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی سے ذکر کی تو انھوں نے کہا: حضرت انسؓ نے سچ کہا، اور بہترین مثال دی ...... امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو صرف حماد بن سلمہ مرفوع کرتے ہیں (اس راوی کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا تھا) اور شعیب کے لڑکے ابوبکر بھی اس حدیث کو اپنے ابا سے روایت کرتے ہیں، مگر وہ مرفوع نہیں کرتے (بلکہ اس کو حضرت انسؓ کا قول قرار دیتے ہیں) اور وہ ابوالعالیہ کا قول بھی ذکر نہیں کرتے، اور یہ موقوف حدیث اصح ہے، کیونکہ معمر اور حماد بن زید وغیرہ بھی اس کو موقوف ہی روایت کرتے ہیں، پس اس کا موقوف ہونا ہی اصح ہے۔ پھر آخر میں حماد بن زید کی سند سے موقوف روایت ذکر کی ہے۔

۲-اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دارین میں پکی بات پر مضبوط رکھتے ہیں

سورہ ابراہیم (آیت ۲۷) میں ہے: ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں (قبر کی زندگی میں) اور آخرت میں مضبوط رکھتے ہیں'' خواہ دنیا میں کیسی ہی آفات وبلیات آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، مؤمن کلمہ طیبہ کی بدولت ثابت قدم رہتا ہے، اور قبر میں منکر ونکیر کے سوالوں کے صحیح جواب دیتا ہے، اور جب محشر کا ہولناک منظر ہوگا تو وہ کلمہ کی بدولت نہایت مطمئن ہوگا، اسے ادنی گھبراہٹ لاحق نہ ہوگی۔

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے آیت پاک: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''قبر میں جب اس سے پوچھا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیسرا نبی کون ہے؟ (تو اللہ تعالیٰ مؤمن کو ثابت قدم رکھیں گے، یہ حدیث یہاں بہت ہی مختصر ہے، ابوداؤد میں مفصل ہے (کتاب السنہ حدیث ۴۷۵۳ باب ۲۷) اور اس کا ترجمہ میری تفسیر ہدایت القرآن (۱۶۳:۴) میں ہے۔

[۳۱۴۴-] حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلاَنَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، يُحَدِّثُ عَنِ الْبَرَاءِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فِيْ قَوْلِهِ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِيْ الآخِرَةِ﴾ قَالَ:'' فِي الْقَبْرِ إِذَا قِيْلَ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِيْنُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۳-جب زمین دوسری زمین سے بدلی جائے گی تو لوگ کہاں ہونگے؟

سورۂ ابراہیمؑ (آیت ۴۸) میں ہے: ''جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدلی جائے گی، اور آسمان بھی''......اس تبدیلی کی کیفیت کیا ہوگی؟ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، کوئی کہتا ہے: آسمان وزمین کی ذوات بدلی جائیں گی، اور کوئی کہتا ہے: صفات بدلی جائیں گی......اور جس وقت یہ تبدیلی واقع ہوگی: لوگ کہاں ہونگے؟ یہ بات ایک یہودی نے بھی پوچھی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی، مسلم شریف میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم نے پوچھا: جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدلی جائے گی: اس دن لوگ کہاں ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: ''پل صراط کے ورے ایک اندھیرے میں ہونگے'' (هم فى الظلمة دونَ الجِسْر) (مسلم شریف کتاب الحیض حدیث ۳۱۵) اور یہی بات حضرت عائشہؓ نے بھی پوچھی تھی تو آپؐ نے فرمایا: ''لوگ پل صراط پر ہونگے'' (یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے، کتاب صفات المنافقین حدیث ۲۷۹۱) اور مکمل جواب حضرت ثوبانؓ کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ مخلوقات اس وقت ''عدم کی تاریکی'' میں ہونگی، یعنی یہ تبدیلی دونفخوں کے درمیان میں واقع ہوگی، جبکہ کوئی مخلوق موجود نہ ہوگی۔

[۳۱٤۵-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِیْ هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: تَلَتْ عَائِشَةُ هٰذِهِ الآیَةَ: ﴿یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَیْرَ الْأَرْضِ﴾ قَالَتْ: یَارسولَ اللّٰهِ! فَأَیْنَ یَكُوْنُ النَّاسُ؟ قَالَ: "عَلَی الصِّرَاطِ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غِیرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَائِشَةَ.

سُوْرَةُ الحِجْرِ

سورۃ الحجر کی تفسیر

۱- آگے ہونے والوں اور پیچھے رہنے والوں کی ایک مثال

سورۃ الحجر کی (آیت ۲۴) ہے:﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ، وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِیْنَ﴾: ہم یقیناً تم میں سے آگے ہونے والوں کو جانتے ہیں، اور تم میں سے پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ ٹھہرایا ہے، قوموں کے تقدم وتاخر کا بھی اور آدمی کی زندگی اور موت کا بھی، پس جو پیدا ہوتا ہے مقررہ اندازے سے پیدا ہوتا ہے، اور جو مرتا ہے وہ بھی مقررہ اندازے سے مرتا ہے، اور سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کون پہلے مرے گا اور کون پیچھے، اور پھر ایسا ضرور ہونے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ چکانے کے لئے اپنے حضور میں جمع کریں گے۔

یہ آیت کا ماسیق لاجلہ الکلام ہے، اور حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ ربعی نے بطور مثال اس کی ایک اور تفسیر کی ہے:

حدیث: ایک عورت جو نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی: لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت عورت تھی، اور (اس کی وجہ سے) بعض لوگ آگے بڑھتے تھے، تاکہ وہ پہلی صف میں کھڑے ہوں، تاکہ وہ اس عورت کو نہ دیکھیں، اور بعض لوگ پیچھے رہتے تھے، یہاں تک کہ وہ آخری صف میں کھڑے ہوتے تھے، پس جب وہ رکوع کرتا تھا تو اپنے بغل کے نیچے سے دیکھتا تھا، پس یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے آگے ہونے والوں کو بھی جانتے ہیں، اور پیچھے رہنے والوں کو بھی۔

تشریح: اس حدیث کو نوح حدانی موصول کرتا ہے یعنی ابوالجوزاء کے بعد حضرت ابن عباسؓ کا تذکرہ کرتا ہے، اور یہ راوی صدوق ہے، اور جعفر بن سلیمان سند ابوالجوزاء پر روک دیتا ہے، اس کی سند سے یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے، یہ راوی بھی صدوق ہے، اس لئے امام ترمذیؒ نے نرمی سے اس کی حدیث کو ترجیح دی ہے، فرمایا: هذا أشبه أن یکون أَصَحَّ من حدیث نوح: یہ حدیث اس بات کے مشابہ ہے کہ وہ نوح کی حدیث سے زیادہ صحیح ہو۔

[۱٦-] سُوْرَةُ الْحِجْرِ

[۳۱٤٦-] حدثنا قُتَیْبَةُ، نَا نُوْحُ بْنُ قَیْسٍ الْحُدَّانِیُّ، عَنْ عَمْرِو بنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِی الْجَوْزَاءِ، عَنْ ابنِ

عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتِ امْرَأَةٌ تُصَلِّيْ خَلْفَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَسْنَاءَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، وَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَتَقَدَّمُ، حَتَّى يَكُوْنَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ، لِأَنْ لَّايَرَاهَا، وَيَسْتَأْخِرُ بَعْضُهُمْ، حَتَّى يَكُوْنَ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ، فَإِذَا رَكَعَ نَظَرَ مِنْ تَحْتِ إِبْطَيْهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تعالىٰ: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ، وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ﴾

وَرَوَى جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ هٰذَا الحديثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وَهٰذَا أَشْبَهُ أَنْ يَكُوْنَ أَصَحَّ مِنْ حَدِيْثِ نُوْحٍ.

۲-جہنم کا ایک دروازہ باغیوں کے لئے ہے

سورۃ الحجر (آیت ۴۴) ہے: ﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ: لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُوْمٌ﴾: جہنم کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لئے لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ان مسلمانوں کے لئے ہے جو امتِ محمدیہ پر تلوار اٹھاتے ہیں یعنی حکومت سے بغاوت کرتے ہیں۔ مگر حدیث کا راوی جنید مستور بھی ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے اس کا لقاء وسماع بھی نہیں، اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے، پس اس کی بنا پر باغیوں کے حق میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

[۳۱۴۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ جُنَيْدٍ، عَنِ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ: بَابٌ مِنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلَى أُمَّتِيْ" أَوْ قَالَ: "عَلَى أُمَّةِ مُحمدٍ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حديثِ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ.

۳-سورۃ الفاتحہ کے نام اور اس کی فضیلت

سورۃ الحجر (آیت ۸۷) ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ﴾: ہم نے آپؐ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا ہے یعنی ہم نے آپؐ کو وہ دولت عطا فرمائی ہے جس کے آگے دنیا کی سب نعمتیں ہیچ ہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: "الحمد للہ یعنی سورۃ الفاتحہ: ام القرآن، ام الکتاب اور السبع المثانی ہے (یہ سورت الفاتحہ کے تین نام ہیں) اور آیت کریمہ میں مِنْ بیانیہ ہے، جیسے خاتمٌ من فضةٍ میں من بیانیہ ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل میں ام القرآن جیسی کوئی سورت نازل نہیں فرمائی، اور وہی سبع مثانی (بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں) ہیں، اور اسی کے بارے میں حدیث قدسی میں ہے کہ وہ میرے

اور میرے بندے کے درمیان بانٹی ہوئی ہے، اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو اس نے (سورۃ فاتحہ میں) مانگا ہے"

تشریح: یہ حدیث علاء بن عبد الرحمٰن سے عبد الحمید اور عبد العزیز روایت کرتے ہیں، عبد العزیز دراوردی کی حدیث مفصل ہے، جو پہلے فضائل القرآن کے پہلے باب (باب ماجاء فی فضل فاتحة الکتاب) میں گذر چکی ہے، اور حدیث قَسَّمْتُ الصلاةَ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں آچکی ہے۔

[۳۱۴۸-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا أَبُوْ عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، عَنْ ابنِ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْحَمْدُ لِلّٰهِ: أُمُّ الْقُرْآنِ، وَأُمُّ الْكِتَابِ، وَالسَّبْعُ الْمَثَانِيْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۱۴۹-] حدثنا الحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيْلِ مِثْلَ أُمِّ الْقُرْآنِ، وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ، وَهِيَ مَقْسُوْمَةٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ، وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ"

حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ عَلَى أُبَيٍّ، وَهُوَ: يُصَلِّيْ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، حديثُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُحمدٍ أَطْوَلُ وَأَتَمُّ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَهٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ.

۴- مؤمن کی فراست سے ڈرو

سورۃ الحجر (آیت ۷۵) ہے: ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾: بیشک اس میں یعنی قوم لوطؑ کی تباہی کے واقعہ میں بصیرت والوں کے لئے کئی ایک نشانیاں ہیں۔ متوسم: وہ شخص ہے جو علامات وقرائن دیکھ کر اپنی فراست وذکاوت سے پوشیدہ بات کا پتہ لگالے، تَوَسَّمَ الشیئَ فیه: کسی میں کوئی چیز تاڑنا، عقل وفراست سے جان لینا یا علامت سے پہچاننا، جیسے تَوَسَّمَ فیه الخیر: اسے اس میں خیر نظر آئی...... حضرت ابن عباسؓ نے متوسمین کی تفسیر ناظرین (غور کرنے والوں) سے کی ہے، اور حضرت قتادہؒ نے معتبرین (سبق حاصل کرنے والوں) سے، اور مقاتلؒ نے متفکرین (سوچنے والوں) سے، اور مجاہدؒ نے متفرسین (تاڑنے والوں) سے، امام ترمذیؒ نے حدیث کے بعد حضرت مجاہدؒ کی تفسیر بیان کی ہے۔ اور حدیث قرینہ ہے کہ مجاہدؒ کی تفسیر راجح ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمؤمنِ، فإنه يَنْظُرُ بنور الله: مؤمن (کامل) کی فراست سے

ڈرو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھی۔

حدیث کا درجہ: ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، اور موضوعات ابن جوزی کے تعقبات میں ہے کہ یہ حدیث حسنٌ صحیحٌ ہے، اور امام ترمذیؒ نے حدیث کو غریب کہا ہے، اس کی سند میں مصعب ہے، ذہبی نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے، اور ابن حبان نے اس کو کثیر الغلط کہا ہے، علاوہ ازیں: عطیہ عوفی بھی بس ایسا ہی راوی ہے ...... مگر یہ حدیث چار اور صحابہ سے بھی مروی ہے: ۱- حضرت ابوامامہ سے (اس کی سند میں عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ہے جو غیر صالح ہے) ۲- حضرت ابن عمرؓ سے (اس کی سند میں مؤمل بن سعید رجبی ہے، جو متروک اور منکر الحدیث ہے) ۳- حضرت ثوبانؓ سے۔ ۴- حضرت انسؓ سے (یہ دونوں روایتیں تفسیر طبری میں ہیں، اور ضعیف ہیں) ...... اور سخاوی نے سب کو جمع کر کے مجموعہ پر ضعیف کا حکم لگایا ہے، مگر ہیثمی نے کہا ہے کہ طبرانی کی سند حسن ہے (یہ سب اقوال فیض القدیر میں ہیں) اور میری رائے میں یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

حدیث کا مطلب: فراست کے معنی ہیں: دانائی، تیز فہمی، سمجھ داری، قیافہ شناسی۔ **فَرَسَ الْأَمْرَ** (ض) **فِرَاسَةً:** بھانپ لینا، تاڑ جانا، سمجھ جانا، بات کی تہ کو پہنچ جانا ...... اس کے بعد جاننا چاہئے کہ فراست وذکاوت سے پوشیدہ بات کا پتہ لگانے کی صلاحیت ہر شخص میں ہوتی ہے، اس میں مؤمن کی کچھ خصوصیت نہیں، آیتِ کریمہ میں بھی عام لوگوں سے خطاب ہے کہ قوم لوطؑ کے واقعہ میں ہر بابصیرت کے لئے کئی ایک نشانیاں ہیں، پس حدیث میں مؤمن سے مؤمن کامل مراد ہے، اور خطاب عام مؤمنین سے ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ فراست اور کرامت کے ڈانڈے (سرحدیں) ملے ہوئے ہیں، اور کرامتِ اولیاء برحق ہے، قرآن وحدیث سے اس کا پکا ثبوت ہے، پس حدیث کے مضمون میں کیا استبعاد رہ جاتا ہے؟ ...... اور ڈرنے کا مطلب ماننا ہے، آدمی کبھی کوئی نازیبا کام کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی کو کیا پتہ چلے گا، مگر جب وہ کسی بزرگ کی خدمت میں جاتا ہے تو وہ اس کی حرکت کو تاڑ لیتا ہے، اسلاف سے ایسے بہت سے واقعات مروی ہیں جن میں بزرگوں نے ایسی باتیں بھانپ لی ہیں، اور لوگ ان کو ان بزرگوں کی کرامتیں شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ ان کی مؤمنانہ فراست سے صادر ہوئی ہوتی ہیں، کیونکہ مؤمن کامل میں صرف فطری ذکاوت ہی نہیں ہوتی، بلکہ اس میں نور ایمانی بھی ہوتا ہے، اس لئے اس کی نگاہ غضب کی نگاہ ہوتی ہے، پس بزرگوں کی ایسی باتیں مانو، ان کا انکار مت کرو۔

[۳۱۵۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الطَّيِّبِ، نَا مُصْعَبُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ، فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿إِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾ قَالَ: لَلْمُتفَرِّسِيْنَ.

۵-لوگوں سے اعمال کی باز پرس ضرور ہوگی

سورۃ الحجر (آیات ۹۱-۹۳) ہیں: ﴿الَّذِيْنَ جَعَلُوْا الْقُرْآنَ عِضِيْنَ ○فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ○عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾: جن لوگوں نے قرآن کو جھوٹا ٹھہرایا ہے، تیرے رب کی قسم! ہم ان سے ضرور باز پرس کریں گے، ان کے ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے ہیں، یعنی قرآن کو جھوٹا ٹھہرانے کے علاوہ بھی جو جو حرکتیں وہ کرتے رہے ہیں: ان سبھی اعمال کی باز پرس ہوگی۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ: نبی ﷺ سے: ﴿عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ان لوگوں سے لا إلٰہ إلا اللّٰہ کے بارے میں پوچھا جائے گا یعنی وہ ایمان کیوں نہیں لائے (یہ حدیث ضعیف ہے، بشر راوی مجہول ہے، اور لیث ہی اس کو مرفوع کرتے ہیں، اور عبداللہ بن ادریس اس کو موقوف کرتے ہیں، یعنی یہ حضرت انسؓ کا قول ہے، ارشادِ نبوی نہیں ہے۔

[۳۱۵۱-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، نا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِىْ سُلَيْمٍ، عَنْ بِشْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِىْ قَوْلِهِ: ﴿لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ، عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ قَالَ: "عَنْ قَوْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ أَبِىْ سُلَيْمٍ، وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ، عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِىْ سُلَيْمٍ، عَنْ بِشْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

وَمِنْ سُوْرَةِ النَّحْلِ

سورۃ النحل کی تفسیر

۱-زوال کے وقت ہر مخلوق اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے

سورۃ النحل (آیت ۴۸) ہے: "اور کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی وہ چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سایے اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ کرتے ہوئے ایک جانب سے دوسری جانب ڈھل جاتے ہیں اظہار عاجزی کرتے ہوئے! (سایوں کی یہی اطاعت شعاری ان کا سجدہ ہے)

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا:

۱- زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں گنی جاتی ہیں ان کے مانند کے ساتھ نماز تہجد سے یعنی چار سنتِ زوال کا ثواب تہجد کی چار رکعتوں کے برابر ہے (اس حدیث سے شوافع سنتِ زوال کو مستقل نماز شمار کرتے ہیں)

۲- اور کوئی چیز نہیں مگر وہ اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے، اس گھڑی میں یعنی بوقتِ زوال ہر مخلوق تسبیح وتقدیس میں لگ جاتی ہے، پس بندوں کو بھی اس وقت میں نماز پڑھنی چاہئے، اس نماز کا بڑا ثواب ہے۔

حدیث کا حال: یہ حدیث ضعیف ہے، علی بن عاصم معمولی راوی ہے (صدوق) اور حدیثوں میں غلطیاں بھی کرتا تھا، اور ان پر اصرار بھی کرتا تھا، اور اس کا استاذ یحییٰ بن مسلم بکّاء ضعیف راوی ہے، بکّاء: اللہ کی یاد میں بہت رونے والا، یہ بزرگ آدمی تھے، مگر حدیث میں ضعیف تھے۔

[۱۷-] ومِنْ سُوْرَةِ النَّحْلِ

[۳۱۵۲-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ يَحْيىَ الْبَكَّاءِ، ثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ مِنْ صَلاَةِ السَّحَرِ"، قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" وَلَيْسَ مِنْ شَيْئٍ إِلاَّ وَهُوَ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تِلْكَ السَّاعَةَ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ يَتَفَيَّؤُ ظِلاَلُهُ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ﴾ الآيَةَ كُلَّهَا" هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنعرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ.

لغت: السَّحَر: رات کا آخری اور فجر سے کچھ پہلے کا وقت، پو پھٹنے سے پہلے کا وقت...... الآيَة كلَّها: یعنی آیت شروع سے پوری پڑھیں۔

۲- بدلہ لینے میں ظلم سے تجاوز نہ ہو

سورۃ النحل کی (آیت ۱۲۶) ہے: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ، وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِيْنَ﴾: اور اگر تم بدلہ لو تو بس اسی قدر بدلہ لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہے، اور اگر تم صبر کرو تو یہ بات یقیناً صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے، یعنی مظلوم کو بدلہ لینے کا حق ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بدلہ لینے میں مقدار ظلم سے تجاوز نہ ہو۔

حدیث: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب جنگ احد ہوئی تو انصار میں سے چونسٹھ اور مہاجرین میں سے چھ صحابہ شہید ہوئے، جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا بھی تھے، پس مشرکین نے ان کی لاشیں بگاڑیں، پس انصار نے کہا: بخدا! اگر پہنچے ہم مشرکین سے اس جیسے کسی دن کو یعنی جب بھی ہمارا موقع آئے گا تو ہم ان

پر زیادتی کریں گے۔ حضرت ابیؓ کہتے ہیں: پس جب فتح مکہ کا دن آیا تو ایک انصاری نے کہا: ''آج کے بعد قریش نہیں ہونگے!''یعنی آج ہم سب کا صفایا کردیں گے، پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''قوم سے ہاتھ روک لو، علاوہ چار آدمیوں کے'' یعنی آیت کے آخر میں جو صبر کرنے کا حکم ہے: نبی ﷺ نے اس پر عمل کیا، برابر کا بدلہ بھی نہیں لیا۔

لغت: لَنُرْبِيَنَّ: أَرْبٰى اِرْبَاءً: اوپر پہنچانا، زیادہ کرنا......اور وہ چار شخص جن کو مستثنیٰ کیا گیا تھا: یہ ہیں: عکرمۃ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مِقْيَسُ بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح......ان کے علاوہ دو عورتیں بھی مستثنیٰ کی گئی تھیں......مگر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بعد میں مسلمان ہوگئے اور ان کو امن دیدیا گیا۔

[۳۱۵۳-] حدثنا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى، عَنْ عِيْسَى بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، قَالَ: ثَنِيْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ: أُصِيْبَ مِنَ الْأَنْصَارِ أَرْبَعَةٌ وَسِتُّوْنَ رَجُلًا، وَمِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ سِتَّةٌ، مِنْهُمْ حَمْزَةُ، فَمَثَّلُوْا بِهِمْ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَئِنْ أَصَبْنَا مِنْهُمْ يَوْمًا مِثْلَ هٰذَا لَنُرْبِيَنَّ عَلَيْهِمْ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ، وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِيْنَ﴾ فَقَالَ رَجُلٌ: لَاقُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "كُفُّوْا عَنِ الْقَوْمِ إِلَّا أَرْبَعَةً" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ.

وضاحت: حدیث میں تقدیم وتاخیر ہے، فقال رجل مقدم ہے اور فأنزل مؤخر ہے، صحیح ترتیب مسند احمد (۵:۱۳۵) میں ہے۔

وَمِنْ سُوْرَةِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ

سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر

۱-معراج کے سلسلہ کی چند روایات

ہجرت سے کچھ پہلے اسراء ومعراج کا واقعہ پیش آیا ہے، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر ''اسراء'' کہلاتا ہے، اور مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں کے اوپر تک کی سیر ''معراج'' کہلاتی ہے، سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے، اس مناسبت سے معراج کی روایتیں ذکر کرتے ہیں۔ معراج کی روایتیں متواتر ہیں، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر میں ۲۵ صحابۂ کرام کے نام لکھے ہیں، جن سے معراج کی حدیثیں مروی ہیں، اور آخر میں لکھا ہے کہ معراج کی حدیثوں پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور ملحدوں اور زندیقوں نے ان سے اعراض کیا ہے۔

پہلی حدیث: میں معراج میں چند اولوالعزم انبیاء سے ملاقات کا تذکرہ ہے، آپؐ نے ان کا حلیہ بیان فرمایا ہے:
۱- حضرت موسیٰ علیہ السلام چھریرے بدن کے تھے، سر کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ گھونگھریالے، قبیلۂ شنوءہ کے آدمیوں جیسے معلوم ہوتے تھے۔ ۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد گوری رنگت کے تھے، اور گویا ابھی غسل خانہ سے نہا کر نکلے ہیں۔ ۳- حضرت ابراہیم علیہ السلام: نبی ﷺ کے ہم شکل تھے۔

پھر اسی حدیث میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ جب آپؐ بیت المقدس سے تحیۃ المسجد پڑھ کر نکلے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کے سامنے شراب کا جام اور دودھ کا پیالہ پیش کیا، آپؐ نے دودھ کا پیالہ اختیار فرمایا، حضرت جبرئیلؑ نے کہا: ''آپؐ نے فطرت (اسلام) کو اختیار فرمایا''

دوسری اور تیسری حدیث: میں براق کا تذکرہ ہے، بُراق: بَرق سے ہے، جس کے معنی ہیں: بجلی، اور اس سواری کو بُراق اس کی برق رفتاری کی وجہ سے کہا گیا ہے، یہ سواری جنت سے لائی گئی تھی، وہ سفید لانبے قد کا ایک چوپایہ تھا، گدھے سے کچھ بڑا اور خچر سے کچھ چھوٹا، اور یہ جو مشہور ہے کہ اس کا چہرہ عورت جیسا اور جسم گھوڑے جیسا تھا: یہ محض بے اصل بات ہے۔ اس کی تیز رفتاری کا حال یہ تھا کہ وہ اپنا پیر منتہائے نظر پر رکھتا تھا، آپؐ اس پر سوار ہوکر بیت المقدس پہنچے، اور اس کو اس کنڈے سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہ السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے، پھر آپؐ بیت المقدس میں تشریف لے گئے، اور وہاں تحیۃ المسجد پڑھی۔

چوتھی حدیث: میں بیت المقدس منکشف کئے جانے کا تذکرہ ہے، جب قریش نے معراج کے واقعہ کو جھٹلایا اور آپؐ سے بیت المقدس کی علامتیں پوچھیں تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپؐ کے لئے منکشف کر دیا، آپؐ نے اس کو دیکھ کر قریش کو سب علامتیں بتائیں، مگر کتے کی دم ٹیڑھی! کوئی بھی ایمان نہ لایا۔

[۱۸-] وَمِنْ سُوْرَةِ بَنِي إِسْرَائِيْلَ

[۳۱۵٤-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: " حِيْنَ أُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوْسَى" قَالَ: فَنَعَتَهُ: "فَإِذَا رَجُلٌ" - قَالَ: حَسِبْتُهُ قَالَ: -" مُضْطَرِبٌ، الرَّجِلُ الرَّأْسِ، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ" قَالَ:" وَلَقِيْتُ عِيْسَى" - قَالَ: فَنَعَتَهُ، قَالَ: -" رَبْعَةٌ أَحْمَرُ، كَأَنَّهُ خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ" يَعْنِي الْحَمَّامَ "وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ" قَالَ:" وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ"

قَالَ:" وَأُتِيْتُ بِإِنَائَيْنِ: أَحَدُهُمَا لَبَنٌ، وَالآخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ، فَقِيْلَ لِيْ: خُذْ أَيَّهُمَا شِئْتَ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ، فَشَرِبْتُهُ، فَقِيْلَ لِيْ: هُدِيْتَ لِلْفِطْرَةِ، أَوْ: أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ: غَوَتْ أُمَّتُكَ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب مجھے رات میں لے جایا گیا تو میری ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: پس آپؐ نے موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان کیا، (فرمایا:) ''پس اچانک ایک آدمی'' حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: گمان کیا میں نے کہ آپؐ نے فرمایا: ''چھریرے'' یعنی میانہ، نہ دبلے نہ موٹے: ''اور سر کے بال نہ بالکل سیدھے نہ گھونگھریالے، گویا وہ قبیلۂ شنوءہ کے کوئی آدمی ہیں''...... نبی ﷺ نے فرمایا: ''اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی'' حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: پس آپؐ نے ان کا (بھی) حلیہ بیان کیا، فرمایا: ''میانہ قد، گوری رنگت کے، گویا وہ غسل خانے سے (نہا کر) نکلے ہیں''...... اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، فرمایا: ''اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں''...... فرمایا: ''اور میرے پاس دو برتن لائے گئے، ان میں سے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی، پس مجھ سے کہا گیا: جونسا پیالہ آپؐ چاہیں لے لیں، پس میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا، اور میں نے اس کو پی لیا، پس مجھ سے کہا گیا: آپؐ فطرت (اسلام) کی طرف راہ نمائی کئے گئے'' یا کہا: ''آپؐ نے فطرت کو پالیا، سنیں! اگر آپؐ شراب کا پیالہ لیتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی''

حلِ عبارت: أسرى به: رات میں لے چلنا، سفر معراج رات میں کرایا گیا تھا...... نَعَتَ (ف) نَعْتًا: حال بیان کرنا...... مُضْطَرِبٌ: چھریرے بدن کا...... الرَّجِلُ: میانہ بال، نہ بالکل سیدھے نہ گھونگھریالے، یہ رجل کی دوسری صفت ہے...... رَبْعَة: میانہ قد، نہ لامبے نہ ٹھگنے...... دِيْماس: غسل خانہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں آسمان پر اٹھائے گئے تھے، اور وہ اسی حال میں ہیں۔

[۳۱۵۵-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أُتِيَ بِالْبُرَاقِ، لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ، مُلْجَمًا، مُسْرَجًا، فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ جِبْرَئِيْلُ: أَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا؟! فَمَا رَكِبَكَ أَحَدٌ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ! قَالَ: فَارْفَضَّ عَرَقًا.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حديثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ.

[۳۱۵۶-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ، نا أَبُوْ تُمَيْلَةَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ جُنَادَةَ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' لَمَّا انْتَهَيْنَا إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ جِبْرَئِيْلُ بِأُصْبُعِهِ، فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ، وَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ'' هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

[۳۱۵۷-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:'' لَمَّا كَذَّبَتْنِيْ قُرَيْشٌ، قُمْتُ فِي الْحِجْرِ، فَجَلَّى اللّٰهُ لِيَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ، فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وفى الباب: عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِيْ ذَرٍّ، وَابْنِ مَسْعُوْدٍ.

ترجمہ: حدیث (۳۱۵۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کے پاس براق لایا گیا، جس رات میں آپؐ کو لے جایا گیا، درانحالیکہ وہ لگام دیا ہوا، زین باندھا ہوا تھا، پس آپؐ کو اس پر سوار ہوتے ہوئے دشواری محسوس ہوئی یعنی براق رام نہیں ہوا پس اس سے حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا: ''کیا محمد ﷺ کے ساتھ تو یہ معاملہ کرتا ہے؟! پس محمد ﷺ سے اللہ کے نزدیک کوئی زیادہ معزز شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا! پس براق کا (یہ بات سن کر) پسینہ چھوٹ گیا (اور وہ سواری کے لئے رام ہوگیا)

حدیث (۳۱۵٦): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے قریش نے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوا، پس اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو منکشف کردیا، پس میں نے ان کو بیت المقدس کی نشانیاں بتانی شروع کیں، درانحالیکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا''

لغات: **المُلْجَم**: لگام لگایا ہوا، از باب افعال...... **المُسْرَج**: زین کسا ہوا، **أَسْرَجَ الْفرسَ**: گھوڑے پر زین کسنا ...... **اِسْتَصْعَبَ الْأَمْرَ**: مشکل محسوس کرنا، دشوار سمجھنا، **اِسْتَصْعَبَ علیه**: آپؐ کو اس پر سوار ہونے میں دشواری محسوس ہوئی...... **اِرْفَضَّ العَرَقُ**: پسینہ بہنا، ٹپکنا...... **قَالَ** کا صلہ جب باء آتا ہے تو اشارہ کرنے کے معنی ہوتے ہیں...... **جَلّٰی تَجْلِیَةً**: منکشف کرنا، کھول دینا۔

۲- معراج بیداری میں ہوئی تھی یا خواب میں؟

معراج: بیداری میں ہوئی تھی یا خواب میں؟ حضرت عائشہ، حضرت معاویہ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ آپؐ نے یہ واقعات بحالتِ خواب دیکھے ہیں، ان حضرات کا مستدل سورہ بنی اسرائیل کی آیت (٦٠) ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ، وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْآنِ﴾: اور ہم نے آپؐ کو (شب معراج میں) جو مشاہدہ کرایا تھا: وہ لوگوں کی آزمائش ہی کے لئے تھا، اور وہ درخت بھی جس کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے۔ اس آیت میں معراج کے واقعہ کو رؤیا (خواب) کہا گیا ہے۔

اور جمہور امت کی رائے یہ ہے کہ اسراء و معراج بیداری میں پیش آئے ہیں، یعنی روح و جسم کے ساتھ معراج ہوئی ہے، ان کے دلائل ہدایت القرآن (۳۱:۵) میں ہیں، اور آیت ٦٠ میں جو اس واقعہ کو رؤیا کہا گیا ہے تو ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ رؤیا آنکھ کا دیکھنا تھا جو شب معراج میں آپؐ کو دکھایا گیا تھا۔

رُؤْيَا: رَأَى يَرَى کا مصدر ہے، جس کے معنی بصارت یا بصیرت سے دیکھنے کے ہیں، نیز فُعْلٰی کے وزن پر اسم بھی ہے، اس وقت خواب کے معنی ہونگے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: معراج میں جو نشانیاں دکھلائی گئی تھیں وہ امور غیب میں سے تھیں، اور رویتِ شہادت سے مختلف تھیں، اس لئے ان کو عالم غیب کے مشابہ قرار دے کر رؤیا سے تعبیر کیا گیا

ہے(قاله ابن حجر رحمه الله فى الفتح ۱۲:۳۰)

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت پاک: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِىْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ آنکھ کا دیکھنا تھا، نبی ﷺ کو وہ واقعات دکھلائے گئے، جس رات آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا......اور آپ نے آیت پاک: ﴿والشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِىْ الْقُرْآن﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''وہ زقّوم کا درخت ہے''

ان دونوں باتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- کفار یہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ آسمان پر چڑھ کر دکھائیں: ﴿أَوْ تَرْقٰى فِىْ السَّمَاءِ﴾ ان سے اس آیت میں کہا گیا کہ یہ معجزہ تم کو تمہاری فرمائش سے پہلے دکھایا جاچکا ہے۔ شب معراج میں آپ کو ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی ہے، اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ مگر اس مشاہدہ سے منکرین کو کیا حاصل ہوا؟ انھوں نے اس مشاہدہ کا مذاق اڑایا، اور نبی ﷺ پر جھوٹے اور جنونی ہونے کے الزامات لگائے۔

۲- مشرکین کا یہ مطالبہ بھی تھا کہ آپ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب لے آئیں، جسے ہم خود پڑھیں: ﴿حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ﴾ اور ظاہر ہے نبی آسمان سے جو کتاب لائے گا: اس میں آسمانی خبریں ہونگی، پس کیا یہ لوگ اس کو مان لیں گے؟ دیکھو! قرآن میں ایک ناپسندیدہ درخت زقّوم کی خبر دی گئی ہے، جو دوزخ کی تہ میں پیدا ہوتا ہے، جس کو دوزخی کھائیں گے، اس خبر کو مکہ والوں نے کس طرح لیا؟ ابوجہل نے کہا: ''لو جی بھڑکتی آگ میں ہرا درخت!'' دوسرا بولا: ''زقّوم: یمنی زبان میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں!'' تیسرے نے دعا کی: ''الٰہی! ہمارے گھروں کو زقّوم سے بھر دے!'' پس کس امید پر مشرکین کے مطالبات پورے کئے جائیں؟ (ہدایت القرآن ۵:۹۶)

[۳۱۵۸-] حدثنا ابْنُ أَبِىْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِىْ قَوْلِهِ تعَالىٰ: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِىْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ قَالَ: هِىَ رُؤْيَا عَيْنٍ، أُرِيَهَا النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم، لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِىْ الْقُرْآنِ﴾ قَالَ: هِىَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۳- صبح کی قراءت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے

سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۷۸) میں ہے: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾: بیشک فجر کی قراءت حاضری کا وقت ہے۔ اس کی تفسیر حدیث میں یہ آئی ہے کہ اس قراءت کے وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

اور اس کی تفصیل احادیث شریفہ میں یہ آئی ہے کہ فجر اور عصر کے وقت: دن اور رات کے فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں، اور فجر کی نماز میں چونکہ جہری قراءت ہے: اس لئے آنے جانے والے فرشتے نماز فجر میں اللہ کا کلام سننے کے

لئے شریک ہوتے ہیں۔

[۳۱۵۹-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحمدٍ الْقُرَشِيُّ الْكُوْفِيُّ، نَا أَبِيْ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ، إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾: "تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، حدثنا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

وضاحت: حدیث کی پہلی سند: اسباط بن محمد کی ہے، ان کی سند کے آخر میں صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، اور دوسری سند: علی بن مسہر کی ہے، وہ سند کے آخر میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

۴- قیامت کے دن سب لوگ اپنے پیشواؤں کے ساتھ بلائے جائیں گے

سورۃ بنی اسرائیل (آیات ۷۱و۷۲) میں ہے: "اس دن کو یاد کرو جب ہم تمام انسانوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے: پھر جن لوگوں کو نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا: وہ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے، اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا، بلکہ وہ اور بھی گم کردہ راہ ہوگا!"

اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل حدیث آئی ہے:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے آیتِ کریمہ: ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: "ان میں سے (اہل محشر میں سے) ایک شخص بلایا جائے گا یعنی اس کے نام کی آواز لگے گی، پس وہ اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور اس کے لئے اس کے جسم میں ساٹھ ہاتھ کا اضافہ کیا جائے گا، اور اس کا چہرہ روشن کیا جائے گا، اور اس کے سر پر چمکتے ہوئے موتی کا تاج رکھا جائے گا۔ پس وہ اپنے ساتھیوں کی طرف چلے گا، پس وہ اس کو دور سے دیکھیں گے، اور کہیں گے: الٰہی! اس کو ہمارے پاس لا، اور ہمارے لئے اس میں برکت فرما، یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آئے گا، پس وہ ان سے کہے گا: خوش ہو جاؤ، تم میں سے ہر شخص کے لئے اس کے مانند ہے...... اور رہا کافر: تو اس کا چہرہ سیاہ کیا جائے گا، اور اس کے لئے اس کے جسم میں ساٹھ ہاتھ کا اضافہ کیا جائے گا، جیسا آدم علیہ السلام کا قد ہے، اور وہ (کانٹوں کا) تاج پہنایا جائے گا، پس اس کو اس کے ساتھی

دیکھیں گے، اور کہیں گے: ہم اس شخص کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں! الٰہی! اس کو ہمارے پاس نہ لا، نبی ﷺ نے فرمایا: پس وہ ان کے پاس آئے گا، وہ کہیں گے: الٰہی! اس کو پیچھے کر (اور أَخْزِهِ ہے تو ترجمہ ہوگا: اس کو رسوا کر) پس وہ کہے گا: اللہ تمہیں رحمت سے دور کرے پس بیشک تم میں سے ہر شخص کے لئے اس کے مانند ہے۔

حدیث کا حال: اس حدیث کی سند میں السُّدِّیُ الکبیر: اسماعیل بن عبدالرحمٰن غنیمت راوی ہے، صدوق ہے مگر حدیث میں غلطیاں کرتا تھا، اور اس کا باپ عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ مجہول الحال راوی ہے اور یہ حدیث امام ترمذیؒ کے علاوہ بزار ہی نے اس سند سے روایت کی ہے، اس لئے یہ روایت اعلیٰ درجہ کی نہیں ...... اور السُّدِّیُّ الصغیر محمد بن مروان متروک راوی ہے (تمیز) ...... السُّدَّة کے معنی ہیں: دروازے کے آگے کی جگہ، یہ راوی اپنے گھر کے دروازے پر دکان لگایا کرتا تھا اس لئے اس کا یہ لقب ہو گیا تھا۔

[۳۱۶۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ قَالَ: يُدْعَى أَحَدُهُمْ، فَيُعْطَى كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ، وَيُمَدُّ لَهُ فِيْ جِسْمِهِ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، وَيُبَيَّضُ وَجْهُهُ، وَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ يَتَلَأْلَأُ، فَيَنْطَلِقُ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَيَرَوْنَهُ مِنْ بُعْدٍ، فَيَقُوْلُوْنَ: اللّٰهُمَّ ائْتِنَا بِهٰذَا، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ هٰذَا، حَتَّى يَأْتِيَهُمْ، فَيَقُوْلُ لَهُمْ: أَبْشِرُوْا، لِكُلِّ رَجُلٍ مِنكُمْ مِثْلُ هٰذَا.

وَأَمَّا الْكَافِرُ: فَيُسَوَّدُ وَجْهُهُ، وَيُمَدُّ لَهُ فِيْ جِسْمِهِ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، عَلَى صُوْرَةِ آدَمَ، وَيُلْبَسُ تَاجًا، فَيَرَاهُ أَصْحَابُهُ، فَيَقُوْلُوْنَ: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا! اللّٰهُمَّ لَا تَأْتِنَا بِهٰذَا، قَالَ: فَيَأْتِيْهِمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: اللّٰهُمَّ أَخِّرْهُ، فَيَقُوْلُ: أَبْعَدَكُمُ اللّٰهُ! فَإِنَّ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْكُمْ مِثْلَ هٰذَا.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، والسُّدِّيُّ: اسْمُهُ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ.

۵- مقام محمود شفاعتِ کبریٰ کا مقام ہے

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد پاک: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ، نَافِلَةً لَكَ، عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُوْدًا﴾: اور رات میں: پس قرآن سے تہجد کی نماز پڑھئے (یہ نماز) زائد ہے آپؐ کے لئے، ہوسکتا ہے آپؐ کا پروردگار آپؐ کو مقام محمود (ستودہ مرتبے) پر فائز کردے: اس آیت کی تفسیر میں نبیؐ نے فرمایا، درانحالیکہ آپؐ سے اس کی تفسیر پوچھی گئی تھی: پس فرمایا: ''وہ شفاعتِ کبریٰ ہے''

تشریح: مقام محمود کا لفظی ترجمہ ہے: تعریف کیا ہوا مرتبہ، اور آیت میں شفاعت کبریٰ کا مقام مراد ہے۔ قیامت کے دن جب اولین وآخرین میدان حشر میں اکٹھا ہونگے، اور حساب کتاب شروع نہیں ہورہا ہوگا، اور ساری خلقت پریشان

ہوگی، اور چاہے گی کہ کوئی بندۂ خدا سفارش کرے تا کہ حساب شروع ہو جائے، پس تمام مؤمنین تمام انبیاء سے درخواست کریں گے، مگر وہ دن اتنا ہولناک ہوگا کہ کوئی پیغمبر شفاعت کی ہمت نہ کرے گا، اس وقت آنحضرت ﷺ شفاعت کریں گے، اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپؐ کی تعریف ہوگی، گویا اس دن عظمتِ محمدی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوگی۔

[۳۱۶۱-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيْدَ الزَّعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ: ﴿عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُوْدًا﴾ وَسُئِلَ عَنْهَا، قَالَ: "هِيَ الشَّفَاعَةُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَدَاوُدُ الزِّعَافِرِيُّ: هُوَ دَاوُدُ الْأَوْدِيُّ، ابْنُ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَهُوَ عَمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِدْرِيْسَ.

۶-حق آیا اور باطل رفو چکر ہوا!

سورہ بنی اسرائیل کی آیت (۸۱) ہے: ﴿قُلْ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾: اور اعلان کیجئے: حق آیا اور باطل گیا، باطل بلاشبہ مٹنے والا ہے۔ اس آیت کے الفاظ اگرچہ عام ہیں، مگر یہ آیت مکہ مکرمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی مکہ میں حق کا غلبہ ہوگا اور باطل مٹ جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، فتح مکہ کے دن کعبہ شریف میں جو تین سو ساٹھ بت تھے: وہ سب نبی ﷺ کے ایک اشارے سے اوندھے منہ گر پڑے، اس وقت آپؐ کی زبانِ مبارک پر یہ آیت اور سورۂ سبا کی آیت (۴۹) تھی: ﴿قُلْ: جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ اعلان کیجئے: حق آیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا!

[۳۱۶۲-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: دَخَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ، وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّوْنَ نُصُبًا، فَجَعَلَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَطْعَنُهَا بِمِخْصَرَةٍ فِيْ يَدِهِ، وَرُبَّمَا قَالَ: بِعَوْدٍ، وَيَقُوْلُ: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾
هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفِيْهِ عَنِ ابنِ عُمَرَ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے، اور کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت تھے، پس نبی ﷺ نے ان کو چوکا دینا شروع کیا اس چھڑی سے جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی — اور کبھی ابن مسعودؓ نے کہا: لکڑی سے — اور آپؐ کہتے تھے: "حق آگیا اور باطل رفو چکر ہوا، بیشک باطل دم توڑنے ہی والا ہے"

''حق آگیا اور باطل نہ تو کسی چیز کو پیدا کرے اور نہ پھیر کر لائے!''

لغات: النُّصُب: مورتی وغیرہ جو پوجا کے لئے قائم کی جائے، جمع أَنْصَاب...... طَعَنَہ: نیزہ وغیرہ کا چوکا دینا ...... المِخْصَرَة: لاٹھی، چھڑی وغیرہ جس پر ٹیک لگائی جائے ...... العود: کوئی بھی لکڑی ...... أَبْدَأَ الشيئَ: پیدا کرنا، شروع کرنا۔

۷- ہجرت کے وقت مژدۂ جانفزا

سورہ بنی اسرائیل (آیت ۸۰) میں ایک دعا تلقین کی گئی ہے: ﴿وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَصِیْرًا﴾: اور دعا کیجئے: میرے پروردگار! مجھے بہترین طریقہ پر داخل فرما، اور بہترین طریقہ پر نکال، اور مجھے اپنی طرف سے مدد کیا ہوا غلبہ عطا فرما!...... اس دعا میں اس طرف اشارہ تھا کہ اب مکہ چھوڑنے کا وقت قریب آگیا ہے، اور یہ بھی اشارہ تھا کہ یہ چھوڑنا ہمیشہ کے لئے چھوڑنا نہیں ہے، بلکہ دوبارہ مکہ میں واپسی ہوگی، اور یہ بھی صاف اشارہ تھا کہ قوت وغلبہ ملنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ بعد کے حالات نے اس دعا کی حرف بہ حرف تصدیق کی، آپ بہ حفاظتِ خداوندی دشمنوں کے نرغے سے نکل کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں پورے اعزاز کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا، اور آٹھ ہی سال کے بعد مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخلہ ہوا، اور دس سال کے قلیل عرصہ میں وہ حکومت وغلبہ نصیب ہوا کہ جزیرۃ العرب میں مسلمانوں سے کوئی آنکھ ملانے والا نہ رہا...... اس آیت کے الفاظ بھی اگرچہ عام ہیں، مگر یہ آیتِ کریمہ بھی مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، داخل کرنے سے مکہ میں داخل کرنا مراد ہے، اور نکالنے سے مکہ سے نکالنا مراد ہے، اور داخل کرنے کو تفاؤلاً (نیک فالی کے طور پر) مقدم کیا گیا ہے۔

[۳۱۶۳-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ، نَا جَرِیْرٌ، عَنْ قَابُوْسِ بْنِ أَبِیْ ظَبْیَانَ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النبیُّ صلی الله علیه وسلم بِمَكَّةَ، ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ، فَنَزَلَتْ عَلَیْهِ: ﴿وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِیْ مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِیْرًا﴾ هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ مکہ میں تھے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا، پس آپ پر یہ آیت نازل ہوئی، یعنی ہجرت سے کچھ قبل یہ آیت نازل ہوئی۔

۸- یہود ومشرکین روح کی حقیقت نہیں جان سکتے

مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی صداقت جانچنے کے لئے مشاورت کی۔ اور طے کیا کہ وہ جو کلام پیش کرتے ہیں، اور اس کو اللہ کا کلام بتاتے ہیں: اس کو جانچا جائے۔ خود تو علوم انبیاء سے واقف نہیں تھے، اس لئے ایک وفد مدینہ

بھیجا، علمائے یہود نے ان کو تین سوالات بتلائے، اور یہ بھی بتایا کہ اگر وہ سچے نبی ہیں تو دو کا جواب دیں گے اور ایک کا جواب نہیں دیں گے، اور اگر وہ شخص جھوٹا ہے تو تینوں کا جواب دے گا، یا کسی کا بھی جواب نہیں دے گا۔ وہ تین سوالات یہ تھے: ا- ان جوانوں کا حال بتاؤ جو قدیم زمانہ میں بادشاہ سے ڈر کر ایک غار میں چلے گئے تھے۔ ۲- اس بادشاہ کا حال سناؤ جس نے مشرق و مغرب کا سفر کیا تھا۔ ۳- روح کی حقیقت کیا ہے؟

وفد نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ سے یہی سوالات کئے، قرآنِ کریم میں جوابات نازل ہوئے، پہلے دو سوالوں کے جوابات سورۂ کہف میں ہیں، اور روح کے بارے میں جواب یہاں، سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۸۵) میں ہے، فرمایا: لوگ آپؐ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں؟ آپؐ جواب دیں کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے، اور تم بس تھوڑا سا ہی علم دیئے گئے ہو۔ یعنی روح ایک وجودی چیز ہے، جب وہ حکم خداوندی سے حیوان میں آموجود ہوتی ہے تو حیوان جی اٹھتا ہے، اور جب وہ چیز بدن سے نکل جاتی ہے تو جاندار مرجاتا ہے، بس روح کے بارے میں اتنی ہی بات تم لوگ سمجھ سکتے ہو، اس سے زیادہ نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ تمھیں (یہود و مشرکین کو) بس تھوڑا سا ہی علم دیا گیا ہے، جو روحانیت کو سمجھنے کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ کسی بھی مسئلہ کو سمجھنے کے لئے علم کی ایک مقدار ضروری ہے، کندۂ ناتراش کو آسمان کی حقیقت نہیں سمجھائی جاسکتی، اور جنت و جہنم (روحانیات) کے احوال سے پوری طرح واقف نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ماورائے مادیات کو جھانکنے کی سب میں صلاحیت نہیں ہوتی۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو روایتیں ذکر کی ہیں:

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قریش نے یہود سے کہا: ہمیں کوئی بات بتلاؤ جو ہم اس شخص سے پوچھیں، پس یہود نے کہا: اس سے روح کے بارے میں پوچھو، چنانچہ انھوں نے آپؐ سے روح کے بارے میں پوچھا، پس اللہ تعالیٰ نے آیت: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ نازل فرمائی، یہود نے کہا: ہم بڑا علم دیئے گئے ہیں، ہم تورات دیئے گئے ہیں، اور جو شخص تورات دیا گیا وہ یقیناً بڑی خیر دیا گیا، اس پر سورۃ الکہف کی (آیت ۱۰۹) نازل ہوئی: ''آپؐ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر روشنائی بن جائیں، تو وہ میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہوجائیں گے، اگرچہ اس سمندر کے مانند دوسرا سمندر ہم اس کی مدد کے لئے لے آئیں''

تشریح: آیت کے آخر میں یہود پر چوٹ ہے کہ چہ پدّی اور چہ پدّی کا شوربا! تمہارا مبلغ علم ہی کیا ہے جو تمہیں روح کی حقیقت سمجھائی جائے، یہود یہ چوٹ برداشت نہ کرسکے اور انھوں نے مذکورہ بات کہی کہ ہم حاملین تورات ہیں، اور تورات میں بڑا علم ہے، پس ہم تھوڑا نہیں، بلکہ بڑا علم دیئے گئے ہیں، اس پر ان سے کہا گیا کہ تورات تو اللہ کے علم کا ایک ذرہ ہے، اللہ کا علم تو غیر متناہی ہے، پس تمہارا یہ دعوی کہ تم سب کچھ جانتے ہو، اور ہر مسئلہ سمجھ سکتے ہو: درست نہیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں چل رہا تھا

(اور بخاری شریف میں حَرْث کے بجائے خِرَب ہے یعنی ویرانے میں چل رہا تھا) اور آپ کھجور کی ٹہنی پر ٹیک لگائے ہوئے چل رہے تھے، پس آپ یہود کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے، پس ان کے بعض نے کہا: کاش تم ان سے کوئی بات پوچھتے یعنی امتحان لیتے، پس بعض نے کہا: تم ان سے کچھ مت پوچھو، کیونکہ وہ تمہیں ایسی بات سنائیں گے جو تمہیں پسند نہیں آئے گی، پس انھوں نے کہا: اے ابوالقاسم! ہمیں روح کے بارے میں بتائیں؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھڑی کھڑے رہے، اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، پس میں سمجھ گیا کہ آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے، یہاں تک کہ وحی چڑھ گئی یعنی بند ہوگئی تو آپ نے فرمایا: ''روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے، اور تم لوگ نہیں دیئے گئے علم میں سے مگر تھوڑا سا!''

سوال: یہ آیت تو ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھی، اب دوبارہ نازل ہونے کا کیا مطلب؟

جواب: تکرار نزول ہوتا تھا، بعض آیتیں اور بعض سورتیں مکرر نازل کی گئی ہیں۔ اور اس کا مقصد کبھی تو اس آیت اور اس سورت کی اہمیت واضح کرنا ہوتا تھا، اور کبھی پیش آمدہ صورت کے جواب کی طرف متوجہ کرنا ہوتا تھا کہ اس سوال کا جواب فلاں آیت میں ہے۔

[۳۱٦٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَتْ قُرَيْشٌ لِيَهُوْدَ: أَعْطُوْنَا شَيْئًا نَسْأَلُ عَنْهُ هٰذَا الرَّجُلَ، فَقَالَ: سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ، فَسَأَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ؟ قُلِ: الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّیْ، وَمَا أُوْتِيْتُم مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ قَالُوْا: أُوْتِيْنَا عِلْمًا كَبِيْرًا، أُوْتِيْنَا التَّوْرَاةَ، وَمَنْ أُوْتِيَ التَّوْرَاةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَبِيْرًا، فَأُنْزِلَتْ: ﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ﴾ إِلَى آخِرِ الآيَةِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۳۱٦٥-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِيْ مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَرْثٍ بِالْمَدِيْنَةِ؟ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَسِيْبٍ، فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُوْدِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ سَأَلْتُمُوْهُ! فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَاتَسْأَلُوْهُ، فَإِنَّهُ يُسْمِعُكُمْ مَاتَكْرَهُوْنَ! فَقَالُوْا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ! حَدِّثْنَا عَنِ الرُّوْحِ؟ فَقَامَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم سَاعَةً، وَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُوْحَى إِلَيْهِ، حَتَّى صَعَدَ الْوَحْيُ، ثُمَّ قَالَ: ﴿الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّیْ، وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۹- قیامت کے دن کفار منہ کے بل کیسے چلیں گے؟

سورہ بنی اسرائیل (آیت ۹۷) ہے: ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا﴾: اور ہم

قیامت کے دن ان کو منہ کے بل چلا کر، اور اندھا بہرا اور گونگا بنا کر میدانِ حشر میں اکٹھا کریں گے...... کفار کو قیامت کے دن منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ اس کا جواب درج ذیل حدیث میں ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ قیامت کے دن میدانِ محشر میں تین طرح سے جمع کئے جائیں گے: ایک قسم: پیدل ہوگی، دوسری: سوار ہوگی اور تیسری ان کے مونہوں کے بل چل رہی ہوگی۔ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! کفار اپنے مونہوں کے بل کیسے چلیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جو اللہ پیروں سے چلاتا ہے وہ بیشک اس پر قادر ہے کہ ان کو مونہوں کے بل چلائے، سنو! وہ منہ کے بل چلیں گے، اور ہر ٹیلے کانٹے سے بچتے ہوئے چلیں گے''

اور دوسری حدیث میں ہے کہ تم میدانِ محشر میں جمع کئے جاؤ گے پیدل اور سوار، اور گھسیٹے جاؤ گے تمہارے چہروں پر (پس منہ کے بل چلنے کی کیفیت تو ہم نہیں جانتے، البتہ اس پر ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہیں) (اور یہ دوسری حدیث پہلے ابواب صفۃ القیامہ باب ۴ تحفہ ۶: ۱۹۵ میں گذر چکی ہے)

[۳۱۶۶-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا الحَسَنُ بْنُ مُوْسَى، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَوْسِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلاَثَةَ أَصْنَافٍ: صِنْفًا مُشَاةً، وَصِنْفًا رُكْبَانًا، وَصِنْفًا عَلَى وُجُوْهِهِمْ" قِيْلَ: يَارسولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلَى وُجُوْهِهِمْ؟ قَالَ: "إِنَّ الَّذِىْ أَمْشَاهُمْ عَلَى أَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُمْ عَلَى وُجُوْهِهِمْ، أَمَا! إِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَشَوْكَةٍ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَى وُهَيْبٌ، عَنْ ابنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا مِنْ هٰذَا.

[۳۱۶۷-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ رِجَالاً وَرُكْبَانًا، وَتُجَرُّوْنَ عَلَى وُجُوْهِكُمْ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ .

۱۰- موسیٰ علیہ السلام کے نو واضح معجزات

سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۱۰۱) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو واضح نشانیاں عطا فرمائی تھیں، یہ نو واضح نشانیاں: موسیٰ علیہ السلام کے نو واضح معجزات تھے، اور وہ یہ تھے: ۱- عصائے موسیٰ۔ ۲- ید بیضاء۔ ۳- پانی کا سیلاب۔ ۴- ٹڈی دَل ۵- جوئیں یا چیچڑی یا سُرسُری ۶- مینڈک ۷- خون ۸- قحط سالیاں ۹- پھلوں کی کمی...... مگر یہاں حدیث میں احکام عشرۃ بیان کئے گئے ہیں، یہ عبداللہ بن سلمہ کا وہم ہے۔ اور یہ حدیث پہلے أبواب الاستيذان والآداب (باب

۳۳ تحفہ ٦: ۵۰۷) میں گذر چکی ہے، وہاں ترجمہ بھی ہے اور حدیث کی پوری تفصیل ہے، وہاں دیکھ لی جائے۔

[۳۱۶۸-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، وَأَبُوْ الْوَلِيْدِ – وَاللَّفْظُ: لَفْظُ يَزِيْدَ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ – عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ الْمُرَادِيِّ: أَنَّ يَهُوْدِيَّيْنِ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: اذْهَبْ بِنَا إِلَى هٰذَا النَّبِيِّ، نَسْأَلُهُ، قَالَ: لَاتَقُلْ لَهُ نَبِيٌّ، فَإِنَّهُ إِنْ يَسْمَعْهَا تَقُوْلُ لَهُ نَبِيٌّ كَانَتْ لَهُ أَرْبَعَةُ أَعْيُنٍ، فَأَتَيَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَسَأَلَاهُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ﴾ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَاتُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَلَاتَزْنُوْا، وَلَاتَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا تَسْرِقُوْا، وَلَا تَسْحَرُوْا، وَلَا تَمْشُوْا بِبَرِيْءٍ إِلَى سُلْطَانٍ فَيَقْتُلَهُ، وَلَا تَأْكُلُوْا الرِّبَا، وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً، وَلَا تَفِرُّوْا مِنَ الزَّحْفِ – شَكَّ شُعْبَةُ – وَعَلَيْكُمُ الْيَهُوْدَ خَاصَّةً: أَلَّا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ، فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ، وَقَالَا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ! قَالَ: " فَمَا يَمْنَعُكُمَا أَنْ تُسْلِمَا؟" قَالَا: إِنَّ دَاوُدَ دَعَا اللّٰهَ أَنْ لَّايَزَالَ فِيْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ، وَإِنَّا نَخَافُ إِنْ أَسْلَمْنَا أَنْ تَقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۱- ﴿وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ کا شانِ نزول

سورۃ بنی اسرائیل آیت (۱۱۰) میں ہے: آپؐ اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھیں، اور نہ بالکل ہی پست آواز سے، بلکہ دونوں میں درمیانی راہ اختیار کریں...... اس آیت کا شانِ نزول درج ذیل روایت میں آیا ہے:

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیتِ کریمہ: ﴿وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ مکہ میں نازل ہوئی ہے، نبی ﷺ جب (نماز میں) قرآن بلند آواز سے پڑھتے تو مشرکین برا کہتے قرآن کو، قرآن اتارنے والے کو اور اس کو جو قرآن لایا ہے، یعنی نبی ﷺ کو، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ آپؐ نماز میں بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں کہ برا کہا جائے قرآن کو، قرآن اتارنے والے کو اور قرآن لانے والے کو، اور نہ آپؐ آواز پست کریں اپنے ساتھیوں سے، بلکہ ایسا پڑھیں کہ ان کو سنا دیں، تاکہ وہ آپؐ سے قرآن لے لیں۔

یہ روایت ابو بشر جعفر بن ایاس کے شاگرد امام شعبہ کی ہے، اور ان کی روایت مرسل ہے، وہ سند کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کا تذکرہ نہیں کرتے۔ اور یہی حدیث ابو بشر سے ہشیم بھی روایت کرتے ہیں، ان کی حدیث موصول ہے، سند کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کا ذکر ہے، اور صحیحین میں یہی روایت ہے، ہشیم کی روایت اس طرح ہے:

حضرت ابن عباسؓ نے: ﴿وَلَاتَجْهَرْ﴾ الآیۃ کی تفسیر میں فرمایا: یہ آیت اتری جبکہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں چھپے ہوئے تھے یعنی علی الاعلان اسلام پیش نہیں کر سکتے تھے، اور جب آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن بلند

آواز سے پڑھتے، مشرکین جب اس کو سنتے تو وہ قرآن کو اور قرآن اتارنے والے کو یعنی اللہ تعالیٰ کو اور قرآن لانے والے کو گالیاں دیتے، چنانچہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ نماز میں قرآن بہت بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ مشرکین سنیں اور قرآن کو برا کہیں، اور اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ بھی نہ کریں، اور دونوں میں درمیانی راہ اختیار کریں۔

تشریح: یہ حکم کفار کے درمیان ہی عمل کرنے کے لئے نہیں ہے، بلکہ عام ہے، ایک واقعہ میں نبی ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا کہ آپ ذرا زور سے پڑھا کریں، کیونکہ بہت آہستہ پڑھنے سے طبیعت اکتا جاتی ہے، اور حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا کہ آپ ذرا آہستہ پڑھیں، کیونکہ بہت بلند آواز سے پڑھنا تھکا دیتا ہے، پس معتدل راہ ہی بہتر ہے۔

[۳۱۶۹-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ - وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ - وَهُشَيْمٍ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: ﴿وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَ تِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا﴾ قَالَ: نَزَلَتْ بِمَكَّةَ، كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ سَبَّهُ الْمُشْرِكُوْنَ، وَمَنْ أَنْزَلَهُ، وَمَنْ جَاءَ بِه، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ﴾ فَيُسَبَّ الْقُرْآنُ، وَمَنْ أَنْزَلَهُ، وَمَنْ جَاءَ بِهِ، ﴿وَلاَتُخَافِتْ بِهَا﴾ عَنْ أَصْحَابِكَ، بِأَنْ تُسْمِعَهُمْ، حَتَّى يَأْخُذُوْا عَنْكَ الْقُرْآنَ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۱۷۰-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا هُشَيْمٌ، نَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهِ: ﴿وَلاَتَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا، وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً﴾ قَالَ: نَزَلَتْ وَرسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ، وَكَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ، فَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ إِذَا سَمِعُوْا شَتَمُوْا الْقُرْآنَ، وَمَنْ أَنْزَلَهُ، وَمَنْ جَاءَ بِهِ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِنَبِيِّهِ: ﴿وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ﴾ أى بِقِرَاءَ تِكَ، فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَيُسَبُّ الْقُرْآنُ ﴿وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا﴾ عَنْ أَصْحَابِكَ ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۲-معراج کی دو باتوں کا حضرت حذیفہؓ نے انکار کیا

امام ترمذی رحمہ اللہ سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کے آخر میں دو متفرق روایتیں لائے ہیں، پہلی روایت کا تعلق معراج کے واقعہ سے ہے، پس یہ روایت سورت کے شروع میں آنی چاہئے تھی، جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ سنن کبری میں شروع میں لائے ہیں۔ اور دوسری روایت شفاعت کبری کی ہے، اس کو آیت (۷۹) کی تفسیر میں لانا چاہئے تھا، کیونکہ اس میں ''مقام محمود'' کا ذکر ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے معراج کی دو باتوں کا انکار کیا ہے: بیت المقدس میں تحیۃ المسجد پڑھنے کا اور بُراق کو

کنڈے سے باندھنے کا، مگر یہ دونوں باتیں صحیح روایتوں سے ثابت ہیں، اس لئے اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی شاذ رائے قرار دیں گے۔

حدیث: زِرُّ بنُ حُبَیْش جو جلیل القدر تابعی ہیں: کہتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی؟ انھوں نے کہا: نہیں، میں نے کہا: کیوں نہیں! یعنی پڑھی تھی (واقعہ کی صحیح نوعیت مسند احمد (۳۸۷:۵) میں ہے: زر بن حبیش جو مخضرم تابعی ہیں ایسے وقت حضرت حذیفہؓ کے پاس پہنچے کہ وہ اسراء کا واقعہ بیان کررہے تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ نبی ﷺ بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے، بلکہ بُراق سے اترے بھی نہیں، سیدھے آسمان پر چڑھے، اس پر زرؓ نے کہا: نہیں، بلکہ اس رات نبی ﷺ بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے، اور اس میں نماز بھی پڑھی تھی) حضرت حذیفہؓ نے پوچھا: اے سر کے بال اڑے ہوئے (گنجے!) آپ کا نام کیا ہے؟ میں آپ کو شکل سے تو جانتا ہوں، مگر نام نہیں جانتا، زر نے کہا: میں زر بن حبیش ہوں۔ انھوں نے کہا: آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ نبی ﷺ نے اس رات بیت المقدس میں نماز پڑھی ہے؟ زر نے جواب دیا: مجھے یہ بات قرآن سے معلوم ہوئی ہے، میرے اور آپ کے درمیان قرآن ہے، حضرت حذیفہؓ نے کہا: ''جو قرآن سے بات کرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے!'' آپ وہ آیت پڑھیں جس سے آپ نے یہ بات سمجھی ہے، زرؓ نے آیتِ کریمہ: ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِهِ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الأَقْصَی﴾ پڑھی، حضرت حذیفہؓ نے کہا: اس میں تو یہ بات نہیں ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی ہے، کیا آپ اس آیت میں یہ بات صراحۃً پاتے ہیں؟ زرؓ نے کہا: نہیں یعنی یہ بات صراحۃً قرآن میں نہیں ہے۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: ''اگر آپؐ نے اس میں نماز پڑھی ہوتی تو تم پر اس میں نماز پڑھنا لازم کیا جاتا جس طرح بیت اللہ میں نماز پڑھنا تم پر لازم کیا گیا ہے'' (اور مسند احمد میں ہے: بخدا! وہ دونوں (آنحضرت اور جبرئیل علیہما السلام) براق سے نہیں اترے، یہاں تک کہ دونوں کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے، یہاں یہ مضمون بعد میں آیا ہے)

زر نے پوچھا: یہ براق کیا چیز ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا: وہ اس طرح لمبا (اور ہاتھ سے اشارہ کرکے لمبائی سمجھائی) سفید چوپایہ تھا، جو اپنا قدم منتہائے نظر پر رکھتا تھا، وہ آپؐ کے پاس لایا گیا (جس پر آپؐ اور جبرئیل علیہما السلام سوار ہوئے، جبرئیل آگے بیٹھے اور آپؐ ردیف تھے) پھر دونوں براق کی پیٹھ سے جدا نہیں ہوئے یہاں تک کہ دونوں نے جنت وجہنم دیکھی، اور آخرت کا وعدہ زیادہ جامع ہے یعنی آپؐ نے اس موقع پر جنت وجہنم کی صرف زیارت کی تھی، تفصیل سے آپؐ جنت کو آخرت میں دیکھیں گے، پھر دونوں جیسے گئے تھے ویسے ہی لوٹ آئے، کہیں ٹھہرے نہیں۔

حضرت حذیفہؓ نے کہا: اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے براق کو باندھا (یہ بات بھی صحیح نہیں) کیوں باندھا؟ کیا اس لئے کہ وہ بھاگ جاتا؟ (کیسے بھاگ جاتا:) اس کو آپؐ کے لئے غیب وشہادت کے جاننے والے اللہ ہی نے

مسخر کیا تھا۔

تشریح: اگر معراج میں جاتے ہوئے آپ نے بیت المقدس میں تحیۃ المسجد نہیں پڑھی اور واپسی میں وہاں انبیاء کی امامت بھی نہیں کی تو پھر وہاں لے جانے کا فائدہ کیا؟ آسمان پر تو مکے سے سیدھے بھی چڑھ سکتے تھے! اور مسجد حرام کی طرح مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کی فضیلت بھی حدیث میں آئی ہے، یہی وہاں نماز پڑھنے کو لازم کرتا ہے...... اور آپؐ آسمانوں میں براق کے ذریعہ نہیں چڑھے تھے، بلکہ سیڑھی لگائی گئی تھی، اسی لئے اس سفر کو معراج کہا جاتا ہے، معراج کے معنی ہیں: سیڑھی، اور براق وہیں بندھا رہا تھا، واپسی میں اس سواری کو پھر استعمال کیا گیا تھا، اور سواری پر بیت المقدس لے جانا اور سواری کو وہاں باندھنا عالم اسباب کی رعایت سے تھا، اس عالم میں: اسباب کی رعایت ضروری ہے...... اور جیسے گئے تھے ویسے واپس بھی نہیں آئے تھے، کیونکہ اسی معراج میں نمازیں فرض ہوئی ہیں، اور آپؐ بار بار موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور بارگاہِ خداوندی میں آتے جاتے رہے ہیں، تاکہ نمازوں میں تخفیف ہو، بہر حال حضرت حذیفہؓ کی یہ سب باتیں شاذ رائے ہیں۔

[۳۱۷۱-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِيْ النَّجُوْدِ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: قُلْتُ لِحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ: أَصَلَّى رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: أَنْتَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ يَا أَصْلَعُ! بِمَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: بِالْقُرْآنِ، بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ الْقُرْآنُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَنِ احْتَجَّ بِالْقُرْآنِ فَقَدْ أَفْلَحَ – قَالَ سُفْيَانُ: يَقُوْلُ: قَدِ احْتَجَّ، وَرُبَّمَا قَالَ: قَدْ فَلَجَ – فَقَالَ: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾ قَالَ: أَفْتَرَاهُ صَلَّى فِيْهِ؟ قُلْتُ: لاَ، قَالَ: لَوْ صَلَّى فِيْهِ لَكُتِبَتْ عَلَيْكُمُ الصَّلاَةُ فِيْهِ، كَمَا كُتِبَتِ الصَّلاَةُ فِيْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ حُذَيْفَةُ: قَدْ أُتِيَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِدَابَّةٍ طَوِيْلَةِ الظَّهْرِ، مَمْدُوْدَةٍ هٰكَذَا، خَطْوُهُ مَدَّ بَصَرِهِ، فَمَا زَايَلاَ ظَهْرَ الْبُرَاقِ، حَتَّى رَأَيَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَوَعْدُ الْآخِرَةِ أَجْمَعُ، ثُمَّ رَجَعَا عَوْدَهُمَا عَلَى بَدْئِهِمَا، قَالَ: وَيَتَحَدَّثُوْنَ أَنَّهُ رَبَطَهُ، لِمَا؟ لِيَفِرَّ مِنْهُ! وَإِنَّمَا سَخَّرَهُ لَهُ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحتیں: سفیان ثوریؒ نے درمیان میں حضرت حذیفہؓ کے قول: مَنِ احْتَجَّ بالقرآن فقد أَفْلَحَ کی وضاحت کی ہے کہ آپؓ کی مراد فقد أَفْلَحَ سے قَدِ احْتَجَّ ہے یعنی وہ مضبوط اور صحیح دلیل لایا، کامیاب ہونے کا یہ مطلب ہے، يقول: یعنی حضرت حذیفہ قد أفلح سے قَدِ احْتَجَّ کہنا چاہتے ہیں، أي أتى بالحجة الصحيحة ...... اور حضرت سفیان نے کبھی قد أفلح کی جگہ قَدْ فَلَجَ کہا، فَلَجَ (ن) بِحُجَّتِهِ کے معنی ہیں: اپنی دلیل سے دوسرے کو مغلوب کر دینا، فَلَجَتْ

حُجَّتُهُ: اس کی دلیل کارگر ہوئی...... طويلةُ الظهر: لمبی پیٹھ کا جس پر دو شخص بسہولت بیٹھ سکیں...... ممدودة هكذا: حضرت حذیفہؓ نے اشارہ کر کے اس کی پیٹھ کا لمبا ہونا سمجھایا...... رَجَعَ عَوْدَه على بَدْئِهِ: محاورہ ہے: لوٹا وہ اپنا لوٹنا اپنے آغاز پر یعنی جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آ گیا، منزل پر پہنچ کر رکا نہیں۔

۱۳-شفاعتِ کبری کی ایک روایت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا:

۱- میں قیامت کے دن اولادِ آدم (تمام انسانوں) کا سردار ہوؤنگا، اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ واقعہ کے طور پر کہتا ہوں)

۲- اور میرے ہاتھ میں اللہ کی حمد کا جھنڈا ہوگا، اور یہ بات بھی میں فخر سے نہیں کہتا (لشکر میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو فوج میں سب سے زیادہ بہادر ہوتا ہے، اس کے ساتھ تشبیہ دے کر یہ بات فرمائی گئی ہے یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف میں کرونگا) اور اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سبھی انبیاء میرے جھنڈے تلے ہونگے یعنی اللہ کی حمد کرنا سب آپؐ سے سیکھیں گے۔

۳- اور میں پہلا شخص ہونگا جس سے زمین (قبر) پھٹے گی، اور یہ بات بھی میں فخر سے نہیں کہتا۔

آپؐ نے فرمایا: پس لوگ تین بار سخت گھبراہٹ میں مبتلا ہونگے (ایک: حساب کتاب شروع ہونے سے پہلے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، دوسری: جب اللہ کے سامنے پیشی ہوگی، اور یہ پیشی بھی تین مرتبہ ہوگی، جس کی تفصیل پہلے (تحفہ ۶:۱۹۶ میں) آچکی ہے، اور تیسری بار: جب نامۂ اعمال اڑائے جائیں گے)

پہلی گھبراہٹ کی تفصیل: پس لوگ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ اور کہیں گے: آپ ہمارے ابا ہیں، آپ اپنے رب کے پاس ہمارے لئے سفارش کریں، وہ کہیں گے: میں نے ایک بڑی کوتاہی کی ہے، جس کی وجہ سے میں زمین پر اتار دیا گیا، لیکن تم نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، لوگ نوح کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں نے زمین والوں کے لئے ایک سخت بددعا کی ہے، چنانچہ وہ ہلاک کر دیئے گئے، لیکن تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، لوگ ابراہیمؑ کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں نے تین خلافِ واقعہ (توریہ والی) باتیں کہی ہیں —— پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں تھی ان میں سے کوئی خلافِ واقعہ بات مگر مدافعت کی ابراہیمؑ نے اس کے ذریعہ اسلام سے (اس کی تفصیل تحفہ ۵:۲۸۴ أبواب البر والصلة باب ۲۶ میں گذر چکی ہے) —— لیکن تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، پس لوگ موسیٰؑ کے پاس جائیں گے۔ وہ کہیں گے: میں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے، لیکن تم عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، پس لوگ عیسیٰ کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میری اللہ کے ورے پوجا کی گئی ہے، لیکن تم محمد ﷺ

کے پاس جاؤ۔ آپؐ نے فرمایا: پس لوگ میرے پاس آئیں گے، چنانچہ میں ان کے ساتھ چلونگا۔

علی بن زید بن جدعان کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں یعنی آپؐ نے جو آئندہ بات فرمائی ہے وہ گویا میں ابھی سن رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''پس میں جنت کے دروازے کا حلقہ (چھلا، کڑا) پکڑونگا، پس میں اس کو زور سے کھٹکھٹاؤنگا، پس پوچھا جائے گا: کون؟ پس جواب دیا جائے گا: محمد ﷺ ہیں، پس فرشتے میرے لئے دروازہ کھولیں گے، اور مجھے خوش آمدید کہیں گے، پس وہ کہیں گے: مرحبا (آپؐ کشادہ جگہ میں آئے!) پس میں سجدہ میں گر پڑونگا، پس اللہ تعالیٰ مجھے حمد وثنا الہام فرمائیں گے، پس مجھ سے کہا جائے گا: آپؐ اپنا سر اٹھایئے، اور مانگئے، دیئے جائیں گے، اور سفارش کیجئے، سفارش قبول کئے جائیں گے، اور کہئے، آپؐ کی بات سنی جائے گی، اور یہی وہ ''مقام محمود'' ہے جس کے بارے میں ارشادِ پاک ہے: ﴿عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾: بعید نہیں کہ آپؐ کے پروردگار آپ کو مقام محمود (ستودہ مرتبے) پر فائز کردیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں مگر یہی کلمہ کہ ''میں جنت کے دروازے کا حلقہ پکڑونگا، پس اس کو زور سے کھٹکھٹاؤنگا''

لغات: اِنْشَقَّ: پھٹنا، شگاف پڑنا...... مَاحَلَه مُمَاحَلَةً و مِحَالاً: کسی کے ساتھ کید ومکر کرنا، طاقت آزمائی کرنا۔ مجرد: مَحَلَ (ف) بالأمر مَحْلاً: کسی کام کے لئے چال چلنا، حدیث میں مَاحَلَ بِمَعْنٰی دَافَعَ ہے...... قَعْقَعَ الشیئَ: کسی چیز میں حرکت کی بنا پر زوردار آواز ہونا، خشک چیز کو ہلا کر آواز نکالنا، کھٹکھٹانا۔

ملحوظہ: قال أنس سے مرحباً تک شفاعتِ خاصہ کا مضمون درمیان میں آ گیا ہے، اور شفاعتِ کبری کی حدیثوں میں عام طور پر ایسا ہوا ہے، اس کی تفصیل پہلے (تحفہ ۶: ۲۰۴ میں) گذر چکی ہے، جہاں شفاعتِ کبری کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے آئی ہے۔

[۳۱۷۲-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ أَبِیْ نَضْرَةَ، عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: أَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَلاَ فَخْرَ، وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ، وَلاَ فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ، آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ، إِلاَّ تَحتَ لِوَائِیْ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ، وَلاَ فَخْرَ''

قَالَ: فَیَفْزَعُ النَّاسُ ثَلاَثَ فَزَعَاتٍ، فَیَأْتُوْنَ آدَمَ، فَیَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ أَبُوْنَا آدَمُ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلَی رَبِّكَ، فَیَقُوْلُ: إِنِّیْ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا، أُهْبِطْتُ مِنْهُ إِلَی الأَرْضِ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا، فَیَأْتُوْنَ نُوْحًا، فَیَقُوْلُ: إِنِّیْ دَعَوْتُ عَلَی أَهْلِ الأَرْضِ دَعْوَةً، فَأُهْلِكُوْا، وَلٰكِنِ اذْهَبُوْا إِلَی إِبْرَاهِیْمَ، فَیَأْتُوْنَ إِبْرَاهِیْمَ، فَیَقُوْلُ: إِنِّیْ كَذَبْتُ ثَلاَثَ كَذِبَاتٍ — ثُمَّ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: مَا مِنْهَا كَذِبَةٌ إِلاَّ مَاحَلَ بِهَا عَنْ

دِيْنِ اللّٰهِ – وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسَى، فَيَأْتُوْنَ مُوْسَى، فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا، وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسَى، فَيَأْتُوْنَ عِيْسَى، فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ عُبِدْتُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَيَأْتُوْنِيْ، فَأَنْطَلِقُ مَعَهُمْ"

قَالَ ابْنُ جُدْعَانَ: قَالَ أَنَسٌ: "فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَآخُذُ بِحَلَقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ، فَأُقَعْقِعُهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيُقَالُ: مُحمدٌ، فَيَفْتَحُوْنَ لِيْ، وَيُرَحِّبُوْنَ بِيْ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَرْحَبًا، فَأَخِرُّ سَاجِدًا، فَيُلْهِمُنِيْ اللّٰهُ مِنَ الثَّنَاءِ وَالْحَمْدِ، فَيُقَالُ لِيْ: ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَقُلْ يُسْمَعْ لِقَوْلِكَ، وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُوْدًا﴾ قَالَ سُفْيَانُ: لَيْسَ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا هٰذِهِ الْكَلِمَةَ: " فَآخُذُ بِحَلَقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ، فَأُقَعْقِعُهَا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنْ أَبِيْ نَضْرَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ الحديثَ بِطُوْلِهِ.

سُوْرَةُ الكَهْفِ

سورۃ الکہف کی تفسیر

ا- جو موسیٰ: خضر سے ملنے گئے تھے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے

سورۃ الکہف (آیت ٦٠) سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک تعلیمی سفرنامہ شروع ہوتا ہے۔ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے، مگر یہود نے اس واقعہ میں اپنے پیغمبر کی کسر شان سمجھی، چنانچہ انھوں نے اس واقعہ کو ایک فرضی موسیٰ سے جوڑ دیا، نوف بِکالی ایک تابعی ہیں، وہ کعب احبار کی بیوی کے لڑکے تھے، اور انھوں نے کعب احبار کے گھر میں تربیت پائی تھی، اور کعب احبار کتبِ یہود کے بڑے عالم تھے، ان سے نوف نے یہ بات حاصل کی کہ قرآن میں جس موسیٰ کا واقعہ ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نہیں، بلکہ وہ ایک اور موسیٰ کا واقعہ ہے، جس کے باپ کا نام میشان تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے نوف کی یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی تو آپؓ نے نوف کی بات کی پرزور تردید کی، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے پورا واقعہ تفصیل سے سنایا، جو درج ذیل ہے:

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بن فضالہ بکالی کہتا ہے کہ بنی اسرائیل کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام: خضر والے موسیٰ نہیں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: "اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے، میں نے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں وعظ کہا، وعظ کے بعد ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: میں سب سے بڑا عالم ہوں! پس اللہ تعالیٰ نے بربنائے تعلق اظہار ناراضگی کیا تاکہ وہ اپنی اصلاح کریں (عَتَبَ علیه کا یہی مفہوم ہے) کیونکہ انھوں نے علم کو اللہ کی طرف نہیں پھیرا (انہیں جواب دینا چاہئے تھا کہ اللّٰه أعلم : اللہ بہتر جانتے ہیں!) پس اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ دو دریاؤں کے سنگم پر ہے، وہ آپ سے بڑا عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! میں ان تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ''آپ ایک مچھلی کھجور سے بنی ہوئی ٹوکری میں لے لیں، پس جہاں آپ مچھلی کو گم کریں: وہ بندہ وہیں ہے۔ پس موسیٰؑ چلے، اور ان کے ساتھ ان کا خادم یوشع بن نون بھی چلا، پس موسیٰ نے ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لی (یہ مچھلی کھانے کے لئے نہیں تھی، بلکہ نشانِ راہ کے طور پر تھی) پس وہ اور ان کا خادم چلتے رہے، یہاں تک کہ دونوں پتھر کی ایک چٹان پر آئے، پس موسیٰ اور خادم سو گئے (پھر اٹھ کر دونوں آگے چل دیئے اور مچھلی والی ٹوکری وہیں بھول گئے) پس مچھلی نے ٹوکری میں حرکت کی، یہاں تک کہ وہ ٹوکری سے نکل گئی، پس وہ سمندر میں چلی گئی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کا بہاؤ روک دیا، یہاں تک کہ پانی طاق کی طرح ہو گیا، اور وہ طاق مچھلی کے لئے سرنگ تھا، اور موسیٰ اور ان کے خادم کے لئے حیرت زا تھا، پس دونوں اپنا باقی دن اور اپنی رات چلتے رہے، اور موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی یہ بات آپ کو بتلانا بھول گیا (کہ مچھلی والی ٹوکری پیچھے رہ گئی ہے) پس جب موسیٰ نے صبح کی تو خادم سے کہا: ''ہمارا ناشتہ لاؤ، آج کے سفر میں تو ہم تھک گئے!'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اور نہیں تھکے موسیٰ یہاں تک کہ اس جگہ سے آگے بڑھ گئے جس کا وہ حکم دیئے گئے تھے'' یعنی بامقصد محنت سے آدمی نہیں تھکتا، اور بے مقصد محنت تھکا دیتی ہے، اور نفس الامری بات کا قلب صافی پر اثر پڑتا ہے۔ خادم نے کہا: ارے! ہم جب اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں اس مچھلی کو بھول گیا، اور شیطان ہی نے مجھے بھلایا کہ میں اس کو یاد کروں (یعنی غفلت کی وجہ سے نہیں بھولا، بلکہ کم بخت شیطان نے بھلا دیا، اور ایسا بھلا دیا کہ اس پورے وقت میں اس کا خیال ہی نہیں آیا) اور اس مچھلی نے عجیب طریقہ سے دریا میں اپنی راہ لی (یہ اللہ کا کلام ہے کہ اب مچھلی تھیلے میں نہیں رہی تھی، سمندر میں جا چکی تھی) موسیٰ نے کہا: ''اسی جگہ کی ہمیں تلاش تھی، پس دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے لوٹے'' نبی ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں اپنے نشانِ قدم دیکھتے ہوئے چل رہے تھے (تاکہ راستہ بھول کر کہیں سے کہیں نہ نکل جائیں)

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس چٹان کے پاس آبِ حیات کا چشمہ تھا، اس کا پانی جس مردے پر بھی گرتا وہ جی اٹھتا تھا، سفیان کہتے ہیں: اور اس مچھلی میں سے کچھ حصہ کھا لیا گیا تھا، پس اس پر پانی ٹپکا تو وہ زندہ ہو گئی (یہ دونوں عوامی باتیں ہیں، ان کی کچھ اصل نہیں)

[١٩-] سُوْرَةُ الكَهْفِ

[٣١٧٣-] حدثنا ابْنُ أَبِىْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ: أَنَّ مُوْسَى صَاحِبَ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ لَيْسَ بِمُوْسَى صَاحِبِ الْخَضِرِ، قَالَ: كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ! سَمِعْتُ أُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: قَامَ مُوْسَى خَطِيْبًا فِىْ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ، فَسُئِلَ: أَىُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ. فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِىْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ، قَالَ مُوْسَى: أَىْ رَبِّ! فَكَيْفَ لِىْ بِهِ؟ فَقَالَ لَهُ: احْمِلْ حُوْتًا فِىْ مِكْتَلٍ، فَحَيْثُ تَفْقِدُ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ، فَانْطَلَقَ، وَانْطَلَقَ مَعَهُ فَتَاهُ، وَهُوَ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ، فَجَعَلَ مُوْسَى حُوْتًا فِىْ مِكْتَلٍ، فَانْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يَمْشِيَانِ حَتَّى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ، فَرَقَدَ مُوْسَى وَفَتَاهُ، فَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِى الْمِكْتَلِ، حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمِكْتَلِ، فَسَقَطَ فِىْ الْبَحْرِ، قَالَ: فَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنْهُ جِرْيَةَ الْمَاءِ، حَتَّى كَانَ مِثْلَ الطَّاقِ، وَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا، وَكَانَ لِمُوْسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا، وَنَسِىَ صَاحِبُ مُوْسَى أَنْ يُخْبِرَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ مُوْسَى قَالَ لِفَتَاهُ: ﴿آتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ قَالَ: وَلَمْ يَنْصَبْ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِىْ أُمِرَ بِهِ. ﴿قَالَ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ، وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ، وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِىْ الْبَحْرِ عَجَبًا، قَالَ﴾ مُوْسَى: ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ، فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ قَالَ: يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا.

قَالَ سُفْيَانُ: يَزْعُمُ نَاسٌ أَنَّ تِلْكَ الصَّخْرَةَ عِنْدَهَا عَيْنُ الْحَيَاةِ، لَايُصِيْبُ مَاءُ هَا مَيِّتًا إِلَّا عَاشَ، قَالَ: وَكَانَ الْحُوْتُ قَدْ أُكِلَ مِنْهُ، فَلَمَّا قُطِرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ عَاشَ.

(باقی حدیث) نبی ﷺ نے فرمایا: پس وہ دونوں اپنے پیروں کے نشانات کی پیروی کرتے رہے، یہاں تک کہ دونوں اس چٹان پر آئے، پس انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو کپڑا اوڑھے ہوئے لیتا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا، اس شخص نے پوچھا: آپ کے علاقہ میں سلام کہاں سے آیا؟ یعنی یہ علاقہ تو غیر مسلموں کا ہے، آپ کون ہیں؟ موسیٰ نے کہا: میں موسیٰ ہوں، اس بندے نے پوچھا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ موسیٰ نے کہا: ہاں، اس بندے نے کہا: اے موسیٰ! آپ اللہ کے علوم میں سے ایک ایسا علم سکھلائے گئے ہیں جس کو میں نہیں جانتا یعنی علم شریعت، اور میں اللہ کے علوم میں سے ایک ایسا علم سکھلایا گیا ہوں جس کو آپ نہیں جانتے یعنی علم تکوین۔

پس موسیٰ نے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں، اس مقصد سے کہ آپ مجھے اس رشد وہدایت کی تعلیم دیں

جس کی آپ کو تعلیم دی گئی ہے؟ اس بندے نے جواب دیا: آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے، اور آپ ایسی باتوں پر کیسے صبر کرسکتے ہیں جن کی حقیقت سے آپ پوری طرح واقف نہیں؟! موسیٰ نے کہا: اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرونگا۔ ان سے خضر نے کہا: اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو آپ مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں، یہاں تک کہ میں خود ہی آپ کے سامنے اس کا تذکرہ کروں، موسیٰ نے کہا: بہتر ہے! پس خضر اور موسیٰ علیہما السلام نے ساحل سمندر پر چلنا شروع کیا، پس ان کے پاس سے ایک کشتی گذری، پس دونوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ ان کو کشتی میں لے لیں، پس انھوں نے خضر کو پہچان لیا اور دونوں کو بغیر اجرت کے سوار کرلیا، پس خضر نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کا قصد کیا، پس اس کو اکھاڑ دیا۔ موسیٰ نے ان سے کہا: بیچاروں نے ہمیں بغیر اجرت کے بٹھالیا! پس آپ نے ان کی کشتی کا قصد کیا، پس اس کو پھاڑ دیا، تاکہ آپ کشتی والوں کو ڈبودیں، یہ تو آپ نے بڑی بھاری حرکت کرڈالی! اس بندے نے کہا: کیا میں نے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے؟! موسیٰ نے کہا: بھول چوک پر آپ میری گرفت نہ کریں، اور آپ مجھ پر میرے معاملہ میں تنگی نہ ڈالیں! پھر دونوں کشتی سے نکلے، پس دریں اثنا کہ وہ ساحل پر چل رہے تھے، اچانک ایک لڑکا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضر نے اس کا سر پکڑا، پس اس کو اپنے ہاتھ سے اکھاڑ دیا اور اس کو مار ڈالا۔ پس ان سے موسیٰ نے کہا: ارے رے! آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی، جس نے کسی کا خون نہیں کیا، بخدا! آپ نے بہت ہی برا کام کیا! اس بندے نے کہا: کیا میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے؟ —— نبی ﷺ نے فرمایا: اور یہ بات پہلی بات سے سخت ہے (کیونکہ اس مرتبہ انھوں نے ﴿لَكَ﴾ بڑھایا ہے، اور الفاظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے) —— موسیٰ نے کہا: اگر میں اس کے بعد آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، کیونکہ آپ نے میرے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا —— پھر دونوں چلے، یہاں تک کہ وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو دونوں نے گاؤں والوں سے کھانا مانگا، پس گاؤں والوں نے ضیافت کرنے سے انکار کردیا، پس دونوں نے گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی —— نبی ﷺ نے فرمایا: وہ دیوار جھک رہی تھی —— پس خضر نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا، پس اس کو سیدھا کردیا، پس ان سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس ہم آئے، پس انھوں نے ہمیں مہمان نہیں بنایا، اور ہمیں کھانا نہیں کھلایا، پس اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت لیتے! اس بندے نے کہا: اب میرا اور آپ کا ساتھ ختم ہوا، اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہیں کرسکے (اس کے بعد کا مضمون قرآنِ کریم میں ہے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ پر مہربانی فرمائیں! ہماری خواہش تھی کہ وہ صبر کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی باتیں سناتے!'' —— راوی کہتے ہیں: پس نبی ﷺ نے فرمایا: پہلی بات موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھول

کر کہی تھی (اور باقی دو باتیں وعدہ یاد ہوتے ہوئے بالقصد کہی تھیں) ـــ نبی ﷺ نے فرمایا: اور ایک چڑیا آئی، وہ کشتی کے کنارے پر بیٹھی، پھر اس نے سمندر میں چونچ ماری، پس خضر نے موسیٰ سے کہا: ''نہیں گھٹایا میرے علم نے اور آپ کے علم نے اللہ کے علم میں سے مگر جتنا گھٹایا اس چڑیا نے سمندر میں سے!'' ـــ سعید بن جبیر کہتے ہیں: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پڑھا کرتے تھے: وکان أمامهم (اور ہماری قراءت وَرَاءَ هم ہے) ملك يأخذ كل سفينة صالحة (عمدہ کشتی، ہماری قراءت میں صالحة نہیں ہے) غصبا......اور پڑھا کرتے تھے: وأما الغلام فكان كافراً (فكان كافراً ہماری قراءت میں نہیں ہے) یہ تفسیری جملے ہیں جن کے اضافہ کی پہلے گنجائش تھی، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو لغت قریش پر جمع کیا تو اب اس قسم کے اضافے کی گنجائش نہیں رہی۔

قَالَ: فَقَصَّا آثَارَهُمَا حَتَّى أَتَيَا الصَّخْرَةَ، فَرَأَى رَجُلاً مُسَجًّى عَلَيْهِ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسَى، فَقَالَ: أَنّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ: أَنَا مُوْسَى، فَقَالَ: مُوْسَى بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: يَا مُوْسَى! إِنَّكَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لاَ أَعْلَمُهُ، وَأَنَا عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لاَتَعْلَمُهُ.

فَقَالَ مُوْسَى: ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا؟ قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا، وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَالَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا؟ قَالَ: سَتَجِدُنِىْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلاَ أَعْصِىْ لَكَ أَمْرًا﴾ قَالَ لَهُ الخَضِرُ: ﴿ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلاَ تَسْأَلْنِىْ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا﴾ قَالَ: نَعَمْ. فَانْطَلَقَ الْخَضِرُ وَمُوْسَى يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ البَحْرِ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ، فَكَلَّمَاهُمْ أَنْ يَحْمِلُوْهُمَا، فَعَرَفُوْا الْخَضِرَ، فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَعَمِدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ، فَقَالَ لَهُ مُوْسَى: قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَعَمِدْتَ إِلَى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا ﴿لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا، قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا؟ قَالَ: لاَتُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلاَ تُرْهِقْنِىْ مِنْ أَمْرِىْ عُسْرًا﴾ ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِيْنَةِ، فَبَيْنَمَا هُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ، وَإِذَا غُلاَمٌ يَلْعَبُ مَعَ الغِلْمَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ، فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ، فَقَتَلَهُ، فَقَالَ لَهُ مُوْسَى: ﴿أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا، قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا﴾ قَالَ: وَهٰذِهِ أَشَدُّ مِنَ الْأُوْلَى. ﴿قَالَ: إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلاَ تُصَاحِبْنِىْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّىْ عُذْرًا، فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا، فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوْهُمَا، فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾ يَقُوْلُ: مَائِلٌ، فَقَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ هٰكَذَا، فَأَقَامَهُ، فَقَالَ لَهُ مُوْسَى: قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا وَلَمْ يُطْعِمُوْنَا ﴿ لَوْ شِئْتَ لاَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا، قَالَ: هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا﴾

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسَى! لَوَدِدْنَا أَنَّهُ كَانَ صَبَرَ، حَتَّى يَقُصَّ عَلَيْنَا

مِنْ أَخْبَارِهِمَا'' قَالَ: فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' الْأُوْلَى كَانَتْ مِنْ مُوْسَى نِيْسَانًا'' قَالَ: وَجَاءَ عُصْفُوْرٌ حَتَّى وَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ، ثُمَّ نَقَرَ فِيْ الْبَحْرِ، فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ:'' مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنَ الْبَحْرِ!''

قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: وَكَانَ – يَعْنِيْ ابْنَ عَبَّاسٍ – يَقْرَأُ: وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا، وَكَانَ يَقْرَأُ: وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا''

حدیث کی سندیں: مذکورہ حدیث متفق علیہ ہے، امام ترمذیؒ نے اس کی تین سندیں ذکر کی ہیں:

۱-سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ یہ حدیث عمرو بن دینار سے، وہ سعید بن جبیر سے، اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، یہ سند باب کے شروع میں ہے، اور اس سند سے حدیث بخاری شریف (نمبر۱۲۲ کتاب العلم باب۴۴) میں ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بڑے محدث ہیں، امام مالکؒ کے درجہ کے ہیں، مگر وہ تدلیس کرتے تھے، البتہ وہ ثقہ استاذ ہی کا نام چھپاتے تھے (تقریب) یہ حدیث انھوں نے حضرت عمرو بن دینار سے سنی ہے، امام ترمذیؒ نے ابومزاحم سمرقندی کی سند سے علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حج کیا، اور میرا خاص مقصد یہ تھا کہ میں سفیان سے معلوم کروں کہ انھوں نے یہ حدیث عمرو سے سنی ہے یا نہیں؟ کیونکہ جب پہلی مرتبہ علی مدینی نے سفیان سے یہ حدیث سنی تھی تو انھوں نے بصیغہ عن روایت کی تھی، پھر معلوم کرنے پر انھوں نے أخبرنا کہہ کر یہ حدیث سنائی۔

۲-ابواسحاق سبیعی ہمدانی یہ حدیث سعید بن جبیر سے، وہ حضرت ابن عباسؓ سے، اور وہ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ سند آگے امام ترمذی نے ذکر کی ہے، اس میں ایک زائد مضمون بھی ہے۔

۳-امام زہری یہ حدیث عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، وہ ابن عباسؓ سے، اور وہ ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں، اس سند سے حدیث بخاری شریف (نمبر۷۴) میں ہے، اس کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے: ابن عباس اور حُر بن قیس میں اختلاف ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس بندے سے ملنے گئے تھے: وہ خضر تھے یا کوئی اور شخص تھے؟ ابن عباسؓ نے کہا: وہ خضر تھے، حر کی رائے کچھ اور تھی۔ یہ بحث چل رہی تھی کہ وہاں سے حضرت ابی بن کعبؓ گذرے، ابن عباسؓ نے ان کو بلایا، اور دریافت کیا کہ آپ نے اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے کیا سنا ہے؟ پس انھوں نے یہ حدیث بیان کی۔

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ أَبُوْ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَرَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

قَالَ أَبُوْ مُزَاحِمٍ السَّمَرْقَنْدِيُّ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ: حَجَجْتُ حَجَّةً، وَلَيْسَ لِيْ هِمَّةٌ إِلَّا أَنْ أَسْمَعَ

مِنْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ الْخَبَرَ، حَتّٰى سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، وَقَدْ كُنْتُ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ سُفْيَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْخَبَرَ.

ترجمہ: ابومزاحم سمرقندی کہتے ہیں: علی بن المدینی نے کہا: میں نے ایک حج کیا: میری خاص توجہ (میرا خاص مقصد اس سفر میں) نہیں تھی، مگر یہ کہ میں سفیان سے سنوں کہ وہ اس حدیث میں خبر (أخبرنا) ذکر کرتے ہیں؟ یہاں تک کہ میں نے ان کو حدثنا عمرو بن دینار کہتے ہوئے سنا، اور میں سفیان سے یہ حدیث پہلے سن چکا تھا، مگر اس وقت انھوں نے خبر کا ذکر نہیں کیا تھا، یعنی أخبرنا یا حدثنا کہہ کر حدیث بیان نہیں کی تھی، بلکہ لفظ عن سے روایت کی تھی (سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ مکہ مکرمہ کے باشندے تھے)

۲-خضر نے جس لڑکے کو مارڈالا تھا: اس کی سرشت میں کفر تھا

سورۃ الکہف (آیت ۸۰) میں ہے: ''رہا لڑکا: پس اس کے ماں باپ ایمان دار تھے، پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ لڑکا ان دونوں پر سرکشی اور کفر سے چھا جائے گا، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کے پروردگار اس کے بدلے میں ان کو ایسی اولاد عطا فرمائیں جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو، اور شفقت میں اس سے بڑھ کر ہو''

حدیث: ابواسحاق کی سند سے مذکورہ بالا حدیث مروی ہے: اس میں یہ اضافہ ہے کہ خضر نے جس لڑکے کو مارڈالا تھا: وہ چھاپا گیا تھا جس دن چھاپا گیا تھا کفر کی حالت میں یعنی اس کی سرشت اور افتادِ طبع کافر واقع ہوئی تھی (پس اگر وہ بڑا ہوتا تو کافر ہوتا، اور اپنے ماں باپ پر سرکشی اور کفر سے چھا جاتا، اس لئے لڑکے کا مارا جانا اس کے والدین کے حق میں رحمت اور ان کے دین کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا)

ملحوظہ: یہاں اگر ذہن میں کوئی سوال پیدا ہو تو اس کا جواب ہدایت القرآن (۵: ۲۱۷) میں ہے۔

۳-خَضِر کی وجہ تسمیہ

خَضِر (خاء کا زبر اور ضاد کا زیر) اور خِضْر (خاء کا زیر اور ضاد کا زبر) کے معنی ہیں: سبزہ زار، سرسبز مقام، اور حدیث میں ہے کہ اس بندے کو خضر اس وجہ سے کہا گیا کہ وہ ایک مرتبہ سفید سوکھی ہوئی زمین پر بیٹھے تو وہ یکا یک سرسبز ہو کر لہلہانے لگی (یہ روایت بخاری میں بھی ہے) اور اس میں اختلاف ہے کہ آپ انسان تھے یا فرشتے تھے؟ پھر انسان تھے تو ولی تھے یا نبی؟ اور کیا اب تک وہ حیات ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟ نصوص میں اس سلسلہ میں کوئی صراحت نہیں، اور علماء ومفسرین کی آراء مختلف ہیں، اور قرینِ قیاس یہ ہے کہ آپ انسان نہیں تھے، بلکہ خاص قسم کے فرشتے تھے، جن کو رجال الغیب کہا جاتا ہے، رجال اس لئے کہ زمینی فرشتے عناصر کی اسٹیم سے پیدا ہوتے ہیں، آسمانی فرشتوں کی طرح نور محض سے پیدا

نہیں ہوتے، اور غیب اس لئے کہ وہ عام طور پر نظر نہیں آتے، کیونکہ وہ لطیف مادّہ سے پیدا کئے جاتے ہیں۔

[۳۱۷۴-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، نَا أَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، نَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "الغُلَامُ الَّذِىْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

[۳۱۷۵-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ مُوْسَى، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ: لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ، فَاهْتَزَّتْ تَحْتَهُ خَضِرًا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

۴-یاجوج وماجوج روزانہ سدّ سکندری کھودتے ہیں

سورۃ الکہف (آیت ۹۴) میں ہے: "لوگوں نے عرض کیا: اے ذوالقرنین! یاجوج وماجوج اس سرزمین میں آکر فساد مچاتے ہیں، پس کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ بایں شرط مقرر کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنادیں؟" —— تاکہ وہ ہمارے علاقے میں گھس کر ہمیں پریشان نہ کریں —— یاجوج وماجوج کے بارے میں تمام صحیح روایات، محدثین، مفسرین اور مؤرخین متفق ہیں کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے یافث کی اولاد ہیں، وہ کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں ہیں، بلکہ دنیائے انسان کی عام آبادی کی طرح وہ بھی انسان ہیں۔ اب آپ ان کے بارے میں درج ذیل حدیث پڑھیں:

حدیث: ابورافع نُفیع صائغ (سنار) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کرتا ہے، وہ نبی ﷺ سے سدّ سکندری کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "یاجوج وماجوج روزانہ سد سکندری کو کھودتے ہیں، یہاں تک کہ جب اس میں سوراخ کرنے کے قریب ہوجاتے ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے: لوٹ جاؤ یعنی اب کام ختم کرو، اب یہ اس قابل ہوگئی ہے کہ کل تم اس کو کھود ڈالوگے" —— نبی ﷺ نے فرمایا: "پس اس کو اللہ تعالیٰ لوٹادیتے ہیں یعنی کردیتے ہیں پہلے سے بھی زیادہ مضبوط، یہاں تک کہ جب ان کی مقررہ مدت آجائے گی، اور اللہ تعالیٰ چاہیں گے کہ ان کو لوگوں پر بھیج دیں تو ان کا سردار کہے گا: اب واپس چلو، کل ان شاء اللہ تم اس کو کھود ڈالوگے، اور اس نے استثناء کیا یعنی ان شاء اللہ کہا"

نبی ﷺ نے فرمایا: "پس وہ دوسرے دن لوٹیں گے، پس وہ اس کو پائیں گے اس حالت پر جس حالت پر انھوں نے اس کو چھوڑا تھا، پس وہ اس میں سوراخ کردیں گے، اور وہ لوگوں پر نکل پڑیں گے، پس وہ پانی پی جائیں گے، اور لوگ ان سے بھاگیں گے، پس وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے، پس تیر لوٹیں گے درانحالیکہ وہ خون میں رنگین

کئے ہوئے ہونگے، پس وہ بے رحمی اور سرکشی کے طور پر کہیں گے: ہم نے غلبہ پالیا زمین والوں پر، اور ہم بلند ہو گئے آسمان والوں پر، پس اللہ تعالیٰ ان پر ناک کے کیڑے بھیجیں گے ان کی گدیوں میں، پس وہ ہلاک ہو جائیں گے"

نبی ﷺ نے فرمایا: "پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! بیشک زمین کے جانور (درندے ان کو کھا کر) موٹے ہو جائیں گے، اور پھولے نہ سمائیں گے، اور بہت ہی مشکور ہونگے ان کا گوشت ملنے کی وجہ سے"

تشریح: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اور کعب احبار سے مروی روایت میں ہے کہ وہ روزانہ دیوار کو چاٹتے ہیں (يَلْحَسُوْنَهُ) اور یہی روایت لوگوں میں مشہور ہے، مگر کعب احبار کی یہ روایت عام کتابوں میں نہیں ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عبد بن حمید کی مسند کا حوالہ دیا ہے، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم وغیرہ کتابوں میں ہے، اور سب کتابوں میں یہی سند ہے: **قتادة، عن أبي رافع، عن أبي هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم،** پھر قتادہ کے نیچے اس کی متعدد سندیں ہیں، اور اس حدیث کی ایک دوسری سند **عاصم عن أبي صالح، عن أبي هريرة** بھی ہے، مگر اس سند سے یہ روایت موقوف ہے، مرفوع نہیں، یعنی یہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے، نبی ﷺ کا ارشاد نہیں، اور یہ سند عبد بن حمید کی کتاب میں ہے **كما ذكره الحافظ** —— پھر ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے لئے ایک شاہد بھی ذکر کیا ہے، اور وہ حضرت حذیفہؓ کی حدیث ہے، جو ابن مردویہ نے روایت کی ہے، مگر اس کی سند بے حد ضعیف ہے یعنی وہ متابعت کے قابل نہیں۔

الغرض: حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کو عام طور پر صحیح سمجھا جاتا ہے، البانی نے بھی اس کو **سلسلة الأحاديث الصحيحة** میں (نمبر ۱۷۳۵) ذکر کیا ہے، مگر ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس پر سخت تنقید کی ہے، وہ کہتے ہیں: اس کی سند اگرچہ عمدہ ہے، مگر آنحضرت ﷺ کی طرف اس کی نسبت غلط ہے (**إسناده جيد، ولكن متنه في رفعه نكارة**) نیز وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس قسم کی ایک اسرائیلی کہانی کعب احبار سے بھی مروی ہے، اور حضرت ابو ہریرہؓ اکثر کعب احبار کے پاس بیٹھتے تھے، اس لئے ممکن ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ مضمون کعب احبار سے سنا ہو، اور ایک کہانی کے طور پر بیان کیا ہو، پھر نیچے کے کسی راوی نے غلط فہمی سے اس کو مرفوع کر دیا ہو —— اس کے علاوہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے درایۃً بھی دو اعتراض کئے ہیں: ایک: یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے، دوسرا: یہ حدیث صحیح حدیث کے خلاف ہے، تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر دیکھیں —— علاوہ ازیں: اس کی سند میں دو کمزوریاں اور بھی ہیں:

۱- قتادہ مدلس ہیں، حافظ فرماتے ہیں: ابن مردویہ کی روایت میں قتادہ اور ابو رافع کے درمیان ایک راوی کا واسطہ ہے (فتح الباری ۱۳: ۱۰۹) اور امام ابو داؤد فرماتے ہیں: قتادہ نے ابو رافع سے کوئی حدیث نہیں سنی: **قال أبو داود: يقالُ: قتادة لم يسمع من أبي رافع، زاد في نسخة: شيئًا** (بذل ۱۰: ۱۲۸) پس یہ روایت منقطع ہے۔

۲-ابورافع: کعب احبار کے بھی شاگرد ہیں، اس لئے بہت ممکن ہے انھوں نے یہ روایت کعب احبار سے سنی ہو، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب کردی ہو، اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس کی سند میں عن حدیث أبی هريرة ہے، معلوم نہیں لفظ حدیث کیوں بڑھایا ہے، شاید ابورافع نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثیں سناتے ہوئے درمیان میں یہ کہانی بھی سنائی ہو، جو درحقیقت کعب احبار سے سنی ہوئی ہے، اور اس کو قتادہ کے مجہول استاذ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب کردیا ہے۔

عجیب بات: اور ابورافع کے حالات میں حافظ نے تہذیب التہذیب میں ایک عجیب بات لکھی ہے۔ خود ابورافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ دل لگی کیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے: أكذب الناس الصائغ: صائغ سب سے بڑا جھوٹا ہے! اور یہ بھی فرماتے تھے کہ الیومَ وغدا: آج بھی اور آئندہ بھی، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزاج دل لگی کرنے کا نہیں تھا، پھر یہ دل لگی تو عجیب ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید! اور کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ انہی ابورافع نے یہ حدیث نبی ﷺ کی طرف منسوب کردی ہو! کیونکہ ابوصالح بہرحال صائغ سے مضبوط راوی ہیں، اور وہ حدیث کو موقوف بیان کرتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب (ہدایت القرآن ۵: ۲۳۴-۲۳۶)

ملحوظہ: اس حدیث میں یاجوج وماجوج کے خروج کے بعد کے جو احوال ہیں: وہ صحیح ہیں، دیگر روایات میں بھی یہ باتیں آئی ہیں، صرف شروع کا مضمون یعنی دیوار چاٹنے کا یا کھودنے کا مضمون اسرائیلی ہے۔ یہ مضمون اسی روایت میں ہے۔

[۳۱۷۶-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ - الْمَعْنَى وَاحِدٌ، وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ - قَالُوْا: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، نَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِي السَّدِّ، قَالَ: "يَحْفُرُوْنَهُ كُلَّ يَوْمٍ، حَتَّى إِذَا كَادُوْا يَخْرِقُوْنَهُ، قَالَ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ: ارْجِعُوْا فَسَتَخْرِقُوْنَهُ غَدًا، قَالَ: فَيُعِيْدُهُ اللّٰهُ كَأَمْثَلِ مَاكَانَ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ مُدَّتَهُمْ، وَأَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَهُمْ عَلَى النَّاسِ، قَالَ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ: ارْجِعُوْا فَسَتَخْرِقُوْنَهُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَاسْتَثْنٰى، قَالَ: فَيَرْجِعُوْنَ، فَيَجِدُوْنَهُ كَهَيْئَتِهِ حِيْنَ تَرَكُوْهُ، فَيَخْرِقُوْنَهُ، وَيَخْرُجُوْنَ عَلَى النَّاسِ، فَيَسْتَقُوْنَ الْمِيَاهَ، وَيَفِرُّ النَّاسُ مِنْهُمْ، فَيَرْمُوْنَ بِسِهَامِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ، فَتَرْجِعُ مُخْضَبَةً بِالدِّمَاءِ، فَيَقُوْلُوْنَ: قَهَرْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ، وَعَلَوْنَا مَنْ فِي السَّمَاءِ، قَسْوَةً وَعُلُوًّا، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نَغَفًا فِيْ أَقْفَائِهِمْ، فَيُهْلَكُوْنَ" قَالَ: "فَوَ الَّذِيْ نَفْسُ مُحمدٍ بِيَدِهِ! إِنَّ دَوَابَّ الْأَرْضِ تَسْمَنُ، وَتَبْطَرُ، وَتَشْكُرُ شُكْرًا مِنْ لُحُوْمِهِمْ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلَ هٰذَا.

۵-اللہ تعالیٰ بھاگی داری والی عبادت سے بے نیاز ہیں

سورۃ الکہف کی آخری آیت ہے: ''جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کا آرزومند ہے اس کو چاہئے کہ نیک عمل کرے، اور اپنے پروردگار کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے''

حدیث: جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کریں گے قیامت کے دن کے لئے، جس میں کوئی شک نہیں تو ایک منادی پکارے گا: ''جس نے اللہ کے لئے کئے ہوئے کام میں کسی کو شریک کیا ہے وہ اپنا بدلہ اسی سے مانگے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرکاء میں سب سے زیادہ بھاگی داری سے بے نیاز ہیں!''

تشریح: شرک عام ہے: خواہ شرک جلی ہو یا خفی۔ شرک جلی: وہ ہے جو مشرکین کرتے ہیں، اور شرک خفی: ریاء ونمود کا نام ہے۔ اور جس طرح شرک جلی سے عمل باطل ہوجاتا ہے ریاکاری بھی عمل کا ناس کردیتی ہے، ہر وہ عمل جو دنیوی غرض سے کیا گیا ہو، شہرت ووجاہت اس سے مقصود ہو، اور لوگوں کو دکھلانے اور سنانے کا جذبہ کارفرما ہو وہ عمل مقبول نہیں، نیت کا کھوٹ عمل کو ضائع کردیتا ہے۔

[۳۱۷۷-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا مُحمدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنِ ابنِ مِيْنَاءَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ فَضَالَةَ الْأَنْصَارِيِّ — وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ — قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: '' إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَارَيْبَ فِيْهِ، نَادىٰ مُنَادٍ: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِيْ عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ أَحَدًا، فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ'' هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحمدِ بْنِ بَكْرٍ.

۶-دیوار کے نیچے سونا چاندی دفن تھا

سورۃ الکہف (آیت ۸۲) ہے: ''اور رہی دیوار: تو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی، جو اس شہر میں رہتے تھے، اور اس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا، اور ان کا باپ نیک آدمی تھا'' —— اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونے چاندی کا ذخیرہ تھا (جو ان کے باپ سے ان کو میراث میں پہنچا تھا، اگر دیوار گر پڑتی تو وہ مال ظاہر ہوجاتا اور بدنیت لوگ اٹھا لیتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھیج کر دیوار درست کرادی) اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: علمی کتابیں دفن تھیں، مگر پہلا قول اصح ہے، کیونکہ وہ حدیث میں ہے، اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے، یزید صنعانی ضعیف راوی ہے۔

ملحوظہ: یہ حدیث یہاں خلافِ ترتیب آگئی ہے، اس کو پہلے اپنے موقع پر آنا چاہئے تھا۔

[۳۱۷۸-] حدثنا جَعْفَرُ بْنُ محمدِ بْنِ فُضَيْلٍ الْجزَرِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ، نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ يُوْسُفَ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ مَكْحُوْلٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ: ﴿وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا﴾ قَالَ:" ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ"

حدثنا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، نَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ، نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ يُوْسُفَ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ مَكْحُوْلٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

وَمِنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ

سورۃ مریم کی تفسیر

۱-حضرت مریمؑ: ہارون کی بہن کیسے ہیں؟

سورۃ مریم (آیت ۲۸) ہے: ''اے ہارون کی بہن! تیرا باپ کوئی برا آدمی نہ تھا، اور نہ تیری ماں کوئی آوارہ عورت تھی''، یعنی پھر تو یہ کیا کر بیٹھی؟ —— حضرت مریمؑ: ہارون کی بہن کیسے ہیں؟ اس کا جواب درج ذیل حدیث میں ہے اور یہ حدیث صحیح ہے، مسلم شریف کی روایت ہے:

حدیث: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے نجران بھیجا، وہاں لوگوں نے (عیسائیوں نے) مجھ سے پوچھا: کیا تم ''اے ہارون کی بہن!'' نہیں پڑھتے، یعنی قرآن میں ایسا نہیں ہے؟ حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان لمبی مدت ہے (پھر حضرت مریم حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہوسکتی ہیں؟) پس میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں ان کو کیا جواب دوں، پھر جب میں نبی ﷺ کی طرف لوٹا تو میں نے آپؐ کو یہ بات بتلائی، آپؐ نے فرمایا: ''تم نے انہیں کیوں نہیں بتلایا کہ وہ لوگ اپنے انبیاء کے ناموں سے اور گذشتہ نیک لوگوں کے ناموں سے بچوں کے نام رکھتے تھے'' —— یعنی ہارون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام مراد نہیں ہیں، بلکہ ان کا حقیقی بھائی ہارون مراد ہے —— اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا: حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں، اور عربی میں خاندان کا فرد ہونا ظاہر کرنے کے لئے أخ اور أخت کا استعمال کرتے ہیں، جیسے: ﴿وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ﴾ کیونکہ ہود علیہ السلام خاندانِ عاد سے تھے، عاد ان کے مورثِ اعلی تھے —— اور یہ دونوں باتیں جمع ہوسکتی ہیں، اس طرح کہ وہ حضرت ہارون کی نسل سے بھی ہوں اور ان کا حقیقی بھائی بھی ہارون ہو۔

[۲۰-] وَمِنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ

[۳۱۷۹-] حدثنا أَبُوْ سَعِيْدٍ الأَشَجُّ، وَأَبُوْ مُوْسَى مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالاَ: نَا ابْنُ إِدْرِيْسَ، عَنْ أَبِيْهِ،

عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: بَعَثَنِي رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى نَجْرَانَ، فَقَالُوْا لِي: أَلَسْتُم تَقْرَءُ وْنَ:﴿يَا أُخْتَ هَارُوْنَ﴾؟ وَقَدْ كَانَ بَيْنَ مُوْسَى وَعِيْسَى مَاكَانَ، فَلَمْ أَدْرِ مَا أُجِيْبُهُمْ، فَرَجَعْتُ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ:" أَلَا أَخْبَرْتَهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ بِأَنْبِيَائِهِمْ وَالصَّالِحِيْنَ قَبْلَهُمْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ إِدْرِيْسَ.

۲-قیامت کا دن کفار کے لئے پچھتاوے کا دن ہوگا

سورۂ مریم کی آیت (۳۹) ہے:﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ﴾:اور آپ ان کو پچھتاوے کے دن سے ڈرائیں جبکہ معاملہ نمٹا دیا جائے گا ـــــ قیامت کا دن کفار کے لئے پچھتاوے کا دن ہوگا، اور مؤمنین کے لئے خوشی کا دن ہوگا، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ پڑھی، اور فرمایا: ''موت کو لایا جائے گا گویا وہ چت کبرا مینڈھا ہے، یہاں تک کہ اس کو جنت وجہنم کے درمیان دیوار پر کھڑا کیا جائے گا، پھر پکارا جائے گا: او جنتیو! پس وہ گردنیں لمبی کر کے دیکھیں گے، اور پکارا جائے گا: او جہنمیو! پس وہ گردنیں لمبی کر کے دیکھیں گے، پس پوچھا جائے گا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے! پس وہ مینڈھا لٹایا جائے گا اور ذبح کر دیا جائے گا۔ پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے زندگی اور بقاء کا فیصلہ کیا ہے: تو وہ ضرور (خوشی سے) مرجاتے۔ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کے لئے جہنم میں زندگی اور بقاء کا فیصلہ کیا ہے: تو وہ ضرور غم سے مرجاتے (یہ حدیث پہلے عطیہ عوفی کی سند سے گذر چکی ہے، حدیث ۲۵۵۴، ابواب صفۃ الجنۃ باب ۱۹ تحفہ ۶: ۳۳۲)

لغات: اِشْرَأَبَّ إليه وله اِشْرِئْبَابًا: گردن لمبی کر کے دیکھنا...... **التَّرَح:** رنج وغم، جمع أَتْرَاح۔

[۳۱۸۰-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا النَّضْرُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ: أَبُوْ الْمُغِيْرَةِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ قَالَ:" يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَأَنَّهُ كَبْشٌ أَمْلَحُ، حَتَّى يُوْقَفَ عَلَى السُّوْرِ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! فَيَشْرَئِبُّوْنَ، وَيُقَالُ: يَا أَهْلَ النَّارِ! فَيَشْرَئِبُّوْنَ، فَيُقَالُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ، فَيُضْجَعُ فَيُذْبَحُ، فَلَوْلَا أَنَّ اللّٰهَ قَضَى لِأَهْلِ الْجَنَّةِ الْحَيَاةَ وَالْبَقَاءَ لَمَاتُوْا فَرَحًا، وَلَوْ لَا أَنَّ اللّٰهَ قَضَى لِأَهْلِ النَّارِ الْحَيَاةَ فِيْهَا وَالْبَقَاءَ لَمَاتُوْا تَرَحًا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۳- اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے

سورۃ مریم (آیت ۵۷) ہے: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾: اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ عطا فرمایا ـــــ چنانچہ وہ چوتھے آسمان میں ہیں، جیسا کہ باب کی حدیث میں ہے ـــــ اور روایات میں جو آیا ہے کہ ان کی ایک فرشتے سے دوستی تھی، وہ ان کو پروں میں چھپا کر آسمان میں لے گیا اور وہ وہاں زندہ ہیں: یہ اسرائیلی روایت ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان روایات پر تنقید کی ہے، اور حافظ رحمہ اللہ نے بھی ان کی تردید کی ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے معراج میں لے جایا گیا تو میں نے ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان میں دیکھا'' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی روایت مروی ہے جس کی تخریج ابن مردویہ نے کی ہے...... اور باب کی حدیث شیبان نحوی نے عن قتادة، عن أنس کی سند سے روایت کی ہے، اور سعید اور ہمام وغیرہ عن أنس، عن مالك بن صَعْصَعَة روایت کرتے ہیں، یہ معراج کی لمبی حدیث ہے، اور اس سند سے حدیث مسلم شریف میں ہے، اور یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ: حضرت ابوذر سے بھی روایت کرتے ہیں، جو متفق علیہ ہے۔

[۳۱۸۱-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحمدٍ، نَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، فِيْ قَوْلِهِ: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ قَالَ: حدثنا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' لَمَّا عُرِجَ بِيْ رَأَيْتُ إِدْرِيْسَ فِيْ السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ '' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفى الباب: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وَقَدْ رَوَى سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ عَرُوْبَةَ، وَهَمَّامٌ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم حَدِيْثَ الْمِعْرَاجِ بِطُوْلِهِ، وَهٰذَا عِنْدِيْ مُخْتَصَرٌ مِنْ ذٰلِكَ.

۴- جبرئیلؑ بھی آپؐ کے پاس آنے میں حکم الٰہی کے پابند ہیں

سورہ مریمؑ (آیت ۶۴) میں ہے: ''اور ہم نہیں اترتے مگر آپؐ کے رب کے حکم سے'' ـــــ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی روز تک تشریف نہیں لائے، کفار نے کہنا شروع کیا: محمد کو اس کے رب نے چھوڑ دیا، اس سے نبی ﷺ رنجیدہ ہوئے، پھر جب جبرئیل آئے تو آپؐ نے فرمایا: ''جتنا آپ آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے'' اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بخاری حدیث ۴۷۳۱) اس آیت میں حضرت جبرئیل کی زبان سے جواب دیا گیا ہے کہ ہم مامور بندے ہیں، حکم الٰہی کے بغیر نہیں آسکتے، ہمارا آنا جانا ان کے حکم کے تابع ہے، جب ان کی حکمت

ہوتی ہے: ہمیں اترنے کا حکم دیتے ہیں، ہر زمانہ، ہر مکان اور ہر حال کا علم انہی کو ہے، وہی ہر چیز کے مالک ہیں، اوران کا ہر کام بروقت اور برمحل ہوتا ہے، پس میرے آنے میں تاخیر سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو چھوڑ دیا ہے یا ان کو بھول گئے ہیں، بھول چوک اور نسیان کی ان کی بارگاہ تک رسائی نہیں۔

اور یہ آیت جنت کے تذکرے کے ضمن میں اس لئے رکھی گئی ہے کہ جنت بھی مؤمن بندوں کو ضرور ملنے والی ہے، مگراس کا ایک وقت مقرر ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام احوال سے واقف ہیں، جب ان کی حکمت کا تقاضہ ہوگا: قیامت قائم ہوگی، اور جنتی جنت میں جائیں گے، جنت ملنے میں تاخیر ہونے سے مؤمن بندے یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھول گئے ہیں۔

[۳۱۸۲-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، نَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِجِبْرَئِيْلَ: "مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُوْرَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟" قَالَ: فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلاَّ بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ إِلَى آخِرِ الآيَةِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

۵- ہر ایک کو جہنم پر وارد ہونا ہے

سورۂ مریم کی (آیت ۷۱) ہے: "تم میں سے کوئی نہیں، مگر وہ جہنم پر پہنچنے والا ہے، یہ بات آپ کے پروردگار پر لازم ومقرر ہے" —— یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ بات طے کردی ہے کہ ہر انسان کو جہنم پر ضرور پہنچنا ہے، کیونکہ جنت کی گذرگاہ دوزخ کے اوپر سے ہے، پل صراط جہنم کی پیٹھ پر بچھایا جائے گا، جس سے سب کو گذرنا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ متقیوں کو وہاں سے صحیح سلامت گزاردیں گے، اور کفار اس کا ایندھن بن کر رہ جائیں گے۔

حدیث: سدّی کبیر اسماعیل بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: میں نے مرۃ ہمدانی سے آیتِ پاک: ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلاَّ وَارِدُهَا﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "لوگ دوزخ میں وارد ہونگے، پھر وہ اس سے اپنے اعمال کے اعتبار سے نکلیں گے، پس ان کا پہلا بجلی چمکنے کی طرح (گذر جائے گا) پھر (دوسرا) ہوا کی طرح، پھر گھوڑے کے اچھل کر لگائی جانے والی جست کی طرح، پھر اپنے کجاوے میں اونٹ سوار کی طرح، پھر آدمی کے دوڑنے کی طرح، پھر آدمی کے چلنے کی طرح"

سند کا بیان: یہ حدیث اسرائیل نے سدّی کبیر سے، انھوں نے مرۃ ہمدانی سے، انھوں نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے، اور امام شعبہؒ بھی اس حدیث کو سدی سے روایت کرتے ہیں، مگر وہ حدیث کو مرفوع نہیں کرتے، سند کو ابن مسعودؓ پر روک دیتے ہیں، اور ان کا قول قرار دیتے ہیں، پھر یحییٰ بن سعید قطانؒ کی سند پیش کی ہے، انھوں نے یہ

حدیث شعبہؒ سے موقوفاً روایت کی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا: ''لوگ جہنم میں وارد ہونگے، پھر وہ اپنے اعمال کے اعتبار سے اس سے نکلیں گے'' پھر عبدالرحمٰن بن مہدی کی روایت ہے، وہ بھی یہ حدیث امام شعبہؒ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے شعبہؒ سے کہا کہ اسرائیل نے یہ حدیث مجھ سے مرفوعاً بیان کی ہے پس آپ موقوفاً کیوں بیان کرتے ہیں؟ شعبہؒ نے کہا: میں نے بھی سدی سے یہ روایت مرفوعاً سنی ہے، مگر میں اس (رفع) کو بالقصد چھوڑتا ہوں یعنی مرفوع نہیں کرتا (اور اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ سدی حدیثوں میں غلطی کرتے تھے (صدوق یَهِمُ) اس لئے امام شعبہ کو یہ اچھا معلوم ہوا کہ اس کی سند ابن مسعودؓ پر روک دیں)

[۳۱۸۳-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنِ السُّدِّيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ، عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ فَحَدَّثَنِيْ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُمْ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ، ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ عَنْهَا بِأَعْمَالِهِمْ، فَأَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ، ثُمَّ كَالرِّيْحِ، ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ، ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهِ، ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ، ثُمَّ كَمَشْيِهِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ، رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ السُّدِّيِّ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

[۳۱۸۴-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ مُرَّةَ، قَالَ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ قَالَ: "يَرِدُوْنَهَا، ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ"

[۳۱۸۵-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ السُّدِّيِّ بِمِثْلِهِ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: قُلْتُ لِشُعْبَةَ: إِنْ إِسْرَائِيْلَ حَدَّثَنِيْ عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنَ السُّدِّيِّ مَرْفُوْعًا، وَلٰكِنِّيْ أَدَعُهُ عَمْدًا.

۶- ہر مخلوق صالح مؤمن سے محبت کرتی ہے

سورۃ مریم (آیت ۹۶) ہے: ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے: عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت گردانیں گے'' یعنی لوگوں کے دلوں میں اور دیگر مخلوقات کے دلوں میں اللہ تعالیٰ مؤمنین صالحین کی محبت پیدا فرمائیں گے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام کو پکار کر کہتے ہیں: ''میں فلاں آدمی سے محبت کرتا ہوں پس تم بھی اس سے محبت کرو'' ـــــ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس جبرئیلؑ آسمانوں میں اس کی منادی کرتے ہیں، پھر اتاری جاتی ہے اس کے لئے محبت زمین والوں میں، پس یہ اللہ کا ارشاد ہے: جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے: عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت گردانیں گے''

—— اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نفرت کرتے ہیں تو جبرئیل سے پکار کر کہتے ہیں: میں فلاں بندے سے نفرت کرتا ہوں، پس جبرئیل آسمان میں منادی کرتے ہیں، پھر اس کے لئے زمین میں نفرت اتاری جاتی ہے (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

[۳۱۸۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِى هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرَئِيْلَ: إِنِّى قَدْ أَحْبَبْتُ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ" قَالَ:" فَيُنَادِىْ فِىْ السَّمَاءِ، ثُمَّ تُنْزَلُ لَهُ الْمَحَبَّةُ فِىْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ وَإِذَا أَبْغَضَ اللّٰهُ عَبْدًا: نَادَى جِبْرَئِيْلَ: إِنِّىْ قَدْ أَبْغَضْتُ فُلَانًا، فَيُنَادِىْ فِىْ السَّمَاءِ، ثُمَّ تُنْزَلُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِىْ الْأَرْضِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ، عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوُ هٰذَا.

۷-خوش عیش متکبر کافروں کا حال

سورۃ مریم کی (آیت ۷۷) ہے: ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا: جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، اور اس نے کہا: میں ضرور مال اور اولاد دیا جاؤں گا'' —— اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے: حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کا کچھ قرضہ عاص بن وائل پر نکلتا تھا، آپؓ نے اس سے قرض کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا: اگر تو محمد (ﷺ) کا انکار کرے تو میں تیرا قرضہ ادا کروں، حضرت خبابؓ نے جواب دیا: اگر تو مر کر زندہ ہو تو بھی میں یہ کام نہیں کر سکتا، اس نے کہا: کیا میں مر کر زندہ ہوؤں گا؟ اگر ایسا ہوا تو اس وقت بھی میرے پاس مال اور اولاد ہوگی، میں اسی وقت تیرا قرضہ چکاؤں گا (بخاری حدیث ۴۷۳۵) اور یہ کسی ایک شخص کا حال نہیں، ہر خوش عیش متکبر کافر اسی خبط میں مبتلا ہے۔

[۳۱۸۷-] حدثنا ابْنُ أَبِىْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِىْ الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: سَمِعْتُ خَبَّابَ بْنَ الْأَرَتِّ يَقُوْلُ: جِئْتُ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ: أَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِىْ عِنْدَهُ، فَقَالَ: لَا أُعْطِيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، فَقُلْتُ: لَا، حَتَّى تَمُوْتَ، ثُمَّ تُبْعَثَ، قَالَ: وَإِنِّى لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: إِنَّ لِىْ هُنَاكَ مَالاً وَوَلَدًا فَأَقْضِيْكَ، فَنَزَلَتْ: ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا﴾ الآيَةَ.

حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وَمِنْ سُوْرَةِ طٰهٰ

سورہ طٰہٰ کی تفسیر

اگر نماز بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو یاد آنے پر یا بیدار ہونے پر فوراً پڑھ لے

سورہ طٰہٰ (آیت ۱۴) میں ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِىْ﴾: آپ میری یاد کے لئے نماز کا اہتمام کریں ــــ اور یہ نماز کا سب سے اہم فائدہ ہے (سورۃ العنکبوت آیت ۴۵) ذَكَرَ يَذْكُرُ کے مصادر یہ ہیں: ذِكْرًا، ذُكْرًا، ذِكْرىٰ، تِذْكَارًا: سب کے معنی ہیں: (۱) یاد کرنا (دل اور زبان سے) یاد رکھنا (۲) ذہن میں آنا، مستحضر کرنا یعنی بھولنے کے بعد یاد آجانا۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ خیبر سے لوٹے تو ایک پوری رات چلتے رہے، یہاں تک کہ آپؐ کو نیند نے پالیا، پس آپؐ نے اونٹ بٹھایا، اور رات کے پچھلے حصہ میں آرام کے لئے اترے، پھر فرمایا: اے بلال! ہمارے لئے رات کی حفاظت کر، راوی کہتے ہیں: پس بلال نے نماز (تہجد) پڑھی، پھر اپنے کجاوے سے ٹیک لگائی، درانحالیکہ وہ مشرق کی طرف منہ کرنے والے تھے، پس ان پر ان کی دونوں آنکھیں غالب آگئیں، اور وہ سوگئے، پس ان میں سے کوئی بیدار نہیں ہوا، اور تھے ان میں سب سے پہلے بیدار ہونے والے: نبی ﷺ، پس آپؐ نے فرمایا: ''اے بلال!'' (کیا ہوا؟ نماز کے لئے کیوں نہیں اٹھایا؟) بلالؓ نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! اے اللہ کے رسول! پکڑ لیا میری روح کو اس نے جس نے آپؐ کی روح کو پکڑ لیا۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوچ کرو'' پھر (آگے جا کر) اونٹ بٹھایا، پس آپؐ نے وضوء کی، پھر نماز کھڑی کی یعنی حضرت بلالؓ نے تکبیر کہی، پھر آپؐ نے باطمینان نماز پڑھی، وقت میں اپنے نماز پڑھنے کی طرح، پھر پڑھا: ﴿أَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِىْ﴾: یاد آنے پر نماز کا اہتمام کرو (مسلم شریف میں ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ لِلذِّكْرىٰ (ال بڑھا کر) پڑھتے تھے یعنی جب نماز یاد آجائے تو پڑھ لو)

تشریح: اگر کوئی شخص نماز کے پورے وقت میں سوتا رہ جائے یا نماز کو بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ بیدار ہونے یا یاد آنے کے بعد فوراً نماز پڑھ لے اگر ایسا کرے گا تو نماز قضاء کرنے کا گناہ نہیں ہوگا، بھول چوک معاف ہے (یہ مسئلہ تحفہ ۱: ۴۷۷ میں گذر چکا ہے، وہاں یہ واقعہ بھی تفصیل سے ہے)

سند کا حال: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند محفوظ نہیں۔ امام زہریؒ کے دیگر حفاظ تلامذہ سند کے آخر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کرتے، اور صالح راوی غیر صالح ہے، اس پر یحییٰ قطان نے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے جرح کی ہے۔

ملحوظہ: امام ترمذیؒ کی یہ بات اس سند کے ساتھ خاص ہے، اور حدیث صحیح ہے، مسلم شریف (حدیث ۶۸۰) میں امام زہریؒ کے شاگرد یونس کی سند سے یہ حدیث مروی ہے، اس میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

لغات: کَلَأَہ (ف) کَلْئًا: حفاظت کرنا، قرآن میں ہے: ﴿قُلْ: مَنْ يَكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ﴾: پوچھو: رات اور دن میں رحمان (کے عذاب سے) تمہاری کون حفاظت کرتا ہے؟...... تَسَانَدَ إليه: ٹیک لگانا، سہارا لینا۔

[۲۱-] وَمِنْ سُوْرَةِ طٰهٰ

[۳۱۸۸-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، نَا صَالِحُ بْنُ أَبِي الأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: " لَمَّا قَفَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ خَيْبَرَ، أَسْرَى لَيْلَةً حَتّى أَدْرَكَهُ الْكَرَى: أَنَاخَ، فَعَرَّسَ ثُمَّ قَالَ: يَابِلاَلُ اكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَةَ، قَالَ: فَصَلّٰى بِلاَلٌ، ثُمَّ تَسَانَدَ إِلَى رَاحِلَتِهِ، مُسْتَقْبَلَ الْفَجْرِ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ، فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ أَحَدٌ مِنْهُمْ، وَكَانَ أَوَّلَهُمْ اسْتِيْقَاظًا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " أَيْ بِلاَلُ!" فَقَالَ بِلاَلٌ: بِأَبِيْ أَنْتَ يَارسولَ اللّٰهِ، أَخَذَ بِنَفْسِيْ الَّذِيْ أَخَذَ بِنَفْسِكَ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " اقْتَادُوْا" ثُمَّ أَنَاخَ فَتَوَضَّأَ، فَأَقَامَ الصَّلاَةَ، ثُمَّ صَلّٰى مِثْلَ صَلاَتِهِ فِي الْوَقْتِ فِيْ تَمَكُّثٍ، ثُمَّ قَالَ: " أَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِيْ"

هٰذَا حديثٌ غيرُ مَحْفُوْظٍ، رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَصَالِحُ بْنُ أَبِي الأَخْضَرِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ، ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

وَمِنْ سُوْرَةِ الأَنْبِيَاءِ

سورۃ الانبیاء کی تفسیر

۱- قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کی جائے گی

سورۃ الانبیاء (آیت ۴۷) ہے: "اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں قائم کریں گے، پس کسی کا ذرا حق نہیں مارا جائے گا" —— یعنی غایتِ انصاف سے تول ہوگا، کسی کو اس کی بدعملی کی واجبی سزا سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی، اور اس کی مثال درج ذیل حدیث ہے:

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھا، اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! میرے غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں، اور میرے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں، اور میں ان کو گالی دیتا ہوں، اور ان کو مارتا ہوں، پس میرا اور ان کا معاملہ (آخرت میں) کیا رہے گا؟ — آپؐ نے فرمایا: ''گنی جائے گی وہ خیانت جو انھوں نے کی ہے، اور وہ نافرمانی جو انھوں نے کی ہے، اور وہ جھوٹ جو انھوں نے بولا ہے، اور گنا جائے گا آپ کا ان کو سزا دینا؟ پس:

۱-اگر آپ کا ان کو سزا دینا ان کے گناہوں کے بقدر ہوگا تو معاملہ برابر ہوجائے گا، نہ آپ کے لئے کچھ نفع ہوگا، نہ آپ پر کچھ وبال ہوگا۔

۲-اور اگر آپ کا ان کو سزا دینا ان کے گناہوں سے کم ہوگا تو آپ کے لئے کچھ بچ جائے گا۔

۳-اور اگر آپ کا ان کو سزا دینا، ان کے گناہوں سے زائد ہوگا تو ان کے لئے آپ سے زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا۔

راوی کہتا ہے: پس وہ شخص ایک طرف چلا گیا، اور رونے چلانے لگا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: کیا آپ نے اللہ کی کتاب نہیں پڑھی: ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے، پس کسی کا ذرا حق نہیں مارا جائے گا؟''

پس اس شخص نے کہا: بخدا! یا رسول اللہ! نہیں پاتا میں اپنے لئے اور ان کے لئے کوئی چیز بہتر ان کی جدائی سے، میں آپؐ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب آزاد ہیں!

[۲۲-] مِنْ سُوْرَةِ الْأَنْبِيَاءِ

[۳۱۸۹-] حدثنا مُجَاهِدُ بْنُ مُوْسَى الْبَغْدَادِيُّ، وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَزْوَانَ: أَبُوْ نُوْحٍ، نَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَجُلاً قَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ: يَكْذِبُوْنَنِيْ، وَيَخُوْنُوْنَنِيْ، وَيَعْصُوْنَنِيْ، وَأَشْتِمُهُمْ، وَأَضْرِبُهُمْ، فَكَيْفَ أَنَا مِنْهُمْ؟

قَالَ: "يُحْسَبُ مَاخَانُوْكَ، وَعَصَوْكَ، وَكَذَّبُوْكَ، وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ، فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ: كَانَ كَفَافًا: لَالَكَ وَلاَ عَلَيْكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ: كَانَ فَضْلاً لَكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمِ اقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ"

قَالَ: فَتَنَحَّى الرَّجُلُ، فَجَعَلَ يَبْكِيْ، وَيَهْتِفُ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَمَا تَقْرَأُ كِتَابَ اللّٰهِ: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلاَ تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾ الآيَةَ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: واللّٰهِ! يَارسولَ اللّٰهِ! مَا أَجِدُ لِيْ وَلَهُمْ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ، أُشْهِدُكَ أَنَّهُمْ أَحْرَارٌ كُلَّهُمْ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَزْوَانَ، وَقَدْ رَوَى أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَزْوَانَ هٰذَا الحديثَ.

وضاحت: یہ حدیث غریب ہے، یعنی عبدالرحمٰن سے آخر تک اس کی یہی ایک سند ہے، مگر سند ٹھیک ہے، ابونوح عبدالرحمٰن بن غزوان جن کا لقب قُراد (چیچڑی) تھا ثقہ راوی ہیں، البتہ کچھ حدیثیں ایسی ہیں جن کو یہی راوی روایت کرتا ہے۔

۲- ویل: جہنم کی ایک گہری وادی ہے

سورۃ الانبیاء میں دو جگہ (آیت ۱۴ و ۹۷) لفظ ''ویل'' آیا ہے جس کے لغوی معنی ہلاکت، تباہی اور بربادی کے ہیں، جیسے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾: تکذیب کرنے والوں کے لئے تباہی اور بربادی ہے۔ اور ایک ضعیف حدیث میں یہ ہے کہ ویل: جہنم کی ایک وادی (میدان) کا نام ہے، جس میں کافر چالیس سال تک گرتا رہے گا، اس کی تہ میں پہنچنے سے پہلے، یہ حدیث عبداللہ بن لہیعہ کی ہے، جو ضعیف راوی ہے، نیز دراج کی ابوالہیثم سے روایتیں بھی ضعیف ہوتی ہیں۔

[۳۱۹۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا الحَسَنُ بْنُ مُوْسَى، نَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: ''الوَيْلُ: وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ، يَهْوِىْ فِيْهِ الْكَافِرُ أَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا، قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ قَعْرَهُ''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيْعَةَ.

۳- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین خلافِ واقعہ باتیں

سورۃ الانبیاء (آیت ۶۳) میں: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾: آیا ہے، اس مناسبت سے یہ روایت پڑھیں:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے کبھی کسی معاملہ میں خلافِ واقعہ بات نہیں کہی، علاوہ تین موقعوں کے، فرمایا: میں بیمار ہوں، حالانکہ آپ بیمار نہیں تھے، اور آپ نے سارہؓ کو اپنی بہن کہا، اور آپ نے فرمایا: ان کے اس بڑے نے یہ کیا ہے (حالانکہ وہ کام آپ نے کیا تھا، مگر یہ تینوں باتیں از قبیل توریہ تھیں، صریح جھوٹ نہیں تھیں، تفصیل تحفۃ الالمعی (۵:۲۸۴) میں گذر چکی ہے)

[۳۱۹۱-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الأُمَوِيُّ، ثَنِيْ أَبِيْ، نَا محمدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِيْ شَيْئٍ قَطُّ إِلاَّ فِيْ ثَلاَثٍ: قَوْلِهِ: إِنِّيْ سَقِيْمٌ، وَلَمْ يَكُنْ سَقِيْمًا، وَقَوْلِهِ لِسَارَةَ: أُخْتِيْ، وَقَوْلِهِ: بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۴-دوسری زندگی: پہلی زندگی کی طرح ہوگی

سورۃ الانبیاء (آیت ۱۰۴) میں ہے: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ﴾: جس طرح پہلی بار ہم نے آفرینش کی ابتداء کی ہے: ہم اس کو دوبارہ بنائیں گے، اس کی تھوڑی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ ونصیحت کے لئے کھڑے ہوئے، پس فرمایا:

۱-اے لوگو! بیشک تم اللہ کے پاس جمع کئے جاؤگے، ننگے بدن، غیر مختون ہونے کی حالت میں، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ﴾: جس طرح ہم نے پہلی بار آفرینش کی ابتداء کی ہے: ہم اس کو دوبارہ بنائیں گے، یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، ہم ضرور اس کو کر کے رہیں گے یعنی جیسی سہولت سے مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا ہے: اسی طرح دوبارہ بنادیں گے، یہ ایک حتمی وعدہ ہے، جو ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ فرمایا: ''سب سے پہلے مخلوقات میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا'' (پھر آپؐ کو لباس پہنایا جائے گا، جیسا کہ ابن المبارک نے کتاب الزہد میں بیان کیا ہے)

۲-اور بیشک شان یہ ہے کہ عنقریب لائے جائیں گے میری امت کے کچھ مرد، پس ان کو ہٹایا جائے گا بائیں طرف، پس میں کہونگا: ''اے میرے پروردگار! یہ میرے صحابہ ہیں'' ان کو آنے دیا جائے، پس جواب دیا جائے گا: ''آپؐ نہیں جانتے وہ نئی بات جو انھوں نے آپؐ کے بعد پیدا کی تھی، پس میں کہونگا وہ بات جو نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہی ہے: ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے، اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں، اگر آپ ان کو سزادیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ ان کو معاف کردیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں (المائدہ آیت ۱۱۸) پس جواب دیا جائے گا: ''یہ لوگ برابر اپنی ایڑیوں پر پلٹتے رہے جب سے آپؐ ان سے جدا ہوئے'' (وہ لوگ آپؐ کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے، مسیلمہ کذاب وغیرہ کے فتنہ کا شکار ہوگئے تھے، اور اسی حال میں مرگئے تھے، اس لئے ان کی صحابیت باطل ہوگئی (یہ حدیث تحفہ ۶:۱۹۴ حدیث ۲۴۱۷ میں گذر چکی ہے)

[۳۱۹۲-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا وَكِيْعٌ، وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، قَالُوْا: نَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَامَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالْمَوْعِظَةِ، فَقَالَ:

[۱-] يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ عُرَاةً غُرْلاً، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ.

قَالَ: '' أَوَّلُ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ''

[۲-] وَإِنَّهُ سَيُؤْتَى بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ: رَبِّ! أَصْحَابِي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لاَتَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ، فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ، وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ، إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ الآيَةَ، فَيُقَالُ: "هٰؤُلاَءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ"

حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ نَحْوَهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ نَحْوَهُ.

وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَجِّ

سورۃ الحج کی تفسیر

۱- قیامت کے دن کی سنگینی کا ایک خاص پہلو

سورۃ الحج کے شروع میں ارشادِ پاک ہے: "اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! (اس کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، اس کے دین کو قبول کرو، اور اس کی ہدایات پر عمل کرو، حساب کا دن آنے والا ہے، اور قیامت برپا ہونے والی ہے) قیامت کا زلزلہ (بھونچال) یقیناً بھاری چیز ہے (اس دن زمین کی حالت اس کشتی جیسی ہوگی جو موجوں کے تھپیڑوں سے ڈگمگارہی ہو، یا اس قندیل جیسی ہوگی جو ہوا کے جھونکوں سے جھول رہی ہو، اس دن زمین کی آبادی پر کیا گذرے گی؟) جس دن تم اس (زلزلہ) کو دیکھو گے: ہر دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور ہر حمل والی عورت اپنے حمل کو ڈال دے گی، اور تمہیں لوگ مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہونگے، بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا!" جس سے لوگوں کا یہ حال ہوجائے گا۔

یہ تو قیامت کی سنگینی کا ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو وہ ہے جو درج ذیل حدیثوں میں آیا ہے۔ قیامت کے دن جب آدم علیہ السلام کو حکم ملے گا کہ جہنم کا وفد روانہ کیجئے، اور آدم علیہ السلام دریافت کریں گے کہ اس وفد کی تعداد کیا ہے؟ تو جواب ملے گا کہ ہزار میں سے ۹۹۹ جہنم میں روانہ کئے جائیں، اور ایک جنت کے لئے علاحدہ کیا جائے، سوچو! اس اعلان کے وقت اہل محشر کا کیا حال ہوگا؟ اس وقت کی ان کی پریشانی کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ یہ بھی قیامت کا ایک زلزلہ ہے!

حدیث (۱): حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب سورۃ الحج کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں تو آپؐ سفر میں تھے، آپؐ نے لوگوں سے پوچھا: جانتے ہو قیامت کا دن کیسا ہوگا؟ لوگوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: وہ ایک ایسا دن ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے: جہنم کا وفد روانہ کیجئے! آدم علیہ السلام

پوچھیں گے: اے میرے پروردگار! جہنم کا وفد کتنا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ۹۹۹ دوزخ میں اور ایک جنت میں!

پس مسلمانوں نے رونا شروع کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا: میانہ روی اختیار کرو، اور سیدھے راستہ پر چلو، کیونکہ نہیں تھی کبھی بھی نبوت مگر تھی اس سے پہلے جاہلیت یعنی جاہلیت کا لمبا دور گذرنے کے بعد نبوت کا زمانہ آتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس لیا جائے گا عدد جاہلیت سے، پس اگر عدد پورا ہو گیا تو ٹھیک ہے، ورنہ منافقین سے وہ عدد پورا کیا جائے گا یعنی جاہلیت کا زمانہ: لمبا زمانہ ہے، ان میں سے ۹۹۹ لئے جائیں گے، اور اگر عدد کی تکمیل کے لئے ضرورت ہوئی تو زمانہ اسلام کے منافقین (عملی) سے وہ تعداد پوری کی جائے گی، اور نہیں ہے تمہارا حال یعنی امتِ اجابہ کے صالحین کا حال اور دوسری امتوں کا حال یعنی امتِ دعوت کے لوگوں کا حال یعنی نسبت: مگر چوپایے کے دست میں نشان کی طرح (یا ابھرے ہوئے گوشت کی طرح) یا اونٹ کے پہلو میں تل کی طرح یعنی امتِ اجابہ کے صالحین کی تعداد بہت ہی کم ہے، اور کفار کی اور منافقین کی تعداد بہت زیادہ ہے، پس مذکورہ عدد پر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔

پھر فرمایا: ''بیشک میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کا چوتھائی ہوؤ گے'' پس صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا...... پھر آپؐ نے فرمایا: ''بیشک میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کا تہائی ہوؤ گے!'' پس صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا...... پھر آپؐ نے فرمایا: ''بیشک میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کا نصف ہوؤ گے!'' پس صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا...... حضرت عمرانؓ کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ آپؐ نے دو تہائی کا ذکر کیا یا نہیں؟

تشریح: قیامت کے دن یہ کام آدم علیہ السلام سے اس لئے لیا جائے گا کہ وہ سب انسانوں کے باپ ہیں، اور پہلے یہ حدیث گذری ہے کہ سب نیک و بد روحیں آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں ہیں، اس لئے وہ سب کو اچھی طرح جانتے ہیں اور ایسا ہی شخص لوگوں کو چھانٹ سکتا ہے...... اور جنت میں اس امت کی تعداد کا ذکر پہلے (حدیث ۲۵۴۳ تحفہ ۳۱۶:۶ میں) گذر چکا ہے۔

حدیث (۲): حضرت عمرانؓ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پس صحابہ دورانِ سفر آگے پیچھے ہو گئے، پس نبی ﷺ نے سورۃ الحج کی شروع کی دو آیتیں بلند آواز سے پڑھیں۔ پس جب صحابہ نے یہ آیتیں سنیں تو انھوں نے اپنی سواریوں کو تیز کر دیا، اور انھوں نے سمجھ لیا کہ آپؐ کوئی بات فرمانے والے ہیں۔ پس (جب لوگ جمع ہو گئے تو) آپؐ نے فرمایا: ''کیا جانتے ہو وہ (قیامت کا) دن کیسا ہوگا؟'' صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''وہ ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پکاریں گے، اور فرمائیں گے: اے آدم! جہنم کا وفد روانہ کیجئے، وہ پوچھیں گے: جہنم کے وفد کی تعداد کیا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ۹۹۹ دوزخ کی طرف (بھیجیں) اور ایک جنت کی طرف! پس لوگ مایوس ہو گئے (کہ ہمارا نمبر تو آنے سے رہا) یہاں تک کہ ہنسنے والی ڈاڑھیں ظاہر نہیں کرتے تھے، یعنی کھل کر نہیں ہنستے تھے، پس جب آپؐ نے وہ حالت دیکھی جو صحابہ کی ہو گئی تھی تو

آپؐ نے فرمایا: عمل کرو اور خوش ہوجاؤ، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! بیشک تم دو مخلوقوں کے ساتھ ہوؤ گے، نہیں ہونگی وہ دونوں مخلوقیں کسی چیز کے ساتھ مگر وہ اس کو بہت زیادہ کردیں گی: (۱) یاجوج وماجوج اور وہ انسان جو مر گئے یعنی گذشتہ امتوں کے کفار (۲) اور ابلیس کی اولاد یعنی کافر جنات (ان دونوں کی بڑی تعداد ہے، اس لئے یہ دونوں جس کے ساتھ ہونگے ان کی تعداد بے حساب ہوگی، پس ۹۹۹ ان میں سے پورے کئے جائیں گے) راوی کہتے ہیں: پس کھول دیا گیا لوگوں سے کچھ وہ غم جو وہ پاتے تھے، یعنی صحابہ کو کچھ اطمینان ہوا...... فرمایا: ''عمل کرو، اور خوش ہوجاؤ (کہ جنت میں تمہارا نمبر ضرور لگے گا) پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! نہیں ہو تم لوگوں میں مگر اونٹ کے پہلو میں تل کی طرح یا چوپایے کے ہاتھ میں نشان کی طرح!

لغات: البَعْث: وفد، بعَثَه إلیه: بھیجنا...... أَنْشَأَ یَبْکُوْنَ: رونا شروع کیا...... قَارَبَ فلان فی أمورہ: معاملات میں میانہ روی اختیار کرنا، حد سے نہ بڑھنا...... سَدَّدَہ اللہ: اللہ اس کو سیدھے راستے پر چلائے...... الرَّقْمة: چوپایے کی کہنی کے اندر پیدا ہونے والی ایک بیماری، ابھرا ہوا گوشت یا سیاہ داغ...... الشَّامة: تل، شَامَ (ض) شَیْمًا: کھال پر تل یا مسّا ہونا...... تَفَاوَتَ الشیئان: دو چیزوں میں مقدار کے لحاظ سے فرق ہونا، حدیث میں: چلنے میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے...... حَثَّه (ن) حَثًّا: برانگیختہ کرنا، ابھارنا، اکسانا...... الضاحکة: ہنستے وقت دکھائی دینے والا دانت، اگلے دانتوں کے قریب والی ڈاڑھ...... سَرَّی عنه: غم اور تکلیف دور کرنا۔

[۲۳-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَجِّ

[۳۱۹۳-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنْ ابنِ جُدْعَانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: لَمَّا نزلَتْ: ﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ، إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْئٌ عَظِیْمٌ﴾ إِلَی قَوْلِهِ: ﴿وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ﴾ قَالَ: أُنْزِلَتْ عَلَیْهِ الآیَةُ وَهُوَ فِیْ سَفَرٍ، قَالَ: ''أَتَدْرُوْنَ أَیُّ یَوْمٍ ذٰلِكَ؟'' قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: '' ذٰلِكَ یَوْمٌ یَقُوْلُ اللّٰهُ لِآدَمَ: ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ، قَالَ: یَارَبِّ! وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: تِسْعُمِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ فِی النَّارِ، وَوَاحِدٌ إِلَی الْجَنَّةِ.

فَأَنْشَأَ الْمُسْلِمُوْنَ یَبْکُوْنَ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: '' قَارِبُوْا، وَسَدِّدُوْا، فَإِنَّهَا لَمْ تَکُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ إِلَّا کَانَ بَیْنَ یَدَیْهَا جاهِلِیَّةٌ!'' قَالَ: '' فَیُؤْخَذُ الْعَدَدُ مِنَ الْجَاهِلِیَّةِ، فَإِنْ تَمَّتْ، وَإِلَّا کُمِّلَتْ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ. وَمَا مَثَلُکُمْ وَالْأُمَمِ إِلَّا کَمَثَلِ الرَّقْمَةِ فِیْ ذِرَاعِ الدَّابَّةِ، أَوْ کَالشَّامَةِ فِیْ جَنْبِ الْبَعِیْرِ''

ثُمَّ قَالَ: '' إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَکُوْنُوْا رُبعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ'' فَکَبَّرُوْا، ثُمَّ قَالَ: '' إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَکُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ'' فَکَبَّرُوْا، ثُمَّ قَالَ: ''إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَکُوْنُوْا نِصفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ'' فَکَبَّرُوْا، قَالَ: وَلاَ أَدْرِیْ

قَالَ: الثُّلُثَيْنِ أَمْ لاَ؟

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۳۱۹۴-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، نَا هِشَامُ بْنُ أَبِى عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِىْ سَفَرٍ، فَتَفَاوَتَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ فِىْ السَّيْرِ، فَرَفَعَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم صَوْتَهُ بِهَا تَيْنِ الآيَتَيْنِ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ، إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْئٌ عَظِيْمٌ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾

فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ أَصْحَابُهُ حَثُّوْا الْمَطِىَّ، وَعَرَفُوْا أَنَّهُ عِنْدَ قَوْلٍ يَقُوْلُهُ، فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ أَىُّ يَوْمٍ ذٰلِكَ؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ:" ذٰلِكَ يَوْمٌ يُنَادِىْ اللّٰهُ فِيْهِ آدَمَ، فَيُنَادِيْهِ رَبُّهُ، فَيَقُوْلُ: يَا آدَمُ ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ، فَيَقُوْلُ: أَى رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ فَيَقُوْلُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُمِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ إِلَى النَّارِ، وَوَاحِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ!"

فَيَئِسَ الْقَوْمُ حَتَّى مَا أَبْدَوْا بِضَاحِكَةٍ، فَلَمَّا رَأَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الَّذِىْ بِأَصْحَابِهِ، قَالَ:" اعْمَلُوْا، وَأَبْشِرُوْا، فَوَ الَّذِىْ نَفْسُ مُحمدٍ بِيَدِهِ! إِنَّكُمْ لَمَعَ خَلِيْقَتَيْنِ، مَا كَانَتَا مَعَ شَيْئٍ إِلَّا كَثَّرَتَاهُ: يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ، وَمَنْ مَاتَ مِنْ بَنِىْ آدَمَ، وَبَنِىْ إِبْلِيْسَ!"

قَالَ: فَسُرِّىَ عَنِ الْقَوْمِ بَعْضُ الَّذِى يَجِدُوْنَ، قَالَ:" اعْمَلُوْا، وَأَبْشِرُوْا، فَوَ الَّذِىْ نَفْسُ مُحمدٍ بِيَدِهِ! مَا أَنْتُمْ فِىْ النَّاسِ إِلَّا كَالشَّامَةِ فِىْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ، أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِىْ ذِرَاعِ الدَّابَّةِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲- بیت اللہ شریف عتیق ہے

سورۃ الحج (آیت ۳۳) میں بیت اللہ شریف کی صفت عتیق آئی ہے، عتیق کے ایک معنی آزاد کے ہیں، اور حدیث میں اس کی وجہ تسمیہ یہ آئی ہے کہ بیت اللہ کا نام عتیق (آزاد) اس لئے رکھا گیا ہے کہ کبھی کوئی سرکش اس پر غلبہ نہیں پا سکا ہاتھی والوں نے جب اس کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بھرتا بنادیا...... اور عتیق کے ایک معنی: پرانا بھی ہیں، اس معنی کے لحاظ سے بھی بیت اللہ عتیق ہے، کیونکہ یہ زمین پر پہلا گھر ہے جو اللہ کی بندگی کے لئے بنایا گیا ہے...... اور ایک معنی لفظ عتیق کے: واجب التکریم بھی ہیں، اس معنی کے اعتبار سے بھی یہ گھر عتیق ہے، غرض مختلف وجوہ سے اس گھر کو عتیق کہا گیا ہے۔

[۳۱۹۵-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثَنِیْ اللَّيْثُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ ابنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّمَا سُمِّیَ البَيْتُ: الْعَتِيْقَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَظْهَرْ عَلَيْهِ جَبَّارٌ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَقَدْ رُوِیَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً، حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

۳-اجازتِ جہاد کی وجہ

سورۃ الحج کی (آیت ۳۹) ہے: ﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا﴾: (لڑنے کی) اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے، بایں وجہ کہ وہ مظلوم ہیں —— یہ سب سے پہلی آیت ہے جو کفار سے قتال کی اجازت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ستر سے زیادہ آیتوں میں قتال سے منع کیا گیا تھا، اس وقت حکم یہ تھا کہ کفار کے مظالم پر صبر کیا جائے، پھر ہجرت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (دل میں) کہا: ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے، پس یہ ضرور تباہ ہونگے! پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں (پہلے ہی) سمجھ گیا تھا کہ اب جنگ کی اجازت مل جائے گی، پھر اس کے بعد اس قسم کی کئی آیتیں نازل ہوئیں، جن میں جہاد کی اجازت ہی نہیں، بلکہ صریح حکم تھا۔

تشریح: اس آیت میں جہاد کی اجازت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کفار مسلمانوں پر چڑھائی کرنے والے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو اپنا وجود باقی رکھنے کے لئے مقابلہ کی اجازت دینی ضروری ہے، اس کی تفصیل ہدایت القرآن (۵: ۴۸۴) میں ہے۔

[۳۱۹۶-] حدثنا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا أَبِیْ، وَإِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْرَقُ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ البَطِيْنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أُخْرِجَ النبیُّ صلى الله عليه وسلم مِنْ مَكَّةَ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَخْرَجُوْا نَبِيَّهُمْ لَيُهْلَكُنَّ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا، وَإِنَّ اللّٰهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ﴾ الآيَةَ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ سَيَكُوْنُ قِتَالٌ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَغَيْرُهُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ البَطِيْنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً، وَلَيْسَ فِيْهِ: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ.

وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ

سورۃ المؤمنین کی تفسیر

۱- وہ سات احکام جن پر کوئی پورا پورا عمل کرے تو جنت میں جائے گا

سورۃ المؤمنین کے شروع میں گیارہ آیتیں ہیں، ان میں سات احکام ہیں، اگر ان پر کوئی شخص پورا پورا عمل کرے تو جنت میں جائے گا: وہ آیات یہ ہیں: ''یقیناً کامیابی حاصل کی ان مؤمنین نے جو: (۱) اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں (۲) اور جو بے کار باتوں سے کنارہ کشی کرنے والے ہیں (۳) اور جو زکوۃ ادا کرنے والے ہیں (۴) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیویوں سے، اور ان عورتوں سے جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ، پس یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں، البتہ جو کوئی اس کے علاوہ چاہے وہ حد سے نکل جانے والا ہے (۵و۶) اور جو اپنی امانتوں کی اور اپنے عہد و پیمان کی حفاظت کرنے والے ہیں (۷) اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں —— یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں، جو بہشت بریں کے وارث ہونگے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ کے چہرے کے پاس شہد کی مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ سنائی دیتی، پس ایک دن آپؐ پر وحی نازل کی گئی، پس ہم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے، پھر آپؐ سے وہ کیفیت کھولی گئی، پس آپؐ نے قبلہ کی طرف منہ کیا، اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، اور دعا کی: اللّٰهم زِدْنَا ولا تَنْقُصْنَا: الٰہی! ہمیں بڑھا، گھٹا نہیں، وَأَكْرِمْنَا ولا تُهِنَّا: اور ہمیں عزت عطا فرما، ذلت سے دوچار نہ فرما، وأَعْطِنَا ولا تَحْرِمْنَا: اور ہمیں عنایت فرما، محروم نہ فرما، وآثِرْنَا ولا تُؤْثِرْ علينا: اور ہمیں ترجیح دے، اور ہم پر دوسروں کو ترجیح نہ دے۔ وأَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا: اور ہمیں خوش کردے اور ہم سے خوش ہوجا —— پھر فرمایا: ''مجھ پر (ابھی) دس آیتیں اتاری گئی ہیں (آیتیں گیارہ ہیں، مگر عرب کسر کو چھوڑ دیتے ہیں) جو ان پر پورا پورا عمل کرے گا جنت میں جائے گا'' پھر آپؐ نے مذکورہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

حدیث کا حال اور سند کا بیان: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا، صرف سند پر بحث کی ہے۔ اور امام نسائی نے سنن کبری میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ یونس بن سُلیم مجہول راوی ہے، اور وہی اس حدیث کو روایت کرتا ہے۔

امام ترمذیؒ نے باب کے شروع میں یحییٰ اور عبد وغیرہ کی سند لکھی ہے، اس میں یونس بن سُلیم کے بعد یونس بن یزید کا واسطہ نہیں ہے، پھر حدیث ذکر کرنے کے بعد محمد بن ابان کی سند لکھی ہے، اس میں یہ واسطہ ہے، اور اس سند کو امام

ترمذیؒ نے اصح کہا ہے، کیونکہ امام احمد، ابن المدینی اور ابن راہویہ کی سندوں میں بھی یونس بن یزید کا واسطہ ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ عبدالرزاق صنعانی رحمہ اللہ کے قدیم تلامذہ یہ واسطہ ذکر کرتے ہیں، مگر بعض تلامذہ یہ واسطہ ذکر نہیں کرتے، اور جس نے یونس بن یزید کا تذکرہ کیا ہے وہی سند صحیح ہے، اور عبدالرزاق کے تلامذہ میں یہ اختلاف اس وجہ سے ہوا ہے کہ خود عبدالرزاق کبھی واسطہ ذکر کرتے تھے اور کبھی ذکر نہیں کرتے تھے (اس لئے تلامذہ میں اختلاف ہوگیا)

[۲۴-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ

[۳۱۹۷-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ مُوْسَى، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ- الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالُوْا: نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُوْلُ: كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ: سُمِعَ عِنْدَ وَجْهِهِ كَدَوِيِّ النَّحْلِ، فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا، فَمَكَثْنَا سَاعَةً، فَسُرِّيَ عَنْهُ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ:" اللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلاَ تَنْقُصْنَا، وَأَكْرِمْنَا وَلاَ تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَلاَ تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلاَ تُؤْثِرْ عَلَيْنَا، وَأَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا" ثُمَّ قَالَ:" أُنْزِلَ عَلَيَّ عَشْرُ آيَاتٍ، مَنْ أَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ حَتَّى خَتَمَ عَشَرَ آيَاتٍ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ أَبَانٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ سُلَيْمٍ، عُنْ يُوْنَسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْأَوَّلِ، سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُوْرٍ، يَقُوْلُ: رَوَى أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الحديثَ، وَمَنْ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَدِيْمًا، فَإِنَّهُمْ إِنَّمَا يَذْكُرُوْنَ فِيْهِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، وَبَعْضُهُمْ لاَيَذْكُرُ فِيْهِ: عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، وَمَنْ ذَكَرَ فِيْهِ: عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ فَهُوَ أَصَحُّ، وَكَانَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ رُبَّمَا ذَكَرَ فِيْ هٰذَا الحديثِ يُوْنُسَ بْنَ يَزِيْدَ، وَرُبَّمَا لَمْ يَذْكُرْهُ.

۲-فردوس: جنت کا سب سے بلند درجہ ہے

سورۃ المؤمنین کی (آیت ۱۱) میں فردوس کا ذکر آیا ہے، اس کے معنی ہیں: مکمل لوازم والا باغ، سرسبز وشاداب باغ (مذکر ہے مگر کبھی مؤنث بھی آتا ہے) یہ لفظ معرب ہے، اور تمام زبانوں میں معروف ہے، اور جنت کے لئے مستعمل ہے، انگریزی میں اس کا تلفظ پیرے دائز (Pradise) ہے، جس کے معنی ہیں: جنتِ عدن ہمیشہ رہنے کا باغ اور جنت کا سب سے بلند درجہ۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کی پھوپھی رُبیّع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں

ان کا بیٹا جنگِ بدر میں شہید ہوا تھا، اسے ایسا تیر لگا تھا جس کے مارنے والا کا پتہ نہیں چلا تھا (وہ پانی بھر رہے تھے اور تیر لگا تھا) چنانچہ وہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا: مجھے حارثہ کے حال سے واقف کریں، اگر وہ خیر کو پہنچا ہے یعنی اس کو شہادت کا مرتبہ ملا ہے تو میں ثواب کی امید رکھونگی، اور صبر کرونگی، اور اگر وہ خیر کو نہیں پہنچا (یعنی اس کو شہادت کا مرتبہ نہیں ملا، کیونکہ اس کو دشمنوں نے نہیں مارا تھا، بلکہ انجانا تیر لگا تھا) تو میں اس کے لئے انتھک دعا کروں گی پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے حارثہ کی ماں! بیشک جنت میں بہت باغات ہیں، اور بیشک آپ کے بیٹے نے فردوس کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا ہے، اور فردوس: جنت کا ٹیلہ (بلند حصہ) اور اس کا درمیانی حصہ یعنی اس کا بہترین حصہ ہے (یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے)

[۳۱۹۸-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ النَّضْرِ أَتَتِ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ ابْنُهَا حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ: كَانَ أُصِيْبَ يَوْمَ بَدْرٍ، أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ، فَأَتَتْ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: أَخْبِرْنِيْ عَنْ حَارِثَةَ: لَئِنْ كَانَ أَصَابَ خَيْرًا احْتَسَبْتُ وَصَبَرْتُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبِ الْخَيْرَ اجْتَهَدْتُ فِيْ الدُّعَاءِ! فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: '' يَا أُمَّ حَارِثَةَ! إِنَّهَا جِنَانٌ فِيْ جَنَّةٍ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الفِرْدَوْسَ الْأَعْلٰى، وَالْفِرْدَوْسُ: رَبْوَةُ الْجَنَّةِ وَأَوْسَطُهَا وَأَفْضَلُهَا'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ.

۳- بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے مؤمنین

سورۃ المؤمنین (آیات ۵۷-۶۱) میں بھلائی کی طرف دوڑنے والے مؤمنین کا تذکرہ ہے، ان کے حالات میں خاص طور پر چار باتیں ذکر کی گئی ہیں: ۱- وہ لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرنے والے ہیں۔ ۲- وہ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ۳- وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ۴- وہ جو کچھ دیتے ہیں اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل خوفزدہ ہوتے ہیں، بایں وجہ کہ ان کو اپنے پروردگار کے پاس جانا ہے، یعنی ان کی عطا و بخشش اللہ کے لئے ہوتی ہے، اور ان کو یہ دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ معلوم نہیں ہماری خیرات بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی یا نہیں! یعنی وہ اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے، نیکی کر کے بھی ڈرتے رہتے ہیں۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: ''جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں درانحالیکہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں'' حضرت عائشہؓ نے پوچھا: کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں (پھر اللہ سے ڈرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں؟) آپؐ نے فرمایا: ''نہیں، اے صدیق کی بیٹی! بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، اور روزے رکھتے ہیں، اور خیرات کرتے ہیں،

اس حال میں کہ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے یہ اعمال قبول نہ کئے جائیں، یہی لوگ جلدی جلدی فائدے حاصل کررہے ہیں، اور وہ ان کی طرف سبقت کرنے والے ہیں" یعنی ان نیک بندوں کا حال صدقات وخیرات کے علاوہ دوسرے اعمال میں بھی یہی ہوتا ہے۔

[۳۱۹۹-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، نا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ وَهْبٍ: أَيِ الْهَمْدَانِيَّ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَتْ: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُوْتُوْنَ مَا آتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ: أَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ؟ قَالَ:" لاَ، يَا بِنْتَ الصِّدِّيْقِ! وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ، وَيُصَلُّوْنَ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ، وَهُمْ يَخَافُوْنَ أَنْ لاَ تُقْبَلَ مِنْهُمْ، أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِيْ الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ"

وَرُوِيَ هٰذَا الحديثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا.

وضاحت: امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر بھی کوئی حکم نہیں لگایا۔ یہ حدیث منقطع ہے، عبدالرحمٰن ہمدانی ثقہ راوی ہیں، مگر حضرت عائشہؓ سے ان کا لقاء اور سماع نہیں۔

۴- بگڑے ہوئے منہ والے

سورۃ المؤمنون (آیت ۱۰۴) میں ان لوگوں کی سزا کا ذکر ہے جن کا پلڑا ہلکا ہوگا، فرمایا: ﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ، وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ﴾: ان کے چہروں کو آگ جھلسے گی، اور وہ اس میں بگڑے ہوئے منہ والے ہونگے۔

حدیث: نبی ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "ان کو جہنم کی آگ بھونے گی، پس ان کا اوپر کا ہونٹ اوپر اٹھ جائے گا، یہاں تک کہ آدھے سر کو پہنچ جائے گا، اور ان کا نیچے کا ہونٹ لٹک جائے گا، یہاں تک کہ ان کی ناف کو چھولے گا۔ پناہ بخدا!

[۳۲۰۰-] حدثنا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ: أَبِيْ شُجَاعٍ، عَنْ أَبِيْ السَّمْحِ، عَنْ أَبِيْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: ﴿وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ﴾ قَالَ: تَشْوِيْهِ النَّارُ، فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ العُلْيَا حَتَّى تَبْلُغَ وَسْطَ رَأْسِهِ، وَتَسْتَرْخِي شَفَتُهُ السُّفْلَى حَتَّى تَضْرِبَ سُرَّتَهُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

سُوْرَةُ النُّوْرِ

سورۃ النور کی تفسیر

۱-زنا انتہائی درجہ کی برائی ہے: اس لئے حرام ہے

سورۃ النور کی تیسری آیت ہے:﴿الزَّانِیْ لَایَنْکِحُ إِلَّا زَانِیَةً أَوْ مُشْرِکَةً، وَالزَّانِیَةُ لَایَنْکِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ، وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ترجمہ: زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ سے یا مشرکہ سے، اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک، اور وہ کام (زنا) مؤمنین پر حرام کیا گیا ہے...... اس آیت کے شانِ نزول میں درج ذیل روایت آئی ہے:

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص کا نام مرثد بن ابی مرثد تھا۔ وہ ایسا آدمی تھا جو مکہ سے قیدیوں کو اٹھاتا تھا (جن مسلمانوں کو ان کے رشتہ داروں نے قید کر رکھا تھا تاکہ وہ ہجرت کر کے مدینہ چلے نہ جائیں، ان کو یہ صحابی اٹھا لاتے تھے) یہاں تک کہ ان کو مدینہ لے آتے تھے۔ عبداللہ کہتے ہیں: اور مکے میں ایک رنڈی تھی جس کا نام عناق تھا، اور وہ (زمانۂ جاہلیت میں) مرثد کی دوست تھی، اور مرثد نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو اٹھائیں گے۔

مرثد کہتے ہیں: پس میں آیا، یہاں تک کہ میں ایک چاندنی رات میں مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے سایے تک پہنچا۔ مرثد نے کہا: پس عناق آئی، اور اس نے دیوار کے پہلو میں میرے سایے کی سیاہی دیکھی، پس جب وہ میرے پاس پہنچی تو اس نے مجھے پہچان لیا۔ اس نے پوچھا: مرثد؟ میں نے کہا: مرثد، اس نے کہا: مرحبا و اہلاً: خوش آمدید! آجاؤ، یہ رات ہمارے پاس گذارو، میں نے کہا: اے عناق! اللہ نے زنا حرام کر دیا ہے، وہ کہنے لگی: اے محلّہ والو! یہ شخص تمہارے قیدیوں کو اٹھالے جاتا ہے۔ مرثد نے کہا: پس آٹھ آدمیوں نے میرا پیچھا کیا، اور میں خندمہ پہاڑ کی طرف چلا، پس میں ایک غار یا کھوہ میں پہنچا، اور اس میں داخل ہو گیا، پس وہ لوگ آئے یہاں تک کہ میرے سر پر کھڑے ہوئے، اور انھوں نے پیشاب کیا، اور ان کا سارا پیشاب میرے سر پر گرا، اور اللہ نے ان کو مجھ سے اندھا کر دیا۔

مرثد نے کہا: پھر وہ لوٹ گئے، اور میں اپنے آدمی کی طرف لوٹا، پس میں نے اس کو اٹھایا، اور وہ بھاری آدمی تھا، یہاں تک کہ میں اذخر مقام میں پہنچا، پس میں نے اس سے اس کی بیڑیاں کھول دیں، اور میں اس کو اٹھا کر لے چلا، اور وہ میری مدد کرتا تھا یعنی کبھی خود بھی چلتا تھا۔ یہاں تک کہ میں مدینہ آیا۔

پس میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں عناق سے شادی کرلوں؟

پس رسول اللہ ﷺ رک گئے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے مرثد! زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ سے یا مشرکہ سے، اور زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک: پس تم اس سے نکاح مت کرو''

تشریح: اس آیت میں زنا کی انتہائی برائی بیان کی گئی ہے، مسئلہ بیان نہیں کیا گیا، لاینْکِحُ اور لاینْکِحُھَا: فعل مضارع منفی ہیں فعل نہی نہیں ہیں، یعنی ایک بات کی خبر دی گئی ہے، ممانعت نہیں کی گئی۔ اور آیت کا حاصل یہ ہے کہ زنا اس قدر برا کام ہے کہ بدکار کی رغبت نیک عورت کی طرف نہیں ہوتی، نہ بدکار عورت کی طرف نیک آدمی کی رغبت ہوتی ہے، چنانچہ زنا مؤمنین پر حرام کیا گیا، اور اس کی روک تھام کے لئے وہ سزا تجویز کی گئی جو اس سے پہلی آیت میں مذکور ہے۔

مسئلہ: مشرک مرد و زن سے نکاح کسی حال میں جائز نہیں، اور نیک آدمی کا زانیہ کے ساتھ، اور نیک عورت کا زانی کے ساتھ، اور زانی اور زانیہ کا باہمی نکاح جائز ہے، صحابہ کا ایسی عورتوں سے نکاح کرنا ثابت ہے، اور اگر ذلك (اسم اشارہ بعید) کا مشار الیہ نکاح کو بنایا جائے تو یہ ممانعت از قبیل مشورہ ہوگی، جیسے بدوّ صلاح سے پہلے پھلوں کی بیع کی ممانعت حدیث میں آئی ہے، یہ ممانعت بھی از قبیل مشورہ ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی صراحت کی ہے، پس نبی ﷺ نے حضرت مرثدؓ کو مشورہ دیا کہ عناق مسلمان ہو جائے تو بھی تمہیں اس سے نکاح نہیں کرنا چاہئے...... حضرت مرثد اور ان کے والد ابو مرثد دونوں جلیل القدر صحابی ہیں، دونوں بدری ہیں، اور مرثدؓ ۳ ہجری میں جنگ احد میں شہید ہوئے ہیں۔

[۲۵-] سُوْرَةُ النُّوْرِ

[۳۲۰۱-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: مَرْثَدُ بْنُ أَبِيْ مَرْثَدٍ، وَكَانَ رَجُلاً يَحْمِلُ الْأَسْرَى مِنْ مَكَّةَ، حَتَّى يَأْتِيَ بِهِمُ الْمَدِيْنَةَ، قَالَ: وَكَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِيٌّ بِمَكَّةَ، يُقَالُ لَهَا: عَنَاقُ، وَكَانَتْ صَدِيْقَةً لَهُ، وَأَنَّهُ كَانَ وَعَدَ رَجُلاً مِنْ أُسَارَى مَكَّةَ: يَحْتَمِلُهُ.

قَالَ: فَجِئْتُ، حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى ظِلِّ حَائِطٍ مِنْ حَوَائِطِ مَكَّةَ، فِيْ لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ، قَالَ: فَجَاءَ تْ عَنَاقُ، فَأَبْصَرَتْ سَوَادَ ظِلِّيْ بِجَنْبِ الْحَائِطِ، فَلَمَّا انْتَهَتْ إِلَيَّ عَرَفَتْ، فَقَالَتْ: مَرْثَدٌ؟ فَقُلْتُ: مَرْثَدٌ، فَقَالَتْ: مَرْحَبًا وَأَهْلاً! هَلُمَّ فَبِتْ عِنْدَنَا اللَّيْلَةَ، قُلْتُ: يَا عَنَاقُ! حَرَّمَ اللّٰهُ الزِّنَا، قَالَتْ: يَا أَهْلَ الْخِيَامِ! هٰذَا الرَّجُلُ يَحْتَمِلُ أُسَرَاءَ كُمْ! قَالَ: فَتَبِعَنِيْ ثَمَانِيَةٌ، وَسَلَكْتُ الْخَنْدَمَةَ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى غَارٍ أَوْ كَهْفٍ، فَدَخَلْتُ، فَجَاءُ وْا حَتَّى قَامُوْا عَلَى رَأْسِيْ، فَبَالُوْا، فَظَلَّ بَوْلُهُمْ عَلَى رَأْسِيْ، وَعَمَّاهُمُ اللّٰهُ عَنِّيْ.

قَالَ: ثُمَّ رَجَعُوْا، وَرَجَعْتُ إِلَى صَاحِبِيْ، فَحَمَلْتُهُ، وَكَانَ رَجُلاً ثَقِيْلاً، حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى الإِذْخِرِ، فَفَكَكْتُ عَنْهُ أَكْبُلَهُ، فَجَعَلْتُ أَحْمِلُهُ، وِيُعِيْنُنِيْ، حَتَّى قَدِمْتَ الْمَدِيْنَةَ.

فَأَتَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَنْكِحُ عَنَاقًا؟ فَأَمْسَكَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَمْ يَرُدَّ عَلَى شَيْئًا، حَتَّى نَزَلَتْ: ﴿الزَّانِىْ لَايَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً، وَالزَّانِيَةُ لَايَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ﴾ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يَا مَرْثَدُ! الزَّانِىْ لَايَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً، وَالزَّانِيَةُ لَايَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ، فَلَا تَنْكِحْهَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الوَجْهِ.

۲-آیاتِ لعان کا شانِ نزول

سورۃ النور کی آیت ۴ میں زنا کی تہمت لگانے کا حکم بیان ہوا ہے کہ تہمت لگانے والا چار عینی گواہ پیش کرے، ورنہ اس پر حدِ قذف لگائی جائے، یہ حکم عام لوگوں کے حق میں ممکن العمل ہے، کیونکہ زنا دیکھنے والے کو اگر چار گواہ میسر نہ ہوں گے تو وہ خاموش رہے گا، اور حدِ قذف سے بچ جائے گا، مگر شوہر کا معاملہ اس سے مختلف ہے، زنا تنہائی میں ہوتا ہے، اور شوہر اپنے گھر کے احوال سے واقف ہوتا ہے، اور اس کے سامنے ایسے قرائن آتے ہیں جو دوسروں کے سامنے نہیں آتے، اور نہ اس کی غیرت یہ بات گوارہ کرسکتی ہے کہ اپنی بیوی کے زنا پر چار گواہ بنائے، پس اس خانگی معاملہ پر شوہر سے گواہ کیسے طلب کئے جاسکتے ہیں؟...... پھر زمانۂ نبوت میں حدِ قذف کا حکم نازل ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے ایسے دو واقعے پیش آئے جن میں شوہروں نے اپنی بیویوں کو غیر مرد کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا، اور انھوں نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو سورۃ النور کی آیات (۶-۹) نازل ہوئیں، اور شوہر کا حکم عام لوگوں کے حکم سے علاحدہ کردیا گیا، یہی آیاتِ لعان ہیں اور وہ دو واقعے: حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہما کے واقعات ہیں، جو درج ذیل روایات میں آئے ہیں:

حدیث (۱): یہ حدیث پہلے اسی سند اور اسی متن کے ساتھ آچکی ہے، دیکھیں: (حدیث ۱۱۸۷ تحفہ ۴:۹۹) وہاں ترجمہ بھی ہے، اور متعلقہ مسائل بھی۔

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہ نے نبی ﷺ کے سامنے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی!'' ہلال نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص کسی مرد کو اپنی بیوی پر دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈھنے جائے؟ مگر نبی ﷺ یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی! پس ہلال نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس

نے آپ ﷺ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں یقیناً سچا ہوں، اور ضرور اتاری جائے گی میرے معاملہ میں وہ وحی جو میری پیٹھ کو حد سے بری کردے گی، پس آیاتِ لعان اتریں۔ راوی کہتے ہیں: پس نبی ﷺ لوٹے، اور ان دونوں کے پاس آدمی بھیجا، وہ دونوں آئے، پس ہلال کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی، اور نبی ﷺ فرمارہے تھے: ''اللہ تعالیٰ یقیناً جانتے ہیں کہ تم دو میں سے ایک جھوٹا ہے پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے؟'' پھر عورت کھڑی ہوئی، اور اس نے گواہی دی، پھر جب پانچویں قسم کا نمبر آیا کہ اللہ کا غضب نازل ہو عورت پر اگر مرد سچا ہے، تو لوگوں نے کہا: یہ گواہی واجب کرنے والی ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس عورت ہچکچائی اور پیچھے ہٹی، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ عنقریب رجوع کرلے گی، پس اس نے کہا: میں اپنی قوم کو زمانہ بھر کے لئے رسوا نہیں کرونگی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت کو دیکھو، اگر اس نے بچہ جنا سرمگیں آنکھوں والا، کامل سرینوں والا، پر گوشت پنڈلیوں والا تو وہ شریک بن سحماء کا ہے، پس اس نے ایسا ہی بچہ جنا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر نہ ہوتا کتاب اللہ کا حکم جو نافذ ہو چکا تو میرا اور اس کا معاملہ عجیب ہوتا'' (اور بخاری شریف میں ہے کہ ''اگر میں کسی کو گواہوں کے بغیر سنگسار کرتا تو اس عورت کو کرتا'')

[٣٢٠٢-] حدثنا هَنَّادٌ، نا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِىْ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلاعِنَيْنِ فِىْ إِمَارَةِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا؟ فَمَا دَرَيْتُ مَا أَقُوْلُ، فَقُمْتُ مِنْ مَكَانِىْ إِلَى مَنْزِلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ، فَقِيلَ لِىْ: إِنَّهُ قَائِلٌ، فَسَمِعَ كَلامِىْ، فَقَالَ: ابْنُ جُبَيْرٍ؟ ادْخُلْ مَا جَاءَ بِكَ إِلَّا حَاجَةٌ.

قَالَ: فَدَخَلْتُ، فَإِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْدَعَةَ رَحْلٍ لَهُ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! الْمُتَلاعِنَانِ: أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا؟ فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! نَعَمْ، إِنَّ أَوَّلَ مَنْ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، أَتَى النبىَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ أَحَدَنَا رَأَى امْرَأَتَهُ عَلَى فَاحِشَةٍ، كَيْفَ يَصْنَعُ؟ إِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِأَمْرٍ عَظِيْمٍ، وَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى أَمْرٍ عَظِيْمٍ، فَسَكَتَ النبىُّ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يُجِبْهُ.

فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَتَى النبىَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: إِنَّ الَّذِىْ سَأَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيْتُ بِهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الآيَاتِ فِىْ سُوْرَةِ النُّوْرِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ، فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ﴾ حَتّٰى خَتَمَ الآيَاتِ، قَالَ: فَدَعَا الرَّجُلَ فَتَلاهُنَّ عَلَيْهِ، وَوَعَظَهُ، وذَكَّرَهُ، وَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الآخِرَةِ، فَقَالَ: لَا، وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا، ثُمَّ ثَنَّى بِالْمَرْأَةِ، وَوَعَظَهَا، وَذَكَّرَهَا، وَأَخْبَرَهَا أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الآخِرَةِ، فَقَالَتْ: لَا، وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا صَدَقَ، قَالَ: فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ، فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ، وَالْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ، ثُمَّ ثَنَّى بِالْمَرْأَةِ، فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ،

وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ، ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

وفي الباب: عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٢٠٣-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا مُحمدُ بْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، نَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ، قَالَ: ثَنِيْ عِكْرِمَةُ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ هِلاَلَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " البَيِّنَةَ، وَإِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ" قَالَ: فَقَالَ هِلاَلٌ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِذَا رَأَى أَحَدُنَا رَجُلاً عَلَى امْرَأَتِهِ، أَيَلْتَمِسُ البَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "البَيِّنَةَ، وَإِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ" قَالَ: فَقَالَ هِلاَلٌ: والَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! إِنِّيْ لَصَادِقٌ،وَلَيُنْزِلَنَّ فِيْ أَمْرِيْ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ، فَنَزَلَ:﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ، إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾ فَقَرَأَ إِلَى أَنْ بَلَغَ: ﴿وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾ قَالَ: فَانْصَرَفَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا، فَجَاءَ ا، فَقَامَ هِلاَلُ بْنُ أُمَيَّةَ فَشَهِدَ، والنبيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ!" ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ، فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ: ﴿أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾ قَالُوْا لَهَا: إِنَّهَا مُوْجِبَةٌ! فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَتَلَكَّأَتْ، وَنَكَسَتْ، حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ سَتَرْجِعُ، فَقَالَتْ: لاَ أَفْضَحُ قَوْمِيْ سَائِرَ اليَوْمِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم أَبْصِرُوْهَا، فَإِنْ جَاءَ تْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ، سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَجَاءَ تْ بِهِ كَذٰلِكَ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:" لَوْ لاَ مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لَنَا وَلَهَا شَأْنٌ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَهٰكَذَا رَوَى عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ هٰذَا الحديثَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَرَوَاهُ أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلاً، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ.

لغات:تَلَكَّأَ عنه: توقف کرنا، ہچکچانا، پس وپیش کرنا ...... نَكَسَ(ن) رأسه: شرمندگی سے سر جھکانا ...... الخَدَلَّج: جس کے بازو اور پنڈلیاں پُر گوشت ہوں۔

۳-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ

سورۃ النور کی (آیات ۱۱-۲۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور بے گناہی کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، اوپر زنا کی سزا کے بعد تہمتِ زنا کی سزا کا بیان آیا ہے، یعنی اگر کسی پر زنا کا الزام لگایا جائے تو ضروری ہے کہ الزام لگانے والا اس کو چار عینی گواہوں سے ثابت کرے، ورنہ حد قذف کے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے، ممکن ہے اس سزا

کوکوئی زیادہ سمجھے، وہ کہے کہ کسی کو صرف ''زانی'' کہنے کی اتنی بڑی سزا کیسے مناسب ہے؟! اس لئے حد قذف کے بیان کے بعد تہمتِ زنا کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے، تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ زنا کی تہمت معمولی بات نہیں، یہ بہت سنگین جرم ہے، اور اس کی یہ سزا زیادہ نہیں، بلکہ واجبی ہے۔

اور وہ واقعہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ ہے۔ غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ مُریسیع یا غزوۂ بنی المصطلق پیش آیا ہے، اور نبی ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپؐ سفر میں جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے، اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا نام نکلا، چنانچہ وہ ساتھ گئیں۔ غزوہ سے واپسی میں ایک جگہ لشکر نے پڑاؤ ڈالا، جب روانگی کا اعلان ہوا تو حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کے لئے گئیں، اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریۃً لے گئی تھیں کھو بیٹھیں، احساس ہوتے ہی اس جگہ واپس گئیں، اسی دوران ہودج اٹھانے والے آئے اور انھوں نے ہودج اونٹ پر باندھ کر اونٹ کو قطار میں روانہ کردیا، انھوں نے خیال کیا کہ حضرت عائشہؓ اندر ہونگی، وہ ہودج کے ہلکے پن پر اس لئے نہ چونکے کہ حضرت عائشہؓ نوعمر، ہلکے پھلکے بدن کی تھیں، نیز ہودج کئی آدمی مل کر اٹھاتے تھے اس لئے بھی ہلکے پن کا احسان نہ ہوا ـــــ بہر حال جب حضرت عائشہؓ ہار ڈھونڈ کر واپس آئیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا، اور وہاں ہو کا عالم تھا۔ وہ اس خیال سے وہیں رُک گئیں کہ جب لوگ ان کو نہ پائیں گے تو تلاش کرتے ہوئے وہیں آئیں گے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھ لگ گئی ـــــ دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطّل رضی اللہ عنہ قافلہ کے پیچھے چلنے پر مقرر کئے گئے تھے تاکہ گری پڑی چیز اٹھاتے آئیں۔ وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے، ابھی روشنی پوری نہ ہوئی تھی۔ انھوں نے دور سے دیکھا کہ کوئی سو رہا ہے، قریب پہنچے تو حضرت صدیقہؓ کو دیکھ کر پہچان لیا، کیونکہ انھوں نے پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھا تھا۔ انھوں نے زور سے پڑھا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ! یہ آواز سن کر حضرت عائشہؓ بیدار ہوئیں اور خود کو سنبھال لیا، اور چہرہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اپنا اونٹ قریب لاکر بٹھایا، اور اونٹ کے پیر پر پیر رکھ کر کھڑے ہوگئے، حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہوگئیں، حضرت صفوانؓ نے ان سے کچھ نہ پوچھا، خاموش اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا قافلہ میں جا پہنچے۔

اس واقعہ سے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو ایک بات ہاتھ لگ گئی، وہ اس سے پہلے اسی غزوہ میں وہ دو باتیں کہہ چکا تھا جو سورۃ المنافقین (آیات ۷و۸) میں مذکور ہیں: ایک: یہ کہ مہاجرین کا تعاون بند کردیا جائے۔ دوم: یہ کہ مدینہ سے ذلیل لوگوں کو نکال دیا جائے۔ اب اس اللہ کے دشمن کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا اور اس نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ مدینہ پہنچ کر وہ مجلس جماتا اور یہ موضوع چھیڑ دیتا۔ خود خاموش رہتا اور دوسروں سے تہمت کے خاکے میں رنگ بھرواتا، اور اس کو پھیلاتا بڑھاتا۔ اس کی اس پروپیگنڈہ مہم میں دو مخلص مرد اور ایک مخلص عورت بھی

حصہ دار بن گئے: ایک: حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے شاعر تھے اور ہمیشہ آپؐ کی اور اسلام کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ دوم: حضرت مِسطح رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن کے لڑکے تھے۔ اور نادار تھے اس لئے حضرت ابوبکرؓ ہی ان کی کفالت کرتے تھے۔ سوم: حضرت حَمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی سالی، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی بیوی تھیں۔ ان لوگوں نے اس تہمت کا جم کر پروپیگنڈہ کیا۔

اُدھر حضرت عائشہؓ کا حال یہ تھا کہ وہ غزوۃ سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں، اور ایک مہینہ تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ البتہ انہیں یہ بات کھٹکی تھی کہ بیماری کے زمانے میں نبی ﷺ کی طرف سے جو ملاطفت وعنایات ہوا کرتی تھیں وہ اب نظر نہیں آرہی تھیں۔ بیماری سے اٹھنے کے بعد وہ ایک رات مسطح کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے جنگل گئیں۔ اتفاق سے ام مسطح نے ٹھوکر کھائی اور ان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا: ”مسطح تباہ ہو!“ حضرت عائشہؓ نے ان کو ٹوکا کہ آپ ایک بدری صحابی کو بددعا دے رہی ہیں! وہ کہنے لگیں: ”اری ناداں! کیا تو نے اس کی باتیں نہیں سنیں؟!“ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: ”اس کی باتیں کیا ہیں؟“ مسطح کی ماں نے تہمت کا واقعہ سنایا۔ بس سنتے ہی ان کا مرض بڑھ گیا۔ گھر لوٹ کر انھوں نے خبر کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگانے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی، آپؐ نے اجازت دیدی، میکے جا کر والدہ صاحبہ سے پوچھا: ”امّی! لوگ کیا باتیں کرتے ہیں؟“ والدہ نے کہا: ”بیٹی! زیادہ اثر قبول نہ کر، بخدا! ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی خوبصورت عورت کسی شوہر کی محبوبہ ہو اور اس کی سوکنیں ہوں مگر ایسی باتیں بکثرت پیش آتی ہیں“ جب حضرت عائشہؓ کو صورتِ حال کا یقینی طور پر علم ہو گیا تو وہ بے اختیار رونے لگیں اور پھر دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گذار دیئے۔ اس درمیان میں نہ نیند کا سرمہ لگایا، نہ آنسوں کی جھڑی رکی، اور ان کے والدین کو اندیشہ لاحق ہو گیا کہ روتے روتے کلیجہ نہ پھٹ جائے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے میکے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے گھر کے لوگوں سے تحقیق کی، سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا، جن کی بہن اس طوفان میں شریک تھیں کہ ”تم عائشہ کے بارے میں کیا جانتی ہو؟“ انھوں نے کہا: ”یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں ان کے اندر بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی“ پھر آپؐ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ انھوں نے کہا: ”یا رسول اللہ! آپؐ اپنی اہلیہ کو زوجیت میں برقرار رکھیں، ہم خیر کے سوا کوئی بات نہیں جانتے“ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: انھوں نے کہا: ”یا رسول اللہ! اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں کی، اور عورتیں ان کے علاوہ بہت ہیں، اور آپؐ خادمہ سے دریافت کریں وہ صحیح بات بتادے گی“ آخر میں آپؐ نے خادمہ حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ”اے بریرۃ! کیا تم نے کوئی شبہ کی بات دیکھی ہے؟“ اس نے کہا: ”اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر

شبہ کیا جائے، البتہ اتنی بات ہے کہ وہ نوعمر لڑکی ہیں آٹا گوندھ کر رکھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آکر کھا جاتی ہے!''

تحقیق حال سے جب عائشہؓ کی بے گناہی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی تو آپؐ نے تقریر فرمائی۔ ارشاد فرمایا: ''مسلمانو! کون ہے جو مجھے اس شخص کے حملوں سے بچائے جس نے میرے گھر والوں پر تہمت لگا کر مجھے اذیت پہنچائی ہے؟ بخدا! میں نے نہ تو اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھی، نہ اس شخص میں جس کے تعلق سے تہمت لگائی گئی ہے، وہ شخص میری غیر موجودگی میں کبھی میرے گھر میں نہیں آیا'' —— اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! اگر وہ ہمارے قبیلہ کا ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے، اور اگر ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہے تو آپؐ ہمیں حکم دیں ہم اس کی تعمیل کریں گے'' —— یہ سن کر رئیسِ خزرج حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''بخدا! تم اسے قتل نہیں کرسکتے'' اس پر حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو حضرت سعد کے چچازاد بھائی تھے کھڑے ہوئے اور کہا: ''بخدا! تم جھوٹ کہتے ہو، ہم ضرور اس کو قتل کریں گے، اور تم منافق ہو، منافقوں کی حمایت کرتے ہو!'' اس پر مسجد نبوی میں ایک ہنگامہ بپا ہوگیا اور اوس وخزرج قریب تھے کہ دست وگریباں ہوجائیں۔ نبی ﷺ نے مشکل سے حالات پر قابو پایا اور منبر سے اتر آئے۔

اُدھر حضرت عائشہ کو ان کے والدین تسلی دے رہے تھے۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ کلمۂ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا اور فرمایا: ''عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں ایسی اور ایسی باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری براءت ظاہر فرمادیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے تو توبہ کرو اور اللہ سے معافی مانگو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرکے اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتے ہیں'' —— یہ بات سنتے ہی حضرت عائشہؓ کے آنسو تھم گئے، اب انہیں آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہورہا تھا۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''ابا! آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں'' انھوں نے کہا: ''بیٹی! میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا جواب دوں!'' یہی بات انھوں نے اپنی امی ام رومان سے کہی، انھوں نے بھی یہی جواب دیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی کہا: ''واللہ! میں جانتی ہوں کہ یہ باتیں سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہیں، اور آپ لوگوں نے ان کا یقین کرلیا ہے، اب اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں، اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں، تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے۔ اور اگر میں جرم کا اعتراف کرلوں، حالانکہ اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں، تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے، ایسی صورت میں میرے لئے اور آپ لوگوں کے لئے وہی مَثَل (مضمون) ہے جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی ہے: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ! وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ یعنی صبر بہتر ہے! اور اللہ تعالیٰ ہی مدد خواستہ ہیں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو!'' —— یہ کہہ کر حضرت عائشہؓ اپنے بستر پر جا لیٹیں اور منہ دوسری طرف کرلیا۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر نزولِ وحی کے آثار نمودار ہونے شروع ہوگئے۔ جب آپؐ پر وحی نازل

ہوتی تھی تو نا قابل بیان بوجھ پڑتا تھا اور سخت سردی کے زمانہ میں آپؐ کی پیشانی سے موتیوں جیسے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے، جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو آپؐ مسکرا رہے تھے، اور آپؐ نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی: ''عائشہ! خوش ہوجاؤ، اللہ نے تمہیں بری کر دیا!'' ان کی والدہ نے کہا: ''بیٹی! اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو!'' انھوں نے ناز سے کہا: ''میں کسی کا شکریہ ادا نہیں کرتی، میں صرف اپنے اللہ کا احسان مانتی ہوں!'' —— یہ وہ واقعہ ہے جس میں یہ دس آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جائے کہ تہمتِ زنا کوئی معمولی جرم نہیں، وہ ایسا سنگین جرم ہے کہ اس سے پورا اسلامی معاشرہ تہ و بالا ہوجاتا ہے، جس پر تہمت لگائی جاتی ہے اس کا برا حال ہوجاتا ہے، اور اس کے متعلقین کے لئے یہ الزام سوہانِ روح بن جاتا ہے، اس لئے اگر اس کی سزا اسّی کوڑے تجویز کی گئی تو وہ ہر طرح قرینِ صواب ہے۔

[٣٢٠٤-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِيْ الَّذِيْ ذُكِرَ، وَمَا عَلِمْتُ بِهِ، قَامَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيَّ خَطِيْبًا، فَتَشَهَّدَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ: أَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوْا أَهْلِيْ، وَاللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِيْ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ، وَأَبَنُوْا بِمَنْ؟ وَاللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ، وَلَا دَخَلَ بَيْتِيْ قَطُّ إِلَّا وَأَنَا حَاضِرٌ، وَلَا غِبْتُ فِيْ سَفَرٍ إِلَّا غَابَ مَعِيْ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: ائْذَنْ لِيْ يَارسولَ اللّٰهِ! أَنْ أَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ، وَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْخَزْرَجِ، وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْ رَهْطِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ، فَقَالَ: كَذَبْتَ! أَمَا وَاللّٰهِ! أَنْ لَوْ كَانُوْا مِنَ الْأَوْسِ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ تَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ، حَتَّى كَادَ أَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِي الْمَسْجِدِ، وَمَا عَلِمْتُ بِهِ.

فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذٰلِكَ الْيَوْمِ، خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ، وَمَعِيْ أُمُّ مِسْطَحٍ، فَعَثَرَتْ، فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَقُلْتُ لَهَا: أَيْ أُمِّ! تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ؟ فَسَكَتَتْ، ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ، فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَقُلْتُ لَهَا: أَيْ أُمِّ! تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ؟ فَسَكَتَتْ، ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ، فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَانْتَهَرْتُهَا، فَقُلْتُ لَهَا: أَيْ أُمِّ! تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ؟ فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ! مَا أَسُبُّهُ إِلَّا فِيْكِ! فَقُلْتُ: فِيْ أَيِّ شَأْنِيْ؟ قَالَتْ: فَبَقَرَتْ لِيَ الْحَدِيْثَ، وَقُلْتُ: قَدْ كَانَ هٰذَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ.

وَاللّٰهِ! لَقَدْ رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِيْ، وَكَأَنَّ الَّذِيْ خَرَجْتُ لَهُ لَمْ أَخْرُجْ، لَاأَجِدُ مِنْهُ قَلِيْلًا وَلَا كَثِيْرًا، وَوُعِكْتُ، فَقُلْتُ لِرَسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَرْسِلْنِيْ إِلَى بَيْتِ أَبِيْ، فَأَرْسَلَ مَعِيَ الْغُلَامَ، فَدَخَلْتُ الدَّارَ، فَوَجَدْتُ أُمَّ رُوْمَانَ فِي السُّفْلِ، وَأَبُوْ بَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ، فَقَالَتْ أُمِّيْ: مَا جَاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ؟ قَالَتْ: فَأَخْبَرْتُهَا، وَذَكَرْتُ لَهَا الحديثَ، فَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّيْ، فَقَالَتْ: يَابُنَيَّةُ! خَفِّفِيْ عَلَيْكِ الشَّأْنَ، فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ! لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا، لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا حَسَدْنَهَا، وَقِيْلَ

فِيْهَا، فَإِذَا هِيَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّيْ، قَالَتْ: قُلْتُ: وَقَدْ عَلِمَ بِهِ أَبِيْ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قُلْتُ: وَرسولُ اللّٰهِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، واسْتَعْبَرْتُ، وَبَكَيْتُ، فَسَمِعَ أَبُوْ بَكْرٍ صَوْتِي، وَهُوَ فَوْقَ البَيْتِ يَقْرَأُ، فَنزَلَ، فَقَالَ لِأُمِّيْ: مَاشَأْنُهَا؟ قَالَتْ: بَلَغَهَا الَّذِيْ ذُكِرَ مِنْ شَأْنِهَا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ: أَقْسَمْتُ عَلَيْكِ يَا بُنَيَّةُ! إِلَّا رَجَعْتِ إِلٰى بَيْتِكِ، فَرَجَعْتُ، وَلَقَدْ جَاءَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى بَيْتِيْ، وَسَأَلَ عَنِّيْ خَادِمَتِيْ، فَقَالَتْ: لَا، وَاللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا، إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ، حَتَّى تَدْخُلَ الشَّاةُ، فَتَأْكُلَ خَمِيْرَتَهَا، أَوْ: عَجِيْنَتَهَا، وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَصْدِقِيْ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى أَسْقَطُوْا لَهَا بِهِ، فَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلَى تِبْرِ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ.

فَبَلَغَ الْأَمْرُ ذٰلِكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ! مَا كَشَفْتُ كَنَفَ أُنْثَى قَطُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُتِلَ شَهِيْدًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

قَالَتْ: وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِيْ، فَلَمْ يَزَالَا عِنْدِيْ حَتَّى دَخَلَ عَلَيَّ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ، وَقَدِ اكْتَنَفَ أَبَوَايَ عَنْ يَمِيْنِيْ وَشِمَالِيْ، فَتَشَهَّدَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، وَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ:" أَمَّا بَعْدُ: يَا عَائِشَةُ! إِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوْءًا، أَوْ ظَلَمْتِ، فَتُوْبِي إِلَى اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ"

قَالَتْ: وَقَدْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ، فَقُلْتُ: أَلَا تَسْتَحْيِيْ مِنْ هٰذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا؟

وَوَعَظَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَالْتَفَتُّ إِلَى أَبِيْ، فَقُلْتُ: أَجِبْهُ، قَالَ: فَمَاذَا أَقُوْلُ؟ فَالْتَفَتُّ إِلَى أُمِّيْ، فَقُلْتُ: أَجِيْبِيْهِ، قَالَتْ: أَقُوْلُ مَاذَا؟ قَالَتْ: فَلَمَّا لَمْ يُجِيْبَا، تَشَهَّدْتُّ، فَحَمِدْتُ اللّٰهَ، وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قُلْتُ:"أَمَا وَاللّٰهِ! لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ: إِنِّيْ لَمْ أَفْعَلْ، وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنِّيْ لَصَادِقَةٌ، مَاذَاكَ بِنَافِعِيْ عِنْدَكُمْ لِيْ، لَقَدْ تُكُلِّمْتُمْ، وَأُشْرِبَتْ قُلُوْبُكُمْ، وَلَئِنْ قُلْتُ: إِنِّيْ قَدْ فَعَلْتُ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنِّيْ لَمْ أَفْعَلْ، لَتَقُوْلُنَّ: إِنَّهَا قَدْ بَاءَتْ بِهَا عَلَى نَفْسِهَا، وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لِيْ وَلَكُمْ مَثَلًا — قَالَتْ: وَالْتَمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوْبَ، فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ — إِلَّا أَبَا يُوْسُفَ، حِيْنَ قَالَ:﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَاتَصِفُوْنَ﴾

قَالَتْ: وَأُنْزِلَ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ سَاعَتِهِ، فَسَكَتْنَا، فَرُفِعَ عَنْهُ، وَإِنِّيْ لَأَتَبَيَّنُ السُّرُوْرَ فِيْ وَجْهِهِ، وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِيْنَهُ، وَيَقُوْلُ:" أَبْشِرِيْ يَا عَائِشَةُ! قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَاءَتَكِ"

قَالَتْ: فَكُنْتُ أَشَدَّ مَا كُنْتُ غَضَبًا، فَقَالَ لِي أَبَوَايَ: قُوْمِيْ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: لَا، وَاللّٰهِ! لَاأَقُوْمُ إِلَيْهِ، وَلَا أَحْمَدُهُ، وَلَا أَحْمَدُ كُمَا، وَلٰكِنْ أَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِيْ أَنْزَلَ بَرَاءَتِيْ، لَقَدْ سَمِعْتُمُوْهُ فَمَا أَنْكَرْتُمُوْهُ،

وَلاَغَيَّرْتُمُوْهُ.

وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ: أَمَّا زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِدِيْنِهَا، فَلَمْ تَقُلْ إِلاَّ خَيْرًا، وَأَمَّا أُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَكَتْ فِيْمَنْ هَلَكَ، وَكَانَ الَّذِىْ يَتَكَلَّمُ فِيْهِ مِسْطَحٌ، وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ، وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ، وَكَانَ يَسْتَوْشِيْهِ، وَيَجْمَعُهُ، وَهُوَ الَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ: هُوَ وَحَمْنَةُ.

قَالَتْ: فَحَلَفَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنْ لاَّيَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ أَبَدًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَلاَ يَأْتَلِ أُوْلُوْا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ﴾ يَعْنِىْ أَبَا بَكْرٍ: ﴿أَنْ يُؤْتُوْا أُوْلِى الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ يَعْنِىْ مِسْطَحًا، إِلَى قَوْلِهِ: ﴿أَلاَ تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ؟ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا! إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا، وَعَادَ لَهُ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، وَقَدْ رَوَى يُوْنُس بْنُ يَزِيْدَ، وَمَعْمَرٌ، وَغِيْرُ وَاحِدٍ، عَنِ الزُّهْرِىِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِىِّ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ هٰذَا الحديثَ أَطْوَلَ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَأَتَمَّ.

لغات اور بعض جملوں کا ترجمہ: قولها: لَمَّا ذُكِر من شأني: جب ذکر کیا گیا میرے معاملہ سے وہ جو ذکر کیا گیا، اور میں نے اس کو نہیں جانا یعنی مجھ پر تہمت لگائی گئی اور طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں، مگر مجھے اس معاملہ میں کچھ معلوم نہیں تھا، کیونکہ وہ سفر سے لوٹتے ہی بیمار پڑ گئی تھیں...... قوله: أشيروا عليَّ: مجھے مشورہ دو ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے میرے گھر والوں پر تہمت لگائی ہے (أَبَنَ (ن،ض) فلانا: تہمت لگانا) بخدا! میں نہیں جانتا اپنی بیوی میں کوئی برائی کبھی بھی، اور انھوں نے تہمت لگائی ہے ایسے شخص کے ساتھ کہ بخدا! میں اس میں نہیں جانتا کوئی برائی کبھی بھی، اور نہیں آیا وہ میرے گھر میں کبھی مگر جبکہ میں گھر میں موجود ہوتا ہوں، اور نہیں غائب رہا ہوں میں کسی سفر میں مگر وہ غائب رہا ہے میرے ساتھ...... قولها: حتى كاد أن يكون: یہاں تک کہ قریب تھا کہ اوس وخزرج کے درمیان مسجد میں برائی (جھگڑا) ہو جائے، اور مجھے اس واقعہ کی کچھ خبر نہیں ہوئی (جو مسجد میں پیش آیا)...... لبعض حاجتي: یعنی بڑے استنجے کے لئے...... عَثَرَ (ن،ض) عَثْرًا وَعِثَارًا: ٹھوکر کھا کر گر جانا، کہتے ہیں: من سَلَكَ الْجَدَدَ أَمِنَ الْعِثَارَ: جو ہموار جگہ چلتا ہے اسے ٹھوکر نہیں لگتی...... تَعِسَ (س،ف) تَعْسًا: پھسل کر منہ کے بل گرنا، ہلاک ہونا...... أَىْ أُمِّ: اے ماں! بڑی عمر ہونے کی وجہ سے ماں کہا ہے...... بقر (ن) بَقْرًا: واضح کرنا، پیٹ پھاڑنا...... قولها: وكأن الذي خرجتُ لها: اور گویا وہ ضرورت (بڑے استنجے کی حاجت) جس کے لئے میں نکلی تھی: نہیں پاتی تھی میں اس میں سے: نہ تھوڑی نہ زیادہ یعنی حاجت غائب ہوگئی، اور مجھے بخار چڑھ گیا، یعنی جو بخار اترا تھا وہ پھر چڑھ گیا...... السُّفْل (بکسر السين وضمها) زیریں...... قولها: فإذا هو لم يبلغ: پس اچانک وہ بات نہیں پہنچی ام رومان سے اس کو جو

مجھ سے پہنچی تھی، یعنی ان کو یہ بات سن کر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا مجھے ہوا تھا...... واسْتَعْبَرْتُ: میں اشکبار ہوگئی...... قولها: ولقد جاء رسول الله: یعنی جب عائشہؓ اپنے ابا کے گھر چلی گئیں تو پیچھے نبی ﷺ نے معاملہ کی تحقیق کی...... خميرة اور عجينة: گوندھا ہوا آٹا...... قوله حتى أَسْقَطُوْا لها به: یہاں تک کہ لوگوں نے اس لونڈی (بریرہؓ) کو سخت سست کہا، یہ سَقْطُ الکلام سے بنا ہے، یعنی نکمی گفتگو کرنا...... نبی ﷺ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لونڈی کو دھمکایا تا کہ وہ صحیح بات بتادے...... پس اس نے کہا: سبحان اللہ! بخدا! نہیں جانتی میں عائشہؓ کے بارے میں مگر وہ جو جانتا ہے سنار سرخ سونے کے ٹکڑوں کے بارے میں، یعنی سنار کھرے سونے کو پہچان لیتا ہے، اسی طرح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخوبی جانتی ہوں...... اِسْتَوْشَى الحديثَ: بات کی اصلیت کا پتہ لگانے کے لئے تحقیق کرنا...... حضرت صفوان رضی اللہ عنہ ۱۹ ہجری میں غزوۂ ارمینیہ میں شہید ہوئے ہیں۔

نوٹ: امام زہری رحمہ اللہ کی مفصل حدیث بخاری (حدیث ۴۷۵۰) میں ہے۔

۴- حضرت عائشہؓ پر تہمت کے معاملہ میں تین کو حدقذف لگی

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے منبر سے وہ آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سنائیں، پھر منبر سے اتر کر دو مردوں اور ایک عورت کے بارے میں حکم دیا، پس ان کو حد قذف لگائی گئی (دو مرد: حضرت حسان اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما، اور ایک عورت: حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا، اور رئیس المنافقین اس لئے بچ گیا کہ وہ چالاک تھا، اس نے خود کچھ نہیں کہا تھا، دوسروں سے کہلوایا تھا)

[۳۲۰۵-] حدثنا بُنْدَارٌ، نا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحمدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نزَلَ عُذْرِيْ، قَامَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ، وَتَلاَ الْقُرْآنَ، فَلَمَّا نَزَلَ أَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَأَةٍ، فَضُرِبُوْا حَدَّهُمْ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحمدِ بْنِ إِسْحَاقَ.

وَمِنْ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ

سورۃ الفرقان کی تفسیر

ترتیب وار تین بڑے گناہوں کا تذکرہ

سورۃ الفرقان (آیت ۶۸) میں تین کبیرہ گناہوں کا تذکرہ آیا ہے: ”اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کی وجہ سے، اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص

ایسے کام کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا'' —— یہ تین گناہ ترتیب وار ہیں، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے:

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: (سب سے بڑا گناہ) یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے ہم سر گردانیں، درانحالیکہ اس نے آپ کو پیدا کیا ہے (یہ **قضية قياساتُها معها** ہے یعنی بات کی دلیل اس کے ساتھ ہے، جب وہی آپ کا خالق ہے تو کوئی دوسرا اس کا ہم سر کیسے ہوجائے گا؟) ابن مسعودؓ نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: (اس کے بعد گناہ) یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد کو مار ڈالیں، اس ڈر سے کہ وہ آپ کے ساتھ کھائے گی یعنی آپ کے رزق میں حصہ دار بنے گی، ابن مسعودؓ نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: (اس کے بعد گناہ) یہ ہے کہ آپ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کریں، پھر نبی ﷺ نے مذکورہ بالا آیتیں پڑھیں، یعنی ترتیب آپؐ نے اس آیت سے اخذ فرمائی ہے۔

سند کا بیان: امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث ثوری اور شعبہ رحمہما اللہ کی سندوں سے ذکر کی ہے، ثوری کی سند میں ابومیسرۃ عمرو بن شرحبیل کا واسطہ بڑھا ہوا ہے، شعبہ کی سند میں یہ واسطہ نہیں، اور واسطہ بڑھنے سے سند سافل ہوجاتی ہے، اس لئے امام ترمذیؒ نے اسی کو اصح کہا ہے (حالانکہ شعبہ کی سند بھی صحیح ہے، خود ثوری رحمہ اللہ: واصل احدب سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں، اور یہ سند بخاری شریف (حدیث ۴۷۶۱) میں ہے، پس دونوں سندیں صحیح ہیں، اور ثوریؒ کی منصور اور اعمش سے جو سند ہے وہ مزید فی متصل الاسناد ہے)

نوٹ: سفیان ثوری کی پہلی سند جو واصل احدب سے ہے، اس میں بخاری میں عمرو کا واسطہ نہیں ہے، اس لئے اس کو صرف حسن کہا ہے، بلکہ مصری نسخہ میں غریبٌ بھی ہے۔

[۲٦-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ

[۳۲۰٦-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا سُفْيَانُ: عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: " أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا، وَهُوَ خَلَقَكَ" قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: " أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ" قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: " أَنْ تَزْنِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ" هٰذَا حَدِيْثٌ حسنٌ.

حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، وَالْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۲۰۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ: أَبُوْ زَيْدٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ، عَنْ أَبِيْ

وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: "أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا، وَهُوَ خَلَقَكَ، وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مِنْ أَجْلِ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ، أَوْ: مِنْ طَعَامِكَ، وَأَنْ تَزْنِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ" قَالَ: وَتَلاَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَالَّذِيْنَ لاَيَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَلاَ يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ، وَلاَ يَزْنُوْنَ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا، يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا﴾

حديثُ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ وَالأعمشِ أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شعْبَةَ، عَنْ وَاصِلٍ، لِأَنَّهُ زَادَ فِي إِسْنَادِهِ رَجُلاً.

حدثنا مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، نَا محمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، وَهٰكَذَا رَوَى شُعْبَةُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ.

سورةُ الشُّعْرَاءِ

سورۃ الشعراء کی تفسیر

تبلیغ پہلے نزدیک کے لوگوں کو کی جائے

سورۃ الشعراء (آیت ۲۱۴) ہے: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ یعنی آپؐ پہلے اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیں، دعوت وتبلیغ کا یہی اصول ہے، پہلے نزدیک کے لوگوں کو دین پہنچانا چاہئے، ان کا دوسروں سے زیادہ حق ہے، پھر درجہ بدرجہ تمام لوگوں پر دین کی محنت کی جائے، اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں بھی اس ترتیب کا خیال رکھنا چاہئے۔

حدیث (۱): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب آیت: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: "اے عبدالمطلب کی بیٹی صفیہ (یعنی آپؐ کی پھوپھی) اور اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ؟ اور اے عبد المطلب کی اولاد! (یعنی آپ کا خاندان) بیشک میں نہیں مالک ہوں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے کسی چیز کا یعنی میں تم کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، تم مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہو مانگو یعنی میں دنیا میں تم کو مالی فائدہ پہنچا سکتا ہوں، مگر آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، پس ہر شخص کو اپنے انجام کی فکر کرنی چاہئے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے اسی سند ومتن سے گذری ہے (حدیث ۲۳۰۳ تحفہ ۶:۱۰۰) پہلے امام ترمذیؒ نے حدیث کی صرف تحسین کی تھی، اور یہاں تصحیح کی ہے، یہ مسلم شریف کی روایت ہے، پس یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ آگے بھی اس مضمون کی روایتیں آرہی ہیں اور یا صفیة بنتَ عبد المطلب: میں صفیة پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اور بنتَ پر صرف نصب۔

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی

تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو جمع کیا، پس خاص کیا اور عام کیا یعنی خاص وعام سب کو خطاب کیا۔ فرمایا: ”قریش کے لوگو! خود کو جہنم سے بچاؤ! میں اللہ کے یہاں تمہارے لئے نہ کسی نفع کا مالک ہوں نہ کسی ضرر کا!......اے عبد مناف کی اولاد! خود کو جہنم سے بچاؤ! میں اللہ کے یہاں تمہارے لئے نہ کسی نفع کا مالک ہوں نہ کسی ضرر کا!......اے قصی کی اولاد! خود کو جہنم سے بچاؤ! میں اللہ کے یہاں تمہارے لئے نہ کسی نفع کا مالک ہوں نہ کسی ضرر کا!......اے عبدالمطلب کی اولاد! خود کو جہنم سے بچاؤ! میں اللہ کے یہاں تمہارے لئے نہ کسی نفع کا مالک ہوں نہ کسی ضرر کا! ......اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! آپ خود کو جہنم سے بچائیں! بیشک میں مالک نہیں آپ کے لئے کسی ضرر کا اور نہ کسی نفع کا، بیشک آپ کی میرے ساتھ رشتہ داری ہے (تم میری بیٹی ہو) اور عنقریب میں اس کو گیلا کرونگا تر چیزوں سے! یعنی صلہ رحمی کرونگا (عرب گیلا کرنے سے جوڑنا اور سوکھانے سے توڑنا مراد لیتے ہیں) بَلَّ (ن) بَلًّا، وَبِلَّةً، وَبَلَلاً، وَبَلاَلاً: پانی وغیرہ سے تر کرنا۔

حدیث (۳): حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آیت: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الأَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈالیں، اور بلند آواز سے پکارا: اے عبد مناف کی اولاد! ہائے آنے والی مصیبت! (عرب یہ صدا اس وقت لگاتے تھے جب صبح سویرے دشمن حملہ آور ہو، پھر ہر وقت اس لفظ سے پکارا جانے لگا)

حوالہ: دوسری حدیث مسلم شریف (حدیث ۲۰۴ کتاب الایمان) میں ہے، اور باب کی حدیثوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند احمد میں ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث متفق علیہ ہے، اور آگے سورۃ تبت کی تفسیر میں آرہی ہے......اور حضرت ابوموسی کی آخری حدیث تفسیر طبری میں مرسل وموصول دونوں طرح مروی ہے، اور اس کے ہم معنی حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مسلم شریف (حدیث ۲۰۸) میں ہے۔

[۲۷-] سُوْرَةُ الشُّعْرَاءِ

[۳۲۰۸-] حدثنا أَبُوْ الأَشْعَثِ: أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعَجَلِيُّ، نَا مُحمدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ، نَاهِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الأَقْرَبِيْنَ﴾ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم :” يَاصَفِيَّةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! يَافَاطِمَةَ بِنْتَ مُحمدٍ! يَا بَنِى عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! إِنِّي لاَأَمْلِكُ لَكُم مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، سَلُوْنِى مِنْ مَالِى مَاشِئتُمْ“

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهٰكَذَا رَوَى وَكِيْعٌ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، نَحْوَ حَدِيْثِ مُحمدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيِّ.

وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ عَائِشَةَ، وَفِي البابِ: عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ.

[٣٢٠٩-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيرةَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ جَمَعَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه قُرَيْشًا، فَخَصَّ وَعَمَّ، فَقَالَ: " يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّيْ لاَ أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ ضَرًّا وَلاَ نَفْعًا، يَا مَعْشَرَ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّيْ لاَ أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ ضَرًّا وَلاَ نَفْعًا، يَا مَعْشَرَ بَنِيْ قُصَيٍّ! أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّيْ لاَ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلاَ نَفْعًا، يَا مَعْشَرَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّيْ لاَ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلاَ نَفْعًا، يَافَاطِمَةَ بِنْتَ مُحمدٍ! أَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّيْ لاَ أَمْلِكُ لَكِ ضَرًّا وَلاَ نَفْعًا، إِنَّ لَكِ رَحِمًا، وَسَأَبُلُّهَا بِبَلاَلِهَا "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الوَجْهِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِمَعْنَاهُ.

[٣٢١٠-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ زِيَادٍ، نا أَبُوْ زَيْدٍ، نا عَوْفٌ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، قَالَ: ثَنِي الْأَشْعَرِيُّ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ وَضَعَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أُصْبُعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ، فَرَفَعَ صَوْتَهُ، فَقَالَ: يَابَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! يَا صَبَاحَاهْ! "

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حديثِ أَبِيْ مُوْسَى، وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَوْفٍ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً، وَهُوَ أَصَحُّ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ أَبِيْ مُوْسَى.

سُورةُ النَّمْلِ

سورۃ النمل کی تفسیر

قیامت کے قریب زمین سے ایک جانور نکلے گا

سورۃ النمل کی (آیت ۸۲) ہے: ﴿وَإِذَاوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ، أَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِآيَاتِنَا لاَيُوْقِنُوْنَ﴾ ترجمہ: اور جب وعدہ (قیامت کا) ان پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا، اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین نہیں کرتے یعنی زمین سے

لوگوں کے زندہ ہوکر نکلنے پر ایمان نہیں لاتے، اس لئے قیامت کے قریب ان کو یہ کرشمہ دکھایا جائے گا۔ زمین سے ایک جانور نکلے گا، اورلوگوں سے باتیں کرے گا، پھر بعث بعدالموت میں کیا استبعاد باقی رہ جائے گا؟!

تفسیر: یاجوج وماجوج کی طرح دابۃ الارض کے بارے میں بھی بہت سے رطب ویابس اقوال اورروایات تفاسیر میں ہیں، مگر معتبر روایات سے بس اتنا ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے مکہ کا ایک پہاڑ پھٹے گا، اس میں سے ایک جانور نکلے گا جولوگوں سے باتیں کرے گا لوگوں کو بتائے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے، اور سچے ایمان والوں کواور چھپے منکروں کونشان دے کر جدا کردے گا (فوائد شبیری)

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ’’ایک جانور نکلے گا، اس کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اورموسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہوگی، وہ لاٹھی سے مؤمن کے چہرے کو چمکائے گا، اور انگوٹھی سے کافر کی ناک پر مہر لگائے گا، یہاں تک کہ لوگ دسترخوان پر جمع ہونگے، پس یہ کہے گا: اے مؤمن! اور یہ کہے گا: اے کافر! یعنی مؤمن وکافر کو پہچاننا آسان ہوجائے گا، ان کے چہروں سے یہ بات ہویدا ہوگی۔

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، ابو خالد اوس بن ابی اوس حجازی جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے: مجہول راوی ہے...... اورعلی بن زید بن جُدعان: مشہور ضعیف راوی ہے...... اورحماد بن سلمہ کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا تھا۔ اور یہ حدیث ابن ماجہ (حدیث ۴۰۶۶) میں بھی حماد کی سند سے ہے، اوراس میں أهل الخِوان کے بجائے أهل الحِوَاءِ ہے، حِوَاء: وہ گھر جو کسی چشمہ پر ہوں یعنی چھوٹا گاؤں...... نیز یہ حدیث مسند احمد (۲۹۵:۲) میں بھی حماد کی سند سے ہے، اوراس میں أهل الخِوان ہے...... غرض: نشان لگانے کا مضمون توصحیح روایات سے ثابت ہے (سلسلة الأحاديث الصحيحه حديث۳۲۲) مگر سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اورموسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کی بات صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

[۲۸-] سُوْرَةُ النَّمْلِ

[۳۲۱۱-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَوْسِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ”تَخْرُجُ الدَّابَّةُ، مَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ، وَعَصَا مُوْسَى، فَتَجْلُوْ وَجْهَ الْمُؤْمِنِ بِالْعَصَا، وَتَخْتِمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الْخُوَانِ لَيَجْتَمِعُوْنَ، فَيَقُوْلُ هٰذَا: يَا مُؤْمِنُ! وَيَقُوْلُ هٰذَا: يَاكَافِرُ!“

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فِيْ دَابَّةِ الْأَرْضِ، وَفِي الْبَابِ: عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ، وَحُذَيْفَةَ بْنِ أُسَيْدٍ.

سُوْرَۃُ الْقَصَصِ

سورۃ القصص کی تفسیر

اللہ تعالیٰ جسے چاہیں راہ پر لاویں

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے کہا: ''آپ لا إلٰہ إلا اللّٰہَ کہہ لیں: میں آپ کے لئے قیامت کے دن اس کلمہ کی گواہی دوں گا''...... ابوطالب نے جواب دیا: اگر نہ ہوتی یہ بات کہ قریش مجھے اس کلمہ کے ذریعہ طعنہ دیں گے (وہ کہیں گے:) ابوطالب کو یہ بات کہنے پر گھبراہٹ ہی نے آمادہ کیا! تو میں اس کلمہ کے ذریعہ آپؐ کی آنکھ ٹھنڈی کرتا...... پس اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّكَ لاَ تَهْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَشَاءُ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾: آپؐ جس کو چاہیں راہ پر نہیں لاسکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہیں راہ پر لاتے ہیں، اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتے ہیں (سورۃ القصص آیت ۵۶)

تشریح: جس سے داعی کو طبعی محبت ہو، یا اس کا دل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت مل جائے: ضروری نہیں کہ ایسا ہو جائے، داعی کا کام صرف راستہ بتانا ہے، آگے کا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے، کس میں ایمان کی استعداد ولیاقت ہے: یہ بات بھی وہی جانتے ہیں، بہرحال اس آیت کے ذریعہ آپؐ کی تسلی فرمائی کہ آپؐ اپنے خاص محسن کے ایمان نہ لانے سے مغموم نہ ہوں، جس قدر آپؐ کا فرض تھا وہ آپؐ نے ادا کر دیا، آگے اللہ کا اختیار ہے۔

[۲۹-] سُوْرَۃُ الْقَصَصِ

[۳۲۱۲-] حدثنا بُنْدَارٌ، نا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ، قَالَ: ثَنِیْ أَبُوْحَازِمٍ الْأَشْجَعِیُّ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِعَمِّهِ: قُلْ: لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدْ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ" قَالَ: لَوْ لاَ أَنْ تُعَيِّرَنِیْ بِهَا قُرَيْشٌ: إِنَّمَا يَحْمِلُهُ عَلَيْهِ الْجَزَعُ! لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّكَ لاَتَهْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَشَاءُ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ.

سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ

سورۃ العنکبوت کی تفسیر

۱- اللہ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت نہیں

سورۃ العنکبوت (آیت ۸) اور سورۃ لقمان (آیت ۱۵) میں یہ مضمون ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک ضروری

ہے، لیکن اگر وہ اولاد پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو ان کی اطاعت جائز نہیں، اور حدیث میں قاعدہ کلیہ ہے: لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق: کسی بھی مخلوق کی بات ماننا جائز نہیں، خالق تعالیٰ کی نافرمانی والے کام میں، مثلاً وہ کہے کہ نماز مت پڑھ، روزہ مت رکھ، کسی کو ناحق قتل کر تو اس کی اطاعت جائز نہیں۔

حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے بارے میں چار آیتیں نازل ہوئی ہیں، پھر انھوں نے (لمبا) مضمون ذکر کیا (یہ تفصیلی روایت مسلم شریف (حدیث ۱۷۴۸) کتاب الفضائل، فضل سعد بن ابی وقاص میں ہے، اوران چار آیات میں سے ایک آیت کا واقعہ یہاں ہے:) اور حضرت سعدؓ کی ماں نے کہا (جب وہ مسلمان ہوگئے:) کیا اللہ نے ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم نہیں دیا؟ بخدا! میں نہ کھانا کھاؤنگی، نہ پانی پیونگی: یہاں تک کہ مرجاؤنگی یا تو کفر اختیار کرے! یعنی اسلام سے پھر جائے اور کفر کی طرف لوٹ جائے! حضرت سعدؓ کہتے ہیں: پس جب رشتہ دار چاہتے کہ اس کو کھلائیں تو اس کا منہ پھاڑتے (اور کھلاتے) پس یہ آیت نازل ہوئی: ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے، لیکن اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کے شریک ہونے کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں، یعنی وہ محض بے اصل عقیدہ ہے تو تو ان کا کہنا مت مان'' (سورۃ العنکبوت آیت ۸) اور سورۃ لقمان (آیت ۱۵) میں ہے: ''اور تو دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کر، اور اسی شخص کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع ہوا ہے'' یعنی میرے احکام کا معتقد اور ان پر عامل رہ۔

[۳۰-] سُوْرَةُ العَنْكَبُوْتِ

[۳۲۱۳-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالاَ: نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ سَعْدٍ، قَالَ: أُنْزِلَتْ فِيَّ أَرْبَعُ آيَاتٍ، فَذَكَرَ قِصَّةً، وَقَالَتْ أُمُّ سَعْدٍ: أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ اللّٰهُ بِالْبِرِّ؟ وَاللّٰهِ! لاَ أَطْعَمُ طَعَامًا، وَلاَ أَشْرَبُ شَرَابًا، حَتَّى أَمُوْتَ أَوْ تَكْفُرَ! قَالَ: فَكَانُوْا إِذَا أَرَادُوْا أَنْ يُطْعِمُوْهَا شَجَرُوْا فَاهَا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْنِ حُسْنًا، وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ﴾ الآيَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲- لوطؑ کی قوم اپنی محفلوں میں نامعقول حرکتیں کرتی تھی

سورۃ العنکبوت (آیت ۲۹) میں قوم لوط علیہ السلام کے منکرات کے تذکرہ میں ہے: ''اور تم اپنی مجلسوں میں نامعقول حرکتیں کرتے ہو'' حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث میں اس کی وضاحت یہ آئی ہے: ''وہ لوگ زمین والوں پر یعنی پردیسیوں پر لاٹھی لکڑی پھینکتے تھے اور ان کا ٹھٹھا کرتے تھے'' اور تفاسیر میں ان کی اور بھی نامعقول حرکتوں کا ذکر آیا

ہے، مثلاً: مجلس میں گوز مارنا، لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنا، کبوتر بازی کرنا، مرغے اور مینڈھے لڑانا، ایک دوسرے پر بطور مذاق تھوکنا وغیرہ (حَذَف بالعصا ونحوها: لاٹھی یا ڈنڈا پھینک کر مارنا)

[۳۲۱٤-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِيْ صَغِيْرَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ: ﴿وَتَأْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ قَالَ: "كَانُوْا يَحْذِفُوْنَ أَهْلَ الأَرْضِ، وَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ حَاتِمِ بْنِ أَبِيْ صَغِيْرَةَ، عَنْ سِمَاكٍ.

سورة الروم

سورۃ الروم کی تفسیر

۱- غَلَبَتْ کی قراءت صحیح نہیں

سورۃ الروم کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے: ﴿الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِيْ أَدْنَى الأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ، وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ بِنَصْرِ اللّٰهِ، يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ○﴾ ترجمہ: الم○ رومی ہار گئے ○ قریبی جگہ میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے ○ تین سال سے لے کر نو سال کے اندر پہلے ہی اختیار اللہ ہی کا تھا اور پیچھے بھی، اور اس دن مسلمان خوش ہونگے ○ اللہ کی امداد پر، وہ جس کی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں، اور وہ زبردست بڑے مہربان ہیں......
اس میں دوسری آیت کا پہلا کلمہ غُلِبَتْ: فعل مجہول ہے۔ اور ایک روایت میں یہ کلمہ غَلَبَتْ: معروف پڑھا گیا ہے، مگر یہ قراءت صحیح نہیں، قراء میں سے کسی نے اس کو معروف نہیں پڑھا۔ اور یہ حدیث اسی سند و متن کے ساتھ پہلے اسی جلد میں ابواب القراءۃ (باب ۶ حدیث ۲۹۴۷) میں گذر چکی ہے، وہاں پوری تفصیل ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں......اور دھوکہ ﴿غَلَبِهِمْ﴾ سے لگا ہے، حالانکہ یہ مصدر مجہول ہے، جس کا ترجمہ ہے: مغلوب ہونا، اور قرینہ ﴿سَيَغْلِبُوْنَ﴾ ہے، جس کا ترجمہ ہے: عنقریب غالب آئیں گے، اور ظاہر ہے کہ اگر پہلا لفظ غَلَبَتْ ہے تو غالب ہونے کے بعد دوبارہ غالب آنے کے کوئی معنی نہیں۔

[۳۱-] سُوْرَة الروم

[۳۲۱۵-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الجَهْضَمِيُّ، نَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ الأَعْمَشِ،

عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلَى فَارِسَ، فَأَعْجَبَ ذٰلِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَنَزَلَتْ: ﴿آلٓمّٓ، غَلَبَتِ الرُّوْمُ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ، بِنَصْرِ اللّٰهِ﴾ قَالَ: فَفَرِحَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِظُهُوْرِ الرُّوْمِ عَلَى فَارِسَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، هٰكَذَا قَرَأَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: غَلَبَتْ الرُّوْمُ.

۲-سورۃ الروم کی شروع کی آیتوں کا شانِ نزول

جزیرۃ العرب سے لگی ہوئی دو بھاری حکومتیں: روم وفارس تھیں، یہ حکومتیں اس وقت کی دو سپر پاور تھیں، ان میں مدتِ دراز سے آپس میں ٹکر چلی آرہی تھی، ۶۰۲ع سے ۶۱۴ع کے بعد تک ان میں حریفانہ نبرد آزمائی کا سلسلہ جاری رہا، نبی ﷺ کی ولادت مبارکہ ۵۷۰ع میں ہوئی ہے، اور بعثت ۶۱۰ع میں، آپؐ کی بعثت کے بعد روم اور فارس میں مقام اذرعات وبُصری کے درمیان لڑائی ہوئی اور رومی مغلوب ہوگئے، خسرو پرویز نے رومن امپائر کو مہلک اور فیصلہ کن شکست دیدی، شام، مصر اور ایشیائے کوچک سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے، اور رومی اپنے دار السلطنت میں پناہ گیزیں ہونے پر مجبور ہوگئے، جب یہ خبر مکہ مکرمہ پہنچی تو مشرکوں نے بغلیں بجائیں، وہ مسلمانوں سے کہنے لگے: ''تم اور رومی اہل کتاب ہو، اور ہم اور فارسی ہم مشرب ہیں، پس روم پر فارس کا غالب آنا ہمارے لئے نیک فال ہے، ہم بھی تم پر غالب آئیں گے'' —— اس پر سورۃ الروم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں، جن میں پیشین گوئی کی گئی کہ نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب آجائیں گے، مگر حالات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ بات ناممکن ہے، لیکن مسلمانوں کا اللہ کے وعدے پر یقین تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرکینِ مکہ سے اس پر شرط بدی، جیسا کہ باب کی روایات میں ہے...... پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ساتویں برس پھر دونوں کا مقابلہ ہوا، اور رومی غالب آگئے، جس سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی...... اور اس درمیان مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، پھر ۲ہجری میں میدانِ بدر میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ ہوئی، جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، اور اسی دن رومیوں کے غلبہ کی خبر پہنچی، چنانچہ مسلمانوں کی خوشی دوبالا ہوگئی، اور کفار کی مکھی تیل میں گری!

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیتِ کریمہ: ﴿آلٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: غُلِبَتْ وغَلَبَتْ: رومی پہلے ہارے، پھر جیتے، غُلِبَتِ الروم أولاً، ثم غَلَبَتْ بعد بضع سنين، پھر حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفصیل بیان کی، فرمایا: مشرکین یہ بات پسند کرتے تھے کہ فارس کی رومیوں پر جیت ہو، اس لئے کہ وہ اور فارس والے مورتیوں کو پوجنے والے تھے۔ اور مسلمان پسند کرتے تھے کہ رومی فارسیوں کے مقابلہ میں جیتیں، اس لئے کہ رومی اللہ کی کتاب کو ماننے والے تھے، پس مشرکین نے (جب فارسیوں کی فتح کی خبر آئی تو)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا (کہ دیکھو ہماری پارٹی جیتی، اسی طرح ہم بھی تم کو زیر کریں گے!) پس حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا (کہ مشرکین ہمارا منہ چڑاتے ہیں، اس پر سورۃ الروم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں) پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''سنو! بیشک رومی عنقریب غالب آئیں گے'' پس حضرت ابوبکرؓ نے اس بات کا تذکرہ مشرکین سے کیا تو ان لوگوں نے کہا: ''ہمارے اور اپنے درمیان کوئی مدت مقرر کیجئے، پس اگر ہم غالب آئے یعنی دوبارہ جنگ ہوئی اور ہماری پارٹی جیتی تو ہمارے لئے یہ اور یہ ہوگا، اور اگر تم غالب آئے تو تمہارے لئے یہ اور یہ ہوگا'' پس حضرت ابوبکرؓ نے پانچ سال کی مدت مقرر کی، پس رومی اس مدت میں غالب نہ آئے، پس مسلمانوں نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی، تو آپؐ نے فرمایا: ''تم نے دس سال سے کم مدت کیوں مقرر نہ کی؟'' یعنی لفظ بِضْع تین تا نو پر بولا جاتا ہے، پس آخری مدت نو سال مقرر کرنی چاہئے تھی راوی کہتا ہے: میرے خیال میں دون کے بعد العشر بھی ہے، راوی کہتا ہے: سعید بن جبیر نے کہا: بِضْع کا لفظ دس سے کم کے لئے ہے، ابن عباسؓ کہتے ہیں: پھر رومی پانچ سال کے بعد (ساتویں سال میں) جیتے، ابن عباسؓ کہتے ہیں: اسی کا تذکرہ ان آیات میں ہے، سفیان ثوریؒ کہتے ہیں: میں نے یہ بات سنی ہے کہ جنگ بدر کے دن رومی: فارسیوں پر غالب آئے۔

[۳۲۱٦-] حدثنا الحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، نا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ الفَزَارِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿آلٓمٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمُ، فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ﴾ قَالَ: غُلِبَتْ، وَغَلَبَتْ.

قَالَ: كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ يَظْهَرَ أَهْلُ فَارِسَ عَلَى الرُّوْمِ، لِأَنَّهُمْ وَإِيَّاهُمْ أَهْلُ الْأَوْثَانِ، وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ يَظْهَرَ الرُّوْمُ عَلَى فَارِسَ، لِأَنَّهُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ، فَذَكَرُوْهُ لِأَبِيْ بَكْرٍ، فَذَكَرَهُ أَبُوْبَكْرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "أَمَا إِنَّهُمْ سَيَغْلِبُوْنَ" فَذَكَرَهُ أَبُوْ بَكْرٍ لَهُمْ، فَقَالُوْا: اجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ أَجَلاً، فَإِنْ ظَهَرْنَا كَانَ لَنَا كَذَا وَكَذَا، وَإِنْ ظَهَرْتُمْ كَانَ لَكُمْ كَذَا وَكَذَا، فَجَعَلَ أَجَلاً خَمْسَ سِنِيْنَ، فَلَمْ يَظْهَرُوْا، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "أَلَا جَعَلْتَهُ إِلٰى دُوْنٍ" قَالَ: أُرَاهُ الْعَشْرَ، قَالَ: قَالَ سَعِيْدٌ: " والْبِضْعُ: مَا دُوْنَ العَشْرِ" قَالَ: ثُمَّ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ بَعْدُ، قَالَ: فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿آلٓمٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ﴾ قَالَ سُفْيَانُ: سَمِعْتُ أَنَّهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ.

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا،

ان کے شرط لگانے کے معاملہ میں، یعنی: ﴿آلٓمٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ والے معاملہ میں: ''اے ابوبکر! آپ نے احتیاط والا پہلو کیوں نہ اختیار کیا، کیونکہ لفظ بضع تین سے نو کے درمیان پر بولا جاتا ہے'' (پس تین سال کی مدت مقرر کرنا یا درمیانی کوئی مدت مقرر کرنا احتیاط کے خلاف ہے، آپ کو چاہئے تھا کہ آپ آخری مدت نو سال مقرر کرتے، احتیاط کی بات یہی تھی)

حدیث (۳): حضرت نیار بن مکرم اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آیات: ﴿آلٓمٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ نازل ہوئیں تو فارسی جس دن یہ آیات نازل ہوئیں رومیوں پر غلبہ پائے ہوئے تھے، اور مسلمان فارسیوں پر رومیوں کے غلبہ کے خواہشمند تھے، کیونکہ وہ اور رومی اہل کتاب تھے، اور اسی کا تذکرہ اس آیت میں ہے: ''اس دن مسلمان خوش ہونگے، اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتے ہیں جس کی چاہتے ہیں، اور وہ زبردست بڑے رحم والے ہیں'' اور قریش فارسیوں کا غلبہ پسند کرتے تھے، کیونکہ وہ اور فارسی نہ اہل کتاب تھے نہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کے قائل تھے...... پس جب اللہ نے یہ آیت اتاری تو ابوبکرؓ نکلے، درانحالیکہ مکہ کے اطراف میں اعلان کر رہے تھے: ''رومی ہار گئے عرب سے لگی ہوئی سرزمین میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہونگے چند سالوں میں'' پس قریش کے کچھ لوگوں نے ابوبکرؓ سے کہا: پس یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، تمہارے نبی گمان کرتے ہیں کہ رومی عنقریب غالب آئیں گے فارسیوں پر چند سالوں میں، پس ہم اس بات پر شرط کیوں نہ لگائیں؟ ابوبکرؓ نے کہا: ضرور لگائیں، اور یہ واقعہ بازی حرام ہونے سے پہلے کا ہے، پس ابوبکر اور مشرکین نے بازی لگائی، اور انھوں نے شرط پر اتفاق کیا، انھوں نے ابوبکرؓ سے کہا: آپ بضع کو تین تا نو میں سے کتنا گردانتے ہیں؟ پس مقرر کیجئے ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت جس پر ہم رکیں، راوی کہتے ہیں: پس انھوں نے چھ سال مقرر کئے، پس چھ سال گذر گئے اس سے پہلے کہ رومی غالب آئیں، پس مشرکوں نے ابوبکرؓ سے شرط کی رقم لے لی، پھر جب ساتواں سال آیا تو رومی فارسیوں پر غالب آئے، پس مسلمانوں نے ابوبکر کی خردہ گیری کی، ان کے چھ سال مدت مقرر کرنے کی وجہ سے، عیب نکالنے والوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے بضع سنین فرمایا ہے۔ راوی کہتا ہے: اور اس موقعہ پر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

تشریح: اس روایت کی امام ترمذیؒ نے تصحیح کی ہے، مگر اس میں اختلاف ہے کہ حدیث کے راوی نیار بن مکرم اسلمی صحابی ہیں یا تابعی؟ ایک رائے یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں، پس روایت مرسل ہے۔ علاوہ ازیں: اس میں بھی اختلاف ہے کہ شرط کی رقم مشرکوں نے وصول کی تھی یا حضرت ابوبکرؓ نے؟ یعنی بازی کون جیتا تھا؟ اس روایت میں ہے کہ مشرکوں نے بازی جیتی تھی اور انھوں نے ہی شرط کی رقم وصول کی تھی، اور الکوکب الدری میں حضرت گنگوہی نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے، مگر دوسری روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے بعد شرط کے سو اونٹ حضرت ابوبکرؓ نے وصول کئے تھے، اور وہ ان کو لے کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا، بہر حال یہ واقعہ کے متعلقات میں اختلاف ہے، جو زیادہ اہمیت کا حامل نہیں۔

لغات: نَاحَبَه مُنَاحَبَة: ہار جیت کی بازی لگانا، شرط باندھنا، مناحبة: مضاف ہے آیت کی طرف ...... اِحْتَاط للأمر: محتاط ہونا، مصلحت اندیشی سے کام لینا ...... رَاهَنَه مراهنة: کسی سے کسی بات کی بازی لگانا، شرط باندھنا ...... اِرْتَهَنَ: کسی سے کوئی چیز بطور گروی لینا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مشرکوں نے ایک دوسرے سے توثیق کے لئے گروی (ضامن) لے لئے ...... تَوَاضَعَ القومُ على الأمر: لوگوں کا کسی بات پر متفق ہونا ...... الرهان: گروی یعنی فریقین شرط پر متفق ہوگئے۔

[٣٢١٧-] أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُوْسَى مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، نَا مُحمدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَثْمَةَ، ثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الجُمَحِيُّ، ثَنِيْ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِأَبِيْ بَكْرٍ فِيْ مُنَاحَبَةِ: ﴿آلٓمٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾: أَلَّا احْتَطْتَّ يَا أَبَا بَكْرٍ! فَإِنَّ البِضْعَ مَا بَيْنَ ثَلَاثٍ إِلَى تِسْعٍ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ.

[٣٢١٨-] حدثنا مُحمدُ بْنُ اسْمَاعِيْلُ، نَا اسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، ثَنِيْ ابْنُ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿آلٓمٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ، وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ فَكَانَتْ فَارِسُ يَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ، قَاهِرِيْنَ لِلرُّوْمِ، وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُحِبُّوْنَ ظُهُوْرَ الرُّوْمِ عَلَيْهِمْ، لِأَنَّهُمْ وَإِيَّاهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ، وَفِيْ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ، يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحِبُّ ظُهُوْرَ فَارِسَ، لِأَنَّهُمْ وَإِيَّاهُمْ لَيْسُوْا بِأَهْلِ كِتَابٍ، وَلَا إِيْمَانٍ بِبَعْثٍ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الآيَةَ، خَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ يَصِيْحُ فِيْ نَوَاحِي مَكَّةَ: ﴿آلٓمٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ، وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ قَالَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ لِأَبِيْ بَكْرٍ: فَذٰلِكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، زَعَمَ صَاحِبُكَ أَنَّ الرُّوْمَ سَتَغْلِبُ فَارِسَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ، أَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلَى ذٰلِكَ؟ قَالَ: بَلَى، وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الرِّهَانِ، فَارْتَهَنَ أَبُوْ بَكْرٍ وَالْمُشْرِكُوْنَ، وَتَوَاضَعُوْا الرِّهَانَ، وَقَالُوْا لِأَبِيْ بَكْرٍ: كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعَ، ثَلَاثَ سِنِيْنَ إِلَى تِسْعِ سِنِيْنَ؟ فَسَمِّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ وَسَطًا تَنْتَهِيْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَسَمُّوْا بَيْنَهُمْ سِتَّ سِنِيْنَ، قَالَ: فَمَضَتِ السِّتُّ سِنِيْنَ، قَبْلَ أَنْ يَظْهَرُوْا، فَأَخَذَ الْمُشْرِكُوْنَ رَهْنَ أَبِيْ بَكْرٍ، فَلَمَّا دَخَلَتْ السَّنَةُ السَّابِعَةُ، ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلَى فَارِسَ، فَعَابَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى أَبِيْ بَكْرٍ تَسْمِيَةَ سِتِّ سِنِيْنَ، قَالَ: لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: ﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ قَالَ: وَأَسْلَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ نَاسٌ كَثِيْرٌ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ الزِّنَادِ.

سورة لقمان

سورہ لقمان کی تفسیر

اللہ سے غافل کرنے والی باتیں

سورہ لقمان (آیت ٦) میں نیکوکاروں کے تذکرے کے بعد بدکاروں کا ذکر ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا، أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ترجمہ: اور بعضا آدمی ایسا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی باتیں خریدتا ہے، تاکہ وہ نادانی کے ساتھ راہِ خدا سے روکے، اور راہِ خدا کی ہنسی اڑائے، انہی لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

شانِ نزول: نضر بن الحارث جو رؤسائے مکہ میں سے تھا بغرض تجارت ایران جاتا تھا، اور وہاں سے شاہانِ فارس کے قصے خرید کر لاتا تھا، اور مکہ والوں کو جمع کر کے کہتا تھا: محمد تمہیں عاد وثمود کے واقعات سناتے ہیں، آؤ میں تمہیں رستم واسفندیار اور شاہانِ ایران کے قصے سناؤں، نیز اس نے ایک گانے والی باندی بھی خریدی تھی جو لوگوں کے دل لبھاتی تھی: اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کریمہ میں لهو الحديث عام ہے، ہر ناچ رنگ، کھیل تماشہ، قصے کہانیاں اور تفریحات جو اللہ کی یاد سے غافل کریں: لهو الحديث ہیں، اور تعمیم کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گانے والی باندیوں کو نہ تو بیچو، اور نہ ان کو خریدو، اور نہ ان کو گانا سکھاؤ، اور ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں، اور ان کی قیمت حرام ہے، اور اسی طرح کے معاملات میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ''بعضے لوگ ایسے ہیں جو کھیل کی باتوں کو خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کریں'' (یہ حدیث اسی سند ومتن کے ساتھ پہلے (حدیث ۱۲٦۷ کتاب البیوع باب ۵۱ تحفہ ۴: ۲۰۸ میں) گذر چکی ہے، وہاں حدیث کی شرح ہے)

[۳۲-] سورة لقمان

[۳۲۱۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " لَاتَبِيْعُوْا الْقَيْنَاتِ، وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ، وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ، وَلَا خَيْرَ فِیْ تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ، وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ، وَفِیْ مِثْلِ هٰذَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، إِنَّمَا يُرْوَى مِنْ حَدِيْثِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ، وَالْقَاسِمُ ثِقَةٌ، وَعَلِیُّ بْنُ يَزِيْدَ يُضَعَّفُ فِیْ الحديثِ، قَالَهُ مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ.

سورة السجدة

سورۃ السجدۃ کی تفسیر

۱-وہ لوگ جن کے پہلو خوابگاہوں سے علاحدہ رہتے ہیں

سورۃ السجدۃ (آیت ۱۶) میں اعلی درجہ کے مؤمنین کے تذکرہ میں ہے: ﴿تَتَجَافَى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾: ان کے پہلو خوابگاہوں سے علاحدہ رہتے ہیں، اور وہ لوگ اپنے رب کو امید وخوف سے پکارتے ہیں، اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں دو حدیثیں آئی ہیں: ۱-حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں نماز تہجد کو اس کا مصداق قرار دیا ہے (یہ حدیث پہلے (حدیث ۲۶۱۴ ابواب الایمان باب ۸ تحفہ ۶: ۴۰۱) میں گذر چکی ہے) ۲-اور باب کی موقوف حدیث میں مغرب وعشاء کے درمیان نوافل پڑھنے کو اس کا مصداق بتایا ہے...... اور دونوں میں کوئی تعارض نہیں، نمازِ تہجد آیت کا اعلی مصداق ہے، اور مغرب وعشاء کے درمیان نوافل پڑھنا ادنی مصداق ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آیتِ کریمہ: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ آیت اس نماز کا انتظار کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے جس کو لوگ عتمہ کہتے ہو، یعنی مغرب کے بعد عشاء کے انتظار میں مسجد میں رک جانا اور نوافل میں مشغول رہنا آیتِ کریمہ کا مصداق ہے، یہ بھی پہلو کا خوابگاہوں سے علاحدہ ہونا ہے۔

[۳۳-] سُوْرَة السجدة

[۳۲۲۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ زِيَادٍ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِیُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾: نَزَلَتْ فِی انْتِظَارِ الصَّلَاةِ الَّتِیْ تُدْعَى الْعَتَمَةَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

۲-اعلی درجہ کے جنتیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان

سورۃ السجدہ کی (آیت ۱۷) ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ، جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾: پس نہیں جانتا کوئی شخص وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان (اعلی درجہ کے نیک لوگوں) کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے،

یہ ان کے لئے ان کے اعمال کا صلہ ہے!

حدیثِ قدسی: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنے (اعلی درجہ کے) نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، اور نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گذرا ہے!'' پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسی کا ذکر قرآنِ کریم کی اس آیت میں ہے: ''پس کوئی شخص نہیں جانتا وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لئے چھپائی گئی ہے، ان کاموں کی جزاء کے طور پر جو وہ کیا کرتے تھے'' (یہ متفق علیہ روایت ہے)

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا: اے پروردگار! جنتیوں میں سب سے فروتر مرتبہ والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ شخص جو جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا یعنی جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا سب سے کم رتبہ جنتی ہوگا، پس اس سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہوجا! وہ کہے گا: کیسے داخل ہوؤں، درانحالیکہ لوگ اپنی منزلوں میں اتر چکے ہیں، اور وہ اپنے ٹھکانے لے چکے ہیں؟ یعنی جنت بھر چکی ہے، میں کہاں جاؤں؟ ...... پس اس سے کہا جائے گا: کیا تو اس پر راضی ہے کہ تیرے لئے ہو جو دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک کے لئے ہوتا ہے؟ وہ جواب دے گا: ہاں! اے میرے رب! میں راضی ہوں...... پس اس سے کہا جائے گا: تیرے لئے یہ ہے، اور اس کے مانند، اور اس کے مانند، اور اس کے مانند یعنی چار بادشاہوں کی املاک کے بقدر (اور مسلم شریف کی روایت میں: مثلہ: پانچ مرتبہ ہے یعنی چھ بادشاہوں کے بقدر) پس وہ کہے گا: میں راضی ہوں، اے میرے رب! ...... پس اس سے کہا جائے گا: تیرے لئے یہ ہے اور اس کا دس گنا یعنی ۶×۱۰=۶۰ بادشاہوں کے بقدر، پس وہ کہے گا: میں خوش ہوں، اے میرے رب! ...... پس اس سے کہا جائے گا: تیرے لئے اس کے ساتھ وہ ہے جس کو تیرا جی چاہے گا، اور جس سے تیری آنکھ لطف اندوز ہوگی! (یہ ادنی جنتی کا حال ہے)

اور مسلم شریف (حدیث ۱۸۹ کتاب الایمان باب ۸۴) کی روایت میں یہ اضافہ ہے: موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! اور اعلی مرتبہ کا جنتی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہی لوگ ہیں جن کا میں نے ارادہ کیا ہے یعنی جنت درحقیقت انہی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ میں نے ان کی کرامت کا پودا اپنے ہاتھ سے گاڑا ہے، اور اس کرامت پر مہر کردی ہے، اس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، اور نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گذرا ہے'' ...... پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کا ذکر قرآنِ کریم میں ہے: ''پس نہیں جانتا کوئی شخص اس آنکھ کی ٹھنڈک کو جو ان کے لئے چھپائی گئی ہے!''

تشریح: حدیث کا یہ آخری حصہ جو مسلم شریف سے نقل کیا ہے: اس کا ہونا ضروری ہے، اسی سے آیتِ کریمہ کی تفسیر ہوتی ہے، امام ترمذیؒ نے جو حدیث مختصر کردی ہے وہ ٹھیک نہیں کیا...... اور آیت میں جن نعمتوں کو: ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' کہا ہے، اسی کو حدیث میں ''کرامت کا پودا'' کہا ہے...... اور جنت درحقیقت انہی اعلی درجہ کے مؤمنوں کے لئے تیار

کی گئی ہے، سورۃ الملک (آیت۲) میں ہے: اللہ نے موت وحیات کو پیدا کیا یعنی دنیا کی یہ زندگی بنائی، جس میں مرنا اور جینا ہے تاکہ وہ لوگوں کو جانچیں کہ ان میں سب سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا کون ہے؟ یہ مضمون سورۃ الکہف (آیت ۷) میں بھی آیا ہے۔

[۳۲۲۱-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: " أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِيْنَ: مَالاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلاَخَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، وَتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ: ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ، جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۲۲۲-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ طَرِيْفٍ، وَعَبْدِ الْمَلِكِ: هُوَ ابْنُ أَبْجَرَ: سَمِعَا الشَّعْبِيَّ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَرْفَعُهُ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ: إِنَّ مُوْسَى سَأَلَ رَبَّهُ، فَقَالَ: أَیْ رَبِّ! أَیُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَدْنٰى مَنْزِلَةً؟ قَالَ: رَجُلٌ يَأْتِيْ بَعْدَ مَا يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، فَيُقَالُ لَهُ: ادْخُلْ، فَيَقُوْلُ: كَيفَ أَدْخُلُ وَقَدْ نَزَلُوْا مَنَازِلَهُمْ، وَأَخَذُوْا أَخَذَاتِهِمْ؟ قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: أَتَرْضَى أَنْ يَكُوْنَ لَكَ مَاكَانَ لِمَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، أَیْ رَبِّ! قَدْ رَضِيْتُ، فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ هٰذَا، وَمِثْلَهُ، وَمِثْلَهُ، وَمِثْلَهُ، فَيَقُوْلُ: قَدْ رَضِيْتُ، أَیْ رَبِّ! فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ هٰذَا، وَعَشْرَةُ أَمْثَالِهِ، فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ، أَیْ رَبِّ! فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَعَ هٰذَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَالْمَرْفُوْعُ أَصَحُّ.

سُوْرَةُ الْأَحْزَابِ

سورۃ الاحزاب کی تفسیر

۱- جاہلیت کی تین غلط باتیں

سورۃ الاحزاب (آیت۴) میں جاہلیت کی تین غلط باتوں کی تردید ہے: ﴿مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ، وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِيْ تُظَاهِرُوْنَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ، وَمَا جَعَلَ أَدعِيَاءَ كُمْ أَبْنَاءَ كُمْ، ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ، وَهُوَ يَهْدِی السَّبِيْلَ﴾: اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے، اور تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں نہیں بنایا، اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے

نہیں بنایا، یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتے ہیں، اور وہی سیدھا راستہ دکھلاتے ہیں۔

یہ تینوں باتیں جاہلیت کی مشہور غلط باتیں تھیں، ذہین اور بہادر آدمی کو ''دودلا'' کہتے تھے، حالانکہ کسی کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، اور شوہر بیوی کو ہمیشہ کے لئے حرام کرنے کے لئے أنتِ علی کظھر أمی (تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) کہا کرتا تھا یعنی اس طرح بیوی کو ماں بناتا تھا، حالانکہ ایسا کہنے سے بیوی: ماں نہیں بن جاتی، اسی طرح متبنیٰ کو تمام احکام میں حقیقی بیٹے کی طرح گردانتے تھے، جو قطعاً غلط تھا، بیٹا وہی ہوتا ہے جو نطفے سے پیدا ہوتا ہے، صرف زبانی جمع خرچ کر لینے سے غیر کا بیٹا اپنا بیٹا نہیں بن جاتا...... اور سیاقِ کلام سے مقصود تیسری غلطی کا رفع کرنا ہے، مگر تقویت کے لئے دو غلطیاں اور بھی رفع کر دیں، اور پہلی بات تو بالکل ظاہر البطلان تھی، پھر بھی اس کے بطلان کو ذکر کیا، تاکہ وہ باقی دو باتوں کے بطلان کے لئے تمہید بن جائے، اور یہ آیات درحقیقت حضرت زید اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کے واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ مگر ان میں سے پہلی بات کے شانِ نزول میں درج ذیل ضعیف روایت آئی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس کی تحسین کی ہے، مگر حقیقت میں وہ حدیث قابوس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حدیث: حصین بن جندب ابوظبیان جَنبی کہتا ہے: ہم نے ابن عباسؓ سے آیتِ کریمہ: ﴿مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ﴾ کے بارے میں پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا: ایک دن نبی ﷺ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، پس آپؐ کے دل میں کوئی بات کھٹکی، پس ان منافقوں نے جو آپؐ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہا: تم دیکھتے نہیں کہ ان کے لئے دو دل ہیں: ایک دل تمہارے ساتھ ہے، اور دوسرا دل صحابہ کے ساتھ ہے، اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ نے کسی کے لئے اس کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

[۳٤-] سُوْرَةُ الْأَحْزَابِ

[۳۲۲۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا صَاعِدٌ الحَرَّانِيُّ، نَا زُهَيْرٌ، نَا قَابُوْسُ بْنُ أَبِيْ ظَبْيَانَ: أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ﴾: مَا عَنَى بِذٰلِكَ؟ قَالَ: قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا يُّصَلِّيْ، فَخَطَرَ خَطْرَةً، فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ مَعَهُ: أَلَا تَرَى أَنَّ لَهُ قَلْبَيْنِ: قَلْبًا مَعَكُمْ، وَقَلْبًا مَعَهُمْ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ﴾

حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، نَا زُهَيْرٌ نَحْوَهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

۲- صحابہ نے وہ بات سچ کر دکھلائی جس کا انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا

سورۃ الاحزاب کی (آیت ۲۳) ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى

نَحْبَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ، وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً﴾: مؤمنین میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اللہ سے جس بات کا عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھلایا، پھر ان میں سے بعض نے اپنی نذر پوری کرلی، اور بعض ابھی انتظار میں ہیں، اور انھوں نے (اپنی نذر میں) ذرا تبدیلی نہیں کی۔

تفسیر: پہلے (آیت ۱۵) میں منافقین کا ذکر آیا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوْا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ: لاَيُوَلُّوْنَ الْأَدْبَارَ، وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلاً﴾: اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے، اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوتی ہے ...... منافقین نے یہ عہد اس وقت کیا تھا جبکہ جنگ بدر میں وہ شرکت نہیں کر سکے تھے، پس بعض منافقین نے مفت احسان رکھنے کے طور پر کہا کہ افسوس! ہم شریک نہ ہو سکے، اگر ہم شریک ہوتے تو ایسا کرتے ویسا کرتے، مگر جب وقت آیا اور غزوۂ احزاب سامنے آیا تو سب قلعی کھل گئی ...... ان کے بالمقابل وہ مخلص مؤمنین تھے جنھوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا، جو بعد کی جنگوں میں جم کر لڑے، پھر ان میں سے بعض نے تو جامِ شہادت نوش کیا، اور بعض ابھی بقید حیات ہیں، جیسے حضرت انس بن النضر اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم۔ یہ حضرات بھی اتفاق سے غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، جس کا انہیں بڑا افسوس تھا، اور انھوں نے عہد کیا تھا کہ اب اگر کوئی جہاد ہوگا تو وہ اس میں جان توڑ کوشش کریں گے یعنی میدان سے منہ نہ موڑیں گے گو مارے جائیں، چنانچہ ان میں سے بعض نے تو اپنی نذر پوری کرلی، وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے، اور بعض ابھی مشتاقِ شہادت ہیں۔

حدیث (۱): ثابت بنانی کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے چچا انس بن النضرؓ: جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے، جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکے تھے، پس یہ بات ان پر شاق گذری تھی، چنانچہ انھوں نے کہا: (افسوس!) پہلا موقعہ جس میں نبی ﷺ شریک تھے: میں اس سے غیر حاضر رہا! سنو، بخدا! اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی اور موقعہ دکھلایا تو اللہ تعالیٰ ضرور دیکھیں گے وہ کارنامہ جو میں انجام دونگا!'' حضرت انسؓ (بھتیجے) کہتے ہیں: پس وہ ڈر گئے کہ اس سے آگے کچھ کہیں یعنی بس اتنا ہی عہد کیا، زیادہ حد ادب! ...... چنانچہ اگلے سال وہ جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، پس حضرت سعد بن معاذؓ سے ان کا آمنا سامنا ہوا (حضرت سعد مشرکین کی طرف سے آرہے تھے اور حضرت انس ان کی طرف جا رہے تھے کہ آمنا سامنا ہوگیا) پس حضرت انسؓ (چچا) نے کہا: ''واہ واہ! جنت کی خوشبو آرہی ہے احد پہاڑ کے ورے سے! ...... پھر وہ لڑے یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے، پس پائے گئے ان کے جسم میں اسّی سے زیادہ تلوار کے زخم، اور نیزہ کے زخم اور تیر کے زخم! ...... میری پھوپھی رُبَیّع بنت النضر کہتی ہیں: پس میں نے اپنے بھائی کو نہیں پہچانا مگر ان کے پوروں کے ذریعہ۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: ''مؤمنین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اللہ سے جس بات کا عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھلایا'' الی آخرہ۔

نوٹ: یہ حدیث مسلم شریف (حدیث ۱۹۰۳) کتاب الامارہ (نمبر ۱۴۸) میں بھی ہے، اور کھڑی دوقوسوں کے درمیان [الذی] مسلم شریف سے بڑھایا ہے۔

[٣٢٢٤-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحمدٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبارَكِ، نا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنسٍ، قَالَ: قَالَ عَمِّيْ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ[الَّذِىْ] سُمِّيْتُ بِهِ، لَمْ يَشْهَدْ بَدْرًا مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَكَبُرَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَوَّلُ مَشْهَدٍ قَدْ شَهِدَهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم غِبْتُ عَنْهُ، أَمَا وَاللّٰهِ! لَئِنْ أَرَانِى اللّٰهُ مَشْهَدًا مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا أَصْنَعُ! قَالَ: فَهَابَ أَنْ يَقُوْلَ غَيْرَهَا، فَشَهِدَ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ مِنَ الْعَامِ الْقَابِلِ، فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَمْرٍو أَيْنَ؟ قَالَ: وَاهًا لِرِيْحِ الْجَنَّةِ! أَجِدُهَا دُوْنَ أُحُدٍ، فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ، فَوُجِدَ فِيْ جَسَدِهِ بِضْعٌ وَثَمَانُوْنَ: مِنْ بَيْنِ ضَرْبَةٍ وَطَعْنَةٍ وَرَمْيَةٍ، قَالَتْ عَمَّتِيْ الرُّبَيِّعُ بِنْتُ النَّضْرِ: فَمَا عَرَفْتُ أَخِيْ إِلَّا بِبَنَانِهِ، وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ، وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۲): حمید طویل: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا (انس بن النضرؓ) جنگِ بدر میں غیر حاضر رہے تھے، پس انھوں نے کہا: ''میں اس پہلے موقعہ سے غیر حاضر رہا جس میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین سے جہاد کیا! بخدا! اگر اللہ نے مجھے شریک کیا مشرکین کے ساتھ کسی جنگ میں تو اللہ تعالیٰ ضرور دیکھیں گے کہ میں کیا کارنامہ انجام دیتا ہوں؟ پس جب جنگ احد کا موقعہ آیا تو مسلمان کُھل گئے یعنی پسپا ہو گئے، پس حضرت انسؓ (چچا) نے کہا: ''الٰہی! میں آپ کے سامنے بےتعلقی کا اظہار کرتا ہوں اس سے جو یہ لوگ لائے یعنی مشرکین، اور معذرت خواہ ہوں اس سے جو ان لوگوں نے کیا یعنی ان کے ساتھیوں نے۔ پھر وہ آگے بڑھے، پس حضرت سعدؓ سے ان کی ملاقات ہوئی، پس حضرت سعدؓ نے کہا: ''میرے بھائی! جو کچھ آپ کریں گے: میں آپ کے ساتھ ہوں'' (پھر دونوں نے کفار پر حملہ کیا، پھر جنگ ختم ہونے پر حضرت سعدؓ نے نبی ﷺ سے کہا) پس میں نہیں کر سکا جو کچھ انھوں نے کیا یعنی انھوں نے جام شہادت نوش کیا اور میں محروم رہا...... پس حضرت انسؓ (بھتیجے) نے ان میں اسّی سے زیادہ: تلوار کے زخم، اور بھالے کے زخم، اور تیر کے زخم پائے، پس ہم ان کے اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کہا کرتے تھے: یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے: ''بعض ان میں سے اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض مشتاق ہیں''...... حدیث کے راوی یزید کہتے ہیں: شروع سے آیت مراد ہے۔

نوٹ: یہ حدیث متفق علیہ ہے (بخاری حدیث ۲۸۰۵ و ۴۰۴۸) اور فلقیہ سعد کے بعد جامع الاصول (حدیث

۶۰۵۷ ج۹ص۱۷۹) میں عبارت اس طرح ہے: فقال: یا سعدَ بْنَ معاذ! هذه الجنةُ، وربِّ النضر! (کذا) إنی أجد ریحها من دون أحد، فقال سعد: فما استطعتُ علی ما صنع، قال أنس: فوجدنا به إلخ۔

[۳۲۲۵-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ عَمَّهُ غَابَ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلَهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمُشْرِكِيْنَ، لإِنِ اللّٰهُ أَشْهَدَنِيْ قِتَالاً لِلْمُشْرِكِيْنَ، لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ كَيْفَ أَصْنَعُ؟ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءُ وْا بِهِ هٰؤُلاَءِ، يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ، وَأَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلاَءِ، يَعْنِيْ أَصْحَابَهُ، ثُمَّ تَقَدَّمَ، فَلَقِيَهُ سَعْدٌ، فَقَالَ: يَا أَخِيْ! مَا فَعَلْتَ أَنَا مَعَكَ، فَلَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَصْنَعَ مَا صَنَعَ، فَوَجَدَ فِيْهِ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ بَيْنَ ضَرْبَةٍ بِسَيْفٍ، وَطَعْنَةٍ بِرُمْحٍ، وَرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ، فَكُنَّا نَقُوْلُ: فِيْهِ وَفِيْ أَصْحَابِهِ نَزَلَتْ: ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ﴾ قَالَ يَزِيْدُ: يَعْنِي الآيَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَاسْمُ عَمِّهِ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ.

۳-نذر پوری کرنے والے وہ لوگ بھی ہیں جو جم کر لڑے مگر شہید نہیں ہوئے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ قرشی تیمی رضی اللہ عنہ: عشرۂ مبشرہ میں سے، آٹھ سابقینِ اسلام میں سے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پانچ اسلام قبول کرنے والوں میں سے، اور چھ اصحابِ شوری (حضرت عمرؓ کے خلافت کے لئے نامزد کردہ لوگوں) میں سے ہیں۔ جنگِ بدر کے موقعہ پر آپ تجارت کے لئے شام گئے ہوئے تھے، مگر نبی ﷺ نے ان کو جنگ بدر کی غنیمت میں اور اجر وثواب میں حصہ دار بنالیا تھا، پھر جنگِ احد میں آپ نے شرکت فرمائی، اور اس میں بڑا کارنامہ انجام دیا، وہ نبی ﷺ کے لئے ڈھال بنے رہے، اور اپنے ہاتھ سے تیر روکتے رہے، یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ شَل ہوگیا۔ نبی ﷺ نے درج ذیل واقعہ میں ان کو ﴿مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ﴾ کا مصداق قرار دیا ہے، معلوم ہوا کہ نذر پوری کرنے والے وہی حضرات نہیں ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے، بلکہ جنھوں نے ڈٹ کر جنگ لڑی وہ بھی آیت کا مصداق ہیں، اگر چہ وہ جنگ میں شہید نہیں ہوئے۔

حدیث (۱): حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے موسیٰ کہتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انھوں نے کہا: کیا میں آپ کو خوش خبری نہ سناؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت معاویہؓ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنی نذر پوری کرلی!'' (آپؐ نے یہ بات آئندہ واقعہ میں فرمائی ہے)

حدیث (۲): حضرت طلحہؓ کے دو صاحبزادے: موسیٰ اور عیسیٰ: اپنے ابا حضرت طلحہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ

نے ایک نادان بدّو سے کہا: تو نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ جس نے اپنی نذر پوری کر لی یعنی آیت کا مصداق معلوم کر کہ کون ہے؟ صحابہ آپؐ سے سوال کرنے پر دلیری نہیں کرتے تھے، وہ آپؐ کی تعظیم کرتے تھے، اور آپؐ سے ڈرتے تھے، پس اس بدّو نے پوچھا۔ آپؐ نے اس سے اعراض کیا یعنی جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر پوچھا اب بھی آپؐ نے اعراض کیا، اس نے تیسری مرتبہ پوچھا اب بھی آپؐ نے روگردانی کی، حضرت طلحہؓ کہتے ہیں: پھر میں اچانک مسجد کے دروازے سے نمودار ہوا، میں نے ہرے رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے، جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''وہ شخص کہاں ہے جو ﴿مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ﴾ کا مصداق پوچھ رہا تھا؟'' اس بدّو نے کہا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: ''یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جس نے اپنی نذر پوری کر لی ہے!'' کیونکہ جنگ احد میں یہ بندہ جم کر لڑا ہے۔

[۳۲۲۶-] حدثنا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحمدٍ العَطَّارُ الْبَصْرِيُّ، نا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَحْيىَ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: أَلاَ أُبَشِّرُكَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ:'' طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَإِنَّمَا رُوِىَ هٰذَا عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْهِ.

[۳۲۲۷-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيىَ، عَنْ مُوْسَى وَعِيْسَى ابْنَيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْهِمَا طَلْحَةَ: أَنَّ أَصْحَابَ رسول اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالُوْا لِأَعْرَابِيٍّ جَاهِلٍ: سَلْهُ عَنْ مَّنْ قَضَى نَحْبَهُ، مَنْ هُوَ؟ وَكَانُوْا لاَيَجْتَرِءُوْنَ عَلَى مَسْأَلَتِهِ، يُوَقِّرُوْنَهُ وَيَهَابُوْنَهُ،فَسَأَلَهُ الْأَعْرَابِيُّ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ إِنِّيْ اطَّلَعْتُ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ، وَعَلَيَّ ثِيَابٌ خُضْرٌ، فَلَمَّا رَآنِيْ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:'' أَيْنَ السَّائِلُ عَمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ؟'' قَالَ الْأَعْرَابِيُّ: أَنَا، يَارسولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' هٰذَا مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ بْنِ بُكَيْرٍ.

۴- نبی ﷺ کا ازواج کو اختیار دینا، اور ازواج کا آپؐ کو اختیار کرنا

سورۃ الاحزاب (آیات ۲۸ و ۲۹) میں ہے: ''اے پیغمبر آپؐ اپنی بیویوں سے کہہ دیں: اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ متاع دیدوں، اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں () اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو، اور اس کے رسول کو، اور آخرت کے گھر کو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے''

شانِ نزول: بنونضیر اور بنوقریظہ کی فتوحات کے بعد آنحضرت ﷺ کی آمدنی بڑھ گئی تھی، ازواج مطہرات کو

اس وقت یہ خیال ہوا کہ اب ہمیں مزید نفقہ ملنا چاہئے، چنانچہ سب ازواج نے مل کر نبی ﷺ کے سامنے اپنا یہ مطالبہ رکھا، آپؐ کو اس سے بڑا رنج ہوا، کیونکہ آمدنی ضرور بڑھی تھی مگر ساتھ ہی مسلمانوں کی ضروریات بھی بڑھی تھیں، اسلام تیزی سے پھیلنا شروع ہوا تھا، اور نومسلموں کی معاشی کفالت حکومت کی ذمہ داری تھی، علاوہ ازیں: اللہ نے اپنے حبیب کے لئے جو معیار زندگی پسند فرمایا تھا: اس سے بھی یہ مطالبہ میل نہیں کھاتا تھا، چنانچہ آپؐ نے قسم کھالی کہ آپؐ ایک ماہ تک گھر میں تشریف نہیں لے جائیں گے، اور آپؐ ایک بالاخانہ میں فروکش ہوگئے، ایک ماہ کے بعد یہ دو آیتیں اتریں، یہ آیاتِ تخییر کہلاتی ہیں، یعنی ازواج سے صاف صاف کہہ دیا جائے کہ وہ دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کریں: اگر وہ دنیا کی عیش و بہار چاہتی ہیں تو طلاق لے لیں اور جہاں چاہیں چلی جائیں، اور اگر اللہ اور رسول کی خوشنودی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب چاہتی ہیں تو موجودہ حالت پر قناعت کریں۔

یہ آیتیں مہینہ پورا ہونے پر نازل ہوئی تھیں، نزول آیات کے بعد آپؐ گھر میں تشریف لائے، اور سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کا حکم سنایا، انھوں نے اللہ ورسول کی مرضی کو اختیار کیا، پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا، اور سب نے دنیا کے عیش و عشرت کا خیال دل سے نکال ڈالا۔

حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ حکم دیئے گئے کہ وہ اپنی ازواج کو اختیار دیں تو آپؐ نے مجھ سے ابتدا کی، اور فرمایا: ''عائشہ! میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں، پس تم پر اس بات میں کچھ حرج نہیں کہ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرلو'' صدیقہؓ کہتی ہیں: آپؐ بالیقین جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپؐ سے جدا ہونے کا مشورہ نہیں دیں گے، صدیقہ کہتی ہیں: پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ سے ﴿أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ تک ...... میں نے کہا: اس میں سے کس معاملہ میں: میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ کو، اور اللہ کے رسول کو، اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں، اور آپؐ کی سب ازواج نے بھی ایسا ہی کیا جیسا میں نے کیا (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

[٣٢٢٨-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا أُمِرَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِتَخْيِيْرِ أَزْوَاجِهِ، بَدَأَ بِيْ، فَقَالَ: ''يَا عَائِشَةُ! إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا، فَلاَ عَلَيْكِ أَنْ لاَ تَسْتَعْجِلِيْ، حَتَّى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ'' قَالَتْ: وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَايَ لَمْ يَكُوْنَا لِيَأْمُرَانِيْ بِفِرَاقِهِ، قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ: إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ قُلْتُ: فِيْ أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ، وَفَعَلَ أَزْوَاجُ النبيِّ صلى

الله علیه وسلم مِثْلَ مَا فَعَلْتُ.

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا أَیْضًا عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

۵- پنجتن کی اہل البیت میں شمولیت

پنجتن یعنی حضرات فاطمہ، حسن، حسین اور علی رضی اللہ عنہم کی اہل البیت میں شمولیت: دعائے نبوی کی برکت سے ہوئی ہے، اہل البیت کا اصل مصداق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ کیونکہ سورۃ الاحزاب میں آیاتِ تخییر کے بعد پانچ آیتوں میں ازواج ہی کے لئے مختلف ہدایات، نصائح اور فضائل بیان ہوئے ہیں، اوران کے درمیان میں یہ آیت آئی ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾: اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے، اور تم کو ہر طرح سے پاک صاف کرے، أهل البیت میں الف لام عہدی ہے، اور مراد نبی ﷺ کا گھر ہے، اور آپؐ کے گھر والوں سے مراد آپؐ کی ازواج ہیں، اوراس کا قرینہ یہ ہے کہ پورے رکوع میں خطاب ازواج ہی سے ہے، اور سورۂ ہود رکوع ۷ میں بھی أهل البیت سے حضرت سارہؓ مراد ہیں، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ تھیں۔ مگر آیت عام ہے، کیونکہ عنکم اور یطهركم میں مذکر ضمیریں استعمال ہوئی ہیں، اس لئے نزولِ آیت کے ساتھ ہی نبی ﷺ نے چارتن کو ایک کمبل میں لے کر دعا کی: ''الٰہی! یہ بھی میرے گھر والے ہیں'' یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی جیسا کہ دوسری حدیث میں آپ کا چارتن کو اہل البیت سے خطاب فرمانا مروی ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ کے پروردہ حضرت عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں: جب حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے، اور تم کو ہر طرح سے پاک وصاف کرے'' تو آپؐ نے حضرات فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، پس ان کو ایک چادر اوڑھائی، اور حضرت علیؓ آپؐ کی پیٹھ کے پیچھے تھے، پس ان کو بھی کمبل اوڑھائی، پھر دعا فرمائی: ''الٰہی! یہ لوگ (بھی) میرے گھر والے ہیں، پس ان سے گندگی کو دور کیجئے، اور ان کو خوب پاک صاف کیجئے'' ...... حضرت ام سلمہؓ نے کہا: اور میں (بھی) ان کے ساتھ ہوں اے اللہ کے نبی! آپؐ نے فرمایا: ''تم اپنی جگہ رہو، اور تم بڑی خیر پر ہو''

تشریحات:

۱- چارتن کے لئے دعا کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ وہ آیت کا مصداقِ اولیں نہیں تھے، آیت ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی تھی، مگر چونکہ آیت کا اسلوب عام تھا، اس میں مؤنث کے بجائے مذکر ضمیریں استعمال ہوئی تھیں، اس لئے اس میں مردوں کی شمولیت کی بھی گنجائش تھی، چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی، اور آپؐ کی دعا کی برکت سے چارتن بھی آیت میں شامل کر لئے گئے۔

۲- حضرت ام سلمہؓ بھی چادر کے نیچے آنا چاہتی تھیں، مگر اس کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے ان سے فرمایا: ''تم اپنی جگہ رہو، اور تم بڑی خیر پر ہو'' یعنی تم تو آیت کا شانِ نزول ہو، آیت تم ازواج مطہرات کے بارے ہی میں نازل ہوئی ہے، پس تم آیت کا مصداقِ اولیں ہو، تمہیں دعائے نبوی کی حاجت نہیں، اس کی تفصیل پہلے تحفہ (۲:۱۴۳) میں آچکی ہے۔

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے لئے گھر سے نکلتے تو چھ ماہ تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے گذرا کرتے، اور فرماتے: ''نماز کے لئے اٹھ جاؤ اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ وہ تم سے آلودگی کو دور کریں، اور تم کو خوب پاک صاف کریں'' (اس خطاب سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی اس دعا نے بارگاہِ خداوندی میں شرفِ قبولیت حاصل کرلیا تھا، مگر اس روایت سے یہ سمجھنا کہ اہل بیت یہی چار تن ہیں: صحیح نہیں، بخاری شریف کی روایت میں اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنا بھی مروی ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی حدیث میں ہے: **فانطلق إلى حجرة عائشة، فقال:'' السلام عليكم أهل البيت ورحمة الله** (جامع الاصول ۲:۳۸۶ حدیث ۷۶۳)

نوٹ: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تحسین کی ہے، مگر اس کی سند میں علی بن زید بن جُدعان ہے، جو مشہور ضعیف راوی ہے، اور حماد بن سلمہ کا حافظہ بھی آخر عمر میں بگڑ گیا تھا، اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔

[۳۲۲۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا مُحمدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَصْبَهَانِيُّ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ: رَبِيْبِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عَلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم: ﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، فَدَعَا فَاطِمَةَ، وَحَسَنًا، وَحُسَيْنًا، فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ، وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ، ثُمَّ قَالَ:'' اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِيْ، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ، وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا'' قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَأَنَا مَعَهُمْ، يَانَبِيَّ اللّٰهِ! قَالَ:'' أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ، وَأَنْتِ عَلَى خَيْرٍ''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ.

[۳۲۳۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، نَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمُرُّ بِبَابِ فَاطِمَةَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، إِذَا خَرَجَ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ، يَقُوْلُ:'' الصَّلَاةَ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ: ﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وفى الباب: عَنْ أَبِي الْحَمْرَاءِ، وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، وَأُمِّ سَلَمَةَ.

۶- متبنی کی بیوی سے نکاح کے سلسلہ کی آیتوں کا شانِ نزول

۱- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ قبیلۂ کعب کے تھے، ان کی والدہ ان کو لے کر اپنے میکے گئیں، وہاں دشمن قبیلہ نے حملہ کیا، اور مالِ غنیمت میں حضرت زید کو بھی لوٹ لے گئے، اس وقت آپ قریب البلوغ تھے، پھر غارت گروں نے ان کو بازار عکاظ میں فروخت کردیا۔ حکیم بن حزام نے ان کو چار سو درہم میں اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے خریدلیا، پھر حضرت خدیجہؓ سے نبی ﷺ کا نکاح ہوا تو حضرت خدیجہؓ نے یہ غلام آپؐ کو بخش دیا۔

۲- اُدھر حضرت زید کا باپ حارثہ اپنے بیٹے کے فراق میں تڑپتا تھا، وہ برابر حضرت زید کو تلاش کرتا تھا، یہاں تک کہ ایک سال حج کے موقعہ پر زید کے قبیلہ کے کچھ لوگوں نے زید کو منی میں نبی ﷺ کے ساتھ دیکھا اور پہچان لیا۔ انھوں نے جا کر حارثہ کو اطلاع دی، وہ اپنے بھائی کے ساتھ زرفدیہ لے کر مکہ آیا، اور نبی ﷺ سے ملا، اور درخواست کی کہ آپؐ زرفدیہ لے کر زید کو آزاد کردیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس سے بہتر بات پیش کروں؟'' حارثہ نے کہا: ضرور، آپ نے زید کو بلایا، اور پوچھا: ان لوگوں کو جانتے ہو؟ زید نے کہا: ہاں جانتا ہوں، یہ میرے ابا ہیں اور یہ میرے چچا ہیں، آپؐ نے فرمایا: ''یہ تمہیں لینے آئے ہیں، اب تمہیں اختیار ہے، چاہو تو میرے ساتھ رہو، اور چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ'' ...... حضرت زید نے آپؐ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی، اس پر آپؐ نے خوش ہو کر زید کو کعبہ کے پاس حطیم میں لے جا کر اعلان عام کیا کہ آج سے زید میرا بیٹا ہے، چنانچہ ان کے باپ اور چچا خوش ہو کر لوٹ گئے۔

۳- پھر ایک وقت آیا کہ آپؐ نے زید کا نکاح اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی حضرت زینب بنت جحش سے کرنا چاہا، چونکہ حضرت زید پر غلامی کا داغ لگا ہوا تھا، اس لئے حضرت زینب کو اور ان کے بھائی کو یہ نکاح منظور نہ ہوا، پس سورۃ الاحزاب کی آیت (۳۶) نازل ہوئی: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلاَ مُؤْمِنَةٍ﴾ الآیۃ: نہیں رہتا کسی ایماندار مرد کے لئے اور نہ کسی ایماندار عورت کے لئے، جبکہ اللہ اور اس کے رسول کوئی بات طے کردیں: کچھ بھی اختیار ان کو اپنے معاملہ میں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا: وہ صریح گمراہی میں جا پڑے گا...... اس آیت کے نزول پر بھائی بہن حضرت زید سے نکاح پر راضی ہو گئے اور یہ نکاح ہو گیا۔

۴- مگر طبیعتوں میں عدم موافقت کی وجہ سے نکاح راس نہیں آیا، ہر وقت خرخشہ رہنے لگا، حضرت زیدؓ باپ ہونے کے ناتے نبی ﷺ سے حضرت زینت کی شکایت کرتے اور آپؐ سمجھاتے کہ زینب نے میری وجہ سے یہ نکاح منظور کیا ہے، اسے نبھاؤ، اگر تم اس کو طلاق دیدو گے تو ایک اور دھبہ اس پر لگے گا، لوگ اس کو طعنہ دیں گے کہ تجھے غلام نے بھی نہیں رکھا: ﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ، وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

۵- پھر ایک وقت آیا کہ حضرت زیدؓ نے تنگ آ کر حضرت زینب کو طلاق دیدی، اور وہ عدت میں بیٹھ گئیں، اِدھر

نبی ﷺ اس سوچ میں پڑ گئے کہ زینب پر سے یہ داغ کیسے دھویا جائے؟ اور ان کی دل جوئی کی کیا صورت ہو؟ بس یہی ایک صورت سمجھ میں آتی تھی کہ عدت کے بعد آپؐ خود ان سے نکاح کرلیں، اس سے نہ صرف یہ کہ داغ دھل جائے گا بلکہ فخر سے ان کا سر آسمان کو چھونے لگے گا۔ اور اسلام میں متبنی سے نکاح جائز ہے، سورۃ النساء (آیت ۲۳) میں محرمات کے بیان میں ہے ﴿وَحَلاَ ئِلُ أَبْنَاءِ کُمُ الَّذِیْنَ مِنْ أَصْلاَبِکُمْ﴾ یعنی تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں جو تمہاری نسل سے ہیں، اور متبنی نطفے کی اولاد نہیں، پس اس کی بیوی سے نکاح جائز ہے...... مگر جاہلیت کے تصورات میں متبنی: حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا، اور اس کی بیوی کو ''بہو'' کہتے تھے اور اس سے نکاح حرام سمجھتے تھے، اس لئے آپؐ کو اندیشہ تھا کہ اگر آپؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو ایک طوفان کھڑا ہوجائے گا...... پھر جب زینب کی عدت پوری ہوئی تو سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۷ نازل ہوئی، اور آپؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کرلیا: ﴿وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَااللّٰهُ مُبْدِیْهِ، وَتَخْشَی النَّاسَ، وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ﴾ کا یہی مطلب ہے یعنی آپؐ زینبؓ کی عدت کے زمانہ میں دل میں ایک بات سوچ رہے تھے جس کو بعد عدت اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والے تھے، اور آپ لوگوں کے پروپیگنڈے سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اللہ پاک اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپؐ ان سے ڈریں یعنی نبی کی پہلی ترجیح اللہ کے احکام کو روبعمل لانے کی ہونی چاہئے، لوگ خواہ کچھ بھی کہیں: نبی کو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔

۶- پھر جیسا کہ اندیشہ تھا: اس نکاح کے بعد طوفانِ بدتمیزی اٹھ کھڑا ہوا، اور کفار نے وہ کہا جو نہیں کہنا چاہئے تھا، انھوں نے بہو پر دل آجانے کا شاخسانہ نکالا، اور دانستہ یا نادانستہ ان لغویات کا اثر روایات میں در آیا، پس قرآن وحدیث کے طالب علم کو اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

۷- متبنی کے سلسلہ میں سب سے پہلے سورۃ الاحزاب کی آیت ۵ میں اس تصور کو باطل قرار دیا کہ متبنی: حقیقی بیٹے کی طرح ہوتا ہے، اور اس سلسلہ میں یہاں تک احکام دیئے کہ متبنی کو اس کے باپ کی طرف منسوب کرکے پکارا جائے، گود لینے والے کی طرف اس کی ولدیت کی نسبت نہ کی جائے...... پھر سورۃ الاحزاب کی آیت ۴۰ میں اس کی صراحت کی کہ آپؐ کا کوئی نسبی بیٹا حد بلوغ کو نہیں پہنچا، پس کوئی عورت آپؐ کی بہو نہیں ہوسکتی...... پھر آیت ۳۷ میں آپؐ کو حضرت زینب سے نکاح کا حکم دیا، اور ساتھ ہی اس نکاح کی حکمت واضح کی کہ اس سے جاہلیت کی ایک رسم ٹوٹے گی، اور ایک غیر اسلامی تصور کا بالکلیہ خاتمہ ہوجائے گا۔ چنانچہ اس نکاح سے یہ مسئلہ دو اور دو: چار کی طرح واضح ہوگیا کہ متبنی تمام احکام میں اجنبی کی طرح ہے، وہ حقیقی بیٹے اور بیٹی کی طرح نہیں۔

حدیث (۱): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

۱- اگر رسول اللہ ﷺ وحی میں سے کسی چیز کو چھپاتے تو وہ اس آیت کو چھپاتے: ''اور یاد کرو جب آپؐ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا ــــ یعنی اسلام کے ذریعہ یعنی اس کو دولتِ اسلام سے سرفراز فرمایا ــــ اور

آپؐ نے بھی اس پر انعام کیا ـــ یعنی آزاد کرنے کے ذریعہ، چنانچہ نبی ﷺ نے اس کو آزاد کیا ـــ روک رکھ تو اپنے پاس اپنی بیوی کو، اور اللہ سے ڈر، اور آپؐ اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والے تھے، اور آپؐ لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپؐ ان سے ڈریں (یہی وہ جگہ ہے جس کے سہارے عشقِ زینب کی داستان گھڑی گئی، حالانکہ وہ بات قطعاً غلط تھی، آیت کریمہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں، پس اگر آپؐ وحی کا کوئی حصہ چھپاتے تو اس حصہ کو چھپاتے تاکہ لوگوں کو آپؐ کی طرف غلط بات منسوب کرنے کا موقعہ نہ ملتا) پھر جب زید نے اس عورت سے حاجت پوری کرلی (یعنی طلاق دیدی اور عدت بھی گذر گئی، مطلقہ کی عدت بھی شوہر کا حق ہے) تو ہم نے آپؐ سے اس عورت کا نکاح کردیا (پھر دنیا میں بھی باقاعدہ نکاح ہوا) تاکہ مسلمانوں پر کوئی تنگی نہ ہو ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں جبکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں، اور اللہ کا معاملہ ہو کر رہنے والا ہے'' (آیت ۳۷)

۲- اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کرلیا تو لوگوں نے کہا: اپنے بیٹے کی بیوی (بہو) سے نکاح کرلیا! پس یہ آیت اتری ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں'' (آیت ۴۰)

تشریح: لکن استدراک کے لئے آتا ہے، یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو رفع کرنے کے لئے آتا ہے، جب اس بات کی نفی کی کہ آپ ﷺ کا کوئی صاحبزادہ حد بلوغ کو نہیں پہنچا، پس کوئی عورت آپؐ کی بہو نہیں ہوسکتی، تو وہم پیدا ہوا کہ اس میں تو آپؐ کی کسرِ شان ہے، بالغ مذکر اولاد کا ہونا فخر وعزت کی بات ہے، آپ ﷺ کو اس سے محروم کیوں رکھا گیا؟ لکن سے اس کا جواب دیا:

اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مصلحت سے آپ ﷺ کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی تو کیا حرج ہے، آپؐ کی روحانی اولاد بے حساب ہے، آپ کی امت کے مؤمنین آپؐ کے روحانی بیٹے ہیں، کیونکہ ان کو ایمان آپؐ کی بدولت ملا ہے، اور گذشتہ تمام امتوں کے مؤمنین آپؐ کے روحانی پوتے ہیں، کیونکہ گذشتہ نبیوں کو فیض نبوت آپؐ سے پہنچا ہے، آپ وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور وہ بالعرض، کیونکہ آپ خاتم النّبیین (نبیوں کی مہر) بھی ہیں، پس ان کی امتیں آپؐ کی بالواسطہ امتیں ہیں۔ پس جس کے اتنے روحانی بیٹے پوتے ہوں: اگر اس کی دو چار نسبی اولاد زندہ نہ رہی تو اس میں کیا کسرِ شان ہے؟! (اس کی تفصیل حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کے ''فتوی تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس'' میں، اور میرے رسالے: ''قادیانی وسوسے'' میں ہے)

۳- اور نبی ﷺ نے حضرت زیدؓ کو اپنا بیٹا بنالیا تھا، جبکہ وہ چھوٹے تھے، پس وہ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جوان مرد ہوگئے، ان کو زید بن محمد کہا جاتا تھا، پس یہ آیت نازل ہوئی کہ تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرکے

پکارو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے، اور اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے بھائی اور تمہارے آزاد کردہ ہیں ـــــ پس کہو: فلاں: فلاں کا آزاد کردہ ہے، اور فلاں: فلاں کا بھائی ہے ـــــ یہ بات اللہ کے نزدیک راستی کی ہے یعنی اللہ کے نزدیک مبنی بر انصاف ہے (آیت ۵) (یہ حدیث ضعیف ہے، داؤد بن زبرقان متروک (نہایت ضعیف) راوی ہے)

اور یہ حدیث دوسری سند سے بھی آئی ہے، جس میں امام شعبی اور حضرت عائشہؓ کے درمیان حضرت مسروق کا واسطہ بڑھا ہوا ہے، وہ روایت اس طرح ہے: عائشہؓ کہتی ہیں: اگر نبی ﷺ وحی میں سے کچھ بھی چھپاتے تو آپؐ اس آیت کو چھپاتے: ''اور یاد کرو جب آپ کہہ رہے تھے اس شخص سے جس پر اللہ نے انعام کیا، اور جس پر آپؐ نے انعام کیا'' یہ حرف اس کی درازی کے ساتھ روایت نہیں کیا گیا یعنی اس دوسری سند سے روایت بس اتنی ہی ہے، پھر امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس مختصر روایت کو اس کی پوری سند کے ساتھ لکھا ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: ''تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو، یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ راستی کی بات ہے'' (یہ روایت متفق علیہ ہے)

حدیث (۳): امام شعبی رحمہ اللہ نے ارشادِ باری تعالیٰ: ''محمد (ﷺ) نہیں تھے تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ'' کی تفسیر میں فرمایا: نبی ﷺ کے لئے زندہ نہیں رہتا تھا تم میں سے کوئی مذکر لڑکا (یہ روایت مرسل ہے)

[۳۲۳۱-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا دَاوُدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِیْ هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:

[۱-] لَوْ كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَاتِمًا شَيْئًا مِّنَ الْوَحْيِ: لَكَتَمَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَإِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ يَعْنِی بِالإِسْلَامِ ﴿وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ يَعْنِی بِالْعِتْقِ، فَأَعْتَقْتَهُ ﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ، وَاتَّقِ اللّٰهَ، وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ، وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلاً﴾

[۲-] وَأَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا تزوَّجها، قَالُوْا: تَزَوَّجَ حَلِيْلَةَ ابْنِهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ، وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾

[۳-] وَكَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَبَنَّاهُ وَهُوَ صَغِيْرٌ، فَلَبِثَ حَتّٰى صَارَ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ: زَيْدُ بْنُ مُحمدٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ، فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا آبَاءَ هُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِیْ الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانٍ، وَفُلَانٌ أَخُو فُلَانٍ﴿ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ يَعْنِی أَعْدَلُ عِنْدَ اللّٰهِ.

هٰذَا حديثٌ: قَدْ رُوِىَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِىْ هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِىِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَوْ كَانَ النبىُّ صلى الله عليه وسلم كَاتِمًا شَيْئًا مِنَ الْوَحْيِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَإِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِىْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ هٰذَا الْحَرْفُ لَمْ يُرْوَ بِطُوْلِهِ.

[۳۲۳۲-] حدثنا بِذَلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَضَّاحٍ الكُوْفِىُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِىْ هِنْدٍ، ح: وَأَنَا مُحمدُ بْنُ أَبَانٍ، نَا ابْنُ أَبِىْ عَدِىٍّ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِىْ هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِىِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَوْ كَانَ النبىُّ صلى الله عليه وسلم كَاتِمًا شَيْئًا مِنَ الْوَحْيِ لِكَتَمَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَإِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِىْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلِيْهِ﴾ الآيَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۲۳۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: مَا كُنَّا نَدْعُوْ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحمدٍ، حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ: ﴿أُدْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۲۳۴-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ قَزْعَةَ الْبَصْرِىُّ، نَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِىْ هِنْدٍ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِىِّ، فِىْ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿مَاكَانَ مُحمدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ﴾ قَالَ: مَاكَانَ لِيَعِيْشَ لَهُ فِيْكُمْ وَلَدٌ ذَكَرٌ.

۷-عورتوں کا مردوں کے دوش بدوش تذکرہ

بعض ازواج مطہرات نے کہا کہ قرآن میں اکثر جگہ مردوں ہی کا ذکر ہے،عورتوں کا کہیں تذکرہ نہیں،اسی طرح بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ سورۃ الاحزاب کے چوتھے رکوع میں ازواج مطہرات کا ذکر تو آیا،مگر عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہیں ہوا،اس پر سورۃ الاحزاب کی (آیت ۳۵) نازل ہوئی،اوراس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی تذکرہ کیا گیا تاکہ ان کو تسلی ہوجائے کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی،اور جس طرح مردوں کے لئے روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے مواقع حاصل ہیں:عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کھلا ہوا ہے۔اور یہ تذکرہ صرف عورتوں کی تسلی کے لئے کیا گیا ہے، ورنہ جو احکام مردوں کے لئے قرآن میں آئے ہیں وہی احکام عموماً عورتوں پر بھی عائد ہوتے ہیں،جداگانہ ان کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ہاں صنفی احکام عورتوں کے الگ ہیں،اور وہ ان کا نام لے کر بیان کئے گئے ہیں،اور نوعی احکام ایک ہیں،اور ان میں عورتیں مردوں کے تابع ہیں۔

حدیث:ام عمارۃ انصاریہ رضی اللہ عنہا خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں،اور عرض کیا:نہیں دیکھتی میں ہر چیز کو مگر مردوں کے لئے یعنی قرآن میں سب جگہ احکام کے بیان میں صرف مردوں کا تذکرہ ہے،اور نہیں دیکھتی میں کہ ذکر کی جاتی ہوں عورتیں کسی چیز کے ساتھ یعنی عورتوں کا تو مردوں کے ساتھ ذکر ہی نہیں آتا (اس کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی

بندیوں کو کیوں بھول جاتے ہیں!) پس یہ آیت اتری اور اس میں مردوں کے دوش بدوش عورتوں کا بھی ذکر کیا گیا: ''بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں'' آخر آیت تک۔

[۳۲۳۵-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنَا محمدُ بْنُ كَثِيْرٍ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أُمِّ عُمَارَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ: أَنَّهَا أَتَتِ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: مَا أَرَى كُلَّ شَيْئٍ إِلَّا لِلرِّجَالِ، وَمَا أَرَى النِّسَاءَ يُذْكَرْنَ بِشَيْئٍ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ الآيَة. هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَإِنَّمَا نَعْرِفُ هٰذَا الحديثَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

۸- ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا امتیاز

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ''پس جب زید نے اس عورت سے اپنی حاجت پوری کرلی تو ہم نے آپؐ کا اس کے ساتھ نکاح کردیا'' ......تو حضرت زینب دیگر ازواج پر فخر کیا کرتی تھیں، کہتی تھیں: ''تمہارے نکاح تمہارے اولیاء نے کئے، اور میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ نے کیا'' (یہ روایت بخاری شریف میں بھی ہے)

تشریح: اس میں روایات مختلف ہیں کہ دنیا میں بھی نکاح ہوا یا نہیں؟ مذکورہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا میں نکاح نہیں ہوا، کیونکہ اگر دنیا میں نکاح ہوا ہوتا تو حضرت زینبؓ کا امتیاز کیا رہتا!......اور دوسری روایت میں حضرت زید بن حارثہؓ کے بدست منگنی بھیجنا مروی ہے، اگر دنیا میں نکاح نہ ہوا ہوتا تو منگنی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ احتمال کہ نزول وحی سے پہلے منگنی بھیجی ہوگی: صحیح نہیں کیونکہ آپؐ نے یہ نکاح کرنا نزولِ وحی کے بعد ہی طے کیا ہے...... اور اب اس کا قطعی فیصلہ کرنا نہ ممکن ہے، نہ اس کی ضرورت ہے۔

[۳۲۳۶-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا محمدُ بْنُ الفَضْلِ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الايَةُ فِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ: ﴿فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾ قَالَ: فَكَانَتْ تَفْتَخِرُ عَلَى نِسَاءِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، تَقُوْلُ: زَوَّجَكُنَّ أَهْلُوْكُنَّ، وَزَوَّجَنِيَ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۹- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلتِ نکاح کے لئے ہجرت کی شرط

سورۃ الاحزاب (آیت ۵۰) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چچا اور پھوپھی کی لڑکیاں، اور ماموں اور خالہ کی لڑکیاں بایں

شرط حلال کی گئی ہیں کہ انھوں نے ہجرت کی ہو، یہ خاص شرط آپؐ ہی کے لئے تھی، امت کے لئے یہ شرط نہیں، اور غیر خاندان کی عورتوں سے نکاح کے لئے آپؐ کے لئے بھی یہ شرط نہیں تھی، اور اس شرط کی حکمت کی طرف (آیت ۵۰): ﴿لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَیْکَ حَرَجٌ﴾ میں اشارہ آیا ہے کہ یہ شرط رفع حرج کے لئے ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حدیث: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے معذرت کی، آپؐ نے معذرت قبول فرمالی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت: ﴿إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ﴾ نازل فرمائی، پس میں آپ کے لئے حلال نہ رہی، کیونکہ میں نے ہجرت نہیں کی تھی، میں طلقاء میں سے تھی (طلقاء: طلیق کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں: آزاد کردہ، اور اصطلاح میں طلقاء: وہ لوگ ہیں جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، اور ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا)

تشریح: حضرت ام ہانی بنت ابی طالب: نبی ﷺ کی چچازاد بہن تھیں، آپؐ نے دو مرتبہ ان سے نکاح کرنا چاہا: پہلی مرتبہ: قبل نبوت آپؐ نے اپنے چچا سے ام ہانی کو چاہا، اور اتفاق سے اسی زمانہ میں ھُبَیْرۃ نے بھی چاہا، ابوطالب نے ھبیرۃ سے نکاح کردیا۔ اور آپؐ سے معذرت کی کہ ہم ھبیرۃ کے خاندان کی لڑکی لے چکے ہیں، والکریم یکافِئُ الکریم: شریف آدمی شریف آدمی کے احسان کا بدلہ چکاتا ہے...... پھر جب ام ہانی مسلمان ہوئیں اور ھبیرۃ مسلمان نہ ہوا تو دونوں میں تفریق ہوگئی ...... پس نبی ﷺ نے ام ہانی کو دوبارہ چاہا، انھوں نے یہ عذر پیش کیا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ میں آپؐ کا حق ادا نہ کرسکوں گی، آپؐ نے ان کی یہ معذرت قبول فرمالی، اس حدیث میں اسی کا تذکرہ ہے...... پھر جب بچے بڑے ہوگئے تو ام ہانی آپؐ سے نکاح کے لئے تیار ہوگئیں، مگر اب مذکورہ بالا آیت نازل ہوچکی تھی، چنانچہ آپؐ نے نکاح سے انکار کردیا، کیونکہ اب وہ آپ کے لئے حلال نہیں رہی تھیں، انھوں نے ہجرت نہیں کی تھی۔

[۳۲۳۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَی، عَنْ إِسْرَائِیْلَ، عَنِ السُّدِّیِّ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِیْ طَالِبٍ، قَالَتْ: خَطَبَنِیْ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، فَاعْتَذَرْتُ إِلَیْهِ، فَعَذَرَنِیْ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِیْ آتَیْتَ أُجُوْرَهُنَّ، وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ، وَبَنَاتِ عَمِّكَ، وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ، وَبَنَاتِ خَالِكَ، وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ الآیَةَ، قَالَتْ: فَلَمْ أَكُنْ أَحِلُّ لَهُ، لِأَنِّیْ لَمْ أُهَاجِرْ، كُنْتُ مِنَ الطُّلَقَاءِ.

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ السُّدِّیِّ.

وضاحت: سدی: اسماعیل بن عبدالرحمٰن سدی کبیر ہے، جو معمولی راوی ہے...... اور ابوصالح: جو حضرت ام ہانی کا آزاد کردہ ہے، اس کا نام باذام تھا، یہ ضعیف راوی ہے...... آیت کا ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ کے لئے آپؐ کی وہ

بیویاں حلال کیں جن کو آپؐ ان کے مہر دے چکے ہیں، اور وہ عورتیں بھی جو آپؐ کی مملوکہ ہیں، جو اللہ نے آپؐ کو غنیمت میں دلوائی ہیں، اور آپؐ کے چچا کی بیٹیاں، اور آپؐ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں، اور آپؐ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپؐ کی خالاؤں کی بیٹیاں، جنھوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔

۱۰-حضرت زینبؓ کے معاملہ میں ایک روایت: جس کا انداز بیان صحیح نہیں

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حضرت زینب بنت جحش کے معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی: ''اور آپؐ اپنے دل میں وہ بات چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والے تھے'' تو زید شکایت کرنے آئے، پس انھوں نے زینب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا، پس انھوں نے نبی ﷺ سے مشورہ کیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے پاس اپنی بیوی کو روکے رکھو، اور اللہ سے ڈرو''

تشریح: یہ انداز بیان صحیح نہیں، لَمَّا کی جزاء جوجاء زید کو بنایا ہے: یہ درست نہیں، یہ اندازِ بیان غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے، صحیح انداز بیان بخاری شریف میں ہے، بخاری شریف میں یہ حدیث حماد بن زید کی سند سے دو جگہ آئی ہے:

پہلی جگہ: (حدیث ۴۷۸۷) حماد بن زید کے شاگرد معلّیٰ بن منصور کی روایت ہے، جو بہت مختصر ہے: عن أنس بن مالك رضی الله عنه: أن هذه الآية: ﴿وَتُخْفِي فِيْ نَفْسِكَ مَااللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾: نزلت فی شأن زينب ابنة جحش وزيد بن حارثه (بس اتنی ہی روایت ہے)

دوسری جگہ: (حدیث ۷۴۲۰) حماد بن زید کے شاگرد محمد مقدمی کی روایت ہے، جو مفصل ہے: عن أنس، قال: جاء زيد بن حارثة يشكو، فجعل النبی صلی الله عليه وسلم يقول:'' اتق الله، وأمسك عليك زوجك'' قال أنس: لو كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كَاتِمًا شيئًا لَكَتَمَ هذه، فكانت زينب تفخر على أزواج النبی صلی الله عليه وسلم ، تقول:'' زَوَّجَكُنَّ أهاليكُنَّ، وزَوَّجَنِیْ اللّٰهُ تعالى من فوق سبع سماوات!'' وعن ثابت: ﴿وَتُخْفِي فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ، وَتَخْشَى النَّاسَ﴾: نزلت فی شأن زينب وزيد بن حارثة.

ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مضمون علاحدہ علاحدہ ہیں، اور ترمذی کی روایت میں جو دونوں کو ملا کر شرط و جزاء بنایا ہے: یہ انداز بیان صحیح نہیں، اس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے، بلکہ ہوئی۔

[۳۲۳۸-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَتُخْفِي فِيْ نَفْسِكَ مَااللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾ فِيْ شَأْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ: جَاءَ زَيْدٌ يَشْكُوْ، فَهَمَّ بِطَلَاقِهَا، فَاسْتَأْمَرَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: ﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۱-آیتِ کریمہ: ﴿لَايَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ﴾ منسوخ ہے یا نہیں؟

سورۃ الاحزاب میں تین آیتیں (۵۰-۵۲) نبی ﷺ کے تعلق سے نازل ہوئی ہیں، ان میں یہ مضمون ہے کہ آپؐ کے لئے کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن عورتوں سے نکاح جائز نہیں؟ ان میں سے آخری آیت: ﴿لَايَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ﴾ میں اختلاف ہوا ہے کہ وہ منسوخ ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ یہ آیت منسوخ ہے، حضرت عائشہ کی روایت ترمذی میں ہے، فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی یہاں تک کہ آپؐ کے لئے سب عورتیں حلال کردی گئیں'' (یہ حدیث مسند احمد اور نسائی میں بھی ہے، اور صحیح ہے) اور ام سلمہؓ کی حدیث ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے: قالت: لم يَمُتْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حتى أحل الله له أن يتزوج من النساء ماشاء، إلا ذات محرم، وذلك قول الله تعالىٰ: ﴿تُرْجِيْ مَنْ شَاءُ مِنْهُنَّ﴾ الآية (تحفة الأحوذي ۴: ۱۶۷) یعنی ناسخ آیتِ کریمہ: ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ﴾ ہے، جو تلاوت میں مقدم ہے، جیسے شوہر کی وفات کے بعد عدت کے سلسلہ کی ناسخ آیت (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۴) تلاوت میں مقدم ہے، اور منسوخ آیت (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۰) تلاوت میں مؤخر ہے، اسی طرح یہاں بھی ناسخ آیت تلاوت میں مقدم ہے، اور منسوخ آیت مؤخر، اور اس صورت میں ﴿مِنْ بَعْدُ﴾ کا مضاف الیہ التِسْعُ اللاتی اخترنك محذوف منوی ہوگا، یعنی آیت تخییر نازل ہونے کے بعد جن نو ازواج نے آپؐ کو اختیار کیا ہے وہی آپؐ کے لئے حلال ہیں، ان کے علاوہ عورتیں آپؐ کے لئے حلال نہیں، تفسیر جلالین میں یہی تقدیر عبارت نکالی گئی ہے، پس لامحالہ یہ آیت منسوخ ہوگی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ یہ آیت منسوخ نہیں، ان کے نزدیک ﴿مِنْ بَعْدُ﴾ کا مضاف الیہ الأصنافُ الأربعةُ المذكورةُ فى الآية الخمسين ہے یعنی: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الّٰتِيْ آتَيْتَ أُجُوْرَهُنَّ﴾ الآیۃ میں جن چار قسم کی عورتوں کی حلت کا بیان ہے ان کے علاوہ عورتیں آپؐ کے لئے حلال نہیں، اور اس تقدیر پر آیت کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں، اور آیت: ﴿تُرْجِيْ﴾ باری مقرر کرنے کے سلسلہ میں ہے، اس مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

اس مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے پہلے تینوں آیتوں کو پیش نظر لانا ضروری ہے:

سب سے پہلے آیت (۵۰) لیں، اس میں نبی ﷺ کے تعلق سے چار خاص احکام دیئے گئے ہیں:

پہلا حکم: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الّٰتِيْ آتَيْتَ أُجُوْرَهُنَّ﴾: اے پیغمبر! ہم نے آپؐ کے لئے آپؐ کی وہ بیویاں حلال کیں جن کو آپؐ نے ان کے مہر دیدیئے ...... جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت آپؐ کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں موجود تھیں، جبکہ عام مسلمانوں کے لئے چار ہی عورتیں جمع کرنا جائز ہے، مگر یہ آپؐ کی

خصوصیت ہے کہ چار سے زیادہ عورتیں نکاح میں جمع کرنا آپؐ کے لئے حلال کیا گیا۔

دوسرا حکم: ﴿وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ﴾: اور وہ عورتیں جو آپؐ کی مملوکہ ہیں، جن کو اللہ نے آپؐ پر لوٹایا ہے یعنی باندیاں آپؐ کے لئے حلال کی گئی ہیں، مگر خریدی ہوئی نہیں، بلکہ مالِ غنیمت یا مال فئ میں حاصل شدہ جیسے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خیبر کی غنیمت سے آپؐ نے لیا، پھر ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا، اور بادشاہ روم مقوقس نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو بطور ہدیہ بھیجا، اور آپؐ نے ان کو سُرِّیَّة بنایا، کیونکہ یہ مال فئ میں حاصل ہوئی تھیں، فئ: وہ مال ہے جو کفار سے بطور مصالحت حاصل ہو، اور ہدیہ بھی اسی باب سے ہے۔

تیسرا حکم: ﴿وَبَنَاتِ عَمِّكَ، وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ، وَبَنَاتِ خَالِكَ، وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾: آپؐ کے چچا کی، پھوپھیوں کی، ماموں کی اور خالاؤں کی وہ بیٹیاں حلال کی گئیں جنھوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی ہے یعنی ددھیالی اور ننھیالی عورتیں بھی حلال کی گئیں، مگر اس شرط کے ساتھ کہ انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہو، پس غیر مہاجرات حلال نہیں، جیسا کہ ام ہانی کی روایت (۳۲۴۷) میں ابھی گذرا۔

چوتھا حکم: ﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً، إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ، إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا﴾: اور کوئی بھی مسلمان عورت: اگر وہ اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے، اگر نبی ﷺ اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ بھی حلال ہے یعنی بغیر مہر کے آپؐ اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد چاروں احکام سے متعلق ارشاد ہے: ﴿خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾: یہ چاروں احکام آپؐ کے لئے مخصوص ہیں، مؤمنین کے لئے یہ احکام نہیں ہیں: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ أَزْوَاجِهِمْ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾: ہم جانتے ہیں وہ احکام جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور ان کی باندیوں کے سلسلہ میں مقرر کئے ہیں، یعنی امت ایک ساتھ چار ہی بیویاں کر سکتی ہے، اور ددھیالی اور ننھیالی عورتوں سے نکاح کرنے کے لئے ہجرت کی شرط نہیں، اور بغیر مہر کے نکاح درست نہیں، اور خرید کر بھی باندیوں کو سُرِّیَّة بنایا جا سکتا ہے...... پھر مذکورہ بالا چاروں احکام کی حکمت بیان فرمائی ہے: ﴿لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ﴾: تاکہ آپؐ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو......سوال: مذکورہ احکام میں قیود و شروط بڑھانے سے تو تنگی ہوگی، سہولت کیا ہوگی؟...... جواب: ان قیود و شروط سے روحانی پریشانی اور تنگ دلی رفع کرنا مقصود ہے، اور یہ بھی ایک طرح کی سہولت ہے...... چار سے زیادہ بیویوں سے نکاح کی اجازت دینے میں رفع جرح تو ظاہر ہے...... اور خریدی ہوئی باندیوں کی بھیڑ جمع کرنے کی اجازت نہ دینے میں بھی رفع حرج مقصود ہے، کیونکہ باندیوں کا ٹولہ آدمی کو نہ دین کا رکھتا ہے نہ دنیا کا، ہر وقت ایک سے بڑھ کر ایک دل لبھاتی ہے اور آدمی ان کی گود سے نہیں نکلتا...... اور خاندانی عورتوں کی حلت کے لئے ہجرت کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ ان کو خاندانی ہونے پر ناز اور فخر ہوتا ہے، حضرت زینب بنت جحشؓ جو آپؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں: دیگر ازواج پر اپنی رشتہ داری کی بنا پر فخر کیا

کرتی تھیں، بلکہ کبھی آپؐ کے سامنے بھی اس کا اظہار کرتی تھیں، اس لئے اس کا علاج ہجرت کی شرط سے کیا، ہجرت وہی عورت کرتی ہے جس کو اسلام سے اور اللہ اور اس کے رسول سے بے پناہ محبت ہوتی ہے، اور وہ دین کے لئے ہر طرح کی تکلیفیں جھیل چکی ہوتی ہے، پس وہ نبی کے گھر میں آ کر سکون کا باعث ہوگی، مزید کسی پریشانی کا سبب نہیں بنے گی......اور آخری حکم میں رفع حرج کا پہلو واضح ہے۔

پھر دوسری آیت شروع ہوتی ہے: ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ، وَتُؤْوِیْ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾: آپؐ مؤخر کر دیں ان میں سے جس کو چاہیں، اور اپنے پاس ٹھہرائیں جس کو چاہیں (إرجاء: مؤخر کرنا، پیچھے ہٹانا......إیواء: اپنے پاس ٹھہرانا، پناہ دینا)

اس آیت کے سمجھنے میں اختلاف ہوا ہے: ایک رائے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ پر ازواج کے سلسلہ میں باری مقرر کرنا واجب نہیں، بلکہ کسی کو باری سے نکال دینا بھی جائز ہے، چنانچہ آپؐ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو باری سے مستثنیٰ کر دیا تھا......اور دوسری رائے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں نکاح سے مؤخر کر دیں یعنی طلاق دیدیں، اور جس کو چاہیں اپنے پاس ٹھکانہ دیں، یعنی اس سے نکاح کر لیں، پس تمام عورتوں سے نکاح کرنا آپؐ کے لئے حلال ہو گیا، اور آئندہ آیت منسوخ ہوگئی......لیکن سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلی رائے صحیح ہے، فرمایا: ﴿وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَاجُنَاحَ عَلَیْكَ﴾: اور جس کو آپؐ ان عورتوں میں سے چاہیں جن کو آپؐ نے علاحدہ کر دیا ہے تو بھی آپؐ پر کوئی گناہ نہیں، یعنی جس کو باری سے نکال دیا ہے: اس کے پاس شب باشی کریں تو اس میں بھی کچھ گناہ نہیں، کیونکہ باری سے نکالنے سے وہ مطلقہ نہیں ہو جاتی، بدستور بیوی رہتی ہے۔

پھر اس حکم کی حکمت بیان کی ہے کہ باری مقرر کرنا آپؐ پر واجب کیوں نہیں؟ فرمایا: ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ، وَلَا یَحْزَنَّ، وَیَرْضَیْنَ بِمَا آتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾: یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، اور وہ آزردہ خاطر نہ ہوں، اور جو کچھ بھی آپؐ ان کو دیدیں اس پر وہ سب کی سب خوش رہیں (کیونکہ ناراضگی کا سبب استحقاق ہوتا ہے، جب آدمی اپنا حق سمجھتا ہے، پھر وہ نہیں ملتا تو رنج ہوتا ہے، اس لئے جب باری کا استحقاق ختم کر دیا تو اب جو کچھ بھی ازواج کو مل جائے گا: وہ اس کو آپؐ کی مہربانی سمجھیں گی، اور اس پر خوش رہیں گی۔

اس کے بعد تیسری آیت ہے: ﴿لَایَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ، وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ، وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ، إِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ﴾: آپؐ کے لئے حلال نہیں ان کے علاوہ عورتیں (یعنی نو بیویوں کے علاوہ عورتیں یا آیت ۵۰ میں مذکور چار قسم کی عورتوں کے علاوہ عورتیں) اور نہ یہ بات حلال ہے کہ آپ ان بیویوں کی جگہ دوسری بیویاں کر لیں، اگرچہ آپؐ کو ان (دوسریوں) کا حسن بھلا لگے، البتہ جو آپؐ کی مملوکہ ہیں وہ مستثنیٰ ہیں (ان میں تبدیلی بھی جائز ہے اور اضافہ بھی، اور مما أفاء الله علیك کی قید یہاں بھی ملحوظ ہے)

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ازواجِ مطہرات نے آپؐ کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ صلہ دیا کہ آپ ﷺ کو ان نو ازواج کے لئے خاص کردیا، اب آپؐ کے لئے ان کے سوا کسی سے نکاح جائز نہیں رہا (رواہ البیہقی فی سننہ) اس روایت سے اس تقدیر کی تائید ہوتی ہے جو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے اختیار کی ہے۔ البتہ اس صورت میں سوال ہوگا کہ منسوخ آیت کو بعد میں کیوں لایا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں جو امتنان کا پہلو ہے وہ منسوخ نہیں ہوا، اور اس کا سابقہ آیت سے تعلق ہے، اس لئے ناسخ آیت کو پہلے لایا گیا اور منسوخ آیت کو آخر میں لایا گیا...... مگر یہ تقدیر ﴿تُرْجِیْ﴾ کی اوپر جو تفسیر کی گئی ہے: اس کے منافی ہے، کیونکہ جب گذشتہ آیت میں آپؐ کو اختیار دیا گیا کہ جسے چاہیں طلاق دیدیں، اور جس سے چاہیں نکاح کرلیں تو تخصیص کا فائدہ کیا ہوا؟ یہ تو الٹا ازواج کا نقصان ہوا! پس بہتر تقدیر وہ ہے جو ابن عباسؓ کے قول پر نکالی گئی ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی ﷺ روکے گئے مختلف قسم کی عورتوں سے، مگر ہجرت کرنے والی مسلمان عورتیں مستثنیٰ ہیں (ان سے آپؐ نکاح کرسکتے ہیں، اور یہ اصنافِ اربعہ میں سے پہلی صنف کا بیان ہے، جس کا تذکرہ پہلے آیت ۵۰ میں آگیا ہے) پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی: ''آپؐ کے لئے حلال نہیں ان کے علاوہ یعنی اصناف اربعہ کے علاوہ عورتیں، اور نہ یہ بات حلال ہے کہ آپؐ ان بیویوں کی جگہ دوسری بیویاں کرلیں، اگرچہ آپؐ کو ان (دوسریوں) کا حسن بھلا لگے، البتہ وہ عورتیں جو آپؐ کی مملوکہ ہیں وہ مستثنیٰ ہیں'' پس اللہ نے (آپ کے لئے) مسلمان باندیوں کو حلال کیا (کتابی عورت اور کتابی باندی آپؐ کے لئے حلال نہیں تھی، جیسا کہ آگے آرہا ہے، اور یہ دوسری صنف ہوئی) اور مسلمان عورت کو حلال کیا، اگر وہ اپنا نفس نبی ﷺ کو بخش دے (یہ تیسری صنف ہوئی) اور حرام کردیا اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین رکھنے والی عورت کو (یہ درمیان میں فائدہ ہے) پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی: ''اور جو ایمان لانے سے انکار کرے تو یقیناً اس کے اعمال اکارت گئے، اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہے'' (یہ سورۃ المائدہ کی آیت ۵ ہے، اس میں امت کو کتابی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، مگر آخر میں اس کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرنے سے کیا فائدہ، وہ دنیا میں تو رفیقِ حیات بنے گی، مگر آخرت میں وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائے گی، پس مسلمان کو چاہئے کہ مسلمان عورت سے نکاح کرے، تاکہ وہ دنیا و آخرت میں ساتھ رہے، پس جب کتابی عورت سے نکاح امت کے لئے بھی ناپسندیدہ ہے تو ایسی عورت سے آپؐ کا نکاح کرنا حرام ہے) پھر ابن عباسؓ نے (آیت ۵۰) پڑھی، جس میں چاروں اصناف کا بیان ہے، پھر فرمایا: ''اور حرام کردی اللہ نے ان کے علاوہ عورتوں کی اصناف کو'' (پس یہی چار قسمیں حلال رہیں، اور وہی ﴿مِنْ بَعْدُ﴾ کا مضاف الیہ منوی ہیں، ان کے علاوہ دوسری کوئی عورت حلال نہیں) (دوسری حدیث کا ترجمہ اوپر آگیا ہے)

[۳۲۳۹-] حدثنا عَبْدٌ، نا رَوْحٌ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نُهِيَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ أَصْنَافِ النِّسَاءِ، إِلَّا مَا كَانَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ الْمُهَاجِرَاتِ، قَالَ: ﴿لَايَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ، وَلَا أَنْ تبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ، وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ، إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ فَأَحَلَّ اللّٰهُ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ﴾ وَحَرَّمَ كُلَّ ذَاتِ دِيْنٍ غَيْرَ الإِسْلَامِ، ثُمَّ قَالَ: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالإِيْمَانِ، فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ، وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ! إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِيْ آتَيْتَ أُجُوْرَهُنَّ، وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ، مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ وَحَرَّمَ مَاسِوَى ذٰلِكَ مِنْ أَصْنَافِ النِّسَاءِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامٍ، سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ، يَذْكُرُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: لَابَأْسَ بِحَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ.

[۳۲۴۰-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَامَاتَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى أُحِلَّ لَهُ النِّسَاءُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۲-اسلامی معاشرت کے چند آداب واحکام

سورۃ الاحزاب (آیت ۵۳) میں اسلامی معاشرت کے چند آداب واحکام بیان ہوئے ہیں، فرمایا: ''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل مت ہوؤ، مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے، نہ انتظار کرنے والے ہوؤ تم اس کے پکنے کا یعنی بے اجازت تو جاؤ مت، اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے نہ پہنچ جاؤ، بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تب جاؤ یعنی دعوت کا جو وقت دیا جائے اس وقت پر پہنچو، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، اور باتوں میں جی لگا کر بیٹھے نہ رہو، اس سے نبی ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے، پس وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے''

اس آیت میں تین آداب واحکام ہیں: ۱- بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں نہ جانا۔ ۲- دعوت ہو تب بھی وقت سے پہلے نہ پہنچ جانا۔ ۳- کھانے سے فارغ ہو کر منتشر ہو جانا، تاکہ اہل خانہ آرام کر سکیں اور گھر والے کھانا کھا سکیں۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ کی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تین روایتیں ذکر کی ہیں:

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کی اپنی بیویوں میں سے ایک بیوی کے ساتھ رخصتی عمل میں آئی (یہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا واقعہ ہے) پس آپ ؐ نے مجھے بھیجا، میں نے لوگوں

کو کھانے کے لئے بلایا، پس جب وہ کھا چکے اور نکل گئے تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف چلے، پس دو شخصوں کو بیٹھا ہوا دیکھا یعنی حضرت زینبؓ کے کمرے میں دو شخص بیٹھے تھے، پس آپؐ لوٹ کر واپس آئے، پس وہ دونوں شخص اٹھے، اور نکل گئے، پس مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور حدیث میں لمبا مضمون ہے۔

حدیث (۲): اشہل کہتے ہیں: ہم سے عبداللہ بن عون نے عمرو بن سعید سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی (ابنُ عون: مبتدا اور حدثناہ خبر ہے) وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا، آپؐ ایک بیوی صاحبہ کے دروازے پر آئے جس کے ساتھ زفاف عمل میں آیا تھا، پس اچانک اس عورت کے پاس کچھ لوگ تھے، پس آپؐ چلے اور اپنی حاجت پوری کی، پس آپؐ روک لئے گئے، پھر آپؐ لوٹے، اور اس عورت کے پاس کچھ لوگ تھے، پس آپ چلے اور اپنی حاجت پوری کی، پس لوٹے درانحالیکہ وہ لوگ نکل چکے تھے۔ انسؓ کہتے ہیں: پس آپ داخل ہوئے، اور میرے اور اپنے درمیان پردہ چھوڑ دیا۔ انسؓ کہتے ہیں: پس میں نے اس کا ابو طلحہؓ سے ذکر کیا، انسؓ کہتے ہیں: پس ابوطلحہؓ نے کہا: اگر ایسا ہوا ہے جیسا تم بیان کرتے ہو تو ضرور اس معاملہ میں کوئی وحی اترے گی، انسؓ کہتے ہیں: پس پردہ کی آیت نازل ہوئی (حجاب کی آیتیں یہاں سے شروع ہوتی ہیں)

حدیث (۳): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے نکاح کیا، پس آپؐ نے اپنی بیوی کے ساتھ زفاف فرمایا، انسؓ کہتے ہیں: پس میری والدہ ام سلیمؓ نے ملیدہ تیار کیا (الحَیْس: کھجور، پنیر (یا ستو) اور گھی ملا کر بنایا ہوا کھانا) پس اس کو ایک بڑے برتن میں گردانا، پس انھوں نے کہا: انس! اس کو نبی ﷺ کے پاس لے جا، اور آپؐ سے کہہ: ''یہ میری امی نے آپؐ کے پاس بھیجا ہے، اور وہ آپؐ کو سلام کہتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ یہ ہماری طرف سے آپؐ کے لئے ایک معمولی چیز ہے، اے اللہ کے رسول!'' انسؓ کہتے ہیں: پس میں اس کو نبی ﷺ کے پاس لے گیا، اور میں نے کہا: ''میری امی آپؐ کو سلام کہتی ہیں، اور کہتی ہیں: یہ آپؐ کے لئے ہماری طرف سے معمولی چیز ہے'' پس آپؐ نے فرمایا: ''اس کو رکھ دو'' پھر فرمایا: میرے لئے فلاں، فلاں اور فلاں کو اور جس سے تمہاری ملاقات ہو بلا لاؤ، اور آپؐ نے چند آدمیوں کے نام لئے۔ انسؓ کہتے ہیں: پس میں نے ان لوگوں کو بلایا جن کا آپؐ نے نام لیا تھا، اور جس سے میری ملاقات ہوئی ...... جعد راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا: ان لوگوں کی تعداد کیا تھی؟ انھوں نے کہا: تقریباً تین سو، انسؓ کہتے ہیں: اور مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے انس! وہ بڑا برتن لاؤ'' انسؓ کہتے ہیں: پس لوگ داخل ہوئے یہاں تک کہ چبوترہ اور کمرہ بھر گیا، پس آپؐ نے فرمایا: ''چاہئے کہ دس دس آدمی حلقہ بنالیں، اور چاہئے کہ ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے'' آپؐ نے فرمایا: ''کھاؤ'' یہاں تک کہ سب شکم سیر ہو گئے، انسؓ کہتے ہیں: پس ایک جماعت نکل گئی، اور دوسری آئی، یہاں تک کہ سب نے کھالیا، انسؓ کہتے ہیں: پس مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے انس! اٹھالو'' پس میں نے وہ بڑا برتن اٹھالیا، پس میں نہیں جانتا کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت زیادہ

تھا جب میں نے اٹھایا؟......انسؓ کہتے ہیں: اور ان میں سے کچھ لوگ نبی ﷺ کے گھر میں بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے، اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، اور آپؐ کی اہلیہ صاحبہ دیوار کی طرف اپنا منہ کئے ہوئے تھیں، پس لوگ نبی ﷺ پر بھاری ہو گئے، پس نبی ﷺ نکلے، اور آپؐ نے اپنی بیویوں کو سلام کیا، پھر آپؐ لوٹے، پس جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ لوٹ آئے ہیں تو انھوں نے گمان کیا کہ وہ نبی ﷺ پر بوجھ بن گئے ہیں تو انھوں نے دروازے کی طرف سبقت کی اور وہ سارے نکل گئے، اور نبی ﷺ آئے یہاں تک کہ آپؐ نے پردہ لٹکا دیا، اور آپؐ اندر تشریف لے گئے، اور میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا، پس آپؐ نہیں ٹھہرے مگر تھوڑی دیر، یہاں تک کہ آپؐ میری طرف نکلے، اور یہ آیتیں اتاری گئیں، پس آپؐ نکلے، اور ان کو لوگوں کے سامنے پڑھا: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ إِنَاهُ، وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا، فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا، وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ، إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ﴾......جعد کہتے ہیں: حضرت انسؓ نے کہا: ''میں لوگوں میں ان آیات کے ساتھ سب سے زیادہ قریب زمانہ والا ہوں'' یعنی نزولِ آیات کے وقت میں نبی ﷺ کے پاس حاضر تھا اور کوئی وہاں موجود نہیں تھا۔ اور نبی ﷺ کی ازواج پردے میں کر دی گئیں یعنی ان آیات کے نزول پر ازواج مطہرات نے پردہ شروع کر دیا۔

تشریح: حضرت زینبؓ کے ولیمہ کا اور نزولِ حجاب کا یہ واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مختلف طرح سے مروی ہے، کیونکہ جب کوئی واقعہ بار بار بیان کیا جاتا ہے اور روایت بالمعنی ہو تو بعض معمولی باتوں میں تقدیم و تاخیر اور تبدیلی ہو جاتی ہے۔ ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں آپؐ نے ایک بکری ذبح کی تھی اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی ملیدہ بنا کر بھیجا تھا، یہ گویا اس دعوت کا ''میٹھا'' تھا۔ ان دونوں کھانوں میں برکت ہوئی، تقریباً تین سو آدمیوں نے ان کو شکم سیر ہو کر کھایا، پھر جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو چلے گئے، مگر چند صحابہ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے، آپؐ تنہائی چاہتے تھے اور یہ لوگ اٹھتے نہیں تھے، چنانچہ آپؐ خود اٹھ کر گھر سے نکل گئے، اور دیگر ازواج کو سلام کرنے کے لئے تشریف لے گئے، اور مقصد یہ تھا کہ جب صاحبِ خانہ گھر سے نکل جائے گا تو وہ لوگ اٹھ جائیں گے، مگر ان کو احساس نہ ہوا، آپ سب ازواج کے یہاں ہو کر لوٹے تو بھی وہ لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، آپؐ گھر آ کر پھر لوٹ گئے، جب دوسری مرتبہ لوٹے تو ان لوگوں کو احساس ہوا، اور وہ جلدی سے گھر سے نکل گئے، آپؐ گھر میں داخل ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا یعنی تنہائی کر لی، اندر یہ آیتیں نازل ہوئیں، اور آپؐ نے باہر آ کر لوگوں کو یہ آیتیں سنائیں۔

[۳۲۴۱-] حدثنا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ، نَا أَبِيْ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: بَنَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِامْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَنِيْ، فَدَعَوْتُ قَوْمًا إِلَى الطَّعَامِ،

فَلَمَّا أَكَلُوْا وَخَرَجُوْا، قَامَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُنْطَلِقًا قِبَلَ بَيْتِ عَائِشَةَ، فَرَآی رَجُلَيْنِ جَالِسَيْنِ، فَانْصَرَفَ رَاجِعًا، فَقَامَ الرَّجُلَانِ، فَخَرَجَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّآ أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ إِنَاهُ﴾ وفی الحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ بَيَانٍ، وَرَوَى ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ هٰذَا الحديثَ بِطُوْلِهِ.

[۳۲۴۲-] حدثنا مُحمدُ بْنُ المُثَنَّى، نَا أَشْهَلُ بْنُ حَاتِمٍ، قَالَ: ابْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَاهُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النبيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَأَتَى بَابَ امْرَأَةٍ عَرَّسَ بِهَا، فَإِذَا عِنْدَهَا قَوْمٌ، فَانْطَلَقَ، فَقَضَى حَاجَتَهُ، فَاحْتُبِسَ، ثُمَّ رَجَعَ، وَعِنْدَهَا قَوْمٌ، فَانْطَلَقَ فَقَضَى حَاجَتَهُ، فَرَجَعَ، وَقَدْ خَرَجُوْا، قَالَ: فَدَخَلَ، وَأَرْخَى بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ سِتْرًا، قَالَ: فَذَكَرْتُهُ لِأَبِيْ طَلْحَةَ، قَالَ: فَقَالَ: لَئِنْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَيُنْزَلَنَّ فِيْ هٰذَا شَيْئٌ، قَالَ: فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الوَجْهِ، وَعَمْرُو بْنُ سَعِيْدٍ: يُقَالُ لَهُ الأَصْلَعُ.

[۳۲۴۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، نَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنِ الْجَعْدِ: أَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَدَخَلَ بِأَهْلِهِ، قَالَ: فَصَنَعَتْ أُمِّيْ أُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا، فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرٍ، فَقَالَتْ: يَا أَنَسُ! اذْهَبْ بِهٰذَا إِلَى النبيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقُلْ لَهُ: بَعَثَتْ بِهٰذَا إِلَيْكَ أُمِّيْ، وَهِيَ تُقْرِؤُكَ السَّلَامَ، وَتَقُوْلُ: إِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ، يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: فَذَهَبْتُ بِهِ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقُلْتُ: إِنَّ أُمِّيْ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَتَقُوْلُ: إِنَّ هٰذَا مِنَّالَكَ قَلِيْلٌ! فَقَالَ: "ضَعْهُ"، ثُمَّ قَالَ: "اذْهَبْ، فَادْعُ لِيْ فُلَانًا، وَفُلَانًا، وَفُلَانًا، وَمَنْ لَقِيْتَ" وَسَمَّى رِجَالًا، قَالَ: فَدَعَوْتُ مَنْ سَمَّى، وَمَنْ لَقِيْتُ.

قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: عَدَدُ كَمْ كَانُوْا؟ قَالَ: زَهَاءُ ثَلَا ثُمِائَةٍ، قَالَ: وَقَالَ لِيْ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: يَا أَنَسُ! هَاتِ بِالتَّوْرِ، قَالَ: فَدَخَلُوْا حَتَّى امْتَلَأَتِ الصُّفَّةُ وَالْحُجْرَةُ، فَقَالَ: رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: لِيَتَحَلَّقْ عَشْرَةٌ عَشْرَةٌ، وَلْيَأْكُلْ كُلُّ إِنْسَانٍ مِمَّا يَلِيْهِ، قَالَ: فَأَكَلُوْا، حَتَّى شَبِعُوْا.

قَالَ: فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ، وَدَخَلَتْ طَائِفَةٌ، حَتَّى أَكَلُوْا كُلُّهُمْ، قَالَ: فَقَالَ لِيْ: يَا أَنَسُ! ارْفَعْ، قَالَ: فَرَفَعْتُ، فَمَا أَدْرِيْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ أَكْثَرَ أَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ؟

قَالَ: وَجَلَسَ طَوَائِفُ مِنْهُمْ، يَتَحَدَّثُوْنَ فِيْ بَيْتِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَرَسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسٌ، وَزَوْجَتُهُ مُوَلِّيَةٌ وَجْهَهَا إِلَى الْحَائِطِ، فَثَقُلُوْا عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَخَرَجَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَسَلَّمَ عَلَى نِسَائِهِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَلَمَّا رَأَوْا رسولَ اللّٰهِ

صلى الله عليه وسلم قَدْ رَجَعَ، ظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ ثَقُلُوْا عَلَيْهِ، فَابْتَدَرُوْا الْبَابَ، فَخَرَجُوْا كُلُّهُمْ، وَجَاءَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتّٰى أَرْخَى السِّتْرَ، وَدَخَلَ، وَأَنَا جَالِسٌ فِي الْحِجْرَةِ، فَلَمْ يَلْبَثْ إِلاَّ يَسِيْرًا حَتّٰى خَرَجَ عَلَيَّ، وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَاتُ، فَخَرَجَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله لعيه وسلم فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلاَّ أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ إِنَاهُ، وَلٰكِنْ إِذَادُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا، فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا، وَلاَ مُسْتَأْنِسِين لِحَدِيْثٍ، إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِيَّ﴾ إِلى آخرِ الآيَةِ.

قَالَ الجَعْدُ: قَالَ أنَس: أَنَا أَحْدَثُ النَّاسِ عَهْدًا بِهٰذِهِ الآيَاتِ، وَحُجِبْنَ نِسَاءُ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَالْجَعْدُ: هُوَ ابْنُ عُثْمَانَ، وَيُقَالُ: هُوَ ابْنُ دِيْنَارٍ، وَيُكْنَى أَبَا عُثْمَانَ، بَصْرِيٌّ، وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ، رَوَى عَنْهُ يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَشُعْبَةُ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ.

۱۳- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا طریقہ

سورۃ الاحزاب (آیت ۵۶) میں ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ، وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾: بیشک اللہ تعالیٰ اور ان کے فرشتے ان پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں (پس) اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو......صلاۃ کے اصل معنی ہیں: انتہائی درجہ کا میلان، اور نسبت کے اختلاف سے اس کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں، اس کی تفصیل کتاب الصلاۃ کے شروع (تحفہ ۲: ۴۳۷) میں گذر چکی ہے، وہاں دیکھ لی جائے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ: جن کو خواب میں نماز والی اذان دکھلائی گئی ہے: ان کے صاحبزادے محمد کہتے ہیں کہ ان کو حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہمارے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے، پس آپ سے بشیر بن سعدؓ نے پوچھا: ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، پس ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ راوی کہتے ہیں: پس آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ شخص نہ پوچھتا (تو بہتر تھا) پھر آپ نے فرمایا: ''کہو: اللّٰهم صلِّ على محمد وعلى آل محمد، كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم، وبارك على محمد وعلى آل محمد، كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم، فى العالمين، إنك حميد مجيد: اے اللہ! رحمتِ خاصہ نازل فرما محمد پر اور محمدؐ کے خاندان پر، جس طرح آپ نے رحمتِ خاصہ نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کے خاندان پر، اور برکت فرما محمدؐ پر اور محمدؐ کے خاندان پر، جس طرح آپ نے برکت فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کے خاندان پر، تمام جہانوں میں یعنی جس طرح تمام دنیا جہاں کے لوگوں میں ابراہیمؑ کو اور ابراہیم کے خاندان کو رحمت و برکت کے ساتھ خاص فرمایا، اسی طرح ان دونوں کے ساتھ محمدؐ کو اور محمد کے خاندان کو خاص فرما، بیشک آپ ستودہ اور بزرگ ہستی ہیں......اور سلام

اس طرح بھیجو جس طرح تم (التحیات میں) سکھائے گئے ہو۔

تشریح: درود کے صیغے روایتوں میں مختلف آئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی درود بھیج سکتے ہیں، بلکہ نئے الفاظ سے بھی درود بھیجنا جائز ہے، اور حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت میں جو درود آیا ہے وہ پہلے (حدیث ۴۹۴ تحفہ ۲: ۳۴۶ میں) گذر چکا ہے...... اور ہر وہ درود جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے: وہ درودِ ابراہیمی ہے، اور وہ سب سے افضل درود ہے، ہم نماز میں وہی درود بھیجتے ہیں۔

[۳۲۴۴-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِيُّ، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ: أَنَّ مُحمدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ - وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ الَّذِىْ كَانَ أُرِىَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ - أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أَتَانَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَنَحْنُ فِىْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ بَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ: أَمَرَنَا اللّٰهُ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: فَسَكَتَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" قُوْلُوْا: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحمدٍ، وَعَلَى آلِ مُحمدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحمدٍ، وَعَلَى آلِ مُحمدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، فِى الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عُلِّمْتُمْ"

وفى الباب: عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِىْ حُمَيْدٍ، وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، وَطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَأَبِىْ سَعِيْدٍ، وَزَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ، وَيُقَالُ: ابْنُ جَارِيَةَ، وَبُرَيْدَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۱۴- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایذا دہی کا واقعہ

سورۃ الاحزاب کے آخر میں (آیت ۶۹) ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ آذَوْا مُوْسَى، فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا، وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾: اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے (تہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذاء پہنچائی، پس ان کو اللہ تعالیٰ نے بری ثابت کر دیا، اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے معزز تھے!

اور تہمت تراشنے کا واقعہ یہ ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام شرمیلے بہت پردہ کرنے والے آدمی تھے، ان کے شرم کرنے کی وجہ سے ان کی کھال سے کوئی چیز نہیں دیکھی جاتی تھی، پس ان کو تکلیف پہنچائی بنی اسرائیل میں سے جس نے تکلیف پہنچائی، ان لوگوں نے کہا: نہیں پردہ کرتے موسیٰ اس قدر پردہ کرنا، مگر ان کی کھال میں کسی عیب کی وجہ سے: یا تو برص ہے، یا خصیوں میں پانی بھر گیا ہے، یا کوئی اور آفت ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو بری کر دیں اس بات سے

جوانھوں نے کہی، اور بیشک موسیٰ علیہ السلام ایک دن بالکل تنہا ہوئے، پس انھوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھے، پھر وہ نہائے، پس جب وہ فارغ ہوئے تو اپنے کپڑوں کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ ان کو لیں، اور بیشک پتھر دوڑنے لگا ان کے کپڑے لے کر، پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی لی، اور پتھر کا پیچھا کیا، پس وہ کہنے لگے: پتھر میرے کپڑے! پتھر میرے کپڑے! یہاں تک کہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچ گیا۔ پس انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگے ہونے کی حالت میں دیکھا، درانحالیکہ آپ بناوٹ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے اچھے تھے، اور آپ ان باتوں سے پاک تھے جو وہ کہا کرتے تھے...... راوی کہتا ہے: اور پتھر رک گیا، پس آپ نے اپنے کپڑے لئے اور ان کو پہن لیا، اور پتھر کو اپنی لاٹھی سے مارنا شروع کیا، پس بخدا! پتھر میں یقیناً اثر ہے ان کی لاٹھی کے اثر سے: تین یا چار یا پانچ یعنی پتھر میں اتنے نشان پڑ گئے، یہ واقعہ بیان فرما کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کی مذکورہ آیت کا یہی مطلب ہے'' یعنی اس میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

تشریحات:

۱- موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے کے اور بھی واقعات پیش آئے ہیں، مثلاً: بنی اسرائیل کا آپ سے یہ کہنا کہ آپ اور آپ کے رب جایئے، اور عمالقہ سے لڑیئے، ہم تو یہاں سے سرکنے والے نہیں! (المائدہ آیت ۲۴) اور ان کا یہ کہنا کہ ہمارے لئے بھی ایسا (مجسم) معبود بنادیجئے جیسا ان مورتی پجاریوں کے لئے ہے (الاعراف ۱۳۸) یا بنی اسرائیل کے بے وقوفوں کا یہ کہنا کہ موسیٰ نے طور پر لے جا کر ہمارے ستر آدمیوں کو مار ڈالا، اور ان ستر کا یہ کہنا کہ ہم نے آواز تو سنی ہے، مگر اللہ کو دیکھا نہیں (الاعراف ۱۵۵) وغیرہ بہت سے ایذا رسانی کے واقعات پیش آئے ہیں، ان میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے جو متفق علیہ حدیث میں آیا ہے۔

۲- انبیائے کرام عالی نسب ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے، تاکہ لوگ ان کی طرف التفات کریں، چنانچہ کبھی گرے پڑے نسب میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے، اسی طرح انبیاء میں کوئی ایسا جسمانی عیب بھی نہیں ہوتا جس سے لوگوں کو گھن آئے، چنانچہ کوئی نبی اندھا، بہرا، لونجا اور گونگا نہیں ہوا، اور ایوب علیہ السلام کو بہ حکمتِ الٰہی جو ابتلاء پیش آیا تھا وہ چند روز کی تکلیف تھی، پھر وہ ختم ہوگئی تھی، اور حالت پہلے سے بہتر ہوگئی تھی۔

۳- اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو جو فہمائش کی گئی ہے اس کا سلسلہ (آیت ۵۷) سے چلا آرہا ہے، ازواج مطہرات (عائشہ، صفیہ اور زینب رضی اللہ عنہن) کے معاملات میں منافقوں نے آپؐ کو بے حد تکلیف پہنچائی ہے، چنانچہ اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ ایسی حرکتوں اور ایسی باتوں سے احتراز کریں، کیونکہ اللہ کے رسول کو اذیت پہنچانے والے کا انجام برا ہوتا ہے۔

۴- ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ سے ثابت ہوا کہ بعض بندوں کی اللہ کے نزدیک ''حیثیت'' ہوتی ہے، عزت

کے اسی مقام کے لئے شجروں میں بجاہِ فلان استعمال کیا گیا ہے، مگر اب لفظ جاہ کے معنی بدل گئے ہیں، اس کا استعمال لفظ جلال کے ساتھ ہوتا ہے اور جاہ وجلال کے معنی ہیں: دبدبہ، اور اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کا دبدبہ نہیں چلتا، پس اب بزرگوں کے شجروں میں اس لفظ کا استعمال مناسب نہیں، جیسے لفظ میاں کسی زمانہ میں بہت بڑی ہستی کے معنی میں استعمال ہوتا تھا، اس وقت لوگ اللہ میاں کہتے تھے، مگر اب 'میاں' شوہر کے لئے خاص ہوکر رہ گیا ہے، اس لئے اب عام طور پر لوگ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال نہیں کرتے، یہی حال لفظ جاہ کا ہوگیا ہے، اب عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں اس کے معنی بدل گئے ہیں، اس لئے اس سے احتراز اولی ہے۔

[۳۲۴۵-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنِ الْحَسَنِ، وَمُحمدٍ، وَخِلاَسٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّ مُوْسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ كَانَ رَجُلاً حَيِيًّا سِتِّيْرًا، مَا يُرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْئٌ اسْتِحْيَاءً مِنْهُ، فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ، فَقَالُوْا: مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ: إِمَّا بَرَصٌ، وَإِمَّا أُدْرَةٌ، وَإِمَّا آفَةٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوْا، وَإِنَّ مُوْسَى خَلاَ يَوْمًا وَحْدَهُ، فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى حَجَرٍ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلَى ثِيَابِهِ، لِيَأْخُذَهَا، وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ، فَأَخَذَ مُوْسَى عَصَاهُ، فَطَلَبَ الْحَجَرَ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: ثَوْبِىْ حَجَرُ! ثَوْبِىْ حَجَرُ! حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَلأٍ مِنْ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ، فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا، أَحْسَنَ النَّاسِ خَلْقًا، وَأَبْرَأَهُ مِمَّا كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ.

قَالَ: وَقَامَ الْحَجَرُ، فَأَخَذَ ثَوْبَهُ، فَلَبِسَهُ، وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ، فَوَ اللّٰهِ إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ أَثَرِ عَصَاهُ ثَلاَثًا، أَوْ أَرْبَعًا، أَوْ خَمْسًا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ آذَوْا مُوْسَى، فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا، وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

سورةُ سَبَأٍ

سورۂ سبا کی تفسیر

۱- سبا ایک آدمی کا نام ہے، جس سے دس عرب قبیلے وجود میں آئے

سورۂ سبا (آیات ۱۵-۲۱) میں قوم سبا کا ذکر آیا ہے، سبا: بہت سے قحطانی قبائل کا جدامجد ہے، کہتے ہیں: اس کا اصل نام عبد شمس تھا، وہ جنگیں بہت لڑتا تھا اور لوگوں کو قید کرتا تھا: اس لئے سبا سے مشہور ہوگیا۔ سَبَا عَدُوَّہ کے معنی ہیں: قید کرنا۔

حدیث: حضرت فروہ غُطیفی مرادی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! کیا میں نہ لڑوں ان لوگوں سے جنھوں نے میری قوم میں سے پیٹھ پھیری ہے، ان لوگوں کے ذریعہ جوان میں سے متوجہ ہوئے ہیں؟ یعنی میں اپنے قبیلہ کے مؤمنوں کو ساتھ لے کر کفار سے جہاد نہ کروں؟ آپؐ نے مجھے ان کے ساتھ لڑنے کی اجازت دیدی، اور مجھے امیر مقرر کردیا، پس جب میں آپؐ کے پاس سے نکلا تو آپؐ نے میرے بارے میں پوچھا کہ غطیفی نے کیا کیا؟ یعنی وہ ہے یا چلا گیا؟ پس آپؐ بتلایئے گئے کہ میں روانہ ہو چکا ہوں۔ فروہ کہتے ہیں: پس آپؐ نے میرے پیچھے آدمی بھیجا اور مجھے واپس بلایا، میں آپؐ کے پاس واپس آیا درانحالیکہ آپؐ اپنے صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے فرمایا: ''قوم کو اسلام کی دعوت دو، جو ان میں سے اسلام لے آئے اس سے اسلام قبول کرلو، اور جو اسلام نہ لائے ان کے بارے میں جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ میں آپ کو حکم دوں''

فروہ کہتے ہیں: اور سبا کے بارے میں اتارا گیا جو اتارا گیا یعنی ان کے بارے میں سورۂ سبا کی آیات (۱۵-۲۱) نازل ہوئیں تو ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! سبا کیا ہے؟ کوئی زمین ہے یا عورت؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ نہ زمین ہے نہ عورت، بلکہ مرد ہے، جس نے عرب کے دس قبیلے جنے ہیں، ان میں سے چھ یمن میں بس گئے، اور ان میں سے چار شام میں چلے گئے، پس رہے وہ جو شام میں بسے: وہ لخم، جذام، غسان اور عاملہ ہیں، اور رہے وہ جو یمن میں بسے: وہ ازد، اشعر، کندہ، مذحج اور انمار ہیں'' پس ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! انمار کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''جن سے خثعم اور بجیلہ ہیں'' (اس حدیث کی یہی ایک سند ہے مگر سند ٹھیک ہے)

[۳۵-] سُوْرَةُ سبأ

[۳۲۴۶-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالاَ: نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَكَمِ النَّخَعِيِّ، قَالَ: ثَنِيْ أَبُوْ سَبْرَةَ النَّخَعِيُّ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ الْمُرَادِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَلاَ أُقَاتِلُ مَنْ أَدْبَرَ مِنْ قَوْمِيْ بِمَنْ أَقْبَلَ مِنْهُمْ؟ فَأَذِنَ لِيْ فِيْ قِتَالِهِمْ، وَأَمَّرَنِيْ، فَلَمَّا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ، سَأَلَ عَنِّيْ: مَا فَعَلَ الغُطَيْفِيُّ؟ فَأُخْبِرَ أَنِّيْ قَدْ سِرْتُ، قَالَ: فَأَرْسَلَ فِيْ أَثَرِيْ، فَرَدَّنِيْ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِيْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: ادْعُ الْقَوْمَ، فَمَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ فَأَقْبَلْ مِنْهُ، وَمَنْ لَمْ يُسْلِمْ فَلاَ تَعْجَلْ حَتَّى أُحْدِثَ إِلَيْكَ''

قَالَ: وَأُنْزِلَ فِيْ سَبَأٍ مَا أُنْزِلَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَارسولَ اللّٰهِ! وَمَا سَبَأٌ: أَرْضٌ أَوِ امْرَأَةٌ؟ قَالَ: ''لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلاَ امْرَأَةٍ، وَلٰكِنَّهُ رَجُلٌ وَلَدَ عَشْرَةً مِنَ الْعَرَبِ، فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ، وَتَشَاءَ مَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ، فَأَمَّا الَّذِيْنَ تَشَاءَ مُوْا: فَلَخْمٌ، وَجُذَامٌ، وَغَسَّانُ، وَعَامِلَةُ، وَأَمَّا الَّذِيْنَ تَيَامَنُوْا: فَالأَزْدُ، وَالأَشْعَرُوْنَ، وَحِمْيَرُ، وَكِنْدَةُ، وَمَذْحِجٌ، وَأَنْمَارٌ'' فَقَالَ رَجُلٌ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَا أَنْمَارٌ؟ قَالَ: ''الَّذِيْنَ مِنْهُمْ خَثْعَمُ، وَبَجِيْلَةُ''، هٰذَا حديثٌ غريبٌ حسنٌ.

۲-جب حکم الٰہی نازل ہوتا ہے تو فرشتوں کا کیا حال ہوتا ہے؟

سورۃ سبا (آیت ۲۳) ہے: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ، حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ، قَالُوْا: مَاذَا، قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾: اور اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کار آمد نہیں، مگر اس کے لئے جس کے لئے وہ سفارش کی اجازت دیں، یہاں تک کہ جب ان (فرشتوں) کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ (نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے) پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا حکم دیا؟ وہ جواب دیتے ہیں: برحق فرمایا! اور وہ عالی شان سب سے بڑے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کے پہلے جزء میں ان مشرکین کی تردید ہے جو اپنی مورتیوں کو سفارشی مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں: یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، یہ جس کی سفارش کریں گے اس کا بیڑا پار ہو جائے گا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ: هٰؤُلَآءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾: اور وہ کہتے ہیں: یہ مورتیاں ہمارے لئے سفارشی ہیں اللہ کے یہاں (یونس ۱۸) ان لوگوں سے اس آیت میں کہا گیا کہ اللہ کے یہاں سفارش کار آمد نہیں، مگر اس کے لئے جس کے لئے وہ سفارش کی اجازت دیں۔

اس کے بعد سوالِ مقدر کے جواب کے طور پر فرشتوں کا حال بیان کیا ہے:

سوال: قیامت کے دن کچھ بندوں کو سفارش کی اجازت ملے گی، اور ان کی سفارش قبول بھی کی جائے گی، یہ اجازت ظاہر ہے کہ مقبولانِ بارگاہ الٰہی کو ملے گی، پس ثابت ہوا کہ کچھ بندے مقبولِ بارگاہ ہیں، یہی بات مشرکین کہتے ہیں، ان کے نزدیک ان کی مورتیاں مقبول بارگاہ ہیں، وہ جو چاہیں گے اللہ سے کرالیں گے۔

جواب: بیشک کچھ بندے مقبولِ بارگاہ ہیں، مگر وہ زبردست نہیں ہیں کہ جو چاہیں کرالیں، مثلاً: ملائکہ مقبولِ بارگاہ ہیں، مگر ان کا حال یہ ہے کہ جب حکم الٰہی نازل ہوتا ہے تو ان میں تاب نہیں رہتی، وہ مدہوش سے ہو جاتے ہیں، پھر جب ان کے حواس بحال ہوتے ہیں تو وہ اوپر والے فرشتوں سے حکم الٰہی کی تفصیلات معلوم کرتے ہیں، اور اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

یہ مضمون آیت کریمہ میں مختصر آیا ہے، اس کی تفصیل حدیث شریف میں ہے، مگر امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسبِ عادت حدیث مختصر لکھی ہے، بخاری شریف میں یہ حدیث مفصل ہے، وہی ذیل میں لکھی جاتی ہے:

حدیث (۱): جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں یعنی فرشتوں کو اس امر کی وحی کی جاتی ہے، تو فرشتے اپنے پر مارتے ہیں، وحی کے سامنے عاجزی اور فروتنی ظاہر کرنے کے لئے (اور ان کا حال مدہوش جیسا ہو جاتا ہے) گویا وہ وحی چکنے پتھر پر لوہے کی زنجیر ہے، یعنی فرشتوں کو ایسی آواز سنائی دیتی ہے جیسی چکنے پتھر پر لوہے کی زنجیر کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے، پھر جب ان کے دلوں میں گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ اوپر والے فرشتے جواب دیتے ہیں: برحق فرمایا! یعنی اوپر والے

فرشتے نیچے والے فرشتوں کو امرِ الٰہی سے آگاہ کرتے ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کا فرمان برحق ہے، اور اللہ تعالیٰ برتر اور بڑے ہیں!

پس ان کلمات کو بات چرانے والے جنات سنتے ہیں۔ اور بات چرانے والے جنات اس طرح ان کے بعض بعض پر ہوتے ہیں — اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اس کو اپنی ہتھیلی سے سمجھایا، انھوں نے ہتھیلی کو گمایا یعنی اس کو اپنی طرف کیا، اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی کی اور سمجھایا کہ اس طرح وہ اوپر نیچے فاصلہ سے ہوتے ہیں — پس جنّی کوئی بات سن لیتا ہے، اور وہ اس کو اس جنّی کی طرف ڈالتا ہے جو اس سے نیچے ہے، پھر وہ دوسرا اس کو اس جنّی کی طرف ڈالتا ہے جو اس سے نیچے ہے، یہاں تک کہ آخری جنّی اس بات کو جادوگر کی طرف یا فرمایا: غیب کی خبریں دینے والے کی طرف ڈالتا ہے، پس کبھی تو آگ کا دہکتا ہوا انگارہ پالیتا ہے اس سے پہلے کہ وہ اس بات کو ڈالے، اور کبھی وہ اس بات کو ڈال دیتا ہے، اس سے پہلے کہ وہ انگارہ اس کو پالے، پس کاہن اس بات کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے، پس کہا جاتا ہے: اس نے ہم سے فلاں فلاں دن فلاں فلاں بات کہی تھی، پس اس کی تصدیق کی جاتی ہے اس بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی ہے یعنی ایک بات کے سچ ہونے کی وجہ سے اس کی ساری باتیں مان لی جاتی ہیں (بخاری حدیث ۴۷۰۱ و ۴۸۰۰)

حدیث (۲): حضرت علی زین العابدین (جو اعلیٰ درجہ کے ثقہ راوی ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ابن عباسؓ نے فرمایا: دریں اثنا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک ستارہ ٹوٹا، جس سے فضاء روشن ہوگئی، آپؐ نے پوچھا: ''اس طرح کے موقعہ پر آپ لوگ زمانۂ جاہلیت میں کیا کہا کرتے تھے، جبکہ آپ لوگ اس کو دیکھتے تھے؟'' (سوال کا مقصد جاننا نہیں تھا، نبی ﷺ جانتے تھے کہ کیا کہا جاتا تھا، بلکہ سوال کا مقصد اس بات کا استحضار اور اس خیال کی تردید ہے) لوگوں نے جواب دیا: ہم کہا کرتے تھے: کوئی بڑا آدمی مرے گا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا: ''نہ کسی کی موت کے لئے ستارہ ٹوٹتا ہے نہ پیدا ہونے کے لئے، بلکہ ہمارے پروردگار — جن کا نام پاک برکت والا ہے اور جن کی شان بلند ہے — جب کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں تو حاملینِ عرش فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں، پھر اس آسمان کے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں جو ان سے متصل ہے، پھر وہ جو ان سے متصل ہے، یہاں تک کہ تسبیح اس آسمانِ دنیا تک پہنچتی ہے، پھر چھٹے آسمان والے: ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس وہ ان کو بتلاتے ہیں، پھر ہر آسمان والے دریافت کرتے ہیں، یہاں تک کہ خبر آسمانِ دنیا والوں تک پہنچتی ہے...... اور شیاطین بات کو جھپٹ لیتے ہیں، پس وہ دہکتے انگارے سے مارے جاتے ہیں (یہ ٹوٹنے والے ستارے کی حقیقت ہے) پس شیاطین اس بات کو اپنے دوستوں کی طرف ڈالتے ہیں، پس جو بات شیاطین کے دوست بتاتے ہیں ٹھیک طرح سے وہ سچ ہوتی ہے، مگر شیاطین کے دوست اس میں تحریف کردیتے ہیں، اور اس میں اضافہ کردیتے ہیں''

تشریح: اس حدیث کی سند اعلی درجہ کی ہے، اور یہ حدیث مسند احمد میں ہے، باقی کتب خمسہ میں نہیں ہے، البتہ یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ اُن بعض انصار سے بھی روایت کرتے ہیں جو اس موقعہ پر نبی ﷺ کے ساتھ تھے، یہ روایت مسلم شریف (حدیث ۲۲۲۹ کتاب السلام حدیث ۱۲۴) میں ہے۔

سوال: پہلی حدیث میں ہے کہ فرشتے بے ہوش ہوجاتے ہیں، اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ تسبیح میں لگ جاتے ہیں، یعنی ان کو ہوش رہتا ہے: یہ تعارض ہے؟ نیز جب وہ ہوش میں ہوتے ہیں تو نزول وحی کے بعد نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے کیوں پوچھتے ہیں؟

جواب: فرشتے بالکل بے ہوش نہیں ہوجاتے، بلکہ وہ تسبیح میں لگ جاتے ہیں، اور اس میں اتنے منہمک ہوجاتے ہیں کہ وحی کا پوری طرح ادراک نہیں کر پاتے، اس لئے اوپر والے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں۔

[۳۲۴۷-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، عَنِ النبیِّ صلی الله عليه وسلم، قَالَ:" إِذَا قَضَى اللّٰهُ فِی السَّمَاءِ أَمْرًا، ضَرَبَتِ الْمَلاَئِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا، خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهَا سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ، قَالُوْا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا: الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ! قَالَ: وَالشَّيَاطِيْنُ بَعْضُهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۲۴۸-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الجَهْضَمِیُّ، نا عَبْدُ الأَعْلَى، نا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسٌ فِیْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، إِذْ رُمِیَ بِنَجْمٍ، فَاسْتَنَارَ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ لِمِثْلِ هٰذَا فِیْ الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ؟" قَالُوْا: كُنَّا نَقُوْلُ: يَمُوْتُ عَظِيْمٌ، أَوْ يُوْلَدُ عَظِيْمٌ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" فَإِنَّهُ لاَيُرْمَى بِهِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلاَ لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّ رَبَّنَا تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَى إِذَا قَضَى أَمْرًا: سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، حَتَّى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ إِلَى هٰذِهِ السَّمَاءِ، ثُمَّ سَأَلَ أَهْلُ السَّمَاءِ السَّادِسَةِ أَهْلَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالَ: فَيُخْبِرُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَسْتَخْبِرُ أَهْلُ كُلِّ سَمَاءٍ، حَتَّى يَبْلُغَ الخَبْرُ أَهْلَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا.

وَتَخْتَطِفُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ، فَيُرْمَوْنَ، فَيَقْذِفُوْنَهُ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ، فَمَا جَاءُوْا بِهِ عَلَى وَجْهِهِ فَهُوَ حَقٌّ، وَلٰكِنَّهُمْ يُحَرِّفُوْنَهُ وَيَزِيْدُوْنَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الحديثُ عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنَ الأَنْصَارِ، قَالُوْا: كُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم.

سُوْرَۃُ الْمَلاَئِکَۃِ

سورۃ الفاطر کی تفسیر

امتِ محمدیہ کی تین قسمیں اور تینوں جنتی ہیں

سورۃ الفاطر کی (جس کا دوسرا نام سورۃ الملائکہ ہے) آیت ۳۲ ہے:﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا، فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِہِ، وَمِنْھُمْ مُقْتَصِدٌ، وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِإِذْنِ اللّٰہِ، ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ﴾: پھر ہم نے قرآنِ کریم کا وارث بنایا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا، پس ان میں سے کچھ اپنی حق تلفی کرنے والے ہیں، اور ان میں کچھ میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں، اور ان میں سے کچھ بہ توفیقِ خداوندی نیکیوں میں ترقی کرنے والے ہیں، یہی وہ بڑی فضیلت ہے (جس کی تفصیل اگلی آیت میں ہے)

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر قرآنِ کریم اتارا، جو برحق کتاب ہے، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے (یہ آیت ۳۱ کا مضمون ہے) پھر آپؐ کے توسط سے یہ کتاب امت مسلمہ کو ملی، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا یعنی دولتِ اسلام سے ان کو نوازا، پھر زمانہ گذرنے کے ساتھ ان کی تین قسمیں ہوگئیں:

۱- اپنی حق تلفی کرنے والے: یعنی فرائض وواجبات کے تارک، اور محرمات کا ارتکاب کرنے والے۔

۲- میانہ رَو: یعنی فرائض وواجبات کو ادا کرنے والے اور محرمات سے بچنے والے۔

۳- نیکیوں میں سبک رفتار: یعنی واجبات کے ساتھ مستحبات کو بھی ادا کرنے والے، اور محرمات کے ساتھ مکروہات سے بھی بچنے والے۔

یہ تینوں قسم کے امتی بہرحال جنت میں جائیں گے، مگر کیفیتِ دخول، زمانۂ دخول اور درجات جنت کے اعتبار سے تفاوت ہوگا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ''جو سابق بالخیرات ہیں وہ تو بے حساب جنت میں جائیں گے، اور جو میانہ رَو ہیں ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا، اور اپنی حق تلفی کرنے والے یعنی اعمال میں کوتاہی کرنے والے اور گناہوں میں مبتلا ہونے والے: ان پر آخرت میں سخت رنج وغم طاری ہوگا، پھر ان کو بھی جنت میں داخلہ مل جائے گا، اور ان کے سب رنج وغم دور ہوجائیں گے (معارف القرآن ملخصاً)

حدیث: ولید سے مروی ہے کہ انھوں نے قبیلۂ ثقیف کے ایک شخص سے سنا، جو قبیلہ کنانہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے، وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''یہ سب لوگ یعنی تینوں قسمیں ایک درجہ میں ہیں، اور وہ سب جنت میں

جائیں گے“ (دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے، ایک درجہ میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب جنت میں جائیں)

تشریح: اس حدیث کی سند میں دوراوی مجہول ہیں، مگر امام ترمذیؒ نے اس کی تحسین کی ہے، کیونکہ تفسیر ابن کثیر میں اس کے بہت شواہد ہیں۔ اور آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے، دیگر تمام اقوال جو تفسیروں میں ہیں: صحیح نہیں ﴿ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ﴾ سے کفار مراد نہیں ہیں۔

[٣٦-] سُوْرَةُ الْمَلاَئِكَةِ

[٣٢٤٩-] حدثنا أَبُوْ مُوْسَى مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالاَ: نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً مِنْ ثَقِيْفٍ، يُحَدِّثُ عَنْ رَجُلٍ مِنْ كِنَانَةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا، فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ، وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ، وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللهِ﴾ قَالَ: " هٰؤُلآءِ كُلُّهُمْ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ، وَكُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةَ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ حسنٌ.

سورة يٰس

سورۂ یٰس کی تفسیر

۱- اعمال کی طرح ان کے آثار بھی لکھے جاتے ہیں

جس طرح انسان کے اعمال لکھے جاتے ہیں: اُن کے آثار بھی لکھے جاتے ہیں، اور آثار سے مراد: اعمال کے ثمرات ونتائج ہیں جو بعد میں ظاہر ہوتے ہیں، یا باقی رہتے ہیں، مثلاً: کسی عالم نے لوگوں کو دین کی تعلیم دی، شاگرد تیار کئے یا کوئی تصنیف کی تو یہ اس کے اعمال ہیں، پھر شاگردوں سے اور کتابوں سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا تو وہ اس کے آثار ہیں، یا کسی نے کوئی وقف کیا تو یہ اس کا عمل ہے، اور لوگوں نے اس سے جو فائدہ اٹھایا: وہ وقف کا اثر اور نتیجہ ہے۔

اور یہ قاعدہ صرف اعمالِ صالحہ کے لئے نہیں ہے، بلکہ برے اعمال اور ان کے برے آثار وثمرات بھی لکھے جاتے ہیں، حدیث میں ہے: ”جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا، اور جتنے آدمی اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کا بھی ثواب اس کو ملے گا، بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی آئے ...... اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا گناہ ہوگا، اور جتنے آدمی اس برے طریقے پر چلیں گے ان کا گناہ بھی اس کو ہوگا، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی آئے“ پھر نبی ﷺ نے سورۂ یٰس کی آیت ۱۲ پڑھی: ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ﴾: اور لکھتے ہیں ہم ان کاموں کو جو انھوں نے آگے بھیجے، اور وہ آثار جو

انھوں نے پیچھے چھوڑے۔

اور آثار میں نشانہائے قدم بھی آتے ہیں، حدیث میں ہے کہ آدمی نماز کے لئے جو مسجد کی طرف چلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے:

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار کا قبیلہ بنوسلمہ مدینہ کے کنارے میں بسا ہوا تھا، انھوں نے وہاں سے مسجدِ نبوی کے قریب منتقل ہونا چاہا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پیروں کے نشانات لکھے جاتے ہیں، پس منتقل مت ہوؤ'' اور آپؐ نے استشہاد کے طور پر یہ آیت پڑھی۔

۲- سورج اپنے مستقر تک چلتا رہے گا

حدیث: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں غروبِ آفتاب کے وقت مسجدِ نبوی میں پہنچا، آپؐ تشریف فرما تھے، آپؐ نے پوچھا: ابوذرؓ جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''یہ جاتا ہے، پس وہ سجدہ کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے، پس اس کو اجازت دیدی جاتی ہے، اور گویا اس سے کہا گیا: جہاں سے آیا ہے وہیں سے طلوع ہو، پس وہ اپنے ڈوبنے کی جگہ سے طلوع کرے گا، پھر آپؐ نے پڑھا: ﴿وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا﴾ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے، اور سوۃ یٰس کی اصل آیت ۳۸ اس طرح ہے: ﴿والشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ اور یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ ابواب الفتن (حدیث ۲۱۸۳ تحفہ ۵:۵۶۰) میں گذر چکی ہے، وہاں اس کی شرح کی گئی ہے۔

[۳۷-] سُوْرَة يٰس

[۳۲۵۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ وَزِيْرٍ الْوَاسِطِيُّ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْرَقُ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِىْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِى نَضْرَةَ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَتْ بَنُوْ سَلِمَةَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَدِيْنَةِ، فَأَرَادُوْا النُّقْلَةَ إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِىْ الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ﴾ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' إِنَّ آثَارَكُمْ تُكْتَبُ فَلاَ تَنْتَقِلُوْا''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ، وَأَبُوْ سُفْيَانَ: هُوَ طَرِيْفٌ السَّعْدِيُّ.

[۳۲۵۱-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِىْ ذَرٍّ، قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَالنبيُّ صلى الله عليه وسلم جَالِسٌ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: '' يَا أَبَا ذَرٍّ! أَتَدْرِىْ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ؟'' قَالَ: قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: ''فَإِنَّهَا تَذْهَبُ فَتَسْتَأْذِنُ فِيْ السُّجُوْدِ، فَيُؤْذَنُ لَهَا، وَكَأَنَّهَا قَدْ قِيْلَ لَهَا: اطْلُعِىْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا''

قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَّهَا﴾ قَالَ: وَذَلِكَ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة والصَّافَّات

سورۃ الصافات کی تفسیر

۱-قیامت کے دن جہنمیوں سے ایک سوال ہوگا

سورۃ الصافات (آیات ۲۲-۲۶) میں ہے: (فرشتوں کو حکم ہوگا:) جمع کرلو ظالموں کو یعنی کفر وشرک کے بانیوں کو اور ان کے ہم مشربوں کو یعنی ان کے تابعین کو، پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھلاؤ یعنی اُدھر ہانک کرلے جاؤ (پھر یہ حکم ہوگا:) اور ان کو (ذرا) ٹھہراؤ، ان سے کچھ پوچھنا ہے (پھر ان سے یہ سوال ہوگا:) کیا بات ہے کہ اب تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ یعنی جس طرح دنیا میں تم نے ان کو بہکایا اور اپنے پیچھے چلایا، اب ان کی دستگیری کیوں نہیں کرتے؟ بلکہ وہ سب کے سب اس روز سرافگندہ ہونگے یعنی ان سے کوئی جواب بن نہ پڑے گا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ہے کوئی (کفر وشرک کی) دعوت دینے والا، جس نے کسی چیز (گمراہی) کی طرف بلایا ہے، مگر ہوگا وہ داعی ٹھہرایا ہوا قیامت کے دن، چپکا ہوا ہوگا وہ اس مدعو سے، وہ اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکے گا، اگرچہ بلایا ہو ایک آدمی نے ایک ہی آدمی کو، پھر آپؐ نے یہ آیتیں پڑھیں: ''اور ٹھہراؤ ان کو، ان سے ایک بات پوچھنی ہے: تمہیں کیا ہوگیا جو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟!'' (یہ روایت ضعیف ہے، لیث کا حافظہ بگڑ گیا تھا، اور بشیر مجہول راوی ہے)

۲-حضرت یونس علیہ السلام کی امت کی تعداد

سورۃ الصافات (آیت ۱۴۷) میں ہے: ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾: اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا...... اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے زائد کی تفسیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: ''بیس ہزار'' (یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے) چنانچہ زائد کی اور تفسیریں بھی آئی ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہیں، ان کو اظہار شک کی کیا ضرورت ہے جو یہ فرمایا کہ وہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی؟ یعنی قطعی تعداد کیوں بیان نہ کی؟

جواب: یہ أو شک کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ بمعنی ''بھی'' ہے یعنی یونس علیہ السلام ایک بڑی امت کی طرف بھیجے گئے تھے، جن کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔

۳-پوری دنیا نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں کی اولاد ہے

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا، اس میں کشتی والوں کے علاوہ سب ہلاک ہو گئے تھے، اس کے بعد ساری دنیا کی نسل حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سے چلی، سورۃ الصافات کی (آیت ۷۷) میں ہے: ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ﴾: اور ہم نے انہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا۔ اور حدیث میں ان کے نام حام، سام اور یافث آئے ہیں (یافث: ثاء کے ساتھ بھی آیا ہے اور تاء کے ساتھ یافت بھی آیا ہے، بلکہ یفث بھی آیا ہے)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ سام: عربوں کے جدامجد ہیں، حام: حبشیوں کے، اور یافث: رومیوں کے۔

فائدہ: مؤرخین کہتے ہیں: سام کی اولاد سے: عرب اور فارس ہیں، اور حام کی اولاد سے افریقی ممالک کی کالی نسلیں ہے، اور یافث کی اولاد سے ترک، منگول اور یاجوج وماجوج ہیں (اور پہلی روایت میں سعید بن بشیر ضعیف راوی ہے اور دوسری حدیث کی سند ٹھیک ہے، مگر امام ترمذیؒ نے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا)

[۳۸-] سُوْرَةُ وَالصَّافَاتِ

[۳۲۵۲-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، نَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، نَا لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ بِشْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَا مِنْ دَاعٍ دَعَا إِلَى شَيْءٍ، إِلَّا كَانَ مَوْقُوْفًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَازِمًا لَهُ، لَايُفَارِقُهُ، وَإِنْ دَعَا رَجُلٌ رَجُلًا، ثُمَّ قَرَأَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَقِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ، مَالَكُمْ لَاتَنَاصَرُوْنَ؟﴾ هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

[۳۲۵۳-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحمدٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي العَالِيَةِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾ قَالَ: "عِشْرُوْنَ أَلْفًا" هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

[۳۲۵۴-] حدثنا مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، نَا مُحمدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَثْمَةَ، نَا سَعِيْدُ بْنُ بَشِيْرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ﴾ قَالَ: "حَامٌ، وَسَامٌ، وَيَافِثٌ" بالثَّاءِ.

قَالَ أَبُوْ عيسىٰ: وَيُقَالُ: يَافِتٌ، وَيَافِثٌ بِالتَّاءِ وَالثَّاءِ، وَيُقَالُ: يَفَثٌ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ بَشِيْرٍ.

[۳۲۵۵-] حدثنا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ العَقَدِيُّ، نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ

الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: ''سَامٌ أَبُوْ الْعَرَبِ، وَحَامٌ أَبُوْ الحَبَشِ، وَيَافِثٌ، أَبُوْ الرُّوْمِ''

سورة صٓ

سورہ صاد کی تفسیر

۱- ایک کلمہ جس سے عرب وعجم تابعدار ہوجائیں

سورہ صاد کے شروع میں ہے: ''صاد، قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے (اسلام کا) انکار کیا: تعصب ومخالفت پر اترے ہوئے ہیں یعنی نبی ﷺ تو اصلی اور فطری دین پیش کررہے ہیں، مگر منکرین تعصب وعناد پر اترے ہوئے ہیں، ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم ہلاک کرچکے ہیں، پس انھوں نے ہائے پکاری جبکہ وقتِ خلاصی نہ رہا (پس یہ منکرین بھی ہوش میں آجائیں، کہیں ان کا بھی براحشر نہ ہو!) اوران کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا (پیغمبر) آیا (حالانکہ یہ بات کچھ تعجب کی نہیں تھی، پہلے بھی انسان ہی رسول آتے رہے ہیں) اور کافروں نے کہا: یہ شخص جادوگر (اور) بڑا جھوٹا ہے! کیا اس نے بہت سے معبودوں کی جگہ ایک معبود کردیا؟ یہ بات یقیناً بڑی ہی عجیب بات ہے۔ اوران کے رؤسا یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو، اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یہ یقیناً کوئی مطلب کی بات ہے، ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں نہیں سنی، یعنی ہمارے آباء واجداد تو اس عقیدے سے واقف نہیں تھے، نہیں ہے یہ بات مگر من گھڑت!

روایت میں ان آیات کا شانِ نزول یہ آیا ہے:

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابو طالب بیمار ہوئے، پس ان کے پاس قریش کے لوگ آئے، اوران کے پاس نبی ﷺ بھی آئے (دوسری روایت میں ہے کہ رؤسائے قریش نے ابو طالب سے شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی برائی کرتا ہے، اور یہ اور یہ کہتا ہے، اس پر ابو طالب نے نبی ﷺ کو بلایا، چنانچہ آپؐ تشریف لائے) اور ابو طالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، پس ابو جہل کھڑا ہوا تاکہ وہ نبی ﷺ کو روک دے یعنی ابو جہل اس جگہ بیٹھ گیا تاکہ نبی ﷺ اپنے چچا کے قریب نہ بیٹھ سکیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بھتیجے کو دیکھ کر ابو طالب کا دل پگھل جائے!

ابن عباسؓ کہتے ہیں: اور قریش کے لوگوں نے ابو طالب کے سامنے نبی ﷺ کا شکوہ کیا، پس ابو طالب نے کہا: بھتیجے! تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ یعنی اپنی قوم کے خداؤں کی برائی کیوں کرتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا: ''میں ان سے

ایک ایسی بات چاہتا ہوں جس کی وجہ سے تمام عرب ان کے فرمان بردار ہوجائیں، اور عجم ان کو جزیہ دینے لگیں!'' ابوطالب نے پوچھا: ایک ہی بات! آپؐ نے فرمایا: ''ایک ہی بات!'' آپؐ نے فرمایا: چچا! کہہ لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں!'' پس قریش کے لوگوں نے کہا: ہم ایک معبود کو مان لیں؟ ہم نے تو یہ بات پچھلے مذہب میں نہیں سنی! نہیں ہے یہ بات مگر من گھڑت!......ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس قریش کے بارے میں مذکورہ آیتیں نازل ہوئیں۔

سند کا ایک راوی: اس حدیث کی سند میں امام اعمش کا استاذ یحییٰ ہے۔ یہ کون راوی ہے؟ امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ عبد بن حمید نے کہا: یحییٰ بن عباد کوفی ہے (اس کو یحییٰ بن عمارہ بھی کہا جاتا ہے، یہ مقبول راوی ہے) اور بندار کی سند میں ہے کہ امام اعمش نے خود فرمایا کہ یہ یحییٰ بن عمارہ ہے (اور ہمارے نسخہ میں صرف حسنٌ ہے اور مصری نسخہ میں صحیحٌ بھی ہے، اور قاعدہ سے ہمارا نسخہ صحیح ہے، کیونکہ یحییٰ ایسا راوی نہیں کہ اس کی حدیث کی تصحیح کی جائے)

[۳۹-] سُوْرَةُ صٓ

[۳۲۵۶-] حدثنا مُحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ - المَعْنَى وَاحِدٌ - قَالَا: نَا أَبُوْ أَحْمَدَ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ يَحْيىَ - قَالَ عَبْدٌ: هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرِضَ أَبُوْطَالِبٍ، فَجَاءَ تْهُ قُرَيْشٌ، وَجَاءَ هُ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، وَعِنْدَ أَبِيْ طَالِبٍ مَجْلِسُ رَجُلٍ، فَقَامَ أَبُوْ جَهْلٍ كَيْ يَمْنَعَهُ.

قَالَ: وَشَكَوْهُ إِلَى أَبِيْ طَالِبٍ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِيْ! مَا تُرِيْدُ مِنْ قَوْمِكَ؟ قَالَ: أُرِيْدُ مِنْهُمْ كَلِمَةً تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا العَرَبُ، وَتُؤَدِّىْ إِلَيْهِمُ الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ، قَالَ: كَلِمَةً وَاحِدَةً؟ قَالَ: كَلِمَةً وَاحِدَةً! فَقَالَ: يَا عَمِّ! قُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَالُوْا: إِلٰهًا وَاحِدًا؟ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِى الْمِلَّةِ الآخِرَةِ، إِنْ هٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ، قَالَ: فَنزَلَ فِيْهِمُ الْقُرْآنُ: ﴿ص وَالْقُرْانِ ذِى الذِّكْرِ، بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىْ الْمِلَّةِ الآخِرَةِ، إِنْ هٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

حدثنا بُنْدَارٌ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الأَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا الحديثِ، وَقَالَ: يَحْيىَ بْنُ عُمَارَةَ.

۲- ملأ اعلیٰ اور ان کے کام

سورۃ صاد (آیت ۶۹) ہے: ﴿مَا كَانَ لِىَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾: مجھے مجلس بالا کے بارے میں کچھ خبر نہیں تھی جب وہ بحث کر رہے تھے......مَلَأَ: بھرنا، اور مَلَأٌ: اسم جمع، جس کی جمع أَمْلَاء ہے، یہ لفظ قوم کے

سرداروں کے لئے ہے، کیونکہ قوم کا سردار جب میر محفل ہوتا ہے تو لوگوں کے دلوں کو ہیبت وعظمت سے اوران کی آنکھوں کو اپنے حسن وجمال سے بھر دیتا ہے۔ جب کسی مجمع میں کوئی عام آدمی آتا ہے تو کوئی اس کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، مگر جب کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو سارا مجمع ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگتا ہے، اس لئے ایسے بڑے لوگ ملأ کہلاتے ہیں۔

آیتِ بالا میں یہ لفظ معزز فرشتوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے، اس کا مقابل ملأ سافل ہے، یعنی چھوٹے درجے کے فرشتے۔ قرآنِ کریم میں لفظ ملأ اعلی اسی ایک جگہ آیا ہے، البتہ سورۃ المؤمن (آیات ۷-۹) میں ان کے کاموں کا ذکر ہے، اور احادیث میں بکثرت یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اور ان کے کاموں پر روشنی ڈالی گئی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے ملأ اعلی کے سلسلہ میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے، اوران کے بارے میں سات باتیں بیان کی ہیں (رحمۃ اللہ الواسعہ ۱:۲۰۶)

ان میں سے ساتویں بات یہ ہے کہ مختلف زمانوں میں جو شریعتیں نازل ہوتی ہیں، وہ پہلے ملأ اعلی میں ٹھہرتی ہیں، پھر وہاں سے انبیاء پر نازل ہوتی ہیں، جیسے بجلی گھر سے بجلی پہلے پاور ہاؤس میں آکر جمع ہوتی ہے، پھر وہاں سے شہر میں سپلائی ہوتی ہے۔ اور باب کی حدیثوں میں ملأ اعلی میں بحث وتمحیص کے بعد اس امت کے لئے جو امور طے پائے ہیں: ان سے نبی ﷺ کو ایک منامی معراج میں واقف کیا گیا ہے، یہ بھی وحی کی ایک صورت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں: ایک حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے اس کو دو سندوں سے ذکر کیا ہے، پہلی سند: ایوب سختیانی رحمہ اللہ کی ہے، اس میں ابوقلابہ اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں، اور دوسری سند: قتادہؒ کی ہے، اس میں ابوقلابہ اور ابن عباس کے درمیان خالد بن لجلاج کا واسطہ ہے، اور دوسری حدیث: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ہے:

حدیث (۱): بسند ایوب سختیانی رحمہ اللہ: نبی ﷺ نے فرمایا: ''آج رات میرے پاس میرے پروردگار تبارک وتعالی بہترین صورت میں آئے —— ابوقلابہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ ابن عباسؓ نے فی المنام بھی کہا یعنی خواب میں آئے —— پس اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا: ''اے محمدؐ! کیا آپ جانتے ہیں: کس مسئلہ میں ملأ اعلی بحث کررہے ہیں؟'' نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: ''نہیں!'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا، یہاں تک کہ میں نے ہاتھوں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی —— یا فرمایا: اپنے سینہ کے بالائی حصہ میں پائی —— پس میں نے وہ باتیں جان لیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں (پھر) اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمدؐ! کیا آپؐ جانتے ہیں: کس مسئلہ میں ملأ اعلی بحث وتمحیص کررہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں! کفارات (گناہوں کو مٹانے والے امور) میں (بحث ہورہی ہے) اور کفارات یہ ہیں: (۱) نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا (۲) اور پیروں سے چل کر (مسجد کی) جماعتوں میں شرکت کے لئے جانا (۳) اور ناگواریوں میں (بھی) وضو کامل کرنا

......جس نے یہ کام کئے وہ خیریت کے ساتھ زندگی گذارے گا، اور وہ خوبی کے ساتھ مرے گا، اور وہ اپنے گناہوں سے نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جب اس کو اس کی ماں نے جنا تھا''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محمدؐ! جب آپؐ نماز پڑھیں تو کہیں: اللّٰهم إنی أسألك فِعْلَ الخیرات، وترك المنکرات، وحُبَّ المساکینِ، وإذا أردت بعبادك فتنةً، فَاقْبِضْنِیْ إلیك غَیْرَ مَفْتُوْنٍ: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں نیکی کے کام کرنے کا، اور برائیوں کو چھوڑنے کا، اور بے کسوں سے محبت کرنے کا، اور جب آپ اپنے بندوں کو کسی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہیں تو مجھے اپنی طرف اٹھالیں اس حال میں کہ میں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کیا گیا ہوں''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اور درجات یعنی مراتب بلند کرنے والے کام یہ ہیں: (۱) سلام کو رواج دینا (۲) اور غریبوں کو کھانا کھلانا (۳) اور رات میں نماز پڑھنا درانحالیکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں''

[۳۲۵۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَیُّوْب، عَنْ أَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: '' أَتَانِیْ اللَّیْلَةَ رَبِّیْ تبارَكَ وَتعالَی فِیْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ – قَالَ: أَحْسَبُهُ قَالَ: فِیْ الْمَنَامِ – فَقَالَ: یامُحَمَّدُ! هَلْ تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَی؟ قَالَ: قُلْتُ: لاَ، قَالَ: فَوَضَعَ یدَهُ بَیْنَ کَتِفَیَّ، حَتَّی وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ، أَوْ قَالَ: فِیْ نَحْرِیْ، فَعَلِمْتُ مَا فِیْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِیْ الأَرْضِ، قَالَ: یا مُحمدُ! هَلْ تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَی؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فِی الْکَفَّارَاتِ، وَالْکَفَّارَاتُ: المَکْثُ فِی الْمَسْجِدِ بَعْدَ الصَّلاَةِ، وَالمَشْیُ عَلَی الأَقْدَامِ إِلَی الْجَمَاعَاتِ، وإِسْبَاغُ الوُضُوْءِ فِیْ الْمَکَارِهِ، وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَاشَ بِخَیْرٍ، وَمَاتَ بِخَیْرٍ، وَکَانَ مِنْ خَطِیْئَتِهِ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

وَقَالَ: یَا مُحمدُ! إِذَا صَلَّیْتَ فَقُلْ: اللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ، وَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِیْ إِلَیْكَ، غَیْرَ مَفْتُوْنٍ.

قَالَ: وَالدَّرَجَاتُ: إِفْشَاءُ السَّلاَمِ، وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ، وَالصَّلاَةُ بِاللَّیْلِ، وَالنَّاسُ نِیَامٌ.

حدیث (۲): مذکورہ بالا حدیث میں ابوقلابہ کے شاگردوں نے ابوقلابہ اور ابن عباسؓ کے درمیان ایک راوی کا اضافہ کیا ہے، مثلاً قتادہ رحمہ اللہ سند میں خالد بن لجلاج کو بڑھاتے ہیں، پھر قتادہ کی سند سے حدیث لکھی ہے...... لبیك وسَعْدَیْك: میں بارگاہِ عالی میں بار بار حاضر ہوں، اور بار بار آپ کی عبادت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں...... فعلمتُ ما بین المشرق والمغرب: پس جان لی میں نے وہ چیزیں جو مشرق ومغرب کے درمیان ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ گذشتہ حدیث میں جو تعبیر تھی وہ راوی کا تصرف تھا، اور وہ تعبیر مجازی تھی، بلکہ اس حدیث میں جو تعبیر ہے وہ بھی مجازی ہے، صحیح تعبیر آگے حضرت معاذؓ کی حدیث میں آرہی ہے)...... قلت: فی الدرجات إلخ: اس حدیث میں تعبیر میں

راوی نے خلط کر دیا ہے، گذشتہ حدیث میں جو درجات اور کفارات کا علاحدہ علاحدہ تذکرہ تھا وہی صحیح تھا۔

وَقَدْ ذَكَرُوْا بَيْنَ أَبِيْ قِلَابَةَ وَبَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ هٰذَا الحديثِ رَجُلاً، وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ:

[۳۲۵۸-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، ثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" أَتَانِيْ رَبِّيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ، فَقَالَ: يَامُحمدُ! فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ رَبِّيْ وَسَعْدَيْكَ! قَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى؟ قُلْتُ: رَبِّ لَا أَدْرِيْ! فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ، حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، فَقَالَ: يَامُحمدُ! فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ! قَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى؟ قُلْتُ: فِيْ الدَّرَجَاتِ، وَالْكَفَّارَاتِ، وَفِيْ نَقْلِ الأَقْدَامِ إِلَى الْجُمُعَاتِ، وَإِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكْرُوهَاتِ، وانْتِظَارِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، وَمَنْ يُحَافِظُ عَلَيْهِنَّ عَاشَ بِخَيْرٍ، وَمَاتَ بِخَيْرٍ، وَكَانَ مِنْ ذُنُوْبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، قَالَ وفي الباب: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وضاحت: مذکورہ بالا حدیث جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: وہی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے، اور اس کے شروع میں کچھ اضافہ بھی ہے، اور وہ مفصل بھی ہے، اور وہ اس طرح ہے:

حدیث (۳): حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک صبح نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھانے کے لئے دیر سے تشریف لائے، یہاں تک کہ ہم قریب تھے کہ سورج کی ٹکیہ کو دیکھ لیں، پس آپؐ تیزی سے نکلے، اور اقامت کہی گئی، پس آپؐ نے نماز پڑھی، اور مختصر نماز پڑھی، پھر جب سلام پھیرا تو زور سے آواز دی، اور ہم سے فرمایا: ''اپنی صفوں میں رہو جیسے ہو'' پھر آپؐ ہماری طرف مڑے، اور فرمایا: ''سنو! میں آپ لوگوں سے وہ بات بیان کرتا ہوں جس نے مجھے فجر کی نماز سے روک لیا، میں رات میں اٹھا، وضو کیا، اور جتنی میرے مقدر میں تھی نماز پڑھی، پھر میں نماز میں اونگھنے لگا، یہاں تک کہ میں بوجھل ہو گیا یعنی نیند گہری ہو گئی، پس اچانک میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا، اللہ نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں! اے میرے رب! اللہ نے دریافت کیا: ملأ اعلیٰ کس معاملہ میں گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں! ــــ اللہ تعالیٰ نے یہ بات تین بار فرمائی ــــ آپؐ نے فرمایا: ''پھر میں نے اللہ پاک کو دیکھا، اللہ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھی، یہاں تک کہ میں نے اللہ کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی، پس میرے لئے ہر چیز واضح ہو گئی یعنی ملأ اعلیٰ کی پوری گفتگو واضح

ہوگئی (یہ اصل تعبیر ہے اور گذشتہ دونوں حدیثوں میں جو تعبیریں آئیں ہیں وہ مجازی تعبیریں ہیں) اور میں نے جان لیا (کہ ملأ اعلی کس مسئلہ میں گفتگو کررہے ہیں) پھر اللہ نے فرمایا: اے محمدؐ! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں اے میرے رب! اللہ نے دریافت کیا: کس بارے میں ملأ اعلی گفتگو کررہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: گناہ مٹانے والے کاموں کے بارے میں (گفتگو کررہے ہیں) اللہ نے دریافت کیا: وہ کام کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: ۱- پیروں سے چل کر جماعت میں شریک ہونا۔ ۲- نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھنا۔ ۳- ناگواریوں کے باوجود وضو مکمل کرنا...... اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا: پھر کن باتوں میں (گفتگو ہورہی ہے؟) میں نے عرض کیا: درجات بلند کرنے والے کاموں میں (گفتگو ہورہی ہے) اللہ تعالیٰ نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: ۱- (محتاجوں کو) کھانا کھلانا۔ ۲- (لوگوں سے) نرم بات کرنا ۳- اور رات میں (تہجد کی) نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں ...... اللہ نے فرمایا: آپ دعا مانگیں، پس میں نے دعا مانگی: اے اللہ! بیشک میں آپ سے سوال کرتا ہوں نیکی کے کام کرنے کا، اور منکرات کو چھوڑنے کا، اور غریبوں سے محبت کرنے کا، اور اس بات کا کہ آپ میری مغفرت فرمائیں، اور مجھ پر مہربانی فرمائیں، اور جب آپ کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہیں تو مجھے اٹھالیں درانحالیکہ میں آزمائش میں مبتلا نہ کیا گیا ہوں، اور میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور ان لوگوں کی محبت مانگتا ہوں جو آپ سے محبت کرتے ہیں اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے آپ کی محبت سے قریب کردے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پس یہ دعا برحق ہے یعنی بہت قیمتی ہے، پس اس کو پڑھو، پھر اس کو سکھلاؤ''

حدیث کی سندیں: یہ حدیث تین سندوں سے مروی ہے:

۱- زید بن سلام روایت کرتے ہیں ابوسلام سے، وہ عبدالرحمٰن بن عائش حضرمی سکسکی سے، وہ مالک بن یخامر سکسکی سے، وہ حضرت معاذ سے (امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام ترمذیؒ نے اسی سند سے حدیث لکھی ہے)

۲- ولید بن مسلم روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے، وہ خالد بن لجلاج سے، وہ عبدالرحمٰن بن عائش حضرمی سے، وہ نبی ﷺ سے (امام بخاری نے اس سند کو غیر محفوظ کہا ہے، خالد کا اضافہ سند میں صحیح نہیں)

۳- بشر بن بکر روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے، وہ عبدالرحمٰن بن عائش سے، وہ نبی ﷺ سے (اس میں خالد کا واسطہ نہیں، امام بخاری نے فرمایا کہ یہ سند دوسری سند سے اصح ہے، مگر یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ عبد الرحمٰن بن عائش صحابی نہیں)

ملحوظہ: حدیث (۳۲۵۹) حاشیہ میں ہے، حوض میں نہیں ہے، اور اس سے اوپر کی عبارت جس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر ہے وہ حوض میں ہے۔

وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الحديثُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِطُوْلِهِ، وَقَالَ:"إِنِّىْ نَعَسْتُ، فَاسْتَثْقَلْتُ نَوْمًا، فَرَأَيْتُ رَبِّىْ فِىْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ، فَقَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى؟"

[۳۲۵۹-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ: أَبُوْهَانِئٍ السُكَّرِىُّ، ثَنَا جَهْضَمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ أَبِىْ كَثِيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلاَّمٍ، عَنْ أَبِىْ سَلاَّمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ الْحَضْرَمِىِّ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ يُخَامِرَ السَّكْسَكِىِّ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: احْتُبِسَ عَنَّا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ غَدَاةٍ مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ، حَتَّى كِدْنَا نَتَرَاءَ ى عَيْنَ الشَّمْسِ، فَخَرَجَ سَرِيْعًا، فَثُوِّبَ بِالصَّلاَةِ، فَصَلَّى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَتَجَوَّزَ فِىْ صَلاَتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهِ، فَقَالَ لَنَا: عَلَى مَصَافِّكُمْ كَمَا أَنْتُمْ، ثُمَّ انْفَتَلَ إِلَيْنَا، فَقَالَ:" أَمَا إِنِّىْ سَأُحَدِّثُكُمْ مَاحَبَسَنِىْ عَنْكُمُ الْغَدَاةَ، إِنِّىْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ، فَتَوَضَّأْتُ، فَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِىْ، فَنَعَسْتُ فِىْ صَلاَ تِىْ، فَاسْتَثْقَلْتُ، فَإِذَا أَنَا بِرَبِّىْ تَبَارَكَ وَتَعَالى فِىْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ، فَقَالَ: يَامُحمدُ! قُلْتُ: رَبِّ! لَبَّيْكَ، قَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى؟ قُلْتُ: لاَ أَدْرِىْ رَبِّ! – قَالَهَا ثَلاَثًا – قَالَ: فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَىَّ، قَدْ وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَىَّ، فَتَجَلَّى لِىْ كُلُّ شَيْئٍ، وَعَرَفْتُ، فَقَالَ: يَامحمدُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَبِّ! قَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى؟ قُلْتُ: فِى الْكَفَّارَاتِ، قَالَ: ماهُنَّ؟ قُلْتُ: مَشْىُ الأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ، وَالْجُلُوْسُ فِىْ الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ، وَإِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِىْ الْمَكْرُوْهَاتِ، قَالَ: ثُمَّ فِيْمَ؟[قُلْتُ: فِى الدَّرَجَاتِ، قَالَ: مَا هُنَّ؟] قُلْتُ: إِطْعَامُ الطَّعَامِ، وَلِيْنُ الْكَلاَمِ، وَالصَّلاَةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ.

قَالَ: سَلْ، قُلْتُ: اللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِىْ وَتَرْحَمَنِىْ، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِىْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِىْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ، وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلَى حَبِّكَ، قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّهَا حَقٌّ، فَادْرُسُوْهَا، ثُمَّ تَعَلَّمُوْهَا"

قَالَ أَبُوْ عِيْسىٰ: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، سَأَلْتُ مُحمدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ هٰذَا الحديثِ، فَقَالَ: هٰذَا صَحِيحٌ، وَقَالَ: هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ اللَّجْلاَجِ، حَدَّثَنِى عَبْدُ الرَّحْمٰنُ بْنُ الْعَايِشِ الْحَضْرَمِىُّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَ الحَدِيْثَ، وَهٰذَا غَيْرُ مَحْفُوْظٍ، هٰكَذَا ذَكَرَ الْوَلِيْدُ فِىْ حَدِيْثِهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

بْنِ عَايِشٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

وَرَوَى بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، هٰذَا الحديثَ بِهٰذَا الإِسْنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَايِشٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَهٰذَا أَصَحُّ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَايِشٍ لَمْ يَسْمَعْ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

ملحوظہ: کھڑی دوقوسوں کے درمیان عبارت میں نے بڑھائی ہے، اس کے بغیر بات مکمل نہیں ہوتی۔

سورة الزُّمر

سورۃ الزمر کی تفسیر

۱- آخرت میں کفار کے ساتھ دوبارہ آویزش ہوگی

سورۃ الزمر (آیات ۳۰و۳۱) میں ہے: ''بیشک آپ (نبی ﷺ) کو بھی مرنا ہے اوران (مخالفین) کو بھی مرنا ہے، پھر تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس جھگڑوگے!'' یعنی وہاں پھر آویزش ہوگی، اورحق وباطل کا آخری فیصلہ ہوگا۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آیتِ کریمہ: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾: نازل ہوئی تو حضرت زبیرؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہمارے خلاف دوبارہ جھگڑا کیا جائے گا، اس کے بعد جو دنیا میں ہمارے درمیان ہو چکا؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں!'' حضرت زبیرؓ نے کہا: ''تب تو معاملہ بہت سنگین ہوگا!''

تشریح: آخرت میں مظلوم: ظالموں کے خلاف اللہ کی عدالت میں مقدمات دائر کریں گے، وہاں ان کے اظہارات سنے جائیں گے، اور فیصلہ کیا جائے گا، اور ہر حقدار کو حق دلایا جائے گا، اس وقت کفار نے جو مسلمانوں کو ستایا ہے اس کا بھی بدلہ دلایا جائے گا، اس لئے وہ دن ان ظالموں کے حق میں بہت ہی سخت دن ہوگا۔

۲- اللہ کی بارگاہ ناامیدی کی بارگاہ نہیں

سورۃ الزمر (آیت ۵۳) ہے: ''اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنے حق میں زیادتی کی ہے! یعنی جو کافر ہیں، مشرک ہیں یا گنہ گار ہیں: تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ، بیشک اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرمادیں گے'' ......اس کے بعد نبی ﷺ نے بطور تفسیر فرمایا: ''اور وہ پرواہ نہیں کریں گے'' یعنی ان کے لئے یہ کام کچھ دشوار نہیں ہوگا، گناہ خواہ کیسا ہی سنگین ہو، بندے نے کفروشرک کا ارتکاب کیا ہو یا اس سے کم درجہ کا کوئی گناہ کیا ہو، اور خواہ گناہوں کی کتنی ہی مقدار ہو، اگر بندہ سچی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمادیں گے۔

[٤٠-] سُوْرَةُ الزُّمر

[٣٢٦٠-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ يَحْيىٰ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ قَالَ الزُّبَيْرُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَتُكَرَّرُ عَلَيْنَا الْخُصُوْمَةُ بَعْدَ الَّذِیْ كَانَ بَيْنَنا فِی الدُّنْيَا؟ قَالَ: "نَعَمْ" فَقَالَ: إِنَّ الْأَمْرَ إِذَنْ لَشَدِيْدٌ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٢٦١-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالُوْا: نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ: ﴿يَاعِبَادِیَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلَى أَنْفُسِهِمْ! لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾: وَلَا يُبَالِیْ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ثَابِتٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ.

۳-اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان

سورۃ الزمر کی (آیت ۶۷) ہے:﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ، وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهِ، سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾: اوران لوگوں نے یعنی مشرکوں نے اللہ کی عظمت جیسی پہچانی چاہئے تھی: نہیں پہچانی! اور قیامت کے دن ساری زمین ان کی مٹھی میں ہوگی، اور تمام آسمان ان کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہونگے، ان کی ذات پاک ہے، اور لوگوں کے شرک سے برتر ہے —— ان کو بھاگیداروں کی کچھ ضرورت نہیں، وہ اپنی کائنات کا انتظام خود سنبھال سکتے ہیں اور سنبھالے ہوئے ہیں —— اور اللہ کی قدرتِ کاملہ کا علم مشرکین کو تو نہیں ہے، مگر اہل کتاب اس سے واقف ہیں، درج ذیل دو حدیثوں میں اسی کا بیان ہے۔

حدیث (۱): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی عالم نبی ﷺ کے پاس آیا، اور اس نے کہا: اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) آسمانوں کو ایک انگلی میں تھامیں گے، اور پہاڑوں کو دوسری میں، اور زمینوں کو تیسری میں، اور دیگر مخلوقات کو چوتھی میں، پھر فرمائیں گے: "میں شہنشاہ ہوں!" —— ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس نبی ﷺ اتنے ہنسے کہ آپؐ کی ڈاڑھیں کھل گئیں، اور آپؐ نے مذکورہ آیت پڑھی (یعنی دیکھو! مشرکین نے تو اللہ کی جیسی قدر پہچانی چاہئے تھی نہیں پہچانی، مگر یہ یہودی عالم اس کو جانتا ہے، وہ بھی وہی بات بیان کرتا ہے جو مذکورہ آیت میں ہے) اور اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے کہ آپؐ ہنسے تعجب وتصدیق کے طور پر یعنی آپؐ کو اس پر تعجب ہوا کہ یہ مضمون یہود کی کتابوں میں بھی ہے، اور آپؐ نے ہنس کر اس یہودی عالم کی تصدیق کی کہ اس نے صحیح بات بیان کی۔

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک یہودی عالم نبی ﷺ کے پاس سے گذرا، پس نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اے یہودی! ہم سے بیان کر'' یعنی اللہ کی عظمت کا تذکرہ کر کہ تمہارے یہاں اس کا کیا تصور ہے؟ پس اس نے کہا: اے ابوالقاسم! آپؐ کس طرح کہیں گے یعنی میں جو بات بیان کرتا ہوں اس کے بارے میں آپؐ کیا فرمائیں گے: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو اس انگلی پر رکھیں گے، اور زمینوں کو اس پر، اور پانی کو اس پر، اور پہاڑوں کو اس پر، اور دیگر مخلوقات کو اس پر (یہودی کی بات پوری ہوئی، پس نبی ﷺ نے ہنس کر اس کی تصدیق کی کہ یہ اللہ کی قدرت وعظمت کا صحیح تصور ہے) حدیث کے راوی ابوجعفر محمد بن الصلت نے پہلے اپنی چھوٹی انگلی سے اشارہ کیا، پھر اس کے بعد دوسری انگلی سے اشارہ کیا، یہاں تک کہ وہ انگوٹھے تک پہنچے، پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت اتاری یعنی اس آیت میں بھی وہی مضمون ہے جو اس یہودی عالم نے بیان کیا ہے۔

[۳۲۶۲-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، نَا سُفْيَانُ، ثَنِيْ مَنْصُوْرٌ، وَسُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: جَاءَ يَهُوْدِيٌّ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَامُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْجِبَالَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْأَرْضِيْنَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْخَلائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ، قَالَ: فَضَحِكَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، قَالَ: ﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۲۶۳-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، نَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: فَضَحِكَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم تَعَجُّبًا وَتَصْدِيْقًا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۲۶٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا مُحمدُ بْنُ الصَّلْتِ، نَا أَبُوْ كُدَيْنَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ مَرَّ يَهُوْدِيٌّ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لَهُ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: يَا يَهُوْدِيُّ! حَدِّثْنَا، فَقَالَ: كَيْفَ تَقُوْلُ يَا أَبَا الْقَاسِمِ! إِذَا وَضَعَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ عَلَى ذِهٖ، وَالْأَرْضِيْنَ عَلَى ذِهٖ، وَالْمَاءَ عَلَى ذِهٖ، وَالْجِبَالَ عَلَى ذِهٖ، وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلَى ذِهٖ؟ وَأَشَارَ مُحمدُ بْنُ الصَّلْتِ أَبُوْ جَعْفَرٍ بِخِنْصَرِهٖ أَوَّلاً، ثُمَّ تَابَعَ، حَتَّى بَلَغَ الإِبْهَامَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوْ كُدَيْنَةَ: اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ، وَرَأَيْتُ مَحمدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ رَوَى هٰذَا الحديثَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ شُجَاعٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ الصَّلْتِ.

۴- قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا

سورۃ الزمر (آیت ۶۸) ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِيْ الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ﴾: اور صور میں پھونکا جائے گا، جس سے آسمانوں اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں وہ بے ہوش نہیں ہوگا۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے کیسے چین آئے، اور سینگ والے نے سینگ اپنے منہ میں لے رکھا ہے، اور اس نے اپنی پیشانی جھکائی ہے، اور اپنا کان لگایا ہے، انتظار کرتا ہے وہ کہ کب پھونکنے کا حکم ملے تو پھونکے —— مسلمانوں نے عرض کیا: پس ہم کیا کہیں اے اللہ کے رسول؟ آپؐ نے فرمایا: ''کہو: اللہ ہمارے لئے کافی ہے، اور وہ بہترین کارساز ہے، ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں!''

حدیث (۲): ایک بدّو نے نبی ﷺ سے پوچھا: صور کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا''

ملحوظہ: یہ دونوں حدیثیں پہلے (ابواب صفۃ القیامۃ، باب ۹ حدیث ۲۴۲۴ و ۲۴۲۵ تحفہ ۶: ۲۰۱ میں) گذر چکی ہیں، اور دوسری حدیث کے راوی بشر کے باپ کا نام شَغَاف (غین کے ساتھ) ہے، پہلے جو شَفَاف (فاء کے ساتھ) آیا ہے، وہ غلط ہے۔ اس کو صحیح کرلیں۔

[۳۲۶۵-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " كَيْفَ أَنْعَمُ! وَقَدِ الْتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقَرْنَ، وَحَنَى جَبْهَتَهُ، وَأَصْغَى سَمْعَهُ، يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْمَرَ أَنْ يَنْفُخَ، فَيَنْفُخَ"

قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: فَكَيْفَ نَقُوْلُ يَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: " قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ، وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ" وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: "عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۳۲۶۶-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، نَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَسْلَمَ الْعِجْلِيِّ، عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَا الصُّوْرُ؟ قَالَ: "قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ.

۵- ﴿إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ﴾ کا مصداق

سورۃ الزمر (آیت ۶۸) میں ہے: قیامت کے دن (پہلی بار) صور میں پھونکا جائے گا، پس بے ہوش ہو جائیں گے

جولوگ آسمانوں میں ہیں، اور جولوگ زمین میں ہیں، مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں (وہ بے ہوش نہیں ہوگا) پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، پس اچانک وہ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہونگے —— اس آیت میں جو استثناء ہے: اس کا مصداق کون ہے؟ درمنثور کی روایات کے مطابق چار فرشتے: جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت (عزرائیل) ہیں، اور بعض روایات میں عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی ان میں شامل ہیں، یعنی پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو ان کو موت نہیں آئے گی، مگر اس کے بعد کسی وقت ان کو بھی موت آئے گی، اور سوائے ذاتِ حق کے کوئی زندہ نہیں رہے گا، جیسا کہ سورۃ الرحمٰن (آیت ۲۷) میں اس کی صراحت ہے، اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سب سے آخر میں ملک الموت کو موت آئے گی —— اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی درجۂ احتمال میں استثناء آیا ہے:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے مدینہ کے بازار میں کہا: نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں میں برگزیدہ کیا! پس ایک انصاری نے اپنا ہاتھ اٹھایا، اور زور سے اس کے چہرے پر مارا، اور کہا: تو یہ کہتا ہے جبکہ ہمارے درمیان نبی ﷺ موجود ہیں؟ (یہودی نے نبی ﷺ سے نالش کی) آپؐ نے مذکورہ آیات پڑھیں، اور فرمایا: ''میں سب سے پہلا وہ شخص ہوؤنگا جو اپنا سر اٹھاؤنگا، پس اچانک موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے ہوئے ہونگے، پس میں نہیں جانتا کہ انھوں نے مجھ سے پہلے سر اٹھایا یعنی زندہ ہوئے یا وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا ہے؟ اور جس نے کہا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں اس نے یقیناً غلط کہا!'' (یہ متفق علیہ روایت ہے، اور بخاری شریف میں سات جگہ آئی ہے (حدیث ۲۴۱۱) اور بخاری میں یہاں سے مفصل آئی ہے)

تشریح: حضرت یونس علیہ السلام قوم کو عذاب کی خبر دے کر بغیر اذن الٰہی کے وہاں سے چل دیئے تھے اور ہمارے نبی ﷺ مکہ میں جمے رہے تھے، تا آنکہ آپؐ کو ہجرت کی اجازت ملی، پس اگر کوئی ان دونوں باتوں میں موازنہ کرے اور آپؐ کی فضیلت بیان کرے تو یہ غلط طریقہ ہے، تفضیل انبیاء برحق ہے، مگر کسی بھی نبی کی تنقیص جائز نہیں، اور نہ ایسا انداز اختیار کرنا جائز ہے جس سے تنقیص لازم آئے، پس یہودی نے قسم کھائی تھی تو وہ اس کا معاملہ تھا، اس کے مقابلہ میں انصاری نے جو قسم کھائی اس سے موسیٰ علیہ السلام کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے جو مناسب نہیں تھا، بس آپؐ نے یہی فیصلہ فرمایا، اور چپت کا بدلہ نہیں دلوایا، کیونکہ اس میں خود یہودی کا قصور تھا، اس نے ایک مسلمان کا منہ چڑانے کے لئے ایسی قسم کھائی تھی، اس لئے اس نے اپنے منہ کی کھائی!

[۳۲۶۷-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، نَا مُحمدُ بْنُ عَمْرٍو، نَا أَبُوْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ يَهُوْدِیٌّ فِیْ سُوْقِ الْمَدِيْنَةِ: لاَ، وَالَّذِیْ اصْطَفَی مُوْسَی عَلَی الْبَشَرِ! قَالَ: فَرَفَعَ رَجُلٌ مِنَ

الأَنْصَارِ يَدَهُ، فَصَكَّ بِهَا وَجْهَهُ، قَالَ: تَقُوْلُ هٰذَا وَفِيْنَا نبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿وَنُفِخَ فِيْ الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِيْ الأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ﴾ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَإِذَا مُوْسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِيْ أَرَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلِيْ أَمْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ؟ وَمَنْ قَالَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى: فَقَدْ كَذَبَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۶- جنت میں حیاتِ ابدی، تندرستی، جوانی اور خوش حالی حاصل ہوگی

سورۃ الزمر کی (آیت ۷۴) ہے: ﴿وَقَالُوْا: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهُ، وَأَوْرَثَنَا الأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ، فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ﴾: اور جنتی کہیں گے: اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کیا، اور ہم کو جنت کی زمین کا مالک بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں، پس نیک عمل کرنے والوں کا بدلہ کیسا اچھا ہے!

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جنت میں) ایک منادی پکارے گا: تمہارے لئے یہ بات ہے کہ (سدا) زندہ رہو، پس نہ مرو کبھی بھی، اور تمہارے لئے یہ بات ہے کہ (سدا) تندرست رہو، پس نہ بیمار پڑو کبھی بھی، اور تمہارے لئے یہ بات ہے کہ (سدا) جوان رہو، پس نہ بوڑھے ہوؤ کبھی بھی، اور تمہارے لئے یہ بات ہے کہ (سدا) خوش حال رہو، پس نہ بدحال ہوؤ کبھی بھی، یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دیئے گئے اپنے ان اعمال کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے" (سورۃ الزخرف ۷۲)

ملحوظہ: یہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا تسامح ہے، یہ حدیث سورۃ الزخرف کی تفسیر میں لانی چاہئے تھی۔

[۳۲۶۸-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا الثَّوْرِيُّ، نَا أَبُوْ إِسْحَاقَ: أَنَّ الأَغَرَّ أَبَا مُسْلِمٍ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "يُنَادِيْ مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا أَبَدًا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

وَرَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ وَغَيْرُهُ هٰذَا الحديثَ عَنِ الثَّوْرِيِّ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ.

۷- جہنم میں بے پناہ گنجائش ہے

حدیث: مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: جانتے ہو جہنم کی گنجائش کتنی ہے؟ میں

نے جواب دیا: نہیں! ابن عباسؓ نے فرمایا: ہاں! بخدا! نہیں جانتے ہو تم! مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انھوں نے: ﴿وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهِ﴾ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، وہ کہتی ہیں: میں نے پوچھا: اس دن لوگ کہاں ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جہنم کے پل پر'' (جب جہنم کا پل اتنا وسیع ہے جس پر ساری خلقت سما جائے تو اندازہ کرو جہنم میں کتنی گنجائش ہوگی؟)

تشریح: اسی طرح کی حدیث سورہ ابراہیم میں: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ﴾ کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور اس حدیث میں جو لمبا مضمون ہے: وہ معلوم نہیں کس کتاب میں ہے۔

[۳۲۶۹-] حدثنا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَتَدْرِيْ مَا سَعَةُ جَهَنَّمَ؟ قُلْتُ: لاَ، قَالَ: أَجَلْ، وَاللّٰهِ! مَا تَدْرِيْ، حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ أَنَّهَا سَأَلَتْ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ قَوْلِهِ: ﴿وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهِ﴾ قَالَتْ: قُلْتُ: فَأَيْنَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ يارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "عَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ"

وفی الحديثِ قِصَّةٌ، وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

سورة المؤمن

سورۃ المؤمن کی تفسیر

دعا عینِ عبادت ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: الدعاءُ هو العبادة: دعا ہی عبادت ہے، پھر آپ نے فرمایا: ''اور تمہارے پروردگار نے فرمایا: مجھے پکارو (دعا کرو) میں تمہاری درخواست قبول کرونگا، بیشک جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں: وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے (سورۃ المؤمن آیت ۶۰)

تشریح: یہ حدیث پہلے سورۃ البقرہ (آیت ۱۸۶) کی تفسیر میں گذر چکی ہے، اور آگے کتاب الدعوات میں بھی آرہی ہے۔ اور آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ پہلے ﴿أُدْعُوْنِيْ﴾ سے دعا کا حکم دیا، پھر اسی کو ﴿عِبَادَتِيْ﴾ میں اپنی عبادت قرار دیا، پس معلوم ہوا کہ دعا عینِ عبادت ہے۔

[۴۱-] سُوْرَةُ المؤمن

[۳۲۷۰-] حدثنا بُنْدَارٌ، نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، وَالْأَعْمَشِ، عَنْ ذَرٍّ،

عَنْ يُسَيِّعَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: ''الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ'' ثُمَّ قَالَ: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ، إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة السجدة

سورۂ حٰمٓ السجدة کی تفسیر

۱- اللہ تعالیٰ ہر بات سنتے ہیں اور ان کو سب اعمال کی خبر ہے

سورۂ حٰمٓ السجدة کی (آیات ۲۲و۲۳) ہیں: ''اور تم خود کو اس بات سے نہیں چھپا سکتے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں، بلکہ تم اس خیال میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر نہیں، اور تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے بارے میں باندھا تھا: تم کو غارت کیا، پس تم (ابدی) خسارے میں پڑ گئے''

اس آیت کے شانِ نزول میں درج ذیل روایت آئی ہے:

حدیث (۱): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بیت اللہ کے پاس تین شخصوں میں بحث ہوئی، دو قریشی تھے اور ایک ثقفی، یا دو ثقفی تھے اور ایک قریشی، ان کے دلوں کا فہم برائے نام تھا، اور ان کے پیٹوں کی چربی بہت زیادہ تھی، پس ان میں سے ایک نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے: اللہ تعالیٰ وہ باتیں سن رہے ہیں جو ہم کر رہے ہیں؟ پس دوسرے نے کہا: اگر ہم زور سے باتیں کریں تو سنتے ہیں، اور اگر ہم چپکے سے باتیں کریں تو نہیں سنتے، پس تیسرے نے کہا: اگر وہ سنتے ہیں جب ہم زور سے باتیں کریں تو وہ سنتے ہیں جب ہم چپکے سے باتیں کریں یعنی دونوں صورتیں ان کے نزدیک یکساں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیتیں نازل فرمائیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا (وہ وہاں دعا میں مشغول ہونگے) پس تین شخص آئے، جن کے پیٹوں کی چربی بہت تھی، اور ان کے دلوں کی سمجھ بہت ہی کم تھی، ایک قریشی تھا اور دو اس کے سسرالی رشتے دار ثقفی تھے، یا ایک ثقفی تھا اور دو اس کے سسرالی رشتے دار قریشی تھے، پس انھوں نے کوئی ایسی گفتگو کی جسے میں نہیں سمجھ سکا، پھر ان میں سے ایک نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے: اللہ تعالیٰ ہماری یہ بات سنتے ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا: جب ہم اپنی آواز بلند کرتے ہیں تو وہ اس کو سنتے ہیں، اور جب ہم اپنی آواز بلند نہیں کرتے تو وہ اس کو نہیں سنتے! پس تیسرے نے کہا: اگر وہ اس میں سے کچھ بھی سنتے ہیں تو وہ ساری ہی بات سنتے ہیں!

ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس میں نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ترکیب: قلیلٌ اور کثیرٌ: خبر مقدم ہیں، اور مرکب اضافی مبتدا مؤخر ہے...... خَتَن: جمع أختان: بیوی کی طرف کے سسرالی رشتہ دار۔

تشریح: موٹا عقل کا کھوٹا ہوتا ہے، مگر اس میں استثناء بھی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ما رأیتُ سَمِینًا عاقلاً إلا محمدَ بْنَ الحسن: میں نے کوئی موٹا عقلمند آدمی نہیں دیکھا، مگر امام محمد رحمہ اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں...... اسی طرح میرے شیخ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ بہت موٹے تھے، مگر ان کے فہم وفراست کا جواب نہیں تھا...... اسی طرح مذکورہ تین شخصوں میں سے تیسرا شخص بھی مستثنیٰ ہے، اس نے جو بات کہی ہے وہ باون تولہ پاؤرتی ہے!

[٤٢-] سُوْرَة السجدة

[٣٢٧١-] حدثنا ابْنُ أَبِی عُمَرَ، نا سُفْیَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِی مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: اخْتَصَمَ عِنْدَ الْبَیْتِ ثَلاَثَةُ نَفَرٍ، قُرَشِیَّانِ وَثَقَفِیٌّ، أَوْ ثَقَفِیَّانِ وَقُرَشِیٌّ، قَلِیْلٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ، كَثِیْرٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَتَرَوْنَ اللّٰهَ یَسْمَعُ مَا نَقُوْلُ؟ فَقَالَ الآخَرُ: یَسْمَعُ إِنْ جَهَرْنَا، وَلاَ یَسْمَعُ إِنْ أَخْفَیْنَا، وَقَالَ الآخَرُ: إِنْ كَانَ یَسْمَعُ إِذَا جَهَرْنَا: فَهُوَ یَسْمَعُ إِذَا أَخْفَیْنَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ یَشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلاَ أَبْصَارُكُمْ﴾ هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[٣٢٧٢-] حدثنا هَنَّادٌ، نا مُعَاوِیَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَیْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: كُنْتُ مُسْتَتِرًا بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَجَاءَ ثَلاَثَةُ نَفَرٍ، كَثِیْرٌ شُحُوْمُ بُطُوْنِهِمْ، قَلِیْلٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ: قُرَشِیٌّ وَخَتَنَاهُ ثَقَفِیَّانِ، أَوْ ثَقَفِیٌّ وَخَتَنَاهُ قُرَشِیَّانِ، فَتَكَلَّمُوْا بِكَلاَمٍ لَمْ أَفْهَمْهُ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَتَرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ یَسْمَعُ كَلاَمَنَا هٰذَا؟ فَقَالَ الآخَرُ: إِنَّا إِذَا رَفَعْنَا أَصْوَاتَنَا سَمِعَهُ، وَإِذَا لَمْ نَرْفَعْ أَصْوَاتَنَا لَمْ یَسْمَعْهُ، فَقَالَ الآخَرُ: إِنْ سَمِعَ مِنْهُ شَیْئًا: سَمِعَهُ كُلَّهُ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ للنبیِّ صلى الله علیه وسلم، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ یَشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلاَ أَبْصَارُكُمْ وَلاَجُلُوْدُكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ﴾ هٰذَا حدیثٌ حسنٌ.

حدثنا مُحمودُ بْنُ غَیْلاَنَ، نا وَكِیْعٌ، نا سُفْیَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَیْرٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ رَبِیْعَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَهُ.

۲-استقامت: موت تک ایمان کے تقاضوں پر جمنا ہے

سورۃ حٰمٓ السجدۃ (آیت ۳۰) اور سورۃ الاحقاف (آیت ۱۳) میں استقامت پر خوش خبری سنائی گئی ہے:

پہلی جگہ ہے: ''بیشک جن لوگوں نے کہا: ''ہمارا رب اللہ ہے'' یعنی شرک وکفر سے براءت ظاہر کر کے ایمان وتوحید کی راہ اختیار کر لی، پھر وہ لوگ مستقیم رہے یعنی ایمان کے تقاضوں پر چلتے رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور خوشخبری سناتے ہیں) کہ تم اندیشہ مت کرو، اور رنج مت کرو، اور تم اس جنت کی خوش خبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے''

اور دوسری جگہ ہے: ''جن لوگوں نے کہا: ''ہمارا رب اللہ ہے'' پھر وہ اس پر مستقیم رہے تو یقیناً ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے''

ایمان کے بعد استقامت کیا ہے؟ اس کی تفسیر درج ذیل حدیث میں ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے آیتِ کریمہ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا: رَبُّنَا اللّٰهُ! ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ پڑھی، (پھر) فرمایا: ''لوگوں نے بالیقین یہ بات کہی یعنی ایمان تو لائے، مگر ان میں سے اکثر نے کفرِ عملی اختیار کیا یعنی پھر وہ ایمان کے تقاضوں پر چلے نہیں تو وہ استقامت والے نہیں، اور مذکورہ دونوں آیتوں میں جو بشارتیں ہیں: وہ استقامت والوں کے لئے ہیں، پس جو کلمۂ توحید پر مرا یعنی اس کلمہ کے تقاضے بھی پورے کرتا رہا: وہی ان لوگوں میں سے ہے جو مستقیم رہا، یعنی اسی کے لئے وہ بشارتیں ہیں (اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور مرتے دم تک مسلمان رکھیں، آمین!)

[۳۲۷۳-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلاَّسُ، ثَنَا أَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، نَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِيْ حَزْمٍ الْقُطَعِيُّ، نَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ قَالَ: '' قَدْ قَالَ النَّاسُ، ثُمَّ كَفَرَ أَكْثَرُهُمْ، فَمَنْ مَاتَ عَلَيْهَا فَهُوَ مِمَّنِ اسْتَقَامَ''
هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ يَقُوْلُ: رَوَى عَفَّانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيْثًا.

وضاحت: امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ ابوحفص عمرو بن علی فلاّس: ثقہ راوی ہیں، ان کے استاذ عفان بن مسلم نے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے، یہ بات پہلے بھی کتاب الصلاۃ (تحفہ ۲: ۲۴۷) میں آچکی ہے۔

سورۃ الشوری

سورۃ الشوری کی تفسیر

۱-مودّت فی القربیٰ کی صحیح تفسیر

سورۃ الشوری (آیت ۲۳) میں ہے: ﴿قُلْ: لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا، إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾: آپ کہیں: میں تم

سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا، مگر رشتہ داری کی محبت (کا خواستگار ہوں)

تفسیر: ایک نہایت ضعیف روایت میں ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا: آپؐ کے وہ رشتہ دار کون ہیں جن سے محبت رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''فاطمہؓ اور ان کی اولاد'' اس روایت کا راوی حسین اشقر سڑا ہوا شیعہ ہے، اس لئے یہ روایت قطعاً قابلِ اعتبار نہیں، آیت کی صحیح تفسیر وہ ہے جو درج ذیل متفق علیہ روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

حدیث: طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ سے آیتِ کریمہ: ﴿قُلْ: لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا، إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ کے بارے میں پوچھا گیا: پس سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: ''نبی ﷺ کے خاندانی رشتہ دار مراد ہیں''، یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد مراد ہے، ان سے محبت رکھنا مامور بہ ہے، پس حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو؟ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''مگر یہ کہ جوڑو تم اس رشتہ داری کو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے''، یعنی میں تبلیغ پر تم سے کچھ نہیں چاہتا، بس یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے اکثر قبائل میں میری رشتہ داری اور قرابتیں ہیں، پس تم اس کی پاسداری کرو، اور مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ!

تشریح: بخاری شریف (حدیث ۴۸۱۸) میں أَعَلِمتَ کی جگہ عَجِلْتَ ہے، یعنی تم نے آیت کی تفسیر کرنے میں جلدی کی، اور بے سوچے سمجھے ہی بات کہہ دی، یہ آیت کی صحیح تفسیر نہیں ہے، نزولِ آیت کے وقت حضرت فاطمہؓ بچی تھیں، اس وقت ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، پھر یہ بات کفار سے کہی جارہی ہے، ان سے یہ بات کہنے کا کوئی تُک نہیں...... قبیلہ: جب پھٹتا ہے تو بطون پیدا ہوتے ہیں، اور بطون جب پھٹتے ہیں تو افخاذ (و: فَخِذ) پیدا ہوتے ہیں، نبی ﷺ کی قریش کے ہر بطن میں رشتہ داری تھی ...... اور إلا المودة: استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ کوئی اجر نہیں ہے جو اس کو استثناء متصل قرار دیا جائے، بلکہ اس کو مجازاً اور ادعاءً معاوضہ قرار دیا ہے۔

[٤٣-] سُوْرَةُ الشُّوْرىٰ

[٣٢٧٤-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ طَاوُسًا، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿قُلْ: لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: قُرْبَى آلِ مُحمدٍ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَعَلِمْتَ أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ؟ فَقَالَ: '' إِلَّا أَنْ تَصِلُوْا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

۲-بلائیں آدمی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہیں

سورۃ الشوریٰ کی (آیت ۳۰) ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ، وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾: اور جو بھی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا نتیجہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت سی حرکتوں سے درگذر فرماتے ہیں۔

حدیث: قبیلہ بنومرۃ کا ایک شیخ (معزز آدمی) بیان کرتا ہے (یہ راوی مجہول ہے) کہ میں کوفہ میں آیا تو مجھے قاضی بلال کی آزمائش کی خبر دی گئی، میں نے (دل میں) کہا: بیشک اس (کی آزمائش) میں بڑی عبرت ہے، پس میں ان کے پاس گیا، وہ اپنے اس گھر میں جس کو انھوں نے بنایا تھا: محبوس تھے۔ بنومرۃ کا شیخ کہتا ہے: اور اچانک ان کا سب ٹھاٹھ بدل چکا تھا، ایذا دہی اور پٹائی سے، اور اچانک وہ اِدھر اُدھر سے اٹھائی ہوئی چیزوں میں تھے یعنی بس معمولی سامان اُن کے پاس تھا، پس میں نے کہا: اللہ کا شکر ہے (کہ تیرا دور ختم ہوا، یہ قاضی ظالم تھا) اے بلال! بخدا! میں نے تجھے دیکھا ہے اس حال میں کہ تو ہمارے پاس سے گذرتا تھا، اور اپنی ناک غبار نہ ہونے کے باوجود پکڑے رہتا تھا، اور آج تو اس حال میں ہے؟! بلال نے پوچھا: تو کس قبیلہ کا ہے؟ میں نے کہا: خاندان بنی مرۃ بن عباد کا ہوں، بلال نے کہا: کیا میں تجھ سے ایک حدیث بیان نہ کروں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے اس سے فائدہ پہنچائیں؟ میں نے کہا: بیان کیجئے، بلال نے کہا: مجھ سے میرے ابا ابوبردۃ نے بیان کیا، وہ اپنے ابا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”نہیں پہنچتی کسی کو کوئی مصیبت، پس جو اس سے اوپر ہے یا اس سے نیچے ہے: مگر وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے، اور وہ گناہ جن سے اللہ تعالیٰ درگذر فرماتے ہیں وہ ان سے بہت زیادہ ہیں“ ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں: پھر نبی ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھی۔

تشریح: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، مگر یہ مضمون آیت سے ثابت ہے اور دیگر روایات میں بھی آیا ہے...... اور یہ عمومی وجہ کا بیان ہے، کیونکہ تکلیفیں بچوں اور معصوموں کو بھی پہنچتی ہیں، مگر اس کی دوسری حکمت ہوتی ہے، مثلاً رفع درجات وغیرہ، اور حاکم کی روایت میں ہے کہ مؤمن کو جن گناہوں کی سزا دنیا میں دیدی جاتی ہے: آخرت میں ان پر سزا نہیں دی جاتی، دنیا کی یہ بلائیں کفارۂ سیئات بن جاتی ہیں۔

فائدہ: قاضی بلال: خالد بن عبداللہ قسری کا دوست تھا، جب ہشام نے خالد کو عراق کا گورنر بنایا تو اس نے بلال کو ۱۰۹ھ میں بصرہ کا قاضی بنایا، کہتے ہیں: یہ سب سے پہلا قاضی تھا جس نے فیصلوں میں ناانصافی کی، پھر یوسف بن عمر ثقفی گورنر بنا تو اس نے خالد اور اس کے آدمیوں کو سخت سزائیں دیں، اس نے ۱۲۰ھ میں قاضی بلال کو قتل کردیا۔

[۳۲۷۵-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَمْرُ بْنُ عَاصِمٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَازِعِ، قَالَ: ثَنِي شَيْخٌ مِنْ بَنِي مُرَّةَ قَالَ: قَدِمْتُ الْكُوْفَةَ، فَأُخْبِرْتُ عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، فَقُلْتُ: إِنَّ فِيهِ لَمُعْتَبَرًا، فَأَتَيْتُه، وَهُوَ مَحْبُوْسٌ

فِيْ دَارِهِ الَّتِيْ قَدْ كَانَ بَنَى، قَالَ: وَإِذَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ قَدْ تَغَيَّرَ: مِنَ الْعَذَابِ وَالضَّرْبِ، وَإِذَا هُوَ فِيْ قُشَاشٍ، فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ! يَابِلَالُ! لَقَدْ رَأَيْتُكَ وَأَنْتَ تَمُرُّ بِنَا وَتُمْسِكُ بِأَنْفِكَ مِنْ غَيْرِ غُبَارٍ، وَأَنْتَ فِيْ حَالِكَ هٰذِهِ الْيَوْمَ، فَقَالَ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ فَقُلْتُ: مِنْ بَنِيْ مُرَّةَ بْنِ عَبَّادٍ، فَقَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا، عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَنْفَعَكَ بِهِ؟ قُلْتُ: هَاتِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ: أَبُوْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَبِيْ مُوْسَى: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لَاتُصِيْبُ عَبْدًا نَكْبَةٌ، فَمَا فَوْقَهَا أَوْ دُوْنَهَا، إِلَّا بِذَنْبٍ، وَمَا يَعْفُوْ اللّٰهُ عَنْهُ أَكْثَرُ" قَالَ: وَقَرَأَ ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

سورة الزخرف

سورہ الزخرف کی تفسیر

ہدایت کے بعد گمراہ ہونے والوں کو بات سمجھانا مشکل ہوتا ہے

عام جاہلوں (دین سے ناواقفوں) کو اور سادہ گمراہوں کو بات سمجھانا آسان ہے، وہ آسانی سے اپنی غلطی سمجھ جاتے ہیں، مگر جو لوگ کبھی ہدایت پر ہوتے ہیں، پھر وہ گمراہ ہوجاتے ہیں، اور اپنی گمراہی کو دین بنالیتے ہیں، جیسے مودودی، غیر مقلد اور رضا خانی بدعتی: ان کو ان کی گمراہی سمجھانا بہت دشوار ہوتا ہے، وہ بحث وتکرار کا ایک ایسا سلسلہ شروع کردیتے ہیں جس کی کوئی نہایت نہیں ہوتی، وہ واضح حقائق کو بھی نظر انداز کردیتے ہیں، سادہ بدعتیوں کو ان کی گمراہی سمجھانا آسان ہے، جب قرآن وحدیث سے ان کو بات سمجھائی جاتی ہے تو وہ اپنی بدعات چھوڑ دیتے ہیں، مگر جب وہ رضا خانی بن جاتے ہیں اور بدعات ہی کو دین تصور کرلیتے ہیں تو اب قرآن وحدیث کے واضح حقائق کا ان کو قائل کرنا بھی دشوار ہوجاتا ہے، وہ بحث شروع کردیتے ہیں، اور ان کے عوام ان کی بات پر نعرے لگانے لگتے ہیں، اور وہ ایسا طوفانِ بدتمیزی بپا کرتے ہیں کہ داعیٔ حق زچ ہوکر رہ جاتا ہے۔

اس کی ایک مثال: جب سورۃ الانبیاء کی (آیات ۹۸و۹۹) نازل ہوئیں: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ، أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾: بیشک تم اور جن کو تم اللہ کے ورے پوجتے ہو: سب جہنم کا ایندھن بنوگے، اور تم سب اس میں داخل ہوؤگے، اگر تمہارے معبود واقعی معبود ہوتے تو وہ جہنم میں کبھی نہ جاتے، اور تم سب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہوگے —— جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو عبداللہ بن الزِّبَعْریٰ نے (جو اس وقت کافر تھا) کہا: اس کا بہترین جواب میرے پاس ہے، اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں پس کیا وہ بھی جہنم میں

جائیں گے؟ یہ بات سن کر مشرکین بغلیں بجانے لگے کہ واہ خوب جواب ہے!

اس پر سورۃ الزخرف کی (آیات ۵۷-۵۹) نازل ہوئیں: ''اور جب ابن مریم کا عجیب مضمون بیان کیا گیا تو اچانک آپؐ کی قوم (قریش) اس مضمون کی وجہ سے چلانے لگی، اور انھوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ یعنی ہمارے معبود تو جہنم میں جائیں اور عیسیٰ علیہ السلام جہنم میں نہ جائیں: یہ کیا بات ہوئی؟ نہیں بیان کی انھوں نے وہ مثال آپؐ کے سامنے مگر جھگڑنے کے طور پر یعنی وہ خود دونوں میں فرق جانتے ہیں، مگر ان کا مقصود اس مثال سے جھگڑا کھڑا کرنا ہے، بلکہ وہ لوگ جھگڑالو قوم ہیں یعنی ان کی گھٹی میں یہ بات پڑی ہوئی ہے، نہیں ہیں وہ (عیسیٰ) مگر ہمارے ایک ایسے بندے جن پر ہم نے (خاص) انعام فرمایا ہے، اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا ہے (پس وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے اور تمہارے معبودوں میں یہ بات نہیں، اس لئے وہ جہنم میں جائیں گے)

ان آیاتِ پاک سے نبی ﷺ نے ایک قاعدہ بنایا: ماضلَّ قومٌ بعدَ هدًى كانوا عليه إلا أُوتوا الجدَلَ: نہیں گمراہ ہوتی کوئی قوم، ہدایت کے بعد جس پر وہ تھے، مگر وہ جھگڑا دیئے جاتے ہیں یعنی جب بھی کوئی قوم ہدایت پر ہوتی ہے، پھر وہ گمراہ ہو جاتی تو وہ جھگڑالو بن جاتی ہے، اب اس کو بات سمجھانا بہت مشکل ہو جاتا ہے (الخَصِم: جھگڑا کرنے کا ماہر، چاہے جھگڑا نہ کرے)

[٤٤-] سُوْرَةُ الزخرف

[٣٢٧٦-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا مُحمدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبَدِيُّ، وَيَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْ غَالِبٍ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَاضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوْا عَلَيْهِ إِلَّا أُوْتُوْا الْجَدْلَ" ثُمَّ تَلَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿مَاضَرَبُوْهُ لَكَ إِلَّا جَدَلاً، بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ حَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ، وَحَجَّاجٌ: ثِقَةٌ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ، وَأَبُوْ غَالِبٍ: اسْمُهُ حَزَوَّرٌ.

سورة الدخان

سورۂ دخان کی تفسیر

۱- واضح دھویں کی پیشین گوئی پوری ہو چکی

سورۃ الدخان (آیات ۱۰-۱۶) ہیں: ''پس انتظار کرو اس دن کا جب آسمان واضح دھواں لائے گا() جو سب لوگوں کو

عام ہوجائے گا، یہ دردناک عذاب ہے ()اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس عذاب کو دور فرما! ہم ضرور ایمان لے آئیں گے ()ان کونصیحت کہاں حاصل ہوگی؟! اوران کے پاس واضح شان والا رسول آچکا ہے () پھران لوگوں نے اس سے سرتابی کی اور کہا: سکھلایا ہوا پاگل ہے ()ہم چندے اس عذاب کو ہٹائیں گے، مگرتم پلٹ جاؤگے ()جس دن ہم سخت پکڑ پکڑیں گے: اس دن ہم پورا پورا بدلہ لیں گے''

اور بخاری (حدیث ۴۷۶۷) میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: خمسٌ قد مَضَیْنَ: الدخانُ، والقمر، والرومُ، والْبَطْشَۃُ، واللِّزَامُ: پانچ پیشین گوئیاں پوری ہوچکیں ہیں: ایک: دھویں کی پیشین گوئی جو مذکورہ آیات میں ہے، دوسری: شق القمر کی پیشین گوئی جس کا ذکر سورۃ القمر کے شروع میں ہے، تیسری: رومیوں کے دوبارہ جیتنے کی پیشین گوئی، جس کا ذکر سورۃ الروم کے شروع میں ہے، چوتھی: سخت پکڑ کی خبر، جس کا ذکر مذکورہ آیات میں ہے، پانچویں: وبال آنے کی خبر، جس کا ذکر سورۃ الفرقان کی آخر آیت میں ہے۔

غرض: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قطعی رائے یہ تھی کہ ''واضح دھویں'' کی پیشین گوئی واقع ہوچکی ہے، ان کے نزدیک اس کا مصداق مکہ مکرمہ کا قحط تھا، جو نبی ﷺ کی بددعا سے ان پر مسلط کیا گیا تھا، جس سے وہ بھوکوں مرنے لگے تھے، مردار اور ہڈیاں تک ان کو کھانی پڑی تھیں، اور بھوک کی شدت سے ان کو آسمان وزمین کے درمیان دھواں دھواں نظر آتا تھا، درج ذیل روایت میں اسی کا تذکرہ ہے:

حدیث: شعبہ رحمہ اللہ: سلیمان اعمش اور منصور بن المعتمر سے روایت کرتے ہیں، ان دونوں نے ابوالضحی مسلم بن صُبَیح کوفی سے سنا، وہ مسروق بن الاجدع سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: مسروق کہتے ہیں: ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور اس نے کہا: ایک واعظ اپنے وعظ میں کہہ رہا ہے کہ زمین سے دھواں نکلے گا، اور وہ کفار کے کانوں کو پکڑے گا، اور مؤمن کو زکام کی طرح محسوس ہوگا، مسروق کہتے ہیں: پس ابن مسعودؓ غصے ہوئے، اور وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے پس وہ سیدھے بیٹھ گئے، پھر فرمایا:

''جب تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ جانتا ہے تو چاہئے کہ وہ بات کہے — منصور نے فلیقل به کی جگہ فَلْیُخْبِرْ به کہا ہے، یعنی چاہئے کہ وہ بات بتائے — اور جب اس سے کسی ایسی بات کے بارے میں پوچھا جائے جسے وہ نہیں جانتا تو چاہئے کہ کہے: اللّٰہ أعلم: اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں! کیونکہ آدمی کے علم میں سے یہ بات ہے کہ جب اس سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو کہے: اللّٰہ أعلم! یعنی نہ جاننے کو جاننا بھی علم ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿قُلْ: مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ أَجْرٍ، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ﴾: آپؐ کہیں: میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا، اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں (سورۂ ص ۸۶) یعنی جو بات علم کے بغیر محض گمان سے کہی جاتی ہے وہ ''بناوٹ'' ہوتی ہے، اور بناوٹ کرنا نبی ﷺ کا طریقہ نہیں تھا (یہاں تک

تمہیدی مضمون ہے)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کو دیکھا کہ انھوں نے آپ کے خلاف سر اٹھایا ہے، تو آپ نے دعا کی: ''الٰہی! قریش کے خلاف میری مدد فرما، یوسف علیہ السلام کے سات سالہ قحط جیسے سات سالوں سے!'' پس ان کو قحط سالی نے پکڑ لیا، پس گن لیا قحط نے ہر چیز کو (اور بخاری (حدیث ۴۸۰۷) میں حَصَّتْ ہے، حَصَّ الشیئَ کے معنی ہیں: زائل کرنا) یعنی قحط نے سب اندوختہ ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے چمڑے اور مردار کھائے ــــ اور اعمش ومنصور میں سے ایک نے المیتة کی جگہ العظام کہا ہے، یعنی انھوں نے ہڈیاں کھائیں ــــ ابن مسعودؓ نے فرمایا: ''اور زمین سے دھویں جیسا نکلنے لگا''، یعنی ان کو ایسا محسوس ہونے لگا۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس آپ کے پاس ابوسفیان آیا، اور اس نے کہا: بیشک آپ کی قوم ہلاک ہوگئی، پس آپ ان کے لئے دعا کریں ــــ اعمش نے کہا: پس یہ یعنی ابن مسعودؓ کا مذکورہ بیان ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿یَوْمَ تَأْتِیْ السَّمَاءُ﴾ کے لئے ہے، یعنی یہ اس کی تفسیر ہے، اور منصور نے کہا: یہ بیان: ﴿رَبَّنَا اکْشِفْ﴾ کے لئے ہے یعنی اس آیت کی تفسیر ہے (دونوں آیتیں ایک ہی سلسلہ کی ہیں) ــــ پس (ابن مسعودؓ نے فرمایا:) کیا آخرت کا عذاب کھولا جائے گا؟ (یہ اس واعظ کے قول کی تردید ہے) ــــ ابن مسعودؓ نے فرمایا: بَطْشة (پکڑ) لِزَام (وبال) دخان (دھواں) اور دونوں میں سے ایک نے کہا: (أحدهم کی جگہ صحیح أحدهما ہے) قمر یعنی شق القمر، اور دوسرے نے کہا: روم یعنی رومیوں کا غالب آنا (یہ پانچ پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں) ــــ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مشرکین مکہ پر وبال بدر کے دن آیا تھا۔

تشریح: دخان مبین کے بارے میں دو رائیں ہیں: ایک: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے ہے جو اوپر آچکی، اور یہ حدیث متفق علیہ ہے، بخاری شریف میں بارہ جگہ آئی ہے۔ دوسری رائے: حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی ہے کہ یہ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے، جو قیامت کے بالکل قریب میں ظاہر ہوگی، مسلم شریف (حدیث ۲۹۰۱ کتاب الفتن) میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس علامتیں نہ دیکھ لو، ان دس میں دخان کا بھی ذکر ہے۔ اور تفسیر طبری میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں تین چیزوں سے ڈراتا ہوں: ایک: دخان سے جو مؤمن کے لئے صرف ایک طرح کا زکام پیدا کرے گا، اور کافر کے تمام بدن میں بھر جائے گا، یہاں تک کہ اس کے کان آنکھ اور تمام مسامات سے نکلے گا۔ دوسری چیز: دابۃ الارض ہے، یہ ایک عجیب قسم کا جانور ہے جو زمین سے نکلے گا، تیسری چیز: دجال ہے (ابن کثیر کہتے ہیں: اس حدیث کی سند عمدہ ہے)

تطبیق: اور دونوں قولوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک: دخان مبین: واضح دھواں۔ دوم: محض دخان،

علاماتِ قیامت میں یہ دوم ہے۔ اول کا ذکر سورۃ الدخان میں ہے، اور دوم کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے، صرف حدیثوں میں ہے، اور یہ بات حضرت ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے، فرمایا: ”دخان دو ہیں: ایک گذر چکا، اور دوسرا جو باقی ہے وہ آسمان وزمین کی درمیانی فضا کو بھر دے گا، اور مؤمن کو اس سے صرف زکام کی کیفیت پیدا ہوگی، اور کافر کے تمام منافذ کو پھاڑ ڈالے گا“ یہ روایت روح المعانی میں ہے، میرے خیال میں یہ بہترین تطبیق ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے واعظ پر رد اس لئے کیا کہ وہ سورۂ دخان کی آیات کی تفسیر میں یہ بات بیان کررہا تھا جو غلط تھا: اس دخان کا تذکرہ صرف حدیثوں میں آیا ہے۔

[٤٥-] سُوْرَةُ الدُّخَان

[٣٢٧٧-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْجُدِّيُّ، نَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَمَنْصُوْرٍ، سَمِعَا أَبَا الضُّحَى، يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: إِنَّ قَاصًّا يَقُصُّ: يَقُوْلُ: إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ الدُّخَانُ، فَيَأْخُذُ بِمَسَامِعِ الْكُفَّارِ، وَيَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ، قَالَ: فَغَضِبَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَجَلَسَ، ثُمَّ قَالَ:

إِذَا سُئِلَ أَحَدُكُمْ عَمَّا يَعْلَمُ فَلْيَقُلْ بِهِ - قَالَ مَنْصُوْرٌ: فَلْيُخْبِرْ بِهِ - وَإِذَا سُئِلَ عَمَّا لَايَعْلَمُ، فَلْيَقُلْ: اللّٰهُ أَعْلَمُ! فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ: ﴿قُلْ: مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾

إِنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا رَأَى قُرَيْشًا اسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ، قَالَ: ”اللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ“ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ، فَأَحْصَتْ كُلَّ شَيْئٍ، حَتَّى أَكَلُوْا الجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ - وَقَالَ أَحَدُهُمَا الْعِظَامَ - قَالَ: وَجَعَلَ يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ.

قَالَ: فَأَتَاهُ أَبُوْ سُفْيَانَ، فَقَالَ: إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا، فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ، قَالَ: فَهٰذَا لِقَوْلِهِ: ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِيْنٍ، يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ قَالَ مَنْصُوْرٌ: هٰذَا لِقَوْلِهِ: ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ﴾ فَهَلْ يُكْشَفُ عَذَابُ الْآخِرَةِ؟

قَالَ: مَضَى الْبَطْشَةُ، وَاللِّزَامُ، وَالدُّخَانُ وَقَالَ أَحَدُهُمْ: الْقَمَرُ، وَقَالَ الْآخَرُ: الرُّوْمُ.

قَالَ أَبُوْ عيسىٰ: اللِّزَامُ: يَوْمُ بَدْرٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲- مرنے پر آسمان وزمین کا رونا

سورۃ الدخان (آیت ۲۹) ہے: ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ، وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾: پس ان (فرعونیوں) پر آسمان وزمین نہیں روئے، اور نہ وہ مہلت دیئے گئے —— آسمان وزمین کا یہ رونا حقیقت ہے یا مجاز؟

درج ذیل روایت اس کے حقیقت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں ہے کوئی بھی مؤمن مگر اس کے لئے (آسمان میں) دو دروازے ہیں: ایک سے اس کا عمل چڑھتا ہے، اور دوسرے سے اس کی روزی اترتی ہے، پس جب مؤمن مرتا ہے تو دونوں دروازے اس پر روتے ہیں، مذکورہ آیتِ کریمہ میں یہی مضمون ہے۔

تشریح: آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، جب آسمان وزمین فرعونیوں کی تباہی پر نہیں روئے تو معلوم ہوا کہ مؤمن کی موت پر دونوں روتے ہیں، مذکورہ حدیث سے یہ مفہوم مخالف ثابت ہے، اور زمین کو آسمان پر قیاس کیا جائے گا، زمین کی وہ جگہیں جہاں مؤمن عبادت کرتا ہے مؤمن کو روتی ہیں۔ اور یہ بات شرعاً ثابت ہے کہ ہر مخلوق باشعور ہے اور تسبیح خواں ہے، البتہ یہ ضروری نہیں کہ آسمان وزمین کا رونا ہمارے رونے کی طرح ہو، ان کے رونے کی کیفیت مختلف ہوسکتی ہے، جس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں، مثلاً: افسوس کرنا ان کا رونا ہو۔

مگر یہ حدیث نہایت ضعیف ہے، موسیٰ اگرچہ عبادت گذار تھا مگر ضعیف راوی ہے، اسی طرح یزید بھی زاہد تھا مگر ضعیف راوی ہے، ان کی روایتیں صرف ترمذی اور ابن ماجہ میں ہیں، اس لئے بعض حضرات نے اس حدیث کا اعتبار نہیں کیا، اور آیت کو مجاز واستعارہ قرار دیا ہے، ان کے نزدیک آسمان وزمین کا حقیقۃً رونا مراد نہیں، بلکہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ فرعونیوں کا وجود ایسا بے کار تھا کہ اس کے ختم ہوجانے پر کسی کو بھی افسوس نہیں ہوا۔

[۳۲۷۸-] حدثنا الحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبَانٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:" مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَهُ بَابَانِ: بَابٌ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهُ، وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهُ، فَإِذَا مَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَمُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، وَيَزِيْدُ بْنُ أَبَانِ الرَّقَاشِيُّ: يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ.

سورة الأحقاف

سورۃ الاحقاف کی تفسیر

۱- بنی اسرائیل کے گواہ سے مراد حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہیں

حدیث: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بھتیجا (جو مجہول راوی ہے) کہتا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ ارادہ کیے گئے یعنی بلوائیوں نے ان کو قتل کرنا چاہا تو عبد اللہ بن سلام (ان کے پاس) آئے، پس ان سے حضرت عثمان نے پوچھا: آپ کو کیا چیز لائی ہے؟ یعنی آپ کیوں آئے ہیں؟ ابن سلام نے کہا: میں آپ کی مدد کے لئے آیا ہوں، حضرت عثمانؓ نے کہا: آپ لوگوں کے پاس باہر جائیں اور ان کو مجھ سے دور کریں، کیونکہ آپ کا باہر ہونا میرے لئے بہتر ہے آپ کے اندر ہونے سے، یعنی یہاں اندر آپ مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے، اور باہر جا کر بلوائیوں کو روک سکتے ہیں، چنانچہ عبد اللہ بن سلام لوگوں کی طرف نکلے، اور فرمایا: ''لوگو! میرا نام زمانۂ جاہلیت میں یہ تھا (آپ کا نام پہلے حصین تھا) پس رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبد اللہ رکھا (یہ ایک فضیلت ہوئی) اور میرے بارے میں قرآن کی چند آیتیں نازل ہوئیں:

۱- میرے بارے میں (سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۰) نازل ہوئی: ''آپؐ کہیں: مجھے بتاؤ: اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو، اور تم اس کے منکر ہو، اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آئے اور تم تکبر ہی کرتے رہو (تو بتاؤ تم کیسے ہو؟ تمہارا شیوہ مبنی بر انصاف ہے یا مبنی بر ظلم؟) بیشک اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتے''

۲- اور میرے بارے میں سورۃ الرعد کی آخری آیت نازل ہوئی: ''اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں! آپ کہہ دیں: میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہیں اور وہ شخص (بھی) جس کے پاس کتاب (تورات) کا علم ہے''

(اپنا تعارف کرا کر فرمایا:) بیشک اللہ تعالیٰ کی تم سے میان میں کی ہوئی ایک تلوار ہے یعنی ابھی تک امت میں تلوار نہیں چلی، اور بیشک فرشتے تمہارے پڑوسی ہیں تمہارے اس شہر (مدینہ منورہ) میں جس میں تمہارے نبی ﷺ فروکش ہوئے ہیں، یعنی یہ شہر متبرک شہر ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اس شخص کے حق میں اس سے کہ تم ان کو قتل کرو، پس بخدا! اگر تم نے ان کو قتل کیا تو تم ضرور اپنے پڑوسی فرشتوں کو دھتکار دو گے یعنی تم اس شہر کی حرمت کو پامال کرو گے، اور تم ضرور سونت لو گے اپنے سے میان میں کی ہوئی اللہ کی تلوار کو، پھر وہ قیامت تک میان میں واپس نہیں کی جائے گی، یعنی قتل وقتال کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا ــــــ ابن سلام کا بھتیجا کہتا ہے: پس لوگوں نے کہا: ''اس یہودی کو بھی قتل کرو اور عثمان کو بھی قتل کرو''

سند کا حال: حدیث کی یہ سند ضعیف ہے، حضرت ابن سلامؓ کا بھتیجا مجہول راوی ہے، اور اس کی ایک دوسری سند ہے: شعیب: عبد الملک سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن سلام کے پوتے سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے دادا ابن سلامؓ سے روایت کرتا ہے، آگے کتاب المناقب میں حضرت ابن سلامؓ کے فضائل میں یہ سند آ رہی ہے، وہاں صراحت ہے کہ اس پوتے کا نام عمر تھا، اور یہ بھی مجہول راوی ہے، مگر فضائل میں ضعیف حدیث کا اعتبار کر لیا جاتا ہے۔

[٤٦-] سُوْرَةُ الأَحقاف

[٣٢٧٩-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ سَعِيْدٍ الكِنْدِيُّ، نا أَبُوْ مُحَيَّاةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ ابنِ أَخِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: لَمَّا أُرِيْدَ عُثْمَانُ، جاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: مَاجاءَ بِكَ؟ قَالَ: جِئْتُ فِيْ نُصْرَتِكَ، قَالَ: اخْرُجْ إِلَى النَّاسِ فَاطْرُدْهُمْ عَنِّيْ، فَإِنَّكَ خَارِجٌ خَيْرٌ لِيْ مِنْكَ دَاخِلٌ، قَالَ: فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ إِلَى النَّاسِ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ كَانَ اسْمِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فُلَانٌ، فَسَمَّانِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَبْدَ اللّٰهِ، وَنَزَلَتْ فِيَّ آيَاتٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، نَزَلَتْ فِيَّ: ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ، إِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِيْ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ﴾ وَنَزَلَتْ فِيَّ: ﴿كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ، وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾

إِنَّ لِلّٰهِ سَيْفًا مَغْمُوْدًا عَنْكُمْ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ جَاوَرَتْكُمْ فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا الَّذِيْ نَزَلَ فِيْهِ نَبِيُّكُمْ، فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي هٰذَا الرَّجُلِ أَنْ تَقْتُلُوْهُ، فَوَ اللّٰهِ إِنْ قَتَلْتُمُوْهُ لَتَطْرُدُنَّ جِيْرَانَكُمُ الْمَلَائِكَةَ، وَلَتَسُلُّنَّ سَيْفَ اللّٰهِ المَغْمُوْدَ عَنْكُمْ، فَلَا يُغْمَدُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: فَقَالُوْا: اقْتُلُوْا اليَهُوْدِيَّ، وَاقْتُلُوْا عُثْمَانَ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَقَدْ رَوَاهُ شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ ابنِ مُحمدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَّامٍ.

۲- گھن گرج والے بادل میں عذاب بھی ہوسکتا ہے

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھن گرج والا بادل دیکھتے تو آگے پیچھے ہوتے یعنی بے چین ہوتے، پھر جب وہ برسنا شروع ہوتا تو آپؐ کی بے چینی دور ہوجاتی، صدیقہ کہتی ہیں: پس میں نے آپؐ سے اس بارے میں پوچھا (کہ آپؐ کی یہ کیفیت کیوں ہوجاتی ہے؟) تو آپؐ نے فرمایا: ''میں کیا جانوں یعنی کیا پتہ شاید وہ ویسا بادل ہو جیسا اس آیت میں ہے: ''پس جب عاد نے عذاب کو دیکھا، بادل کی شکل میں، جو ان کے میدانوں کی طرف آرہا تھا تو انھوں نے (خوشی سے) کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا! نہیں، یہ وہی عذاب ہے، جس کے بارے میں تم جلدی مچاتے تھے: ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے'' (احقاف ۲۴)

سوال: سورۃ الانفال (آیت ۳۳) میں ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ﴾: اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں کہ آپؐ کے ان میں ہوتے ہوئے عذاب دیں —— پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بادل دیکھ کر پریشان کیوں ہوتے تھے؟

جواب: نفی تباہ کن عذاب کی ہے یعنی ایسا عذاب جو پوری قوم کو تہس نہس کردے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نہیں آئے گا، مگر چھوٹا موٹا عذاب آسکتا ہے، اور عذاب بہر حال عذاب ہے، خواہ کتنا ہی معمولی ہو، وہ اللہ کے غصے کی

وجہ سے ہوتا ہے، پس اس سے ڈرنا چاہئے۔

[۳۲۸۰-] حدثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الأَسْوَدِ: أَبُوْ عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ، نا مُحمدُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ ابنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَأَى مَخِيْلَةً، أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ، فَإِذَا مَطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهُ، فَقَالَ:" وَمَا أَدْرِيْ لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ، قَالُوْا: هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

لغت: مَخِيْلَةٌ: گھن گرج والا بادل جس کے برسنے کی امید ہو...... سَرَّى عنه: غم اور تکلیف دور کرنا۔

۳- جنات بھی نبی ﷺ کی امت ہیں

انسانوں کی طرح جنّات بھی نبی ﷺ کی امت ہیں، جنّات: نبوت کے معاملات میں انسانوں کے تابع ہیں، جیسے عورتیں اس معاملہ میں مردوں کے تابع ہیں کیونکہ نبی ورسول ہمیشہ مرد ہی ہوئے ہیں، اسی طرح نبی ورسول ہمیشہ انسان ہوئے ہیں، اور عورتیں مردوں کے اور جنات انسانوں کے تابع رہے ہیں، مرد ہی عورتوں کو اور انسان ہی جنات کو دین پہنچاتے ہیں۔ البتہ حکومت میں جنات مستقل ہیں، ان کی اپنی حکومت علاحدہ ہے، اور عورتیں اس معاملہ میں بھی مردوں کے تابع ہیں، البتہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں حکومت کے معاملہ میں بھی جنات انسانوں کے تابع تھے ......سورۃ الاحقاف (آیت ۲۹) میں جنات کے قرآنِ کریم سننے کا، اس سے متأثر ہونے کا، ایمان لانے کا، پھر لوٹ کر کارِ دعوت انجام دینے کا تذکرہ ہے، اس مناسبت سے درج ذیل حدیث پڑھیں:

حدیث: علقمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا لیلۃ الجن میں آپ حضرات میں سے کوئی نبی ﷺ کے ساتھ تھا؟ ابن مسعودؓ نے جواب دیا: ہم میں سے کوئی آپؐ کے ساتھ نہیں تھا، البتہ ہم نے آپؐ کو ایک رات گم پایا درانحالیکہ آپؐ مکہ میں تھے یعنی لیلۃ الجن کا یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے، پس ہم نے کہا: دھوکہ دے کر بے خبری میں مار ڈالے گئے یا اڑا لئے گئے یعنی اغوا کر لئے گئے یا معلوم نہیں آپؐ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ پس ہم نے وہ رات گذاری بد سے بدتر رات جو کسی قوم نے گذاری ہے، یہاں تک کہ ہم نے صبح کی یا کہا: آپؐ علی الصباح تھے، پس اچانک ہم نے آپؐ کو جبل حراء کی طرف سے آتا ہوا دیکھا۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس صحابہ نے آپؐ سے اپنے اس حال کا تذکرہ کیا جس میں وہ تھے: پس آپؐ نے فرمایا: "میرے پاس جنات کا نمائندہ آیا، پس میں ان کے پاس گیا، اور میں نے ان کو قرآن سنایا" ——— ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس آپؐ چلے، اور ہمیں ان کے نشانات اور ان کی آگ کے آثار دکھائے۔

امام عامر شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور جنات نے آپؐ سے توشہ مانگا، اور وہ لوگ جزیرۃ کے جنات تھے، پس آپؐ

نے فرمایا: ''ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، جو تمہارے ہاتھوں میں آئے، خوب گوشت سے بھری ہوئی ہوگی جیسی پہلے تھی، اور ہر مینگنی یا فرمایا: گوبر: تمہارے چوپایوں کے لئے چارہ ہوگا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''لہٰذا تم ان چیزوں سے استنجا مت کرو، کیونکہ یہ دونوں چیزیں تمہارے (دینی) بھائی جنات کی خوراک ہیں''

تشریح: یہ حدیث پہلے (حدیث ۲۱ کتاب الطہارۃ، تحفہ ۱:۲۳۱) آچکی ہے، وہاں اس کی تفصیل ہے کہ جنات کو انسانوں کا بھائی کس اعتبار سے کہا گیا ہے؟ اور لید اور ہڈی جنات کی خوراک کیسے ہیں؟ اور حدیث کی سندوں پر بھی وہاں کلام کیا گیا ہے۔ البتہ یہاں روایات میں دو اختلافات کا ذکر ضروری ہے:

پہلا اختلاف: اس روایت میں جو اسماعیل بن علیہ کی ہے یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ میں سے کوئی نہیں تھا، اور یہی روایت پہلے (کتاب الطہارۃ باب ۱۴ تحفہ ۱:۲۳۱) آئی ہے: اس میں ہے: عن عبد الله: أنه كان مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلةَ الجن: یعنی لیلۃ الجن میں ابن مسعودؓ آپؐ کے ساتھ تھے، اور نبیذ سے وضوء کی روایت میں بھی ابن مسعودؓ کا آپؐ کے ساتھ ہونا مصرح ہے، پس تطبیق کی دو صورتیں ہیں:

۱- یا تو یہ کہا جائے کہ لیلۃ الجن متعدد ہیں، کسی میں کوئی ساتھ نہیں تھا، اور کسی میں ابن مسعودؓ ساتھ تھے، جزیرہ کے جنات کی تعلیم کے موقع پر آپؐ کے ساتھ کوئی نہیں تھا، اور باب کی حدیث میں یہی واقعہ ہے۔ اور نَصِیْبِیْن کے جنات کی تعلیم کے موقعہ پر ابن مسعودؓ ساتھ تھے، اور اسی واقعہ میں آپؐ نے نبیذ سے وضوء فرمائی ہے۔

۲- یا یہ کہا جائے کہ خاص اُس مقام میں جہاں جنات سے آپؐ کی ملاقات ہوئی: کوئی نہیں تھا، ابن مسعودؓ راستہ میں بٹھا دیئے گئے تھے۔

دوسرا اختلاف: داؤد بن ابی ہند کے شاگرد اسماعیل بن علیہ کی اس روایت میں یہ ہے کہ ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا یعنی مردار کی ہڈی گوشت سے بھری ہوئی ملے گی، اور داؤد کے دوسرے شاگرد عبد الاعلی کی روایت مسلم شریف (حدیث ۴۵۰ کتاب الصلاۃ حدیث ۱۵۰) میں ہے: لكم كلُّ عظمٍ ذُكر اسم الله عليه يقع في أيديكم أَوْفَرَ مايكون لحماً: یعنی مذبوحہ جانور کی ہڈی پر گوشت بھرا ہوا ملے گا، اس اختلاف میں بھی تطبیق کی دو صورتیں ہیں:

۱- یا تو یہ کہا جائے کہ كلٌّ حَفِظَ مالم يَحْفَظْهُ الآخر: ہر راوی نے آدھی بات یاد رکھی ہے، پس مذبوحہ اور مردار: دونوں کی ہڈیوں پر گوشت ملے گا۔

۲- یا یہ کہا جائے کہ مسلم شریف کی روایت کو ترجیح حاصل ہے، پس مذبوحہ کی ہڈی پر گوشت ملے گا۔

سوال (۱): جنات کا وجود انسان سے مقدم ہے، اور جنات مکلّف مخلوق ہیں، پھر تخلیقِ آدمؑ سے پہلے ان کو دین کیسے پہنچتا تھا؟

جواب: اس وقت جنات ہی میں سے رسول و نبی مبعوث ہوتے ہونگے، مگر جب اللہ کا خلیفہ انسان وجود میں

آ گیا تو ان میں نبوت ورسالت کا سلسلہ موقوف کر دیا گیا، اب وہ اس معاملہ میں انسانوں کے تابع ہیں۔

سوال (۲): جنات: انسانوں سے اب کس طرح علوم حاصل کرتے ہیں؟ کیا وہ ہماری درسگاہوں میں حاضر ہوکر علم حاصل کرتے ہیں؟

جواب: یہ بات ممکن ہے، مگر ضروری نہیں، کیونکہ نبی ﷺ کے بعد جس طرح انسانوں میں تعلیم وتعلّم کا سلسلہ جاری ہوا ہے، اسی طرح جنات میں بھی یہ سلسلہ جاری ہوا ہے، اب وہ اپنی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور کبھی ہماری درسگاہوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

[۳۲۸۱-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ دَاوُدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ: هَلْ صَحِبَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ الْجِنِّ مِنْكُمْ أَحَدٌ؟ قَالَ: مَاصَحِبَهُ مِنَّا أَحَدٌ، وَلٰكِنِ افْتَقَدْنَاهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، وَهُوَ بِمَكَّةَ، فَقُلْنَا: اغْتِيْلَ، اسْتُطِيْرَ، مَا فُعِلَ بِهِ؟ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ، حَتَّى إِذَا أَصْبَحْنَا أَوْ: كَانَ فِيْ وَجْهِ الصُّبْحِ، إِذَا نَحْنُ بِهِ يَجِيْءُ مِنْ قِبَلِ حِرَاءٍ، قَالَ: فَذَكَرُوْا لَهُ الَّذِيْ كَانُوْا فِيْهِ، قَالَ: فَقَالَ: "أَتَانِيْ دَاعِي الْجِنِّ، فَأَتَيْتُهُمْ، فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمْ" قَالَ: فَانْطَلَقَ، فَأَرَانَا آثَارَهُمْ، وَآثَارَ نِيْرَانِهِمْ.

قَالَ الشَّعْبِيُّ: وَسَأَلُوْ الزَّادَ، وَكَانُوْا مِنْ جِنِّ الْجَزِيْرَةِ، فَقَالَ: "كُلُّ عَظْمٍ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِيْ أَيْدِيْكُمْ أَوْفَرَ مَا كَانَ لَحْمًا، وَكُلُّ بَعْرَةٍ، أَوْ: رَوْثَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ" فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "فَلَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا، فَإِنَّهُمَا زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة محمد صلى الله عليه وسلم

سورۂ محمد ﷺ کی تفسیر

۱- نبی ﷺ کا بکثرت استغفار فرمانا

سورۂ محمد کی (آیت ۱۹) ہے: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾: پس آپ جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور معافی مانگیں آپ اپنے گناہ کی اور ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کے لئے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تمہارے چلنے پھرنے کی جگہ کو یعنی عارضی قیامگاہ کو اور تمہارے (مستقل) رہنے سہنے کی جگہ کو۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ستّر مرتبہ معافی مانگتا ہوں" —— اور دوسری

روایت میں ہے کہ میں ایک دن میں اللہ تعالیٰ سے سومرتبہ معافی مانگتا ہوں (اور یہی روایت بخاری شریف (حدیث ۶۳۰۷) میں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، ایک دن میں سترّ مرتبہ سے زیادہ! ـــــ پس مؤمنین کو بھی اسوۂ نبوی پر عمل کرتے ہوئے بکثرت استغفار کرنا چاہئے، اور صرف اپنے ہی لئے نہیں، بلکہ سب مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لئے بھی استغفار کرنا چاہئے۔

سوال: استغفار (معافی مانگنا) گناہ کی خبر دیتا ہے، جبکہ انبیاء سب معصوم (بے گناہ) ہیں، پھر نبی ﷺ کو استغفار کا حکم کیوں دیا؟

جواب: استغفار کے مادّے: غ، ف، ر کے اصل معنی ہیں: چھپانا۔ غَفَرَ الشیئَ: چھپانا، غَفَرَ المتاعَ فی الوِعاء: کسی ظرف میں سامان رکھ کر چھپانا، غَفَر اللّٰه له ذنبه: گناہ چھپانا اور معاف کرنا، الغِفارۃ: عورتوں کا سر کا رومال، جو سر کے صرف اگلے اور پچھلے حصہ کو ڈھانپتا ہے، الغِفِیْرَۃ: ڈھکنا، المِغْفَر: خود جو لڑائی میں سر پر پہنا جاتا ہے...... پس استغفار کا اصل مفہوم ہے: رحمت میں ڈھانکنے کی دعا کرنا، اگر گناہ ہو تو اس کو معاف کر کے، ورنہ بدرجہ اولی، کیونکہ گنہ گار تو ممکن ہے رحمت میں نہ لیا جائے، مگر معصوم (بے گناہ) ضرور رحمت میں چھپا لیا جائے گا۔ غرض استغفار: عصمت کے منافی نہیں، بلکہ دونوں میں گہرا جوڑ ہے۔

[٤٧-] سُوْرَۃ محمد صلی اللّٰه علیه وسلم

[٣٢٨٢-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ فَقَالَ النبیُّ صلی اللّٰه علیه وسلم: "إِنِّیْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِیْ الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً"، هٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[٣٢٨٣-] وَیُرْوَی عَنْ أَبِیْ هریرةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم، أَنَّهُ قَالَ: "إِنِّیْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِیْ الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ" رَوَاهُ مُحمدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ.

۲- ایمان ثریا پر ہوتا تب بھی فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کر لیتے

سورۃ محمدؐ کی آخری آیت ہے: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ، ثُمَّ لَایَکُوْنُوْا أَمْثَالَکُمْ﴾: اور اگر تم روگردانی کرو گے یعنی اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا، پھر وہ تم جیسے (بخیل) نہیں ہونگے (بلکہ وہ دل کھول کر راہِ خدا میں خرچ کریں گے) ـــــ اور سورۃ الجمعہ کے شروع میں امت کی دو قسمیں کی ہیں: جزیرۃ العرب کے باشندے اور ان کے علاوہ لوگ، پہلی قسم کی طرف نبی ﷺ کی بعثت بلا واسطہ ہوئی ہے، اور

دوسری قسم کی طرف: پہلی قسم کے توسط سے —— ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں درج ذیل حدیث وارد ہوئی ہے:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک دن یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا﴾ الآیۃ، پس صحابہ نے پوچھا: ہماری جگہ کس کو لایا جائے گا؟ آپؐ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر (ہاتھ) مارا، اور فرمایا: ''یہ اور اس کی قوم''

یہ حدیث صحیح ہے، مگر اس کی یہ سند ضعیف ہے، اس میں ایک مجہول راوی ہے، اور یہی حدیث دوسری سند سے اس طرح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ کیا ہے کہ اگر تم نے روگردانی کی تو ان کو ہماری جگہ لایا جائے گا، پھر وہ ہم جیسے نہ ہونگے؟ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: اور سلمان فارسیؓ نبی ﷺ کے پہلو میں تھے، پس نبی ﷺ نے ان کی ران پر ہاتھ مارا، اور فرمایا: ''یہ اور اس کے ساتھی، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر ایمان ثریا پر لٹکا ہوا ہوتا تو بھی اس کو فارس کے کچھ لوگ حاصل کر لیتے!''

حدیث کی یہ دوسری سند بھی ضعیف ہے، اس میں عبداللہ بن جعفر ہیں، جو علی بن المدینی کے والد ہیں، اور ضعیف ہیں، مگر اس کی ایک تیسری سند سورۃ الجمعہ میں آرہی ہے، اور اسی سند سے یہ حدیث بخاری شریف (حدیث ۴۸۹۷) میں ہے پس اس حدیث کا سورۃ محمدؐ کی آخری آیت سے تعلق نہیں، بلکہ سورۃ الجمعہ کی آیت: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ﴾ سے تعلق ہے۔

ملحوظہ: امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ علی بن حجر نے براہ راست عبداللہ بن جعفر سے بہت سی روایتیں کی ہیں، مگر یہ حدیث انھوں نے اسماعیل بن جعفر کے واسطے سے سنی ہے، اور سورۃ الجمعہ والی روایت علی بن حجر براہ راست عبداللہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں، مگر بخاری میں عبداللہ بن جعفر کے خواجہ طاش سلیمان بن بلال کی روایت ہے جو صحیح ہے۔

[۳۲۸٤-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هريرةَ، قَالَ: تَلَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هٰذِهِ الآيَةَ يَوْمًا: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُم ثُمَّ لَايَكُوْنُوْا أَمْثَالَكُمْ﴾ قَالُوْا: وَمَنْ يُسْتَبْدَلُ بِنَا؟ قَالَ: فَضَرَبَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى مَنْكِبِ سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: " هٰذَا وَقَوْمُهُ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَفِيْ إِسْنَادِهِ مَقَالٌ، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ أَيْضًا هٰذَا الحديثَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ.

[۳۲۸٥-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيْحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه

وسلم: يَارسولَ اللّٰهِ! مَنْ هٰؤُلاءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَ اللّٰهُ: إِنْ تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوْا بِنَا ثُمَّ لَايَكُوْنُوْا أَمْثَالَنَا؟ قَالَ: وَكَانَ سَلْمَانُ بِجَنْبِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: فَضَرَبَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَخِذَ سَلْمَانَ، وَقَالَ:" هٰذَا وَأَصْحَابُهُ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَوْ كَانَ الإِيْمَانُ مَنُوْطًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ"

وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جعْفَرِ بْنِ نَجِيْحٍ: هُوَ وَالِدُ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ، فَقَدْ رَوَى عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جعْفَرٍ الْكَثِيْرَ، وَثَنَا عَلِيٌّ بِهٰذَا الحديثِ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ جعْفَرِ بْنِ نَجِيْحٍ.

سورة الفتح

سورۃ الفتح کی تفسیر

۱- صلح حدیبیہ فتح مبین ہوئی

صلح حدیبیہ کی دفعات مسلمانوں کی توقعات کے خلاف تھیں، ان دفعات سے مسلمانوں کے جذبات اس قدر مجروح ہوئے تھے کہ وہ غم سے نڈھال تھے، اور سب سے زیادہ غم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تھا، انھوں نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''کیوں نہیں'' انھوں نے پوچھا: ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم رسید نہیں ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: ''کیوں نہیں!'' انھوں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کی رسوائی کیوں برداشت کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ''اے خطاب کے لڑکے! میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا، وہ میری مدد کرے گا، اور مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا'' انھوں نے پوچھا: کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم بیت اللہ پر پہنچیں گے، اور اس کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال یہ کام کریں گے؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: ''تم بہرحال بیت اللہ کے پاس پہنچوگے، اور اس کا طواف کروگے'' —— اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اور ان سے بھی یہی گفتگو کی، انھوں نے بھی ٹھیک وہی جواب دیا جو نبی ﷺ نے دیا تھا، البتہ اتنا اضافہ کیا کہ اے آدمی! تو آپؐ کی رکاب تھامے رہ، یہاں تک کہ موت آجائے، کیونکہ بخدا! آپؐ برحق نبی ہیں۔

صلح کی تکمیل کے بعد قربانیاں کرکے سب نے احرام کھول دیا، اور قافلہ مدینہ کی طرف لوٹا، راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، اور اس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا گیا، نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلاکر یہ سورت سنائی، بعد میں حضرت عمرؓ کو اپنی تقصیر کا احساس ہوا تو وہ سخت نادم ہوئے، خود کہتے ہیں: میں نے اس روز جو گستاخی کی تھی اور جو

باتیں کہی تھیں، ان سے ڈر کر میں نے بہت سے اعمال کئے، برابر صدقہ وخیرات کرتا رہا، روزے رکھتا رہا، نماز پڑھتا رہا، غلام آزاد کرتا رہا، یہاں تک کہ اب مجھے خیر کی امید ہے۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم کسی سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پس میں نے نبی ﷺ سے گفتگو کی تو آپؐ خاموش رہے، پھر میں نے آپؐ سے گفتگو کی تو بھی آپؐ خاموش رہے، پھر میں نے اپنی سواری تیز کردی، اور میں ایک طرف کو ہوگیا، اور میں نے (دل میں) کہا: اے ابن خطاب! تجھے تیری ماں گم کرے یعنی تو مرگیا ہوتا تو اچھا تھا، تو نے تین مرتبہ نبی ﷺ سے اصرار کیا (مگر) ہر بار آپؐ نے تجھے کوئی جواب نہ دیا، تو کس قدر لائق ہے کہ تیرے بارے میں قرآن نازل ہو! —— حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس فوراً ہی میں نے ایک پکارنے والے کو سنا جو مجھے پکار رہا تھا، پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! بخدا! مجھ پر اس رات ایک سورت اتاری گئی ہے، نہیں پسند کرتا میں کہ ہوں میرے لئے اس کے بدل وہ چیزیں جن پر سورج طلوع کرتا ہے'' یعنی پوری دنیا سے وہ سورت مجھے زیادہ محبوب ہے، مراد سورۃ الفتح ہے (یہ حدیث بخاری (حدیث ۴۱۷۷) میں ہے)

تشریح: سورۃ الفتح کی پہلی آیت ہے: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾: بیشک ہم نے آپؐ کو کھلی فتح دی —— صلح حدیبیہ: کھلی فتح اس طرح بنی کہ جنگ کی ڈبیہ دس سال کے لئے بند ہوگئی، اور مکہ اور مدینہ کے درمیان آمد ورفت شروع ہوئی، اور لوگوں کو کھلے ذہن سے اسلام کو سمجھنے کا موقعہ ملا، اور تیزی سے اسلام پھیلنا شروع ہوا، چنانچہ حدیبیہ کے سال شمع نبوت کے گرد پندرہ سو پروانے تھے، اور اس کے دوسال بعد فتح مکہ کے موقعہ پر نبی ﷺ کے جلو میں دس ہزار کا لشکر جرار تھا، یہ صلح حدیبیہ کی برکت تھی۔

لغات: تَنَحّٰی: ایک کنارہ یا ایک گوشہ میں ہوجانا، ایک طرف ہوجانا...... نَزَرَ (ن) فلانا: اصرار کر کے لینا...... ما أخلقك: فعل تعجب ہے...... مَانَشِبَ أن قال كذا: اس نے فوراً ہی ایسا کہا۔

[٤٨-] سُوْرَةُ الفتح

[٣٢٨٦-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَثْمَةَ، نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: كُنَّا مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَكَلَّمْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَسَكَتَ، ثُمَّ كَلَّمْتُهُ فَسَكَتَ، فَحَرَّكْتُ رَاحِلَتِيْ، فَتَنَحَّيْتُ، فَقُلْتُ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! نَزَرْتَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، كُلَّ ذٰلِكَ لاَيُكَلِّمُكَ، مَا أَخْلَقَكَ بِأَنْ يَنْزِلَ فِيْكَ قُرْآنٌ! قَالَ: فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِيْ، قَالَ: فَجِئْتُ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! لَقَدْ أُنْزِلَ

عَلَيَّ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ، مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِهَا مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا﴾ هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

۲- نبی ﷺ کی ہر کوتاہی معاف اور مؤمنین کے لئے جنت کی بشارت

صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں تین باتیں حاصل ہوئیں:

پہلی بات: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ، وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيْمًا، وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾: تاکہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں آپ کی وہ کوتاہیاں جو پہلے ہوچکی ہیں اور جو بعد میں ہونگی، اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل فرمادیں، اور آپ کو سیدھے راستے پر استوار رکھیں، اور اللہ آپ کو ایسا غلبہ دیں جس میں عزت ہی عزت ہو! (جس کے بعد آپ کو کسی سے دبنا نہ پڑے) —— یعنی صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں خود آپ ﷺ کو چار باتیں حاصل ہوئیں:

۱- اگلی پچھلی تمام کوتاہیوں سے درگذر فرمانے کا اعلان۔

۲- احسانات خداوندی کی تکمیل یعنی شانِ نبوت کی سربلندی کی اطلاع کہ اب آپ کا، قرآن کا اور دین اسلام کا شہرہ شروع ہوگا، اور اسلام کی اشاعت خوب ہوگی۔

۳- ماضی کی طرح آئندہ بھی صراط مستقیم پر استوار رکھنے کی بشارت۔

۴- باعزت غلبہ کی پیش خبری جو فتح مکہ کی صورت میں حاصل ہوئی۔

ان میں سے پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے (تحفہ ۱:۱۹۲ میں) یہ بات آچکی ہے کہ گناہوں کے چار درجے ہیں: معصیت (نافرمانی) سیئہ (برائی) خطیئہ (غلطی) اور ذنب (کوتاہی، عیب) ذنب: گناہوں کا سب سے ادنی درجہ ہے، کوتاہی جو آدمی کو عیب دار کردے: ذنب کہلاتی ہے، اور یہ بات بھی لوگوں کے خیالات کے اعتبار سے ہے، کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ سے چوک ہوگئی ہے، یہ صلح ٹھیک نہیں ہوئی، اس سے کافروں کا ہاتھ اوپر ہوگیا ہے، ان کو سنایا گیا کہ ہم نے اپنے نبی کی ہر کوتاہی معاف کردی، اب تم کون ہو اس طرح کا گمان کرنے والے؟ یہ ہے اس اعلان کی حقیقت، ورنہ انبیاء سب معصوم ہوتے ہیں، ان سے ادنی درجہ کا گناہ بھی نہیں ہوسکتا، یہ اعلان محض گمان کرنے والوں کے گمان کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔

دوسری بات: ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ الآیة: تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغات میں داخل کریں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اور تاکہ ان سے ان کی برائیاں مٹادے، اور یہ اللہ کے نزدیک یعنی آخرت میں بڑی کامیابی ہے —— یعنی صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعتِ رضوان کی

صورت میں جو صحابہ کا جذبہ ایمانی سامنے آیا تھا: اس کے صلہ میں ان کو سدا بہار جنت ملے گی، اور ان کی سب خطائیں معاف کردی جائیں گی، جن میں نبی ﷺ سے کوتاہی کی بدگمانی بھی شامل ہے۔ اور اسلام کی اشاعت خوب ہوگی، مردوں کو بھی ایمان نصیب ہوگا اور عورتوں کو بھی۔

تیسری بات: ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِيْنَ﴾ الآية: تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دیں، جو اللہ کے (دین کے، اللہ کے رسول کے، اور اللہ کی فوج کے) بارے میں برے گمان رکھتے ہیں، بُرا وقت انہی پر پڑنے والا ہے، اور (آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہونگے اور ان کو رحمت سے دور کردیں گے، اور ان کے لئے اللہ نے دوزخ تیار کررکھی ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے! —— یعنی اس صلح سے منافقوں اور مشرکوں کی آرزوئیں خاک میں مل جائیں گی، اور ان پر بُرا وقت جلد آنا ہے، دیکھتے رہیں آگے کیا ہوتا ہے!

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حدیبیہ سے واپسی میں نبی ﷺ پر آیت: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ اتاری گئی، پس آپؐ نے فرمایا: ”بخدا! مجھ پر ایک ایسی آیت اتری ہے جو مجھے زیادہ محبوب ہے ان سب چیزوں سے جو زمین میں ہیں“ پھر نبی ﷺ نے لوگوں کو یہ آیت پڑھ کر سنائی —— پس لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کو یہ آیت مبارک! آپؐ کے لئے اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا وہ جو آپؐ کے ساتھ کیا جائے گا، پس ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ اس پر یہ آیت اتری: ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ الآيۃ۔

ملحوظہ: باب میں حضرت مُجَمِّع بن جاریہ کی حدیث ہے، یہ حدیث ابوداؤد (حدیث ۲۷۳۶ کتاب الجہاد باب ۱۴۸) میں ہے۔

[۳۲۸۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أُنْزِلَتْ عَلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ مَرْجِعَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: " لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ آيَةٌ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عَلَى الْأَرْضِ" ثُمَّ قَرَأَهَا النبيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَيْهِمْ، فَقَالُوْا: هَنِيْئًا مَرِيْئًا لَكَ يَارسولَ اللّٰهِ! لَقَدْ بَيَّنَ لَكَ اللّٰهُ مَاذَا يُفْعَلُ بِكَ؟ فَمَاذَا يُفْعَلُ بِنَا؟ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ: ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفِيْهِ عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ.

۳- اللہ نے شرانگیزی کرنے والوں کی چال خاک میں ملادی

مکہ والوں نے پہلے تو ٹھان لی تھی کہ آپؐ کو اور مسلمانوں کو عمرہ کرنے کے لئے مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا قریش نے احابیش (کنانہ اور خزاعہ) کو اکٹھا کرکے جنگ کا تہیہ کرلیا تھا، حتی کہ جب آپؐ نے سفارت بھیجی کہ ہم لڑنے

نہیں آئے، عمرہ کرنے آئے ہیں تو انھوں نے سفیر (حضرت عثمانؓ) کو روک لیا، اس کی خبر مسلمانوں کے کیمپ میں اس طرح پہنچی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا، پس جنگ ناگزیر ہوگئی، اور آپؐ نے کیکر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے آخر دم تک لڑنے کی بیعت لی، اس کی خبر جب قریش کو پہنچی تو وہ ڈھیلے پڑ گئے، کیونکہ پندرہ سو آدمی جب سر سے کفن باندھ لیں تو وہ ہزاروں پر بھاری ہوجاتے ہیں، چنانچہ کفار نے فوراً حضرت عثمان کو واپس بھیج دیا، اور اپنی طرف سے مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے سفارت روانہ کی ــــ مگر یہ بات ان کے پر جوش نوجوانوں کو پسند نہیں آئی، گرم خون جوش زن ہوتا ہے، اس وقت ہوش نہیں رہتا، اس لئے انھوں نے صلح میں رخنہ ڈالنے کے لئے ایک پروگرام بنایا، طے کیا کہ رات کی تاریکی میں مسلمانوں کے لشکر میں گھس جائیں، اور ہنگامہ برپا کر دیں پس جنگ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں ستّر جوان جبل تنعیم کے راستے اتر آئے، اور انھوں نے مسلمانوں کے کیمپ میں چپکے سے گھسنے کی کوشش کی، مگر پہرے داروں نے سب کو گرفتار کر لیا، اور صبح ان کو آپؐ کی خدمت میں پیش کیا، آپؐ نے صلح کی خاطر سب کو معاف کر دیا اس کا تذکرہ سورۃ الفتح (آیت ۲۴) میں ہے: ''اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنھوں نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے عین مکہ میں روک دیئے، اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دیدیا تھا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہے تھے''

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فجر کی نماز کے وقت اسّی آدمی رسول اللہ ﷺ پر اور آپؐ کے صحابہ پر تنعیم پہاڑ سے اتر آئے، وہ لوگ آپؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے، پس وہ بری طرح پکڑے گئے، اور نبی ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا۔ پس مذکورہ آیت نازل ہوئی، یعنی مذکورہ آیت میں اسی واقعہ کا تذکرہ ہے۔

[۳۲۸۸-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: ثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ ثَمَانِيْنَ هَبَطُوْا عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابِهِ، مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيْمِ عِنْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَهُمْ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَقْتُلُوْهُ، فَأُخِذُوْا أَخْذًا، فَأَعْتَقَهُمْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ﴾ الآيَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۴- اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو 'ادب کی بات' پر قائم رکھا

صلح حدیبیہ میں کئی موڑ ایسے آئے تھے کہ مسلمان بے قابو ہوجاتے، مگر ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کو تھام لیا، اور انھوں نے حرم و کعبہ کی حرمت کو پامال نہ ہونے دیا، سب سے پہلے مشرکین نے اصرار کیا کہ اس سال عمرہ کئے بغیر واپس جاؤ، یہ بات ناقابل برداشت تھی، مگر نبی ﷺ نے اس کو مان لیا، پھر جب معاہدہ لکھا جانے لگا تو انھوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے پر اعتراض کیا، پھر نام پاک محمدؐ کے ساتھ وصف 'رسول اللہ' برداشت نہ کیا، یہ سب نادانی والی ضدیں تھیں، مگر آپؐ نے اور صحابہ نے وہ سب نازیبا مطالبے مان لئے اور صلح ہوگئی، اس کا تذکرہ سورۃ الفتح (آیت ۲۶)

میں ہے کہ جب کفار نے اپنے دلوں میں نادانی کی ضد کو جگہ دی، تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر طمانینت نازل کی، یعنی انھوں نے تحمل سے کام لیا، اور ان کو ادب کی بات پر جمائے رکھا، اور وہ اس کے زیادہ لائق اور اس کے اہل تھے، یعنی کفار حرمتِ کعبہ وحرم کا کیا خیال رکھتے، اس کا لحاظ صرف مسلمانوں نے کیا، کیونکہ شعائر اللہ کی عظمت کا پورا خیال مسلمان ہی رکھ سکتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک حدیث لکھی ہے، جس میں کلمة التقوی کی تفسیر کلمہ طیبہ لا إلٰه إلا الله سے کی گئی ہے۔ یہ تفسیر صحیح ہے، کیونکہ مسلمانوں نے جو ادب کی بات ملحوظ رکھی تھی وہ اسی کلمہ کا تقاضہ تھا، مگر اس حدیث کی شروع سے آخر تک یہی ایک سند ہے، اور اس کا ایک راوی ثُوَیر نہایت ضعیف ہے، یہ شخص پکا رافضی تھا۔

[۳۲۸۹-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ قَزْعَةَ الْبَصْرِيُّ، نَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: ﴿وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى﴾ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزْعَةَ، وَسَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الحديثِ، فَلَمْ يَعْرِفْهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

سورة الحجرات

سورۃ الحجرات کی تفسیر

۱- نبی ﷺ کی آواز سے آواز بلند کرنے کی ممانعت

سورۃ الحجرات کی (آیت ۲) ہے: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے بلند مت کرو، اور ان کے سامنے اس طرح زور سے مت بولو جس طرح تم آپس میں زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو!

اس آیت کے شانِ نزول میں درج ذیل روایت آئی ہے:

حدیث: حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اقرع بن حابسؓ نبی ﷺ کے پاس آئے، پس حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اِن کو اُن کی قوم کا امیر بنادیں، حضرت عمرؓ نے کہا: یارسول اللہ! ان کو امیر نہ بنائیں، پس دونوں میں نبی ﷺ کے سامنے گفتگو ہوئی، یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، پس حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: آپ کا ارادہ بس مجھ سے اختلاف کرنا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا: میرا ارادہ آپ سے

اختلاف کرنے کا نہیں ہے (بلکہ جو بات میں نے مناسب سمجھی عرض کی) پس مذکورہ آیت نازل ہوئی ـــــ راوی کہتے ہیں: اور حضرت عمرؓ نزولِ آیت کے بعد جب نبی ﷺ کے سامنے بات کرتے تو وہ اپنی بات نہیں سناتے تھے، یہاں تک کہ ان سے دریافت کرنا پڑتا تھا کہ انھوں نے کیا کہا ـــــ اور عبداللہ بن الزبیرؓ نے اپنے نانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا (کہ نزولِ آیت کے بعد ان کا کیا حال ہو گیا تھا)

تشریح: ترمذی کی یہ روایت ٹھیک نہیں، مؤمّل (بروزن محمد) کا حافظہ خراب تھا، بخاری شریف (حدیث ۴۳۶۷) میں یہ حدیث اس طرح ہے: بنو تمیم کا ایک قافلہ نبی ﷺ کے پاس آیا، پس حضرت ابوبکرؓ نے کہا: قعقاع بن معبد کو امیر بنائیں، اور حضرت عمرؓ نے کہا: اقرع بن حابس کو امیر بنائیں ـــــ اور بخاری شریف (حدیث ۷۳۰۲) میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا حال نزولِ آیت کے بعد یہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت چپکے سے بات کرتے تھے: إذا حدَّث النبيَّ صلى الله عليه وسلم بحديث: حَدَّثه كأخي السِّرار۔

[٤٩-] سُوْرَةُ الحجرات

[٣٢٩٠-] حدثنا مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، نا مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ بْنَ جَمِيْلٍ الْجُمَحِيُّ، قَالَ: ثَنَا ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، قَالَ: ثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَدِمَ عَلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَارسولَ اللّٰهِ! اسْتَعْمِلْهُ عَلَى قَوْمِهِ، فَقَالَ عُمَرُ: لَاتَسْتَعْمِلْهُ يَارسولَ اللّٰهِ! فَتَكَلَّمَا عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ: مَاأَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِيْ، فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ، قَالَ: فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النبيِّ﴾

قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ، إِذَا تَكَلَّمَ عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، لَمْ يُسْمِعْ كَلَامَهُ، حَتَّى يُسْتَفْهِمَهُ، قَالَ: وَمَا ذَكَرَ ابْنُ الزَّبَيْرِ جَدَّهُ يَعْنِيْ أَبَا بَكْرٍ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ ابنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ مُرْسَلاً، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ.

۲- نبی ﷺ کو گھر کے باہر سے پکارنے کی ممانعت

سورۃ الحجرات (آیات ۴و۵) میں ہے: ''جو لوگ آپؐ کو کمروں کے باہر سے پکارتے ہیں: ان میں سے بیشتر بے عقل ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپؐ ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا ـــــ ان آیتوں کے

شانِ نزول میں درج ذیل روایت آئی ہے:

حدیث: بنوتمیم کا وفد جوستر آدمیوں پر مشتمل تھا، دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچا، نبی ﷺ گھر میں آرام فرمارہے تھے، اقرع بن حابس نے زور سے پکارا: محمد! باہر نکلئے! محمد! باہر نکلئے! آپؐ تشریف لے آئے، اس نے کہا: اے محمد! إن حَمْدِي زَيْنٌ، وَإِنَّ ذَمِّيْ شَيْن: میرا تعریف کرنا مزین کرتا ہے، اور میرا برائی کرنا عیب دار کرتا ہے، آپؐ نے فرمایا: ''یہ اللہ کی شان ہے!''

سوال: نبی ﷺ آج دنیا میں تشریف فرما نہیں، پھر یہ احکام قرآن میں کیوں باقی ہیں؟

جواب: نبی ﷺ کے ورثاء (علماء ومشائخ) موجود ہیں، یہ آداب ان کے ساتھ بھی برتے جائیں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب کسی صحابی سے حدیث لینے کے لئے جاتے تھے تو دروازے پر بیٹھ جاتے تھے، دستک نہیں دیتے تھے، جب وہ صحابی خود باہر تشریف لاتے تب دریافت کرتے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوعبیدۃ کا بھی یہی حال تھا، فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی عالم کے دروازے پر پہنچ کر دستک نہیں دی، بلکہ انتظار کرتا تھا، جب وہ نکلتے تو ملاقات کرتا (روح المعانی)

[۳۲۹۱-] حدثنا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، فِيْ قَوْلِهِ تعَالىٰ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُنادُوْنَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ﴾ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ حَمْدِى زَيْنٌ، وَإِنَّ ذَمِّى شَيْنٌ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "ذَاكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

۳- ایک دوسرے کو برے لقب سے مت پکارو

سورۂ حجرات کے شروع میں نبی ﷺ کے حقوق وآداب کا بیان ہے، پھر عام مسلمانوں کے حقوق وآدابِ معاشرت کا بیان شروع ہوا ہے۔ آیات (۹و۱۰) میں مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی اصلاح کا بیان ہے، پھر آیات (۱۱و۱۲) میں اشخاص وافراد کے باہمی حقوق وآدابِ معاشرت کا بیان ہے، آیت (۱۱) میں تین باتوں کی ممانعت فرمائی ہے: ۱- کسی مسلمان کے ساتھ تمسخر واستہزاء کرنا جائز نہیں۔ ۲- کسی پر طعنہ زنی کرنا ممنوع ہے۔ ۳- کسی کو ایسے لقب سے ذکر کرنا جس سے اس کی توہین ہو یا وہ اس کو برا مانے: جائز نہیں۔ لقب: اصلی نام کے علاوہ وہ نام ہے جو مدح یا ذم کے طور پر پڑجاتا ہے، جیسے لنگڑا، لولا، اندھا وغیرہ، ایسے نام سے کسی کو پکارنا جائز نہیں، حضرت ابوجبیرۃ انصاری کہتے ہیں: یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو ہم میں اکثر آدمی ایسے تھے جن کے دو یا تین نام تھے، ان میں سے بعض نام ایسے تھے جو عار دلانے اور تحقیر وتوہین کے لئے مشہور کردیئے گئے تھے،

جب ان کو ان برے ناموں سے پکارا جاتا تھا تو وہ ناراض ہوتے تھے، پس یہ آیت نازل ہوئی کہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے مت پکارو، اس سے معاشرتی تعلقات خراب ہوتے ہیں ـــــ البتہ اگر کسی کا کوئی برا نام اتنا مشہور ہو گیا ہو کہ وہ اس کے بغیر پہچانا ہی نہ جاتا ہو، جیسے رواۃ میں امام سلیمان اعمش (چندھیا) یا عبدالرحمٰن اعرج (لنگڑا) تو ان کو ان ناموں سے ذکر کرنے کی علماء نے اجازت دی ہے، بشرطیکہ مقصود تحقیر و تذلیل نہ ہو۔

فائدہ: سنت یہ ہے کہ لوگوں کو اچھے القاب سے یاد کیا جائے، چنانچہ نبی ﷺ نے خاص خاص صحابہ کو کچھ القاب دیئے ہیں، جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اور عتیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کے القاب سے نوازا ہے۔

[۳۲۹۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ الْبَصْرِيُّ، نا أَبُوْ زَيْدٍ صَاحِبُ الْهَرَوِيِّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ جَبِيْرَةَ بْنِ الضَّحَّاكِ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَكُوْنُ لَهُ الِاسْمَانِ وَالثَّلَاثَةُ، فَيُدْعَىْ بِبَعْضِهَا، فَعَسَى أَنْ يَكْرَهَ، قَالَ: فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا أَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيىَ بْنُ خَلَفٍ، نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِيْ جَبِيْرَةَ بْنِ الضَّحَّاكِ نَحْوَهُ، وَأَبُوْ جَبِيْرَةَ بْنِ الضَّحَّاكِ: هُوَ أَخُوْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِيِّ.

۴- قرآن و حدیث کی پیروی اپنی رائے پر عمل کرنے سے بہتر ہے

ایک واقعہ پیش آیا: نبی ﷺ نے ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنو المصطلق میں زکاتیں وصول کرنے کے لئے بھیجا، قبیلہ کے لوگوں کو چونکہ معلوم تھا کہ فلاں تاریخ میں رسول اللہ ﷺ کا عامل آئے گا، اس لئے وہ بستی سے باہر استقبال کے لئے نکلے، ولید نے سمجھا کہ پرانی دشمنی کی وجہ سے یہ لوگ مجھے قتل کرنے آئے ہیں، وہ واپس لوٹ آئے اور نبی ﷺ کو اطلاع دی کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، اور میرے قتل کے درپے ہو گئے، آپؐ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اور ہدایت فرمائی کہ خوب تحقیق کے بعد اقدام کرنا، حضرت خالدؓ نے تحقیق کی تو سب بات بوگس نکلی، حضرت خالدؓ نے واپس آ کر نبی ﷺ کو سارا واقعہ بتایا، پس سورۂ حجرات کی آیت (۶) نازل ہوئی کہ اگر کوئی غیر معتمد شخص تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو بے تحقیق اقدام مت کرو، ورنہ سخت ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے، پھر آیت ۷ میں فرمایا: ''اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہارا کہنا مانیں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے'' ـــــ یہ حکم اب بھی باقی ہے، البتہ اب قرآن و حدیث رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام ہیں، اب قرآن و حدیث کی پیروی ضروری ہے، اپنی صوابدید پر عمل کرنے سے یہ بات بہتر ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ بات

بیان فرمائی ہے:

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے آیتِ کریمہ: ﴿وَاعْلَمُوْا﴾ پڑھی اور فرمایا: یہ تمہارے نبی ﷺ ہیں، ان کے پاس وحی آتی ہے، اور یہ تمہارے بہترین پیشوا ہیں (مراد صحابہ کرام ہیں) اگر نبی ﷺ بہت سے معاملات میں ان کی پیروی کرتے تو ان کو ضرور ضرر پہنچتا، پس آج تمہارا (تابعین کا) کیا حال ہے؟ یعنی تمہیں تو ضرور نبی ﷺ کی پیروی کرنی چاہئے، ورنہ تم سخت ضرر سے دوچار ہوؤ گے —— حضرت ابوسعید خدریؓ کا یہ قول مختصر ہے، حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے قول میں اس کی پوری وضاحت ہے، قال هؤلاء أصحابُ النبی صلی الله علیه وسلم: لو أطاعهم نبیُّ الله صلی الله علیه وسلم فی کثیر من الأمر لعنتوا، فأنتم والله! أسخفُ قلباً، وأطیش عقولاً فاتَّهَم رجلٌ رأیَه، وانْتَصَحَ کتابَ اللّٰهِ، فَإِنَّ کتابَ الله ثقةٌ لمن أخذ به، وانتهی إلیه، وأن ماسوی کتابِ اللّٰهِ تغریر: یہ صحابہ کرام ہیں، اگر نبی ﷺ بہت سے معاملات میں ان کا کہنا مانتے تو وہ ضرور مشقت میں پڑ جاتے، پس تم بخدا! کمزور دل والے اور خفیف عقلوں والے ہو، پس اگر کوئی شخص اپنی رائے کو متہم گردانے، اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل کرے (تو یہ بہتر ہے) کیونکہ اللہ کی کتاب قابل اعتماد ہے، اس کے لئے جو اس پر عمل کرے، اور جو اس تک پہنچ کر رک جائے، اور کتاب اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ دھوکہ خوردگی ہے (درمنثور عن عبد بن حمید، وابن جریر)

ملحوظہ: یہ روایت پہلے آنی چاہئے تھی، کیونکہ یہ (آیت ۱۱) کی تفسیر ہے۔

[۳۲۹۳-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْمُسْتَمِرِّ بْنِ الرَّيَّانِ، عَنْ أَبِیْ نَضْرَةَ، قَالَ: قَرَأَ أَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیُّ: ﴿وَاعْلَمُوْا أَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِیْ كَثِيْرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾ قَالَ: هٰذَا نَبِيُّكُمْ يُوْحَى إِلَيْهِ، وَخِيَارُ أَئِمَّتِكُمْ، لَوْ أَطَاعَهُمْ فِیْ كَثِيْرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُوْا، فَكَيْفَ بِكُمُ الْيَوْمَ؟

هٰذَا حديثٌ غريبٌ حسنٌ صحيحٌ، قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ: سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ الْقَطَّانَ: عَنِ الْمُسْتَمِرِّ بْنِ الرَّيَّانِ؟ فَقَالَ: ثِقَةٌ.

لغت: عَنِتَ (س) فلانٌ: مشقت میں پڑنا، تکلیف اٹھانا۔

۵-نسب وخاندان پر اترانے کی ممانعت

سورۂ حجرات میں آدابِ معاشرت کی تعلیم کے بعد (آیت ۱۳) میں انسانی مساوات کی ایک جامع تعلیم ہے، فرمایا: ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بیشک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے'' —— پس انسانی مساوات کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی انسان دوسرے کو کم تر اور ذلیل نہ سمجھے، اور اپنے نسب وخاندان پر نہ اترائے، کیونکہ تفاخر سے باہمی

نفرت وعداوت پیدا ہوتی ہے، جو فسادِ معاشرہ کی جڑ ہے۔ درج ذیل احادیث میں بھی مساوات کی تعلیم ہے۔

حدیث (۱): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن لوگوں سے خطاب فرمایا، اور ارشاد فرمایا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے دور کردی جاہلیت کی نخوت، اور جاہلیت کا آباء واجداد پر اترانا، اب لوگ دو طرح کے ہیں: ۱- نیک، پرہیزگار، اور اللہ کے نزدیک معزز آدمی۔ ۲- بدکار، بدبخت اور اللہ کے نزدیک ذلیل آدمی، سب انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر آپ نے سورۂ حجرات کی آیت ۱۳ تلاوت فرمائی۔

تشریح: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اس میں حضرت علی بن المدینی کے والد عبداللہ بن جعفر ہیں، جو ضعیف راوی ہیں، مگر مضمون صحیح ہے، کیونکہ باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ترمذی شریف کی بالکل آخری حدیث ہے، اور باب میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث بھی ہے، جو مسند ابوداؤد طیالسی اور شعب الایمان بیہقی میں ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''حسب مال ہے، اور عزت پرہیزگاری ہے''

تشریح: اس حدیث کی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تصحیح کی ہے، مگر یہ حدیث صحیح نہیں، سلاّم بڑے آدمی ہیں، مگر ان کی حضرت قتادہ سے حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں، تقریب میں اس کی صراحت ہے ـــــ حسب: خاندانی خوبیاں، چنانچہ حسب ونسب ایک ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں، رہا مال تو وہ ڈھلتی چھاؤں ہے، اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

[٣٢٩٤-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا، فَالنَّاسُ رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيْمٌ عَلَى اللّٰهِ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ، وَالنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ، وَخَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مِنَ التُّرَابِ، قَالَ اللّٰهُ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ يُضَعَّفُ، ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ وَغَيْرُهُ، وَهُوَ وَالِدُ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ، وَفِي البابِ: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ.

[٣٢٩٥-] حدثنا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْبَغْدَادِيُّ الْأَعْرَجُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا يُوْنُسُ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ سَلَّامِ بْنِ أَبِيْ مُطِيْعٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "الحَسَبُ الْمَالُ، وَالْكَرَمُ التَّقْوَى"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ مِنْ حَدِيْثِ سَمُرَةَ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَلَّامِ بْنِ أَبِيْ مُطِيْعٍ.

سورة قٓ

سورۂ قاف کی تفسیر

جہنم کی بے پناہ وسعت کا بیان

سورۃ قاف کی (آیت ۳۰) ہے:﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ: هَلِ امْتَلأْتِ؟ وَتَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ؟!﴾: جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے: کیا تو بھر گئی؟ اور وہ جواب دے گی: کیا کچھ اور ہے؟ یعنی میں ابھی نہیں بھری!

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جہنم برابر کہتی رہے گی: کیا کچھ اور ہے؟ یعنی میں ابھی نہیں بھری، یہاں تک کہ رب العزت اس میں اپنا پیر رکھیں گے، اور جہنم کا بعض بعض کی طرف سمیٹ دیا جائے گا! پس وہ کہے گی: بس بس! (یعنی اب میں بھر گئی) قسم ہے آپ کی عزت کی!

تشریح: باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے، وہ پہلے (حدیث ۲۵۵۳ ابواب صفۃ الجنۃ باب ۱۹ تحفہ ۳۳۲:۶) آچکی ہے، اس کی شرح میں قدم وغیرہ صفاتِ متشابہات کی تفصیل ہے۔

ایک واقعہ: یورپ کی کسی یونیورسٹی کے عربی داں پروفیسران ایک اتوار کو اکٹھا ہوئے، ان میں ایک مسلمان تھا، باقی یہودی، عیسائی تھے، مجلس میں یہ بات زیر بحث آئی کہ قرآن چیلنج کرتا ہے کہ مجھ جیسا کلام کوئی نہیں بنا سکتا، یہ کیا بات ہوئی؟ ہم عربی جانتے ہیں، عربی میں کتابیں لکھتے ہیں، پھر قرآن جیسی عربی کیوں نہیں لکھ سکتے؟ مسلمان پروفیسر نے ان سے کہا: آپ حضرات جنت وجہنم کو مانتے ہیں، ان کی بے پناہ وسعت کے بھی قائل ہیں، آپ حضرات ایسا کریں کہ ایک جملہ میں جہنم کی زیادہ سے زیادہ وسعت بیان کریں، ہم اگلے اتوار کو جمع ہونگے، چنانچہ ان حضرات نے ہفتہ بھر محنت کی، اور انھوں نے جملے بنائے: **إن جهنم لوسيعة جداً، إن جهنم لفسيحة جداً** وغیرہ، اگلے اتوار کو انھوں نے وہ جملے سنائے پس مسلمان پروفیسر نے یہ آیت پیش کی کہ دیکھیں: قرآن ایک جملہ میں جہنم کی وسعت کس طرح بیان کرتا ہے؟ وہ لوگ آیت سن کر دنگ رہ گئے، اور سب نے اعتراف کیا کہ ان کے جملے آیت کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکے۔

[۵۰-] سُوْرَة ق

[۳۲۹۶-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا يُوْنُسُ بْنُ مُحمدٍ، نَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" لاَتَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ؟ حَتَّى يَضَعَ فِيْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهُ، فَتَقُوْلُ: قَطْ! قَطْ! وَعِزَّتِكَ! وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَفِيْهِ عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

سورة الذاريات

سورۃ الذاریات کی تفسیر

قوم عاد پر انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر ہوا چھوڑ گئی تھی

جب ہود علیہ السلام کی قوم نے کفر کے سوا ہر چیز کو ماننے سے انکار کر دیا، تو حق تعالیٰ نے تین سال تک مسلسل بارش کو روک دیا، جب جان پر بن آئی تو انھوں نے ستّر آدمیوں کا ایک وفد حرم مکہ کو روانہ کیا، تا کہ وہاں جا کر پانی کے لئے دعا کریں، اس وقت کعبہ شریف کی عمارت نہیں تھی، وہ نوح علیہ السلام کے طوفان میں ڈھ پڑی تھی، مگر اس کی جگہ معلوم تھی، اور عاد نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک ہونے والی پہلی قوم ہے، اور اس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی سخت آفت آتی تو حرم شریف میں جا کر اللہ تعالیٰ سے کشائش کی دعا کیا کرتے تھے۔

یہ وفد ایک ماہ تک معاویہ بن بکر کا مہمان رہا، اور مزے سے وہاں مے نوشی کرتا رہا، اس کی دو لونڈیاں تھیں جوان کو گانا سنایا کرتی تھیں، جب میزبان تنگ آ گیا تو اس نے کچھ اشعار نظم کر کے لونڈیوں کو دیئے، ان اشعار میں قوم عاد کی بدحالی پر توجہ دلائی گئی تھی، اور وفد کو اپنے فرض کی بجا آوری کی طرف متوجہ کیا گیا تھا، جب لونڈیوں نے وہ اشعار گائے تو وفد کو ہوش آیا، اور وہ حرم محترم گئے اور بارش کی دعا کی، رئیس وفد قَیل بن عنز تھا، جب اس نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیجیں: سفید، سرخ اور سیاہ، اور آسمان سے آواز آئی کہ وہ تینوں ابروں میں سے کسی ایک کو پسند کرے، اس نے سیاہ ابر کو پسند کیا، یہ عذاب کا بادل تھا، فوراً تیز و تند ہوا چلنے لگی، اور آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل چلتی رہی، جس نے ان کو اور ان کی آبادیوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، سورۃ الذاریات (آیات ۴۱ و ۴۲) میں اس کا تذکرہ ہے: ﴿وَفِیْ عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ○ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾: اور عاد کے واقعہ میں بھی سامانِ عبرت ہے: یاد کرو جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا بھیجی، وہ جس چیز پر بھی گذرتی تھی اس کو چورے کی طرح کر کے رکھ دیتی تھی۔ اور سورۃ القمر (آیات ۱۹ و ۲۰) میں ہے: ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی، ایک دائمی نحوست والے دن میں، وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجور کے تنے ہوں، یعنی تنومند مضبوط باڈی کے انسان اس طرح بے حس و حرکت پڑے ہوئے نظر آتے تھے جیسے تیز آندھی میں تناور درخت گر جاتا تھا۔

حدیث (۱): قبیلۂ ربیعہ کے ایک صاحب کہتے ہیں: میں مدینہ آیا، پس میں نبی ﷺ کے پاس گھر میں گیا، پس میں نے آپؐ کے سامنے عاد کے قاصد (قَیل بن عنز) کا ذکر کیا، پس میں نے کہا: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ ہوؤں میں عاد کے قاصد کی طرح (یہی عاد کے قاصد کا تذکرہ کرنا مقصود ہے) پس نبی ﷺ نے پوچھا: عاد کے قاصد کا

کیا واقعہ ہے؟ میں نے کہا: اُس واقعہ سے باخبر پر آپڑ گرے (یعنی میں اس واقعہ کو خوب جانتا ہوں) بیشک عاد جب قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے قیل نامی آدمی کو بھیجا، پس وہ بکر بن وائل کا مہمان بنا، پس بکر نے اس کی شراب سے تواضع کی، اور جراد نامی دو باندیوں نے اس کو گانا سنایا، پھر وہ جبالِ مَهْرَةْ کے ارادے سے نکلا (اور مسند احمد (۴۸۲:۳) میں ہے کہ وہ جبالِ تہامہ کے ارادے سے نکلا) پس اس نے کہا یعنی دعا کی: اے اللہ! میں آپ کے پاس نہیں آیا کسی بیمار کے لئے کہ اس کا علاج کراؤں، اور نہ کسی قیدی کے لئے کہ اس کو فدیہ دے کر چھڑاؤں، یعنی یہ دعائیں کرنے نہیں آیا، پس آپ اپنے بندے کو پلائیں جو کچھ آپ اس کو پلانے والے ہیں، اور اس کے ساتھ بکر بن معاویہ کو بھی پلائیں، اس نے شکریہ ادا کیا معاویہ کی اس شراب کا جو معاویہ نے اس کو پلائی تھی یعنی میں بارش کی دعا کرنے کے لئے آیا ہوں، پس آپ ہمیں سیراب کریں اور ساتھ ہی معاویہ کو بھی، اور اس کو دعا میں شامل اس لئے کیا کہ اس نے ان کی شراب سے تواضع کی تھی، اس لئے دعا میں اس کو شامل کر کے اس کی میزبانی کا شکریہ ادا کیا، پس بلند کئے گئے اس کے لئے بادل، پس اس سے کہا گیا: ان میں سے ایک کو پسند کر، اس نے ان میں سے کالے بادل کو پسند کیا، پس اس سے کہا گیا: **خُذْهَا رَمَادًا رِمْدِدًا، لاتَذَرُ من عادٍ أحداً**: لے تو بادلوں کو راکھ بنانے والی آگ کے طور پر، جو عاد کے کسی بھی فرد کو نہیں چھوڑے گی! —— اور نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ نہیں چھوڑی گئی ان پر ہوا میں سے مگر اس حلقہ کے بقدر یعنی انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر، پھر آپ نے آیت پڑھی: ﴿إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ﴾ الآية۔

لغت: رَمَادٌ رِمْدِدٌ: موصوف صفت ہیں، اور صفت مبالغہ کے لئے لائی گئی ہے، یعنی خوب جلائے گی کہ راکھ کی بھی راکھ بن جائے گی۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اسم جامد سے مصدر بنا کر مبالغہ کے لئے صفت لاتے ہیں، جیسے لَيْلٌ أَلْيَلُ، يَوْمٌ أَيْوَمُ ظِلٌّ ظَلِيْلٌ وغیرہ۔

سند کا بیان: سفیان بن عیینہ کی روایت میں صحابی کا نام مذکور نہیں، اور سلاّم ابو المنذر کے دوسرے تلامذہ نے اس کا نام حارث بن حسان بتایا ہے، اور کوئی حارث بن یزید کہتا ہے، جیسا کہ زید بن حُباب کی آئندہ روایت میں ہے۔

حدیث (۲): حارث بن یزید بکری کہتے ہیں: میں مدینہ آیا، پس مسجدِ نبوی میں داخل ہوا تو وہ اچانک لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، اور اچانک کالے پرچم لہرا رہے تھے، اور اچانک بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سامنے تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: لوگوں کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا: نبی ﷺ حضرت عمرو بن العاص کو کسی مہم پر بھیج رہے ہیں (یہ غزوہ ذات السلاسل کا ذکر ہے) پھر حدیث ابن عیینہ کی حدیث کی طرح ہے۔

[۵۱-] سُوْرَةُ الذَّارِيَاتِ

[۳۲۹۷-] حدثنا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَّامٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُوْدِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ

رَجُلٍ مِنْ رَبِيْعَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَدَخَلْتُ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرْتُ عِنْدَهُ وَافِدَ عَادٍ، فَقُلْتُ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُوْنَ مِثْلَ وَافِدِ عَادٍ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: وَمَا وَافِدُ عَادٍ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: عَلَى الْخَبِيْرِ بِهَا سَقَطْتَّ: إِنَّ عَادًا لَمَّا أُقْحِطَتْ بَعَثَتْ قَيْلًا، فَنَزَلَ عَلَى بَكْرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَسَقَاهُ الْخَمْرَ، وَغَنَّتْهُ الْجَرَادَتَانِ، ثُمَّ خَرَجَ يُرِيْدُ جِبَالَ مَهْرَةَ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّى لَمْ آتِكَ لِمَرِيْضٍ فَأُدَاوِيْهِ، وَلَا لِأَسِيْرٍ فَأُفَادِيْهِ، فَاسْقِ عَبْدَكَ مَا كُنْتَ مُسْقِيَهُ، وَاسْقِ مَعَهُ بَكْرَ بْنَ مُعَاوِيَةَ، يَشْكُرُ لَهُ الْخَمْرَ الَّذِىْ سَقَاهُ، فَرُفِعَ لَهُ سَحَابَاتٌ، فَقِيْلَ لَهُ: اخْتَرْ إِحْدَاهُنَّ، فَاخْتَارَ السَّوْدَاءَ مِنْهُنَّ، فَقِيْلَ لَهُ: خُذْهَا رَمَادًا رِمْدِدًا، لَاتَذَرُ مِنْ عَادٍ أَحَدًا، وَذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يُرْسِلْ عَلَيْهِمْ مِنَ الرِّيْحِ إِلَّا قَدْرَ هٰذِهِ الْحَلْقَةِ، يَعْنِىْ حَلْقَةَ الْخَاتَمِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ، مَا تَذَرُ مِنْ شَيْئٍ أَتَتْ عَلَيْهِ﴾ الآيَةَ.

وَقَدْ رَوَى هٰذَا الحديثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَلَّامٍ أَبِىْ الْمُنْذِرِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِىْ النَّجُوْدِ، عَنْ أَبِىْ وَائِلٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَسَّانٍ، وَيُقَالُ: الحَارِثُ بْنَ يَزِيْدَ.

[۳۲۹۸-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، نَا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمَانَ النَّحْوِىُّ: أَبُوْ الْمُنْذِرِ، نَا عَاصِمُ بْنُ أَبِى النَّجُوْدِ، عَنْ أَبِىْ وَائِلٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَزِيْدَ البَكْرِىِّ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ غَاصٌّ بِالنَّاسِ، وَإِذَا رَايَاتٌ سُوْدٌ تَخْفِقُ، وَإِذَا بِلَالٌ مُتَقَلِّدُ السَّيْفِ بَيْنَ يَدَىْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ قَالُوْا: يُرِيْدُ أَنْ يَبْعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَجْهًا، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ نَحْوًا مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ بِمَعْنَاهُ، وَيُقَالُ لَهُ: الْحَارِثُ بْنُ حَسَّانٍ.

سورة الطور

سورۃ الطّور کی تفسیر

اِدبارالنجوم اوراَدبارالسجود کی تفسیر

سورۂ قٓ کی (آیت ۴۰) ہے:﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾:اور رات کے کچھ حصہ میں اللہ کی پاکی بیان کیجئے اور سجدوں کے پیچھے بھی، اور سورۃ الطّور کی (آیت ۴۹) ہے:﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾:اور رات کے کچھ حصہ میں اللہ کی پاکی بیان کیجئے اور ستاروں کے پیٹھ پھیرنے کے وقت بھی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ اِدبارالنجوم: فجر کی نماز سے پہلے کی دو سنتیں ہیں، اور اَدبارالسجود: مغرب کے بعد کی دو سنتیں ہیں، مگر یہ حدیث ضعیف ہے، رشدین بن کریب ضعیف راوی ہے، اور مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سجود

سے فرض نمازیں مراد ہیں، یعنی نمازوں کے بعد مرفوع حدیث میں جو تسبیحات آئی ہیں وہ پڑھی جائیں —— اور ادبار النجوم سے فجر کی سنتیں، فجر کے فرض اوران کے بعد کی تسبیحات مراد ہیں —— اور رشدین اور اس کے بھائی محمد کے بارے میں جو کلام کیا ہے وہ پہلے (ابواب الاشربہ باب ۱۴ تحفہ ۵: ۲۲۸ میں) آچکا ہے، وہاں دیکھ لیں، اور ابومحمد: امام دارمی کی کنیت ہے۔

[۵۲-] سُوْرَةُ الطُّوْرِ

[۳۲۹۹-] حدثنا أَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، نَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِدْبَارُ النُّجُوْمِ: الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الفَجْرِ، وَأَدْبَارُ السُّجُوْدِ: الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ مُحمدِ بْنِ الفُضَيْلِ، عَنْ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ؛ سَأَلْتُ مُحمدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ: عَنْ مُحمدٍ وَرِشْدِيْنَ ابْنَىْ كُرَيْبٍ: أَيُّهُمَا أَوْثَقُ؟ فَقَالَ: مَا أَقْرَبَهُمَا! وَمُحمدٌ عِنْدِىْ أَرْجَحُ، وَسَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: مَا أَقْرَبَهُمَا! وَرِشْدِيْنُ بْنُ كُرَيْبٍ أَرْجَحُهُمَا عِنْدِىْ، قَالَ: وَالْقُوْلُ مَاقَالَ أَبُوْ مُحمدٍ، وَرِشْدِيْنُ أَرْجَحُ مِنْ مُحمدٍ، وَأَقْدَمُهُ، وَقَدْ أَدْرَكَ رِشْدِيْنُ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَرَآهُ.

ترجمہ: امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے کریب کے دونوں بیٹوں: محمد اور رشدین کے بارے میں پوچھا کہ ان میں سے کون زیادہ قابل اعتماد ہے؟ انھوں نے فرمایا: دونوں ایک جیسے ہیں، یعنی دونوں ضعیف ہیں اور محمد میرے نزدیک بہتر ہیں۔ اور میں نے امام دارمی سے اس بارے میں پوچھا؟ تو انھوں نے بھی یہی بات فرمائی اور فرمایا کہ میرے نزدیک رشدین دونوں میں بہتر ہے، امام ترمذیؒ کہتے ہیں: بات وہ معتبر ہے جو امام دارمی نے فرمائی، رشدین: محمد سے بہتر ہے، اور اس کا زمانہ مقدم ہے، رشدین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا ہے اور ان کو دیکھا ہے۔

سورة النَّجْمِ

سورۃ النجم کی تفسیر

۱-سدرۃ المنتہی کے متعلق چار باتیں

۱-سدرۃ المنتہی کی وجہ تسمیہ: سدرۃ کے معنی ہیں: بیری کا درخت، اور المنتھی کے معنی ہیں: باڈر، سرحد......

ساتویں آسمان سے آگے ایک مقام ہے، اس کا نام سدرۃ المنتہی ہے یعنی باڈر کی بیری، باب کی حدیث میں اس کی دو وجہ تسمیہ آئی ہیں: ۱- جو چیزیں زمین سے چڑھتی ہیں، اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں: وہ اس سرحد پر رک جاتی ہیں، اس لئے اس کا نام سدرۃ المنتہی ہے۔ ۲- مخلوقات کا علم اس بیری کے درخت تک پہنچ کر رک جاتا ہے یعنی مخلوقات ان چیزوں کو نہیں جانتیں جو اس سے اوپر ہیں، اس لئے اس کا نام سدرۃ المنتہی ہے۔

۲- سدرۃ کہاں ہے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی باب کی روایت میں یہ ہے کہ سدرۃ المنتہی چھٹے آسمان میں ہے، اور مسلم شریف (حدیث ۱۶۲ کتاب الایمان حدیث ۲۵۹) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سدرۃ المنتہی ساتویں آسمان کے اوپر ہے، قاضی عیاضؒ نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے، اور یہی جمہور کا قول ہے، اور اس سرحد کا نام 'منتہی' بھی اس کا قرینہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان سے اوپر ہے۔

۳- سدرۃ پر کیا چیزیں چھا رہی ہیں؟ سورۃ النجم (آیت ۱۶) میں ہے: ﴿إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى﴾: جب اس سدرۃ کو لپٹ رہی تھیں وہ چیزیں جو لپٹ رہی تھیں۔ اس اجمال کی شرح میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: سدرۃ پر سونے کے پتنگے (پروانے) چھا رہے ہیں، پھر سفیان نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور اس کو ہلایا اور کہا کہ اس طرح پتنگے چھا رہے ہیں، یعنی سفیانؒ نے اشارے سے پروانوں کی حرکت اور ان کا اضطراب سمجھایا۔

۴- سدرۃ کے پاس نبی ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں: ۱- وہاں آپؐ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ ۲- وہاں آپؐ کو سورۃ البقرۃ کی آخری آیتیں (آمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک) عطا فرمائی گئیں، یعنی یہ آیتیں وہاں نازل ہوئیں ۳- وہاں آپؐ کو یہ خوش خبری سنائی گئی کہ اگر آپؐ کی امت شرک سے بچی رہی تو اس کے تمام کبائر دیر سویر معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ سدرۃ المنتہی پر پہنچے ــــ ابن مسعودؓ نے (وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: وہاں پہنچ کر رک جاتی ہیں جو چیزیں زمین سے چڑھتی ہیں، اور جو چیزیں اوپر سے اترتی ہیں ــــ پس اللہ تعالیٰ نے سدرۃ کے پاس آپؐ کو ایسی تین چیزیں عطا فرمائیں جو آپؐ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں فرمائیں: آپؐ پر پانچ نمازیں فرض کیں، اور آپؐ کو سورۃ البقرۃ کی آخری آیتیں دیں، اور آپؐ کی امت کے کبائر معاف کئے، بشرطیکہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں ــــ اور ابن مسعودؓ نے آیت کریمہ: ﴿إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ سدرۃ چھٹے آسمان میں ہے ــــ اور سفیان بن عیینہؒ نے کہا: سونے کے پتنگے (سدرۃ پر چھا رہے ہیں) اور سفیان نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، پس اس کو ہلایا ــــ اور مالک بن مغول کے علاوہ نے (دوسری وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے) کہا: سدرۃ تک پہنچ کر رک جاتا ہے مخلوقات کا علم یعنی مخلوقات نہیں جانتی جو کچھ اس سے اوپر ہے۔

ملحوظہ: یہ حدیث مسلم شریف (حدیث ۱۷۳ کتاب الایمان نمبر ۲۷۹) میں ہے، اس میں مالک بن مغول اور طلحہ بن مصرف کے درمیان زبیر بن عدی کا واسطہ ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ واسطہ ذکر نہیں کیا، کیونکہ مالک کا طلحہ سے سماع ہے، پس یہ واسطہ مزید فی متصل الاسناد ہے۔

[۵۳-] سُوْرَةُ النَّجْمِ

[۳۳۰۰-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: لَمَّا بَلَغَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى، قَالَ: انْتَهٰى إِلَيْهَا مَا يَعْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ، وَمَا يَنْزِلُ مِنْ فَوْقٍ، فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ عِنْدَهَا ثَلَاثًا، لَمْ يُعْطِهِنَّ نَبِيًّا كَانَ قَبْلَهُ: فُرِضَتْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ خَمْسًا، وَأُعْطِیَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، وَغَفَرَ لِأُمَّتِهِ الْمُقْحِمَاتِ، مَالَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا. قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: ﴿إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى﴾ قَالَ: السِّدْرَةُ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قَالَ سُفْيَانُ: فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ، وَأَشَارَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ: فَأَرْعَدَهَا. وَقَالَ غَيْرُ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ: إِلَيْهَا يَنْتَهِیْ عِلْمُ الْخَلْقِ، لَا عِلْمَ لَهُمْ بِمَا فَوْقَ ذٰلِكَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲- معراج میں نبی ﷺ رویتِ باری سے مشرف ہوئے یا نہیں؟

شبِ معراج میں نبی ﷺ رویتِ باری سے مشرف ہوئے یا نہیں؟ یہ مسئلہ صحابہ کے زمانہ سے اختلافی چلا آرہا ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما رویت کا انکار کرتے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رویت کے قائل تھے، پھر تابعین میں سے حضرت حسن بصری اور حضرت عروہ رحمہما اللہ کی بھی یہی رائے تھی ـــــ اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ ذوجہتین ہے، چونکہ معراج جسمانی تھی اس لئے دیکھنے والی نظر اس عالم کی تھی، اور رویت ممکن نہیں تھی، اور جگہ چونکہ فوق السماوات تھی، اس لئے یہ معاملہ دوسرے عالم کا تھا، اور رویت ممکن تھی، اور اس اختلاف کا اثر سورۃ النجم کی ابتدائی آیات کے سمجھنے میں بھی ظاہر ہوا ہے، لہٰذا پہلے وہ آیات پڑھ لیں۔

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ، فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ۝ مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَآى ۝ أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَآى مِنْ آيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾

ترجمہ: قسم ہے ستارے کی جب وہ غروب ہونے لگے () تمہارے ساتھی یعنی نبی ﷺ نہ راہ سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ پر پڑ گئے (قسم اِس مدعی کی دلیل ہے یعنی جس طرح ستارہ غروب ہو کر بھٹک نہیں جاتا، اسی طرح آپؐ بھی نہ گمراہ ہوئے، نہ غلط راستہ پر پڑ گئے۔ ضلال: یہ ہے کہ صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستہ پر چل دے، اور غوایت: یہ ہے کہ غیر راہ کو راہ سمجھ کر چلتا رہے) اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، نہیں ہے ان کی بات مگر ایسی وحی جو ان کی طرف کی گئی ہے، ان کو سکھلاتا ہے بڑا طاقتور مضبوط باڈی والا فرشتہ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام، پس وہ صاف نمودار ہوا درانحالیکہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ فرشتہ نزدیک آیا، پھر اور بھی نزدیک آیا، پس رہ گیا وہ دو کمانوں کے فاصلہ پر یا اس سے بھی کم، پس اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کرنی تھی، دل نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی، پس کیا تم ان سے اس دیکھی ہوئی چیز میں جھگڑتے ہو؟ اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے اس فرشتہ کو ایک دفعہ اور بھی دیکھا ہے، سدرۃ المنتہی کے پاس، جس کے قریب جنت الماوی (رہنے کا باغ) ہے، جب سدرۃ کو لپٹ رہی تھیں وہ چیزیں جو لپٹ رہی تھیں، نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی، البتہ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ان آیاتِ پاک میں دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنے کا تذکرہ آیا ہے۔ پہلی مرتبہ: غارِ حراء سے واپسی میں محلّہ اجیاد میں آپؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے، اور دوسری مرتبہ: معراج میں سدرۃ کے پاس دیکھا ہے۔ ان آیات کا رویت باری تعالیٰ سے کچھ تعلق نہیں، مگر کچھ حضرات کو غلط فہمی ہوئی، اور انھوں نے ان آیات کو رویت باری سے جوڑ دیا۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے دونوں طرح کی روایات آئی ہیں: مطلق رویت کی بھی اور مقید بھی، یعنی نبی ﷺ نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، اور اس میں نہ کوئی اشکال ہے نہ اختلاف، پس مطلق روایات کو بھی مقید پر محمول کرنا چاہئے —— اور کعب احبار کے قول کا کچھ اعتبار نہیں —— اور حضرت ابوذرؓ سے روایات مختلف آئی ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے —— اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں سات روایتیں ذکر کی ہیں —— اور یہ مسئلہ پہلے بھی اسی جلد میں سورۃ الانعام کی (آیت ۱۰۳) کی تفسیر میں آچکا ہے، حدیث (۳۰۹۲) کی تمہید دیکھیں۔

حدیث (۱): ابواسحاق سلیمان شیبانی نے زِر بن حُبیش سے آیتِ کریمہ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾ کی تفسیر پوچھی، زر نے کہا: مجھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، درانحالیکہ ان کے چھ سو بازو (پر) تھے، یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا نزدیک آنا اور دو کمانوں کے فاصلہ پر رہ جانا یا اس سے بھی کم، اور نبی ﷺ کا جمال خداوندی کو دیکھنا مراد نہیں، جیسا کہ کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے (اور یہ حدیث متفق علیہ ہے، بخاری حدیث ۴۸۵۷، مسلم حدیث ۱۷۴ کتاب الایمان)

[۳۳۰۱-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، نَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُوْدٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم رَأَى جِبْرَائِيْلَ، وَلَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

حدیث (۲): امام عامر شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میدانِ عرفات میں حضرت ابن عباسؓ کی کعب احبار سے ملاقات ہوئی ابن عباسؓ نے کعب احبار سے کوئی بات پوچھی (غالباً رویتِ باری کے بارے میں پوچھا ہوگا) پس کعب احبار نے اتنی زور سے تکبیر کہی کہ پہاڑ گونج اٹھے، پس ابن عباسؓ نے کہا: ''ہم بنو ہاشم ہیں!'' یعنی آپ کے نعرے سے متأثر ہونے والے نہیں، پس کعب نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنی ہم کلامی: محمد و موسیٰ علیہما السلام کے درمیان بانٹ دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا (ایک مرتبہ: جب آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، اور دوسری مرتبہ: جب آپ کو تورات عنایت فرمائی گئی) اور محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا (جس کا تذکرہ سورۃ النجم کے شروع میں ہے، یہ غلط فہمی ہے)

مسروق کہتے ہیں: پس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے پوچھا: کیا محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ (جیسا کہ کعب احبار کہتے ہیں) حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تم نے منہ سے ایسی بات نکالی ہے کہ میرے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے! میں نے عرض کیا: ذرا ٹھہریں یعنی آگے نہ چلیں، پھر میں نے یہ آیت پڑھی: ''بخدا! واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں'' اور رویتِ باری بھی ایک بڑی نشانی ہے، پس آیت سے رویتِ باری ثابت ہوئی (یہ آیت نہیں پڑھی تھی، بلکہ وَلَقَدْ رَآہُ پڑھی تھی) حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟! یعنی آیت کا غلط مطلب تجھے کس نے سمجھا دیا؟ وہ یعنی دکھنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی ہیں (سن!) جو تجھے بتائے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کہے کہ آپؐ نے کوئی چیز چھپائی ہے اس میں سے جس کا آپ حکم دیئے گئے ہیں (جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں) یا آپؐ ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کا تذکرہ سورۃ لقمان کی آخری آیت میں ہے (جیسا کہ رضا خانی کہتے ہیں) تو اس نے یقیناً آپؐ پر بہت بڑا الزام لگایا، بلکہ آپؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہے، اور ان کو ان کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا مگر دو مرتبہ: ایک مرتبہ: سدرۃ المنتہی کے پاس، اور ایک مرتبہ: محلّہ جیاد میں، درانحالیکہ ان کے چھ سو بازو تھے، اور ان کے وجود نے آسمان کے کنارے کو بھر رکھا تھا (یہ حدیث شعبی کے شاگرد مجالد بن سعید کی ہے، اور ان کے دوسرے شاگرد داؤد بن ابی ھند کی روایت پہلے اسی جلد میں (حدیث ۳۰۹۲) آچکی ہے، مگر وہ روایت اس روایت سے مختصر ہے، اس میں شروع کا حصہ نہیں)

[٣٣٠٢-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ مَجالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا بِعَرَفَةَ، فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْئٍ، فَكَبَّرَ حَتَّى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّا بَنُوْ هَاشِمٍ! فَقَالَ كَعْبٌ: إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلاَمَهُ بَيْنَ مُحمدٍ وَمُوْسٰى، فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ، وَرَآهُ مُحمدٌ مَرَّتَيْنِ.

فَقَالَ مَسْرُوْقٌ: فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: هَلْ رَآى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ تَكَلَّمْتَ بِشَيْئٍ قَفَّ لَهُ شَعْرِيْ، قُلْتُ: رُوَيْدًا، ثُمَّ قَرَأْتُ: ﴿لَقَدْ رَآى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ فَقَالَتْ: أَيْنَ يُذْهَبُ بِكَ؟ إِنَّمَا هُوَ جِبْرَائِيْلُ، مَنْ أَخْبَرَكَ أَنَّ مُحمدًا رَآى رَبَّهُ، أَوْ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أُمِرَ بِهِ، أَوْ يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ، وَلٰكِنَّهُ رَآى جِبْرَائِيْلَ، لَمْ يَرَهُ فِيْ صُوْرَتِهِ إِلاَّ مَرَّتَيْنِ: مَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَمَرَّةً فِيْ جِيَادٍ، لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ، قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ.

وَقَدْ رَوَى دَاوُدُ بْنُ أَبِيْ هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا الحديثِ، وَحَدِيْثُ دَاوُدَ أَقْصَرُ مِنْ حَدِيْثِ مُجَالِدٍ.

حدیث (۳): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے'' عکرمہ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے: ''ان کو نگاہیں نہیں پاسکتیں، اور وہ سب نگاہوں کو پاتے ہیں؟'' (سورۃ الانعام آیت ۱۰۳) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بھولے مانس! وہ بات جب ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے اُس نور کے ساتھ تجلی فرمائیں جو کہ وہ ان کا نور ہے یعنی تجلی کبری کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، مگر جب وہ تنزل فرمائیں تو رویت ممکن ہے، اور بالیقین محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا ہے (یہ روایت مطلق ہے)

حدیث (۴): حضرت ابن عباسؓ نے تین مختلف آیتیں پڑھیں، اور فرمایا: ''بالیقین نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے (یہ روایت بھی مطلق ہے)

حدیث (۵): حضرت ابن عباسؓ نے آیت: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَآى﴾ پڑھی اور فرمایا: ''نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا ہے (یہ روایت مقید ہے، پس مطلق روایتوں کو بھی اس پر محمول کریں گے کہ ان میں بھی دل سے دیکھنا مراد ہے)

حدیث (۶): عبداللہ بن شقیقؒ نے حضرت ابوذرؓ سے کہا: اگر میں نبی ﷺ کا زمانہ پاتا تو آپؐ سے ضرور پوچھتا، حضرت ابوذرؓ نے پوچھا: کس بارے میں پوچھتا؟ میں نے کہا: میں آپؐ سے پوچھتا کہ محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا: میں نے آپؐ سے (یہ بات) پوچھی ہے، پس آپؐ نے فرمایا: ''میں نے نور دیکھا ہے (ان کی ذات کو) میں کہاں دیکھ سکتا تھا؟! (نوراً سے پہلے عامل رَأَيْتُ پوشیدہ ہے، اور ایک روایت میں نورٌ:

حالتِ رفعی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو نور ہیں، اس صورت میں ھو مبتدا محذوف ہوگا، أَنّٰی أَرَاہ: میں ان کو کہاں دیکھتا یعنی دیکھنا ممکن نہیں تھا)

حدیث (۷): حضرت ابن مسعودؓ نے آیتِ کریمہ: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَآىٰ﴾ پڑھی اور فرمایا: نبی ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو سبز ریشمی جوڑے میں دیکھا، انھوں نے آسمان و زمین کے درمیان کو بھر رکھا تھا (آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے)

[۳۳۰۳-] حدثنا محمدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِيُّ، نَا يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ الْعَنْبَرِيُّ، نَا سَلْمُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَأَى مُحمدٌ رَبَّهُ، قُلْتُ: أَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾؟ قَالَ: وَيْحَكَ! ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُوْرِهِ الَّذِىْ هُوَ نُوْرُهُ، وَقَدْ رَأَى مُحمدٌ رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

[۳۳۰٤-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ يحْيىَ بْنِ سَعِيْدٍ الْأَمَوِيُّ، نَا أَبِىْ، نَا مُحمدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، فِىْ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى﴾ ﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ رَآهُ النبيُّ صلى الله عليه وسلم هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۳۳۰٥-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَابْنُ أَبِىْ رِزْمَةَ، وَأَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ﴿مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَأَىٰ﴾ قَالَ: رَآهُ بِقَلْبِهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۳۳۰٦-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا وَكِيْعٌ، وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِىْ ذَرٍّ: لَوْ أَدْرَكْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم لَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: عَمَّا كُنْتَ تَسْأَلُهُ؟ قُلْتُ: أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَى مُحمدٌ رَبَّهُ؟ فَقَالَ: قَدْ سَأَلْتُهُ، فَقَالَ: نُوْرًا، أَنَّى أَرَاهُ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۳۳۰۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِىْ رِزْمَةَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: ﴿مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى﴾ قَالَ: رَأَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جِبْرَائِيْلَ فِىْ حُلَّةٍ مِنْ رَفْرَفٍ، قَدْ مَلَأَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۳- کوئی بندہ ایسا نہیں جس نے چھوٹے گناہ نہ کئے ہوں

سورۃ النجم کی (آیت ۳۲) ہے: ﴿الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْأَثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ﴾: نیکوکار بندے وہ ہیں

جوکبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، مگر گناہ کی آلودگی مستثنیٰ ہے ——— یہ استثناء منقطع ہے، لَمَم: کبائر میں شامل نہیں۔ لَمَم: اسم ہے، اور لَمَّ به اور أَلَمَّ به کے معنی ہیں: گاہ بہ گاہ جمع ہونا، کبھی کبھار ملاقات ہونا، آپ گھر جائیں، اور کوئی پوچھے: آپ دیوبند میں فلاں صاحب کو جانتے ہیں؟ آپ کہیں: أنا أَلِمُّ به: تو اس کا مطلب ہوگا: میری ان سے دید شنید ہے ——— اور آیت میں مراد وہ ہلکے ہلکے گناہ ہیں جو کبھی کبھار صادر ہوجاتے ہیں، جن پر شرع میں کوئی خاص سزا مقرر نہیں، جیسے بدنظری، بوسہ، مساس اور قلبی خطرات وغیرہ۔

اور ایسے گناہوں کا استثناء اس لئے کیا ہے کہ ان سے انبیاء کے علاوہ کوئی بچا ہوا نہیں، پس اگر ان کا استثناء نہ کیا جاتا تو کوئی بھی نیکوکار نہ ہوتا، نبی ﷺ نے امیۃ بن الصلت کا درج ذیل شعر پڑھ کر اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

إِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ! تَغْفِرْ جَمَّا ❁ وَأَيُّ عَبدٍ لك لاَ أَلَمَّا؟!

ترجمہ: الٰہی! اگر آپ گناہوں کو بخشیں تو سارے ہی گناہوں کو بخشیں ÷ کیونکہ چھوٹے چھوٹے گناہ تو کوئی بندہ ایسا نہیں جس نے نہ کئے ہوں!

[۳۳۰۸-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ: أَبُوْ عُثْمَانَ البَصْرِيُّ، نَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: ﴿الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ﴾ قَالَ: قَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:

إِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ! تَغْفِرْ جَمَّا ❁ وَأَيُّ عَبدٍ لك لاَ أَلَمَّا؟!

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَكَرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ.

سورة القمر

سورۃ القمر کی تفسیر

۱- معجزۂ شق القمر کا بیان

سورۃ القمر کی (آیات ۱-۳) ہیں: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا أَهْوَآءَ هُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾: قیامت نزدیک آپہنچی، اور چاند شق ہوگیا یعنی چاند کا یہ پھٹنا جس طرح نبی ﷺ کا معجزہ اور آپ کی صداقت کی دلیل ہے اسی طرح وہ قرب قیامت کی نشانی بھی ہے، اور لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو روگردانی کرتے ہیں، اور کہتے ہیں: ''یہ جادو ہے، جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے!'' اور انھوں نے جھٹلایا، اور اپنی خواہشات کی پیروی کی، اور ہر بات کو قرار آجانا ہے، یعنی وقت آنے پر لوگوں کو نبی ﷺ کی

صداقت معلوم ہوجائے گی —— ان آیات میں معجزۂ شق القمر کا بیان ہے اوراس کی تفصیل پہلے ابواب الفتن (باب ۱۸ باب ماجاء في انشقاق القمر، تحفہ۵:۵۵۴) میں آچکی ہے، وہاں دیکھ لی جائے۔

حدیث (۱): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دریں اثنا کہ ہم منی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے: چاند کے دوٹکڑے ہوئے، ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے چلا گیا، اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے ورے رہا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''گواہ رہو'' ابن مسعودؓ آیت: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ مراد لے رہے ہیں یعنی آپؓ نے اس آیت کی تفسیر کی ہے (یہ حدیث متفق علیہ ہے) الفِلْتة: ٹکڑا، پھٹی ہوئی چیز کا آدھا حصہ۔

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مکہ والوں نے نبی ﷺ سے کوئی نشانی طلب کی پس چاند مکہ میں دو مرتبہ پھٹا (یہ قتادہ کے شاگرد معمر کی روایت ہے اور شعبہ کی روایت میں بخاری شریف میں فأراهم القمر شقتين ہے، اور یہی روایت صحیح ہے، یعنی معجزۂ شق القمر دو مرتبہ پیش نہیں آیا، بلکہ چاند کے دو حصے ہوئے تھے) پس ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ سے ﴿سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ تک آیتیں نازل ہوئیں، اور مستمر کے معنی ذاهب: ختم ہونے والا: ہیں (یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے)

تشریح: مستمر کے مشہور معنی: دیر تک دائم وقائم رہنے والا ہیں، مگر عربی زبان میں یہ لفظ کبھی مَرَّ اور اسْتَمَرَّ سے گذر جانے اور ختم ہوجانے کے معنی میں بھی آتا ہے، آیت میں یہی معنی ہیں یعنی جادو کا اثر دیر تک نہیں چلا کرتا، وہ گذر جائے گا اور ختم ہوجائے گا۔

حدیث (۳): حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: نبی ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹا، پس نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''گواہ رہو!'' (یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے)

حدیث (۴): ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹا، پس آپؐ نے فرمایا: ''گواہ رہو!'' (یہ حدیث پہلے (حدیث ۲۱۷۹) آچکی ہے اور یہ مسلم شریف کی روایت ہے)

حدیث (۵): حضرت جبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹا، یہاں تک کہ وہ دو ٹکڑے ہوگیا، اِس پہاڑ پر اور اُس پہاڑ پر، پس لوگوں نے کہا: ہم پر محمد (ﷺ) نے جادو کردیا، پس ان کے بعض نے کہا: اگر انھوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ سب لوگوں پر جادو نہیں کرسکتے (یہ روایت بیہقی میں ہے اور بیہقی میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے: مشرکین مکہ نے کہا: محمد! تم نے ہم پر جادو کردیا، ہم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرتے ہیں، ہم ان سے دریافت کریں گے، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد (ﷺ) تمام لوگوں پر جادو کردیں، اگر وہ بھی ہماری طرح دیکھنا بیان کریں گے تو سچ ہے، اور اگر وہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد (ﷺ) نے تم پر سحر کیا ہے، چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا، ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ انھوں

نے چاند کو پھٹا ہوا دیکھا ہے، مگر ان شہادتوں کے باوجود معاندین ایمان نہ لائے، اور کہا کہ یہ سحر مستمر ہے، یعنی دور تک اس کا اثر ہو گیا ہے، عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا، اس وقت سورۂ قمر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں)

فائدہ: جناب ابوالاعلی مودودی صاحب نے تفسیر تفہیم القرآن میں ایک خواہ مخواہ کا احتمال ذکر کیا ہے کہ ''چاند پھٹ جائے گا'' یعنی آئندہ یہ واقعہ پیش آئے گا، اگرچہ مودودی صاحب نے اس احتمال کی تردید کی ہے، مگر قاری کا ذہن پراگندہ کر کے رکھ دیا ہے۔

جناب مودودی صاحب شق القمر کو ایک کائناتی حادثہ مانتے ہیں، اور در پردہ اس کے معجزہ ہونے کی نفی کرتے ہیں، حالانکہ یہ واقعہ اگر معجزہ نہیں تھا تو دوسری اور تیسری آیتیں بے معنی ہو جاتی ہیں —— درحقیقت متنورین کا ذہن خوارق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، تفہیم القرآن میں سورۃ القمر کے حواشی ۱۹ و۲۰ دیکھیں، حضرت صالح علیہ السلام کا اونٹنی کا معجزہ مودودی صاحب نے کس طرح بیان کیا ہے!

سوال: اگر شق القمر معجزہ تھا، اور قوم کی طلب پر یہ معجزہ دکھایا گیا تھا تو جب قوم ایمان نہ لائی تو ان کو سنت اللہ کے مطابق ہلاک کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: یہ مطالبہ قومی حیثیت سے نہیں تھا، بلکہ چند افراد کا مطالبہ تھا، جیسے حضرت رکانہ نے کشتی کا مطالبہ کیا، اور آپ ﷺ نے کشتی ماری، پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے، مگر نہ ان کو ہلاک کیا گیا، نہ مکہ والوں کو، اس لئے کہ یہ معجزہ کا شخصی مطالبہ تھا۔

[٥٤-] سُوْرَةُ القمر

[٣٣٠٩-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِمِنًى، فَانْشَقَّ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ: فِلْقَةً مِنْ وَرَاءِ الْجَبَلِ، وَفِلْقَةً دُوْنَهُ، فَقَالَ لَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "اشْهَدُوْا!" يَعْنِيْ: ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٣١٠-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سَأَلَ أَهْلُ مَكَّةَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم آيَةً، فَانْشَقَّ الْقَمَرُ بِمَكَّةَ مَرَّتَيْنِ، فَنَزَلَتْ: ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ﴾ يَقُوْلُ: ذَاهِبٌ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٣١١-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ ابنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لَنَا النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "اشْهَدُوْا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٣١٢-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْدَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ

عُمَرَ، قَالَ: انْفَلَقَ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " اشْهَدُوْا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۳۱۳-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا مُحمدُ بْنُ كَثِيْرٍ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى صَارَ فِرْقَتَيْنِ: عَلَى هٰذَا الْجَبَلِ، وَعَلَى هٰذَا الْجَبَلِ، فَقَالُوْا: سَحَرَنَا مُحمدٌ! فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَئِنْ كَانَ سَحَرَنَا فَمَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَسْحَرَ النَّاسَ كُلَّهُمْ.

وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُحمدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ نَحْوَهُ.

۲-تقدیر کا تذکرہ قرآن میں

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مشرکینِ قریش آئے درانحالیکہ وہ نبی ﷺ سے تقدیر کے مسئلہ میں بحث کررہے تھے، پس سورۃ القمر کی (آیات ۴۸و۴۹) نازل ہوئیں: ''جس دن یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے، اوران سے کہا جائے گا: دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو! بیشک ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے'' یہی تقدیر الٰہی ہے (یہ حدیث پہلے (حدیث ۲۱۵۵) ابواب القدر کے آخر (تحفہ ۵: ۵۱۸) میں گذر چکی ہے، اور تقدیر کے مسئلہ پر ابواب القدر کی تمہید میں گفتگو آچکی ہے)

[۳۳۱۴-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، وَأَبُوْ بَكْرٍ: بُنْدَارٌ، قَالاَ: ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُوْمِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: جَاءَ مُشْرِكُوْ قُرَيْشٍ، يُخَاصِمُوْنَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ الْقَدْرِ، فَنَزَلَتْ: ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِيْ النَّارِ عَلَى وُجُوْهِهِمْ: ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرٍ، إِنَّا كُلَّ شَيْئٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة الرحمن

سورۃ الرحمٰن کی تفسیر

جواب طلب آیات کا جواب

سورۃ الرحمٰن میں اکتیس مرتبہ یہ آیت آئی ہے: ﴿فَبِأَيِّ آلآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان؟﴾ یعنی اے جن وانس! (اوپر کی

آیات میں تمہارے پروردگار کی جو نعمتیں بیان کی گئی ہیں: ان میں سے) تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اس کا جواب یہ ہے: لابشیئ من نِعَمِكَ ربنا! نکذب، فلك الحمد! اے ہمارے رب! ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، ہم آپ کا شکر بجالاتے ہیں۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ گھر میں سے اپنے صحابہ کے پاس آئے، پس ان کے سامنے سورۃ الرحمٰن از اول تا آخر پڑھی، صحابہ خاموشی سے سنتے رہے، پس آپؐ نے فرمایا: ''میں نے لیلۃ الجن میں یہ سورت جنات کے سامنے پڑھی، وہ تم سے جواب کے اعتبار سے اچھے تھے، میں نے ان کے سامنے جب بھی یہ آیت پڑھی، انھوں نے جواب دیا: ''نہیں! اے ہمارے رب! ہم آپ کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، ہم آپ کی نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں!'' (اس حدیث کا ایک راوی زہیر بن محمد ہے، اس پر جو کلام کیا گیا ہے وہ پہلے (کتاب الصلاۃ، باب ۱۰۹ تحفہ ۲: ۹۱ میں) گذر چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے) **قولہ:** مَرْدُوْدًا: أی ردًّا وجوابًا۔

تشریح: قرآنِ کریم میں کچھ آیات جواب طلب ہیں: وہاں جواب دینا چاہئے، کیا یہ ادب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال کریں اور بندہ بت بنا رہے؟ سورۃ الرحمان میں مختلف نعمتوں کا تذکرہ ہے، اور ہر نعمت کے تذکرہ کے بعد دریافت کیا گیا ہے: ''اے جن وانس! تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کا انکار کروگے؟'' اس کا وہ جواب دینا چاہئے جو جنات نے دیا ہے، فرض نماز میں یہ جواب دل میں دیا جائے اور نفل نماز میں زبان سے بھی جواب دیا جاسکتا ہے، اور ایسی جواب طلب آیات کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ میں جمع کیا ہے (دیکھیں رحمۃ اللہ الواسعہ ۳: ۴۳۰)

[۵۵-] سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ

[۳۳۱۵-] حدثنا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ وَاقِدٍ: أَبُوْ مُسْلِمٍ، نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحمدٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى أَصْحَابِهِ، فَقَرَأَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ، مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا، فَسَكَتُوْا، فَقَالَ: '' لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَى الْجِنِّ لَيْلَةَ الْجِنِّ، فَكَانُوْا أَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِّنْكُمْ، كُنْتُ كُلَّمَا أَتَيْتُ عَلَى قَوْلِهِ: ﴿فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ قَالُوْا: لَابِشَيْئٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا! نُكَذِّبُ، فَلَكَ الْحَمْدُ''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحمدٍ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كَأَنَّ زُهَيْرَ بْنَ مُحمدٍ الَّذِیْ وَقَعَ بِالشَّامِ، لَيْسَ هُوَ الَّذِیْ يُرْوَى عَنْهُ بِالْعِرَاقِ، كَأَنَّهُ رَجُلٌ آخَرُ، قَلَبُوْا اسْمَهُ، يَعْنِیْ لِمَا يَرْوُوْنَ عَنْهُ مِنَ الْمَنَاكِيْرِ، وَسَمِعْتُ مُحمدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ، يَقُوْلُ: أَهْلُ الشَّامِ يَرْوُوْنَ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحمدٍ مَنَاكِيْرَ، وَأَهْلُ الْعِرَاقِ يَرْوُوْنَ عَنْهُ أَحَادِيْثَ مُقَارِبَةً.

سورة الواقعة

سورۃ الواقعہ کی تفسیر

۱-جنتیوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان

حدیث قدسی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، اور نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گذرا ہے'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ''پس کوئی شخص نہیں جانتا وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لئے چھپائی گئی ہے، ان کاموں کی جزاء کے طور پر جو وہ کیا کرتے تھے'' (یہ متفق علیہ روایت ہے، اور پہلے اسی جلد (حدیث ۳۲۲۰) میں سورۃ السجدۃ کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور یہاں یہ حدیث آئندہ مضمون کی وجہ سے لائی گئی ہے)

۲-جنت میں لمبا سایہ

سورۃ الواقعہ (آیت ۳۰) میں اصحاب الیمین کو ملنے والی نعمتوں کے تذکرہ میں ہے: ﴿وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ، وَمَاءٍ مَسْكُوْبٍ﴾: اور لمبا سایہ اور چلتا ہوا پانی (ملے گا)

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے، جس کے سایے میں اونٹ سوار سو سال تک چلے تب بھی اس کو طے نہیں کرسکتا'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ''اور لمبا سایہ'' (یہ حدیث پہلے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے ابواب صفۃ الجنۃ (باب احادیث ۲۵۱۸ تحفہ ۶:۲۹۶) میں گذر چکی ہے) — یہی بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے جو باب کے آخر میں ہے۔

۳-جنت میں ایک کوڑے کی جگہ کی قیمت

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک کوڑے کی جگہ یقیناً دنیا و مافیہا سے بہتر ہے'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ''پس جو دوزخ سے بچالیا گیا، اور جنت میں داخل کیا گیا: وہ پورا کامیاب ہوگیا، اور دنیوی زندگی تو بس دھوکے کی ٹٹی ہے!'' (یہ حدیث اسی جلد میں سورۃ آل عمران کی تفسیر (حدیث ۳۰۲۷) میں آچکی ہے)

[۵۶-] سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

[۳۳۱۶-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَعَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: نا أَبُوْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:

[۱-] يَقُوْلُ اللّٰهُ: " أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ، مَالاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ" فَاقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

[۲-] وَفِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ: يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مَائَةَ عَامٍ، لاَيَقْطَعُهَا، وَاقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ﴾

[۳-] وَمَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، وَاقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ؛ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۳۱۷-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً: يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ، لاَيَقْطَعُهَا" وَاقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ، وَمَاءٍ مَسْكُوْبٍ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفي البابِ: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ.

۴-جنت میں اونچے بستر

سورۃ الواقعہ (آیت ۳۴) میں ہے: اصحابِ یمین کے لئے اونچے بستر ہونگے، اس کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: "بستروں کی اونچائی جیسے آسمان وزمین کے درمیان کا فاصلہ، اور آسمان وزمین کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو سالہ مسافت ہے" (یہ حدیث اسی سند سے تحفہ ۶: ۳۱۲ حدیث ۲۵۳۶ میں آچکی ہے اور رشدین کی وجہ سے ضعیف ہے)

تشریح: اس حدیث میں یہ سمجھنا ہے کہ پانچ سو سال کی مسافت اونچے بستروں کی ہوگی یا وہ بستر جنت کے جن درجوں میں ہونگے: ان درجوں کی یہ بلندی ہوگی؟ یعنی وہ درجے نیچے والے درجوں سے پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر بلند ہونگے؟ پس جاننا چاہئے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے درجات میں جو اونچے یعنی بیش بہا بستر بچھے ہوئے ہونگے: اس درجہ میں اور نیچے والے درجہ میں پانچ سو سالہ مسافت ہوگی، خود بستر پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر اونچے نہیں ہونگے، تفصیل پہلے (تحفہ ۶: ۳۱۱ میں) گذر چکی ہے۔

امام ترمذیؒ کی عبارت کا ترجمہ: اور بعض اہل علم نے کہا: حدیث ارتفاعُها كما بين السماء والأرض کا مطلب یہ ہے کہ اونچے (قیمتی) بستروں کی اونچائی درجاتِ جنت میں ہوگی، اور ان درجات کا حال یہ ہوگا کہ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔

[۳۳۱۸-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ: ﴿وَفُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ﴾ قَالَ: "ارْتِفَاعُهَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، وَمَسِيْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا خَمْسُمِائَةِ عَامٍ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: مَعْنَى هٰذَا الْحَدِيْثِ: وارْتِفَاعُهَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، قَالَ: ارْتِفَاعُ الْفُرُشِ الْمَرْفُوْعَةِ فِيْ الدَّرَجَاتِ، وَالدَّرَجَاتُ: مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

۵-انسان شکر گذار ہونے کے بجائے تکذیب کرتا ہے

سورۃ الواقعہ (آیت ۸۲) میں نعمتِ قرآن کے تذکرہ کے بعد ہے: ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾: اور گردانتے ہو تم اپنی روزی (حصہ) اس بات کو کہ تم تکذیب کرتے ہو، یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ تم نعمتِ قرآن کا شکر بجالاتے، اس پر ایمان لاتے، اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے، مگر تم الٹے اس کی تکذیب کے درپے ہو! —— رزقکم: مفعول اول ہے، اور رزق کے لغوی معنی ہیں: روزی، غذا، حصہ اور أنکم تکذبون مفعول ثانی ہے، اور نبی ﷺ نے رزق کی تفسیر ''شکر'' سے فرمائی ہے شکرُکم أی ھو شکرُکم۔ پھر اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں تو لوگ بجائے شکر گذار ہونے کے کہتے ہیں: فلاں فلاں نچھتّر لگا تو بارش ہوئی، اور فلاں فلاں ستارہ طلوع ہوا تو بارش ہوئی، یہ نعمت کی ناشکری ہے، لوگوں کو کہنا چاہئے تھا کہ اللہ کے فضل سے بارش ہوئی۔ اسی طرح کا معاملہ لوگوں نے قرآن کے ساتھ کیا ہے، بجائے شکر گذار ہونے کے تکذیب پر اتر آئے ہیں۔

[۳۳۱۹-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحمدٍ، نَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ قَالَ: " شُكْرُكُمْ: تَقُوْلُوْنَ: مُطِرْنَا بَنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، وَبِنَجْمِ كَذَا وَكَذَا"
هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، رَوَى سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى هٰذَا الحديثَ بِهٰذَا الإِسْنَادِ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

۶-مؤمن عورتیں جنت میں جوان رعنا ہونگی

سورۃ الواقعہ کی (آیت ۳۵) ہے: ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً﴾: بیشک ہم نے بنایا ان عورتوں کو خاص طور پر بنانا، نبی ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''بیشک خاص طور پر بنائی ہوئی عورتوں میں سے وہ عورتیں بھی ہونگی جو دنیا میں بوڑھی، چوندھی اور گوشۂ چشم پر سفید میل جمی ہوئی ہیں (ان کو حسین شکل وصورت میں جوان رعنا کردیا جائے گا)

۷-سورۃ الواقعہ بڑی پُر تاثیر سورت ہے

حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ بوڑھے ہوگئے! آپؐ نے فرمایا:

''مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ نبأ اور سورۂ تکویر نے بوڑھا کردیا'' یعنی یہ سورتیں اس قدر پرتاثیر ہیں کہ اگر انسان صحیح اثر قبول کرے تو اس کی حالت دگرگوں ہوجائے۔

[۳۳۲۰-] حدثنا أَبُوْ عَمَّارٍ: الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ الْمَرْوَزِيُّ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبَانٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً﴾ قَالَ: ''إِنَّ مِنَ الْمُنْشَآتِ اللَّائِيْ كُنَّ فِيْ الدُّنْيَا عَجَائِزَ عُمْشًا رُمْصًا''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، وَمُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، وَيَزِيْدُ بْنُ أَبَانٍ الرَّقَاشِيُّ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ.

[۳۳۲۱-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَارسولَ اللّٰهِ! قَدْ شِبْتَ! قَالَ: '' شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ، وَالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَ لُوْنَ، وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَرَوَى عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ نَحْوَ هٰذَا، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيْ مَيْسَرَةَ شَيْئٌ مِنْ هٰذَا مُرْسَلٌ.

سورة الحديد

سورۃ الحدید کی تفسیر

آسمان وزمین وغیرہ کے کچھ احوال

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دریں اثنا کہ نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہ بیٹھے ہوئے تھے: اچانک ان پر ایک بادل آیا:

۱- پس نبی ﷺ نے پوچھا: جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''یہ عنان (پیش آنے والا، نمودار ہونے والا بادل) ہے، یہ زمین کو پانی فراہم کرنے والے اونٹ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہانک کرلے جاتے ہیں ایسے لوگوں کی طرف جو اللہ کے شکر گذار نہیں ہوتے، اور جو اس سے بارش نہیں مانگتے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے بے طلب لوگوں کو بارش عنایت فرماتے ہیں۔

۲- پھر پوچھا: جانتے ہو تم سے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا:

''بیشک وہ رقیع (مضبوط بنایا ہوا آسمان) ہے، محفوظ چھت اور روکی ہوئی موج ہے یعنی وہ زمین والوں کے لئے محفوظ چھت کا کام کرتا ہے، اور اس کا مادّہ سیال چیز جیسا ہے، جیسے دریا کی موج روک دی گئی ہو، اور سورۃ حٰمٓ السجدۃ (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾: پھر اللہ تعالیٰ آسمان (بنانے) کی طرف متوجہ ہوئے درانحالیکہ وہ دھواں تھا، اس سے زیادہ آسمان کی حقیقت معلوم نہیں۔

۳- پھر پوچھا: جانتے ہو تمہارے درمیان اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے اور اس کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت یعنی بے حد فاصلہ ہے''

۴- پھر پوچھا: جانتے ہو اس سے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''اس سے اوپر دوسرا آسمان ہے، اور دونوں آسمانوں کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت ہے'' — یہاں تک کہ آپؐ نے سات آسمان گنے، ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

۵- پھر پوچھا: جانتے ہو اس سے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''اس سے اوپر عرشِ الٰہی ہے، اور اس کے اور آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا آسمانوں کے درمیان ہے''

۶- پھر پوچھا: جانتے ہو تمہارے نیچے کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''پس بیشک وہ زمین ہے''

۷- پھر پوچھا: جانتے ہو اس چیز کو جو زمین کے بعد ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''پس بیشک اس کے نیچے دوسری زمین ہے، دونوں زمینوں کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت ہے'' —— یہاں تک کہ آپؐ نے سات زمینیں شمار کیں، ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت ہے۔

۸- پھر فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر تم کوئی رسّی لٹکاؤ نچلی زمین کی طرف تو وہ اللہ تعالیٰ پر گرے گی'' پھر آپؐ نے سورۃ الحدید کی (آیت ۳) پڑھی: ''وہی پہلے، وہی پچھلے، وہی ظاہر اور وہی باطن ہیں، اور وہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں!''

حدیث کا حال: اس حدیث کی یہی ایک سند ہے (اور اس حدیث کو امام احمد، ابن ابی حاتم اور بزار نے روایت کیا ہے، اور ابن کثیرؒ کہتے ہیں: ابن جریر طبری نے بھی اس حدیث کو قتادہ رحمہ اللہ سے مرسل روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ذُکر لنا: ہم سے بیان کیا گیا، اور شاید یہی محفوظ ہے یعنی یہ روایت موصول نہیں ہے، بلکہ مرسل ہے، اور ترمذی میں جو روایت موصول ہے وہ بھی منقطع ہے) کیونکہ ایوب سختیانی، یونس بن عبید ثقفی اور علی بن زید بن جُدعان کہتے ہیں: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی (پس یہ حدیث ضعیف ہے)

حدیث کا مطلب: اور بعض اہل علم نے اس حدیث (کے آخری مضمون) کی تفسیر کی ہے کہ وہ رسّی اللہ کے علم،

قدرت اوراقتدار ہی پر گرے گی، اوراللہ کا علم، قدرت اوراقتدار ہر جگہ ہے(اسی سورت کی (آیت۴) میں ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾: وہ تمہارے ساتھ ہیں جہاں بھی تم ہوؤ) اور وہ خود عرش (تختِ شاہی) پر ہیں، جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب میں (سات جگہ یہ) بیان کیا ہے (اورعرش پر ہونے کی حقیقت بھی وہی جانتے ہیں، غرض: اللہ پر رسّی گرنے کی یہ تاویل ضروری ہے کہ وہ رسّی ان کے علم پر، قدرت پر اوراقتدار پر گرے گی، ذات پر گرنا مراد نہیں اسی طرح عرش پر متمکن ہونے کی تاویل بھی ضروری ہے کہ اس سے استعلاء مراد ہے، یعنی آسمانوں اور زمین کو چھ ادوار میں پیدا کر کے خود ان کا کنٹرول سنبھالا، وہ خود تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہیں، اپنی کائنات کا نظام کسی اور کے ہاتھ میں نہیں دیدیا جیسا کہ مشرکین کا خیال ہے، مگر اس تاویل کے ساتھ مبدأ کا ثبوت ماننا بھی ضروری ہے، یعنی اللہ پاک کا عرش سے تعلق ماننا بھی ضروری ہے)

[۵۷-] سُوْرَةُ الحَدِيْد

[۳۳۲۲-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَغيرُ وَاحِدٍ - الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالُوْا: نَا يُوْنُسُ بْنُ مُحمدٍ، نَاشَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَ الْحَسَنُ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: بَيْنَمَا نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسٌ وَأَصْحَابُهُ، إِذْ أَتَى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

[۱-] " هَلْ تَدْرُوْنَ ماهٰذَا؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ:" هٰذَا العَنَانُ، هٰذِهِ رَوَايَا الأَرْضِ، يَسُوْقُهُ اللّٰهُ إِلَى قَوْمٍ لاَيَشْكُرُوْنَهُ وَلاَيَدْعُوْنَهُ"

[۲-] ثُمَّ قَالَ:" هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَكُمْ؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ:" فَإِنَّهَا الرَّقِيْعُ، سَقْفٌ مَحْفُوْظٌ، وَمَوْجٌ مَكْفُوْفٌ"

[۳-] ثُمَّ قَالَ:"هَلْ تَدْرُوْنَ كَمْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ:" بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ"

[٤-] ثُمَّ قَالَ:"هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ:" فَإِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ سَمَاءَيْنِ، مَا بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ" حَتَّى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ، مَابَيْنَ كُلِّ سَمَاءَيْنِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ.

[۵-] ثُمَّ قَالَ:" هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ:" فَإِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشَ، وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ بُعْدُ مَابَيْنَ السَّمَاءَيْنِ"

[٦-] ثُمَّ قَالَ:" هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِىْ تَحْتَكُمْ؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ:" فَإِنَّهَا الأَرْضُ"

[٧-] ثُمَّ قَالَ:" هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِىْ بَعْدَ ذٰلِكَ؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: " فَإِنَّ تَحْتَهَا أَرْضًا

أُخْرَى، بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ" حَتَّى عَدَّ سَبْعَ أَرْضِيْنَ، بَيْنَ كُلِّ أَرْضَيْنِ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ.

[٨-] ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحمدٍ بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ إِلَى الأَرْضِ السُّفْلَى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ، وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَيُرْوَى عَنْ أَيُّوْبَ، وَيُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، وَعَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، قَالُوْا: لَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ أَبِيْ هريرة.

وَفَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الحديثَ، فَقَالُوْا: إِنَّمَا هَبَطَ عَلَى عِلْمِ اللّٰهِ، وَقُدْرَتِهِ، وَسُلْطَانِهِ، وَعِلْمُ اللّٰهِ وَقُدْرَتُهُ وَسُلْطَانُهُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ، وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا وَصَفَ فِيْ كِتَابِهِ.

سورة المجادلة

سورۃ المجادلہ کی تفسیر

۱- آیاتِ ظہار کا شانِ نزول

سورۃ المجادلہ کے شروع میں ظہار کا حکم ہے، ان آیات کا شانِ نزول درج ذیل واقعہ ہے، یہ حدیث مختصر طور پر ظہار کے بیان میں گذر چکی ہے:

حدیث: حضرت سلمۃ بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ایک ایسا آدمی تھا جو عورتوں سے صحبت کرنے کی وہ طاقت دیا گیا تھا جو میرا غیر نہیں دیا گیا تھا، پس جب رمضان آیا تو میں نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا، یہاں تک کہ رمضان گذر جائے یعنی موقت ظہار کرلیا، اس اندیشہ سے کہ میں بیوی سے پہنچوں رات میں، پس مسلسل رہوں میں اس عمل میں یہاں تک کہ پالے مجھے دن، اور میں قادر نہ ہوؤں کہ رک جاؤں، پس دریں اثنا کہ وہ ایک رات میری خدمت کر رہی تھی: اچانک میرے لئے عورت سے کچھ (پازیب) کھل گیا، پس میں اس پر کودا، پس جب میں نے صبح کی تو میں صبح ہی اپنی قوم کے پاس گیا، اور میں نے ان کو اپنا واقعہ بتلایا، اور میں نے کہا: میرے ساتھ نبی ﷺ کے پاس چلو، تاکہ میں آپؐ کو اپنا معاملہ بتلاؤں، ان لوگوں نے کہا: نہیں، بخدا! ہم نہیں کریں گے، ہم ڈرتے ہیں کہ ہمارے بارے میں قرآن نازل ہو، یا ہمارے بارے میں رسول اللہ ﷺ کوئی بات فرمائیں، جس کا عار ہم پر باقی رہ جائے، بلکہ آپ جائیں اور جو آپ کا جی چاہے کریں۔

سلمۃ کہتے ہیں: پس میں نکلا، اور میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے آپؐ کو اپنا واقعہ بتلایا، آپؐ نے فرمایا: "کیا تم نے یہ کام کیا؟" میں نے کہا: جی ہاں! مجھ سے یہ حرکت ہوگئی! آپ نے دوبارہ فرمایا: "کیا تم نے یہ کام

کیا؟'' میں نے دوبارہ کہا: جی ہاں! مجھ سے یہ حرکت ہوگئی! آپؐ نے تیسری مرتبہ فرمایا: ''کیا تم نے یہ کام کیا؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں نے یہ حرکت کی ہے، اور یہ میں آپؐ کے سامنے حاضر ہوں، پس آپ مجھ پر اللہ کا حکم نافذ فرمائیں، میں اس کے لئے صبر کرنے والا ہوں یعنی جو بھی سزا دی جائے گی برداشت کروں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''گردن (غلام) آزاد کرو'' سلمہ کہتے ہیں: میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی گردن پر مارے، اور کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں اس گردن کے علاوہ کا مالک نہیں ہوں! آپ نے فرمایا: ''تو دو ماہ کے روزے رکھو'' میں نے کہا: یارسول اللہ! نہیں پہنچی مجھے وہ چیز جو پہنچی مگر روزوں کی وجہ سے! آپؐ نے فرمایا: ''تو ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلاؤ'' میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہماری یہ رات بھوکے ہونے کی حالت میں گذاری ہے، ہمارے لئے شام کا کھانا نہیں تھا! آپؐ نے فرمایا: ''بنوزُریق کی زکوٰۃ والے کے پاس جاؤ، اور اس سے کہو کہ وہ تمھیں زکوٰۃ دے، پس تم اپنی طرف سے اس میں سے ایک وسق (۶۰ صاع) غریبوں کو کھلاؤ، پھر باقی سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر مدد حاصل کرو''

سلمہ کہتے ہیں: پس میں اپنی قوم کی طرف لوٹا، اور میں نے ان سے کہا: میں نے تمہارے پاس تنگی اور بری رائے پائی، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کشادگی اور برکت پائی، آپؐ نے میرے لئے زکوٰۃ کا حکم دیا، پس تم مجھے زکوٰۃ دو، پس انھوں نے مجھے زکوٰۃ دی۔

حدیث کا حال: امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے نزدیک سلیمان بن یسار نے سلمہ بن صخر سے حدیث نہیں سنی (پس یہ حدیث منقطع ہے) اور سلمۃ کا نام سلمان بھی بیان کیا جاتا ہے، اور باب میں خولہ بنت ثعلبہ کی روایت ہے، یہ اوس بن الصامت کی بیوی ہیں (ان کی حدیث ابوداؤد میں ہے)

ملحوظہ: ظہار کیا ہے؟ اور اس کا کفارہ کیا ہے؟ اور مقید ظہار کا حکم کیا ہے؟ یہ باتیں تحفہ (۴:۹۳ کتاب الطلاق باب ۱۹) میں آچکی ہیں۔ اور جو شخص کفارہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ اور شبق (جماع کی شدید خواہش) عذر ہے یا نہیں؟ یہ باتیں تحفہ (۳:۹۶ کتاب الصوم) میں آچکی ہیں، وہاں دیکھ لی جائیں۔

[۵۸-] سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ

[۳۳۲۳-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِّيِ الحُلْوَانِيُّ - الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالاَ: نَايَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا مُحمدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنْتُ رَجُلاً قَدْ أُوْتِيْتُ مِنْ جِمَاعِ النِّسَاءِ مَالَمْ يُؤْتَ غَيْرِيْ، فَلَمَّا دَخَلَ رَمَضَانُ

تَظَاهَرْتُ مِنِ امْرَأَتِي، حَتَّى يَنْسَلِخَ رَمَضَانُ، فَرَقًا مِنْ أَنْ أُصِيبَ مِنْهَا فِيْ لَيْلِيْ، فَأَتَتَابَعُ فِيْ ذٰلِكَ إِلَى أَنْ يُدْرِكَنِي النَّهَارُ، وَأَنَا لَاأَقْدِرُ أَنْ أَنْزِعَ، فَبَيْنَمَا هِيَ تَخْدِمُنِيْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، إِذْ تَكَشَّفَ لِيْ مِنْهَا شَيْءٌ، فَوَثَبْتُ عَلَيْهَا، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ غَدَوْتُ عَلَى قَوْمِيْ، فَأَخْبَرْتُهُمْ خَبَرِيْ، فَقُلْتُ: انْطَلِقُوْا مَعِيْ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأُخْبِرُهُ بِأَمْرِيْ، فَقَالُوْا: لاَ، وَاللّٰهِ! لانَفْعَلُ، نَتَخَوَّفُ أَنْ يَنْزِلَ فِيْنَا قُرْآنٌ، أَوْ يَقُوْلَ فِيْنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَقَالَةً، يَبْقَى عَلَيْنَا عَارُهَا، وَلٰكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ، فَاصْنَعْ مَا بَدَالَكَ.

قَالَ: فَخَرَجْتُ، فَأَتَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَخْبَرْتُهُ خَبَرِيْ، فَقَالَ:" أَنْتَ بِذَاكَ؟" قُلْتُ: أَنَا بِذَاكَ، قَالَ:" أَنْتَ بِذَاكَ؟" قُلْتُ: أَنَا بِذَاكَ، قَالَ: "أَنْتَ بِذَاكَ؟" قُلْتُ: أَنَا بِذَاكَ، وَهَا أَنَاذَا، فَأَمْضِ فِيَّ حُكْمَ اللّٰهِ، فَإِنِّيْ صَابِرٌ لِذَلِكَ.

قَالَ:" أَعْتِقْ رَقَبَةً" قَالَ: فَضَرَبْتُ صَفْحَةَ عُنُقِيْ بِيَدَيَّ، فَقُلْتُ: لاَ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا أَصْبَحْتُ أَمْلِكُ غَيْرَهَا، قَالَ:" فَصُمْ شَهْرَيْنِ" قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! وَهَلْ أَصَابَنِيْ مَا أَصَابَنِيْ إِلاَّ فِيْ الصِّيَامِ؟ قَالَ:" فَأَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا" قُلْتُ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! لَقَدْ بِتْنَا لَيْلَتَنَا هٰذِهِ وَحْشَى، مَالَنَا عَشَاءٌ! قَالَ:" اذْهَبْ إِلَى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِيْ زُرَيْقٍ، فَقُلْ لَهُ، فَلْيَدْفَعْهَا إِلَيْكَ، فَأَطْعِمْ عَنْكَ مِنْهَا وَسْقًا سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا، ثُمَّ اسْتَعِنْ بِسَائِرِهِ عَلَيْكَ وَعَلَى عِيَالِكَ"

قَالَ: فَرَجَعْتُ إِلَى قَوْمِيْ، فَقُلْتُ: وَجَدْتُ عِنْدَكُمُ الضِّيْقَ، وَسُوْءَ الرَّأْيِ، وَوَجَدْتُ عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم السَّعَةَ، وَالْبَرَكَةَ، أَمَرَ لِيْ بِصَدَقَتِكُمْ، فَادْفَعُوْهَا إِلَيَّ، فَدَفَعُوْهَا إِلَيَّ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، قَالَ مُحمدٌ: سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ: لَمْ يَسْمَعْ عِنْدِيْ مِنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ، قَالَ: وَيُقَالُ: سَلَمَةُ بْنُ صَخْرٍ، وَيُقَالُ: سَلْمَانُ بْنُ صَخْرٍ، وفي البابِ: عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ ثَعْلَبَةَ، وَهِيَ امْرَأَةُ أَوْسِ بْنِ الصَّامِتِ.

۲-سلام میں یہود کی شرارت

سورۃ المجادلہ (آیت ۸) میں ہے: ﴿وَإِذَا جَاءُ وْكَ حَيَّوْكَ بِمَالَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ﴾: اور جب وہ لوگ آپؐ کے پاس آتے ہیں تو آپؐ کو ایسے الفاظ سے سلام کرتے ہیں جن سے اللہ نے آپؐ کو سلام نہیں کیا۔ اللہ کا سلام یہ ہے: ﴿سَلاَمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ﴿سَلاَمٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾ اور ان کے سلام کا تذکرہ درج ذیل حدیث میں ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک یہودی نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: **السَّام علیکم**: تم مرو! پس لوگوں نے اس کو جواب دیا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جانتے ہو اس نے کیا کہا؟'' صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، اے اللہ کے نبی! آپؐ نے فرمایا: ''اس نے سلام نہیں کیا، بلکہ اس نے

ایسا اور ایسا کہا، میرے پاس اسے واپس لاؤ، چنانچہ صحابہ اس کو واپس لائے، آپؐ نے اس سے پوچھا: تو نے السّام علیکم کہا؟ اس نے کہا: ہاں، اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہیں اہل کتاب (یہود) میں سے کوئی سلام کرے تو کہو: علیك ماقلت: جو تو نے کہا وہ تجھ پر! یعنی تو مر! مذکورہ آیت میں اسی کا ذکر ہے۔

[۳۳۲٤-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا يُوْنُسُ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ قَتَادَةَ، نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ يَهُوْدِيًّا أَتَى عَلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابِهِ، فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ الْقَوْمُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''هَلْ تَدْرُوْنَ مَاقَالَ هٰذَا؟'' قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! قَالَ: ''لَا، وَلٰكِنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا، رُدُّوْهُ عَلَيَّ'' فَرَدُّوْهُ، فَقَالَ: قُلْتَ: السَّامُ عَلَيْكُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ ذٰلِكَ: ''إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا: عَلَيْكَ مَا قُلْتَ'' قَالَ: ﴿وَإِذَا جَاءُ وْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۳-سرگوشی سے پہلے خیرات کا حکم

سورہ المجادلہ (آیت ۱۲) میں ہے: اگر کوئی باحیثیت آدمی نبی ﷺ سے تنہائی میں کوئی بات کرنا چاہے تو پہلے غریبوں کو کچھ خیرات دے، اور بے حیثیت لوگوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا، اس پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، عام طور پر اس پر عمل کی نوبت نہیں آئی، پھر یہ حکم (آیت ۱۳) کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا، اس سلسلہ کی ایک حدیث یہ ہے:

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب سورۃ المجادلہ کی (آیت ۱۲) نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''تمہاری کیا رائے ہے: ایک دینار تجویز کیا جائے؟'' (حضرت علیؓ نے ایک دینار صدقہ کر کے تخلیہ کا وقت لیا تھا) حضرت علیؓ نے عرض کیا: لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے، آپؐ نے فرمایا: ''پس آدھا دینار؟'' حضرت علیؓ نے کہا: لوگ اس کی (بھی) طاقت نہیں رکھتے، آپؐ نے پوچھا: ''پھر کتنی مقدار تجویز کی جائے؟'' حضرت علیؓ نے کہا: جَو کے دانے کے بقدر سونا (تقریباً آدھا گرام) آپؐ نے فرمایا: ''بیشک تم بہت ہی کم مقدار مقرر کرنے والے ہو!'' یعنی اتنی معمولی مقدار مقرر کرنا بے فائدہ ہے، کیونکہ اس حکم کا مقصد یہ تھا کہ لوگ آپؐ کا وقت ضائع نہ کریں، اور خیرات کی اتنی معمولی مقدار مقرر کرنے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا، حضرت علیؓ کہتے ہیں: پس (آیت ۱۳) نازل ہوئی (اور یہ حکم اٹھا دیا گیا) حضرت علیؓ کہتے ہیں: پس میری وجہ سے اللہ نے اس امت سے تخفیف کر دی۔

[۳۳۲۵-] حدثنا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ الثَّقَفِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلْقَمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ

أَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿يـٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً﴾ قَالَ لِيَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: مَا تَرَى: دِيْنَارٌ؟ قُلْتُ: لاَيُطِيْقُوْنَهُ، قَالَ: فَنِصْفُ دِيْنَارٍ؟ قُلْتُ: لاَيُطِيْقُوْنَهُ، قَالَ: فَكَمْ؟: قُلْتُ: شَعِيْرَةً، قَالَ:" إِنَّكَ لَزَهِيْدٌ!" قَالَ: فَنَزَلَتْ: ﴿أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ﴾ الآيَةَ، قَالَ: فَبِيَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ: شَعِيْرَةً، يَعْنِيْ وَزْنَ شَعِيْرَةٍ مِنْ ذَهَبٍ.

سورة الحشر

سورۃ الحشر کی تفسیر

۱۔جنگی مصلحت سے باغات اجاڑنا جائز ہے

ربیع الاول ۴ ہجری میں غزوۂ بنو النضیر پیش آیا، اسلامی افواج نے ان کا محاصرہ کیا، وہ اپنے قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ گزیں ہوگئے، اور قلعہ کی فصیل سے تیر اور پتھر برسانے لگے، چاروں طرف کھجوروں کے باغات تھے، جو ان کے لئے سپر کا کام دے رہے تھے، چنانچہ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے، اس سلسلہ میں دو رائیں ہوئیں: ایک: یہ کہ ایسا کرنا جنگی مصلحت کا تقاضا ہے، دوسری: یہ کہ یہ اپنا نقصان کرنا ہے، کیونکہ کل یہ باغات ہمارے ہونگے، چنانچہ سورۃ الحشر کی (آیت ۵) نازل ہوئی، اور اس نے دونوں رایوں کو سراہا، فرمایا: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ، أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُوْلِهَا: فَبِإِذْنِ اللّٰهِ، وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ﴾: جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا: سو (دونوں باتیں) اللہ کی اجازت سے ہیں، یعنی منشأ خداوندی کے موافق ہیں، اور تاکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والے (یہودیوں) کو ذلیل کریں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے بنو نضیر کے بُوَیْرَہ نامی نخلستان کو جلایا اور کاٹا تو یہ آیت نازل ہوئی، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لِیْنَۃ کے معنی: کھجور کے درخت کے کئے ہیں (درحقیقت لینۃ کے معنی ہیں: عجوہ کے علاوہ کھجور کے ہر قسم کے درخت) اور فرمایا کہ فاسقوں کو ذلیل اس طرح کیا کہ ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا یعنی وہ مجبور ہوگئے کہ جلاوطن ہوجائیں، اور ابن عباسؓ کہتے ہیں: مسلمان کھجوروں کے درخت کاٹنے کا حکم دیئے گئے، پس ان کے سینوں میں کھٹک پیدا ہوئی، اور انھوں نے کہا: ہم نے کچھ درخت کاٹے اور کچھ چھوڑ دیئے، ہمیں نبی ﷺ سے پوچھنا چاہئے کہ ہم نے جو درخت کاٹے ان پر ہمیں کچھ ثواب ملے گا؟ اور ہم نے جو درخت چھوڑ دیئے ان پر کچھ گناہ ہوگا؟ پس اللہ

تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (اوران کو بتایا گیا کہ دونوں باتوں پر ثواب ملے گا، گناہ کسی بات پر نہیں ہوگا)

فائدہ: یہ دوسری حدیث یعنی ابن عباسؓ کی تفسیر امام بخاری رحمہ اللہ نے امام ترمذیؒ سے سنی ہے، اسی طرح ایک اورحدیث جوترمذی (۲:۲۱۴باب مناقب علی) میں آئے گی: وہ بھی امام بخاریؒ نے امام ترمذیؒ سے سنی ہے، یہ امام ترمذیؒ کے لئے بہت بڑی فضیلت ہے کہ ان کے استاذ نے ان سے دوحدیثیں روایت کی ہیں۔

[۵۹-] سُوْرَةُ الْحَشْرِ

[۳۳۲۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: حَرَّقَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَخْلَ بَنِى النَّضِيْرِ وَقَطَعَ، وَهِىَ الْبُوَيْرَةُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿مَاقَطَعْتُم مِنْ لِيْنَةٍ، أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُوْلِهَا، فَبِإِذْنِ اللّٰهِ، وَلِيُخْزِىَ الْفَاسِقِيْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۳۲۷-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ مُحمدٍ الزَّعْفَرَانِىُّ، نَا عَفَّانُ، نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، نَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِىْ عَمْرَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ فِىْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مَا قَطَعْتُم مِنْ لِيْنَةٍ، أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُوْلِهَا﴾ قَالَ: اللِّيْنَةُ: النَّخْلَةُ ﴿وَلِيُخْزِىَ الْفَاسِقِيْنَ﴾ قَالَ: اسْتَنْزَلُوْهُمْ مِنْ حُصُوْنِهِمْ.

قَالَ: وَأُمِرُوْا بِقَطْعِ النَّخْلِ، فَحَكَّ فِىْ صُدُوْرِهِمْ، فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: قَدْ قَطَعْنَا بَعْضًا، وَتَرَكْنَا بَعْضًا، فَلَنَسْأَلُنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: هَلْ لَنَا فِيْمَا قَطَعْنَا مِنْ أَجْرٍ؟ وَهَلْ عَلَيْنَا فِيْمَا تَرَكْنَا مِنْ وِزْرٍ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿مَاقَطَعْتُم مِنْ لِيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُوْلِهَا﴾ الآيَةَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِىْ عَمْرَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ مُرْسَلاً، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ هَارُوْنَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِىْ عَمْرَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً، قَالَ أَبُوْ عَيْسٰى: سَمِعَ مِنِّى مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ هٰذَا الحديثَ.

۲- دوسروں کو مقدم رکھنے کی ایک مثال

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک انصاری صحابی (حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک مہمان نے رات گذاری، ان کے پاس نہیں تھا مگران کا اوران کے بچوں کا کھانا، پس انھوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: آپ بچوں کو (پھسلا کر) سلادیں، اور چراغ گل کردیں، اور مہمان کے سامنے وہ کھانا رکھ دیں جوآپ کے پاس ہے، پس یہ آیت نازل ہوئی: ''وہ اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگر چہ ان کا فاقہ ہی ہو!'' —— اور یہ کوئی نادرواقعہ نہیں،

صحابہ کی سوانح ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے، تفسیر قرطبی میں اور وہاں سے معارف القرآن میں ایسے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔

[۳۳۲۸-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نا وَكِيْعٌ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ: أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ بَاتَ بِهِ ضَيْفٌ، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ إِلَّا قُوْتَهُ وَقُوْتَ صِبْيَانِهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: نَوِّمِيْ الصِّبْيَةَ، وَأَطْفِئِي السِّرَاجَ، وَقَرِّبِيْ لِلضَّيْفِ مَا عِنْدَكِ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة الممتحنة

سورہ ممتحنہ کی تفسیر

۱- فتح مکہ کی تیاری اور اخفائے حال کی سعی

حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی: قریش نے اس کی دھجیاں اڑادیں، انھوں نے بنوبکر کی بنوخزاعہ کے خلاف مدد کی۔ بنوخزاعہ نے جو آپؐ کے حلیف تھے مدینہ پہنچ کر واقعہ کی اطلاع دی، آپ ﷺ نے قریش کو سبق سکھانے کا پکا ارادہ کرلیا، اس طرح فتح مکہ کی تقریب نکل آئی، مگر حرم شریف کا احترام بھی پیش نظر تھا، چنانچہ کمالِ رازداری سے تیاری شروع کی، اور دعا فرمائی: ''الٰہی! جاسوسوں کو اندھا کردے، اور خبروں کو قریش تک پہنچنے سے روک دے'' (تاکہ لشکر ایک دم ان کے سر پر جاپہنچے، اور کسی بڑی جنگ کی نوبت نہ آئے)

جنگ کی تیاری جاری تھی کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط لکھ کر اطلاع دی کہ نبی ﷺ تمہارا ارادہ کررہے ہیں، اور تم ہرگز ان کا مقابلہ نہ کرسکوگے، انھوں نے یہ خط ایک عورت کے ذریعہ روانہ کیا، نبی ﷺ کو وحی سے اس کی اطلاع ملی آپؐ نے وہ خط پکڑوالیا، تفصیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت میں ہے:

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے مجھے، زبیر بن العوام کو اور مقداد بن الاسود کو بھیجا، اور فرمایا: ''چلو، یہاں تک کہ روضۂ خاخ پر پہنچو، وہاں اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے، وہ خط اس عورت سے لے لو، اور میرے پاس لے آؤ۔ پس ہم نکلے، ہمارے گھوڑے ہمارے ساتھ سرپٹ دوڑ رہے تھے، یہاں تک کہ ہم روضہ پہنچے، پس اچانک ہمیں اونٹ پر سوار ایک عورت ملی، ہم نے کہا: خط نکال! اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں! ہم نے کہا: ''یا تو خط نکال یا کپڑے نکال!'' یعنی ہم تیری جامہ تلاشی لیں گے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں: پس اس نے اپنے موباف (چوٹی میں باندھنے کے کپڑے) سے وہ خط نکالا، ہم اس کو رسول

اللہ ﷺ کے پاس لائے، پس اچانک وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے تھا، مکہ کے چند مشرکین کے نام، حاطب نے ان کو نبی ﷺ کی مہم کی کچھ اطلاع دی تھی، پس آپؐ نے پوچھا: ''حاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟'' انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں، میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش کے ساتھ چپکا ہوا (حلیف) ہوں، میں ان کے خاندان کا نہیں ہوں، اور آپؐ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی (قریش کے ساتھ) رشتہ داریاں ہیں، وہ ان رشتہ داریوں کی وجہ سے مکہ میں جو ان کے بال بچے اور مال سامان ہے اس کی حفاظت کریں گے، پس میں نے چاہا کہ جب یہ چیز میرے ہاتھ سے نکل گئی، یعنی میرا قریش سے نسبی تعلق نہیں ہے تو میں ان پر کوئی احسان کروں تاکہ وہ میرے اقرباء کی حفاظت کریں، میں نے یہ حرکت کفر کی وجہ سے، اپنے دین سے پلٹنے کی وجہ سے اور کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے نہیں کی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''سچ کہا!'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے موقع دیں اے اللہ کے رسول! کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں! آپؐ نے فرمایا: یہ بدر میں شریک ہوئے ہیں، اور تمہیں کیا معلوم! شاید اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے احوال جان لئے، پس فرمایا: ''جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا!''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اور اس سلسلہ میں پوری سورہ ممتحنہ نازل ہوئی، فرمایا: ''اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ تم ان کی طرف محبت ڈالو'' آخر تک سورت پڑھیں۔

سند کا بیان: عمرو بن دینار کہتے ہیں: میں نے حضرت ابورافع (مولی رسول اللہ ﷺ) کے صاحبزادے عبید اللہ کو دیکھا ہے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سکریٹری تھے، اور یہ حدیث عبید اللہ کے علاوہ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ بھی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں، اور اکثر روایات میں: لتخرجن الكتاب أو لتلقين الثياب ہے یعنی تو ضرور خط نکال، یا ضرور کپڑے نکال، اور بعض روایات میں یہ جملہ اس طرح ہے: لتخرجن الكتاب أو لَنُجَرِّدَنَّكَ: تو ضرور خط نکال یا ہم تجھے ننگا کریں گے یعنی جامہ تلاشی لیں گے (یہ حدیث ابن ماجہ کے علاوہ سبھی کتب ستہ میں ہے)

سوال: بدریوں کے بارے میں جو بات اس حدیث میں ہے: وہ اللہ پاک نے کہاں فرمائی ہے؟ یعنی یہ مضمون کونسی آیت یا حدیث میں آیا ہے؟

جواب: یہ بات اسی حدیث کے اقتضاء سے ثابت ہے، ما ثبت باقتضاء النص کا یہی مطلب ہے، کسی اور نص کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، اور اس کی نظیر تحفہ (۳:۵۳) میں گذر چکی ہے۔

[۶۰-] سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ

[۳۳۲۹-] حدثنا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، نَاسُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحمدٍ - هُوَ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ - عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، يَقُوْلُ: بَعَثَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى

الله عليه وسلم أَنَا، وَالزُّبَيْرَ، وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ، فَقَالَ: انْطَلِقُوْا حَتَّى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً، مَعَهَا كِتَابٌ، فَخُذُوْهُ مِنْهَا، فَأْتُوْنِيْ بِهِ، فَخَرَجْنَا تَتَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا، حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ، فَقُلْنَا: أَخْرِجِيْ الْكِتَابَ، فَقَالَتْ: مَا مَعِيْ مِنْ كِتَابٍ، قُلْنَا: لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ.

قَالَ: فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، قَالَ: فَأَتَيْنَا بِهِ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِذَا هُوَ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِيْ بَلْتَعَةَ، إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " مَا هٰذَا يَاحَاطِبُ؟" قَالَ: لَاتَعْجَلْ عَلَيَّ يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّيْ كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ، يَحْمُوْنَ بِهَا أَهْلِيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِيْ ذٰلِكَ مِنْ نَسَبٍ فِيْهِمْ: أَنْ أَتَّخِذَ فِيْهِمْ يَدًا، يَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِيْ، وَمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا، وَارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ، وَلاَ رِضًى بِالْكُفْرِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "صَدَقَ" فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: دَعْنِيْ يَارسولَ اللّٰهِ! أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، فَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: " اعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ!"

قَالَ: وَفِيْهِ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ، تُلْقُوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ السُّوْرَةَ.

قَالَ عَمْرٌو: وَقَدْ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِيْ رَافِعٍ، وَكَانَ كَاتِبًا لِعَلِيٍّ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفِيْهِ عَنْ عُمَرَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ.

وَرَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، هٰذَا الحديثَ نَحْوَ هٰذَا، وَذَكَرُوْا هٰذَا الْحَرْفَ: فَقَالُوْا: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ.

وَهٰذَا حديثٌ قَدْ رُوِيَ أَيْضًا عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ نَحْوَ هٰذَا الحديثِ، وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ فِيْهِ: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ.

۲-مسلمان عورتوں کا امتحان اور بیعت

سورۃ ممتحنہ (آیت۱۰) میں ہے: جب مسلمان عورتیں دارالحرب سے ہجرت کرکے آئیں تو ان کا امتحان لیا جائے کہ واقعی وہ ایمان لائی ہیں، یا کسی اور مقصد سے ہجرت کرکے آئی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ ان کا امتحان اسی سورت (آیت۱۲) سے لیا کرتے تھے، اس میں جن چھ باتوں کا ذکر ہے ان کا اقرار لیتے تھے، اور یہی ان کو بیعت کرنا تھا۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں: ۱- وہ شرک نہیں کریں گی۔ ۲- وہ چوری نہیں کریں گی۔ ۳- وہ

بدکاری نہیں کریں گی۔ ۴- وہ اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی۔ ۵- وہ بہتان کی اولاد نہیں لائیں گی۔ ۶- وہ مشروع باتوں میں نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی......اور نبی ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ بیعت لیتے وقت عورتوں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے تھے، بلکہ یا تو زبانی اقرار کراتے تھے یا کوئی کپڑا پکڑا کر بیعت لیتے تھے۔

حدیث: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: نبی ﷺ آزمائش نہیں کیا کرتے تھے مگر اس آیت سے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''جب آپؐ کے پاس مسلمان عورتیں بیعت ہونے کے لئے آئیں'' ـــــ اور معمر اپنی دوسری سند سے صدیقہؓ کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھویا، سوائے اس عورت کے جس کے آپؐ مالک ہوتے تھے یعنی بیوی اور باندی، بیوی ملکِ نکاح میں ہوتی ہے اور باندی ملکِ یمین میں (یہ حدیث بخاری میں ہے)

[۳۳۳۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَاكَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَمْتَحِنُ إِلَّا بِالْآيَةِ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿إِذَا جَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ الآيَةَ.

قَالَ مَعْمَرٌ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: مَا مَسَّتْ يَدُ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَدَ امْرَأَةٍ، إِلَّا امْرَأَةً يَمْلِكُهَا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۳-نوحہ ماتم کرنے کی ممانعت

نوحہ ماتم کرنا یعنی میت پر زور زور سے رونا، چیخ وپکار کرنا یا میت کے مبالغہ آمیز فضائل بیان کرنا: قطعاً ممنوع ہے، تحفہ (۳:۴۰۴) میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔ مسلمان ہونے والی عورتوں سے جن چھ باتوں کا اقرار لیا جاتا تھا ان میں: ﴿لَايَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ﴾ بھی تھا، یعنی عورتیں مشروع باتوں میں آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی (ممتحنہ ۱۲) اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل حدیث آئی ہے:

حدیث: ام سلمہ انصاریہؓ (جن کا نام اسماء بنت یزید تھا) کہتی ہیں: (بیعت ہونے والی) عورتوں میں سے ایک نے پوچھا: وہ معروف جس کی خلاف ورزی ہمارے لئے جائز نہیں: کیا ہے؟ آپؐ نے (بطور مثال) فرمایا: ''نوحہ مت کرو'' (ام سلمہ کہتی ہیں:) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں خاندان والوں نے میرے چچا کی موت کے وقت رونے میں ہمارا تعاون کیا ہے، اور میرے لئے اس کا حق ادا کرنا ضروری ہے (اور آج ان کے یہاں موت ہوگئی ہے) پس آپؐ نے مجھے اجازت دینے سے انکار کیا، پس میں بار بار آپ کے پاس آئیں، آپؐ نے مجھے ان کا حق ادا کرنے کی اجازت دی، پس نہیں نوحہ کیا میں نے ان کا حق ادا کرنے کے بعد، اور نہ ان کی اس میت کے علاوہ پر نوحہ کیا آج کی گھڑی تک، اور نہیں باقی رہی (بیعت کرنے والی) عورتوں میں سے کوئی میرے سوا مگر اس نے نوحہ کیا۔

اسی طرح متفق علیہ روایت میں ہے کہ جب ام عطیہؓ بیعت ہونے آئیں، اور آپؐ نے شرط لگائی کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی تو انھوں نے عرض کیا: فلانی عورت نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے، اس لئے میرے لئے ضروری ہے کہ میں اس کی مدد کروں پس آپؐ نے صرف اس کی مدد کرنے کی اجازت دی (مسلم حدیث ۹۳۷) پس جاننا چاہئے کہ ان دونوں روایتوں میں نوحہ کرنے کی جو اجازت دی ہے وہ تشریع کے وقت کی ترخیص ہے، جب کوئی نیا قانون بنتا ہے، اور کوئی الجھن پیش آتی ہے تو رعایت دی جاتی ہے، مگر اس سے مسئلہ نہیں بدلتا۔

لغت: اِسْعاد: رونے میں مدد کرنے کے ساتھ خاص ہے، کہا جاتا ہے: أَسْعَدَتِ النَّائِحَةُ الثَّكلى: نوحہ کرنے والی عورت نے بچہ گم کرنے والی عورت کی رونے میں مدد کی۔

ملحوظہ: فأتيتُه مراراً: ہمارے نسخہ میں فَعَاتَبْتُه مراراً ہے، جو غلط ہے، تصحیح مصری نسخہ سے کی ہے۔

[۳۳۳۱-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا أَبُوْ نُعَيْمٍ، نا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ شَهْرَ بْنَ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنَا أُمُّ سَلَمَةَ الْأَنْصَارِيَّةُ، قَالَتْ: قَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ: مَا هٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ لَا يَنْبَغِيْ لَنَا أَنْ نَعْصِيَكَ فِيْهِ؟ قَالَ: "لَاتَنُحْنَ" قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ بَنِيْ فُلَانٍ قَدْ أَسْعَدُوْنِيْ عَلَى عَمِّيْ، وَلَا بُدَّ لِيْ مِنْ قَضَائِهِمْ، فَأَبَى عَلَيَّ، فَأَتَيْتُهُ مِرَارًا، فَأَذِنَ لِيْ فِيْ قَضَائِهِنَّ، فَلَمْ أَنُحْ بَعْدَ قَضَائِهِنَّ، وَلَا عَلَى غَيْرِهِ حَتَّى السَّاعَةِ، وَلَمْ يَبْقَ مِنَ النِّسْوَةِ امْرَأَةٌ إِلَّا وَقَدْ نَاحَتْ غَيْرِيْ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَفِيْهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: أُمُّ سَلَمَةَ الْأَنْصَارِيَّةُ: هِيَ أَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ.

سورة الصَّفِّ

سورۃ الصّف کی تفسیر

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے

حدیث: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ کی ایک جماعت نے آپس میں مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم اس پر عمل کریں (اور ایک روایت میں ہے کہ بعض نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم جان و مال کی بازی لگا دیں! اور مسند احمد (۴۵۲:۵) میں یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے چاہا کہ کوئی صاحب جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات دریافت کریں، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی) پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّف نازل فرمائی (اور آپؐ

نے سب کو نام بنام بلایا، اوران کو یہ سورت پڑھ کر سنائی، جو اسی وقت نازل ہوئی تھی)

عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں: پس نبی ﷺ نے یہ سورت ہمیں پڑھ کر سنائی، اورابوسلمہ کہتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن سلام نے یہ سورت پڑھ کر سنائی، اور یحیٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں: ہمیں ابوسلمۃ نے یہ سورت پڑھ کر سنائی [اوراوزاعی کہتے ہیں: ہمیں یحیٰ بن ابی کثیر نے یہ سورت پڑھ کر سنائی] اورمحمد بن کثیر کہتے ہیں: ہمیں امام اوزاعی نے یہ سورت پڑھ کر سنائی، اورامام دارمی کہتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے یہ سورت پڑھ کر سنائی۔

پھراسی طرح سورۃ الصّف سنانے کا یہ سلسلہ چلتا رہا، تا آنکہ میرے حضرت: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے ۱۳۸۳ھ میں مجھے یہ سورت پڑھ کر سنائی (اور درمیانی سند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے رسالہ مسلسلات میں ہے) اور مسلسلات میں یہ صحیح ترین مسلسل حدیث ہے، جس کا تسلسل تاامروز چلا آرہا ہے۔

اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، پوری سورت اسی محور پر گھومتی ہے، البتہ شروع میں یہ تنبیہ ہے کہ بڑا بول نہیں بولنا چاہئے، اور مؤمن کو گفتار کا نہیں بلکہ کردار کا غازی ہونا چاہئے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ تمام مسلسلات میں ضعف درآیا ہے، ابن الصلاح فرماتے ہیں: **قَلَّمَا تَسْلَمُ المسلسلاتُ مِنْ ضُعْفٍ، أعنی فی وصف التسلسل، لا فی أصل المتن** (ظفر الامانی ص:۲۶۸) البتہ سورت الصّف سنانے کا تسلسل جاری ہے: **قال فی" المِنَح": هذا صحیح متصلُ الإسناد والتسلسل، ورجاله ثقات، وهو أصحُّ مسلسل رُوِی فی الدنیا، رواه الترمذی فی" جامعه" والحاکم فی" مستدرکه" مسلسلاً، وصحَّحه علی شرط الشیخین، ورواه أبو یعلی والطبرانی وغیرهم** (ظفر الامانی ص:۲۸۵)

اور کھجور پانی کی ضیافت کی روایت موضوع ہے، اس کا روایت کرنا اوراس پر عمل کرنا جائز نہیں، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ قدس سرہ ظفر الامانی کے حاشیہ (ص:۲۸۰) میں لکھتے ہیں: **وأنا أجزمُ ألفَ ألفِ مرة أن هذا الحدیث کذبٌ مفترًی موضوعٌ علی رسول الله صلی الله علیه وسلم، وأُخاصمُ من خالفنی فی ذلك، لأن الشرع والعقل یشهدان ببطلانه اهـ:** مجھے کروڑوں مرتبہ یقین ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ، بہتان اور گھڑی ہوئی حدیث ہے، اور میں اس شخص سے بحث کرنے کے لئے تیار ہوں جو اس سلسلہ میں میری مخالفت کرے، کیونکہ شریعت اور عقل دونوں اس کے بطلان کی گواہی دیتے ہیں۔

[٦١-] سُوْرَةُ الصَّفِّ

[٣٣٣٢-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا مُحمدُ بْنُ کَثِیْرٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِیِّ، عَنْ یَحْیَی بْنِ أَبِیْ کَثِیْرٍ، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: قَعَدْنَا نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ رسولِ اللّٰهِ صلی الله علیه

وسلم، فتذاكرنا، فقُلْنا: لَوْ نعلَمُ أَيُّ الأَعْمَالِ أَحبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ لعَمِلْناهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَ﴾ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلاَمٍ: فَقَرَأَهَا عَلَيْنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: فَقَرَأَهَا عَلَيْنَا ابْنُ سَلاَمٍ، قَالَ يَحْيىَ: فَقَرَأَهَا عَلَيْنَا أَبُوْ سَلَمَةَ، [قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: فَقَرَأَهَا عَلَيْنَا يَحْيىَ] قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ: فَقَرَأَهَا عَلَيْنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَقَرَأَهَا عَلَيْنَا ابْنُ كَثِيْرٍ.

وَقَدْ خُوْلِفَ مُحمدُ بْنُ كَثِيْرٍ فِيْ إِسْنَادِ هٰذَا الحديثِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، فَرَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ هِلاَلِ بْنِ أَبِيْ مَيْمُوْنَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلاَمٍ، أَوْ: عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلاَمٍ، وَرَوَى الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ هٰذَا الحديثَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ نَحْوَ رِوَايَةِ مُحمدِ بْنِ كَثِيْرٍ.

وضاحت: قوله: نفر: بعض نسخوں میں نفر (حالت رفعی) میں ہے، اور بعض میں نفرًا (حالتِ نصبی) میں، پہلی صورت میں نا: ضمیر متکلم سے بدل ہے، اور دوسری صورت میں حال ہے یعنی ہم بیٹھے درانحالیکہ ہم کئی آدمی تھے...... النَّفَر: آدمیوں کی تین سے دس تک کی تعداد...... اور کھڑی دو قوسوں کے درمیان عبارت مسند احمد (۴۵۲:۵) اور ابن کثیر کی جامع المسانید والسنن (حدیث۵۶۷۲) سے بڑھائی ہے...... قوله: وقد خولف: محمد بن کثیر مخالفت کئے گئے ہیں، یعنی امام اوزاعی کے دوسرے شاگرد سند اور طرح بیان کرتے ہیں، اس کے بعد مثال کے طور پر ابن المبارک کی سند لکھی ہے، یہ سند مسند احمد میں اس طرح ہے: عبد الله بن المبارك، أنا الأوزاعي، ثنا يحيى بن أبي كثير، حدثني هلال بن أبي ميمونة: أن عطاء بن يسار حدثه: أن عبد الله بن سلام حدثه، أو قال: حدثني أبو سلمة بن عبد الرحمن، عن عبد الله بن سلام ...... أو قال کا فاعل يحيى بن أبي كثير ہیں، یعنی یحیٰ یہ حدیث دو سندوں سے روایت کرتے ہیں، ایک وہی امام دارمی والی سند اور دوسری: عن هلال، عن عطاء، عن ابن سَلام۔ پس یہ کوئی مخالفت نہیں، بلکہ نئی سند پیش کی ہے، پھر ولید بن مسلم بھی محمد بن کثیر کی طرح سند بیان کرتے ہیں، پس دونوں سندیں صحیح ہیں۔

سورة الجمعة

سورۃ الجمعہ کی تفسیر

۱- نبی ﷺ عرب وعجم کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں

سورۃ الجمعہ (آیات ۲-۴) میں نبی ﷺ کی امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: اُمّی اور دوسرے لوگ: اُمیوں

سے مراد عرب ہیں، جو بعثت نبوی کے وقت جزیرۃ العرب میں رہتے تھے، جن کی اکثریت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھی اور ناخواندہ تھی، ان کی طرف آپؐ بلاواسطہ مبعوث فرمائے گئے ہیں، اور آخرین سے مراد تمام عجم (غیر عرب) ہیں، ان کی طرف آپؐ کی بعثت پہلی امت کے توسط سے ہے، تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ (۵۱:۲) میں ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورۃ الجمعہ نازل کی گئی تو ہم نبی ﷺ کے پاس تھے، آپؐ نے اس کو پڑھا، جب آپؐ: ﴿وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ﴾ پر پہنچے تو ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو ابتک ہمارے ساتھ نہیں ملے؟ (اور جن کی آئندہ ملنے کی توقع ہے) پس آپؐ نے بات نہ کی یعنی جواب نہ دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: اور ہم میں سلمان فارسیؓ تھے، پس نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمانؓ پر رکھا، اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو بھی اس کو ضرور حاصل کر لیتے ان لوگوں (فارسیوں) میں سے کچھ لوگ''

سند کا حال: حدیث کی یہ سند ضعیف ہے، علی بن المدینی رحمہ اللہ کے والد عبداللہ بن جعفر ضعیف راوی ہیں، مگر اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں، اور ان سے یہ روایت متفق علیہ ہے (بخاری حدیث ۴۸۹۷ مسلم حدیث ۲۵۴۶)

تشریح: یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل میں بیان کی جاتی ہے، کیونکہ آپ فارسی الاصل ہیں، اور فارسیوں کا تذکرہ بطور مثال ہے، کیونکہ آخرین سے مراد عربوں کے علاوہ ساری دنیا ہے، کوئی خاص قوم مراد نہیں، مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ جزیرۃ العرب سے متصل ایران تھا، اور وہی سب سے پہلے فتح ہوا، اور وہ ملک سارا اسلام میں داخل ہو گیا، روم اس کے بعد فتح ہوا، اور تمام رومی اسلام میں داخل نہیں ہوئے، پس فارس کی فضیلت مسلّم ہے۔

[٦٢-] سُوْرَةُ الجُمُعَةِ

[٣٣٣٣-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنِیْ ثَوْرُ بْنُ زَیْدٍ الدِّیْلِیُّ، عَنْ أَبِی الْغَیْثِ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِیْنَ أُنْزِلَتْ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ، فَتَلاَهَا، فَلَمَّا بَلَغَ: ﴿وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: یَارسولَ اللّٰهِ! مَنْ هٰؤُلآءِ الَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِنَا؟ فَلَمْ یُكَلِّمْهُ، قَالَ: وَسَلْمَانُ فِیْنَا، قَالَ: فَوَضَعَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم یَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، فَقَالَ: " وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ! لَوْ كَانَ الإِیْمَانُ بِالثُّرَیَّا، لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلآءِ"

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، هُوَ وَالِدُ عَلِیِّ بْنِ الْمَدِیْنِیِّ، ضَعَّفَهُ یَحْیىَ بْنُ مَعِیْنٍ، وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الحدیثُ عَنْ أَبِیْ هریرةَ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوْ اللَّیْثِ: اسْمُهُ سَالِمٌ مُوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِیْعٍ، وَثَوْرُ بْنُ زَیْدٍ مَدَنِیٌّ، وَثَوْرُ بْنُ یَزِیْدَ شَامِیٌّ.

۲-جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تجارت اور تماشے سے بہتر ہے

پہلے عیدین کی طرح جمعہ کا خطبہ بھی نماز کے بعد دیا جاتا تھا (کمافی مراسیل ابی داؤد) ایک جمعہ کے روز یہ واقعہ پیش آیا کہ نماز سے فارغ ہوکر آپؐ خطبہ دے رہے تھے، اچانک ایک تجاری قافلہ مدینہ میں وارد ہوا، اوراس نے ڈھول باجے سے اعلان شروع کیا، نماز سے چونکہ فراغت ہوچکی تھی اس لئے لوگ خریداری کے لئے چل پڑے، اس پر سورۃ الجمعہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں: ’’اور جب لوگ کسی تجارت یا مشغلہ کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں، اور آپؐ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں، آپؐ کہیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تجارت اور تماشہ سے بدر جہا بہتر ہے‘‘ ...... اور چونکہ جمعہ ہر ہفتہ آتا ہے اور کاروبار کے درمیان نماز پڑھنی ہوتی ہے، اس لئے احتمال تھا کہ آئندہ بھی ایسی صورت پیش آئے، اس لئے جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے کردیا، اور عیدین کے خطبے بعد میں رہنے دیئے، کیونکہ وہ مشغولیت کے دن نہیں ہیں۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دریں اثنا کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک تجارتی قافلہ مدینہ میں آیا، پس صحابہ اس کی طرف دوڑ پڑے، یہاں تک کہ ان میں سے صرف بارہ آدمی رہ گئے، جن میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تھے، پس مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

[۳۳۳٤-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا هُشَيْمٌ، نَا حُصَيْنٌ، عَنْ أَبِیْ سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَائِمًا، إِذْ قَدِمَتْ عِيْرُ الْمَدِيْنَةِ، فَابْتَدَرَهَا أَصْحَابُ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً، فِيْهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا هُشَيْمٌ، نَا حُصَيْنٌ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِی الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم بِنَحْوِهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة المنافقين

سورۃ المنافقین کی تفسیر

۱-سورۃ المنافقین کا شانِ نزول

۵ ہجری یا ۶ ہجری میں غزوۂ بنی المصطلق پیش آیا، اسی کا نام غزوۂ مریسیع بھی ہے (مریسیع: اس قوم کے چشمے یا کنویں کا نام ہے) اس جنگ میں کامیابی کے بعد ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک مہاجری اور ایک انصاری میں جھگڑا ہوگیا،

مہاجری نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا، اور انصاری نے انصار کو، اور قریب تھا کہ مسلمانوں میں ایک فتنہ کھڑا ہو جائے، اس جھگڑے میں انصاری کو چوٹ لگی تھی، نبی ﷺ موقع پر پہنچے، اور فرمایا: ''یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ اسے چھوڑو، یہ بدبودار نعرہ ہے!'' اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

مگر اس واقعہ سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے فائدہ اٹھایا، اس نے اپنے لوگوں سے کہا: تم نے ان مہاجرین کو سر پے چڑھا لیا ہے، تم نے ان کو اپنے اموال اور جائدادیں تقسیم کر کے دیں، اب یہ تمہاری روٹیوں پر پلے ہوئے تمہیں آنکھیں دکھا رہے ہیں، اگر اب بھی تم نے ان کے تعاون سے ہاتھ نہ کھینچا تو یہ لوگ تمہارا جینا حرام کر دیں گے، تمہیں چاہئے کہ جب تم مدینہ پہنچو تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے باہر کر دے۔

یہ گفتگو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سنی، وہ اس وقت نوجوان تھے، انھوں نے یہ بات اپنے چچا کو بتلائی، چچا نے وہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی، آپؐ نے حضرت زید کو بلا کر تحقیق کی، اور پوچھا: ''لڑکے تم جھوٹ تو نہیں بولتے؟'' حضرت زید نے قسم کھا کر کہا کہ انھوں نے وہ بات اپنے کانوں سے سنی ہے، آپؐ نے پھر پوچھا: ''تمہیں کچھ شبہ تو نہیں ہو گیا؟'' حضرت زید نے پھر وہی جواب دیا، تب آپؐ نے عبداللہ کو بلا کر پوچھا، وہ قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی، اور زید جھوٹا ہے، چنانچہ تھوڑی دیر کے لئے آپؐ کو اس کا اعتبار آ گیا، اور حضرت زید سے بدظنی ہو گئی، پھر جب سورۃ المنافقین نازل ہوئی تو ڈھول کا پول کھل گیا، اور قرآن نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی —— امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں کئی روایتیں ذکر کی ہیں، ان میں واقعہ کے متعلقات میں کچھ اختلاف بھی ہے، اور وہ سب روایتیں ایک درجہ کی بھی نہیں ہیں:

حدیث (۱): حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اپنے چچا کے ساتھ تھا، پس میں نے عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کو اپنے ساتھیوں سے کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو لوگ جمع ہیں ان پر خرچ مت کرو، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں، اور بخدا! اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا ذلیل کو (مدینہ سے) نکال دے گا، پس میں نے یہ بات اپنے چچا سے ذکر کی، پس میرے چچا نے وہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی، پس نبی ﷺ نے مجھے بلایا، میں نے آپؐ سے وہ بات بیان کی، آپ نے عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس آدمی بھیجا، ان لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ انھوں نے یہ بات نہیں کہی، پس نبی ﷺ نے مجھے جھوٹا ٹھہرایا، اور اس کو سچا سمجھا، پس مجھے پہنچی وہ چیز کہ نہیں پہنچی تھی مجھے کوئی چیز کبھی بھی اس کے مانند یعنی مجھے بڑا صدمہ ہوا، پس میں گھر میں بیٹھ گیا، اور میرے چچا نے کہا: نہیں ارادہ کیا تو نے مگر اس کا کہ جھوٹا قرار دیں تجھے رسول اللہ ﷺ اور سخت ناراض ہوں تجھ سے یعنی چچا بھی سخت ناراض ہو گئے کہ تو نے ایسی جھوٹی بات کیوں کہی! پس اللہ تعالیٰ نے: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ نازل کی، پس نبی ﷺ نے میرے پاس آدمی بھیجا، اور اس کو پڑھا، پھر فرمایا: ''بیشک اللہ نے تجھے سچا ٹھہرایا!'' (یہ حدیث متفق علیہ ہے،

اور چچا کے نام میں روایتوں میں اختلاف ہے)

[٦٣-] سُوْرَةُ الْمُنافِقِيْنَ

[٣٣٣٥-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَمِّىْ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُوْلَ، يَقُوْلُ لِأَصْحَابِهِ: لاَتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا، وَلَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّىْ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ عَمِّىْ للنبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَدَعَانِىْ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، فَحَدَّثْتُهُ، فَأَرْسَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ، فَحَلَفُوْا مَاقَالُوْا، فَكَذَّبَنِىْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَصَدَّقَهُ، فَأَصَابَنِىْ شَيْئٌ لَمْ يُصِبْنِىْ شَيْئٌ قَطُّ مِثْلُهُ، فَجَلَسْتُ فِى الْبَيْتِ، فَقَالَ عَمِّىْ: مَا أَرَدْتَ إِلَّا أَنْ كَذَّبَكَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَقَتَكَ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ فَبَعَثَ إِلَيَّ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَرَأَهَا، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ!" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۲): حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا، اور ہمارے ساتھ کچھ بدّو تھے، پس ہم پانی کی طرف دوڑتے تھے، اور بدّو ہم سے پانی پر جلدی پہنچ جاتے تھے، پس ایک بدّو اپنے ساتھیوں سے پہلے پہنچ گیا، پس بدّو پہلے پہنچتے تھے، اور حوض بھر لیتے تھے، اور اس کے اردگرد پتھر رکھ دیتے تھے، اور اس پر چرمی فرش ڈال دیتے تھے، یہاں تک کہ اس کے ساتھی آجائیں یعنی اس طرح وہ پانی ریزرو کر لیتے تھے۔ زیدؓ کہتے ہیں: پس ایک انصاری آدمی بدّو کے پاس آیا، اور اس نے اپنی اونٹنی کی لگام ڈھیلی کردی تاکہ وہ پانی پیئے، پس بدّو نے انکار کیا اس سے کہ وہ اس کو چھوڑے یعنی اس نے اونٹنی کو پانی نہیں پینے دیا، پس انصاری نے پانی کی روک ہٹادی یعنی وہ چرمی فرش اٹھادیا، پس بدّو نے لکڑی اٹھائی، اور انصاری کے سر پر ماری، اور اس کے سر کو زخمی کردیا، پس وہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس گیا، اور اس کو واقعہ بتلایا، اور وہ انصاری عبداللہ کے ساتھیوں میں سے تھا، پس عبداللہ غضبناک ہوا، اور اس نے کہا: ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس ہیں خرچ مت کرو، یہاں تک کہ وہ آپؐ کے پاس سے منتشر ہوجائیں، وہ بدّوؤں کو مراد لے رہا تھا، اور بدّو رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے جب کھانے کا وقت ہوتا تھا، پس عبداللہ نے کہا: جب وہ لوگ محمد کے پاس سے منتشر ہوجائیں تب تم محمد کے پاس کھانا لاؤ، تاکہ وہ اور جو لوگ ان کے پاس ہیں کھانا کھائیں، پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: بخدا! اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹے تو تم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا۔

حضرت زیدؓ کہتے ہیں: اور میں سواری پر اپنے چچا کے پیچھے بیٹھا تھا، پس میں نے عبداللہ کی بات سنی اور اپنے چچا کو بتلائی، پس وہ چلے اور رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے پاس آدمی بھیجا، پس اس نے قسم کھائی اور انکار کر دیا، زیدؓ کہتے ہیں: پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو سچا سمجھا، اور مجھے جھوٹا سمجھا۔ زیدؓ کہتے ہیں: اور میرے چچا میرے پاس آئے، اور انھوں نے کہا: تو نے کس بات کا ارادہ کیا ہے؟ یعنی تو نے یہ کیا حماقت کی ہے! یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تجھ سے شدید ناراض ہو گئے، اور تجھے جھوٹا ٹھہرایا اور مسلمانوں نے بھی، زیدؓ کہتے ہیں: پس مجھ پر پڑ گیا فکر میں سے جو نہیں پڑا ہوگا کسی پر، یعنی مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی۔ زیدؓ کہتے ہیں: پس دریں اثنا کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، اور فکر سے اپنا سر جھکائے ہوئے تھا، اچانک آپ ﷺ میرے پاس آئے اور میرا کان موڑا اور میرے سامنے ہنسے، پس نہیں خوش کر سکتی تھی مجھے یہ بات کہ میرے لئے اس کے عوض میں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہو، یعنی مجھے دنیا میں ہمیشہ جینے کی خوشی سے بھی زیادہ خوشی آپؐ کے اس عمل سے ہوئی —— پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے، اور پوچھا: تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا کہا؟ میں نے کہا: مجھ سے کچھ نہیں کہا، بس آپؐ نے میرا کان موڑا اور میرے سامنے ہنسے! پس حضرت ابوبکرؓ نے کہا: خوش ہو جاؤ! —— پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے، اور ان سے بھی میں نے وہی بات کہی جو حضرت ابوبکرؓ سے کہی تھی، پھر جب ہم نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ نے (فجر کی نماز میں) سورۃ المنافقین پڑھی۔

تشریح: یہ حدیث صرف ترمذی میں ہے، اور امام ترمذیؒ نے اس کو حسنٌ صحیحٌ کہا ہے، مگر یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح نہیں، اس کی سند میں سدّی کبیر اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے جو حدیث میں غلطیاں کرتا تھا، اور ابوسعید ازدی بھی معمولی ثقہ راوی ہے، اور اس حدیث میں جو ﴿حَتّٰى يَنْفَضُّوْا﴾ کا مطلب بیان کیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں۔

ملحوظہ: ہمارے نسخہ میں أنا ردفُ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم ہے، مگر وہ صحیح نہیں، جامع الاصول میں یہ حدیث ترمذی سے نقل ہوئی ہے، اس میں: ردفُ عَمِّیْ ہے، اور وہی صحیح ہے، چنانچہ متن میں اسی کو لیا ہے۔

[۳۳۳۶-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْأَزْدِيِّ، نا زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ مَعَنَا أُنَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ، فَكُنَّا نَبْتَدِرُ الْمَاءَ، وَكَانَ الْأَعْرَابُ يَسْبِقُوْنَا إِلَيْهِ، فَسَبَقَ أَعْرَابِيٌّ أَصْحَابَهُ، فَيَسْبِقُ الْأَعْرَابِيُّ، فَيَمْلَأُ الْحَوْضَ، وَيَجْعَلُ حَوْلَهُ حِجَارَةً، وَيَجْعَلُ النَّطْعَ عَلَيْهِ، حَتّٰى يَجِيْءَ أَصْحَابُهُ.

قَالَ: فَأَتَى رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَعْرَابِيًّا، فَأَرْخَى زِمَامَ نَاقَتِهِ لِتَشْرَبَ، فَأَبَى أَنْ يَدَعَهُ، فَانْتَزَعَ قِبَاضَ الْمَاءِ، فَرَفَعَ الْأَعْرَابِيُّ خَشَبَةً، فَضَرَبَ بِهَا رَأْسَ الْأَنْصَارِيِّ، فَشَجَّهُ، فَأَتَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ رَأْسَ

الْمُنَافِقِيْنَ، فَأَخْبَرَهُ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِه، فَغَضِبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ، ثُمَّ قَالَ: لَاتُنْفِقُوْا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتَّى يَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِه، يَعْنِيْ الْأَعْرَابَ، وَكَانُوْا يَحْضُرُوْنَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ الطَّعَامِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِذَا انْفَضُّوْا مِنْ عِنْدِ مُحمدٍ فَأْتُوْا مُحمدًا بِالطَّعَامِ، فَلْيَأْكُلْ هُوَ وَمَنْ عِنْدَهُ، ثُمَّ قَالَ لِأَصْحَابِه: لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيُخْرِجِ الْأَعَزُّ مِنْكُمُ الْأَذَلَّ.

قَالَ زَيْدٌ: وَأَنَا رِدْفُ عَمِّيْ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ، فَأَخْبَرْتُ عَمِّيْ، فَانْطَلَقَ، فَأَخْبَرَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَحَلَفَ وَجَحَدَ.

قَالَ: فَصَدَّقَهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَكَذَّبَنِيْ، قَالَ: فَجَاءَ عَمِّيْ إِلَيَّ، فَقَالَ: مَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ مَقَتَكَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَذَّبَكَ وَالْمُسْلِمُوْنَ؟ قَالَ: فَوَقَعَ عَلَيَّ مِنَ الْهَمِّ مَالَمْ يَقَعْ عَلَى أَحَدٍ.

قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا أَسِيْرُ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ سَفَرٍ، قَدْ خَفَقْتُ بِرَأْسِيْ مِنَ الْهَمِّ، إِذْ أَتَانِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَعَرَكَ أُذُنِيْ، وَضَحِكَ فِيْ وَجْهِيْ، فَمَا كَانَ يَسُرُّنِيْ أَنَّ لِيْ بِهَا الْخُلْدَ فِيْ الدُّنْيَا، ثُمَّ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَحِقَنِيْ، فَقَالَ: مَاقَالَ لَكَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قُلْتُ: مَاقَالَ لِيْ شَيْئًا، إِلَّا أَنَّهُ عَرَكَ أُذُنِيْ، وَضَحِكَ فِيْ وَجْهِيْ، فَقَالَ: أَبْشِرْ، ثُمَّ لَحِقَنِيْ عُمَرُ، فَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ قَوْلِيْ لِأَبِيْ بَكْرٍ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سُوْرَةَ الْمُنَافِقِيْنَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۳): حکم بن عتیبہ کہتے ہیں: میں نے چالیس سال پہلے محمد بن کعب قرظی سے سنا: انھوں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ عبداللہ بن ابی نے غزوۂ تبوک میں کہا: بخدا! اگر ہم مدینہ لوٹے تو نہایت معزز ضرور نہایت ذلیل کو نکال دے گا! زید کہتے ہیں: پس میں نبی ﷺ کے پاس آیا، اور آپؐ سے یہ بات ذکر کی، تو اس نے قسم کھائی کہ اس نے یہ بات نہیں کہی، پس میری قوم نے مجھے ملامت کی، انھوں نے کہا: اس حرکت سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ پس میں گھر آیا اور شکستہ خاطر مغموم ہوگیا، پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے، یا کہا: میں آپؐ کے پاس آیا، پس آپؐ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے تجھے سچا ٹھہرایا!'' زیدؓ کہتے ہیں: پس یہ آیت اتری: ''وہی ہیں جو کہتے ہیں: مت خرچ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس ہیں، تاکہ وہ منتشر ہوجائیں''

تشریح: یہ حدیث شعبہؒ کے شاگرد آدم کی سند سے بخاری شریف (حدیث ۴۹۰۲) میں ہے، اس میں غزوۂ تبوک کا ذکر نہیں، پس یہ محمد بن ابی عدی کا وہم ہے، یہ واقعہ غزوۂ بنوالمصطلق کا ہے۔

[٣٣٣٧-] حدثنا محمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نا مُحمدُ بْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ محمدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ، مُنْذُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً، يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ، قَالَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ: لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، قَالَ: فَأَتَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَحَلَفَ مَاقَالَهُ، فَلَامَنِيْ قَوْمِيْ، فَقَالُوْا: مَا أَرَدْتَ إِلَى هٰذِهِ؟ فَأَتَيْتُ الْبَيْتَ، وَنِمْتُ كَئِيْبًا حَزِيْنًا، فَأَتَانِي النبيُّ صلى الله عليه وسلم، أَوْ: أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ!" قَالَ: فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتَّى يَنْفَضُّوْا﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۴): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک غزوہ میں تھے —— ابن عیینہ کہتے ہیں: لوگوں (محدثین) کا خیال ہے کہ یہ غزوہ: غزوۂ بنوالمصطلق تھا —— پس ایک مہاجری نے ایک انصاری کی سرین پر لات ماری، پس مہاجری نے پکارا: او مہاجرو! مدد کو دوڑو! اور انصاری نے پکارا: او انصارو! مدد کو دوڑو! پس نبی ﷺ نے یہ بات سنی اور فرمایا: ''جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟!'' لوگوں نے بتایا، ایک مہاجری نے ایک انصاری کی سرین پر لات ماری ہے، پس آپؐ نے فرمایا: ''اس نعرہ کو چھوڑو، یہ گندہ نعرہ ہے!'' پس یہ بات عبداللہ بن ابی نے سنی، اس نے کہا: کیا انھوں نے (مہاجرین نے) یہ حرکت کی ہے؟ بخدا! اگر ہم مدینہ لوٹے تو نہایت عزت والا ضرور نہایت ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا —— پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے: میں ان منافق کی گردن ماردوں! آپؐ نے فرمایا: ''اسے چھوڑو، لوگ باتیں نہ کریں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں'' —— اور عمرو بن دینار کے علاوہ نے بیان کیا: پس اس سے اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے کہا: بخدا! نہیں پلٹے گا تو یعنی مدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا تو یہاں تک کہ تو اقرار کرے کہ تو ہی ذلیل ہے اور رسول اللہ ﷺ عزت والے ہیں، پس اس نے اقرار کیا (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

[٣٣٣٨-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: كُنَّا فِيْ غَزَاةٍ - قَالَ سُفْيَانُ: يَرَوْنَ أَنَّهَا غَزْوَةُ بَنِي الْمُصْطَلِقِ - فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ: يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ! وَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: يَا لَلأَنْصَارِ! فَسَمِعَ ذٰلِكَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "مَابَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ؟" قَالُوْا: رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَسَعَ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ" فَسَمِعَ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلٍ، فَقَالَ: أَوَ قَدْ فَعَلُوْهَا؟ وَاللّٰهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الأَعَزُّ مِنْهَا الأَذَلَّ، فَقَالَ عُمَرُ: يَارسولَ

اللّٰهِ! دَعْنِیْ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقَ، فَقَالَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "دَعْهُ، لَايَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحمدًا يَّقْتُلُ أَصْحَابَهُ" وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: فَقَالَ لَهُ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: وَاللّٰهِ! لَاتَنْقَلِبُ حَتَّى تُقِرَّ أَنَّكَ الذَّلِيْلُ، وَرَسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم العَزِيْزُ: فَفَعَلَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲- جومسلمان اعمال میں کوتاہی کرے گا وہ موت کے وقت مہلت مانگے گا

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ اس کو بیت اللہ تک حج کے لئے پہنچا سکتا ہے، یا اس کے پاس اتنا مال ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے، پس اس نے حج نہ کیا اور زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا (تا کہ اپنی کوتاہی کی تلافی کرے)...... پس ایک شخص نے کہا: ابن عباس! اللہ سے ڈرو! واپس لوٹنے کی درخواست کفار ہی کریں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں ابھی آپ کے سامنے اس سلسلہ میں قرآن پڑھونگا کہ یہ بات کافروں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وہ مؤمن جس نے اعمال میں کوتاہی کی ہے وہ بھی درخواست کرے گا، پھر آپؓ نے سورۃ المنافقین کی (آیات ۹-۱۱) پڑھیں: ''اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں، اور جو ایسا کرے گا: پس وہی لوگ نا کام رہنے والے ہیں، اور کچھ خرچ کرو اس رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے ایک کے پاس موت آ کھڑی ہو، پس وہ کہے: اے میرے پروردگار! مجھ کو اور تھوڑے دنوں کے لئے مہلت کیوں نہ دیدی کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا، اور ہرگز اللہ تعالیٰ مہلت نہیں دیتے کسی کو جب اس کی میعاد آ جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے''

اس شخص نے پوچھا: زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے؟ یعنی اس نے ابن عباسؓ کی بات مان لی، اور اب وہ زکوٰۃ کے مسائل پوچھنے لگا، ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جب مال دوسو درہم یا زیادہ ہو جائے (اور اس پر سال گذر جائے) اس نے پوچھا: اور حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ''توشہ اور اونٹ سے''

تشریح: سورۃ المؤمنون کی (آیات ۹۹و۱۰۰) ہیں: ﴿حَتّٰى إِذَاجَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ، قَالَ: رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّیْ أَعْمَلُ صالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ، كَلَّا، إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا، وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! آپ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیں، تا کہ جس (مال) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں، ہرگز نہیں! یہ اس کی ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے یعنی وہ بات پوری ہونے والی نہیں اور ان کے آگے ایک آڑ (قبر کی زندگی) ہے قیامت کے دن تک ......اس آیت سے اعتراض کرنے والے کو دھوکہ ہوا ہے، اس آیت میں کافر کا ذکر ہے، مگر اس میں حصر نہیں کہ وہی

واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا، اور سورۃ المنافقین کی آیات میں صراحت ہے کہ مسلمان بھی اگر اس نے اعمال میں کوتاہی کی ہے: واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا۔

سند کا بیان: ابو جناب یحییٰ بن ابی حیہ کے شاگرد جعفر بن عون اس حدیث کو موقوف کرتے ہیں، یعنی یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے، اور ابو جناب کے دیگر تلامذہ مثلاً ابن عیینہ وغیرہ بھی اسی طرح موقوف روایت کرتے ہیں، اور عبدالرزاق: ثوریؒ سے مرفوع روایت کرتے ہیں، مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔

[۳۳۳۹-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، نَا أَبُوْ جَنَابِ الْكَلْبِيُّ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يُبَلِّغُهُ حَجَّ بَيْتِ رَبِّهِ، أَوْ يَجِبُ عَلَيْهِ فِيْهِ زَكَاةٌ، فَلَمْ يَفْعَلْ: يَسْأَلُ الرَّجْعَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يا ابْنَ عَبَّاسٍ اتَّقِ اللّٰهَ! فَإِنَّمَا يَسْأَلُ الرَّجْعَةَ الْكُفَّارُ، فَقَالَ: سَأَتْلُوْ عَلَيْكَ بِذَلِكَ قُرْآنًا: ﴿يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلاَ أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ، وَأَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ، فَيَقُوْلَ: رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيْبٍ، فَأَصَّدَّقَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ﴿ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

قَالَ: فَمَا يُوْجِبُ الزَّكَاةَ؟ قَالَ: إِذَا بَلَغَ الْمَالُ مِائَتَيْنِ فَصَاعِدًا، قَالَ: فَمَا يُوْجِبُ الْحَجَّ؟ قَالَ: الزَّادُ وَالْبَعِيْرُ"

حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ حَيَّةَ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِنَحْوِهِ.

هٰكَذَا رَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ أَبِيْ جَنَابٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، وَأَبُوْ جَنَابٍ القَصَّابُ: اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ حَيَّةَ، وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ فِي الحديثِ.

سورة التغابن

سورۃ التغابن کی تفسیر

بیوی بچے اگر اللہ کے فرض سے مانع بنیں تو وہ دوست نہیں، دشمن ہیں

سورۃ التغابن کی (آیت ۱۴) ہے: ﴿يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾: اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں، پس تم ان سے ہوشیار رہو! —— ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کا شانِ نزول پوچھا: آپؓ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو مکہ والوں میں سے مسلمان ہوئے یعنی ہجرتِ

مدینہ کے بعد، اور انھوں نے ارادہ کیا کہ (ہجرت کرکے) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجائیں، مگر ان کے اہل وعیال نے ان کو نہ چھوڑا کہ وہ (ہجرت کرکے) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں، پھر جب وہ نبی ﷺ کی خدمت میں (تاخیر سے) پہنچے (اور) انھوں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرچکے ہیں تو انھوں نے بیوی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا، پس مذکورہ آیت نازل ہوئی (اور آخر آیت میں کہا گیا کہ تم ان کو معاف کردو، اور درگذر کرجاؤ، اور بخش دو!)

تشریح: اور ابن عباسؓ کے شاگرد حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ یہ آیت عوف بن مالک اشجعیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب کسی غزوہ کا موقع آتا اور وہ جہاد میں نکلنا چاہتے تو بیوی بچے فریاد کرتے کہ ہمیں کس پر چھوڑ کر جارہے ہو؟ وہ ان کی فریاد سے متأثر ہوکر رک جاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (روح، ابن کثیر) ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، اللہ کا فرض خواہ ہجرت ہو یا جہاد: اگر بیوی بچے اس فرض کی ادائیگی میں مانع بنیں تو وہ دوست نہیں، دشمن ہیں، مگر اس کے باوجود ان کے ساتھ تشدد کا معاملہ نہ کیا جائے، عفو ودرگذر اور معافی کا برتاؤ کیا جائے، کیونکہ ان کی یہ حرکت بربنائے محبت طبعی ہے، دین سے دشمنی کی بنا پر نہیں ہے۔

مسئلہ: اہل وعیال سے کوئی خلافِ شرع کام ہوجائے تو بھی ان سے بیزار ہوجانا مناسب نہیں، حتی الامکان اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے، البتہ جب مایوسی ہوجائے تو نَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ پر عمل مناسب ہے۔

[٦٤-] سُوْرَةُ التَّغَابُنْ

[٣٣٤٠-] حدثنا مُحمدُ بْنُ يَحْيىَ، نَا مُحمدُ بْنُ يُوْسُفَ، نَا إِسْرَائِيْلُ، نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلاَدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ قَالَ: هٰؤُلَآءِ رِجَالٌ أَسْلَمُوْا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، وَأَرَادُوْا أَنْ يَأْتُوْا النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَأَبَى أَزْوَاجُهُمْ وَأَوْلاَدُهُمْ أَنْ يَدَعُوْهُمْ أَنْ يَأْتُوْا رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَلَمَّا أَتَوْا رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: رَأَوُا النَّاسَ قَدْ فَقِهُوْا فِي الدِّيْنِ: هَمُّوْا أَنْ يُعَاقِبُوْهُمْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلاَدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ الآيَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة التحريم

سورۃ التحریم کی تفسیر

سورۃ التحریم کی ابتدائی آیات کا شانِ نزول

بخاری شریف (حدیث ۲۵۸۱) میں ہے کہ ازواجِ مطہرات کی دو جماعتیں تھیں، ایک میں: حضرات عائشہ، حفصہ،

صفیہ اور سودہ رضی اللہ عنہن تھیں، اور دوسری میں: حضرت ام سلمہ اور دیگر ازواج تھیں (انتہی) اور علم وفضل میں حضرت عائشہؓ کے بعد حضرت ام سلمہؓ کا نمبر آتا ہے اور حسن وجمال میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا، اور نبی ﷺ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے سب بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور خیر خیریت معلوم کرتے تھے، اس موقعہ پر ہر بیوی صاحبہ کوشش کرتی تھی کہ آپؐ زیادہ سے زیادہ اس کے پاس ٹھہریں، چنانچہ حضرت زینبؓ نے شہد منگوا کر رکھ رکھا تھا، نبی ﷺ کو شہد مرغوب تھا، وہ شہد کا شربت بناتیں، پلاتیں اور باتیں کرتیں، اور اس طرح کافی دیر آپؐ کو روک رکھتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات کُھلی، انھوں نے حضرت حفصہؓ وغیرہ کو اعتماد میں لیا، اور ایک پلان بنایا کہ نبی ﷺ زینبؓ کے پاس سے شربت پی کر جس کے پاس بھی تشریف لائیں: وہ کہے: یارسول اللہ! آپؐ نے مغافیر کھایا ہے؟ مغافیر جمع ہے مِغْفار کی، یہ کھانے کا ایک گوند ہے، جو عرفط پودے سے نکلتا ہے، اور اس میں بو ہوتی ہے جو بعض لوگوں کو ناپسند ہوتی ہے، اور نبی ﷺ کو یہ بات ناپسند تھی کہ ازواج آپؐ کے منہ سے بو محسوس کریں، چنانچہ آپ گھر میں تشریف لاتے تو مسواک فرماتے، پس جب آپؐ سے مذکورہ بات پوچھی جائے گی تو آپؐ جواب دیں گے: نہیں، میں نے مغافیر نہیں کھایا، بلکہ زینب کے یہاں شہد کا شربت پیا ہے، تو وہ کہے کہ شہد کی مکھی نے عرفط گھاس سے چارہ لیا ہوگا، جس سے شہد میں بو آگئی، پس آپؐ اس شہد سے ہاتھ اٹھا لیں گے، اور اس طرح مسئلہ حل ہو جائے گا...... چنانچہ جب آپؐ شہد نوش فرما کر حضرت سودہؓ کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے پلان کے مطابق بات کہی، آپؐ نے مذکورہ جواب دیا، پھر جب آپؐ حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی وہی بات کہی، اور آپؐ نے بھی وہی جواب دیا، نیز یہ بھی فرمایا کہ میں شہد کو اپنے لئے حرام کرتا ہوں، مگر یہ بات کسی کو بتلانا نہیں (تاکہ زینبؓ کی دل شکنی نہ ہو، نہ ازواج کی دوسری جماعت کو جوابی کاروائی کرنے کا موقع ملے) مگر حضرت حفصہؓ نے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی کہ پلان کامیاب ہوگیا، اور نبی ﷺ نے مطلق شہد کو اپنے لئے حرام کرلیا...... پھر جب اگلے دن آپؐ حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے، اور انھوں نے شربت بنانا چاہا تو آپؐ نے فرمایا: لاحاجةَ لي فيه: مجھے شہد کا شربت نہیں پینا، اس سے ازواج کی دوسری جماعت کا ماتھا ٹھنکا، مگر اس سے پہلے کہ بات آؤٹ ہو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو وحی کے ذریعہ صورتِ حال سے آگاہ کردیا، اور آپؐ نے حضرت حفصہؓ سے صرف اتنا فرمایا کہ تم نے راز فاش کردیا، اس سے زیادہ کچھ نہ کہا، نہ یہ بتلایا کہ آپؐ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی، حفصہؓ کا خیال اس طرف گیا کہ عائشہؓ نے یہ بات آپؐ کو بتائی ہوگی، اگر ایسا ہوا ہے تو وہ عائشہؓ کے سر ہو جائیں گی، مگر آپؐ نے جواب دیا کہ مجھے ساری بات اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے، اس واقعہ میں سورۃ التحریم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جو یہ ہیں:

''اے نبی! آپؐ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے؟ آپؐ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں! اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں! (یہ معاتبہ ہے یعنی بر بنائے تعلق اظہار

ناراضگی ہے) اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کے لئے اپنی قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے (اور وہ طریقہ یہ ہے کہ قسم توڑ دی جائے اور جس چیز کو حرام کیا ہے اس کو استعمال کیا جائے، پھر قسم توڑنے کا کفارہ دیا جائے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کارساز ہیں، اور وہ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں (اور یہ بات بھی کارسازی میں داخل ہے کہ نامناسب قسم سے نکلنے کی راہ تجویز فرمادی) اور یاد کرو اس وقت کو جب نبی ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے رازدارانہ طور پر ایک بات کہی، پھر جب اس نے وہ بات بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو اس کی خبر کردی تو نبی ﷺ نے تھوڑی سی بات جتلائی اور کچھ بات وہ ٹال گئے، سو جب پیغمبر نے اس بیوی کو وہ بات جتلائی تو اس نے پوچھا: آپؐ کو بات کس نے بتلائی؟ آپؐ نے فرمایا: بڑے جاننے والے نہایت باخبر نے مجھے یہ بات بتلائی ہے، اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو تو تمہارے دل مائل ہورہے ہیں، یعنی دلوں میں توبہ کے لئے آمادگی ہے، اور اگر تم دونوں نبی ﷺ کے خلاف کاروائی کرو تو اللہ نبی کے رفیق ہیں، اور جبرئیل اور نیک مسلمان، اور فرشتے بھی آپؐ کے مددگار ہیں''

سوال: یہ تو کوئی بڑا معاملہ نہیں، صرف ایک راز افشا کرنے کی بات تھی، پھر قرآن نے اس کو اتنی اہمیت کیوں دی کہ اگر تم دونوں نبی ﷺ کے خلاف کاروائی کروگی (اور اپنی پارٹی کے ساتھ مل کر کروگی) تو اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے کارساز ہیں، اور جبرئیل اور نیک مسلمان پشت پناہ ہیں اور فرشتے بھی مددگار ہیں، اتنے بڑے لاؤ لشکر کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو معمولی مسئلہ ہے!

جواب: چنگاری ابتدا میں معمولی نظر آتی ہے، مگر جب بھڑکتی ہے تو لاوا پھونک دیتی ہے، گھریلو مسائل کا بھی یہی حال ہے، شروع میں وہ معمولی نظر آتے ہیں، مگر جب بڑھتے ہیں تو نشیمن اجاڑ دیتے ہیں، غور کرو! یہاں مسئلہ صرف دو ازواج کا نہیں تھا، بلکہ تمام ازواج کا تھا، پس جب ازواج کے دو گروپ متصادم ہونگے تو نبی ﷺ کے گھر کا کیا حال ہوگا؟ اس کا اندازہ ہر معاشرتی مسائل سے واقف کار بخوبی لگا سکتا ہے، چنانچہ اگلی آیت میں وارننگ دی ہے کہ اگر نبی ﷺ تم سب بیویوں کو طلاق دیدیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر ازواج آپؐ کے لئے مہیا فرمادیں گے یعنی نبی ﷺ کی گاڑی تمہارے بغیر بھی خوب چلے گی، پس تم ہوش میں آجاؤ......اور ان آیات میں سب بیویوں کو نہیں لپیٹا، صرف ان دو کو توبہ پر ابھارا ہے جو واقعہ کا اصل کردار تھیں، کیونکہ جب چنگاری بجھ جائے گی تو خطرہ ٹل جائے گا...... پھر معاً مسلمانوں کو گھریلو معاملات سنوارنے کا حکم دیا ہے۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان آیات کے شانِ نزول میں ایک طویل روایت ذکر کی ہے، جو حسن صحیحٌ ہے، مگر غریب روایت ہے، بعض مضامین میں غت ربود ہوگیا ہے، آیاتِ تخییر سے جو واقعہ متعلق ہے اور جو سورۃ الاحزاب (آیت ۲۸) کی تفسیر میں گذر چکا ہے اس کے بعض اجزاء اس روایت میں آگئے ہیں، اس کا خیال رکھ کر حدیث پڑھیں؟

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عرصہ سے میرے دل میں خواہش تھی کہ میں ان دو عورتوں

کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کروں جن کے بارے میں (سورۃ التحریم آیت ۴ میں) فرمایا ہے کہ ''اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو تو تمہارے دل مائل ہورہے ہیں'' یہاں تک کہ ایک موقع آیا، حضرت عمرؓ حج کے لئے نکلے، اور میں بھی شریکِ سفر ہوگیا، دورانِ سفر ایک دن حضرت عمرؓ قضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف تشریف لے گئے، واپس آئے تو میں نے وضو کے لئے پانی کا انتظام کر رکھا تھا، میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، اور وضو کراتے ہوئے میں نے سوال کیا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں ارشادِ پاک ہے: ﴿إِنْ تَتُوْبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾؟ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا: ابن عباس! مجھے تم پر حیرت ہے! (کہ تم ابھی تک یہ موٹی سی بات نہیں جانتے!) امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور حضرت عمرؓ نے بخدا! وہ بات ناپسند کی جو ابن عباسؓ نے ان سے پوچھی، مگر انھوں نے وہ بات چھپائی نہیں (بلکہ بتادی، مگر امام زہریؒ کا یہ خیال صحیح نہیں، بخاری شریف (حدیث ۴۹۱۳) میں عبید بن حنین کی روایت ہے: ابن عباسؓ نے کہا: میں ایک سال سے یہ بات آپ سے دریافت کرنا چاہتا تھا، مگر ہیبت کی وجہ سے دریافت نہ کرسکا، حضرت عمرؓ نے کہا: ایسا نہ کریں، جس چیز کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ میں اس کو جانتا ہوں: پوچھ لو، اگر مجھے اس کا علم ہوگا تو بتلا دونگا، اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام زہری رحمہ اللہ کا خیال صحیح نہیں، اور نہ واعجباً لك کا یہ مطلب ہوسکتا ہے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: وہ عائشہ اور حفصہ ہیں (بس یہاں تک شانِ نزول کا واقعہ ہے، اس سے زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں تھی، ابن عباسؓ باقی بات جانتے تھے، کیونکہ آیات میں سب کچھ موجود تھا، صرف دو ازواج کی تعیین نہیں تھی جو حضرت عمرؓ نے کردی —— مگر چونکہ بات سے بات نکلتی ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے وہ واقعہ بیان کیا جو آیاتِ تخییر سے متعلق ہے)

ابن عباسؓ کہتے ہیں: پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے واقعہ بیان کرنا شروع کیا: فرمایا: ہم جماعتِ قریش عورتوں پر غالب رہتے تھے، پھر جب ہم مدینہ آئے تو ہم نے ایسے لوگوں کو پایا جن پر ان کی عورتیں غالب تھیں، پس ہماری عورتوں نے بھی ان عورتوں سے سیکھنا شروع کیا، چنانچہ میں ایک دن اپنی بیوی پر غصہ ہوا، تو اچانک وہ مجھے جواب دینے لگی (میں نے اس کو اوپرا سمجھا) تو اس نے کہا: آپ اس میں سے کیا چیز اوپری سمجھتے ہیں؟ پس بخدا! نبی ﷺ کی بیویاں نبی ﷺ کو جواب دیتی ہیں، اور ان میں سے ایک نبی ﷺ کو چھوڑ دیتی ہے یعنی ناراض ہوجاتی ہے صبح سے شام تک، آپؐ سے بولتی نہیں —— حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس میں نے دل میں کہا: گھاٹے میں رہی وہ جس نے ان میں سے ایسا کیا اور ٹوٹے میں رہی! —— حضرت عمرؓ کہتے ہیں: اور میرا گھر عوالی میں تھا، بنوامیہ کے محلّہ میں، اور میرا ایک انصاری پڑوسی تھا، ہم نبی ﷺ کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے تھے، وہ ایک دن حاضر رہتا تھا، اور میرے پاس وحی وغیرہ کی خبریں لاتا تھا، اور میں ایک دن حاضر رہتا تھا اور اس کو اسی طرح خبریں پہنچاتا تھا —— حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس ہم باتیں کئے جاتے تھے کہ غسّان گھوڑوں کے نعل باندھ رہے ہیں، تاکہ وہ ہم پر فوج کشی کریں —— حضرت عمرؓ کہتے

ہیں: پس وہ انصاری ایک روز رات کے وقت آیا، اور زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا، پس میں باہر نکلا، اس نے کہا: ایک بہت بڑا معاملہ پیش آ گیا ہے، میں نے کہا: کیا غسان نے حملہ کر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی بڑا معاملہ! نبی ﷺ نے اپنی سب بیویوں کو طلاق دیدی ہے! —— حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس میں نے دل میں کہا: حفصہ یقیناً گھاٹے میں رہی اور ٹوٹے میں رہی! اور میں اس بات کو ہونے والا گمان کرتا تھا —— حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس جب میں نے صبح کی تو میں نے اپنے اوپر کپڑے باندھے، اور چلا، یہاں تک کہ حفصہ کے پاس گیا، پس اچانک وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے تم لوگوں کو طلاق دیدی؟ انھوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں اور آپؐ یہ رہے علاحدہ ہونے والے بالاخانہ میں۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس میں چلا اور کالے غلام کے پاس آیا، اور میں نے کہا: عمر کے لئے اجازت طلب کر، وہ اندر گیا، پھر میرے پاس باہر آیا، اس نے کہا: میں نے آپؐ سے تمہارا تذکرہ کیا، مگر آپؐ نے مجھ سے کچھ نہ کہا! —— حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس میں مسجد کی طرف چلا، اچانک منبر کے پاس چند لوگ رو رہے تھے، میں ان کے پاس بیٹھ گیا، پھر مجھ پر غالب آئی وہ بات (غم، فکر) جو میں پاتا تھا، چنانچہ میں غلام کے پاس آیا، میں نے کہا: عمر کے لئے اجازت طلب کر، وہ اندر گیا پھر میری طرف نکلا، اس نے کہا: میں نے آپؐ سے تمہارا تذکرہ کیا مگر آپؐ نے مجھ سے کچھ نہ کہا! پس میں پھر مسجد کی طرف چلا اور بیٹھ گیا، پھر مجھ پر غالب آئی وہ بات جو میں پاتا تھا، پس میں غلام کے پاس آیا، اور کہا: عمر کے لئے اجازت طلب کر، وہ اندر گیا پھر میری طرف نکلا، اور اس نے کہا: میں نے آپؐ سے تمہارا تذکرہ کیا مگر آپؐ نے مجھ سے کچھ نہ کہا...... حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس میں پیٹھ پھیر کر چل دیا، پس اچانک غلام مجھے بلا رہا ہے، اس نے کہا: اندر جائیے، آپ کو اجازت دیدی —— حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس میں اندر گیا، پس اچانک نبی ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے برہنہ چٹائی پر، پس میں نے چٹائی کے تنکوں کا اثر آپؐ کے دونوں پہلوؤں میں دیکھا، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں'' پس میں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا (تاکہ مسجد میں جو صحابہ رو رہے تھے ان کو اطمینان ہو جائے کہ آپؐ نے طلاق نہیں دی، یہ افواہ پھیلی ہے، پھر حضرت عمرؓ نے بات شروع کی:) یارسول اللہ! اگر آپؐ ہمیں دیکھتے درانحالیکہ ہم قریش کی جماعت غالب رہتے تھے عورتوں پر، پس جب ہم مدینہ آئے تو ہم نے ایسے لوگوں کو پایا جن پر ان کی عورتیں غالب تھیں، پس ہماری عورتوں نے ان کی عورتوں سے سیکھنا شروع کیا، پس میں ایک دن اپنی بیوی پر غضبناک ہوا، پس اچانک وہ مجھے جواب دے رہی ہے، میں نے اس کو اوپرا سمجھا، اس نے کہا: آپ کو کیا بات اوپری معلوم ہوتی ہے؟ پس بخدا! حضور کی بیویاں حضور کو جواب دیتی ہیں، اور ان میں سے ایک آپؐ کو چھوڑ دیتی ہے ایک پورے دن رات تک —— حضرت عمرؓ نے کہا: پس میں نے حفصہؓ سے پوچھا: کیا تم جواب دیتی ہو نبی ﷺ کو؟ اس نے کہا: ہاں! اور آپؐ کو ہم میں سے ایک چھوڑتی ہے دن بھر رات تک —— حضرت عمرؓ نے کہا: پس میں نے کہا: نامراد ہوئی وہ جس نے تم میں سے یہ کیا اور گھاٹے میں رہی وہ! کیا تم میں سے ایک بے خوف ہے اس سے کہ اللہ تعالیٰ اس پر

غضبناک ہوں رسول اللہ ﷺ کے غضبناک ہونے کی وجہ سے؟ پس اچانک وہ ہلاک ہوچکی ہو! ـــــ پس نبی ﷺ مسکرائے ـــــ حضرت عمرؓ نے کہا: پس میں نے حفصہ سے کہا تم رسول اللہ ﷺ کو جواب نہ دو، اور نہ آپؐ سے کوئی چیز مانگو، اور مجھ سے مانگو جو کچھ تمہیں چاہئے، اور تمہیں دھوکہ نہ دے یہ بات کہ تمہاری ساتھ والی تم سے زیادہ خوبصورت ہے، اور وہ رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہے ـــــ حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس نبی ﷺ دوسری مرتبہ مسکرائے!

پس میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپؐ سے بے تکلفی کی بات کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! ـــــ حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس میں نے سر اٹھایا، پس نہیں دیکھی میں نے گھر میں مگر تین کھالیں، پس میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں اللہ سے کہ وسعت فرمائے وہ آپؐ کی امت کے لئے، کیونکہ اللہ نے یقیناً وسعت فرمائی ہے روم وفارس کے لئے، درانحالیکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے، پس آپ سیدھے بیٹھ گئے، اور فرمایا: ''کیا تم شک میں ہو اے ابن خطاب! وہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کی ستھری چیزیں دنیوی زندگی میں جلدی کھلا دی گئی ہیں'' ـــــ حضرت عمرؓ نے کہا: اور آپؐ نے قسم کھائی تھی کہ آپؐ ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے پاس تشریف نہیں لے جائیں گے، پس اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں اظہارِ ناگواری کیا، پس اس کے لئے قسم کا کفارہ گردانا۔

تشریح: اس آخری مضمون میں راویوں نے غت ربود کردیا ہے، آپؐ نے جو ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اس سلسلہ میں کوئی اظہارِ ناراضگی نہیں کیا گیا تھا، بلکہ آپؐ نے وہ مدت پوری فرمائی تھی، اور ختم مدت پر آیاتِ تخییر نازل ہوئی تھیں، جن کا تذکرہ سورۃ الاحزاب میں ہے ـــــ اظہارِ ناگواری شہد کو حرام کرنے کے واقعہ میں کیا گیا ہے، اور اس کے لئے قسم کا کفارہ تجویز کیا ہے، جس کا تذکرہ سورۃ التحریم کے شروع میں ہے ـــــ آگے کا سارا مضمون بھی آیاتِ تخییر سے متعلق ہے۔

باقی روایت: امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے حضرت عروۃ نے بتایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کہ جب انتیس دن گذر گئے تو نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے، مجھ سے (اختیار دینے کی) ابتداء فرمائی، آپؐ نے فرمایا: ''عائشہ! میں تم سے ایک بات ذکر کرنے والا ہوں، پس تم (جواب دینے میں) جلدی نہ کرنا، یہاں تک کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرلو، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: پس نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿یٰأَیُّهَا النَّبِیُّ! قُلْ لِأَزْوَاجِكَ﴾ آخر تک ـــــ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: بخدا! آپؐ جانتے تھے کہ میرے ماں باپ مجھے حکم نہیں دیں گے آپؐ سے جدا ہونے کا ـــــ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: پس میں نے کہا: کیا اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں! میں تو اللہ کو، اللہ کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔

معمر کہتے ہیں: پس مجھے ایوب نے بتلایا کہ عائشہؓ نے نبی ﷺ سے کہا: یارسول اللہ! آپؐ اپنی ازواج کو اس بات کی اطلاع نہ دیں جو میں نے اختیار کی ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ نے پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے،

پریشانی کھڑی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا!'' (اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر کوئی پوچھے گی کہ عائشہ نے کیا جواب دیا؟ تو بتاؤں گا، ورنہ نہیں بتاؤں گا، مگر کسی نے نہیں پوچھا، سب ازواج نے آیات سنتے ہی آپ کو اختیار کیا) یہ حدیث متعدد سندوں سے بخاری وغیرہ میں ہے۔

[٦٥-] سُوْرَةُ التَّحْرِيْم

[٣٣٤١-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ ثَوْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: لَمْ أَزَلْ حَرِيْصًا أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ: ﴿إِنْ تَتُوْبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ حَتَّى حَجَّ عُمَرُ، وَحَجَجْتُ مَعَهُ، فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الإِدَاوَةِ، فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ:﴿إِنْ تَتُوْبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾؟ فَقَالَ لِيْ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَرِهَ وَاللّٰهِ! مَا سَأَلَهُ عَنْهُ، وَلَمْ يَكْتُمْهُ، فَقَالَ لِيْ: هِيَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ.

قَالَ: ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنِيْ الْحَدِيْثَ، فَقَالَ: كُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ، فَتَغَضَّبْتُ يَوْمًا عَلَى امْرَأَتِيْ، فَإِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِيْ، فَقَالَتْ: مَا تُنْكِرُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَوَ اللّٰهِ! إِنَّ أَزْوَاجَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم لَيُرَاجِعْنَهُ، وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ، قَالَ: فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ: قَدْ خَابَتْ مَنْ فَعَلَتْ ذٰلِكَ مِنْهُنَّ، وَخَسِرَتْ!

قَالَ: وَكَانَ مَنْزِلِيْ بِالْعَوَالِيْ فِيْ بَنِيْ أُمَيَّةَ، وَكَانَ لِيْ جَارٌ مِنَ الأَنْصَارِ، كُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَيَنْزِلُ يَوْمًا، وَيَأْتِيْنِي بِخَبَرِ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَآتِيْهِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ، قَالَ: فَكُنَّا نُحَدَّثُ أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ الْخَيْلَ لِتَغْزُوْنَا، قَالَ: فَجَاءَ نِيْ يَوْمًا عِشَاءً، فَضَرَبَ عَلَيَّ الْبَابَ، فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ! قُلْتُ: أَجَاءَ تْ غَسَّانُ؟ قَالَ: أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ! طَلَّقَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نِسَاءَ هُ، قَالَ: فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ! قَدْ كُنْتُ أَظُنُّ هٰذَا كَائِنًا.

قَالَ: فَلَمَّا صَلَّيْتُ الصُّبْحَ، شَدَدْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ، فَإِذَا هِيَ تَبْكِيْ، فَقُلْتُ: أَطَلَّقَكُنَّ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَتْ: لاَ أَدْرِيْ! هُوَ ذَا مُعْتَزِلٌ فِيْ هٰذِهِ الْمَشْرَبَةِ، قَالَ: فَانْطَلَقْتُ، فَأَتَيْتُ غُلَامًا أَسْوَدَ، فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، قَالَ: فَدَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ، قَالَ:قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، قَالَ: فَانْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا حَوْلَ الْمِنْبَرِ نَفَرٌ يَبْكُوْنَ، فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَجِدُ، فَأَتَيْتُ الْغُلَامَ، فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ، قَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ

لَهُ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، فَانْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ أَيْضًا، فَجَلَسْتُ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ، فَأَتَيْتُ الْغُلَامَ، فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ، فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ لَهُ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، قَالَ: فَوَلَّيْتُ مُنْطَلِقًا، فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِي، فَقَالَ: ادْخُلْ فَقَدْ أَذِنَ لَكَ.

قَالَ: فَدَخَلْتُ، فَإِذَا النبيُّ صلى الله عليه وسلم مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلِ حَصِيْرٍ، فَرَأَيْتُ أَثَرَهُ فِيْ جَنْبَيْهِ، فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَطَلَّقْتَ نِسَاءَ كَ؟ قَالَ:"لَا" قُلْتُ: اللّٰهُ أَكْبَرُ!

لَوْ رَأَيْتَنَا يَارسولَ اللّٰهِ! وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ: وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُهُمْ نَسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ، فَتَغَضَّبْتُ يَوْمًا عَلَى امْرَأَتِيْ، فَإِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِيْ، فَأَنْكَرْتُ ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: مَا تُنْكِرُ؟ فَوَ اللّٰهِ! إِنَّ أَزْوَاجَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم لَيُرَاجِعْنَهُ، وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ، قَالَ: فَقُلْتُ لَحِفْصَةَ: أَتُرَاجِعِيْنَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَتَهْجُرُهُ إِحْدَانَا الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ، قَالَ: فَقُلْتُ: قَدْ خَابَتْ مَنْ فَعَلَتْ ذٰلِكَ مِنْكُنَّ وَخَسِرَتْ! أَتَأْمَنُ إِحْدَاكُنَّ أَنْ يَغْضَبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا لِغَضَبِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِذَا هِيَ قَدْ هَلَكَتْ! فَتَبَسَّمَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: لَاتُرَاجِعِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَا تَسْأَلِيْهِ شَيْئًا، وَسَلِيْنِي مَا بَدَالَكِ، وَلَا يُغَرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ صَاحِبَتُكِ أَوْسَمَ مِنْكِ، وَأَحَبَّ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَتَبَسَّمَ أُخْرَى.

فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَسْتَأْنِسُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ، فَمَا رَأَيْتُ فِي الْبَيْتِ إِلَّا أُهُبَةً ثَلَاثَةً، فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يُوَسِّعَ عَلَى أُمَّتِكَ، فَقَدْ وَسَّعَ عَلَى فَارِسَ وَالرُّوْمِ، وَهُمْ لَايَعْبُدُوْنَهُ، فَاسْتَوَى جَالِسًا، فَقَالَ:" أَفِيْ شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! أُوْلٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" قَالَ: وَكَانَ أَقْسَمَ أَنْ لَايَدْخُلَ عَلَى نِسَائِهِ شَهْرًا، فَعَاتَبَهُ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ، فَجَعَلَ لَهُ كَفَّارَةَ الْيَمِيْنِ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَأَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ، دَخَلَ عَلَيَّ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، بَدَأَ بِيْ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ! إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ شَيْئًا، فَلَا تَعْجَلِيْ حَتَّى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ، قَالَتْ: ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ! قُلْ لِأَزْوَاجِكَ﴾ الآيَةَ. قَالَتْ: عَلِمَ، وَاللّٰهِ! أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِيْ بِفِرَاقِهِ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: أَفِيْ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ!

قَالَ مَعْمَرٌ: فَأَخْبَرَنِيْ أَيُّوْبُ: أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَهُ: يَارسولَ اللّٰهِ! لَاتُخْبِرْ أَزْوَاجَكَ أَنِّيْ اخْتَرْتُكَ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّمَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ مُبَلِّغًا، وَلَمْ يَبْعَثْنِيْ مُتَعَنِّتًا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ.

سورة نٓ والقلم

سورۃ القلم کی تفسیر

قلم سے کونسا قلم مراد ہے؟

سورۃ القلم کے شروع میں قلم کی قسم کھائی ہے،اس سے کونسا قلم مراد ہے؟ تین رائیں ہیں:

۱-تقدیر لکھنے والا قلم مراد ہے،عبدالواحد جوضعیف راوی ہے کہتا ہے: میں مکہ پہنچا، میری ملاقات حضرت عطاء رحمہ اللہ سے ہوئی، میں نے کہا: اے ابو محمد! کچھ لوگ ہمارے یہاں (بصرہ میں) تقدیر میں گفتگو کرتے ہیں، یعنی تقدیر کا انکار کرتے ہیں، پس حضرت عطاء نے ولیدؒ سے، اور انھوں نے اپنے ابا حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، اور اس سے کہا: لکھ! پس وہ چلی اس چیز کے ساتھ جو ابد تک ہونے والی ہے یعنی سب کچھ قلم تقدیر نے لکھ دیا (یہ حدیث ابواب القدر کے آخر (تحفہ ۵:۵۱۶) میں مفصل آ چکی ہے) —— اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر مروی ہے (درمنثور)

۲-فرشتوں کے قلم مراد ہیں جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں، یا ملأ اعلی کے قلم مراد ہیں، جو معاملات الٰہی لکھتے ہیں۔

۳-انسانوں کے عام قلم مراد ہیں جو علوم و تاریخ انسانی کے واقعات لکھتے ہیں، اور جس کا ذکر ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ میں آیا ہے، یا انسانوں کے خاص قلم مراد ہیں جو ''سیرتِ نبوی'' رقم کرتے ہیں —— یہ آخری احتمال سب سے احسن ہے، آیتوں کے ساتھ زیادہ فٹ یہی احتمال ہے، اس کی تفصیل ان شاء اللہ تفسیر ہدایت القرآن میں کرونگا، یہاں سال کا آخر ہونے کی وجہ سے موقع نہیں۔

[٦٦-] سُوْرَة نون والقلم

[٣٣٤٢-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ مُوْسَى، نَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: قَدِمْتُ مَكَّةَ، فَلَقِيْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِيْ رَبَاحٍ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُحمدٍ! إِنَّ نَاسًا عِنْدَنَا يَقُوْلُوْنَ فِيْ الْقَدَرِ، فَقَالَ عَطَاءٌ: لَقِيْتُ الْوَلِيْدَ بْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، قَالَ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: '' إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ، فَجَرَى بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الأَبَدِ''

وفى الحديثِ قِصَّةٌ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وَفِيْهِ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ.

سورة الْحَاقَّة

سورۃ الحاقہ کی تفسیر

آٹھ پہاڑی بکروں کی روایت

سورۃ الحاقہ کی (آیت ۱۷) ہے: ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾: اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز یعنی قیامت کے روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے ـــــ اس آیت کی تفسیر میں امام ترمذی رحمہ اللہ آٹھ پہاڑی بکروں والی روایت ذکر کرتے ہیں:

حدیث: حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مقام بطحاء میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اور نبی ﷺ بھی ان میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ان کے اوپر سے ایک بادل گذرا، سب نے اس کی طرف دیکھا، پس نبی ﷺ نے پوچھا: جانتے ہو اس کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں یہ سحاب ہے (سحاب: پانی سے بھرا ہوا یا خالی بادل) آپؐ نے فرمایا: اور مُزن؟ (مُزن: پانی سے بھرا ہوا بادل) لوگوں نے کہا: مُزن بھی اس کو کہہ سکتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: اور عَنان؟ (عنان: سامنے نظر آنے والا بادل) لوگوں نے کہا: عَنان بھی کہہ سکتے ہیں، پھر ان سے نبی ﷺ نے پوچھا: جانتے ہو آسمان وزمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں! بخدا! ہم نہیں جانتے، آپؐ نے فرمایا: ''بیشک دونوں کے درمیان یا تو اکہتّر یا بہتّر یا تہتّر سال کا فاصلہ ہے، اور جو آسمان اس کے اوپر ہے وہ بھی اتنے ہی فاصلہ پر ہے'' یہاں تک کہ آپؐ نے ان کو سات آسمان اسی طرح شمار کئے، پھر فرمایا: ''ساتویں آسمان کے اوپر سمندر ہے، اس کی بالائی سطح اور زیریں سطح کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے، اور اس سے اوپر آٹھ پہاڑی بکرے ہیں، ان کے کھروں اور ان کے گھٹنوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے، پھر ان پہاڑی بکروں کے اوپر عرش الٰہی ہے، اس کی زیریں سطح اور بالائی سطح کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے، اور اس سے اوپر اللہ پاک ہیں۔

تشریح: یہ حدیث حدیثُ الأوعال (پہاڑی بکروں والی روایت) کہلاتی ہے، یہ حدیث حسنٌ ہے یعنی اس کے راوی ٹھیک ہیں، مگر اعلی درجہ کی نہیں، چنانچہ صحیحین میں یہ روایت نہیں لی گئی، صرف ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے اور نسائی نے سنن کبری میں اور امام احمد نے مسند میں لی ہے، نیز یہ حدیث غریب بھی ہے یعنی سماک بن حرب سے آخر تک اس کی یہی ایک سند ہے، اور سماک صدوق (معمولی ثقہ راوی) ہیں، مگر آخر حیات میں ان کے حافظہ میں تبدیلی آگئی تھی، اور وہ کبھی لقمہ بھی لینے لگے تھے (تقریب) ـــــ پھر سماک سے یہ حدیث پانچ روات نقل کرتے ہیں، جن میں سے چار حدیث کو مرفوع کرتے ہیں، اور شریک مرفوع نہیں کرتے: ۱- ولید بن ابی ثور کی روایت ابوداؤد (حدیث

۴۷۲۳) ابن ماجہ (حدیث ۱۹۳) اور مسند احمد (۱: ۲۰۷) میں ہے۔ ۲- عمرو بن ابی قیس کی روایت ابوداؤد (حدیث ۴۷۲۴) میں ہے۔ ۳- ابراہیم بن طہمان کی روایت ابوداؤد (حدیث ۴۷۲۵) میں ہے۔ ۴- شعیب بن خالد کی روایت مسند احمد (۱:۲۰٦) میں ہے، اس میں پانچ سو سالہ مسافت کا ذکر ہے، اور اس میں عبداللہ بن عمیرۃ اور حضرت عباسؓ کے درمیان احنف بن قیس کا واسطہ نہیں ہے، پس یہ روایت منقطع ہے۔ ۵- شریک کی روایت موقوف ہے، جس کا حوالہ امام ترمذی نے دیا ہے۔

اور مضمون حدیث کے سلسلہ میں دو باتیں غور طلب ہیں:

۱- ترمذی وغیرہ کی روایت میں اکہتّر یا بہتّر یا تہتّر سالہ مسافت کا ذکر ہے، اور اس کو تکثیر پر محمول نہیں کیا جاسکتا، تین عددوں میں تردید اس سے مانع ہے، جبکہ عام روایات میں اور شعیب کی اسی روایت میں پانچ سو سالہ مسافت کا ذکر ہے، یہ صریح تعارض ہے۔

۲- سورۃ الحاقہ میں اس کی صراحت ہے کہ قیامت کے دن عرش الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے، اور اس روایت میں یہ ہے کہ اِس وقت اُس کو آٹھ پہاڑی بکرے اٹھائے ہوئے ہیں، یہ بات نص قرآنی کے خلاف ہے۔

پس ان وجوہ سے یہ حدیث صحیح نہیں، اور بابِ صفات میں حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے، البتہ عرش الٰہی کا قرآنِ کریم سے قطعی ثبوت ہے، اور استواء علی العرش کا مضمون سات آیتوں میں آیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا بھی سورۃ الملک کی دو آیتوں میں آیا ہے، اور یہ بات ناقابل تردید ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کسی جہت میں ہیں نہ مکان میں، کیونکہ جہت ومکان مخلوق ہیں اور خالق مخلوق میں نہیں ہوسکتا، اور یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ مخلوق کے مشابہ ہیں نہ ان کی صفات کی کیفیت کوئی جانتا ہے، پس عرش کو ماننا، عرش پر اللہ کے استواء کو ماننا اور اللہ کے آسمان میں ہونے کو ماننا ضروری ہے، باقی تفصیلات کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔

ملحوظہ: ابن معین نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن سعد حج کیوں نہیں کرتے کہ ان سے یہ حدیث سنی جائے (اور عرش الٰہی کے منکرین اس سے عبرت حاصل کریں)

ایک راوی کا تعارف: حدیث الاوعال کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن سعد ہیں، یہ دادا کی طرف نسبت ہے، والد کا نام عبداللہ تھا۔ اور سعد بن عثمان دشتکی تابعی ہیں، انھوں نے حضرت عبداللہ بن خازمؓ کو دیکھا ہے۔

ایک روایت: عبدالرحمٰن اپنے والد عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ان کو ان کے والد سعد رازی نے بتایا کہ میں نے بخاریٰ میں ایک شخص کو خچر پر سوار دیکھا، انھوں نے کالا عمامہ باندھ رکھا تھا، وہ کہتے تھے کہ ان کو یہ عمامہ رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرمایا ہے (پس سعد تابعی ہوئے اور عبدالرحمٰن ان کے پوتے ہیں)

ملحوظہ: کھڑی دو قوسوں کے درمیان [عن أبيه] ابوداؤد (حدیث ۴۰۳۸ کتاب اللباس) سے بڑھایا ہے۔

[٦٧-] سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ

[٣٣٤٣-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمِيْرَةَ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: زَعَمَ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا فِيْ الْبَطْحَاءِ فِيْ عِصَابَةٍ، وَرَسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسٌ فِيْهِمْ، إِذْ مَرَّتْ عَلَيْهِمْ سَحَابَةٌ، فَنَظَرُوْا إِلَيْهَا، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" هَلْ تَدْرُوْنَ مَا اسْمُ هٰذِهِ؟" قَالُوْا: نَعَمْ هٰذَا السَّحَابُ؟ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" وَالْمُزْنُ؟" قَالُوْا: وَالْمُزْنُ، قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" وَالْعَنَانُ؟" قَالُوْا: وَالْعَنَانُ. ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" هَلْ تَدْرُوْنَ كَمْ بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ؟" قَالُوْا: لَا، وَاللّٰهِ! مَا نَدْرِيْ، قَالَ: فَإِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا إِمَّا وَاحِدَةٌ، وَإِمَّا اثْنَتَانِ، أَوْ ثَلاثٌ وَسَبْعُوْنَ سَنَةً، وَالسَّمَاءُ الَّتِيْ فَوْقَهَا كَذٰلِكَ" حَتَّى عَدَّدَهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ كَذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ:" فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ، بَيْنَ أَعْلاهُ وَأَسْفَلِهِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى السَّمَاءِ، وَفَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِنَّ وَرُكَبِهِنَّ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ فَوْقَ ظُهُوْرِهِنَّ الْعَرْشُ، بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلاَهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى السَّمَاءِ، وَاللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ"

قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ، يَقُوْلُ: أَلَا يُرِيْدُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ أَنْ يَحُجَّ، حَتَّى يُسْمَعَ مِنْهُ هٰذَا الحديثُ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، رَوَى الْوَلِيْدُ بْنُ أَبِيْ ثَوْرٍ، عَنْ سِمَاكٍ نَحْوَهُ، وَرَفَعَهُ. وَرَوَى شَرِيْكٌ عَنْ سِمَاكٍ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيْثِ، وَوَقَفَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ: هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ الرَّازِيُّ.

[٣٣٤٤-] حدثنا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ الرَّازِيُّ [عَنْ أَبِيْهِ] أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا بِبُخَارَى عَلَى بَغْلَةٍ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، يَقُوْلُ: كَسَانِيْهَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

سورةُ سَأَلَ سَائِلٌ

سورۃ المعارج کی تفسیر

سورۃ المعارج کی (آیت ۸) ہے:﴿يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ﴾: جس دن آسمان (رنگ میں) تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوجائے گا......اور یہی تشبیہ سورۃ الدخان (آیت ۴۵) میں بھی آئی ہے، مگر وہ جہنمیوں کے کھانے

(زقّوم) کے سلسلہ میں آئی ہے، امام ترمذیؒ نے پہلے بھی (تحفہ ۶: ۳۵۰ ابواب صفة جہنم باب۴) میں اور یہاں بھی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ مُہل کی وضاحت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جیسے تیل کی تلچھٹ'' (بس اتنی ہی بات یہاں مقصود ہے یعنی قیامت کے دن آسمان رنگت میں تیل کی گاد کی طرح سیاہ ہوجائے گا) پس جب جہنمی اس (گاد) کو اپنے چہرے سے قریب کرے گا تو اس کے چہرے کی کھال بال سمیت اس میں گر پڑے گی (العَکَر: ہر چیز کی گاد، تلچھٹ، اس کا رنگ گہرا کالا ہوتا ہے، یہ حدیث رشدین کی وجہ سے ضعیف ہے)

[۶۸-] سُوْرَةُ سَأَلَ سَائِلٌ

[۳۳۴۵-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ: أَبِيْ السَّمْحِ، عَنْ أَبِيْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِه: ﴿كَالْمُهْلِ﴾ قَالَ: "كَعَكَرِ الزَّيْتِ، فَإِذَا قَرَّبَهُ إِلَى وَجْهِهِ، سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيْهِ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ.

سُوْرَةُ الْجِنِّ

سورۃ الجن کی تفسیر

سورۃ الجن کا شانِ نزول

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جنّات آسمان کے قریب جاتے تھے، اور فرشتوں کی گفتگو میں سے کوئی بات سن لیتے تھے، اور اس کے ساتھ قیاسی باتیں ملا کر بات مکمل کرکے کاہنوں تک پہنچاتے تھے، پھر جب قرآنِ کریم کا نزول شروع ہوا تو سیکورٹی قائم کردی گئی، انگارہ پھینک کر ان کو دفع کیا جانے لگا، تو شیطان اکبر کے پاس ان کی کانفرنس ہوئی، اور اس نئی صورتِ حال پر غور کیا گیا، طے پایا کہ دنیا میں ضرور کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے، جس کی وجہ سے ہمارے ساتھ یہ معاملہ کیا جارہا ہے، چنانچہ کمیشن مقرر ہوئے جو ساری دنیا کا جائزہ لیں گے کہ کیا نئی بات پیدا ہوئی ہے؟ ان وفود میں سے ایک وفد نصیبین کے جنّات کا تھا، جو تہامہ ڈویژن کا جائزہ لے رہا تھا، جب وہ وفد نخلہ مقام میں پہنچا تو نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور جہری قراءت فرمارہے تھے، ان لوگوں نے قرآن سنا تو حیرت میں پڑ گئے، وہ قرآنِ کریم سے بے حد متأثر ہوئے، انھوں نے فیصلہ کیا کہ یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے ان کی درگت بن رہی ہے، چنانچہ وہ واپس لوٹے، اور اپنی قوم کے سامنے مفصل رپورٹ پیش کی، یہ وفد نبی ﷺ سے اس وقت نہیں ملا تھا، نہ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تھی، قرآنِ کریم نے سورۃ الاحقاف (آیات ۲۹-۳۲) کے ذریعہ آپ کو اس کی اطلاع دی، اور ان کی پوری رپورٹ سورۃ الجن میں نازل فرمائی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی درج ذیل روایت میں اسی کا تذکرہ ہے:

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے جنّات کو قرآن نہیں سنایا، اور نہ آپؐ نے ان کو دیکھا یعنی آگے جو واقعہ بیان کیا جارہا ہے اس موقعہ پر۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ چلے، آپؐ عکاظ میلے کا ارادہ کررہے تھے، اور شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان اڑچن کھڑی کی جاچکی تھی، اور ان پر آگ کے انگارے چھوڑے جاتے تھے، پس شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹے، ان کی قوم نے ان سے پوچھا: کیا بات ہے؟ یعنی اب تم خبریں کیوں نہیں لاتے؟ انھوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان روک قائم کردی گئی ہے، اور ہم پر آگ کا شعلہ پھینکا جاتا ہے، پس قوم نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان نہیں آڑ بنا مگر کوئی نیا واقعہ، پس تم زمین کے مشرق ومغرب کا سفر کرو، اور جائزہ لو کہ وہ کیا چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے؟

ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس وہ چلے، وہ مشرق ومغرب کا سفر کررہے تھے، وہ اس چیز کو جاننا چاہتے تھے جو شیاطین اور آسمان کی خبر کے درمیان آڑ بن گئی ہے، پھر وہ جماعت جو تہامہ کا جائزہ لے رہی تھی نبی ﷺ کی طرف متوجہ ہوئی، جبکہ آپ نخلہ مقام میں تھے، اور آپؐ کا ارادہ عکاظ میلے میں جانے کا تھا، اور اس وقت آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، پس جب اس وفد نے قرآن سنا تو اس کو کان لگا کر (بغور) سنا، اور انھوں نے کہا: بخدا! یہ وہ کلام ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان آڑ بن گیا ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس وہ اسی وقت اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے، اور انھوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو راہِ راست بتلاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے'' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت اتاری: ﴿قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ﴾ یعنی پوری سورۃ الجن نازل فرمائی (ابن عباسؓ نے فرمایا:) اور آپؐ کی طرف جنات کی بات ہی وحی کی گئی یعنی اس موقعہ پر جنات سے آپؐ کی ملاقات نہیں ہوئی (یہاں تک حدیث متفق علیہ ہے)

(اور سورۃ الجن کی (آیت ۱۹) ہے: ﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾: اور جب خدا کا خاص بندہ خدا کی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر ٹھٹھ لگا لیتے ہیں ـــــ اس آیت کی ایک تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے:)

اور اسی سند سے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جنات نے جو اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ﴾ (اس کی تفسیر میں ابن عباسؓ نے) فرمایا: جب جنات نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، اور آپؐ کے صحابہ آپؐ کی اقتدا میں نماز ادا کررہے تھے، اور آپ کے ساتھ سجدے کررہے تھے، ابن عباسؓ نے کہا: جنات حیرت زدہ رہ گئے صحابہ کے آپؐ کی اقتدا کرنے پر، چنانچہ انھوں نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی کہ جب اللہ کا خاص بندہ (نبی ﷺ) اللہ کو پکار رہا تھا یعنی نماز پڑھ رہا تھا تو لوگ یعنی صحابہ قریب تھے کہ ان پر بھیڑ کرلیں (حدیث کا یہ حصہ متفق علیہ نہیں ہے، اس کو حاکم، عبد بن حمید اور ابن

جریر طبری نے روایت کیا ہے۔اور حضرت ابن عباسؓ سے دوسرا قول اس آیت کی تفسیر میں یہ مروی ہے کہ جب جنات نے نبی ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو وہ قریب تھے کہ آپؐ پر ٹھٹھ لگالیں شدتِ اشتیاق سے، مگر نبی ﷺ کو اس کی اطلاع اس وقت ہوئی جب سورۃ الجن نازل ہوئی۔ یہ روایت بھی ابن جریر اور ابن مردویہ نے بیان کی ہے —— اور آیت کی عام تفسیر یہ ہے کہ جب خدا کے خاص بندے (مراد نبی ﷺ ہیں) خدا کی عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ لوگ یعنی کافر اس بات کے قریب ہوتے ہیں کہ آپؐ پر پل پڑیں یعنی شدت عداوت ونفرت سے آپؐ پر حملہ کردیں۔آیت کے سیاق سے یہی تفسیر اقرب ہے)

حدیث (۲): حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: جنات آسمان کی طرف چڑھتے تھے بادلوں تک جاتے تھے، وحی کو سنتے تھے، یعنی فرشتوں کی آپس کی باتوں کو سنتے تھے جو ان کی طرف وحی کی گئی تھیں، پس جب وہ کوئی کلمہ سنتے تو اس میں نو کلمے (اپنی طرف سے) ملاتے، پس رہا وہ ایک کلمہ (سنا ہوا) تو وہ سچا ہوتا تھا، اور رہی وہ باتیں جو جنات نے بڑھائی ہیں تو وہ غلط ہوجاتی تھیں، پس جب نبی ﷺ کی بعثت ہوئی تو وہ اپنی نشست گاہوں سے روک دیئے گئے، پس انھوں نے یہ بات ابلیس سے ذکر کی، اور وہ اس سے پہلے ستاروں سے نہیں مارے جاتے تھے، پس ان سے ابلیس نے کہا: نہیں ہے یہ بات مگر کسی ایسے امر کی وجہ سے جو زمین میں نیا پیدا ہوا ہے، پس اس نے اپنا لشکر بھیجا، اور انھوں نے نبی ﷺ کو دو پہاڑوں کے درمیان کھڑے ہوئے نماز پڑھتے پایا، راوی کہتا ہے: میرا گمان ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: مکہ میں یعنی یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے، پس جنات نے آپؐ سے ملاقات کی، اور انھوں نے ابلیس کو خبر دی، پس ابلیس نے کہا: یہی وہ واقعہ ہے جو زمین میں رونما ہوا ہے (یہ حدیث مسند احمد اور نسائی کی سنن کبری میں ہے)

فائدہ (۱): جنات: اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے، جو اسی زمین پر بسی ہوئی ہے، اور انسانوں کی طرح جسم اور عقل وشعور رکھتی ہے، مگر ہماری نظروں سے اوجھل ہے، کیونکہ وہ ہم سے لطیف ہے، اور کثیف کو لطیف نظر نہیں آتا، جیسے ہمیں ہوا نظر نہیں آتی۔اور جنات میں انسانوں کی طرح نر ومادہ ہوتے ہیں، اور ان میں توالد وتناسل بھی ہوتا ہے، اور وہ ہماری طرح مکلّف ہیں، مگر اب ان میں رسالت کا سلسلہ باقی نہیں رہا، آدم علیہ السلام سے پہلے کیا صورت تھی: وہ معلوم نہیں، اب وہ دین وشریعت میں انسانوں کے تابع ہیں، انسانوں میں جو انبیاء مبعوث ہوتے ہیں انہی سے وہ دین اخذ کرتے ہیں، اور کس طرح اخذ کرتے ہیں؟ اس کی تفصیلات ہمیں معلوم نہیں، پہلے اسی جلد میں کسی جگہ اس کا تذکرہ آچکا ہے، اور روایات میں چھ مرتبہ آپ ﷺ کا جنات کی تعلیم کے لئے ان کے اجتماع میں جانا مروی ہے۔

فائدہ (۲): شہاب کے معنی ہیں: آگ کا دہکتا ہوا انگارہ، سلگتی آگ کا شعلہ —— ستارے ٹوٹنے کا سلسلہ قدیم زمانہ سے جاری ہے، فلاسفہ کے نزدیک: اس کی حقیقت یہ ہے کہ زمین سے کچھ آتشیں مادے فضا میں پہنچتے ہیں، وہاں ان میں آگ لگ جاتی ہے، اور یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ کسی ستارے سے آتشیں مادہ نکلتا ہو، بہرحال جو بھی اس کا سبب

ہو، اس سے نزولِ قرآن کے وقت شیاطین کو دفع کرنے کا کام لیا جاتا تھا، اور جب نزولِ قرآن مکمل ہو گیا تو یہ سلسلہ بھی موقوف ہو گیا، اب جو ستارے ٹوٹتے ہیں وہ عالمی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

[٦٩-] سُوْرَةُ الجِنِّ

[٣٣٤٦-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنِي أَبُوْ الْوَلِيْدِ، نَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْجِنِّ، وَلاَ رَآهُمْ، انْطَلَقَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِه، عَامِدِيْنَ إِلَىْ سُوْقِ عُكَاظٍ، وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ، فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ إِلَى قَوْمِهِمْ، فَقَالُوْا: مَالَكُمْ؟ قَالُوْا: حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ، فَقَالُوْا: مَا حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلاَّ مِنْ حَدَثٍ، فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِىْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ؟

قَالَ: فَانْطَلَقُوْا يَضْرِبُوْنَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، يَبْتَغُوْنَ مَا هٰذَا الَّذِىْ حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ؟ فَانْصَرَفَ أُوْلٰئِكَ النَّفَرُ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدًا إِلَى سُوْقِ عُكَاظٍ، وَهُوَ يُصَلِّىْ بِأَصْحَابِه صَلاَةَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَمِعُوْا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوْا لَهُ، فَقَالُوْا: هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِىْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ.

قَالَ: فَهُنَالِكَ رَجَعُوْا إِلَى قَوْمِهِمْ، فَقَالُوْا: يَاقَوْمَنَا!﴿ إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا، يَّهْدِىْ إِلَى الرُّشْدِ، فَآمَنَّا بِه، وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿قُلْ: أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ﴾ وَإِنَّمَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ: قَوْلُ الْجِنِّ لِقَوْمِهِمْ: ﴿لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ قَالَ: لَمَا رَأَوْهُ يُصَلِّىْ، وَأَصْحَابُهُ يُصَلُّوْنَ بِصَلاَتِهِ، وَيَسْجُدُوْنَ بِسُجُوْدِهِ، قَالَ: تَعَجَّبُوْا مِنْ طَوَاعِيَةِ أَصْحَابِهِ لَهُ: قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ:﴿ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٣٤٧-] حدثنا محمدُ بْنُ يَحْيىَ، نَا مُحمدُ بْنُ يُوْسُفَ، نَا إِسْرَائِيْلُ، نَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ الْجِنُّ يَصْعَدُوْنَ إِلَى السَّمَاءِ، يَسْتَمِعُوْنَ الْوَحْيَ، فَإِذَا سَمِعُوْا الْكَلِمَةَ زَادُوْا فِيْهَا تِسْعًا، فَأَمَّا الْكَلِمَةُ فَتَكُوْنُ حَقًّا، وَأَمَّا مَا زَادُوْهُ فَيَكُوْنُ بَاطِلاً، فَلَمَّا بُعِثَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُنِعُوْا مَقَاعِدَهُمْ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِإِبْلِيْسَ، وَلَمْ تَكُنِ النُّجُوْمُ يُرْمَى بِهَا قَبْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ

لَهُمْ إِبْلِيْسُ: مَا هٰذَا إِلَّا مِنْ أَمْرٍ قَدْ حَدَثَ فِيْ الْأَرْضِ، فَبَعَثَ جُنُوْدَهُ، فَوَجَدُوْا رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَائِمًا يُصَلِّيْ بَيْنَ جَبَلَيْنِ — أُرَاهُ قَالَ: بِمَكَّةَ — فَلَقَوْهُ، فَأَخْبَرُوْهُ، فَقَالَ: هٰذَا الْحَدَثُ الَّذِيْ حَدَثَ فِيْ الْأَرْضِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة المدثر

سورۃ المدثّر کی تفسیر

۱- ابتدائی پانچ آیتوں کا شانِ نزول

سب سے پہلے سورۃ العلق (سورۂ اقراء) کی پانچ آیتیں نازل ہوئی ہیں، پھر بعض حکمتوں سے کچھ وقفہ کے لئے وحی رک گئی، پھر ایک بار جنگل میں آپؐ کو ایک آواز سنائی دی، نظر اٹھا کر دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں، آپؐ پر ہیبت طاری ہوگئی، گھبرا کر گھر لوٹے اور کپڑوں میں لپٹ گئے، اسی وقت سورۃ المدثر کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں، بقیہ سورت بعد میں نازل ہوئی۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا، درانحالیکہ آپؐ وحی کے وقفہ کا تذکرہ فرمارہے تھے، آپؐ نے اپنی حدیث میں فرمایا: اس درمیان کہ میں چل رہا تھا، میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا، تو اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس غارحراء میں آیا تھا، آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، پس میں ہیبت سے اکھڑ گیا اور لوٹ گیا، اور گھر والوں سے کہا: مجھے کپڑا اوڑھاؤ! مجھے کپڑا اوڑھاؤ! لوگوں نے مجھے کمبل اوڑھادیا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ''اے کپڑے میں لپٹنے والے! اٹھو یعنی مستعد ہوجاؤ، پس (کافروں کو) ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور بتوں کو چھوڑ دو'' یعنی لوگوں کو سمجھاؤ کہ وہ بتوں کو چھوڑ دیں (اور یہ حکم) نماز فرض کئے جانے سے پہلے (آیا ہے یعنی کپڑوں کی طہارت فی نفسہ مطلوب ہے) (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

[۷۰-] سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرْ

[۳۳۴۸-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ، فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهِ: بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَآءِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَ نِيْ بِحِرَّاءٍ، جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا، فَرَجَعْتُ، فَقُلْتُ : زَمِّلُوْنِيْ! زَمِّلُوْنِيْ! فَدَثَّرُوْنِيْ،

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿يـٰأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ إِلَى قَوْلِه ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلَاةُ.
هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَيْضًا.

لغات: الفَتْرَة: دوزمانوں کے درمیان کا عرصہ، فَتَرَ: چستی کے بعد سست پڑ جانا...... جُئِثْتُ: فعل مجہول، از جَثَّ يَجُثُّ: ڈرنا، اور بعضوں نے ترجمہ کیا ہے: میں اپنی جگہ سے اکھیڑ ڈالا گیا، اور بخاری میں جُئِثْتُ ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں۔

۲- صَعُوْد: آگ کا پہاڑ ہے

سورۃ المدثر کی (آیت ۱۷) ہے: ﴿سَأُرْهِقُهُ صَعُوْدًا﴾: عنقریب میں کافر کو (مرنے کے بعد) صعود پر چڑھاؤں گا ـــــ اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: صَعود: آگ کا ایک پہاڑ ہے، جس پر کافر ستّر سال تک چڑھے گا یعنی اتنی مدت میں چوٹی پر پہنچے گا، پھر وہ جہنم میں گرے گا، اسی طرح تا ابد کرتا رہے گا (یہ حدیث ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے اور یہ حدیث اسی سند سے پہلے ابواب صفۃ جہنم (باب ۲ تحفہ ۶: ۳۴۸) میں آچکی ہے)

[۳۳٤۹-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسَى، عَنْ ابنِ لَهِيْعَةَ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ، عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " الصَّعُوْدُ: جَبَلٌ مِنْ نَارٍ، يُتَصَعَّدُ فِيْهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا، ثُمَّ يُهْوَى بِهِ كَذٰلِكَ أَبَدًا "
هٰذَا حديثٌ غريبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيْعَةَ، وَقَدْ رُوِيَ شَيْئٌ مِنْ هٰذَا عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ مَوْقُوْفٌ.

۳- جہنم کے ذمہ دار فرشتے انیس ہیں

سورۃ المدثر کی (آیت ۳۰) ہے: ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ یعنی جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں (ان میں سے ایک مالک ہیں) اور اس عدد خاص کی حکمت قطعی طور پر معلوم نہیں، البتہ یہ انیس افسر ہیں اور ہر ایک کے ماتحت کتنے فرشتے ہیں؟ اس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں)

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہود کے کچھ لوگوں نے: صحابہ میں سے چند حضرات سے سوال کیا: کیا تمہارے نبی جہنم کے ذمہ دار فرشتوں کی تعداد جانتے ہیں؟ صحابہ نے جواب دیا: ہمیں معلوم نہیں، ہم اپنے نبی سے پوچھیں گے۔ پس ایک شخص (یہودی) نبی ﷺ کے پاس آیا، اور اس نے کہا: اے محمد! آج تمہارے صحابہ ہار گئے! آپؐ نے پوچھا: کس بات سے ہار گئے؟ اس نے کہا: یہود نے ان سے پوچھا: کیا تمہارے نبی جہنم کے ذمہ دار فرشتوں

کی تعداد جانتے ہیں؟ آپؐ نے پوچھا: پھر انھوں نے کیا جواب دیا؟ اس نے کہا: انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں، ہم اپنے نبی سے پوچھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''پس وہ لوگ کیسے ہار گئے جو ایسی بات پوچھے گئے جو وہ نہیں جانتے تھے، پس انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے، ہم اپنے نبی سے پوچھیں گے؟'' یعنی بھلا یہ بھی کوئی ہارنے کی بات ہوئی؟ —— لیکن یہود نے اپنے نبی سے (ایک محال امر کا) سوال کیا ہے: انھوں نے کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر دکھلایئے! یعنی ایسے فضول سوال کرنے کی ان کی پرانی عادت ہے —— ان اللہ کے دشمنوں کو میرے پاس لاؤ، میں ان سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھونگا، جنت کی مٹی سفید میدہ ہے —— راوی کہتا ہے: پس جب وہ آئے تو انھوں نے (فوراً ہی) سوال کیا: اے ابوالقاسم! جہنم کے ذمہ دار فرشتوں کی تعداد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اتنی اور اتنی'' یعنی ہاتھوں کی انگلیوں سے بتایا کہ ایک مرتبہ دس اور دوسری مرتبہ نو، یعنی انیس، انھوں نے کہا: ہاں یعنی آپؐ نے صحیح تعداد بتائی —— پس نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: جنت کی مٹی کیسی ہے؟ راوی کہتا ہے: پس وہ کچھ دیر خاموش رہے، پھر انھوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ ہمیں بتایئے، آپؐ نے فرمایا: ''سفید میدے کی روٹی (کی طرح) ہے'' (یہ حدیث مجالد کی وجہ سے ضعیف ہے، اور اس کی تخریج بزار نے بھی کی ہے)

[۳۳۵۰-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْیَانُ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ نَاسٌ مِنَ الْیَهُوْدِ لِأُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم: هَلْ یَعْلَمُ نَبِیُّکُمْ عَدَدَ خَزَنَةِ جَهَنَّمَ؟ قَالُوْا: لاَنَدْرِیْ،حَتَّی نَسْأَلَهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَی النبیِّ صلی الله علیه وسلم،فَقَالَ: یَامُحمدُ! غُلِبَ أَصْحَابُكَ الْیَوْمَ! قَالَ:'' وَبِمَا غُلِبُوْا؟'' قَالَ: سَأَلَهُمْ یَهُوْدُ: هَلْ یَعْلَمُ نَبِیُّکُمْ عَدَدَ خَزَنَةِ جَهَنَّمَ؟ قَالَ:'' فَمَا قَالُوْا؟'' قَالَ: قَالُوْا: لاَنَدْرِیْ، حَتَّی نَسْأَلَ نَبِیَّنَا، قَالَ:''أَفَغُلِبَ قَوْمٌ سُئِلُوْا عَمَّا لاَیَعْلَمُوْنَ، فَقَالُوْا: لاَنَعْلَمُ حَتَّی نَسْأَلَ نَبِیَّنَا؟ لٰکِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوْا نَبِیَّهُمْ، فَقَالُوْا: ﴿أَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾، عَلَیَّ بِأَعْدَاءِ اللّٰهِ! إِنِّیْ سَائِلُهُمْ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ'' وَهِیَ الدَّرْمَكُ؟ قَالَ: فَلَمَّا جَاؤُوْا، قَالُوْا: یَا أَبَا الْقَاسِمِ! کَمْ عَدَدُ خَزَنَةِ جَهَنَّمَ؟ قَالَ:'' هٰکَذَا، وَهٰکَذَا'' فِیْ مَرَّةٍ عَشَرَةٌ، وَفِیْ مَرَّةٍ تِسْعَةٌ، قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: ''مَا تُرْبَةُ الْجَنَّةِ؟'' قَالَ: فَسَکَتُوْا هُنَیْهَةً، ثُمَّ قَالُوْا: أَخْبِرْنَا یَا أَبَا الْقَاسِمِ! فَقَالَ النبیُّ صلی الله علیه وسلم:'' الْخُبْزُ مِنَ الدَّرْمَكِ''

هٰذَا حدیثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ مُجَالِدٍ.

۴- اللہ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے، اور وہی اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں

سورۃ المدثر کی آخری آیت ہے: ﴿هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰی وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ اس میں التقوی: مصدر مجہول ہے، اور المغفرۃ: مصدر معروف، اور ترجمہ وہ ہے جو عنوان میں دیا گیا ہے، درج ذیل حدیث قدسی میں بھی یہی بات ہے:

حدیثِ قدسی: نبی ﷺ نے آیت: ﴿هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، پس جو مجھ سے ڈرتا ہے، اور میرے ساتھ کوئی اور معبود نہیں گردانتا تو میں اس کا حقدار ہوں کہ اس کی بخشش کردوں'' یعنی جو اللہ سے ڈر کر شرک سے بچے گا: اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کردیں گے (اس حدیث کا راوی سہیل ضعیف ہے: اور وہی ثابت بنانی سے یہ حدیث روایت کرتا ہے، اور یہ حدیث نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی ہے)

[۳۳۵۱-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ البَزَّارُ، نا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، نا سُهَيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُطَعِيُّ، وَهُوَ أَخُوْ حَزْمِ بْنِ أَبِيْ حَزْمٍ الْقُطَعِيِّ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتَعالَى: أَنَا أَهْلُ أَنْ أُتَّقَى، فَمَنِ اتَّقَانِيْ فَلَمْ يَجْعَلْ مَعِي إِلٰهًا، فَأَنَا أَهْلُ أَنْ أَغْفِرَ لَهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَسُهَيْلٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِيْ الْحَدِيْثِ، وَقَدْ تَفَرَّدَ سُهَيْلٌ بِهٰذَا الحديثِ عَنْ ثَابِتٍ.

سورة القيامة

سورۃ القیامۃ کی تفسیر

۱- نبی ﷺ کو قرآن یاد نہیں کرنا پڑتا تھا، خود بخود یاد ہوجاتا تھا

سورۃ القیامہ کی (آیات ۱۶-۱۹) ہیں: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ○ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ○ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾: آپؐ قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلائیں، تاکہ اس کو جلدی لے لیں، یعنی یاد کرلیں ○ بیشک ہمارے ذمے ہے اس کا (آپؐ کے دل ودماغ میں) جمع کرنا، اور اس کو (لوگوں کے سامنے) پڑھوا دینا ○ پس جب ہم یعنی جبرئیل اس کو پڑھیں تو آپؐ اس کی پیروی کریں یعنی سننے کی طرف متوجہ ہوں ○ پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے اس کو کھولنا یعنی اس کے مضمرات کو سمجھانا ــــــ غرض: یاد کرادینا، لوگوں کے سامنے پڑھوا دینا اور اس کے معانی سمجھا دینا: یہ سب باتیں ہمارے ذمے ہیں۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا، تو آپؐ قرآن کے ساتھ اپنی زبان ہلاتے تھے، چاہتے تھے آپؐ اس کو یاد کرنا، پس اللہ پاک نے مذکورہ آیتیں اتاریں ــــــ ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس آپؐ قرآن کے ساتھ اپنے دونوں ہونٹوں کو ہلاتے تھے یعنی سراً پڑھتے تھے ــــــ اور سفیان بن عیینہ

رحمہ اللہ نے اپنے دونوں ہونٹ ہلائے (یہ حدیث متفق علیہ ہے، اور یہ حدیث "مسلسل بتحریک الشفتین" کہلاتی ہے، ہر محدث ہونٹ ہلا کر حاملین حدیث کو دکھاتا تھا، مگر اب اس کا تسلسل باقی نہیں رہا، بلکہ شاید ہی کسی مسلسل حدیث کا تسلسل باقی ہو، ننانوے فیصد مسلسلات کا تسلسل ختم ہوگیا ہے)

آیت کا ماقبل سے ربط: ماقبل میں یہ آیات ہیں: ﴿بَلِ الإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيْرَةٌ ○ وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيْرَهُ﴾: انسان خود اپنی حالت سے خوب واقف ہے، اگرچہ وہ اپنے حیلے بہانے پیش کرے! یعنی قیامت کے دن انسان کو اپنے سب احوال یاد آجائیں گے، کیونکہ اس دن بھول کی نعمت ختم کردی جائے گی: ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الإِنْسَانُ مَاسَعٰى﴾: جس دن انسان کو اپنا سب کیا یاد آجائے گا (النازعات ۳۵) مگر پھر بھی کافر حیلے بہانے پیش کرے گا، اور اپنے کفر و معاصی کے اعذار گھڑے گا۔

اس کی ایک مثال: جیسے نبی ﷺ کو وحی خود بخود یاد ہوجاتی تھی، کبھی اس کا تجربہ نہیں ہوا تھا کہ آپؐ وحی کا کچھ حصہ بھول گئے ہوں، مگر پھر بھی آپ قرآن کو یاد کرنے کے لئے جبرئیلؑ کے ساتھ سراً پڑھتے تھے، ہونٹ ہلانے کا یہی مطلب ہے، دل میں پڑھنے کی حد تک تو کوئی حرج نہیں تھا، بلکہ وہ تو مطلوب ہے، جس کا حاصل بغور سننا ہے، مگر سراً پڑھنے سے آپؐ پر دوہرا بوجھ پڑتا تھا، اس لئے یہ بے ضرورت مشقت برداشت کرنا تھا، لیکن اگر آپؐ سے اس بے ضرورت عمل کی وجہ دریافت کی جائے تو آپ ضرور کہیں گے: میں اس لئے پڑھتا ہوں کہ قرآن یاد ہوجائے، اس کا کوئی حصہ ذہن سے نکل نہ جائے، یہ عذر بارد ہے، کیونکہ وحی بھولنے کا آپ کو کبھی تجربہ نہیں ہوا۔

آیت کا مابعد سے ربط: پھر ان چار آیتوں کے بعد ہے: ﴿كَلَّا! بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ○ وَتَذَرُوْنَ الآخِرَةَ﴾: ایسا ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد (دنیا) کو پسند کرتے ہو، اور پچھلی (آخرت) کو چھوڑے ہوئے ہو، یعنی انسان دنیا کو محبوب رکھتا ہے اور آخرت سے بے اعتنائی برتتا ہے، اس کی کوئی تیاری نہیں کرتا، ساری توانائی دنیا کے پیچھے ضائع کرتا ہے —— اس کی مثال بھی یہی ہے کہ نزولِ وحی کے وقت کی حالت ہی آپؐ کے پیش نظر رہتی تھی، چنانچہ آپ سراً پڑھتے تھے، حالانکہ پچھلی حالت پیش نظر رہنی چاہئے تھی، آپ کو وحی خود بخود یاد ہوجاتی تھی، پھر بے ضرورت دوہری مشقت کیوں اٹھائی جائے؟ —— غرض: اس طرح ان آیات کا ماقبل اور مابعد سے گہرا ربط ہے۔

بھول اور آگاہی: پھر ایک مرتبہ نبی ﷺ سے بھول ہوگئی، اور آپؐ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلاَ تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ، وَقُلْ: رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾: اور آپؐ قرآن (لینے) کے بارے میں جلدی نہ کریں یعنی جبرئیل کے ساتھ سراً نہ پڑھیں، اس سے پہلے کہ آپؐ کی طرف اس کی وحی مکمل کردی جائے، اور آپؐ دعا کریں: "اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما!" —— پھر اس آیت کو سورۂ طٰہٰ میں ایک خاص جگہ رکھا گیا ہے (آیت ۱۱۴) کیونکہ وہاں ماقبل اور مابعد سے اس کا گہرا ربط ہے، جس

کی تفصیل میری تفسیر ہدایت القرآن (۳۵۲:۵) میں ہے۔
ملحوظہ: ان آیات کا ماقبل و مابعد سے ربط خفی تھا، اس لئے میں نے تفصیل کی، ورنہ باب کی حدیث سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت نہیں تھی۔

[۷۱-] سُوْرَةُ القِيَامَة

[۳۳۵۲-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ مُوْسَى بْنِ أَبِيْ عَائِشَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ، يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ، يُرِيْدُ أَنْ يَحْفَظَهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ قَالَ: فَكَانَ يُحَرِّكُ بِهِ شَفَتَيْهِ، وَحَرَّكَ سُفْيَانُ شَفَتَيْهِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ: قَالَ يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ: كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يُحْسِنُ الثَّنَاءَ عَلَى مُوْسَى بْنِ أَبِيْ عَائِشَةَ خَيْرًا.

تعدیل: ثوریؒ: موسی کے حق میں کلمۂ خیر کہا کرتے تھے یعنی یہ راوی ثقہ ہے، چنانچہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۲- اعلی درجے کے جنتی صبح و شام اللہ کی زیارت کریں گے

سورۃ القیامۃ کی (آیات ۲۲و۲۳) ہیں: ﴿وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ○ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾: بہت سے چہرے اس دن بارونق ہونگے، اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے —— ان آیات کی تفسیر میں درج ذیل حدیث پڑھیں:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ”جنتیوں میں جو سب سے کمتر ہوگا وہ اپنے باغات کی طرف، اپنی بیویوں کی طرف، اپنی نعمتوں کی طرف، اپنے خادموں کی طرف اور اپنی مسہریوں کی طرف، ہزار سال کی مسافت تک دیکھے گا“ یعنی اتنی دور تک اس کی یہ نعمتیں پھیلی ہوئی ہونگی ”اور جنتیوں میں جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہوگا وہ اللہ کے چہرے کی طرف صبح و شام دیکھے گا“ پھر نبی ﷺ نے سورۃ القیامہ کی مذکورہ آیتیں پڑھیں (یہ حدیث اسی سند سے پہلے (تحفہ ۳۲۵:۶ ابواب صفۃ الجنہ باب ۱۶ میں) گذر چکی ہے اور سند پر یہاں جو گفتگو ہے وہ بھی وہاں آئی ہے، اور وہاں اس کو حل کیا ہے)

[۳۳۵۳-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: ثَنِيْ شَبَابَةُ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ” إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً: لَمَنْ يَنْظُرُ إِلَى جِنَانِهِ، وَأَزْوَاجِهِ، وَخَدَمِهِ، وَسُرُرِهِ مَسِيْرَةَ أَلْفِ سَنَةٍ؛ وَأَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ يَنْظُرُ إِلَى وَجْهِهِ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً“، ثُمَّ قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْرَائِيْلَ مِثْلَ هٰذَا مَرْفُوْعًا، وَرَوَى عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبْجَرَ،عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ قَوْلَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَرَوَى الأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ قَوْلَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَلاَ نَعْلَمُ أَحَدًا ذَكَرَ فِيْهِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، غَيْرَ الثَّوْرِيِّ.

سورة عبس

سورہ عبس کی تفسیر

ا-سورۂ عبس کی ابتدائی آیات کا پس منظر

سورۃ عبس کی ابتداءاس طرح ہوئی ہے: ”پیغمبر چیں بجبیں ہوئے اور روگردانی کی! اس وجہ سے کہ ان کے پاس اندھا آیا! اور آپ کو کیا پتہ شاید وہ نابینا سنور جائے، یا نصیحت قبول کرے، پس اس کو نصیحت قبول کرنا فائدہ پہنچائے، رہا وہ شخص جو بے پرواہ ہے، پس آپ اس کی فکر میں پڑے ہوئے ہیں، حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے، اور رہا وہ شخص جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے، پس آپ اس سے بے اعتنائی برت رہے ہیں! یعنی یہ طرز عمل ٹھیک نہیں۔

شانِ نزول: ایک مرتبہ نبی ﷺ بعض رؤساء مشرکین کو توحید کا مضمون سمجھا رہے تھے، اتنے میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی حاضر خدمت ہوئے، اور کچھ پوچھنا شروع کیا، آپ کو یہ دخل درمعقولات ناگوار ہوا، اور ان کی طرف التفات نہیں فرمایا، بلکہ ناگواری سے چیں بجبیں ہوئے پس ختم مجلس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ـــــ ان آیات میں آپ کی ایک اجتہادی چوک سے آپ کو مطلع کیا گیا، آپ نے اہم کو مقدم فرمایا تھا، کفر کی شناعت بہر حال اہم تھی، جیسے دو مریض ہوں، ہیضہ اور زکام کے، تو مقدم ہیضے والے کو رکھا جاتا ہے، پہلے اسے دیکھا جاتا ہے۔ مگر ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ زکام کا مریض طالب علاج ہے اور ہیضہ کا مریض معرض، پس طالب کا حق پہلا ہے، یہاں شانِ نزول کے واقعہ میں یہی صورت تھی۔

حدیث: یحییٰ بن سعید اموی کہتے ہیں: یہ وہ حدیث ہے جو ہم نے ہشام کے سامنے پیش کی یعنی ان کے سامنے پڑھی، یہی ”عرض“ ہے ـــــ صدیقہؓ فرماتی ہیں: سورۂ عبس: ابن ام مکتوم نابینا صحابی کے حق میں نازل کی گئی، وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، اور کہنے لگے: یارسول اللہ! میری دینی راہ نمائی فرمایئے! جبکہ آپ کے پاس مشرکین کے بڑے لوگوں میں سے ایک آدمی تھا، پس نبی ﷺ: ابن ام مکتوم سے روگردانی کرتے رہے، اور اس دوسرے شخص کی طرف متوجہ رہے، اور کہتے رہے: ”کیا آپ اس بات میں جو میں کہتا ہوں کچھ حرج محسوس کرتے ہیں!“ پس وہ کہتا: نہیں! (اور موطا میں ہے: نہیں، قسم مورتیوں کی!) پس اس واقعہ میں سورۂ عبس اتاری گئی۔

تشریح: یہ حدیث مرسل بھی آئی ہے اور وہ موطا مالک میں ہے —— اور حضرت ابن ام مکتوم کے نام میں اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے —— اور قرآنِ کریم میں صفتِ اعمی کے ساتھ ان کا تذکرہ کر کے اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ نظرِ کرم کے محتاج ہیں، بے چارے نابینا ہیں، نیز دفع دخل مقدر بھی کیا گیا ہے، کیونکہ صحابہ دخل در معقولات کریں، اس کی ان سے امید نہیں، مگر یہ بے چارے نابینا تھے، انہیں اندازہ ہی نہیں تھا کہ کون بیٹھا ہے؟ اور آپ کس سے مخاطب ہیں؟

[۷۲-] سُوْرَةُ عَبَسَ

[۳۳۵۴-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيىَ بْنِ سَعِيْدٍ الأَمَوِيُّ، قَالَ: ثَنِيْ أَبِيْ، قَالَ: هٰذَا مَا عَرَضْنَا عَلَى هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُنْزِلَ ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾ فِيْ ابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ الأَعْمَى، أَتَى رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَرْشِدْنِيْ، وَعِنْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ مِنْ عُظَمَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ، فَجَعَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُعْرِضُ عَنْهُ، وَيُقْبِلُ عَلَى الآخَرِ، وَيَقُوْلُ: "أَتَرَى بِمَا أَقُوْلُ بَأْسًا؟" فَيَقُوْلُ: لاَ، فَفِيْ هٰذَا أُنْزِلَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: أُنْزِلَ: ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾ فِيْ ابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ عَائِشَةَ.

۲- میدانِ حشر میں سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی!

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میدانِ حشر میں جمع کئے جاؤ گے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے" پس ایک عورت نے پوچھا: کیا ہمارے بعض بعض کو دیکھیں گے؟ آپؐ نے سورۃ عبس کی (آیت ۳۷) پڑھی، فرمایا: "او فلانی! اس دن ان میں سے ہر شخص کے لئے ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہیں ہونے دے گا!" (یُبصر اور یَری میں راوی کو شک ہے، مفہوم دونوں کا ایک ہے، اور اس روایت کا کچھ حصہ پہلے (تحفہ ۱۹۴:۶) آگیا ہے، وہاں حل لغات ہے)

[۳۳۵۵-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا مُحمدُ بْنُ الْفَضْلِ، نَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ هِلاَلِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً" فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: أَيُبْصِرُ أَوْ: يَرَى بَعْضُنَا عَوْرَةَ بَعْضٍ؟ قَالَ: يَا فُلاَنَةُ: ﴿لِكُلِّ امْرِىءٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيْهِ﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

سورة إذا الشمس كورت

سورۃالتکویر کی تفسیر

جو قیامت کا منظر دیکھنا چاہے وہ تکویر، انفطار اور انشقاق پڑھے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ قیامت کی طرف دیکھے گویا وہ آنکھ کا دیکھنا ہے تو اسے چاہئے کہ سورہ تکویر، سورہ انفطار اور سورہ انشقاق پڑھے (ان سورتوں کے شروع میں قیامت کی عجیب منظر کشی کی گئی ہے)

[٧٣-] سُوْرَةُ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

[٣٣٥٦-] حدثنا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَحِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَهُوَ: ابْنُ يَزِيْدَ الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْىُ عَيْنٍ، فَلْيَقْرَأْ: ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ و﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ و﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾

سورة ويل للمطففين

سورۃالتطفیف کی تفسیر

۱- دل پر بیٹھا ہوا گناہوں کا زنگ قبول حق سے مانع بنتا ہے

سورۃالتطفیف کی (آیت ۱۴) ہے: ﴿كَلَّا بَلْ، رَانَ عَلَى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾: ایسا ہرگز نہیں یعنی قرآن کریم اگلوں سے منقول بے سند باتیں نہیں ہیں، بلکہ (تکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کا زنگ بیٹھ گیا ہے...... رَانَ (ض) رَيْنًا علی قلبه الذنبُ: دل پر گناہ چھا جانا اور دل کا معصیت کے ارتکاب سے سخت ہوجانا، جس طرح زنگ لوہے کو کھا جاتا ہے دل کی صلاحیت کو بھی ختم کر دیتا ہے، آدمی میں بھلے برے کی تمیز باقی نہیں رہتی۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگا دیا جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ سے نکل جاتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے (سقل اور صقل کے ایک معنی ہیں) اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس دھبہ میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے

اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے: ﴿كَلَّا بَلْ، رَانَ عَلَى قُلُوْبِهِمْ مَاكَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ میں تذکرہ فرمایا ہے (الرَّان: زنگ، مسلسل گناہوں کا دل پر جمنے والا گہرا اثر)

[٧٤-] سُوْرَة ويل للمطففين

[٣٣٥٧-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ عَجْلاَنَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِى هريرةَ، عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيْئَةً: نُكِتَتْ فِىْ قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا، حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ، وَهُوَ الرَّانُ الَّذِىْ ذَكَرَ اللّٰهُ: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوْبِهِمْ مَاكَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲-میدانِ حشر میں لوگ پسینے میں شرابور ہونگے

سورۃ التطفیف کی (آیت ٦) ہے: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾: جس دن تمام لوگ رب العالمین کے لئے کھڑے ہونگے، یہ میدانِ حشر کا بیان ہے، اس کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ پسینے میں کھڑے ہونگے اپنے آدھے کانوں تک'' یعنی لوگ اپنے آدھے کانوں تک پسینے میں شرابور ہونگے (یہ حدیث حماد بن زید کے خیال میں مرفوع ہے، پھر نافع کے دوسرے شاگرد عبداللہ بن عون کی سند سے حدیث بیان کی ہے، اس میں صراحۃً رفع ہے، اور یہ دونوں حدیثیں پہلے ابواب صفۃ القیامہ (باب ۳، حدیث ۲۴۱۶ تحفہ ۶:۱۹۳) میں آچکی ہیں۔

[٣٣٥٨-] حدثنا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِىُّ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ - قَالَ حَمَّادٌ: هُوَ عِنْدَنَا مَرْفُوْعٌ-: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ قَالَ: "يَقُوْمُوْنَ فِىْ الرَّشْحِ إِلَى أَنْصَافِ آذَانِهِمْ"

[٣٣٥٩-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ ابنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ قَالَ: "يَقُوْمُ أَحَدُهُمْ فِىْ الرَّشْحِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، وَفِيْهِ عَنْ أَبِىْ هريرةَ.

سورة إذا السماء انشقت

سورۃ الانشقاق کی تفسیر

جس سے حساب لیتے وقت ردوکد کی گئی اس کی لٹیا ڈوبی!

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس سے حساب لیتے وقت مناقشہ کیا گیا وہ تباہ ہوا!'' صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

عرض کیا: یارسول اللہ! سورۃ الانشقاق (آیت ۷و۸) میں ہے: ''جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: اس سے آسان حساب لیا جائے گا'' اس سے معلوم ہوا کہ جس سے بھی حساب لیا جائے گا وہ تباہ نہیں ہوگا، بعض سے آسان حساب لیا جائے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ آسان حساب لینا صرف پیش کرنا ہوگا'' یعنی اس میں مناقشہ اور ردو کد نہیں ہوگی (یہ حدیث دونوں سندوں سے پہلے ابواب صفۃ القیامہ (باب ۶ حدیث ۲۴۲۰ تحفہ ۶: ۱۹۷) میں آچکی ہے) — یہی حدیث یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: من حُوْسِبَ عُذِّب: جس سے (بھی) حساب لیا جائے گا وہ سزا دیا جائے گا، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر حساب میں مناقشہ ہوگا اور پوچھا جائے گا کہ یہ گناہ کیوں کیا؟ اور جب تک مجرم جواب نہیں دے گا حساب میں پیش رفت نہیں ہوگی وہ سزا دیا جائے گا۔ اللّٰھم! حَاسِبْنَا حَسَابًا یَسِیْرًا (آمین)

[۷۵-] سُوْرَۃ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

[۳۳۶۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ ابْنِ أَبِیْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: '' مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ'' قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُوْلُ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوْتِیَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿يَسِيْرًا﴾ قَالَ: ''ذٰلِكَ الْعَرْضُ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ أَبَانٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ ابْنِ أَبِیْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ.

[۳۳۶۱-] حدثنا مُحمدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْهَمْدَانِیُّ، نَا عَلِیُّ بْنُ أَبِیْ بَكْرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: '' مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، لاَنَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

سورۃ البروج

سورۃ البروج کی تفسیر

۱- یوم موعود، شاہد اور مشہود کی تفسیر

سورۃ البروج کی شروع کی تین آیتوں میں چار چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں: ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ()

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ○ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُوْدٍ﴾: قسم ہے برجوں والے آسمان کی (برجوں سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں) اور وعدہ کئے ہوئے دن کی یعنی قیامت کے دن کی، جس کے آنے کا وعدہ ہے، اور شاہد (دیکھنے والے) کی، اور مشہود (دیکھے ہوئے) کی ـــــ اس میں شاہد ومشہود سے کیا مراد ہے؟ درج ذیل حدیث میں اس کی تعیین ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''وعدہ کیا ہوا دن قیامت کا دن ہے، اور دیکھا ہوا دن عرفہ کا دن ہے، اور دیکھنے والا دن جمعہ کا دن ہے'' ـــــ اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''اور نہیں نکلا سورج اور نہیں ڈوبا کسی دن پر جمعہ کے دن سے افضل یعنی جمعہ کا دن باقی چھ دنوں سے افضل ہے، اس میں ایک گھڑی ہے (ساعتِ مرجوّہ) نہیں موافق ہوتا اس سے کوئی مؤمن بندہ درانحالیکہ وہ کسی خیر کی دعا کررہا ہو، مگر اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتے ہیں، اور نہیں پناہ چاہتا وہ کسی شر سے مگر اللہ تعالیٰ اس کو اس شر سے پناہ دیتے ہیں''

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی موسیٰ بن عبیدۃ ہے، اس کی کنیت ابوعبدالعزیز ہے، اور نسبتیں: مدنی اور ربذی ہیں، اس راوی پر امام یحییٰ قطان وغیرہ نے جرح کی ہے کہ اس کی حدیثی یادداشت اچھی نہیں تھی، اور یہ حدیث اسی راوی سے مروی ہے ـــــ اور اس راوی سے اگرچہ امام شعبہ، امام ثوری وغیرہ بڑے بڑے لوگوں نے روایت کی ہے، مگر بڑے لوگ کبھی کسی مصلحت سے ضعیف رواۃ سے بھی روایت کرتے تھے، پس اس سے توثیق لازم نہیں آتی، فن میں اس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے (تقریب)

اور اس روایت کے سب مضامین ٹھیک ہیں، مگر شاہد ومشہود کی تفسیر صحیح نہیں، کیونکہ ان کے ساتھ لفظ الیوم نہیں ہے، اور اس تفسیر پر قسموں کا مقسم بہ سے کوئی جوڑ بھی قائم نہیں ہوتا، بلکہ ان سے مراد کفار ومؤمنین ہیں جن کا ذکر اگلے عنوان کے تحت آرہا ہے، اور ساعتِ مرجوہ والا مضمون پہلے (حدیث ۵۰۲ تحفہ ۲:۳۵۴) آگیا ہے۔

[۷۶-] سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ

[۳۳۶۲-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: '' الْيَوْمُ الْمَوْعُوْدُ: يَوْمُ الْقِيَامَةِ، وَالْيَوْمُ الْمَشْهُوْدُ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّاهِدُ: يَوْمُ الْجُمُعَةِ'' قَالَ: ''وَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلاَ غَرَبَتْ عَلَى يَوْمٍ أَفْضَلَ مِنْهُ، فِيْهِ سَاعَةٌ لاَيُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ يَدْعُوْ اللهَ بِخَيْرٍ إِلاَّ اسْتَجَابَ اللهُ لَهُ، وَلاَ يَسْتَعِيْذُ مِنْ شَرٍّ إِلاَّ أَعَاذَهُ اللهُ مِنْهُ''

هٰذَا حديثٌ [غريبٌ] لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، وَمُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ يُضَعَّفُ فِيْ الْحَدِيْثِ، ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَغَيْرُهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَغَيْرُ

وَاحِدٍ مِنَ الأَئِمَّةِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ.

حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ الأَسَدِيُّ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

وَمُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ الرَّبَذِيُّ: يُكْنَى أَبَا عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ، وَغَيْرُهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

وضاحت: حدیث میں ہمارے نسخہ میں: ولا یستعیذ من شیئ تھا، مگر جامع الاصول (حدیث ۸۷۳) میں ولایستعیذ من شر ہے، اور خیر کے مقابلہ میں یہی لفظ صحیح ہے، اس لئے میں نے کتاب میں تبدیلی کردی ہے...... اور کھڑی دوقوسوں کے درمیان [غریبٌ] مشکوۃ (حدیث ۱۳۶۲) سے بڑھایا ہے، اور یہ غریب بمعنی ضعیف ہے۔

۲- مجمع کی کثرت پر اترانا تباہ کرتا ہے

سورۃ التوبہ کی (آیات ۲۵-۲۷) ہیں: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ﴾ الآیاتِ: ترجمہ: البتہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی جنگوں میں تمہاری مدد کی ہے، اور جنگ حنین کے موقعہ پر بھی، جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت پر غرّہ ہوگیا تھا، پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی، اور تم پر زمین باوجود اپنی پہنائی کے تنگی کرنے لگی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے ○ اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول پر، اور دوسرے مؤمنین پر خاص تسلی نازل فرمائی، اور (فرشتوں کا) ایسا لشکر نازل فرمایا جسے تم نے نہیں دیکھا، اور کافروں کو سزا دی یعنی شکست سے دوچار کیا، اور یہی (دنیا میں) کافروں کی سزا ہے ○ پھر اللہ تعالیٰ اس کے بعد جسے چاہیں گے توبہ نصیب کریں گے، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

تفسیر: حنین: ایک مقام ہے، مکہ اور طائف کے درمیان، یہاں قبیلۂ ہوازن وثقیف سے فتح مکہ کے دو ہفتہ کے بعد لڑائی ہوئی تھی، مسلمان بارہ ہزار تھے، اور مشرکین چار ہزار۔ بعض مسلمان اپنا مجمع دیکھ کر ایسے طور پر کہ اس سے پندار مترشح ہوتا تھا، کہنے لگے: ہم آج کسی طرح مغلوب نہیں ہوسکتے! چنانچہ اول مقابلہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی، اور کچھ مسلمان غنیمت جمع کرنے لگے، اس وقت کفار ٹوٹ پڑے، اور وہ بڑے تیر انداز تھے، مسلمانوں پر تیر برسانے لگے، اس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، صرف رسول اللہ ﷺ مع چند صحابہ کے میدان میں رہ گئے، آپؐ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کو آواز دلوائی، پھر سب لوٹ کر دوبارہ کفار سے مقابل ہوئے، اور آسمان سے فرشتوں کی مدد آئی، آخر کفار بھاگے، اور بہت سے قتل ہوئے، پھر ان قبائل کے بہت سے آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے، اور آپؐ نے ان کے اہل وعیال جو پکڑے گئے تھے سب ان کو واپس کردیئے (بیان القرآن)

حدیث: حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ جنگ حنین کے موقعہ پر جب عصر کی نماز سے فارغ ہوتے تھے، تو آہستہ کچھ دعا کرتے تھے، جو سمجھ میں نہیں آتی تھی، چنانچہ صحابہ نے اس سلسلہ میں دریافت کیا،

آپؐ نے فرمایا: مجھے ایک نبی کا واقعہ یاد آیا، ان کے ساتھ ان کی قوم کا بڑا لشکر تھا، پس انھوں نے کہا: ان کا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟ (یہ پندار ہے) پس وحی آئی کہ تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کریں، یعنی یہ بڑا لشکر بھی ہلاک ہوسکتا ہے، اور اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں، پس ان میں سے کوئی ایک پسند کریں: یا تو ہم ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کریں یا بھوک مری یا موت مسلط کریں، پس انھوں نے اس سلسلہ میں اپنی قوم سے مشورہ کیا، قوم نے کہا: آپ اللہ کے نبی ہیں، سارا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے، آپ جو چاہیں ہمارے لئے فیصلہ کریں، پس وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے، اور جب ان کو کوئی گھبراہٹ پیش آتی تھی تو وہ نماز شروع کر دیتے تھے، پس انھوں نے جتنی اللہ نے چاہی نماز پڑھی، پھر عرض کیا: اے پروردگار! باہری دشمن تو مسلط نہ فرمائیں، اور بھوک مری کی بھی ہم میں تاب نہیں، البتہ موت گوارہ ہے، چنانچہ ان پر موت مسلط کی گئی، اور ان میں سے ایک دن میں ستّر ہزار مر گئے ــــــ اس لئے میں نے آہستہ سے دعا کی: جو تم نے دیکھی: اللّٰھم! بك أُقَاتِلُ، وبك أَصول، ولا حول ولاقوة إلا بالله: الٰہی! میں آپ کی مدد سے جنگ کرتا ہوں، اور آپ کی مدد سے حملہ کرتا ہوں، اور کچھ طاقت وقوت نہیں مگر آپ کی مدد سے (یہ حدیث ترمذی میں مختصر ہے۔ اور مسند احمد میں مفصل ہے، اسی کا میں نے ترجمہ کیا ہے، اور حدیث کا اتنا حصہ مسلم شریف میں نہیں ہے باقی حدیث جو آگے آرہی ہے وہ مسلم شریف میں ہے، اور سورۃ البروج کی تفسیر سے اس حصہ کا کچھ تعلق نہیں)

[۳۳۶۳-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ - الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالَا: نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ: كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ هَمَسَ - وَالْهَمْسُ: فِيْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ: تَحرُّكُ شَفَتَيْهِ، كَأَنَّهُ يَتَكَلَّمُ - فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ يَارسولَ اللّٰهِ! إِذَا صَلَّيْتَ الْعَصْرَ هَمَسْتَ، قَالَ: إِنَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ أُعْجِبَ بِأُمَّتِهِ، فَقَالَ: مَنْ يَقُوْمُ لِهٰؤُلَآءِ؟ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ خَيِّرْهُمْ بَيْنَ أَنْ أَنْتَقِمَ مِنْهُمْ، وَبَيْنَ أَنْ أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ، فَاخْتَارُوْا النِّقْمَةَ، فَسَلَّطَ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ، فَمَاتَ مِنْهُمْ فِيْ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا.

ترجمہ: صہیبؓ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے تو آہستہ سے کچھ کہتے تھے ــــــ اور بعض نے ہمس کے معنی کئے ہیں: دونوں ہونٹ ہلانا گویا وہ کچھ بول رہا ہے ــــــ پس آپؐ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! جب آپؐ عصر کی نماز پڑھتے ہیں تو آہستہ سے کچھ بولتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی کو ان کی امت بہت ہی پسند آئی، یعنی ان کی کثرت پر ناز ہوا، انھوں نے کہا: ان کے لئے کون کھڑا ہوگا؟ یعنی ان کا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟ پس اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ان کو اختیار دیں: اس کے درمیان کہ (خود) ان سے بدلہ لوں، اور اس کے درمیان کہ میں ان پر مسلط کروں ان کے دشمنوں کو، پس انھوں نے سزا کو پسند کیا، پس اللہ نے ان پر موت مسلط کی، پس ان میں سے ایک

دن میں ستّر ہزار مر گئے۔

۳-اصحاب الاخدود کا واقعہ

سورۃ البروج کی ابتدائی آٹھ آیتوں میں اصحاب الاخدود کا ذکر ہے، پہلے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے، اور قرآنی قسمیں مقسم بہ (دعوی) کی دلیلیں ہوتی ہیں:

ایک: بڑے بڑے ستاروں والے آسمان کی قسم کھائی ہے، جیسے زمین پر پیش آنے والے واقعات کی گواہ خود زمین ہوتی ہے، قیامت کے دن زمین کا وہ حصہ جس پر کوئی نیکی یا برائی کی گئی ہے: اس عمل کی گواہی دے گا، اور یہ مضمون حدیثوں میں مصرح ہے، اسی طرح آسمان بھی چشم دید گواہ ہے، وہ بھی ان اعمال کی گواہی دے گا جو اس کے سایہ تلے کئے گئے ہیں، بلکہ اس میں جو بڑے بڑے ستارے نصب ہیں وہ ایک طرح کے کیمرے ہیں جو واقعات کیچ کر رہے ہیں، قیامت کے دن یہ سارا ریکارڈ روبرو لایا جائے گا۔

دوم: قیامت کے دن کی قسم کھائی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے یعنی جو بالیقین آنے والی ہے، اسی دن کے لئے یہ سب ریکارڈ تیار کیا جارہا ہے، اس دن اس دنیا کے تمام معاملات کا آخری فیصلہ کیا جائے گا، پس ظالم مطمئن نہ ہوجائیں۔

سوم: شاہد (دیکھنے والے) کی قسم کھائی ہے، یعنی اصحاب الاخدود کی سزا دہی کے وقت جو ظالم موقعہ پر موجود تھے ان کی قسم کھائی ہے، وہ قیامت کے دن خود اپنے ظلم کے گواہ ہونگے، ان کے ہاتھ پیران کی حرکتوں کی گواہی دیں گے۔

چہارم: مشہود (دیکھے ہوئے) کی قسم کھائی ہے، یعنی جن مسلمانوں کی سزا کا ان ظالموں نے نظارہ کیا ہے ان مسلمانوں کی قسم کھائی ہے، تا کہ وہ مطمئن رہیں کہ ان کو قیامت کے دن انصاف ملے گا۔

پھر فرمایا: ''ناس ہو اصحاب الاخدود کا! یعنی ایندھن سے دہکتی ہوئی آگ والوں کا! جب وہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور وہ مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے، اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں کوئی عیب نہیں پایا بجز اس کے کہ وہ زبردست سزاوار حمد اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں'' یعنی ان کو اس خوبی کی سزا دی گئی ہے!

اصحاب الاخدود کا واقعہ: صحیح مسلم میں یہ واقعہ مفصل آیا ہے: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر بادشاہ کے پاس ایک کاہن (غیب کی خبریں دینے والا) تھا، اس نے بادشاہ سے کہا: مجھے کوئی ہوشیار لڑکا دو، تا کہ میں اس کو اپنا علم سکھادوں، چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا، اس کے راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا، جو اس وقت کے دین حق (مسیحیت) کا سچا پیرو تھا، اس لڑکے کی راہب کے پاس آمدورفت شروع ہوئی، اور وہ خفیہ طور پر مسلمان ہوگیا —— ایک مرتبہ اس لڑکے نے دیکھا کہ ایک شیر نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے، اور لوگ پریشان ہیں، اس نے ایک پتھر لے کر دعا کی: اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے! پھر پتھر شیر کو مارا تو وہ مر گیا، لوگوں میں اس کا بڑا چرچا

ہوا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے، ایک اندھے نے یہ بات سنی، کہتے ہیں: وہ بادشاہ کا وزیر تھا، اس نے آکر لڑکے سے کہا: اگر میری آنکھیں اچھی ہوجائیں تو میں نواز دونگا، لڑکے نے کہا: مجھے مال نہیں چاہئے، اگر تو مسلمان ہونے کا وعدہ کرے تو میں دعا کروں، اس نے وعدہ کیا، لڑکے نے دعا کی اور وہ بینا ہوکر مسلمان ہوگیا، بادشاہ کو یہ سب خبریں پہنچیں، اس نے لڑکے کو، راہب کو اور اندھے کو طلب کرلیا، جواب بینا تھا، پھر راہب اور بینا کو تو شہید کردیا، اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ اسے پہاڑ سے گرادیا جائے، مگر جو لوگ اس کو لے کر گئے تھے وہ گر کر ہلاک ہوگئے، اور لڑکا بچ آیا، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر میں غرق کردیا جائے، مگر جو ڈبونے گئے تھے وہ سب غرق ہوگئے اور لڑکا زندہ سلامت نکل گیا تو بادشاہ سخت مضطرب ہوا۔ لڑکے نے بادشاہ سے کہا: اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو بسم اللہ کہہ کر تیر مار: میں مرجاؤنگا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا شہید ہوگیا —— یہ واقعہ دیکھ کر ملک کے بہت سے عوام ایمان لے آئے، بادشاہ بدحواس ہوگیا، اس نے ارکانِ سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے دہکائیں، اور اعلان کیا کہ جو اسلام سے نہیں پھرے گا وہ نذرِ آتش کردیا جائے گا، چنانچہ سب مسلمان زندۂ جاوید بن گئے، ایک بھی دین سے نہیں پھرا۔

قَالَ: وَكَانَ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ: حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ الآخَرِ:

قَالَ: كَانَ مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوْكِ، وَكَانَ لِذٰلِكَ الْمَلِكِ كَاهِنٌ، يَكْهَنُ لَهُ، فَقَالَ الْكَاهِنُ: انْظُرُوْا إِلَيَّ غُلاَمًا فَهِمًا - أَوْ قَالَ فَطِنًا - لَقِنًا، فَأُعَلِّمَهُ عِلْمِيْ هٰذَا، فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ أَمُوْتَ، فَيَنْقَطِعَ مِنْكُمْ هٰذَا الْعِلْمُ، وَلاَ يَكُوْنَ فِيْكُمْ مَنْ يَعْلَمُهُ.

قَالَ: فَنَظَرُوْا لَهُ عَلَى مَا وَصَفَ، فَأَمَرُوْهُ أَنْ يَحْضُرَ ذٰلِكَ الْكَاهِنَ، وَأَنْ يَخْتَلِفَ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ يَخْتَلِفُ إِلَيْهِ، وَكَانَ عَلَى طَرِيْقِ الْغُلاَمِ رَاهِبٌ فِيْ صَوْمَعَةٍ، قَالَ مَعْمَرٌ: أَحْسَبُ أَنَّ أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ كَانُوْا يَوْمَئِذٍ مُسْلِمِيْنَ.

قَالَ: فَجَعَلَ الْغُلاَمُ يَسْأَلُ ذٰلِكَ الرَّاهِبَ، كُلَّمَا مَرَّ بِهِ، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ، حَتَّى أَخْبَرَهُ، فَقَالَ: إِنَّمَا أَعْبُدُ اللّٰهَ، قَالَ: فَجَعَلَ الْغُلاَمُ يَمْكُثُ عِنْدَ الرَّاهِبِ، وَيُبْطِئُ عَنِ الْكَاهِنِ، فَأَرْسَلَ الْكَاهِنُ إِلَى أَهْلِ الْغُلاَمِ: أَنَّهُ لاَيَكَادُ يَحْضُرُنِيْ، فَأَخْبَرَ الْغُلاَمُ الرَّاهِبَ بِذٰلِكَ، فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ: إِذَا قَالَ لَكَ الْكَاهِنُ: أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْ: عِنْدَ أَهْلِيْ، وَإِذَا قَالَ لَكَ أَهْلُكَ: أَيْنَ كُنْتَ؟ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّكَ كُنْتَ عِنْدَ الْكَاهِنِ.

قَالَ: فَبَيْنَمَا الْغُلاَمُ عَلَى ذٰلِكَ، إِذْ مَرَّ بِجَمَاعَةٍ مِنَ النَّاسِ كَثِيْرٍ، قَدْ حَبَسَتْهُمْ دَابَّةٌ - فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ تِلْكَ الدَّابَّةَ كَانَتْ أَسَدًا - فَأَخَذَ الْغُلاَمُ حَجَرًا، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ! إِنْ كَانَ مَايَقُوْلُ الرَّاهِبُ حَقًّا، فَأَسْأَلُكَ أَنْ أَقْتُلَهُ، ثُمَّ رَمَى، فَقَتَلَ الدَّابَّةَ، فَقَالَ النَّاسُ: مَنْ قَتَلَهَا؟ قَالُوْا: الْغُلاَمُ، فَفَزِعَ النَّاسُ، فَقَالُوْا: قَدْ عَلِمَ هٰذَا الْغُلاَمُ عِلْمًا لَمْ يَعْلَمْهُ أَحَدٌ.

قَالَ: فَسَمِعَ بِهِ أَعْمَى، فَقَالَ لَهُ: إِنْ أَنْتَ رَدَدْتَّ بَصَرِىْ فَلَكَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: لاَ أُرِيْدُ مِنْكَ هٰذَا، وَلٰكِنْ أَرَأَيْتَ إِنْ رَجَعَ إِلَيْكَ بَصَرُكَ أَتُؤْمِنُ بِالَّذِىْ رَدَّهُ عَلَيْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: فَدَعَا اللّٰهَ، فَرَدَّ عَلَيْهِ بَصَرَهُ، فَآمَنَ الْأَعْمٰى، فَبَلَغَ الْمَلِكَ أَمْرُهُمْ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ، فَأُتِىَ بِهِمْ، فَقَالَ: لَأَقْتُلَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ قِتْلَةً لاَ أَقْتُلُ بِهَا صَاحِبَهُ، فَأَمَرَ بِالرَّاهِبِ وَالرَّجُلِ الَّذِىْ كَانَ أَعْمَى، فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ عَلَى مَفْرَقِ أَحِدِهِمَا، فَقَتَلَهُ، وَقَتَلَ الآخَرَ بِقِتْلَةٍ أُخْرَى، ثُمَّ أَمَرَ بِالْغُلاَمِ، فَقَالَ: انْطَلِقُوْا بِهِ إِلَى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا، فَأَلْقُوْهُ مِنْ رَأْسِهِ، فَانْطَلَقُوْا بِهِ إِلَى ذٰلِكَ الْجَبَلِ، فَلَمَّا انْتَهَوْا بِهِ إِلَى ذٰلِكَ الْمَكَانِ الَّذِىْ أَرَادُوْا أَنْ يُلْقُوْهُ مِنْهُ: جَعَلُوْا يَتَهَافَتُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ الْجَبَلِ، وَيَتَرَدَّوْنَ، حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلاَّ الْغُلاَمُ.

قَالَ: ثُمَّ رَجَعَ، فَأَمَرَ بِهِ الْمَلِكُ أَنْ يَنْطَلِقُوْا بِهِ إِلَى الْبَحْرِ، فَيُلْقُوْنَهُ فِيْهِ، فَانْطُلِقَ بِهِ إِلَى الْبَحْرِ، فَغَرَقَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَهُ، وَأَنْجَاهُ، فَقَالَ الْغُلاَمُ لِلْمَلِكِ: إِنَّكَ لاَ تَقْتُلُنِىْ حَتَّى تَصْلُبَنِىْ، وَتَرْمِيَنِىْ، وَتَقُوْلَ إِذَا رَمَيْتَنِىْ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلاَمِ!

قَالَ: فَأَمَرَ بِهِ، فَصُلِبَ، ثُمَّ رَمَاهُ، فَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلاَمِ! قَالَ: فَوَضَعَ الْغُلاَمُ يَدَهُ عَلَى صُدْغِهِ حِيْنَ رُمِىَ، ثُمَّ مَاتَ، فَقَالَ أُنَاسٌ: لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا الْغُلاَمُ عِلْمًا مَا عَلِمَهُ أَحَدٌ، فَإِنَّا نُؤْمِنُ بِرَبِّ هٰذَا الْغُلاَمِ.

قَالَ: فَقِيْلَ لِلْمَلِكِ: أَجَزِعْتَ أَنْ خَالَفَكَ ثَلاَثَةٌ، فَهٰذَا الْعَالَمُ كُلُّهُمْ قَدْ خَالَفُوْكَ، قَالَ: فَخَدَّ أُخْدُوْدًا، ثُمَّ أَلْقَى فِيْهَا الْحَطَبَ وَالنَّارَ، ثُمَّ جَمَعَ النَّاسَ، فَقَالَ: مَنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهِ تَرَكْنَاهُ، وَمَنْ لَمْ يَرْجِعْ أَلْقَيْنَاهُ فِىْ هٰذِهِ النَّارِ، فَجَعَلَ يُلْقِيْهِمْ فِىْ تِلْكَ الْأُخْدُوْدِ.

قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْهِ: ﴿قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُوْدِ، النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾

قَالَ: فَأَمَّا الْغُلاَمُ فَإِنَّهُ دُفِنَ، قَالَ: فَيُذْكَرُ أَنَّهُ أُخْرِجَ فِىْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَإِصْبَعُهُ عَلَى صُدْغِهِ كَمَا وَضَعَهَا حِيْنَ قُتِلَ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

ترجمہ: حضرت صہیبؓ کہتے ہیں: اور جب نبی ﷺ یہ (مذکورہ) واقعہ بیان فرماتے تھے تو یہ (درج ذیل) واقعہ بھی بیان فرماتے تھے:

تشریح: اور دونوں واقعوں میں مشابہت یہ ہے کہ اس نبی کی امت پر موت مسلط کی گئی، اور ایک دن میں ستّر ہزار آدمی مرگئے: یہ عذاب نہیں تھا، بلکہ آزمائش تھی، اور امتحان وآزمائش سونے کو کندن بنادیتی ہے، اسی طرح مؤمن کی آزمائش کبھی دشمن کو مسلط کرکے کی جاتی ہے، وہ مسلمانوں کو شہید کرتے ہیں، اس طرح مؤمنین زندۂ جاوید بن جاتے

ہیں، جیسے اصحاب الاخدود نے جن مسلمانوں کو جلایا، وہ ناکام نہیں رہے، بلکہ وہ کامیاب ہوگئے!

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا، اور اس بادشاہ کے لئے ایک کاہن تھا، جو اس کو غیب کی خبریں بتایا کرتا تھا، پس اس کاہن نے کہا: میرے لئے کوئی ذہین فطین لڑکا تلاش کرو ــــ فَہِمًا اور فَطِنًا کے ایک معنی ہیں ــــ میں اس کو اپنا یہ علم سکھلا دوں، کیونکہ مجھے اپنی موت نزدیک نظر آرہی ہے، پس تم میں سے یہ علم ختم ہو جائے گا، اور تم میں کوئی ایسا شخص نہیں رہے گا جو اس علم کو جانتا ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا: پس لوگوں نے اس کے لئے ویسا ایک لڑکا تلاش کیا جیسا اس نے کہا تھا، اور اس لڑکے کو حکم دیا کہ وہ اس کاہن کے پاس حاضر ہوے، اور اس کے پاس آیا جایا کرے، چنانچہ وہ اس کے پاس آنے جانے لگا۔ اور لڑکے کے راستے میں ایک گرجا میں ایک راہب (درویش) رہتا تھا، حدیث کے راوی معمر کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ گرجوں والے اس زمانہ میں مسلمان یعنی دین حق پر تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: پس لڑکے نے اس دوریش سے پوچھنا شروع کیا، جب بھی وہ اس کے پاس سے گذرتا (کہ اس کا دین کیا ہے؟) پس برابر وہ اس کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ اس نے لڑکے کو بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہوں ــــ نبی ﷺ نے فرمایا: پس لڑکا اس درویش کے پاس ٹھہرنے لگا، اور کاہن کے پاس دیر سے جانے لگا، پس کاہن نے لڑکے کے گھر والوں کے پاس آدمی بھیجا کہ لڑکا نہیں قریب ہے کہ میرے پاس حاضر ہو یعنی لڑکا میرے پاس بہت کم آتا ہے یا تھوڑی دیر کے لئے آتا ہے، پس لڑکے نے راہب کو یہ بات بتائی، راہب نے کہا: جب تجھ سے کاہن پوچھے کہ کہاں تھا؟ تو کہہ: گھر والوں کے پاس تھا، اور جب تجھ سے تیرے گھر والے پوچھیں کہ کہاں تھا؟ تو کہہ: کاہن کے پاس تھا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: لڑکا اسی طرح شب و روز گذارتا رہا (ایک دن) اچانک وہ لوگوں کی بہت بڑی بھیڑ کے پاس سے گذرا، جن کو کسی جانور نے روک رکھا تھا ــــ بعض نے کہا: وہ جانور شیر تھا ــــ پس لڑکے نے ایک پتھر لیا، اور کہا: الٰہی! اگر وہ بات برحق ہے جو راہب کہتا ہے تو میں آپ سے چاہتا ہوں کہ میں جانور کو ماردوں! یعنی وہ میرے پتھر سے مارا جائے، پھر اس نے پتھر پھینکا، پس اس نے جانور کو مار دیا، پس لوگوں نے (ایک دوسرے سے) پوچھا: کس نے اس کو مارا؟ لوگوں نے بتلایا لڑکے نے! پس لوگ حیرت زدہ رہ گئے، اور انھوں نے کہا: یہ لڑکا کوئی ایسا علم جانتا ہے جس کو کوئی نہیں جانتا!

نبی ﷺ نے فرمایا: پس اس کے بارے میں ایک اندھے نے سنا (کہتے ہیں: وہ اندھا بادشاہ کا وزیر تھا) پس اس نے کہا: اگر تو میری بینائی لوٹا دے تو میں تجھے اتنا اور اتنا مال دونگا، لڑکے نے کہا: میں آپ سے یہ چیزیں نہیں چاہتا، بلکہ بتلائیں: اگر آپ کی طرف آپ کی بینائی لوٹ آئی تو کیا آپ اس پر ایمان لائیں گے جس نے آپ پر بینائی لوٹائی؟

اس نے کہا: ہاں! —— نبی ﷺ نے فرمایا: پس لڑکے نے دعا کی اور اللہ نے اس پر اس کی بینائی لوٹا دی، پس نابینا ایمان لے آیا، پس ان کی خبر بادشاہ کو پہنچی، اس نے آدمی بھیج کر ان لوگوں کو بلایا، پس ان کو لایا گیا، بادشاہ نے کہا: میں ضرور تم میں سے ہر ایک کو قتل کرونگا اس طرح قتل کرنا کہ اس طریقہ سے اس کے ساتھی کو قتل نہیں کرونگا یعنی ہر ایک کے لئے قتل کا نیا طریقہ اختیار کرونگا، پھر راہب اور اس آدمی کے بارے میں جو اندھا تھا: حکم دیا، پس آرہ ان دونوں میں سے ایک کی مانگ پر رکھا گیا اور اس کو قتل کر دیا، اور دوسرے کو دوسرے طریقے سے قتل کیا، پھر لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ، اور اس کو چوٹی سے گرادو، پس وہ اس کو لے کر اس پہاڑ کی طرف چلے، جب وہ اس کو لے کر اس جگہ تک پہنچے جس سے وہ اس کو گرانا چاہتے تھے تو وہ خود اس پہاڑ سے گرنے لگے اور لڑھکنے لگے، یہاں تک کہ ان میں سے لڑکے کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: پھر لڑکا لوٹا، تو بادشاہ نے اس کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو سمندر میں لے جاؤ، اور اس کو سمندر میں ڈال دو، پس اس کو سمندر میں لے جایا گیا، پس اللہ نے ڈوبا دیا ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے اور لڑکے کو بچالیا —— پس لڑکے نے بادشاہ سے کہا: تو مجھے قتل نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ مجھے سولی دے، اور مجھے تیر مارے، اور جب تو تیر مارے تو کہے: اس لڑکے کے پروردگار کے نام سے تیر مارتا ہوں! نبی ﷺ نے فرمایا: پس لڑکے کے بارے میں بادشاہ نے حکم دیا، پس وہ سولی دیا گیا، پھر بادشاہ نے اس کو تیر مارا، اور کہا: اس لڑکے کے پروردگار کے نام سے تیر مارتا ہوں!

نبی ﷺ نے فرمایا: پس لڑکے نے اپنا ہاتھ اپنی کن پٹّی پر رکھا جب وہ تیر مارا گیا، یعنی تیر کن پٹی پر لگا تو لڑکے نے زخم پر ہاتھ رکھ کر خون کو روکا، پھر وہ مر گیا، پس بہت سے لوگوں نے کہا: البتہ واقعہ یہ ہے کہ یہ لڑکا ایک ایسا علم جانتا ہے جس کو کوئی نہیں جانتا، پس ہم اس لڑکے کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں!

نبی ﷺ نے فرمایا: پس بادشاہ سے کہا گیا: کیا آپ گھبرا گئے اس سے کہ آپ کی تین شخصوں نے مخالفت کی، اب یہ ساری دنیا آپ کی مخالف ہوگئی! یعنی اب کیا کروگے؟ —— نبی ﷺ نے فرمایا: پس اس نے کھائیاں کھودیں، اور ان میں سوختہ ڈالا اور آگ لگائی، پھر لوگوں کو جمع کیا، اور کہا: جو اپنے دین سے لوٹ جائے گا ہم اس کو چھوڑ دیں گے، اور جو نہیں لوٹے گا ہم اس کو اس آگ میں ڈال دیں گے! پس اس نے ان کو کھائیوں میں ڈالنا شروع کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: اس واقعہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ناس ہو اصحاب الاخدود کا یعنی ایندھن سے دہکتی آگ والوں کا! (الی آخرہ) —— نبی ﷺ نے فرمایا: پھر وہ لڑکا دفن کر دیا گیا —— راوی کہتا ہے: پس بیان کیا جاتا ہے کہ وہ لڑکا دورِ فاروقی میں نکالا گیا یعنی کوئی شخص زمین کھود رہا تھا کہ اس لڑکے کی لاش نکل آئی درانحالیکہ اس کی انگلی اس کی کن پٹی پر تھی، جیسا اس نے اس کو رکھا تھا جب وہ قتل کیا گیا تھا (پھر لوگوں نے خط لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا حکم دریافت کیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ اس کو اسی جگہ اسی طرح دفن کر دو)

سورة الغاشية

سورۃ الغاشیہ کی تفسیر

نبی کا کام صرف نصیحت کرنا ہے، مارکر مسلمان بنانا نہیں ہے

سورۃ الغاشیہ کی (آیات ۲۱و۲۲) ہیں: ﴿فَذَكِّرْ، إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ، لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾: پس آپؐ نصیحت کریں، آپؐ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپؐ ان پر مسلط نہیں کئے گئے —— اور حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ لوگ لا إلٰہ إلا اللہ کہیں، پس جب انھوں نے یہ بات کہی تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لئے، مگر اس کلمہ کے حق کی وجہ سے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے'' پھر آپؐ نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے پہلے ابواب الایمان (حدیث ۲۶۰۴ تحفہ ۶: ۳۷۵) میں آچکی ہے، وہاں اس کی شرح کی گئی ہے)

[۷۷-] سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ

[٣٣٦٤-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّي دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ، لَّسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة الفجر

سورۃ الفجر کی تفسیر

طاق اور جفت سے کیا مراد ہے؟

سورۃ الفجر کی تیسری آیت میں جفت اور طاق کی قسم کھائی گئی ہے، جفت اور طاق سے کیا مراد ہے؟ ایک حدیث میں ہے کہ جفت سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور طاق سے مراد ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہے، اور یہاں حدیث ہے کہ اس سے نمازیں مراد ہیں: کسی نماز کی رکعتیں طاق ہیں (جیسے مغرب اور وتر کی) اور کسی کی جفت (باقی نمازوں کی) —— اور پہلی حدیث کو روایۃً بھی اصح کہا گیا ہے، اور درایۃً بھی وہ راجح ہے، کیونکہ اس سورت کے شروع میں جن چیزوں

کی قسم کھائی گئی ہے وہ سب زمانے اوراوقات کی قسم سے ہیں، پس جفت اور طاق بھی اوقات ہی کی قسم سے ہوں تو تناسب واضح رہتا ہے (بیان القرآن) (یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی مجہول ہے جو حضرت عمران سے یہ حدیث روایت کرتا ہے)

[۷۸-] سُوْرَةُ الْفَجْرِ

[۳۳۶۵-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، قَالاَ: نَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عِصَامٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم سُئِلَ عَنِ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ؟ قَالَ:" هِيَ الصَّلاَةُ: بَعْضُهَا شَفْعٌ، وَبَعْضُهَا وَتْرٌ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ، وَقَدْ رَوَاهُ خَالِدُ بْنُ قَيْسٍ أَيْضًا عَنْ قَتَادَةَ.

سورة: والشمس وضحاها

سورۃ الشّمس کی تفسیر

صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا قاتل کیسا آدمی تھا؟

حدیث: حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ تین باتیں بیان کرتے ہیں:

۱- میں نے ایک دن نبی ﷺ کو (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کا اور اس شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا جس نے اونٹنی کی کوچیں (وہ موٹا پٹھا جو چوپایے کے ٹخنے کے نیچے ہوتا ہے) کاٹی تھیں، پس آیت: ﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾ کی تفسیر میں فرمایا "اٹھ کھڑا ہوا اونٹنی (کو قتل کرنے) کے لئے ایک بدخو، طاقتور اور کنبے میں جتھے والا جیسے ابوزمعہ!"

تشریح: ابوزمعہ: روایت کرنے والے صحابی کا دادا ہے، اس کا نام اسود تھا، اسلام کا بڑا ٹھٹھا کیا کرتا تھا، مکہ میں بحالتِ کفر مرا، اور اس کا لڑکا زمعہ جو راوی صحابی کا باپ ہے: وہ بدر میں بحالتِ کفر مارا گیا، اور راوی حضرت عبداللہ بن زمعہ بن اسود حضرت عثمانؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔

۲- پھر میں نے آپؐ کو عورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا: فرمایا: "کس چیز کا ارادہ کرتا ہے تم میں سے ایک: پس مارتا ہے اپنی بیوی کو غلام کے مارنے کی طرح، اور ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے ہم بستر ہو اپنے دن کے آخر میں! یعنی بیویوں کو جانوروں کی طرح مت مارو!

۳- پھر آپؐ نے لوگوں کو نصیحت کی ان کے ہنسنے سے ریح خارج کرنے سے، پس فرمایا: "کس چیز سے ہنستا ہے تم میں سے ایک؟ کیا اس بات سے جس کو وہ خود کرتا ہے!" یعنی ریح ہر ایک خارج کرتا ہے، پھر دوسرے کے ریح خارج

کرنے پر ہنستا کیوں ہے؟

[۷۹-] سُوْرَة والشمس وضحاها

[۳۳۶۶-] حدثنا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ، قَالَ:

[۱-] سَمِعْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا، يَذْكُرُ النَّاقَةَ، وَالَّذِیْ عَقَرَهَا، فَقَالَ: ﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾: انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَارِمٌ، عَزِيْزٌ، مَنِيْعٌ فِیْ رَهْطِهِ، مِثْلُ أَبِیْ زَمْعَةَ"

[۲-] ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ النِّسَاءَ، فَقَالَ: "إِلَى مَا يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ؟ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، وَلَعَلَّهُ أَنْ يُضَاجِعَهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ"

[۳-] قَالَ: ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِیْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ، فَقَالَ:" إِلَى مَا يُضْحَكُ أَحَدُكُمْ؟ مِمَّا يَفْعَلُ؟"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة والليل إذا يغشى

سورۃ اللیل کی تفسیر

تقدیر کے دو پہلو ہیں: اللہ کی جانب کا، جو عقیدہ ہے، اور بندوں کی جانب کا، جو برائے عمل ہے

حدیث: حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنازہ میں قبرستان بقیع میں تھے، پس نبی ﷺ تشریف لائے، اور بیٹھ گئے، ہم بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھ گئے، آپؐ کے ہاتھ میں کوئی لکڑی تھی، جس سے آپؐ زمین کرید رہے تھے، پس آپؐ نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: ''کوئی بھی زندہ شخص نہیں ہے مگر اس کا ٹھکانہ لکھا جا چکا ہے!'' پس لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا پس ہم اپنے نوشتہ پر تکیہ نہ کرلیں؟ پس جو شخص نیک بختی والوں میں سے ہوگا وہ نیک بختی والے کام کرے گا، اور جو شخص بدبختی والوں میں سے ہوگا وہ بدبختی والے کام کرے گا! آپؐ نے فرمایا: (نہیں) ''بلکہ عمل کرو یعنی نیک کام کرنے کی کوشش کرو، پس ہر شخص آسان کیا ہوا ہے، رہا وہ شخص جو نیک بختوں میں سے ہے وہ آسان کیا ہوا ہے نیک بختی والے کاموں کے لئے، اور رہا وہ شخص جو بدبختوں میں سے ہے وہ آسان کیا ہوا ہے بدبختی والے کاموں کے لئے!'' پھر آپ نے سورۃ اللیل کی (آیات ۵-۱۰) پڑھیں: ''پس رہا وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں مال دیا، اور وہ اللہ سے ڈرا یعنی تقوی والی زندگی اختیار کی، اور اچھی بات یعنی کلمۂ اسلام کو اس نے سچا جانا، تو ہم اس کو آہستہ آہستہ آسانی (جنت) میں پہنچا دیں گے، اور رہا وہ شخص جس نے بخیلی کی یعنی مال میں سے حقوقِ واجبہ ادا نہیں کئے، اور اللہ سے بے پروائی اختیار

کی یعنی اللہ کے دین پر عمل نہیں کیا، اور اچھی بات کو جھٹلایا، تو ہم اس کو آہستہ آہستہ سختی (دوزخ) میں پہنچادیں گے" (یہ حدیث سعد کے شاگرد سلیمان اعمش کی سند سے پہلے مختصراً (حدیث ۲۱۳۶ تحفہ ۵: ۴۹۳ ابواب القدر میں) آچکی ہے)

تشریح: نبی ﷺ نے پہلے تقدیر کا مسئلہ اللہ کی جانب سے پیش کیا ہے کہ کوئی امر منتظر نہیں ہے، ہر معاملہ ازل سے طے شدہ ہے، پھر جب سوال پیدا ہوا تو آپ نے لوگوں کی توجہ دوسری طرف پھیری کہ ہمیں تقدیر کا معاملہ اپنی طرف سے دیکھنا چاہئے، ہمارے حق میں تقدیر معلق ہے، ہم دونوں طرح کے عمل کا جزوی اختیار رکھتے ہیں، اور جو رخ ہم اختیار کرتے ہیں اس میں اللہ کی طرف سے مدد کی جاتی ہے، دنیوی معاملات میں ہر شخص ایسا ہی کرتا ہے، نوشتہ تقدیر پر تکیہ کر کے نہیں بیٹھا رہتا، پھر ایمان و عمل کے معاملہ میں ایسا کیوں نہ کیا جائے! (باقی تقدیر کے مسئلہ کی تفصیل ابواب القدر کے شروع میں آچکی ہے)

[۸۰-] سُوْرَة وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى

[۳۳۶۷-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ، عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرحمنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِيْ الْبَقِيْعِ، فَأَتَى النبيُّ صلى الله عليه وسلم، فَجَلَسَ، وَجَلَسْنَا مَعَهُ، وَمَعَهُ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهِ فِيْ الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: "مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ إِلاَّ قَدْ كُتِبَ مَدْخَلُهَا!" فَقَالَ الْقَوْمُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَفَلاَ نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا؟ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَهُوَ يَعْمَلُ لِلسَّعَادَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَإِنَّهُ يَعْمَلُ لِلشَّقَاءِ! قَالَ: "بَلِ اعْمَلُوْا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ: أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ، فَإِنَّهُ مُيَسَّرٌ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَإِنَّهُ مُيَسَّرٌ لِعَمَلِ الشَّقَاءِ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى، فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى، وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى، وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى، فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سورة والضحى

سورۃ الضحیٰ کی تفسیر

آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا نہ بیزار ہوئے

حدیث: حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ دو باتیں بیان کرتے ہیں:

۱- میں ایک لشکر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا، پس آپ کی انگلی خون آلود ہوگئی، پس آپ نے فرمایا:

نہیں ہے تو مگر ایک ایسی انگلی جوخون آلود ہوگئی ہے ۞ اور راہِ خدا میں ہے وہ جس سے تو نے ملاقات کی ہے

تشریح: غار کے معروف معنی ہیں: پہاڑ کی کھوہ، اور اس کے غیر معروف معنی ہیں: بڑا مجمع، لشکرِ جرار، یہاں یہی معنی مناسب ہیں، کیونکہ بخاری (حدیث ۲۸۰۲) میں حضرت جندب ہی کی حدیث میں ہے: إن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان فی بعض المشاهد، وقد دَمِيَتْ إِصْبَعُه: نبی ﷺ کسی جنگ میں تھے، اور آپؐ کی انگلی خون آلود ہوگئی۔ اور بخاری (حدیث ۶۱۴۶) میں حضرت جندب ہی کی حدیث میں ہے: بینما النبی صلی الله لعیه وسلم یمشی إذا أصابه حَجَرٌ، فَعَثَرَ، فَدَمِيَتْ إِصْبَعُه: اس درمیان کہ نبی ﷺ چل رہے تھے: اچانک آپؐ کو پتھر لگا، پس آپ لڑکھڑائے، پس آپؐ کی انگلی خون آلود ہوگئی۔

۲- حضرت جندبؓ کہتے ہیں: اور جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کے پاس آنے میں دیر کی، پس مشرکوں نے کہا: محمد چھوڑ دیئے گئے! پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾: آپؐ کے رب نے نہ تو آپ کو چھوڑا نہ وہ بیزار ہوئے!

تشریح: یہ فترتِ وحی کا واقعہ نہیں ہے، تاخیرِ وحی کے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہیں، اور بخاری میں حضرت جندب کی اسی روایت میں ہے کہ ایک دو رات آپؐ تہجد کے لئے نہیں اٹھے تو آپؐ کی کافر چچی ام جمیل (ابولہب کی بیوی) نے طعنہ دیا، اس پر یہ آیت اتری۔

[۸۱-] سُوْرَةُ والضُّحٰى

[۳۳۶۸-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدُبٍ البَجَلِيِّ، قَالَ:

[۱-] كُنْتُ مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَارٍ، فَدَمِيَتْ إِصْبَعُهُ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ ۞ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

[۲-] قَالَ: وَأَبْطَأَ عَلَيْهِ جِبْرَئِيْلُ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: قَدْ وُدِّعَ مُحمدٌ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبَارَكَ وَتعَالَى: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ.

ومن سورة ألم نشرح

سورۃ الم نشرح کی تفسیر

شرح صدر کا بیان

سورۃ الم نشرح کی پہلی آیت ہے: ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ؟﴾: کیا ہم نے آپؐ کی خاطر آپؐ کا سینہ نہیں

کھول دیا؟ —— شرح کے لفظی معنی: کھولنے کے ہیں، اور سینہ کو کھولنا: اس کو علوم و معارف کے لئے وسیع کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، سورۃ الانعام (آیت ۱۲۵) میں ہے: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَّهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلإِسْلَامِ﴾: پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ راہِ ہدایت پر ڈالنا چاہتے ہیں: اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں —— نبی ﷺ کے سینۂ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے علوم و معارف کے لئے ایسا وسیع کر دیا تھا کہ آپؐ کے بیان کئے ہوئے علوم نے کتب خانے بھر دیئے! —— اور روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ فرشتوں نے معراج کے موقعہ پر بہ حکم الٰہی سینۂ مبارک کو ظاہری طور پر بھی چاک کر کے صاف کیا، پھر علم و حکمت سے بھر دیا، بعض مفسرین نے شرح صدر سے یہی معجزۂ شق صدر مراد لیا ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ: حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں —— جو ان کے خاندان کے ایک آدمی ہیں —— کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا: ''دریں اثنا کہ میں بیت اللہ کے پاس کچھ سویا اور کچھ بیدار تھا کہ اچانک میں نے کسی کہنے والے کو سنا: ''تین کے درمیان کا ایک'' (آپؐ، حضرت حمزہ اور حضرت جعفر سوئے ہوئے تھے، آپؐ درمیان میں تھے) پس میرے پاس سونے کی چلفچی لائی گئی، جس میں زمزم کا پانی تھا، پس میرا سینہ کھولا گیا یہاں سے یہاں تک —— قتادہ نے حضرت انسؓ سے پوچھا: یہاں تک سے کیا مراد ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا: میرے پیٹ کے نیچے تک —— نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس میرا دل نکالا گیا، پس اس کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اس کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا، پھر وہ ایمان و حکمت سے لبریز کر دیا گیا'' اور حدیث میں لمبا مضمون ہے (یہ معراج کی لمبی حدیث ہے اور متفق علیہ ہے)

[۸۲-] وَمِنْ سُوْرَةِ أَلَمْ نَشْرَحْ

[۳۳۶۹-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ – رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ – أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ''بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ، بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ، إِذْ سَمِعْتُ قَائِلاً يَقُوْلُ: أَحَدُ بَيْنَ الثَّلَاثَةِ، فَأُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ، فِيْهَا مَاءُ زَمْزَمَ، فَشُرِحَ صَدْرِيْ إِلَى كَذَا وَكَذَا – قَالَ قَتَادَةُ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: مَا يَعْنِيْ؟ قَالَ: إِلَى أَسْفَلِ بَطْنِيْ قَالَ: فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِيْ، فَغُسِلَ قَلْبِيْ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ أُعِيْدَ مَكَانَهُ، ثُمَّ حُشِيَ إِيْمَانًا وَّحِكْمَةً'' وفي الحديثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ هِشَامٌ الدَّسْتَوائِيُّ وَهَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، وَفِيْهِ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ.

ومن سورة والتين

سورۃ التین کی تفسیر

سورت کی آخری آیت کا جواب

حدیث: اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں: میں نے ایک بدّو سے سنا: وہ کہتا ہے: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا درانحالیکہ وہ اس کو روایت کررہے تھے، یعنی ابو ہریرہؓ نے اس کو نبی ﷺ سے روایت کیا ہے، ان کی اپنی بات نہیں ہے (اور ابو داؤد (حدیث ۸۸۶) میں ہے: قَالَ: سمعتُ أَعرابيا يقول: سمعتُ أبا هريرة يقولُ: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إلخ) نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سورۃ التین پڑھے، پس: ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ؟﴾ پڑھے تو چاہئے کہ کہے: بلیٰ، وأنا على ذلك مِنَ الشاهدين! کیوں نہیں اور میں اس پر گواہ ہوں کہ وہ احکم الحاکمین ہیں (اور ابوداؤد کی روایت میں دیگر آیتوں کے جواب بھی ہیں)

تشریح: جواب طلب آیتوں کا جواب دینا مستحب ہے، خارج صلوٰۃ زبان سے جواب دے، اور نماز میں دل میں جواب دے، اور پہلے سورۃ الرحمٰن کی تفسیر میں بھی جواب دینے کی حدیث گذری ہے۔

[۸۳-] وَمِنْ سُوْرَةِ وَالتِّيْنِ

[۳۳۷۰-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلاً بَدَوِيًّا أَعْرَابِيًّا، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَرْوِيْهِ، يَقُوْلُ:" مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ، فَقَرَأَ﴿ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ﴾ فَلْيَقُلْ: بَلَى، وَأَنَا عَلَى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ"

هٰذَا حديثٌ إِنَّمَا يُرْوَى بِهٰذَا الإِسْنَادِ، عَنْ هٰذَا الْأَعْرَابِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَلاَ يُسَمَّى.

ومن سورة إقرأ باسم ربك

سورۃ العلق کی تفسیر

اللہ کے سپاہیوں سے مراد فرشتے ہیں

سورۃ العلق کی (آیت ۱۷و۱۸) ہیں: ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ، سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾: پس چاہئے کہ وہ اپنی محفل کو بلالے، ہم بھی اپنے سپاہیوں کو بلالیں گے ـــــ النَّادي: مجلس (جس میں لوگ مشورہ یا دیگر اغراض کے لئے جمع ہوتے ہیں) بزم، محفل، کلب......الزَّبانية: اصل میں سپاہیوں کو کہتے ہیں، مراد مخصوص فرشتے ہیں جو دوزخیوں کو آگ میں دھکیلیں

گے ــــــ ان آیتوں کا شانِ نزول یہ ہے:

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے: ﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا: بخدا! اگر میں نے محمد کو (کعبہ کے پاس) نماز پڑھتے دیکھا تو ضرور میں اس کی گردن کو روندونگا! پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ ایسا کرتا تو ضرور اس کو فرشتے برملا پکڑ لیتے!'' (یہ بخاری کی روایت ہے)

حدیث (۲): حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ (کعبہ کے پاس) نماز پڑھ رہے تھے، پس ابوجہل آیا، اور اس نے کہا: کیا میں نے تجھے اس سے (کعبہ کے پاس نماز پڑھنے سے) منع نہیں کیا؟ کیا میں نے تجھے اس سے منع نہیں کیا؟ کیا میں نے تجھے اس سے منع نہیں کیا؟ پس نبی ﷺ (اس کی طرف) پلٹے، اور اس کو ڈانٹا، پس ابوجہل نے کہا: بیشک تو جانتا ہے کہ مکہ میں مجھ سے بڑی محفل والا کوئی نہیں! پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''پس چاہئے کہ وہ اپنی محفل کو بلالے، ہم اپنے سپاہیوں کو بلائیں گے!'' حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: اگر وہ اپنی محفل کو بلاتا تو ضرور اس کو اللہ کے سپاہی پکڑ لیتے!

[٨٤-] وَمِنْ سُوْرَةِ إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ

[٣٣٧١-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: ﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ قَالَ: قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: لَئِنْ رَأَيْتُ مُحمدًا يُصَلِّي لَأَطَأَنَّ عَلَى عُنُقِهِ! فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "لَوْ فَعَلَ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عِيَانًا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

[٣٣٧٢-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ، نَا أَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْ، فَجَاءَ أَبُوْ جَهْلٍ، فَقَالَ: أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هٰذَا؟ أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هٰذَا؟ أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هٰذَ؟ فَانْصَرَفَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم فَزَبَرَهُ، فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا بِهَا نَادٍ أَكْثَرُ مِنِّيْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تبارَكَ وَتعالَى: ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ، سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَاللّٰهِ! لَوْ دَعَا نَادِيَهُ لَأَخَذَتْهُ زَبَانِيَةُ اللّٰهِ! هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ، وَفِيْهِ عَنْ أَبِيْ هريرةَ.

ومن سورة ليلة القدر

سورۃ القدر کی تفسیر

۱- کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا!

حدیث: یوسف بن سعد جو مجہول راوی ہے، کہتا ہے: ایک شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف کھڑا ہوا،

ان کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے بعد، پس اس نے کہا: آپؓ نے مسلمانوں کے منہ کالے کر دیئے! یا کہا: اے مسلمانوں کے چہروں کو سیاہ کرنے والے! پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ مجھے ملامت نہ کریں، اللہ آپ پر رحم فرمائیں! کیونکہ نبی ﷺ بنو امیہ کو اپنے منبر پر دکھلائے گئے ہیں (یہ ایک خواب ہے، آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنو امیہ کے بادشاہ یکے بعد دیگرے منبر نبوی پر چڑھتے ہیں اور اترتے ہیں) پس آپؐ کو یہ بات ناگوار ہوئی، چنانچہ آیت: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ نازل ہوئی یعنی اے محمد! ہم نے آپؐ کو کوثر یعنی جنت کی ایک نہر عطا فرمائی۔ کوثر کے معنی خیر کثیر کے بھی ہیں یعنی اگر چند روز بنو امیہ برسر اقتدار رہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ان کے بعد آپؐ ہی کا خاندان بنو ہاشم برسر اقتدار آئے گا (بنو عباس بھی بنو ہاشم ہیں) اور یہ آیات نازل ہوئیں: ''بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل فرمایا ہے، اور کیا آپ جانتے ہیں کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے!'' یعنی اے محمد! اس رات کے بقدر آپؐ کے بعد بنو امیہ حکومت کے مالک ہونگے —— حدیث کا راوی قاسم بن الفضل کہتا ہے: پس ہم نے اس اقتدار کو شمار کیا، پس اچانک وہ ایک ہزار مہینے تھا، نہ زیادہ نہ کم! یعنی بنو امیہ کی حکومت اتنی ہی مدت رہی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو تختِ اقتدار سے اتار دیا، اور ان کی جگہ بنو عباس برسر اقتدار آئے۔

تشریح: یہ آیتوں کی تفسیر نہیں، بلکہ آیتوں کے ساتھ کھلواڑ ہے، اور یہ کھلواڑ شاید یوسف بن سعد نے کیا ہے، معلوم نہیں یہ کون شخص تھا! کاش امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کو بیان نہ کرتے، ﴿أَنْزَلْنَاهُ﴾ کی ضمیر کا مرجع قرآنِ کریم ہے، بنو امیہ کا اقتدار نہیں —— اور ایسا ہی ایک کھلواڑ لوگوں نے سورۃ المدثر کی آیت ۳۰ ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ کے ساتھ کیا ہے، انھوں نے انیس کے عدد سے نہ معلوم کیا کیا گل کھلائے ہیں! —— اور بنو امیہ کی حکومت کا زمانہ اول تو ٹھیک اس مدت تک نہیں رہا، لیکن اگر مان لیا جائے تو وہ محض اتفاق ہے، آیتِ پاک سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

[۸۵-] وَمِنْ سُوْرَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

[۳۳۷۳-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، نَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، بَعْدَ مَا بَايَعَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: سَوَّدْتَّ وُجُوْهَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَوْ: يَا مُسَوِّدَ وُجُوْهِ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَقَالَ: لاَتُؤَنِّبْنِيْ، رَحِمَكَ اللّٰهُ! فَإِنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أُرِيَ بَنِيْ أُمَيَّةَ عَلَى مِنْبَرِهِ، فَسَاءَهُ ذٰلِكَ، فَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ يا مُحمدُ! يَعْنِيْ نَهْرًا فِي الْجَنَّةِ، وَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾: يَمْلِكُهَا بَعْدَكَ بَنُوْ أُمَيَّةَ يا مُحمدُ! قَالَ الْقَاسِمُ: فَعَدَدْنَاهَا، فَإِذَا هِيَ أَلْفُ شَهْرٍ، لاَتَزِيْدُ يَوْمًا وَلاَ تَنْقُصُ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنعرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ، وَقَدْ قِيْلَ: عَنِ

الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَازِنٍ، وَالْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ: هُوَ ثِقَةٌ، وَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَيُوْسُفُ بْنُ سَعْدٍ: رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ، وَلاَ نَعْرِفُ هٰذَا الحديثَ عَلَى هٰذَا اللَّفْظِ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

۲-شبِ قدر سال بھر میں دائر ہے یا رمضان بھر میں؟

حدیث: زِر بن حُبیش کہتے ہیں: میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کے برادر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''جو شخص سال بھر نفلیں پڑھے گا: وہ شب قدر کو پالے گا'' (اس سے معلوم ہوا کہ شب قدر سال بھر میں دائر ہے، کبھی وہ رمضان سے باہر بھی ہوتی ہے) حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن (ابن مسعودؓ) کی مغفرت فرمائیں! بخدا! وہ یقیناً جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، اور یہ کہ وہ ستائیسویں رات ہے، مگر وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اس پر تکیہ نہ کرلیں (بلکہ سال بھر نفلیں پڑھیں، اس لئے وہ بات فرمائی ہے) پھر حضرت ابیؓ نے استثناء کئے بغیر یعنی ان شاء اللہ کہے بغیر قسم کھائی کہ وہ ستائیسویں رات ہے'' —— زر کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: اے ابوالمنذر! کس دلیل سے آپ یہ بات کہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: ''اس نشانی سے جو ہمیں نبی ﷺ نے بتلائی ہے —— یا فرمایا: علامت سے —— کہ اس دن سورج نکلے گا درانحالیکہ اس میں کرنیں نہیں ہونگی'' (یہ روایت پہلے (حدیث ۷۸۴ کتاب الصوم، تحفہ ۳: ۱۷۰ میں) آچکی ہے، اور وہاں اس کی شرح بھی کی گئی ہے)

[۳۳۷۴-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِيْ لُبَابَةَ، وَعَاصِمٍ، سَمِعَا زِرَّبْنَ حُبَيْشٍ يَقُوْلُ: قُلْتُ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: إِنَّ أَخَاكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ: مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ: يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، قَالَ: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِأَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِيْ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ، وَلٰكِنَّهُ أَرَادَ أَنْ لاَيَتَّكِلَ النَّاسُ، ثُمَّ حَلَفَ – لاَيَسْتَثْنِيْ – أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: بِأَيِّ شَيْئٍ تَقُوْلُ ذٰلِكَ، يَا أَبَا الْمُنْذِرِ؟ قَالَ: "بِالآيَةِ الَّتِيْ أَخْبَرَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم – أَوْ: بِالْعَلاَمَةِ – أَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لاَشُعَاعَ لَهَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

ومن سورة لم يكن

سورۃ البینہ کی تفسیر

بہترینِ خلائق کون لوگ ہیں؟

سورۃ البینہ کی (آیت ۷) ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے: وہ لوگ بہترین خلائق ہیں ——

اس آیت کی رو سے ہر نیک مؤمن بہترین خلائق ہے۔اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص نے نبی ﷺ کو خطاب کیا کہ اے مخلوقات میں سب سے بہتر! تو آپؐ نے فرمایا: ''وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں'' —— یہ مسلم شریف کی روایت ہے اور یہ بات بابِ تواضع (خاکساری) سے ہے، آدمی کو چاہئے کہ خود کو لمبا نہ کھینچے، اور اگر کوئی تعریف میں ایسی ویسی بات کہہ دے تو دوسرے کو اس کا مستحق ٹھہرادے۔

[۸۶-] وَمِنْ سُوْرَةِ لم يكن

[۳۳۷۵-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنِ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: قَالَ رَجُلٌ لِلنبيِّ صلى الله عليه وسلم: يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ! قَالَ: ''ذَاكَ إِبْرَاهِيْمُ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

ومن سورة إذا زلزلت

سورۃ الزلزال کی تفسیر

قیامت کے دن زمین اپنی باتیں بیان کرے گی

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾: زمین قیامت کے دن اپنی باتیں بیان کرنے لگے گی، نبی ﷺ نے پوچھا: جانتے ہو وہ باتیں کیا ہیں؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں! آپ نے فرمایا: ''اس کی خبریں یہ ہیں کہ زمین ہر مرد و زن کے بارے میں گواہی دے گی ان کاموں کی جو اس کی پیٹھ پر کئے گئے ہیں، وہ کہے گی: فلاں دن اس نے یہ اور یہ کیا ہے، یہی اس کی باتیں ہیں'' (یہ حدیث پہلے (حدیث ۲۴۲۳ تحفہ ۶: ۲۰۰ میں) آچکی ہے)

[۸۷-] وَمِنْ سُوْرَةِ إِذَا زلزلت

[۳۳۷۶-] حدثنا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، نَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا أَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: '' فَإِنَّ أَخْبَارَهَا: أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ وَأَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا، تَقُوْلُ: عَمِلَ يَوْمَ كَذَا: كَذَا وَكَذَا، فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا'' هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

ومن سورة ألهاكم التكاثر

سورۃ التکاثر کی تفسیر

۱-غلط طریقوں سے مال ودولت جمع کرنے کی مذمت

حدیث: حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے، آپؐ سورۃ التکاثر پڑھ رہے تھے، آپؐ نے فرمایا: ''انسان کہتا ہے: یہ میرا مال ہے، وہ میرا مال ہے، حالانکہ نہیں ہے تیرے لئے تیرے مال میں سے مگر وہ جو تو نے صدقہ کردیا، پس اس کو آگے بھیج دیا، یا جس کو تو نے کھالیا، پس اس کو ختم کردیا، یا تو نے اس کو پہن لیا، پس اس کو پرانا کردیا!'' اور مسلم کی روایت میں اضافہ ہے: ''اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے، اور تو اس کو لوگوں (وارثوں) کے لئے چھوڑنے والا ہے''

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ التکاثر پڑھ کر فرمایا: تکاثُرُ الأموال: جمعُها من غير حقها، ومنعُها من حقها، وشدُّها في الأوعية: تکاثر: مال کو ناجائز طریقوں سے حاصل کرنا، اور مال میں جو اللہ کے حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں خرچ نہ کرنا، اور برتنوں میں باندھ کر رکھ لینا ہے (قرطبی) پس اگر جائز ناجائز کا خیال رکھ کر مال حاصل کیا جائے، اور اس میں سے اللہ کے حقوق ادا کئے جائیں تو مال کی یہ زیادتی مذموم نہیں۔

[۸۸-] وَمِنْ سُوْرَةِ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ

[۳۳۷۷-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ قَالَ: "يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ: مَالِيْ، مَالِيْ، وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ، أَوْ أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲-سورۃ التکاثر سے عذابِ قبر کا ثبوت

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم برابر عذابِ قبر کے سلسلہ میں تردد میں رہے، یہاں تک کہ سورۃ التکاثر نازل ہوئی (پس تردد ختم ہوگیا — اور امام ترمذیؒ کے استاذ ابوکریب: کبھی سند میں عمرو بن قیس کے بعد حجاج بن ارطاۃ کا ذکر کرتے تھے اور کبھی ابن ابی لیلیٰ صغیر کا، اور یہ دونوں ہی راوی ضعیف ہیں، پس یہ حدیث ضعیف ہے)

تشریح: سورۃ التکاثر کی ابتدائی دو آیتوں کی ایک تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ تکاثر (مال کی فراوانی کا جذبہ) لوگوں کو اس

درجہ غافل کئے رہتا ہے کہ جب وہ کسی جنازہ کو لے کر دفن کرنے کے لئے قبرستان جاتے ہیں تو وہاں بھی کاروبار کی باتیں کرتے ہیں، یہ تفسیر صحیح نہیں، زیارتِ قبور: موت سے کنایہ ہے، یعنی انسان تاحیات مال ودولت کے پیچھے توانیاں صرف کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قبر کے گھڑے میں پہنچ جاتا ہے، پھر وہاں پہنچتے ہی آخرت سے غفلت کا مزہ چھکنا پڑتا ہے۔

پھر فرمایا: ''ہرگز نہیں، تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی یعنی مرتے ہی) معلوم ہوجائے گا، پھر (کہتا ہوں:) ہرگز نہیں، تمھیں بہت جلد معلوم ہوجائے گا (پھر تیسری بار کہتا ہوں:) ہرگز نہیں، کاش تم یقینی طور پر جان لیتے (یہ عذاب قبر کا ذکر ہے) بخدا! تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے، پھر (دوبارہ کہتا ہوں:) بخدا! تم اس کو دیکھو گے ایسا دیکھنا جو خود یقین ہے، پھر بخدا! اس روز تم سے ضرور نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا (یہ آخرت کے احوال کا بیان ہے) —— غرض: یہ سورت عذاب قبر اور عذاب آخرت کے بیان پر مشتمل ہے۔

[۳۳۷۸-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ الرَّازِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِيْ قَيْسٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ المِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا زِلْنَا نَشُكُّ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ، حَتَّى نَزَلَتْ: ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ قَالَ أَبُوْ كُرَيْبٍ مَرَّةً: عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِيْ قَيْسٍ، عَنْ ابنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنِ الْمِنْهَالِ، هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

۳-امت کو خوش حالی کی بشارت

ایک حدیث: دو سندوں سے ذکر کرتے ہیں: پہلی سند سفیان بن عیینہ کی ہے، انھوں نے سند حضرت زبیرؓ تک پہنچائی ہے اور دوسری سند: ابوبکر بن عیاش کی ہے، انھوں نے سند حضرت ابو ہریرہؓ تک پہنچائی ہے، امام ترمذیؒ نے ابن عیینہ کی سند کو ان کے احفظ ہونے کی وجہ سے ترجیح دی ہے۔

حدیث (۱): حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ قیامت کے روز ضرور تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا! تو حضرت زبیرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کونسی نعمتوں کے بارے میں ہم سے پوچھا جائے گا، فی الحال تو ہمارے پاس کھانے کے لئے دو سیاہ چیزیں: کھجور اور پانی ہی ہیں؟ یعنی یہ تو کوئی ایسی نعمتیں نہیں ہیں جن کا حساب دینا پڑے، آپؐ نے فرمایا: ''سنو! عنقریب تمھیں نعمتیں ملیں گی!''

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''پھر تم ضرور پوچھے جاؤ گے قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں!'' تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کونسی نعمتوں کے بارے میں ہم سے پوچھا جائے گا، فی الحال تو ہمیں دو سیاہ چیزیں (کھجور اور پانی) ہی میسر ہیں، اور دشمن سر پے کھڑا ہے، اور ہماری تلواریں کندھوں پر ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: ''بیشک وہ نعمتیں (جن کا آیت میں ذکر ہے) تمہیں حاصل ہونگی!''

[۳۳۷۹-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ قَالَ الزُّبَيْرُ: يَارسولَ اللّٰهِ! وَأَيُّ النَّعِيْمِ نُسْأَلُ عَنْهُ، وَإِنَّمَا هُمَا الْأَسْوَدَانِ: التَّمْرُ وَالْمَاءُ؟ قَالَ: '' أَمَا إِنَّهُ سَيَكُوْنُ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۳۳۸۰-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ قَالَ النَّاسُ: يَارسولَ اللّٰهِ! عَنْ أَيِّ النَّعِيْمِ نُسْأَلُ، وَإِنَّمَا هُمَا الْأَسْوَدَانِ، وَالْعَدُوُّ حَاضِرٌ، وَسُيُوْفُنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا؟ قَالَ: '' إِنَّ ذٰلِكَ سَيَكُوْنُ''

وَحَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحمدِ بْنِ عَمْرٍو عِنْدِيْ أَصَحُّ مِنْ هٰذَا، سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَحْفَظُ، وَأَصَحُّ حَدِيْثًا مِنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ.

۴-وہ نعمتیں جن کا حساب دینا ہوگا

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلی وہ چیز جس کے بارے میں پوچھا جائے گا یعنی بندے سے نعمتوں کے بارے میں کہا جائے گا: کیا ہم نے تیرے لئے تیرے بدن کو درست نہیں کیا تھا؟ اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟ (یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا حساب دینا ہوگا)

[۳۳۸۱-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا شَبَابَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنِ الضَّحَاكِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَرْزَمٍ الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - يَعْنِي الْعَبْدُ مِنَ النَّعِيْمِ - أَنْ يُقَالَ: أَلَمْ نَصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ؟ وَنُرْوِيْكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ؟ ''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَالضَّحَّاكُ: هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَرْزَبٍ، وَيُقَالُ ابْنُ عَرْزَمٍ، وابْنُ عَرْزَمٍ أَصَحُّ.

وضاحت: ضحاک کے دادا کے نام میں اختلاف ہے، امام ترمذیؒ نے عَرْزَم کو ترجیح دی ہے، مگر تقریب میں عَرْزَبْ کولیا ہے۔

ومن سورة الكوثر

سورۃ الکوثر کی تفسیر

حوض کوثر کے احوال

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشادِ پاک: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾: کی تفسیر میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ جنت میں ایک نہر ہے'' — حضرت انسؓ کہتے ہیں: پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی، اس کے دونوں کنارے موتی کے گنبد ہیں، میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ وہ کوثر ہے جو اللہ نے آپؐ کو عطا فرمائی ہے''

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''دریں اثنا کہ میں جنت میں چل رہا تھا، اچانک میرے سامنے ایک نہر آئی، اس کے دونوں کنارے موتی کے گنبد تھے، میں نے فرشتہ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ وہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے'' — نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر فرشتے نے مٹی کی طرف اپنا ہاتھ مارا، پس اس میں سے مشک کی شکل میں مٹی نکالی، پھر میرے لئے سدرۃ المنتہی (باڑ کی بیری کا درخت) اٹھایا گیا یعنی دکھایا گیا، پس میں نے اس کے پاس بڑا نور دیکھا''

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوثر جنت میں ایک نہر ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، اور اس کا بہاؤ موتی اور یاقوت پر ہے، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اور برف سے زیادہ سفید ہے''

تشریح: حوض اور کوثر ایک چیز ہیں، اور اس کی تفصیلات ابواب صفۃ الجنہ (باب ۱۳ تحفہ ٦: ۲۱۵) میں آچکی ہیں، اور سدرۃ المنتہی کا تذکرہ اسی جلد میں سورۃ النجم کی تفسیر میں آیا ہے — یہاں یاد رکھنے کی خاص بات یہ ہے کہ کوثر کے لغوی معنی خیر کثیر کے ہیں، اور حوض کوثر اس کا ایک فرد ہے جو آخرت میں آپؐ کو ملے گا، علاوہ ازیں اس دنیا میں بھی اللہ نے آپؐ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے، اور سب سے بڑی خوبی:

ایک نامِ مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ❁ ورنہ پنہاں ہر عروج میں زوال ہے

[۸۹-] وَمِنْ سُوْرَةِ الْكَوْثَرِ

[۳۳۸۲-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾: أَنَّ النبیَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" هُوَ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ" قَالَ: فَقَالَ النبیُّ

صلى الله عليه وسلم:" رَأَيْتُ نَهرًا فِي الْجَنَّةِ، حَافَتَيْهِ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ، قُلْتُ: مَا هٰذَا يَاجِبْرَائِيلُ؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِىْ أَعْطَاكَهُ اللّٰهُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٣٣٨٣-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، نَا الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "بَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ فِي الْجَنَّةِ، إِذْ عُرِضَ لِيْ نَهْرٌ، حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ، قُلْتُ لِلْمَلَكِ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِىْ أَعْطَاكَهُ اللّٰهُ" قَالَ:" ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى طِيْنَةٍ، فَاسْتَخْرَجَ مِسْكًا، ثُمَّ رُفِعَتْ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهى، فَرَأَيْتُ عِنْدَهَا نُوْرًا عَظِيْمًا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ.

[٣٣٨٤-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا مُحمدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ، حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ، وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوْتِ، تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، وَمَاؤُهُ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، وَأَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

ومن سورة الفتح

سورۃ النصر کی تفسیر

سورۃ النصر کے ذریعہ آپ ﷺ کو قربِ وفات کی اطلاع دی گئی ہے

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے صحابہ کی موجودگی میں (علمی باتیں) پوچھا کرتے تھے، پس ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ ان سے پوچھتے ہیں جبکہ ہمارے بھی ان جیسے بیٹے ہیں؟ ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس حضرت عمرؓ نے ان کو جواب دیا: بیشک اس کا علمی مقام وہ ہے جو آپ جانتے ہیں، پھر حضرت عمرؓ نے ان سے یعنی ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہوجائے (کا کیا مطلب ہے؟) یعنی اس کا ماسیق لاجلہ الکلام کیا ہے؟ میں نے کہا: وہ نبی ﷺ کا مقررہ وقت ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے (اس سورت کے ذریعہ) آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دیدی ہے، اور ابن عباس نے سورت آخر تک پڑھی (آخری آیت میں آپ ﷺ کو آخرت کی تیاری کرنے کا حکم ہے) پس ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! نہیں جانتا میں اس سورت سے مگر وہ بات جو تم جانتے ہو یعنی میرے نزدیک بھی اس سورت کے نزول کا یہی مقصد ہے۔

[۹۰-] وَمِنْ سُوْرَةِ الفتح

[۳۳۸۵-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَسْأَلُنِیْ مَعَ أَصْحَابِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: أَتَسْأَلُهُ، وَلَنَا بَنُوْنٌ مِثْلُهُ؟ قَالَ: فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ، فَسَأَلَهُ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَقُلْتُ: إِنَّمَا هُوَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ، وَقَرَأَ السُّوْرَةَ إِلَى آخِرِهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: وَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِیْ بِشْرٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: أَتَسْأَلُهُ وَلَنَا ابْنٌ مِثْلُهُ؟ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: پہلی روایت میں بنون (جمع) ہے اور دوسری روایت میں ابن (مفرد) ہے، دونوں روایتوں میں بس اتنا ہی فرق ہے۔

ومن سورة تبت

سورۃ اللھب کی تفسیر

سورۃ اللھب کا شانِ نزول

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھے، اور پکارا: ہائے صبح کے وقت آنے والی آفت! پس قریش آپؐ کے پاس اکٹھا ہوئے (آنے والی مصیبت کی خبر سننے کے لئے) پس آپؐ نے فرمایا: ''میں تم کو سخت عذاب سے پیشگی ڈراتا ہوں! بتلاؤ! اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن شام کو حملہ کرنے والا ہے یا صبح کو حملہ کرنے والا ہے: تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟'' پس ابولہب نے کہا: کیا اسی کے لئے تو نے ہمیں اکٹھا کیا ہے؟ تیرا ناس ہو! پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں! اور وہ برباد ہو!''

[۹۱-] وَمِنْ سُوْرَةِ تبت

[۳۳۸۶-] حدثنا هَنَّادٌ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، قَالَا: نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، نَا الأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَعِدَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الصَّفَا، فَنَادَى: "يَاصَبَاحَاهْ!" فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ، فَقَالَ: " إِنِّیْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ! أَرَأَيْتُمْ: لَوْ

أَنِّي أَخبَرْتكُمْ: أَنَّ الْعَدُوَّ مُمَسِّيكُمْ، أَوْ مُصَبِّحُكُمْ، أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِّي؟" فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ: أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ تَبًّا لَكَ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

ومن سورة الإخلاص

سورۃ الاخلاص کی تفسیر

سورۃ الاخلاص کا شانِ نزول

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک حدیث دوسندوں سے ذکر کی ہے: پہلی سند موصول ہے، اس کے آخر میں حضرت ابی بن کعبؓ کا ذکر ہے، یہ سند ابوسعد صغّانی کی ہے، مگر یہ راوی ضعیف ہے، اور دوسری سند عبید اللہ بن موسیٰ کی ہے، یہ راوی ثقہ ہے، مگر ان کی سند مرسل ہے، آخر میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں، امام ترمذیؒ نے اسی سند کو اصح کہا ہے، اور دونوں حدیثوں کا مضمون یہ ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپؐ ہمارے سامنے اپنے پروردگار کا نسب بیان کیجئے (قرآن نے بار بار اللہ تعالیٰ کے لئے ''رب'' استعمال کیا ہے اور مشرکین یہ لفظ مورتیوں کے لئے استعمال کرتے تھے، اس لئے انھوں نے یہ سوال کیا تھا) پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ''آپؐ کہیں: وہ (پروردگار) اللہ ہیں یعنی ان کا نام پاک یہ ہے، وہ بے ہمہ ہیں یعنی سب کے بغیر تنہا اکیلے ہیں، اللہ باہمہ ہیں یعنی سب کے ساتھ ہیں، سب کچھ ان کے پاس ہے، وہ بے نیاز ہیں، وہ کسی کے محتاج نہیں، سب ان کے محتاج ہیں، نہ انھوں نے کسی کو جنا، اور نہ وہ جنے گئے، کیونکہ جو جنتا ہے وہ اپنے پیچھے وارث چھوڑتا ہے، اور خود چل دیتا ہے، جبکہ اللہ ہی آخر ہیں، ان کا کوئی وارث نہیں۔ اور جو جنا جاتا ہے وہ حادث ہوتا ہے، اور اللہ قدیم ہیں، اور نہ کوئی ان کا ہم سر ہے یعنی نہ کوئی ان جیسا ان کے برابر اور ان کے مانند ہے۔

تشریح: حدیث کے راوی ربیع بن انس نے صمد کے معنی: لم يلد ولم يولد کئے ہیں یعنی آیت تین کو صمد کی تفسیر قرار دیا ہے، کیونکہ جو جنتا ہے وہ بوڑھاپے میں اولاد کا محتاج ہوتا ہے اور جو جنا جاتا ہے وہ ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ صمد (بے نیاز) ہیں، وہ کسی کے محتاج نہیں، اور ربیع نے کفو کے معنی کئے ہیں: برابر، ہم سر اور مانند۔

فائدہ: قرآنِ کریم میں تین چھوٹی سورتیں: تین اہم موضوعات پر ہیں۔ سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ کا مکمل تعارف ہے، سورۃ الکوثر میں شانِ نبوی ﷺ کا بیان ہے، اور سورۃ العصر میں لوگوں کے احوال کی اصلاح کا بیان ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پورا قرآن نازل نہ فرماتے، صرف سورۃ العصر نازل فرماتے تو وہ لوگوں کی اصلاح کے لئے کافی تھی!...... گویا سورۃ الاخلاص: لا إله إلا الله کی شرح ہے، اور سورۃ الکوثر محمد رسول الله کی، اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا خلاصہ سورۃ العصر میں پیش کیا گیا ہے۔

[٩٢-] وَمِنْ سُوْرَةِ الإخلاصِ

[٣٣٨٧-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نا أَبُوْ سَعْدٍ، هُوَ الصَّغَّانِيُّ، عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ، عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: اُنْسُبْ لَنَا رَبَّكَ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ: هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾

وَالصَّمَدُ: الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ، وَلَمْ يُوْلَدْ: لِأَنَّهُ لَيْسَ شَيْئٌ يُوْلَدُ، إِلَّا سَيَمُوْتُ، وَلَيْسَ شَيْئٌ يَمُوْتُ إِلَّا سَيُوْرَثُ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَايَمُوْتُ وَلَايُوْرَثُ.

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ: قَالَ: لَمْ يَكُنْ لَهُ شَبِيْهٌ، وَلَا عِدْلٌ، وَلَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْئٌ"

[٣٣٨٨-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ مُوْسَى، عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ، عَنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم ذَكَرَ آلِهَتَهُمْ، فَقَالُوْا: انْسُبْ لَنَا رَبَّكَ؟ قَالَ: فَأَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ عَلَيهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ فَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعْدٍ، وَأَبُوْ سَعْدٍ: اسْمُهُ مُحمدُ بْنُ مُيَسَّرٍ.

ترجمہ: اور صمد: وہ ہے جس نے نہ جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے، اس لئے کہ نہیں ہے کوئی ایسی چیز جو جنی گئی ہو مگر وہ آئندہ مرتی ہے یعنی جو بھی چیز جنی جاتی ہے اس کو موت آتی ہے، اور نہیں ہے کوئی بھی مرنے والی چیز مگر اس کا وارث (جانشین) ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ مریں گے، نہ وہ وارث بنائیں گے — قوله: ولم يكن له كفواً أحد: فرمایا: نہ کوئی ان کے مشابہ ہے اور نہ برابر اور نہ کوئی چیز ان کے مانند ہے (یہ دونوں تفسیریں غالباً ربیع بن انس رحمہ اللہ کی ہیں)

ومن سورة المعوّذتين

معوذتین کی تفسیر

۱- چاند بھی غاسق ہے جب وہ غروب ہو جائے

سورۃ الفلق کی تیسری آیت ہے: ﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾: اور شب تار کی برائی سے جب وہ چھا جائے! ......غَسَقَ الليلُ کے معنی ہیں: رات کا تاریک ہونا، اور غَسَقَ القمرُ کے معنی ہیں: چاند کا گہن کی وجہ سے تاریک ہونا، یا محاق کی وجہ سے تاریک ہونا۔ اور غاسق (اسم فاعل) کے دو معنی ہیں: (۱) رات جبکہ شفق غائب ہو جائے اور تاریکی بڑھ جائے یا مہینہ کے آخر میں محاق کی وجہ سے تاریک ہو جائے (۲) چاند جبکہ گہن آلود ہو کر تاریک ہو جائے — اور وَقَبَتِ الشمس کے معنی ہیں: سورج کا غروب ہونا، چھپ جانا، اور وَقَبَ القمر کے معنی ہیں: چاند کا گہن میں آنا، اور

وَقَبَ الظلامُ کے معنی ہیں: تاریکی کا پھیل جانا، تاریکی کا لوگوں پر چھا جانا۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا، اور فرمایا: ''اے عائشہ! آپ اللہ کی پناہ چاہیں اس (چاند) کے شر سے، پس یہی غاسق ہے جب وہ چھپ جاتا ہے''

تشریح: غاسق کے اصل معنی ہیں: شبِ تار، اور إذا وقب کے معنی ہیں: جب وہ چھپ جائے یعنی تاریکی گہری ہوجائے، اور یہ صورت غروبِ شفق کے بعد ہوجاتی ہے، جب تک شفق رہتی ہے کچھ نہ کچھ روشنی رہتی ہے، تاریکی گھٹا ٹوپ نہیں ہوجاتی پھر جب شفق غائب ہوجاتی ہے تو رات پوری طرح چھا جاتی ہے —— اور چاندراتوں میں یہ صورت اس وقت ہوتی ہے جب چاند غروب ہوتا ہے، اس وقت رات اندھیری ہوجاتی ہے، اسی طرح ماہ کے آخر میں جب چاند نہیں رہتا اس وقت بھی یہی صورت ہوجاتی ہے، اس لئے چاند بھی غاسق کا مصداق ہے۔

۲-معوذتین کی اہمیت

معوذ (اسم فاعل) کے معنی ہیں: پناہ دینے والا، چونکہ یہ دونوں سورتیں رُقیہ (منتر) ہیں، اس لئے ان کا نام معوذتین ہے، یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، اور ان کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ لبید یہودی اور اس کی بیٹیوں نے نبی ﷺ پر سحر کیا تھا، جس سے آپؐ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی تھی، چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں، اور آپؐ کو اس سحر کا موقع بتلایا، وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں اور ایک تانت بھی نکلی جس میں گیارہ گرہیں تھیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورتیں پڑھنے لگے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی، اور آپؐ بالکل شفایاب ہوگئے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر چند آیتیں نازل فرمائی ہیں جن کے مثل نہیں دیکھی گئیں: سورۃ الناس پوری اور سورۃ الفلق پوری (ان کے ذریعہ مختلف شرور سے استعاذہ کیا جاسکتا ہے)

[۹۳-] وَمِنْ سُوْرَةِ المعوِّذتين

[۳۳۸۹-] حدثنا مُحمدُ بْنُ الْمُثَنَّى، نا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ ابْنِ أَبِىْ ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ، عَن عَائِشَةَ: أَنَّ النبیَّ صلی الله علیه وسلم نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ، فَقَالَ: ''يَا عَائِشَةُ! اسْتَعِيْذِىْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا، فَإِنَّ هٰذَا هُوَ الْغَاسِقُ إِذَا وَقَبَ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۳۳۹۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِىْ خَالِدٍ، نا قَيْسٌ، وَهُوَ ابْنُ أَبِىْ حَازِمٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِىِّ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: '' قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیَّ

آیَاتٍ لَمْ یُرَ مِثْلُهُنَّ: ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ إِلَى آخِرِ السُّوْرَةِ، وَ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ إِلَى آخِرِ السُّوْرَةِ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابٌ

انکار اور بھول موروثی کمزوریاں ہیں

کتاب التفسیر کے آخر میں دو باب بے سرے (بے عنوان) ہیں۔ اور ہر باب میں ایک ایک حدیث ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ ایسا کرتے ہیں، متفرق حدیثیں ابواب کے آخر میں درج کردیتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے۔

پہلے باب کی حدیث سورۃ الاعراف کی (آیت ۱۷۲): ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ کی تفسیر میں درج کرسکتے ہیں، وہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث ابو صالح کی سند سے آچکی ہے، اور میرے خیال میں یہی انسب ہے ـــــ اور اگر آپ چاہیں تو سورۂ طٰہٰ (آیت ۱۱۴) کی تفسیر میں بھی ذکر کرسکتے ہیں، شارحین کا رجحان اسی طرف ہے، مگر سورۂ طٰہٰ کی آیت میں جس نسیان کا ذکر ہے وہ اور ہے، اور اس حدیث میں جس نسیان کا ذکر ہے وہ اور ہے، سورۂ طٰہٰ کی آیت یہ ہے: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلُ، فَنَسِیَ، وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾: اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم قبل ازیں آدمؑ کو ایک حکم (جنت کے مخصوص درخت کو نہ کھانے کا) دے چکے ہیں، پس وہ بھول گئے، اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی ـــــ اور قبل ازیں یعنی نبی ﷺ کے بھولنے سے پہلے، جس کی تفصیل سورۃ القیامہ کی آیت: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ﴾ کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ یہ عہدِ خداوندی کا نسیان ہے، اور حدیث میں داؤد علیہ السلام کو اپنی زندگی میں سے چالیس سال دے کر اس کو بھول جانے کا ذکر ہے، پس آیت اور حدیث میں پوری طرح مطابقت نہیں ہوگی، اور سورۃ الاعراف کی آیت سے پوری طرح مطابقت ہے، اس لئے اس حدیث کو اس آیت کی تفسیر میں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور ان (کے پتلے) میں روح پھونکی تو انھوں نے چھینک لی، پس آپ نے (بے ساختہ) کہا: الحمدللہ! اللہ تیرا شکر ہے! ـــ پس آپؑ نے اللہ کی اجازت سے اللہ کی تعریف کی یعنی آپؑ کی زبان سے جو الحمد للہ نکلا وہ اللہ کے دل میں ڈالنے کی وجہ سے تھا ـــ پس ان کو ان کے رب نے جواب دیا: یرحمك اللہ یا آدم! اے آدم! تم پر اللہ کی مہربانی ہو! ـــ (پھر اللہ نے حکم دیا:) ان فرشتوں کے پاس جاؤ ـــ فرشتوں کی بیٹھی ہوئی ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا ـــ پس کہو: السلام علیکم: تم پر سلامتی ہو! (چنانچہ آدمؑ گئے، اور فرشتوں کو سلام کیا) انھوں نے کہا: وعلیك السلام ورحمة اللہ! اور آپ کے لئے بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت! پھر آدمؑ اپنے رب کی طرف لوٹے، اللہ نے فرمایا: ''یہ آپ کا سلام ہے اور آپ کی اولاد کا آپس میں سلام

ہے— پھر اللہ نے فرمایا: درانحالیکہ ان کی دونوں مٹھیاں بند تھیں: دونوں میں سے جس کو چاہیں آپ پسند کریں، آدمؑ نے کہا: میں اپنے رب کا دایاں ہاتھ پسند کرتا ہوں، اور میرے رب کے دونوں ہی ہاتھ دائیں بابرکت ہیں! پھر اللہ نے اس مٹھی کو کھولا تو اچانک اس میں آدمؑ اور ان کی اولاد تھی (یہ مثالی تمثل تھا) پس آدمؑ نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں؟ اللہ نے فرمایا: یہ آپ کی اولاد ہیں — پس اچانک ہر انسان کی عمر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھی ہوئی تھی، پس اچانک ان میں سے ایک آدمی ان میں سب سے زیادہ روشن تھا، آدمؑ نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ اللہ نے فرمایا: ''یہ آپ کے بیٹے داؤد ہیں، اور میں نے ان کی عمر چالیس سال لکھی ہے۔ آدمؑ نے کہا: اے میرے رب! ان کی عمر میں اضافہ فرمادیں، اللہ نے فرمایا: یہی وہ عمر ہے جو ان کے لئے لکھی گئی ہے۔ آدمؑ نے کہا: اے میرے رب! میں نے ان کو اپنی عمر میں سے ساٹھ سال دیدیئے، اللہ نے فرمایا: یہ آپ کا اختیار ہے!

نبی ﷺ نے فرمایا: پھر وہ جنت میں بسائے گئے جتنا اللہ نے چاہا، پھر وہ جنت سے اتارے گئے، پس آدمؑ اپنے لئے (عمر) گنتے تھے — نبی ﷺ نے فرمایا: پس ان کے پاس موت کا فرشتہ آیا، پس اس سے آدمؑ نے کہا: آپ جلدی آگئے! میرے لئے ہزار سال لکھے گئے ہیں، فرشتے نے کہا: ہاں، مگر آپ اپنے بیٹے داؤد کو ساٹھ سال دے چکے ہیں، پس آدمؑ نے انکار کیا، پس ان کی اولاد نے انکار کیا، اور آدمؑ بھولے پس ان کی اولاد بھولی — نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس اس دن سے لکھنے کا اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا''

تشریح: یہ سعید بن ابی سعید مقبری کی حدیث ہے، اس راوی کا حافظہ وفات سے چار سال پہلے بگڑ گیا تھا، چنانچہ امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسنٌ غریبٌ کہا ہے، اور یہی حدیث پہلے سورۃ الاعراف کی تفسیر میں ابوصالح کی سند سے گذر چکی ہے، وہ حسنٌ صحیحٌ ہے، اور اُس میں چالیس سال دینے کا ذکر ہے، اور اِس حدیث میں ساٹھ سال دینے کا ذکر ہے، پس صحیح پہلی حدیث ہے اور ساٹھ سال سعید مقبری کا وہم ہے۔

فائدہ: اس حدیث کا یہ مضمون بھی غریب (انجانا) ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا امر فرمایا، اور آدم علیہ السلام نے دائیں ہاتھ کو اختیار کیا، جس میں وہ خود اور ان کی ذریت تھی — یہاں سوال پیدا ہوگا کہ دوسرے ہاتھ میں کیا ہوگا؟ اس کا کچھ جواب سمجھ میں نہیں آتا — نیز یہ مضمون سورۃ الاعراف (آیت ۱۷۲) اور صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے، قرآن وصحیح احادیث میں صراحت ہے کہ اولادِ آدم: آدمؑ کی پھر ان کی اولاد کی پیٹھ سے لی گئی تھی، اس لئے اس روایت کا یہ مضمون بھی صحیح نہیں۔

[۹۴-] بابٌ

[۳۳۹۱-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسَى، نَا الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الرحمنِ بْنِ أَبِيْ ذُبَابٍ،

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَمَّا خلَقَ اللّٰهُ آدَمَ، وَنَفخَ فِيْهِ الرُّوْحَ: عَطَسَ، فَقَالَ: الْحَمْدُ للّٰهِ! فَحَمِدَ اللّٰهَ بِإِذْنِهِ، فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ يَا آدَمُ! اذْهَبْ إِلَى أُوْلٰئِكَ الْمَلاَئِكَةِ – إِلَى مَلأٍ مِنْهُمْ جُلُوْسٍ – فَقُلْ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ! قَالُوْا: وَعَلَيْكَ السَّلاَمُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ! ثُمَّ رَجَعَ إِلَى رَبِّهِ، قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ بَنِيْكَ بَيْنَهُمْ، فَقَالَ اللّٰهُ لَهُ، وَيَدَاهُ مَقْبُوْضَتَانِ: اخْتَرْ أَيَّهُمَا شِئْتَ! قَالَ: اخْتَرْتُ يَمِينَ رَبِّيْ، وَكِلْتَا يَدَىْ رَبِّي يَمِيْنٌ مُبَارَكَةٌ، ثُمَّ بَسَطَهَا، فَإِذَا فِيْهَا آدَمُ وَذُرِّيَتُهُ، فَقَالَ: أَىْ رَبِّ! مَا هٰؤُلآءِ؟ قَالَ: هٰؤُلآءِ ذُرِّيَّتُكَ، فَإِذَا كُلُّ إِنْسَانٍ مَكْتُوْبٌ عُمُرُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، فَإِذَا فِيْهِمْ رَجُلٌ أَضْوَؤُهُمْ، أَوْ: مِنْ أَضْوَئِهِمْ. قَالَ: يَارَبِّ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا ابْنُكَ دَاوُدُ، وَقَدْ كَتَبْتُ لَهُ عُمُرَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً، قَالَ: يَارَبِّ! زِدْهُ فِيْ عُمُرِهِ، قَالَ: ذَاكَ الَّذِيْ كُتِبَ لَهُ، قَالَ: أَىْ رَبِّ! فَإِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ لَهُ مِنْ عُمُرِيْ سِتِّيْنَ سَنَةً، قَالَ: أَنْتَ وَذَاكَ، قَالَ: ثُمَّ أُسْكِنَ الْجَنَّةَ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أُهْبِطَ مِنْهَا، فَكَانَ آدَمُ يَعُدُّ لِنَفْسِهِ، قَالَ: فَأَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ، فَقَالَ لَهُ آدَمُ: قَدْ عَجِلْتَ، قَدْ كُتِبَ لِيَ أَلْفُ سَنَةٍ، قَالَ: بَلَى، وَلٰكِنَّكَ جَعَلْتَ لِابْنِكَ دَاوُدَ سِتِّيْنَ سَنَةً، فَجَحَدَ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَنَسِيَ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ، قَالَ: فَمِنْ يَوْمَئِذٍ أُمِرَ بِالْكِتَابِ وَالشُّهُوْدِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

بابٌ

پہاڑ زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لئے

قرآنِ کریم میں دوجگہ (النحل ۱۵ لقمان ۱۰ میں) یہ آیت آئی ہے: ﴿وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ﴾: اوراللہ تعالیٰ نے زمین میں پہاڑ پیدا کئے تاکہ زمین تم کو لے کر ڈگمگانے نہ لگے ——— ان آیات کی تفسیر میں درج ذیل حدیث آئی ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے ڈگمگانا شروع کیا، پس اللہ نے پہاڑ پیدا کئے، اوران کو زمین پر نصب کیا، پس زمین ٹھہر گئی، پس فرشتے پہاڑوں کی سختی سے حیرت زدہ رہ گئے، انھوں نے پوچھا: پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں پہاڑوں سے بھی زیادہ کوئی سخت (مضبوط) مخلوق ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں! لوہا (وہ پتھروں کو بھی توڑ دیتا ہے) فرشتوں نے پوچھا: پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں لوہے سے بھی زیادہ کوئی سخت مخلوق ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں، آگ (وہ لوہے کو بھی پگھلادیتی ہے) فرشتوں نے پوچھا: پروردگار! کیا آپ کی مخلوق

میں آگ سے بھی زیادہ کوئی سخت مخلوق ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں، پانی (وہ آگ کو بھی بجھا دیتا ہے) فرشتوں نے پوچھا: پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں پانی سے بھی زیادہ کوئی سخت مخلوق ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں ہوا (وہ پانی کو بھی خشک کر دیتی ہے) فرشتوں نے پوچھا: پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ کوئی سخت مخلوق ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں، انسان، وہ اپنے دائیں ہاتھ سے خیرات کرتا ہے، جس کو وہ اپنے بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے!

تشریح: انسان عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے، اس لئے اس میں چاروں عناصر کی خاصیات جمع ہیں: زمین کی خاصیت بخل اور روکنا ہے، بے شمار خزانے زمین میں دفن ہیں، مگر جب تک اس کا سینہ نہ چیرا جائے وہ واپس نہیں کرتی، اور پانی کی خصوصیت پھیلنا ہے، وہ تا حد امکان پھیلتا جاتا ہے، اور آگ کی خصوصیت استعلاء (بلند ہونا) ہے، آگ جب بھی جلائی جائے گی لو بلندی کی طرف جائے گی، اور ہوا کی خصوصیت نفوذ (گھسنا) ہے، کہتے ہیں خلا محال ہے، ملا برحق ہے، ہر جگہ کو ہوا نے بھر رکھا ہے —— انسان بھی بخیل ہے، لینے کے لئے فوراً آمادہ ہو جاتا ہے، مگر اپنی چیز دیتے ہوئے اس پر زور پڑتا ہے، اور زمین میں پھیلتا چلا جاتا ہے، اور اب تو ستاروں پر بھی کمندیں ڈالنے لگا ہے، اور اس کے مزاج میں بلندی ہے، وہ دبنا نہیں جانتا، اور ہر چیز میں دخل دیتا ہے، ایک کندۂ ناتراش بھی علمی بحث میں بول پڑتا ہے، اس لئے انسان عناصر اربعہ سے بھی زیادہ سخت ہے۔

پھر سختی (مضبوطی) دو طرح کی ہوتی ہے: داخلی اور خارجی، جسمانی طور پر انسان اگرچہ عناصر اربعہ سے کمزور ہے، مگر ذہنی اور اخلاقی اعتبار سے ان سے قوی ہے، وہ آگ کو بجھا دیتا ہے، زمین کو پامال کرتا ہے، پانی پر بند باندھ دیتا ہے اور ہوا کو قابو میں کر لیتا ہے، اور اس کی اخلاقی قوت کا حال یہ ہے: بیرونی چیزوں پر قابو پانا آسان ہے، خود پر قابو رکھنا مشکل ہے، حدیث میں ہے: ''پہلوان: وہ نہیں جو کشتی مارتا ہے، بلکہ پہلوان: وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھتا ہے'' اور انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ خیرات کرتا ہے، اور اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا، حالانکہ دکھلانا اور سنانا اس کی گھٹی میں پڑا ہوا جذبہ ہے، پس انسان سے زیادہ کوئی اپنے نفس پر کنٹرول نہیں کر سکتا، یہ اس کی انتہائی درجہ اخلاقی مضبوطی کی دلیل ہے۔

حدیث کا حال: اس حدیث کا راوی سلیمان بن ابی سلیمان ہاشمی (مولی ابن عباس) مقبول (معمولی ثقہ راوی) ہے اور صرف ترمذی کا راوی ہے، پس حدیث حسن ہے، اور امام ترمذیؒ نے اس کو غریب بمعنی تفرد اسناد کہا ہے، یہ حدیث صرف ترمذی میں ہے، باقی کتب خمسہ میں نہیں ہے۔

[۹۵-] بابٌ

[۳۳۹۲-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَزِيْدُ بْنُ هارُوْنَ، نَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بنِ أَبِي

سُلَيْمَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْأَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ، فَخَلَقَ الْجِبَالَ، فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا، فَاسْتَقَرَّتْ، فَعَجِبَتِ الْمَلاَئِكَةِ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ، فَقَالُوْا: يَارَبِّ! هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْئٌ أَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ؟ قَالَ: نَعَمَ، الْحَدِيْدُ، فَقَالُوْا: يَارَبِّ! فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْئٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ؟ قَالَ: نَعَمْ، النَّارُ، قَالُوْا: يَارَبِّ! فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْئٌ أُشَدُّ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: نَعَمْ، الْمَاءُ، قَالُوْا: يَارَبِّ! فَهَلْ فِىْ خَلْقِكَ شَيْئٌ أَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ؟ قَالَ: نَعَمْ، الرِّيْحُ، قَالُوْا: يَارَبِّ! فَهَلْ فِىْ خَلْقِكَ شَيْئٌ أَشَدُّ مِنَ الرِّيْحِ؟ قَالَ: نَعَمْ، ابْنُ آدَمَ: تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهِ يُخْفِيْهَا مِنْ شِمَالِهِ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

﴿ آخر التفسير ﴾

﴿ الحمدللہ! ابواب التفسیر کی شرح پوری ہوئی ﴾

الحمدللہ! تحفه الألعمى شرح سنن الترمذى کی جلد ہفتم مکمل ہوئی، جلد ہشتم أبو اب الدعوات سے شروع ہوگی
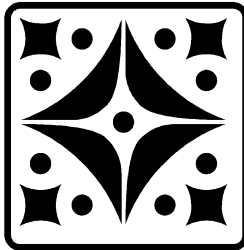
اہم تصانیف: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

① تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی: یہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کے درسِ ترمذی کا مجموعہ ہے، سات جلدیں طبع ہوچکی ہیں، جو ترمذی شریف جلد ثانی کے ابواب التفسیر کے ختم تک ہیں، مقدمہ: نایاب اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہے اور شرح کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں مدارکِ اجتہاد بیان کئے گئے ہیں، نیز ترمذی شریف کی عبارت صحیح اعراب کے ساتھ دی گئی ہے اور کتاب کا ہر ہر لفظ حل کیا گیا ہے، شروع میں کتاب العلل کی شرح بھی ہے، جو ایک قیمتی سوغات ہے۔ غرض یہ شرح ہر مدرس کی ضرورت اور حدیث کے ہر طالب علم کی حاجت ہے۔

② رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ ـــــ حضرت الامام المجد دالشاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ عالم اسلام کی ان برگزیدہ علمی شخصیتوں میں سے ہیں جن کی شہرت زمان ومکان کی قیود میں محدود نہیں، وہ اگرچہ ہندوستان میں پیدا ہوئے مگر ان کی شخصیت تمام عالم اسلام کا سرمایہ ہے۔ ان کی کتابیں اور انکے علوم ومعارف اسلامی تاریخ کا انمول خزانہ ہیں۔ حضرت الامام کی بہت سی کتابیں مختلف موضوعات پر ہیں لیکن حکمت شرعیہ اور فلسفۂ اسلام پر ان کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' اپنی نظیر آپ ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے متعدد تراجم ہوچکے ہیں اور بعض بازار میں دستیاب بھی ہیں لیکن ان سے کتاب حل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کو جنھوں نے نہایت محنت کے ساتھ اس کتاب کی شرح لکھی۔ شرح سے علماء، طلباء اور پڑھے لکھے لوگ بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ شرح پانچ جلدوں میں اور تین ہزار چھ سو صفحات میں مکمل ہوئی ہے۔ ظاہری طور پر وہ تمام محاسن کتاب میں موجود ہیں جو ہونے چاہئیں، کتابت روشن اور واضح ہے، کمپیوٹر کتابت ہے، مگر جلی خط ہونے کی وجہ سے ضعیف نگاہ والے بھی بآسانی مطالعہ کر سکتے ہیں۔ کاغذ نہایت اعلی اور قیمتی ہے، طباعت بھی بہت عمدہ ہے، جلد مضبوط، دلکش اور خوب صورت ہے۔ اور قیمت اتنی کم ہے کہ اس ضخامت کی کتاب بازار میں اس قیمت پر دستیاب نہیں۔

نیز حضرت مفتی صاحب نے ایک احسان امت پر یہ بھی کیا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ پر عربی حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ جو دو جلدوں میں طبع ہوگیا ہے عربی خوان حضرات حاشیہ کی مدد سے کتاب حل کر سکتے ہیں اور درس میں بھی اس کو سامنے رکھا جاسکتا ہے۔

③ کامل برہانِ الٰہی تبیین وتشریح حجۃ اللہ البالغہ: رحمۃ اللہ الواسعہ میں مفتی صاحب نے عنوان قائم کر کے جو حجۃ اللہ کی آسان شرح کی ہے اس کو علحدہ کرلیا ہے اور ہلکی چار جلدوں میں مذکورہ نام سے یہ نئی کتاب تیار کی ہے اس میں حجۃ اللہ البالغہ کی عربی عبارت، ترجمہ، لغات اور تشریحات شامل نہیں۔ اب یہ عام مطالعہ کی ایک بہترین کتاب بن گئی ہے جو لوگ حجۃ اللہ حل نہیں کرنا چاہتے صرف اس کے مضامین پڑھنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ قیمتی سوغات ہے، زبان آسان اور سلیس ہے، ہر قاری بے تکلف اس کا مطالعہ کرسکتا ہے۔

④ ہادیہ شرح کافیہ: کافیہ: علم نحو کا مشہور ومقبول متنِ متین ہے، اس کی عبارت سلیس اور آسان ہے، مگر اس آسان کتاب کو طریقۂ تدریس نے مشکل بنا دیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ نے اس پر ایک کام یہ کیا ہے کہ کافیہ کو

مفصل ومرقم کیا ہے۔اس کے ہر مسئلہ اور ہر قاعدہ کو علحدہ کیا ہے، پھر اس کی نہایت آسان شرح لکھی ہے اور شروع میں کافیہ پڑھانے کا طریقہ بیان کیا ہے، اور قدیم طرز سے ہٹ کر کافیہ کس طرح طلبہ کے ذہن نشین کی جائے اس کے لئے ''مشق سوالات'' دیئے گئے ہیں...... پھر دوسری شرح الوافية عربی میں لکھی ہے اور اس پر وہی مفصل ومرقم متن ہے تاکہ طلبہ درس میں اس کو سامنے رکھ کر پڑھ سکیں۔

⑤ آسان نحو (دو حصے) نحو کی ابتدائی عربی کتابوں میں تدریج کا لحاظ نہیں رکھا گیا، یہ کتاب اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ یہ دو حصے پڑھا کر علم نحو کی کوئی بھی عربی کتاب شروع کرائی جاسکتی ہے۔زبان آسان اور انداز بیان سلجھا ہوا ہے۔

⑥ آسان صرف (تین حصے) آسان نحو کے انداز پر تدریج کا لحاظ کر کے یہ رسالے مرتب کئے گئے ہیں۔ پہلے حصہ میں گردانیں ہیں قواعد برائے نام ہیں اور دوسرے حصہ میں قواعد مع گردان دیئے گئے ہیں۔اور ابواب کی صرف صغیر دی گئی ہے۔ بہت آسان اور مفید نصاب ہے۔

⑦ آسان منطق: ترتیب تیسیر المنطق۔ دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس میں تیسیر المنطق کی جگہ اب یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے۔اس میں تیسیر المنطق ہی کو سہل کر کے مرتب کیا گیا ہے،کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔

⑧ تفسیر ہدایت القرآن: یہ مقبول عام وخاص تفسیر ہے۔ پارہ ۳۰ و ۱-۹ حضرت مولانا محمد کاشف الہاشمیؒ کے لکھے ہوئے ہیں اور ۱۰ تا ۱۸ مفتی صاحب نے لکھے ہیں، آگے کام جاری ہے اس تفسیر میں ہر ہر قرآنی کلمہ کے الگ الگ معنی دیئے گئے ہیں اور حاشیہ میں حل لغات اور ضروری ترکیب بھی ہے۔

⑨ الفوز الکبیر (جدید ترجمہ) قدیم ترجمہ میں سُقْم تھا، اس کو سنوارا گیا ہے، بغلی عناوین بڑھائے گئے ہیں اور ضروری حاشیہ لکھ کر عمدہ کاغذ پر کتاب طبع کی گئی ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں اب یہی ترجمہ پڑھایا جاتا ہے۔متوسط استعداد کے طلبہ از خود بھی اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔اس کی آسان اردو شرح الخیر الکثیر مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری نے لکھی ہے، اور عربی شرح العون الكبير ہے۔

⑩ العون الکبیر: یہ الفوز الکبیر کی عربی شرح ہے، پہلے قدیم تعریب کے مطابق تھی، اب جدید تعریب کے مطابق کردی گئی ہے۔

⑪ فيض المنعم: مقدمہ مسلم شریف کی اردو شرح ہے۔اس میں ضروری ترکیب اور حل لغات بھی ہیں، غرض کتاب حل کرنے کے لئے ہر ضروری بات اس کتاب میں موجود ہے اور کوئی غیر ضروری بات نہیں لی گئی۔

⑫ تحفۃ الدرر: یہ نخبۃ الفکر کی بہترین اردو شرح ہے، کتب حدیث پڑھنے والوں خصوصاً مشکوۃ شریف پڑھنے والوں کے لئے نہایت قیمتی سوغات ہے۔

⑬ مبادئ الفلسفہ: اس میں فلسفہ کی تمام اصطلاحات کی عربی زبان میں مختصر اور عمدہ وضاحت کی گئی ہے دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے۔

⑭ معین الفلسفہ: یہ مبادئ الفلسفہ کی بہترین اردو شرح ہے، اور حکمت وفلسفہ کے پیچیدہ مسائل کی عمدہ وضاحت پر مشتمل

معلومات افزا کتاب ہے۔

⑮ مفتاح التہذیب: یہ علامہ تفتازانی کی ''تہذیب المنطق'' کی ایسی عمدہ شرح ہے کہ اس سے ''شرح تہذیب'' جو مدارس عربیہ کے نصاب درس میں داخل ہے، خوب حل ہو جاتی ہے۔

⑯ محفوظات: (تین حصے) یہ آیات واحادیث کا مجموعہ ہے، جو طلبہ کے حفظ کرنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ بہت سے مدارس ومکاتب میں داخل نصاب ہے۔

⑰ آپ فتوی کیسے دیں؟ یہ علامہ محمد امین بن عابد بن شامی کی شہرۂ آفاق کتاب ''شرح عقود رسم المفتی'' کی نہایت عمدہ شرح ہے۔

⑱ کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟: یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی کتاب ''توثیق الکلام'' کی نہایت آسان عام فہم شرح ہے۔

⑲ حیات امام ابو داؤد: اس میں امام ابو داؤد سجستانی کی مکمل سوانح، سنن ابی داؤد کا تفصیلی تعارف، اور اس کی تمام شروحات ومتعلقات کا مفصل جائزہ سلیس اور دلنشین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

⑳ مشاہیر محدثین وفقہائے کرام اور تذکرہ راویان کتب حدیث: اس میں خلفاء راشدین، عشرۂ مبشرہ، ازواج مطہرات، بنات طیبات، مدینہ کے فقہائے سبعہ، مجتہدین امت، محدثین کرام، راویات کتب حدیث، شارحین حدیث، فقہائے ملت، مفسرین عظام، متکلمین اسلام اور مشہور شخصیات کا مختصر جامع تذکرہ ہے۔ حدیث کے ہر استاذ اور طالب علم کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

㉑ حیات امام طحاوی: اس میں امام ابو جعفر طحاوی کے مفصل حالات زندگی، ناقدین پر رد، تصانیف کا تذکرہ، نظر طحاوی کی توضیح اور شرح معانی الآثار کا تفصیلی تعارف ہے۔

㉒ ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں: ناخن تراشنے، بغل کے بال اور زیر ناف لینے، مسواک کرنے، کلی اور ناک صاف کرنے، جسم کے جوڑوں کو دھونے، ختنہ کرنے، پانی سے استنجا کرنے، بالوں میں مانگ نکالنے، مونچھیں تراشنے اور ڈاڑھی رکھنے کے متعلق واضح احکامات، مسائل دلائل اور فضائل کا مجموعہ ہے، ڈاڑھی پر ہونے والے اعتراضوں کے جوابات بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔

㉓ حرمت مصاہرت: اس میں سسرالی اور دامادی رشتوں کے مفصل احکام، اور ناجائز انتفاع کا مدلل حکم بیان کیا گیا ہے۔

㉔ زُبدۃ الطحاوی: یہ امام طحاوی کی شہرۂ آفاق کتاب ''شرح معانی الآثار'' کی عربی تلخیص ہے، مگر جہاں تک عام طور پر طحاوی شریف پڑھائی جاتی ہے وہاں تک کام ہوا ہے یعنی کتاب الطہارۃ کے ختم تک طبع ہوئی ہے۔

㉕ طرازی شرح سراجی: یہ سراجی کی مکمل شرح ہے اور ذوی الارحام کا حصہ خاص طور پر حل کیا گیا ہے۔

㉖ مفتاح العوامل اور گنجینۂ صرف: حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب قدس سرہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کی تصنیفات ہیں، یہ شرح مأۃ عامل اور پنج گنج کی بہترین شروح ہیں، حضرت مفتی صاحب نے ان کی قابل قدر خدمت کی ہے۔